

جمال الین

فی شرح

جلال الین

جلد چہارم

مفت محمد رفیع الرحمن بن ابی بکر محمد علی الدین السیوطی ۵۹۱۱ھ

شاح

حضرت مولانا محمد جمال بلوچ شہزی

استاذ دارالعلوم دیوبند

زمزم پبلشرز

جدید نظرانی شدہ اردو طبع

جمالین

فی شرح

جلالین

جلد چہارم

الشیخ عبد الرحمن بن ربیع بکر جلال الدین السیوطی ۵۹۱۲ھ

شاح

حضرت مولانا محمد جمال بلند شہری

استاذ دارالعلوم دیوبند

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد ازدوبازار کراچی



## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

”جمالین“ فہجہ ”جلالین“ کے جملہ حقوق اشاعت و طباعت پاکستان میں صرف مولانا محمد رفیق بن عبدالمجید مالک (سنزور پبلشرز کراچی) کو حاصل ہیں لہذا اب پاکستان میں کوئی شخص یا ادارہ اس کی طباعت کا مجاز نہیں بصورت دیگر سنزور پبلشرز کو قانونی چارہ جوئی کا مکمل اختیار ہے۔

از

حجتہ مولانا محمد کمال بلکد شہری

اس کتاب کا کوئی حصہ بھی سنزور پبلشرز کی اجازت کے بغیر کسی بھی ذریعے بشمول فوٹو کاپی برقیاتی یا میکینیکی یا کسی اور ذریعے سے نقل نہیں کیا جاسکتا۔  
سنزور پبلشرز کراچی

### ملنے کے دیگرتے

● مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509

● مکتبہ دارالحدی، اردو بازار کراچی۔ فون: 32711814

● دارالاشاعت، اردو بازار کراچی

● قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی

● مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

● Madrasah Arabia Islamia

1 Azaad Avenue P.O Box 9786,  
Azaadville 1750 South Africa  
Tel : 00(27)114132786

● Azhar Academy Ltd.

54-68 Little Ilford Lane  
Manor Park London E12 5QA  
Phone: 020-8911-9797

● Islamic Book Centre

119-121 Halliwell Road, Bolton BH1 3NE  
U.K  
Tel/Fax : 01204-389080

● Al Farooq International

68, Asfordby Street Leicester LE5-3QG  
Tel : 0044-116-2537840

کتاب کا نام \_\_\_\_\_ جمالین فہجہ جلالین جلد چہارم

تاریخ اشاعت \_\_\_\_\_ اکتوبر ۲۰۱۱ء

باہتمام \_\_\_\_\_ احکامی سنزور پبلشرز

ناشر \_\_\_\_\_ سنزور پبلشرز کراچی

صفحات \_\_\_\_\_ ۶۵۶

شاہ زیب سینٹرز و مقدس مسجد، اردو بازار کراچی

فون: 021-32729089

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com





الشیخ محمد جمال القاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند (الہند)

MAULANA MOHD. JAMAL QASMI  
(PROF.)

DARUL ULOOM DEOBAND  
DISTT. SAHARANPUR (U.P) INDIA  
PIN 247554 PHONE. 01338-224147  
Mob. 9412848280

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمالین شرح اردو جلالین کے حقوق اشاعت و طباعت باہمی ایک  
عبارہ کے تحت پاکستان میں مولانا محمد رفیع بن عبد المجید صاحب  
زمزم پبلشر کراچی کو دیدیے گئے ہیں لہذا پاکستان میں کوئی شخص  
یا ادارہ جمالین کے مکمل یا جزوی اشاعت و طباعت کا مجاز نہ ہوگا  
بصورت دیگر ادارہ زمزم کو قانونی چارہ جوئی کا اختیار ہوگا۔

محمد جمال قاسمی

استاذ دارالعلوم دیوبند

۱۸ دسمبر ۲۰۰۶ء ۱۱/۱۲/۲۵



# عرضِ ناشر

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى...

اما بعد! اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو پیدا فرما کر اس کی تمام ضروریات کی کفالت فرمائی اور بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے انسانیت کے نام اپنا پیغام مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ بھیجا تا کہ انسان اس کی رہنمائی میں چل کر دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کو حاصل کر سکے۔ تاریخ شاہد ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام سے پہلی امتوں سے کتاب ہدایت کی حفاظت نہ ہو سکی جس کے نتیجے میں وہ نسخہ اصلی سے محروم ہو گئے اور سیدھی راہ بتانے والا ہدایت نامہ جب نہ رہا تو اندھیروں میں بھٹکتے ہی چلے گئے۔ لیکن رسول اکرم ﷺ کی امت کو دی جانے والی کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری خود خالق السموات والارض نے اٹھائی اور کھلے عام اعلان کر دیا ﴿وَإِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ اس کتاب زندہ کی حفاظت اللہ پاک نے ہر طرح اور ہر طبقہ کے ذریعہ کرائی، قرآن مجید کی جملہ تفاسیر اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔

زیر نظر ”تفسیر جمالین اردو“ جلالین شریف عربی کی اردو شرح ہے، یوں تو تفسیر جلالین کی بہت سی شروحات عربی اور اردو میں لکھی گئی ہیں، لیکن ”ہر گلے رانگ و بوئے دیگر است“ حضرت مولانا محمد جمال سیفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ استاذ دارالعلوم دیوبند نے نہایت عمدہ اور آسان سلیس زبان میں ہر ہر مقام پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اللہ پاک امت مسلمہ کی طرف سے حضرت مصنف صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

زمزم پبلشرز نے پوری تفسیر کو نئی آب و تاب کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ کیا جو کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، زمزم پبلشرز نے اس تفسیر میں مندرجہ ذیل قابل قدر کام کیے:

1 ملک کے معروف خطاط ”حافظ عبدالرؤف صاحب“ زید مجدہ سے قرآن کریم کتابت کروایا۔

2 پروف ریڈنگ پرزیر کثیر اور محنت شاقہ خرچ کی۔

3 عمدہ کاغذ پر ۶ جلدوں میں چھاپا۔

4 قرآن کریم کی آیات اور جلالین کی عبارت کو ممتاز کیا تا کہ پڑھنے میں سہولت ہو۔

## فہرست مضامین جلد چہارم

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
۲۷	تاریخ حفاظت قرآن .....	۱۳	کلمات بابرکت .....
	حضرت ابوبکر صدیق کے عہد میں تاریخ حفاظت	۱۵	کچھ کتاب کے بارے میں .....
۲۸	قرآن .....	۱۵	تفسیری کلمات اور ان کے فوائد .....
۲۸	حفاظت قرآن وعہد عثمانی .....	۱۷	آغاز کلام .....
۲۹	ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ .....		قرآن کریم کی تفسیر کے بارے میں ایک غلط فہمی کا
۲۹	وحی کی اقسام .....	۲۰	ازالہ .....
۲۹	❶ وحی قلبی .....	۲۱	وَلَقَدْ يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ كَمَا يَسَّرُ مَطْلَب .....
۲۹	❷ کلام باری .....	۲۳	مقدمہ .....
۳۰	❸ وحی ملکی .....	۲۳	وحی کی ضرورت .....
۳۰	وحی اور ایحاء میں فرق .....	۲۵	آخری معیار وحی ہے .....
۳۰	وحی کے اصطلاحی معنی .....		کیا حقیقی بہن سے نکاح کرنا عقل کے عین مطابق
۳۱	ملکی اور مدنی آیات .....	۲۵	ہے؟ .....
۳۱	ملکی مدنی آیتوں کی خصوصیات .....	۲۶	عقلی جواب ناممکن .....
۳۱	مندرجہ ذیل خصوصیات اکثری ہیں کلی نہیں .....		عقل کو وحی الہی کی روشنی کے بغیر آخری معیار سمجھنے کا
۳۲	قرآن کریم کے متعلق مفید اعداد و شمار .....	۲۶	بہیا نک نتیجہ .....
۳۲	تاریخ نزول قرآن .....	۲۷	عقلیت پسندوں پر کلیسا کے مظالم .....



## فہرست مضامین جلد چہارم

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
۳۷	درس و تدریس اور افتاء.....	۳۳	سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت.....
۳۸	علمی خدمات.....	۳۳	التفسیر لغة واصطلاحاً.....
۳۸	وفات.....	۳۳	تفسیر و تاویل میں فرق.....
	<b>سُورَةُ الْكَهْفِ</b>	۳۴	ترجمة الإمامین الہمامین الجلیلین.....
۳۹	سورۃ کہف.....	۳۴	صاحب جلالین نصف ثانی.....
۴۱	سورۃ کہف کے فضائل.....	۳۴	نام و نسب.....
۴۳	اجمال کی تفصیل.....	۳۵	سن پیدائش و وفات.....
۵۶	اصحاب کہف کا بیدار ہونا.....	۳۵	تحصیل علوم.....
۵۸	اصحاب کہف کی تعداد کیا تھی؟.....	۳۵	آپ کی تصانیف.....
۵۹	اصحاب کہف کے اسماء.....	۳۵	تفسیر جلالین.....
۶۱	اصحاب کہف کے غار میں سونے کی مدت.....	۳۶	جلالین کے مآخذ.....
۶۱	ایک سوال.....	۳۶	جلالین کے شروع و حواشی.....
۶۵	شان نزول.....	۳۶	صاحب جلالین نصف اول.....
۶۵	پہلا واقعہ.....	۳۶	نام و نسب.....
۶۵	دوسرا واقعہ.....	۳۷	تحصیل علوم.....
۶۶	ایک سوال.....	۳۷	ایک غلطی کا ازالہ.....

فہرست مضامین جلد چہارم

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
۱۵۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کا خلاصہ .....	۹۱	واقعہ کا آغاز .....
۱۵۴	حضرت ابراہیم کے والد کا نام .....	۱۰۰	حکمت .....
۱۵۶	صدیق کی تعریف .....	۱۰۸	ویسٹلونک عن ذی القرنین .....
۱۵۶	صدیقیت کے درجات .....	۱۰۸	آغاز واقعہ .....
۱۵۶	بڑوں کو نصیحت کرنے کے آداب اور طریقے .....	۱۱۶	یا جوج ماجوج کون ہیں؟ .....
۱۵۷	اشکال کا جواب .....		مذکورہ آیات کے متعلق امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری
۱۶۵	شان نزول .....	۱۲۴	رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْكَ کی تحقیق .....
۱۷۲	شان نزول .....	۱۲۴	ابن خلدون کی رائے .....
	<b>سُورَةُ طه</b>		سد ذوالقرنین اس وقت تک باقی ہے، اور قیامت تک
۱۷۷	سورہ طہ .....	۱۲۶	رہے گی، یا وہ ٹوٹ چکی؟ .....
۱۸۹	پہلی دعاء .....		<b>سُورَةُ مَرْيَمَ</b>
۱۸۹	دوسری دعاء .....	۱۳۰	سورہ مریم .....
۱۸۹	تیسری دعاء .....	۱۳۳	دعاء میں اپنی حاجت مندی کا اظہار مستحب ہے .....
۱۹۰	چوتھی دعاء .....	۱۳۴	روح المعانی میں کتب شیعہ سے نقل کیا گیا ہے .....
۱۹۰	پانچویں دعاء .....	۱۴۳	کیا عورت نبی ہو سکتی ہے؟ .....
۱۹۱	کیا وحی غیر نبی و رسول کی طرف بھی آ سکتی ہے؟ .....	۱۴۴	تمنائے موت کا حکم .....





## فہرست مضامین جلد چہارم

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
	<b>سُورَةُ النُّورِ</b>	۳۵۸	پہلا وصف .....
۳۹۴	سورۃ النور .....	۳۵۸	نماز میں خشوع کا درجہ .....
	چار جرموں کی سزا خود شارع نے متعین کی ہے اس کو	۳۵۸	دوسرا وصف .....
۳۹۹	قاضی یا حاکم کے حوالہ نہیں فرمایا .....	۳۵۹	تیسرا وصف زکوٰۃ .....
۴۰۰	ملاحظہ .....	۳۵۹	چوتھا وصف .....
۴۰۰	سزائے نامیں تدریج .....	۳۵۹	پانچواں وصف .....
	اسلامی قانون میں جس جرم کی سزا سخت ہے اس کے	۳۶۰	چھٹا وصف .....
۴۰۱	ثبوت کے لئے شرائط بھی سخت ہیں .....	۳۶۰	ساتواں وصف .....
۴۰۲	پہلا واقعہ .....	۳۶۱	تخلیق انسانی کے سات مدارج .....
۴۰۲	دوسرا واقعہ .....	۳۶۱	ساتواں دور تخلیق کا ہے یعنی روح پھونکنے کا .....
۴۰۲	تیسرا واقعہ .....	۳۶۹	خلاصہ کلام .....
۴۲۳	سبب نزول .....	۳۶۹	گویا کہ کہا گیا یہ استبعاد کس چیز کا ہے؟ .....
۴۲۳	مکانات کی قسمیں .....	۳۷۹	عشاء کے بعد فضول جانے کی ممانعت .....
۴۲۳	استیذان کی مصلحت .....	۳۸۰	اہل مکہ پر قحط کا عذاب .....
۴۲۵	استیذان کا مسنون طریقہ .....	۳۹۲	مجرم عمل .....
۴۲۸	استیذان سے متعلق چند اہم مسائل .....	۳۹۳	محشر میں مومنین اور کفار کے حالات میں فرق .....



## فہرست مضامین جلد چہارم

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
۴۸۱	قرآن کو بتدریج نازل کرنے کی حکمت	۴۲۸	ٹیلیفون سے متعلق بعض مسائل
۴۹۹	نظریہ کو پرنکس کے بنیادی اصول دو ہیں	۴۳۱	عورت کی آواز
۵۰۲	اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی مخصوص صفات	۴۳۲	اسلام ایک معتدل نظام ہے
۵۰۲	پہلا وصف	۴۳۹	نور کی تعریف
۵۰۳	دوسرا وصف	۴۳۹	نور مؤمن
۵۰۳	تیسرا وصف	۴۰۴	نور نبی کریم ﷺ
۵۰۳	چوتھا وصف	۴۴۷	شان نزول
۵۰۳	پانچواں وصف		اقارب و محارم کے لئے خاص اوقات میں استیذان
۵۰۳	چھٹا وصف	۴۵۶	کا حکم
۵۰۴	ساتواں وصف	۴۵۶	شان نزول
۵۰۴	آٹھواں اور نوواں وصف	۴۶۱	شان نزول
۵۰۵	سینا کو حسنات سے بدلنے کا مطلب		<b>سُورَةُ الْفُرْقَانِ</b>
۵۰۶	دسواں وصف	۴۶۳	سورہ فرقان
۵۰۶	گیارہواں وصف	۴۶۷	آپ ﷺ کی بعثت
۵۰۶	بارہواں وصف	۴۶۷	آپ ﷺ کی بعثت ملائکہ کی طرف
۵۰۷	تیرہواں وصف	۴۶۷	ربط

## فہرست مضامین جلد چہارم

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
	حاکم کو اپنی رعیت اور مشائخ کو اپنے مریدوں اور استاد		سُورَةُ الشُّعَرَاءِ
۵۶۹	کو اپنے شاگردوں کی خبر گیری ضروری ہے	۵۰۹	سورہ شعراء
۵۷۳	اہم امور میں مشورہ کرنا سنت ہے	۵۳۶	طاعات پر اجرت لینے کا حکم
۵۷۴	مکتوب سلیمانی کے جواب میں ملکہ بلقیس کا رد عمل		شرافت کا تعلق اعمال و اخلاق سے ہے نہ کہ نسب
۵۷۴	بلقیس کے قاصدوں کی دربار سلیمانی میں حاضری	۵۳۶	سے
۵۷۵	کافر کے ہدیہ کو قبول کرنے کا حکم؟	۵۳۹	بلا ضرورت عمارت بنانا مذموم ہے
۵۷۵	بلقیس کی دربار سلیمان میں حاضری	۵۴۵	قصہ ہفتم اصحاب الایکہ
۵۸۰	معجزہ اور کرامت میں فرق	۵۵۲	ترجمہ قرآن کو قرآن کہنا جائز نہیں
۵۸۵	شمود کی بستیاں	۵۵۳	شعر کی تعریف
۵۸۶	اہل شمود کا مذہب	۵۵۴	شاعروں کی گپ کا نمونہ
۵۸۶	نَاقَةُ اللَّهِ		ایک شاعر اپنے ممدوح کے حقہ کی تعریف کرتا ہوا کہتا
۵۸۶	تاریخی حیثیت سے واقعہ کی تفصیل	۵۵۴	ہے
۵۸۸	قصہ لوط علیہ السلام	۵۵۴	مبالغہ کے چند اور نمونے ملاحظہ فرمائیے
۵۸۸	سدوم	۵۵۴	گھوڑے کی برق رفتاری کے لئے
	سُورَةُ الْقَصَصِ		سُورَةُ النَّمْلِ
۶۰۵	سورہ القصص	۵۵۶	سورہ نمل

## فہرست مضامین جلد چہارم

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
۶۲۸	دوسری قسم.....	۶۳۰	حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرعون کے دربار میں.....
۶۴۹	رابط.....	۶۳۹	شان نزول.....
	قارون کے زمین میں دھنسنے کا قصہ تاریخی روایات کی	۶۴۰	شان نزول.....
۶۵۱	روشنی میں.....	۶۴۳	شان نزول.....
۶۵۵	معصیت کا پختہ عزم بھی معصیت ہے.....	۶۴۸	پہلی قسم.....
۶۵۵	شان نزول.....		

### فہرست نقشہ جات

- ۱ نقشہ بسلسلہ قصہ ذوالقرنین..... ۱۱۲
- ۲ نقشہ خانہ کعبہ..... ۳۲۳
- ۳ نقشہ غزوہ بنی المصطلق..... ۴۱۰
- ۴ نقشہ بطیموسی نظام..... ۴۹۸



## کلمات بابرکت

حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری مدظلہ استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله محمد وعلى آله وصحبه اجمعين ، اما بعد !!  
قرآن کریم دنیا کی وہ واحد آسمانی کتاب ہے جو زمانہ نزول سے آج تک اپنی اصلی شکل و صورت میں انسان کے پاس محفوظ ہے اور قرآن کے اعلان و انا لہ لحاظون کے مطابق ان شاء اللہ مستقبل میں بھی ہر طرح کے تغیر و تحریف سے محفوظ رہے گی۔  
اس کتاب مبین کے صفحات میں خداوند ذوالجلال نے انسانوں کو خود مخاطب بنایا ہے اور اس نے صاف طور پر بیان کیا ہے کہ زندگی کے سفر میں اس کے اپنے بندوں سے کیا مطالبات ہیں جن کو پورا کر کے انسان آخرت میں فوز و فلاح سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

اس کتاب میں خدا نے انسان کو عربی زبان میں مخاطب کیا ہے اور قرآن ہی میں خدا نے رسول پاک ﷺ کو اس کی شرح و بیان کا ذمہ دار بنایا ہے، ارشاد ہے:

وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم ولعلهم يتفكرون. (سورۃ النحل آیت ۴۴)

اور ہم نے آپ پر یہ قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ان باتوں کو کھول کر بیان کر دیں جو ان کے لئے نازل کی گئی ہیں اور وہ بھی اس پر غور و فکر کریں۔

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے مضامین کو کھول کر بیان کر دینا رسول پاک ﷺ کا فرض منصبی ہے، اور اہل علم کو بھی اس پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے، ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا:

كتاب انزلناه اليك مبارك ليدبروا اياته وليتذكر اولوا الالباب. (سورۃ ص آیت ۲۹)

قرآن وہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ پر اتارا ہے، برکت والی ہے تاکہ انسان اس کی آیات پر غور و فکر کریں اور تاکہ اہل عقل نصیحت حاصل کریں۔

چنانچہ اہل بصیرت ارباب علم نے قرآن کریم کی آیات پر غور و تدبر کا حق ادا کیا، الفاظ کی تفسیر و توجید کے طریقے مدون کئے، معانی کی تفسیر اور مسائل کی تخریج و استنباط کے قواعد و قوانین مقرر کئے، اس سلسلے میں جو باتیں حضور ﷺ سے منقول تھیں ان کی حفاظت کی، پھر عربی زبان کے قواعد اور مسلمات شرعیہ کو رہنما بنا کر الفاظ و معانی کی وہ بیش قیمت خدمات انجام دیں جن کی نظیر پیش کرنے سے دنیا کے علمی خزانے عاجز ہیں۔

اور اس طرح قرن اول سے آج تک قرآن کریم کی بے شمار مختصر اور مفصل تفاسیر وجود میں آگئیں، انہی معتبر تفاسیر میں تفسیر جلالین ہے جو اوساط علمیہ میں قبول عام کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے کہ عہد تصنیف سے آج تک تسلسل کے ساتھ نصاب تعلیم کا جز ہے۔

اس تفسیر کے دونوں مفسرین علامہ جلال الدین محلی اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمہما اللہ نے نہایت مختصر الفاظ میں دقیق اشارات سے کام لیا ہے، اردو زبان میں ان دقیق اشارات کی شرح کی ضرورت تھی، نہایت مسرت کی بات ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے قدیم اور باذوق مدرس برادر محترم حضرت مولانا محمد جمال صاحب زید مجدہم نے ادھر توجہ کی اور اب ان کا اہم قلم اس ضرورت کی تکمیل میں مصروف ہے، موصوف دس سال سے جلالین کا درس دے رہے ہیں، انہوں نے اپنے تدریسی تجربات اور قرآن فہمی کے معتبر ذوق کی مدد سے یہ خدمت اس طرح انجام دی کہ:

(الف) عام طور پر مشکل مفردات کی لغوی اور صرفی تحقیق کا اہتمام کیا، یعنی صیغہ بھی بتایا اور معانی بھی بیان کئے۔

(ب) مشکل جملوں کی ترکیب نحوی پر زور دیا اور اختلاف کے موقع پر رائج صورت کو مقدم کیا۔

(ج) اور سب سے زیادہ اہم بات یہ کہ جلالین کے مختصر الفاظ میں جو فوائد ملحوظ ہو سکتے ہیں ان کی طرف پوری توجہ مبذول کی کہ مفسر کے پیش نظر کہاں لغوی ترجمہ ہے، کہاں ابہام کی وضاحت ہے، کہاں اجمال کی تفصیل ہے، کہاں معنی مرادی کی تعیین ہے، کہاں اختلاف کی طرف اشارہ ہے، کہاں ترکیب نحوی کا بیان ہے، کہاں اختلاف میں ترجیح کی جانب اشارہ ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

موصوف نے جلالین کی ترتیب تصنیف کے مطابق جلد دوم سے اپنی خدمت کا آغاز کیا ہے، دعا ہے کہ پروردگار عالم کے فضل و کرم سے ان کی خدمت طلبہ اور اہل علم کے درمیان قبول عام کی دولت سے سرفراز ہو اور بارگاہ خداوندی میں شرف قبول حاصل کرے، آمین۔

والحمد لله أولاً و آخراً

ریاست علی بجنوری غفرلہ

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

۲۲ رزی الحجہ ۱۴۲۲ھ

## کچھ کتاب کے بارے میں

تفسیر جلالین جس کے تفسیری کلمات تقریباً قرآنی کلمات کے برابر ہیں، اگر اس تفسیر کو قرآن کا عربی ترجمہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو تقریباً دس سال سے جلالین نصف ثانی کا درس احقر سے متعلق ہے، اس دس سالہ تدریسی تجربہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ مفسر جلالین نصف ثانی علامہ محلی اور ان ہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علامہ سیوطی کے مختصر مگر جامع تفسیری الفاظ میں جو فوائد پیش نظر ہیں ان کی تشریح و توضیح ہی جلالین کی اصل روح ہے، جلالین کے سوالات کے پرچوں میں بھی اکثر دیکھا گیا ہے کہ دیگر باتوں کے علاوہ تفسیری کلمات کے فوائد کی وضاحت بھی مطلوب ہوتی ہے، اس کے پیش نظر اساتذہ دارالعلوم دیوبند کا یہ طریقہ رہا ہے کہ تفسیری کلمات کی وضاحت فرماتے ہیں، تفسیری کلمات کے فوائد اگرچہ جلالین کی شروح و حواشی میں جا بجا ضمنی اور منتشر طور پر ملتے ہیں، مگر اس کو عنوان اور موضوع بنا کر جس توجہ کی ضرورت تھی اس کی ضرورت اور اہمیت کے مطابق توجہ نہیں دی جاسکتی۔

## تفسیری کلمات اور ان کے فوائد

شارح کے فرائض میں جہاں متکلم کے کلام کی گرہ کشائی اور وضاحت ہوتی ہے وہاں مندرجہ ذیل امور بھی توجہ طلب ہوتے ہیں چنانچہ علامہ سیوطی اور علامہ محلی نے ان باتوں کی طرف اکثر اجمال و اشارات سے کام لیا ہے ان ہی اشاروں کی توضیح اور اجمال کی تفصیل جلالین کو درس میں داخل کرنے کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔

شارح کا مقصد کہیں تو معنی لغوی کی وضاحت ہوتی ہے، اور کہیں مقصد تعیین معنی ہوتا ہے، اور کہیں متضمن معنی بیان کر کے صلہ کی تصحیح مقصد ہوتی ہے اور کہیں اضافہ کا مقصد کسی شبہ کا ازالہ اور اعتراض کا دفعیہ ہوتا ہے، اور کہیں بیان مذہب کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اور کہیں ترکیب نحوی کو حل کرنا پیش نظر ہوتا ہے، اور کہیں صیغہ کی تعیین و تعلیل پیش نظر ہوتی ہے، کہیں کسی واقعہ کی طرف اشارہ کرنا مقصد ہوتا ہے، اور کہیں اختلاف قراءت کو بیان کرنا مد نظر ہوتا ہے، اور کہیں شان نزول کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔

پیش نظر شرح میں کوشش کی گئی ہے کہ مذکورہ امور پیش نظر رہیں تاکہ اب تک کی اردو شروحات میں جو کمی محسوس ہوتی رہی ہے اس کا کسی حد تک تدارک ہو سکے۔

چونکہ جلالین کی تصنیف کا آغاز نصف ثانی سورہ کہف سے ہوا تھا شرح میں اسی ترتیب کو احقر نے بھی ملحوظ رکھا ہے یہ جلد جو آپ کے ہاتھوں میں ہے چوتھی جلد ہے، احقر کی کوشش کس حد تک کامیاب ہے یہ فیصلہ تو ناظرین ہی کر سکتے ہیں، آخر میں

ناظرین سے درخواست ہے کہ اگر کوئی کمی یا غلطی محسوس فرمائیں تو احقر کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر لی جائے، ممنون ہوں گا، نیز ساتھ ہی یہ بھی گزارش ہے کہ اس ناکارہ کو دعوات صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں، اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ احقر کی اس حقیر سی کوشش کو ذخیرہ آخرت فرمائے، آمین۔

محمد جمال بلند شہری، متوطن میرٹھ

استاذ دارالعلوم دیوبند ۱۴۲۲/۱۲/۲۲ھ



## آغاز کلام

ایک کے مافی الضمیر کی تشریح دوسرے کی زبان سے کتنا مشکل کام ہے!! جب انسانی قول کی تشریح میں اتنا اشکال ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام کی تشریح اس کے بندوں کی زبان و قلم سے جتنا مشکل ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے کہ قرآن پاک کی کوئی تفسیر کبھی مکمل نہیں ہو سکتی، کیونکہ شارح کے لئے ضروری ہے کہ وہ ماتن سے زیادہ علم رکھتا ہو، ورنہ کم از کم اس کے برابر تو ہو، اور اس کا تصور بھی کسی بندہ میں قرآن اور صاحب قرآن کی نسبت سے نہیں کیا جاسکتا۔

شارح اور مفسر کا کام یہ ہے کہ ماتن کے اختصار کی تفصیل اور اجمال کی توضیح کرے اور اس کے کلام بے دلیل کو بادل لیل کرے، اس کی بات پر کوئی شبہ یا اعتراض ہو تو اس کو دفع کرے، اس کے لفظوں کی گرہ کھولے، ترکیبوں کی پیچیدگی صاف اور مطلب کی دشواریوں کو حل کرے، اور اگر کہیں تضاد نظر آئے تو اس کو تطبیق دے، اور اس کے ایک قول سے دوسرے قول کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

یہ اور اسی قسم کے اور طریقے ہیں کہ جن سے انسان، انسانوں کے کلام کو سمجھتے اور ان کی دشواریوں کو حل کرتے ہیں، لیکن قرآن پاک کی تفسیر میں ان طریقوں کے علاوہ کچھ طریقے اور بھی ہیں، جو قرآن ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

قرآن خدا کا کلام ہے جو ۲۳ برس کی مدت میں تھوڑا تھوڑا کر کے عرب میں فصیح و بلیغ زبان میں خدا کے ایک برگزیدہ بندہ پر نازل ہوا، اس میں نظر کیے بھی ہیں اور عملی تعلیمات بھی، اس نے ان نظریوں کو خدا کے بندوں کو سمجھایا، اور ان عملی تعلیمات پر عمل کر کے اپنے آپس پاس والوں کو دکھایا اور بتایا اور اس لئے کہ وہ کلام کا پہلا مخاطب تھا، اور اسی کے ذریعہ اس کلام کا مطلب دوسروں کو سمجھانا تھا، اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ وہی اس کلام کے مطالب کو سب سے بہتر سمجھ سکتا تھا، اور اسی لئے وہ اس کلام کا جو مطلب سمجھا اور اپنی تعلیم و عمل سے دوسروں کو سمجھایا وہی اس کا صحیح اور بے خطا مطلب اور مفہوم ہے، اس لئے قرآن کو سمجھنے کے لئے حامل قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کی قولی، عملی تفسیر سے بہتر قرآن کی تفسیر کا کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا، رسول کی قولی و عملی تفسیر سنت ہے، اور قرآن کتاب اللہ ہے، کتاب و سنت اسلام کے وہ بنیادی پتھر ہیں جن پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے۔

حامل قرآن ﷺ کے بعد قرآن کی فہم میں ان سے تربیت اور فیض پائے ہوئے اشخاص کا مرتبہ ہے جنہوں نے رسول



اللہ ﷻ کی زبان وحی ترجمان سے ان آیتوں کو سنا، آیتوں کے ماحول کو جانا اور جو اس فضا سے آشنا تھے، اور جو آیتوں کے نزول کے وقت موطن وحی میں جلوہ گر تھے، اس کے بعد تابعین کا گروہ ہے جنہوں نے صحابہ کرام سے اس فیض کو حاصل کیا اور خاص طور سے قرآن کی تعلیم کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرایا، دن رات وہ اس کے ایک ایک لفظ کی تحقیق اور اس کی صر فی وغوی ترکیبوں کا حل اور کلام عرب سے ہر قرآنی محاورہ کی تطبیق کرتے تھے۔

کچھ عرصہ سے بعض عقلیت پسندوں کا میلان ادھر ہے کہ وہ اس طریقہ تفسیر کو روایتی سمجھ کر اس کی تحقیر کریں، حالانکہ دوسری حیثیتوں کو چھوڑ کر اگر صرف زبان کا ماہر اور واقف کار ہی کی حیثیت سے ان مفسرین بالروایت کو دیکھا جائے تو بھی ان کا مرتبہ ہم سے آپ سے بمراتب اونچا ہوگا، یہ کوئی قدامت پرستی کی بات نہیں بلکہ واقعہ کا حقیقی پہلو ہے۔

قرآن پاک کی تفسیر کا پہلا دور اسی طریقہ سے شروع ہوا، لیکن افسوس کہ غیر ضروری تشریح و توضیح کے لئے مسلمانوں نے ان مضامین میں جو قرآن پاک اور پہلے آسمانی صحیفوں میں اشتراک رکھتے تھے، نو مسلم اہل کتاب کی طرف رجوع کیا اور ان سے سن سن کر اسرائیلی روایات کا بہت بڑا حصہ قرآن پاک کی تفسیروں میں بھر دیا، محدثین نے ان اسرائیلیات سے بے اعتنائی کا ہمیشہ اظہار کیا ہے، اور اسی لئے وہ حصہ ہماری تفسیروں کا نہ صرف یہ کہ مفید نہیں بلکہ بہت حد تک مضر اور قرآن کے صحیح مطلب سمجھنے میں عائق ہے۔

کسی کتاب کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے سب سے اہم چیز اس کتاب کی زبان اور اس زبان کے قواعد کی پیروی ہے یہ کسی طرح درست نہ ہوگا کہ ہم عقلیت کے جوش میں اس کتاب کے کسی فقرہ کی تشریح میں اس زبان کی لغت اور قواعد میں ایسا تصرف کریں، جو ہر حیثیت سے ناجائز ہو، اور ہمارے اس تصرف کا اصل منشا صرف اتنا ہو کہ ہم اپنے استبعاد عقلی کی تسکین کر سکیں، حالانکہ استبعاد عقلی کوئی یکساں چیز نہیں اور نہ وہ خلاف عقل کے معنی میں ہے، استبعادات عقلی کی فہرست ہر زمانہ میں کھٹتی اور بڑھتی رہی ہے، اس لئے قرآن پاک کی تفسیر کا یہ معیار نہیں بنایا جاسکتا، تاہم اس میں شک نہیں کہ ہر زمانہ کا ماحول دوسرے زمانہ سے الگ ہوتا ہے عقلی مسلمات اور زمانہ کے غیر محسوس عقائد ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں، اس لئے ہر کتاب کے مفہوم و معنی کے سمجھنے میں اس زمانہ کے مؤثرات سے قطع نظر کرنا کسی طرح ممکن ہی نہیں، ہر زمانہ کے لوگ اپنے ہی زمانہ کے مؤثرات کے مطابق کسی کلام کو سمجھنا چاہتے ہیں، فانی انسان کے فانی کلام اور جزئی علم رکھنے والوں کے جزئی علم، اگر ایک زمانہ میں صحیح اور دوسرے زمانہ میں غلط ہو جائیں تو ایسا ہونا بہت حد تک قرین قیاس ہے، مگر خدائے پاک کے کلام میں جس کا علم ازل سے ابد تک محیط ہے اس قسم کا تصور بھی ذہن میں نہیں لایا جاسکتا، اس لئے کہ اگر مخلص اہل علم اور نیک نیت علماء اس کلام کی مزید تشریح اپنے زمانہ کے مؤثرات کے مطابق اس طرح کر سکیں کہ وہ متکلم کے اصول متواترہ مخاطب اول ﷻ کی تفہیم اور زبان کے لغت و قواعد کے خلاف نہ ہو تو یہ سعی مشکور ہوگی۔

الفوز الکبیر، مطبوعہ مکتبہ حجاز دیوبند کے صفحہ ۱۴ پر مندرجہ ذیل عبارت موجود ہے جس سے مذکورہ نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔

والتفسیر بالرأی: هو التفسیر بالهوی والتفسیر من عند نفسه، بحيث یوجب تغیراً لمسئلة

اجماعیہ قطعہ او تبدیلیاً فی عقیدۃ السلف المجمع علیہا وأما التفسیر بالدلیل والقریۃ فهو تفسیر صحیح معتبر فی الشرع ومن يطالع كتب التفسیر یجدہا مشحونۃ بمثل هذه التفسیر فلا ضیر فیہا۔

اسی بناء پر اس زمانہ سے جب سے مسلمانوں میں عقلیات کا رواج ہوا، اس نظریہ سے بھی قرآن پاک کی تفسیریں لکھی گئیں، معتزلہ میں ابومسلم اصفہانی کی تفسیر اور قاضی عبدالجبار معتزلی کی تزییہ القرآن اور اہل سنت میں ابومنصور ماتریدی کی تاویلات اور امام ابن فورک کی مشکلات القرآن اور امام محمد غزالی کی جواہر القرآن اور سب سے آخر میں امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر اپنے اپنے زمانہ کے مؤثرات کی بہترین ترجمان ہیں، سرسید احمد خان نے ہندوستان میں اور مفتی محمد عبدہ نے مصر میں ادھر توجہ کی اور قرآن مجید کی آیات کی اپنے زمانہ کے خیالات کے مطابق تفسیر کی کوشش کی، اگر بالفرض سرسید کی نیت خیر بھی ہو، مگر افسوس کہ ان کے حسن نیت کے مطابق ان کے علم کا پایہ نہ تھا، اور نہ ان کو عربی زبان کے لغت و ادب پر عبور تھا، اس لئے ان کی غلطیاں ان کی صحت سے زیادہ ہوئیں، اور خصوصاً فطرت اور قوانین فطرت کا جو تخیل ان کے زمانہ میں چھایا تھا ان کی غلط پیروی نے ان کو جادہ حق سے ہٹا دیا۔

اس کے بعد مصر میں سید رشید رضا اور ہندوستان میں مولانا عبدالحمید فراہی کا دور شروع ہوا، یہ دونوں گواصول میں مختلف تھے مگر نتیجہ میں بہت حد تک متفق تھے، رشید مرحوم آیات و روایات کی چھان بین کر کے آیات کو روح عصری کے مطابق کرتے تھے، اور فراہی رحمہ اللہ خود قرآن پاک کے نظم و نسق اور قرآن پاک کی دوسری آیتوں کی تطبیق اور کلام عرب کی تصدیق سے مطالب کو حل کرتے تھے۔

اسی زمانہ میں مصر میں دو اور تفسیروں کی تالیف شروع ہوئی، ایک نئے تعلیم یافتہ فاضل فرید وجدی کے قلم سے، دوسرے ایک ایسے فاضل کے قلم سے جو یورپ کے علوم و فنون اور ترقیات سے پوری طرح واقف اور اپنے گھر کی قدیم دولت سے بھی آشنا تھے یعنی حضرت شیخ ططاوی رحمہ اللہ جو ہری جو جامعہ مصریہ اور مدرسہ دارالعلوم میں ایک زمانہ تک علوم و فنون کے مدرس رہ چکے تھے، شیخ ططاوی جو ہری کی تفسیر کی اصل غایت مسلمانوں کو نئے علوم و فنون کی طرف متوجہ کرانا اور مسلمانوں کو یہ باور کرانا ہے کہ ان کا یہ تنزل اس وقت تک دور نہ ہوگا جب تک وہ جدید سائنس اور دوسرے نئے علوم اور یورپ کے جدید آلات اور علمی و مادی قوتوں سے مسلح نہ ہوں گے۔

سید صاحب کے بعد اسی خیال نے تذکرہ کی صورت اختیار کر لی تھی مگر افسوس کہ جو غلطی سرسید سے ان کے زمانہ میں ہوئی وہی صاحب تذکرہ سے اپنے زمانہ میں ہوئی، مسلمانوں کو یورپ کے علوم و فنون اور مادی قوتوں کی تحصیل کی طرف متوجہ کرنا بالکل صحیح ہے مگر اس کے لئے یہ بالکل ضروری نہیں کہ ہم اپنے چودہ سو برس کے سرمایہ کو نذر آتش یا دریا برد کر دیں اور پہلے کے سارے مفسرین، اہل لغت، اہل قواعد اور اہل علم کو ایک سرے سے جاہل، دشمن اسلام اور احمق کہنا شروع کر دیں ورنہ آئندہ جب زمانہ ورق پلٹے گا، مؤثرات اور ماحول میں تغیر ہوگا تو ان خوش فہموں کی تفسیریں اور تاویلیں بھی ایسی ہی غلط اور دور از کار نظر آئیں گی، جیسی آج ان کی نظر میں امام ماتریدی اور امام غزالی، اور امام رازی کی تفسیریں معلوم ہوتی ہیں۔

خدا کا کلام بحر ناپیدا کنار ہے بھلا اس کی موجوں کی گنتی کون کر سکتا ہے؟ بس جس کو جو کچھ نظر آتا ہے وہ ایمان داری اور دیانتداری کے ساتھ اس کی تشریح کرے لیکن جو کچھ اگلوں کو نظر آیا اس کو نادانی اور جہالت نہ کہے اور جو آئندہ نظر آئے گا اس کا انکار نہ کریں اور صرف اپنی ہی نظر کی وسعت کو جو زمان و مکان کی قیود و حدود میں گھری ہے تحقیق کی انتہا اور صحت کا معیار قرار نہ دے لیں۔

امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اس پر اجماع ہے، کہ حدیث قرآن کریم کے بعد دین کا دوسرا اہم ماخذ ہے، لیکن بیسویں صدی کے آغاز میں جب مسلمانوں پر مغربی اقوام کا سیاسی نظریاتی تسلط بڑھا تو کم علم مسلمانوں کا ایسا طبقہ وجود میں آیا جو مغربی افکار سے سجد مرعوب تھا، وہ یہ سمجھتا تھا کہ دنیا میں ترقی، تقلید مغرب کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی لیکن اسلام کے بہت سے احکام اس کے راستہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے مغربی افکار سے ہم آہنگ کرنے کے لئے اسلامی احکام میں تحریف کا سلسلہ شروع کیا اس طبقہ کو اہل تجدد کہا جاتا ہے، ہندوستان میں سرسید احمد خاں، مصر میں طہ حسین اور ترکی میں ضیا گوگ الپ اس طبقہ کے رہنما ہیں، ان حضرات نے مغربی افکار سے متاثر بلکہ مرعوب ہو کر حجیت حدیث کا انکار کیا اور تفسیر کے متفق علیہ اصولوں کو خیر باد کہہ کر اپنے خیالات کے مطابق تفسیریں بھی کیں۔

## قرآن کریم کی تفسیر کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم کی تفسیر ایک انتہائی نازک اور مشکل کام ہے جس کے لئے صرف عربی زبان جان لینا کافی نہیں بلکہ تمام متعلقہ علوم میں مہارت ضروری ہے، افسوس ہے کہ کچھ عرصہ سے مسلمانوں میں یہ خطرناک وبا چل پڑی ہے کہ بہت سے لوگوں نے صرف عربی زبان پڑھ لینے کو تفسیر قرآن کے لئے کافی سمجھ رکھا ہے، چنانچہ جو شخص بھی معمولی عربی پڑھ لیتا ہے یا از خود مطالعہ کر لیتا ہے وہ قرآن کریم میں رائے زنی شروع کر دیتا ہے، بلکہ بعض اوقات ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ عربی زبان کی نہایت معمولی شد بد رکھنے والے لوگ نہ صرف من مانے طریقہ پر قرآن کریم کی تفسیر شروع کر دیتے ہیں، بلکہ پرانے مفسرین کی غلطیاں نکالنے کے درپے ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض ستم ظریف صرف ترجمہ کا مطالعہ کر کے اپنے آپ کو قرآن کا عالم سمجھنے لگتے ہیں، اور بڑے بڑے مفسرین پر تنقید کرنے سے نہیں چوکتے۔

خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ یہ انتہائی خطرناک طرز عمل ہے جو دین کے معاملہ میں نہایت مہلک گمراہی کی طرف لے جاتا ہے، دنیوی علوم و فنون کے بارے میں ہر شخص اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص محض انگریزی زبان سیکھ کر میڈیکل سائنس کی کتابوں کا مطالعہ کر لے تو دنیا کا کوئی صاحب عقل اسے ڈاکٹر تسلیم نہیں کر سکتا اور نہ اپنی جان اس کے حوالہ کر سکتا ہے جب تک کہ اس نے کسی میڈیکل کالج میں باقاعدہ تعلیم و تربیت حاصل نہ کی، اس لئے کہ ڈاکٹر بننے کے لئے صرف انگریزی سیکھ لینا کافی نہیں، اسی طرح انجینئرنگ کی کتابوں کے مطالعہ سے انجینئر نہیں بن سکتا، جب ڈاکٹر اور انجینئر بننے کے لئے یہ کڑی شرائط ضروری ہیں تو آخر قرآن و حدیث کے معاملہ میں صرف عربی سیکھ لینا کیسے کافی ہو سکتا ہے؟ آخر قرآن و سنت ہی اتنے لاوارث

کیسے ہو سکتے ہیں کہ ان کی تشریح و تفسیر کے لئے کسی علم و فن کو حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہو؟ اور اس کے معاملہ میں جو شخص چاہے رائے زنی شروع کرے۔

## وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ كَمَا صَحَّحَ مَطْلَبُ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ وہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ اور بلاشبہ ہم نے قرآن نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے، اور جب قرآن کریم آسان کتاب ہے تو اس کی تشریح کے لئے کسی لمبے چوڑے علم و فن کی ضرورت نہیں، لیکن یہ استدلال ایک شدید مغالطہ ہے جو خود کم فہمی اور سطحیت پر مبنی ہے، واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات دو قسم کی ہیں، ایک وہ جن میں عام نصیحت کی باتیں اور سبق آموز واقعات اور عبرت و موعظت کے مضامین بیان کئے گئے ہیں، اس قسم کی آیات بلاشبہ آسان ہیں، اور جو شخص بھی عربی سے واقف ہو وہ انہیں سمجھ کر نصیحت حاصل کر سکتا ہے، مذکورہ بالا آیت میں اسی قسم کی تعلیمات کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کو ہم نے آسان کر دیا ہے، چنانچہ خود اس آیت میں لفظ لِلذِّكْرِ اسی پر دلالت کرتا ہے۔

اس کے برخلاف دوسری قسم کی آیات وہ ہیں جو احکام و قوانین عقائد اور علمی مضامین پر مشتمل ہیں، اس قسم کی آیات کا کما حقہ سمجھنا اور ان سے احکام مستنبط کرنا ہر شخص کا کام نہیں، جب تک کہ اسلامی علوم میں بصیرت اور چنگی حاصل نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کی مادری زبان اگرچہ عربی تھی، لیکن وہ آنحضرت ﷺ سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے میں طویل مدتیں صرف کرتے تھے، علامہ سیوطی نے امام ابو عبد الرحمن سلمیٰ سے نقل کیا ہے کہ جن حضرات صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے قرآن کریم کی تعلیم باقاعدہ حاصل کی ہے، مثلاً حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وغیرہ، انہوں نے ہمیں بتایا کہ جب وہ آنحضرت ﷺ سے دس آیتیں سیکھتے تو اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک ان آیتوں کے متعلق تمام علمی اور عملی باتوں کا احاطہ نہ کر لیں، وہ فرماتے ہیں کہ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ وَالْعِلْمَ وَالْعَمَلَ جَمِيعًا ہم نے قرآن اور علم و عمل ساتھ ساتھ سیکھا ہے۔ (اتقان ۱۷۶/۲) چنانچہ موطا امام مالک میں روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر نے صرف سورہ بقرہ یاد کرنے میں پورے آٹھ سال صرف کئے، اور مسند احمد میں حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جو شخص سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھ لیتا تو ہماری نظر میں اس کا مرتبہ بہت بلند ہو جاتا۔ (ایضاً)

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ حضرات صحابہ جن کی مادری زبان عربی تھی جو عربی کے شعر و ادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور جن کو لمبے لمبے قصیدے معمولی توجہ سے ازبر ہو جاتے تھے، انہیں قرآن کریم کو یاد کرنے اور اس کے معانی سمجھنے کے لئے اتنی طویل مدت کی کیا ضرورت تھی، اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ قرآن کریم اور اس کے علوم سیکھنے کے لئے صرف عربی زبان کی مہارت کافی نہیں تھی بلکہ اس کے لئے آنحضرت ﷺ کی صحبت اور تعلیم سے فائدہ اٹھانا ضروری تھا، اب ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کو عربی

زبان کی مہارت اور نزول وحی کا براہ راست مشاہدہ کرنے کے باوجود (عالم قرآن) بننے کے لئے باقاعدہ حضور سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت تھی، تو نزول قرآن کے سینکڑوں ہزاروں سال بعد عربی کی معمولی شد بد پیدا کر کے یا صرف ترجمہ دیکھ کر مفسر قرآن بننے کا دعویٰ کتنی بڑی جسارت اور علم دین کے ساتھ کیسا افسوس ناک مذاق ہے؟ ایسے لوگوں کو جو اس جسارت کا ارتکاب کرتے ہیں سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے۔

مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَاصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ جَوْفُضَ قُرْآنَ كَے معاملہ میں (محض) اپنی رائے سے گفتگو کرے اور اس میں وہ کوئی صحیح بات بھی کہہ دے تب بھی اس نے غلطی کی۔ (ابوداؤد، نسائی، از اتقان ۱۷۹/۲)

محمد جمال بلند شہری،

متوطن شہر میرٹھ

استاذ دارالعلوم دیوبند

۱۴۲۲/۱۲/۲۲ھ

# مُقَدِّمَةُ

## وحی کی ضرورت

آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ جس ذات نے چاند سورج، آسمان زمین، ستاروں اور سیاروں کا ایسا محیر العقول نظام پیدا کیا وہ اپنے بندوں تک پیغام رسانی کا کوئی ایسا انتظام بھی نہ کر سکے کہ جس کے ذریعہ انسانوں کو ان کے مقصد زندگی سے متعلق ہدایات دی جاسکیں، اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پر ایمان ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس نے اپنے بندوں کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا ہے، بلکہ ان کی رہنمائی کے لئے کوئی باقاعدہ نظام ضرور بنایا ہے، پس رہنمائی کے اسی باقاعدہ نظام کا نام وحی رسالت ہے، اس سے صاف واضح ہے کہ وحی ایک دینی عقیدہ ہی نہیں ایک عقلی ضرورت بھی ہے، جس کا انکار درحقیقت اللہ کی حکمت بالغہ کا انکار ہے۔ ہر مسلمان اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ انسان کو اس دنیا میں امتحان و آزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے، اور اس کے ذمہ کچھ فرائض عائد کر کے پوری کائنات کو اس کی خدمت میں بالواسطہ یا بلاواسطہ لگا دیا ہے۔

لہذا انسان کے دنیا میں آنے کے بعد دو کام ناگزیر ہیں، ایک یہ کہ وہ اس کائنات سے جو اس کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے ٹھیک ٹھیک کام لے، اور دوسرے یہ کہ اس کائنات کو استعمال کرتے وقت احکام خداوندی کو مد نظر رکھے اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔

ان دونوں کاموں کے لئے انسان کو علم کی ضرورت ہے، اس لئے کہ علم کے بغیر کائنات سے صحیح طور پر فائدہ اٹھانا ممکن نہیں، نیز جب تک اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ خدا کی مرضی کیا ہے، اور کن کاموں کو وہ پسند اور کن کو ناپسند کرتا ہے، اس وقت تک اس کے لئے اللہ کی مرضی پر کاربند ہونا ممکن نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ تین چیزیں ایسی پیدا کی ہیں جن کے ذریعہ اسے مذکورہ چیزوں کا علم ہوتا ہے، ایک انسان کے حواس خمسہ ظاہرہ سے جو کہ آنکھ، کان، ناک، زبان اور پورے جسم میں قدرت نے ودیعت فرمادیے ہیں، قوت باصرہ آنکھ میں، قوت سامعہ کان میں، قوت شامہ ناک میں، قوت ذائقہ زبان میں، اور قوت لامسہ پورے جسم میں، یہ قوت پورے جسم کے اعتبار سے ہاتھوں میں اور ہاتھوں میں بھی انگلیوں میں اور انگلیوں میں سے بھی انگشت شہادت میں سب سے زیادہ ہے، دوسری چیز عقل ہے اور تیسری وحی، چنانچہ انسان کو بہت سی چیزوں کا علم حواس خمسہ ظاہرہ سے حاصل ہوتا ہے اور بہت سی چیزوں کا علم عقل سے حاصل ہوتا ہے، ماورجوباتیں ان دونوں کے ذریعہ معلوم نہیں ہو سکتیں ان کا علم وحی کے ذریعہ عطا کیا جاتا ہے۔

علم کے ان مذکورہ تینوں ذرائع میں ترتیب کچھ ایسی ہے کہ ہر ایک کی ایک خاص حد اور مخصوص دائرہ کار ہے جس سے آگے وہ

کام نہیں دیتا، چنانچہ جو چیزیں انسان کو اپنے حواس خمسہ ظاہرہ سے معلوم ہوتی ہیں، ان کا علم محض عقل سے نہیں ہو سکتا، مثلاً آپ کے سامنے ایک شخص بیٹھا ہوا ہے، آپ کو اپنی آنکھ کے ذریعہ یہ معلوم ہو گیا کہ یہ انسان ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس کا رنگ گورا یا کالا ہے، لیکن اگر یہی باتیں آپ اپنے حواس کو معطل کر کے محض عقل سے معلوم کرنا چاہیں، تو یہ ناممکن ہے، اسی طرح جن چیزوں کا علم عقل کے ذریعہ ہوتا ہے وہ محض حواس ظاہرہ سے معلوم نہیں ہو سکتیں، مثلاً اسی شخص کے بارے میں آپ کو یہ معلوم ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی ماں ضرور ہے، نیز آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کو کسی نے پیدا کیا ہے اگرچہ آپ کے سامنے اس کی ماں موجود نہیں ہے، اور نہ آپ اس کے پیدا کرنے والے کو دیکھ سکتے ہیں، مگر آپ کی عقل یہ بتا رہی ہے کہ یہ شخص خود بخود پیدا نہیں ہو سکتا، اب اگر آپ اس علم کو اپنی عقل کے بجائے اپنی آنکھ سے یا کان سے یا ناک سے حاصل کرنا چاہیں تو یہ ممکن نہیں ہے۔

غرض یہ کہ جہاں تک حواس خمسہ کا تعلق ہے وہاں تک عقل کوئی رہنمائی نہیں کر سکتی، اور جہاں حواس خمسہ جواب دیتے ہیں وہیں سے عقل کا کام شروع ہوتا ہے، لیکن عقل کی رہنمائی بھی غیر محدود نہیں ہے یہ بھی ایک حد پر جا کر رک جاتی ہے، اور بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ ان کا علم نہ حواس سے حاصل ہو سکتا ہے اور نہ عقل سے مثلاً عقل نے یہ تو بتا دیا کہ اسے ضرور کسی نے پیدا کیا ہے، لیکن اس شخص کو کیوں پیدا کیا گیا ہے؟ اس کے ذمہ پیدا کرنے والے کے کیا فرائض ہیں؟ اور اس کا کونسا کام اللہ کو پسند اور کونسا ناپسند ہے؟ یہ سوالات ایسے ہیں کہ ان کا جواب عقل و حواس دونوں مل کر بھی نہیں دے سکتے، ان سوالات کا جواب دینے کے لئے اللہ نے جو ذریعہ متعین کیا ہے اسی کا نام وحی ہے۔ (علوم القرآن)

اس سے واضح ہو گیا کہ وحی انسان کے لئے وہ اعلیٰ ترین ذریعہ علم ہے جو اسے اس کی زندگی سے متعلق ان سوالات کا جواب مہیا کرتا ہے جو عقل و حواس کے ذریعہ حل نہیں ہوتے، حالانکہ ان سوالوں کا جواب حاصل کرنا اس کے لئے ضروری ہے، اور مذکورہ تشریح سے یہ بات واضح ہو گئی کہ صرف عقل اور مشاہدہ انسان کی رہنمائی کے لئے کافی نہیں، بلکہ اس کی ہدایت کے لئے وحی الہی ایک ناگزیر ضرورت ہے، اور چونکہ بنیادی طور پر وحی کی ضرورت پیش ہی اس جگہ آتی ہے جہاں عقل کام نہیں دیتی، اس لئے یہ ضروری نہیں کہ وحی کی ہر بات کا ادراک عقل سے ہو ہی جائے، جس طرح کسی چیز کا رنگ معلوم کرنا عقل کا کام نہیں بلکہ حواس کا کام ہے، اسی طرح بہت سے دینی معتقدات کا علم دینا عقل کے بجائے وحی کا منصب ہے اور ان کے ادراک کے لئے محض عقل پر بھروسہ کرنا درست نہیں، نہ صرف یہ کہ محض حواس ظاہرہ اور عقل پر بھروسہ کرنا درست نہیں، بلکہ یہ دونوں ذریعہ علم بعض اوقات نہ صرف یہ کہ رہنمائی نہیں کرتے بلکہ غلط رہنمائی بھی کرتے ہیں، مثلاً اس شخص کو جس کے جسم میں خلط صفراء غالب ہو گئی ہر چیز پہلی نظر آتی ہے، حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہونا، یا ایک کے دو نظر آتے ہیں، اسی طرح بعض اوقات میٹھی چیز کڑوی اور کڑوی میٹھی معلوم ہوتی ہے، اور اگر قوت سامعہ میں خلل واقع ہو جائے تو مختلف قسم کی آوازیں آنے لگتی ہیں حالانکہ خارج میں ان کا وجود نہیں ہوتا۔

عقل اگرچہ معلومات کا اہم ذریعہ ہے مگر یہ کوئی ضروری نہیں کہ عقل ہمیشہ درست نتیجے ہی پر پہنچے، اگر عقل ہمیشہ درست نتیجے پر پہنچا کرتی تو عقلاء کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف نہ ہوتا حالانکہ ایک ہی مسئلہ ہے کہ ایک عاقل اس کو درست کہتا ہے اور دوسرا اس کی ضد کو درست کہتا ہے، اس سے بھی بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک ہی شخص ایک وقت میں ایک

بات کو درست کہتا ہے اور دوسرے وقت میں اس کی ضد کو درست کہتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عقل کوئی آخری معیار نہیں، بلکہ عقل کا ایک محدود دائرہ کار ہے۔

## آخری معیار وحی ہے

حواس خمسہ ظاہرہ و باطنہ کی پرواز کی ایک حد ہے، ہر ایک کا ایک دائرہ عمل ہے، ان میں سے کوئی بھی اپنی حد سے آگے کام نہیں کر سکتا، مثلاً آنکھ سے دیکھ کر، آپ یہ تو بتا سکتے ہیں کہ دارالعلوم کی مسجد رشید سفید پتھر کی بنی ہوئی نہایت خوبصورت ہے، اس کے فلک بوس دو منارے ہیں، مگر یہی کام آپ کان سے لینا چاہیں یا آنکھ کے بجائے کان سے آپ مسجد رشید کی خوبصورتی اور رنگ معلوم کرنا چاہیں تو آپ کو مایوسی ہوگی، اسی طرح آپ آنکھ یا کان یا ناک سے یہ معلوم کرنا چاہیں کہ یہ مسجد رشید خود بخود وجود میں آگئی ہے، یا اس کا کوئی بنانے والا ہے؟ تو ظاہر ہے کہ کان یا آنکھ یا ناک اس کا جواب نہیں دے سکتے، اس لئے کہ یہ بات ان کے دائرہ کار سے باہر کی چیز ہے، یہ کام عقل کا ہے، عقل بتا سکتی ہے کہ یہ مسجد رشید خود بخود وجود میں نہیں آئی بلکہ اس کا بنانے والا نہایت ہوشیار اور اپنے فن کا ماہر شخص ہے، اسی طرح عقل کا بھی اپنا ایک دائرہ کار ہے جہاں حواس خمسہ ظاہرہ کی حد ختم ہو جاتی ہے، وہاں سے عقل کی پرواز شروع ہوتی ہی، مگر اس کی پرواز بھی ایک حد پر پہنچ کر رک جاتی ہے، مذکورہ ذرائع معلومات کے علاوہ ایک ذریعہ اور بھی ہے جس کو وحی کہا جاتا ہے، اس کی ضرورت وہاں پڑتی ہے جہاں عقل کی پرواز ختم ہو جاتی ہے، وحی کی اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، اس لئے کہ وحی الہی رہنمائی ہی وہاں کرتی ہے جہاں عقل ہتھیار ڈال دیتی ہے، جو لوگ وحی الہی کو تسلیم نہیں کرتے وہ غلط اور صحیح کا تمام تر دار و مدار عقل ہی پر رکھتے ہیں، حالانکہ نہ تو عقل آخری معیار ہے اور نہ اس کا لگا بندھا کوئی ضابطہ ہے نیز اس کی پرواز بھی محدود ہے، اگر آپ عقل سے اس کے دائرہ کار سے باہر کی بات معلوم کریں گے تو نہ صرف یہ کہ وہ صحیح جواب نہیں دے گی بلکہ وہ خود بھی شکست و ریخت کا شکار ہو جائے گی، جس طرح کہ اگر کوئی شخص سونا تولنے کے کانٹے سے گیہوں کا بھرا ہوا بورا تولنے لگے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ بورا تولنے کے بجائے وہ کانٹا خود ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گا، اور لوگ تولنے والے کو بھی بے وقوف اور احمق بتائیں گے۔

تاریخ انسانی میں عقل نے بے شمار مرتبہ دھوکے کھائے ہیں، اگر عقل کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو انسان کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتا ہے، تاریخ میں آپ کو ہزاروں مثالیں ایسی مل جائیں گی کہ عقل کے نزدیک وہ بالکل درست ہیں، ان میں کوئی قباحت نہیں ہے، بلکہ اگر اس کے خلاف ہوتا تو خلاف عقل ہوتا۔

## کیا حقیقی بہن سے نکاح کرنا عقل کے عین مطابق ہے؟

آج سے تقریباً آٹھ سو سال پہلے مسلمانوں میں ایک فرقہ پیدا ہوا تھا جو باطنی فرقہ کے نام سے مشہور تھا، اور اس کو قرامطہ بھی کہتے تھے، اس فرقہ کا ایک مشہور پیشوا گذرا ہے جس کا نام عبید اللہ بن حسن قیروانی ہے، اس نے اپنے پیروکاروں کے نام ایک خط



لکھا جس میں اس نے اپنے پیروکاروں کو زندگی گزارنے کے لئے ہدایات دی ہیں، اس میں وہ لکھتا ہے:

”میری سمجھ میں یہ بے عقلی کی بات نہیں آتی کہ لوگوں کے پاس اپنے گھر میں بڑی خوبصورت سلیقہ شعار لڑکی، بہن کی شکل میں موجود ہے، اور بھائی کے مزاج کو بھی سمجھتی ہے، اس کی نفسیات سے بھی بخوبی واقف ہے لیکن یہ بے عقل انسان اس بہن کا ہاتھ ایک اجنبی شخص کو پکڑا دیتا ہے، جس کے بارے میں یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کے ساتھ اس کا نبھاؤ ہو سکے گا یا نہیں؟ وہ مزاج سے واقف ہے یا نہیں؟ اور خود اپنے لئے بعض اوقات ایسی لڑکی لے آتا ہے کہ جو حسن و جمال کے اعتبار سے بھی اور سلیقہ شعاری کے اعتبار سے بھی اور مزاج شناسی کے اعتبار سے اس کے ہم پلہ نہیں ہوتی۔

میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اس بے عقلی کا کیا جواز ہے کہ اپنے گھر کی دولت تو دوسرے کے ہاتھ میں دیدے اور اپنے لئے ایک ایسی چیز لے آئے کہ جو اس کو پوری راحت بھی نہ دے سکے، یہ تو عقل کے بالکل خلاف ہے، لہذا میں اپنے پیروں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس بے عقلی سے اجتناب کریں، اور اپنے گھر کی دولت کو گھر میں ہی رکھیں۔“

(الفرق بین الفرق للہنادی: ص ۸۱)

## عقلی جواب ناممکن

آپ اخلاقی طور پر اس کے نظریہ پر جتنی بھی چاہیں لعنت بھیجیں، لیکن کیا خالص عقل کی بنیاد پر جو وحی الہی کی رہنمائی سے آزاد ہو، جس کو وحی الہی کی روشنی میسر نہ ہو اس کے استدلال کا جواب خالص عقل کی بنیاد پر قیامت تک دیا جاسکتا ہے؟

## عقل کو وحی الہی کی روشنی کے بغیر آخری معیار سمجھنے کا بھیا نک نتیجہ

گیارہویں صدی عیسوی کے کلیسا سے جب وہ دینی امور کا ذمہ دار تھا، ایک بھیا نک غلطی ہوئی کہ اس نے اپنی مقدس کتابوں میں ان تاریخی، جغرافیائی اور طبقاتی نظریات اور مشہورات کو داخل کر دیا جو اس زمانہ کی تحقیقات اور مسلمات سمجھے جاتے تھے، انسانی علم و عقل کی رسائی اس زمانہ میں اسی حد تک ہوئی تھی، لیکن وہ درحقیقت انسانی علوم و عقل کی آخری حد نہ تھی، مگر اس کو آخری سمجھ لیا گیا تھا، انسانی عقل کا سفر چونکہ بتدریج جاری ہے اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آنے والا نظریہ گذشتہ نظریہ کی تردید کر دیتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل کی ہر منزل عارضی ہوتی ہے، اس پر کوئی پائدار عمارت قائم نہیں کی جاسکتی، ورنہ تو ریت کی دیوار کی طرح کھسک کر منہدم ہو جائے گی۔

ارباب کلیسا نے غالباً نیک نیتی سے ایسا کیا تھا، ان کا مقصد غالباً یہ تھا کہ اس سے ان آسمانی کتابوں کی عظمت شان اور مقبولیت میں اضافہ ہوگا، لیکن آگے چل کر یہی چیز ان کے لئے وبال جان اور مذہب و عقلیت کے اس نامبارک معرکہ کا سبب بن گئی جس میں مذہب نے شکست فاش کھائی، چونکہ کلیسا نے مذہب میں عقلی علوم کی آمیزش کر لی تھی اس لئے اس شکست کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ میں اہل مذہب کا ایسا زوال ہوا کہ جس کے بعد اس کا عروج نہ ہو سکا، اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہوئی کہ یورپ لادینی ہو گیا۔

## عقلیت پسندوں پر کلیسا کے مظالم

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ یورپ میں عقلیت پسندی کا کوہ آتش فشاں پھٹ چکا تھا، علماء طبعیات اور محققین تقلید کی زنجیریں توڑ چکے تھے، انہوں نے ان بے اصل نظریات کی تردید کی جن کو کلیسا اور اہل مذہب نے اپنی مقدس کتابوں میں داخل کر لیا تھا اور ان پر سخت تنقید کرتے ہوئے ان پر بے سمجھے ایمان لانے سے انکار کر دیا تھا جس کی وجہ سے مذہبی حلقوں میں قیامت برپا ہو گئی تھی، ارباب کلیسا نے کہ جن کے ہاتھوں میں اس وقت زمام اقتدار تھی ان محققین اور ماہرین طبعیات علماء کی تکفیر کی، اور ملاحدہ اور مرتدین کی صفوں میں شامل کر کے دین مسیحی کی حفاظت کے لئے ان کا خون بہانے کی اجازت دیدی، ایمر جنسی اور فوری عدالتیں قائم کی گئیں، ان عدالتوں میں ایک اندازہ کے مطابق تین لاکھ لوگوں کو سزائے موت دی گئی جن میں تیس ہزار افراد کو زندہ جلا یا گیا، انہیں زندہ جلائے جانے والوں میں ہیئت اور طبعیات کے مشہور عالم برونو (Bruno) بھی شامل ہے، جس کا سب سے بڑا جرم کلیسا کے نزدیک یہ تھا کہ وہ اس کرۂ ارض کے علاوہ اور دوسری دنیاؤں اور آبادیوں کا بھی قائل تھا، اسی طرح مشہور ماہر طبعیات و فلکیات گلیلیو (Galilio) کو اس بناء پر موت کی سزا دی گئی کہ وہ آفتاب کے گرد زمین کی گردش کا قائل تھا، موجودہ تمام حقائق کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عقل انسانی وحی الہی کی روشنی کے بغیر آخری معیار نہیں ہے، جن لوگوں نے عقل کو ہر معاملہ میں آخری معیار سمجھا ہے انہوں نے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائی ہیں۔

## تاریخ حفاظت قرآن

قرآن کریم چونکہ ایک ہی دفعہ پورا کا پورا نازل نہیں ہوا اس لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ شروع ہی سے اسے کتابی شکل دیکر محفوظ کر لیا جائے، چنانچہ ابتداء اسلام میں قرآن کی حفاظت کے لئے سب سے زیادہ زور حافظہ پر دیا گیا، مگر چونکہ محض حفظ کی صورت میں نسیان کا امکان رہتا ہے اہل لئے حفظ کے ساتھ ساتھ کتابت کا بھی اہتمام کیا گیا۔ جمع و ترتیب کا کام بھی آپ ﷺ کی ہدایت اور نگرانی میں ہو رہا تھا، ایسا نہیں تھا کہ صحابہ کرام کیف ما اتفق جہاں چاہا لکھ دیا، مثلاً جب غیر اولی الضر کے الفاظ نازل ہوئے تو آپ نے نہ صرف یہ کہ فوراً قلمبند کرنے کا حکم فرمایا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ فلاں آیت کے بعد لکھو، چنانچہ آنحضرت کے وصال کے بعد سلسلہ وحی بند ہوا، تو اس وقت صحابہ کے پاس مکمل قرآن مرتب شکل میں لکھا ہوا موجود تھا مگر آپ ﷺ کی موجودگی میں سلسلہ وحی جاری رہنے کی وجہ سے درمیانی اضافوں کی گنجائش تھی اس لئے کتابی شکل میں نہ تھا۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں وقد کان القرآن مکتوباً فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم لکن غیر مجموعۃ فی موضع واحد یعنی قرآن آپ ﷺ کے عہد میں مکمل طور پر لکھا جا چکا تھا البتہ یکجا تمام سورتوں کی شیرازہ بندی نہیں تھی۔

## حضرت ابو بکر صدیق کے عہد میں تاریخ حفاظت قرآن

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں یمامہ کے مقام پر مدعی نبوت میلہ الکذاب سے ایک خوں ریز جنگ ہوئی جس میں تقریباً بارہ سو مسلمان شہید ہوئے ان میں سات سو حفاظ اور قراء بھی شہید ہوئے، حفاظ قرآن کی اس کثیر تعداد کے شہید ہو جانے سے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شدید اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آئندہ جنگوں میں باقی حفاظ بھی شہید ہو جائیں، اور اس دولت سے امت محروم ہو جائے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق کو اس طرف توجہ دلائی، ابتداءً تو ابو بکر صدیق تیار نہ ہوئے مگر حضرت عمر فاروق کے مسلسل اصرار اور خود غور و فکر کر کے نتیجہ کی وجہ سے آخر کار حضرت ابو بکر صدیق کو بھی اس مسئلہ میں شرح صدر ہو گیا اور آپ تیار ہو گئے، چنانچہ آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا آپ ایک صالح نو جوان ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی یہ خدمت دیتے رہے ہیں نیز ہمیں آپ کے اوپر پورا اعتماد ہے آپ اس کام کو انجام دیں، چنانچہ حضرت زید لکھنے اور حضرت ابی بن کعب لکھانے پر مامور ہوئے، غرضیکہ ان حضرات نے یہ کام بحسن و خوبی انجام دیا، اور کتابی شکل میں ایک مکمل نسخہ تیار ہو گیا، جو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی وفات تک رہا، آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تاحیات رہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ کے پاس رہا، اور اس کی تصدیق شدہ نقلیں ملک کے اطراف و جوانب میں بھیج دی گئیں۔

## حفاظت قرآن وعہد عثمانی

جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ دراز ہوا اور جب بکثرت اہل عجم حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے جن کی مادری زبان عربی نہ ہونے کی وجہ سے عربی حروف کا صحیح تلفظ اور ادائیگی عموماً نہیں پائی جاتی تھی، اس کے علاوہ عرب کے مختلف قبائل میں لب و لہجہ کا اختلاف بکثرت موجود تھا، ابن قتیبہ ان اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی ہذیل (حتی حین) کو عتقی عین پڑھتے ہیں، اور بنو اسد تعلمون کسرہ تا کے ساتھ تعلمون پڑھتے ہیں اور تمیمی ان کے بجائے عن اور سین کی جگہ تا پڑھتے ہیں، چنانچہ سورہ ناس کی تلاوت اس طرح کرتے ہیں، رب الذات ملک الذات الہ الذات چنانچہ عہد عثمانی میں آرمینہ اور آذربائیجان کی فتح کے وقت شام و عراق کی فوجیں ایک جگہ جمع ہوئیں تو ان کی قراءت میں تشویشناک حد تک اختلاف پایا گیا ہر ایک اپنی قراءت کو دوسرے سے اصح قرار دیتا تھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ منظر دیکھا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا اور اس کی طرف توجہ مبذول فرمانے کے لئے کہا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حذیفہ کی رائے کو پسند فرمایا، اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے قرآن مجید منگوا کر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمن بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام پر مقرر فرمایا۔

اس کام کی تکمیل کے بعد مشہور قول کے مطابق اس کے پانچ نسخے لکھے گئے یہ نسخہ مکہ، مدینہ، شام، بصرہ اور کوفہ روانہ کئے

گئے، ایک نسخہ خود حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پاس رکھا اس نسخہ کو مصحف امام کہا جاتا ہے، اس طرح نسخوں کی تعداد چھ ہو جاتی ہے۔ اہل حضرات نے نسخوں کی تعداد آٹھ بتائی ہے، ساتواں بحرین اور آٹھواں یمن روانہ کیا گیا، مذکورہ نسخوں کے علاوہ تمام دیگر نسخے معدوم کر دیئے گئے۔

## ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ موجودہ قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمع کردہ ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت بجائے خود ایک عظیم خدمت ہے، مگر جمع قرآن کی نہیں تھی بلکہ اس کی نوعیت اور صورت یہ تھی کہ آپ نے لوگوں کو کتابت کی حد تک ایک رسم الخط پر جمع کر دیا تھا اصل جامع اور مرتب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف قراءتوں کو ایک رسم الخط پر جمع کیا اور اس کے متعدد نسخے مختلف شہروں میں پھیلا دیئے۔  
(علوم القرآن، ملخصاً)

## وحی کی اقسام

### ۱ وحی قلبی

اس قسم میں باری تعالیٰ براہ راست نبی کے قلب کو مسخر فرما کر اس میں کوئی بات ڈال دیتا ہے، اس قسم میں نہ فرشتہ کا واسطہ ہوتا ہے اور نہ نبی کی قوت سامعہ کا اور نہ دیگر حواس کا، لہذا اس میں کوئی آواز نبی کو نہیں سنائی دیتی، بلکہ کوئی بات قلب میں جاگزیں ہو جاتی ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بات اللہ کی طرف سے آئی ہے، یہ کیفیت بیداری میں بھی ہو سکتی ہے اور خواب میں بھی، چنانچہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم اسی طرح دیا گیا تھا۔

### ۲ کلام باری

اس دوسری قسم میں باری تعالیٰ براہ راست رسول کو اپنی ہمکلامی کا شرف عطا فرماتا ہے اس میں بھی کسی فرشتہ کا واسطہ نہیں ہوتا مگر اس میں نبی کو آواز سنائی دیتی ہے، یہ آواز مخلوقات کی آواز سے بالکل مختلف ایک عجیب و غریب کیفیت کی حامل ہوتی ہے، جس کا ادراک عقل کے ذریعہ ممکن نہیں، جو انبیاء اس کو سنتے ہیں وہی اس کی کیفیت اور اس کے سرور کو پہچان سکتے ہیں، یہ قسم وحی کی تمام قسموں میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہے، اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے قرآن کریم کا ارشاد ہے  
وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا (النساء) اور اللہ نے موسیٰ سے خوب باتیں کیں۔

### ۳ وحی ملکی

اس تیسری قسم میں اللہ تعالیٰ اپنا پیغام کسی فرشتے کے ذریعہ نبی تک پہنچا دیتا ہے، بعض اوقات یہ فرشتہ نظر نہیں آتا، صرف اس کی آواز سنائی دیتی ہے، اور بعض مرتبہ کسی انسانی شکل میں سامنے آکر پیغام پہنچا دیتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ فرشتہ نبی کو اپنی اصل صورت میں نظر آجائے مگر ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے، قرآن کریم نے وحی کی انہی تین قسموں کی طرف آیت ذیل میں اشارہ فرمایا ہے مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكْلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بآيَاتِهِ مَا يَشَاءُ (الشوریٰ) ”کسی بشر کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اللہ اس سے (رو برو) بات کرے مگر دل میں بات ڈال کر پردے کے پیچھے سے یا کسی پیغامبر (فرشتے) کو بھیج کر جو اللہ کی اجازت سے جو اللہ چاہتا ہے وحی نازل کرتا ہے۔“

اس آیت میں وحی (دل میں بات ڈالنے) سے پہلی قسم یعنی وحی قلبی مراد ہے، اور پردے کے پیچھے سے مراد دوسری قسم یعنی کلام الہی اور پیغامبر بھیجنے سے مراد تیسری قسم یعنی وحی ملکی ہے۔

### وحی اور ایحاء میں فرق

وحی اور ایحاء، لغت میں ان کے معنی ہیں جلدی سے کوئی اشارہ کر دینا خواہ وہ اشارہ کسی بھی طریقہ سے ہو، چنانچہ اسی معنی میں حضرت زکریا کا واقعہ بیان کرتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد ہے فخرج على قومہ من المحراب فإوحى اليهم ان سبحوا بكرة وعشيًا ظاہر ہے کہ اشارہ کا مقصد مخاطب کے دل میں کسی بات کا ڈالنا ہوتا ہے، اس لئے وحی اور ایحاء دل میں کوئی بات ڈالنے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا ہے، چنانچہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں یہی معنی مراد ہیں، مثلاً وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ، وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ، وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ مذکورہ تمام آیات میں ”ایحاء“ لغوی معنی میں مستعمل ہے۔

### وحی کے اصطلاحی معنی

وحی کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کلام اللہ المنزل علی نبی من انبیائہ، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ وحی اپنے اصطلاحی معنی میں اتنا مشہور ہو چکا ہے کہ اس کا استعمال پیغمبر کے سوا کسی اور کیلئے درست نہیں، حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رَحِمَہُ اللہ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ وحی اور ایحاء دونوں الگ الگ لفظ ہیں اور دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے، ایحاء کا مفہوم عام ہے، انبیاء پر وحی نازل کرنے کے علاوہ کسی کو اشارہ کرنا اور کسی غیر نبی کے دل میں کوئی بات ڈالنا بھی اس کے مفہوم میں داخل ہے، لہذا یہ لفظ نبی اور غیر نبی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس کے برخلاف وحی صرف اس الہام کو کہتے ہیں جو انبیاء پر نازل ہو یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ایحاء کا استعمال انبیاء اور غیر انبیاء دونوں کے لئے کیا ہے لیکن لفظ وحی سوائے

انبیاء کے کسی اور کے لئے استعمال نہیں فرمایا۔ (علوم القرآن)

## مکی اور مدنی آیات

آپ نے قرآن کریم کی سورتوں کے عنوان میں دیکھا ہوگا کہ کسی سورت کے ساتھ مکی اور کسی کے ساتھ مدنی لکھا ہوتا ہے، اکثر مفسرین کی اصطلاح میں مکی آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ کے بغرض ہجرت مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے نازل ہوئی، بعض لوگ مکی و مدنی کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ جو مکہ میں نازل ہوئی وہ مکی اور جو مدینہ میں نازل ہوئی وہ مدنی، مگر مفسرین کی اصطلاح کے مطابق، یہ مطلب درست نہیں ہے، اس لئے کہ کئی آیتیں ایسی ہیں جو شہر مکہ میں نازل نہیں ہوئیں، لیکن چونکہ ہجرت سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اس لئے انہیں مکی کہا جاتا ہے چنانچہ منی و عرفات وغیرہ اور سفر معراج کے دوران نازل ہونے والی آیات ایسی ہی ہیں، حتیٰ کہ سفر ہجرت کے دوران مدینہ پہنچنے سے پہلے راستہ میں جو آیات نازل ہوئیں وہ بھی مکی کہلاتی ہیں، اسی طرح بہت سی وہ آیات جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہیں، اگرچہ مکہ یا مکہ کے اطراف میں نازل ہوئی ہیں مگر ان کو مدنی ہی کہا جاتا ہے۔

## مکی مدنی آیتوں کی خصوصیات

علماء تفسیر نے مکی اور مدنی سورتوں کا استقراء کر کے ان کی بعض ایسی خصوصیات بیان فرمائی ہیں جن سے بادی النظر میں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی، اس سلسلہ میں بعض قواعد کلی ہیں اور بعض اکثری، قواعد کلیہ یہ ہیں:

① ہر وہ سورت جس میں گلا آیا ہے وہ مکی ہے، یہ لفظ پندرہ سورتوں میں ۳۳ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور یہ ساری آیتیں قرآن کریم کے نصف آخر میں ہیں۔

② ہر وہ سورت کہ جس میں کوئی سجدہ کی آیت آئی ہے مکی ہے (یہ اصول حنفیہ کے مسلک پر ہے) کیونکہ ان کے نزدیک سورہ حج میں سجدہ نہیں ہے، شوافع کے نزدیک سورہ حج میں سجدہ ہے اور وہ مدنی ہے، لہذا وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہوگئی۔

③ سورہ بقرہ کے سوا ہر وہ سورت کہ جس میں آدم و ابلیس کا واقعہ آیا ہے مکی ہے۔

④ ہر وہ سورت کہ جس میں جہاد کی اجازت یا اس کے احکام مذکور ہیں مدنی ہے۔

⑤ ہر وہ سورت کہ جس میں منافقین کا ذکر ہے مدنی ہے، بعض حضرات نے اس قاعدہ سے سورہ عنکبوت کو مستثنیٰ کیا ہے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ سورہ عنکبوت بحیثیت مجموعی تو مکی ہے، مگر جن آیات میں منافقین کا ذکر ہے وہ مدنی ہیں۔

## مندرجہ ذیل خصوصیات اکثری ہیں مکی نہیں

① مکی سورتوں میں عموماً یٰٰہا الناس کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے اور مدنی سورتوں میں یا ائیہا الذین آمنوا کے الفاظ سے۔

- ۲) مکی آیات عموماً چھوٹی چھوٹی اور مختصر ہیں۔
- ۳) مکی آیات زیادہ تر توحید، رسالت، آخرت کے اثبات اور حشر و نشر کی منظر کشی، آنحضرت کو صبر و تسلی کی تلقین پچھلی امتوں کے واقعات پر مشتمل ہیں، اور ان میں احکام کم بیان ہوئے ہیں بخلاف مدنی سورتوں کے۔
- ۴) مکی سورتوں میں زیادہ تر مقابلہ بت پرستوں سے ہے اور مدنی سورتوں میں اہل کتاب اور منافقین سے۔
- ۵) مکی سورتوں کا اسلوب زیادہ پر شکوہ ہے۔

## قرآن کریم کے متعلق مفید اعداد و شمار

سورتیں	۱۱۴	زبر	۵۳۲۳۲
رکوعات	۵۴۰	زیر	۳۹۵۸۲
آیات مدنی	۶۲۱۴	پیش	۸۸۰۴
آیات مکی	۶۲۲۱	مدات	۱۷۷۱
آیات بصری	۶۲۲۵	تشديدات	۱۲۵۲
آیات شامی	۶۲۲۶	نقطے	۱۵۶۸۴
کلمات	۷۷۴۳۹	حروف	۳۶۴۲۱۹

## تاریخ نزول قرآن

قرآن کریم کلام الہی ہے جو کہ ازل ہی سے لوح محفوظ میں موجود ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِی لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ بلکہ یہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں موجود ہے، قرآن مجید کا نزول لوح محفوظ سے دو مرتبہ ہوا ہے، ایک مرتبہ یہ پورے کا پورا آسمان دنیا کے بیت العزت میں نازل کر دیا گیا تھا، (بیت العزت کو بیت المعمور بھی کہتے ہیں) جو کہ کعبۃ اللہ کے محاذات میں آسمان پر فرشتوں کی عبادت گاہ ہے، یہ نزول لیلۃ القدر میں ہوا تھا، پھر دوسری مرتبہ آنحضرت ﷺ پر تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت نازل کیا جاتا رہا، یہاں تک کہ ۲۳ سال میں اس کی تکمیل ہوئی، اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ قرآن کریم کا دوسرا تاریخی نزول اس وقت شروع ہوا جب کہ آنحضرت ﷺ کی عمر شریف چالیس سال تھی، اس نزول کا آغاز بھی صحیح قول کے

مطابق لیلۃ القدر ہی میں ہوا ہے، لیکن اس رات میں رمضان المبارک کی کوئی تاریخ تھی اس کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی، بعض روایات سے رمضان کی سترہ اور بعض سے انیس اور بعض سے ستائیس شب معلوم ہوتی ہے۔

## سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت

صحیح قول یہ ہے کہ قرآن کریم کی سب سے پہلی جو آیتیں آپ ﷺ پر نازل ہوئیں، وہ سورہ علق کی ابتدائی آیتیں تھیں جو غار حراء میں نازل ہوئیں، حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ پر نزول وحی کی ابتداء تو سچے خوابوں سے ہوئی تھی، اس کے بعد آپ کو خلوت میں عبادت کا شوق پیدا ہوا، اور اس دوران آپ غار حراء میں کئی کئی راتیں گزارتے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے، یہاں تک کہ ایک روز اسی غار میں آپ کے پاس اللہ کی جانب سے فرشتہ آیا اور اس نے پہلی بات یہ کہی اِقْرَأْ یعنی پڑھو، حضور نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اس کے بعد فرشتے نے آپ کو اس زور سے دبایا کہ مشقت کی انتہاء ہو گئی، غرضیکہ اسی طرح آپ کے ساتھ تین مرتبہ فرشتے نے عمل کیا، تیسری مرتبہ کے بعد سورہ علق کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں، آپ اس واقعہ سے بہت خوف زدہ ہو گئے تھے اور خوف کی وجہ سے آپ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، جب آپ گھر پہنچے تو حضرت خدیجہ سے فرمایا زَمِلُونِي، زَمِلُونِي مجھے کبل اڑھاؤ، مجھے کبل اڑھاؤ، آپ پر نازل ہونے والی یہ سب سے پہلی آیتیں تھیں، اس کے بعد تین سال تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا، اس زمانہ کو نفرت وحی کا زمانہ کہتے ہیں، تین سال کے بعد پھر وہی فرشتہ جو غار حراء میں آیا تھا آپ کو آسمان وزمین کے درمیان نظر آیا، اور اس نے سورہ مدثر کی آیات آپ کو سنائیں۔

## التفسير لغةً واصطلاحاً

تفسير لغةً، الكشف والإبانة، تفسير اصطلاحاً، علم يُبحث فيه عن احوال القرآن المجيد من حيث دلالاته على مراد الله تعالى بحسب الطاقة البشرية پہلی قید سے علم قراءت خارج ہو گیا اس لئے کہ علم القراءت میں ضبط الفاظ اور کیفیت اداء سے بحث ہوتی ہے، اور بقدر طاقت البشرية کی قید کا اضافہ اس بات کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ مشابہات اور اللہ تعالیٰ کی واقعی اور نفس الامری مراد کے عدم علم سے علم تفسیر میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی۔

## تفسیر و تاویل میں فرق

تفسیر کا علم وادراک صرف نقل ہی سے ہو سکتا ہے، جیسا کہ اسباب نزول، اور تاویل کا علم وادراک قواعد عربیہ سے بھی ہو سکتا ہے، لہذا علم تاویل، ان علوم میں سے ہے جس کا تعلق درایت سے ہے، نیز تاویل چند محتملات میں سے کسی ایک احتمال کو، احتمال خطاء کے



ساتھ ترجیح دینا ہے، اور تفسیر حتمی اور قطعی طور پر یہ بیان کرنا ہے کہ اس لفظ سے اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے۔ (جمل، ملخصاً)

موضوع: القرآن من حیث دلالتہ علی مراد اللہ تعالیٰ.

غرض: الإِهْتِدَاءُ بِهَدَايَةِ اللَّهِ تَعَالَى، وَالتَّمَسُّكُ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى وَالْوَصُولُ إِلَى السَّعَادَةِ الْآبَدِيَّةِ.

## ترجمة الإمامين الهمامين الجليلين

الشیخ محمد بن احمد جلال الدین المحلی، والشیخ عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی۔

بلاشبہ ان دونوں حضرات کی ذات گرامی اپنے زمانہ میں یگانہ روزگار تھی، ایسی عبقری شخصیتیں بہت کم پیدا ہوتی ہیں:۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے      بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سالہا در کعبہ وبت خانہ می نالد حیات      تاز بزمِ عشق یک دانائے راز آید برون

یوں تو اس عالم ہست و بود و جہان رنگ و بو میں بے شمار قابلِ فخر سپوت جنم لیتے ہیں، لیکن ان میں سے چند ہی ایسے ہوتے ہیں کہ جو سینہ گیتی پر نقش دوام چھوڑ کر جاتے ہیں، ان ہی خوش نصیب اور قابلِ مبارک باد افراد میں سے دونوں صاحبِ جلالین بھی ہیں۔

اگرچہ ان حضرات کے تذکرہ و تعارف کی چنداں ضرورت نہیں اسلئے کہ عیاں راچہ بیاں، بلکہ یہ تو سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے مگر چونکہ ترجمہ نویسی کا طریقہ اسلاف و اکابر سے چلا آ رہا ہے، اسی کے پیش نظر احقر بھی انگلی کٹا کر شہیدوں میں شامل ہونا چاہتا ہے۔

ابتداء صاحبِ جلالین نصف ثانی سے کرتا ہوں اس لئے کہ موصوف کو تقدم زمانی حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ نصف اول علامہ سیوطی کے استاذ ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

## صاحب جلالین نصف ثانی

### نام و نسب

آپ کا نام محمد اور والد محترم کا نام احمد ہے اور جلال الدین لقب ہے، سلسلہ نسب اس طرح ہے محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن احمد بن ہاشم بن شہاب بن کمال الانصاری محلی، مصر کے ایک شہر محلة الکبریٰ کی طرف منسوب ہیں۔

## سن پیدائش و وفات

آپ ماہ شوال ۹۱ھ میں مصر کے دارالسلطنت قاہرہ میں پیدا ہوئے اور ۸۶۴ھ میں ۱۵ ررمضان المبارک بروز شنبہ بوقت صبح رحلت فرمائی، آپ نے ۳۷ سال عمر پائی، باب النصر میں اپنے آباء و اجداد کے قریب مدفون ہوئے۔

## تحصیل علوم

قرآن کریم کے حفظ سے فراغت کے بعد آپ نے چند ابتدائی کتابیں مقامی اساتذہ سے پڑھیں اور فقہ علامہ بیجوری، جلال بلقینی، ولی عراقی سے پڑھی، اور نحو شہاب عجمی اور شمس شطونی سے اور فرائض و حساب ناصر الدین بن انس مصری حنفی سے اور منطق، جدل، معانی، بیان، عروض، بدر محمود اقصرائی سے اور اصول دین و تفسیر علامہ شمس بساطی وغیرہ سے حاصل کئے، ان حضرات کے علاوہ دیگر اساطین علم کے حلقہ درس میں حاضر ہو کر استفادہ کیا، اولاً آپ نے کپڑے کی تجارت اختیار کی، ایک مدت تک کپڑے کی تجارت کرتے رہے، اس کے بعد ایک شخص کو قائم مقام بنا کر خود درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور ایک خلق کثیر نے آپ سے تحصیل علم کیا، آپ پر عہدہ قضاء بھی پیش کیا گیا مگر آپ نے انکار فرمادیا۔

## آپ کی تصانیف

آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں جمع الجوامع، جلالین نصف ثانی بڑی اہمیت کی حامل ہیں، آپ نے تفسیر کی ابتداء سورۃ کہف سے فرمائی نصف ثانی مکمل کرنے کے بعد نصف اول سے صرف سورۃ فاتحہ ہی کی تفسیر کر پائے تھے کہ عمر نے وفات کی اور اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) بقیہ نصف اول کی تکمیل آپ کے شاگرد رشید علامہ سیوطی عبدالرحمن بن ابی بکر نے کی۔

## تفسیر جلالین

فن تفسیر کی ایک مختصر مگر جامع تفسیر ہے اگر اس کو قرآن پاک کا عربی ترجمہ کہا جائے تو نامناسب نہ ہوگا، قرآنی اور تفسیری الفاظ سورۃ مدثر تک تقریباً برابر ہیں اس کے بعد قرآنی کلمات سے تفسیری کلمات زیادہ ہیں، جس کی وجہ سے علماء نے فرمایا ہے کہ تفسیر جلالین کو بے وضو چھونا جائز ہے، یہ تفسیر چونکہ دو بزرگوں کی ہے اور ان دونوں ہی کا لقب جلال الدین ہے اس لئے اس کتاب کا

نام جلالین رکھا گیا، بعض اوقات نصف اول و ثانی کے مفسر کی تعیین میں اشتباہ ہو جاتا ہے، اس کے یاد رکھنے کی آسان شکل یہ ہے کہ سیوطی کے شروع میں سین ہے اور محلی کے شروع میں میم ہے اور سین حروف تہجی کی ترتیب کے اعتبار سے مقدم ہے اور میم مؤخر، لہذا جس کے شروع میں سین ہے اس کا حصہ مقدم ہے اور جس میں میم ہے اس کا مؤخر۔

## جلالین کے مآخذ

شیخ موفق الدین احمد بن حسن بن رافع کواشی نے دو تفسیریں لکھی ہیں، ایک کبیر جس کو تبصرہ کہتے ہیں اور دوسری صغیر جس کو تلخیص کہتے ہیں، شیخ جلال الدین محلی کا اعتماد اسی تفسیر صغیر پر ہے، علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے، مگر اس کے ساتھ تفسیر وجیز اور تفسیر بیضاوی اور ابن کثیر بھی پیش نظر رہی ہیں۔

## جلالین کے شروع و حواشی

① جمالین، ملا نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی المشہور بملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۳ھ کا بہت عمدہ حاشیہ ہے  
 ② قبس النیرین یہ ۹۵۲ھ کی تالیف ہے ③ مجمع البحرین و مطلع البدرین، جلال الدین محمد بن محمد کرنی کی کئی جلدوں میں ہے ④ کمالین شیخ سلام اللہ بن شیخ الاسلام بن عبد الصمد المتوفی ۱۲۲۹ھ کی ہے یہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے احفاد میں سے ہیں، ان کے علاوہ اور بھی حواشی و شروع ہیں چونکہ استیعاب مقصد نہیں اس لئے ان ہی چند کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔

## صاحب جلالین نصف اول

### نام و نسب

نام، عبد الرحمن بن ابی بکر محمد کمال الدین، لقب جلال الدین، کنیت ابو الفضل ہے، پورا نسب اس طرح ہے، عبد الرحمن بن ابی بکر محمد کمال الدین، بن سابق الدین، بن عثمان فخر الدین بن ناظر الدین الاسیوطی، سیوط کی طرف منسوب ہیں، جس کو اسیوط بھی کہتے ہیں، سیوط دریائے نیل کے مغربی جانب ایک شہر ہے، یہی محلہ خضریہ ہے جو سوق خضریہ کے نام سے مشہور ہے، یکم رجب ۸۴۹ھ بعد مغرب تولد ہوئے، اپنے عہد کے نہایت با کمال ائمہ فن میں سے تھے۔

## تحصیل علوم

آپ صغریٰ یعنی پانچ سال سات ماہ کی عمر میں ہی سایہ پداری سے محروم ہو گئے تھے، حسب وصیت والد ماجد، چند بزرگوں کی سرپرستی میں رہے، جن میں شیخ کمال ابن الہمام حنفی بھی تھے، موصوف نے آپ کی طرف پوری توجہ فرمائی، چنانچہ آٹھ سال سے کم عمر میں قرآن کریم کے حفظ سے فراغت حاصل کر لی، اس کے بعد آپ نے منہاج الاصول، الفیہ ابن مالک وغیرہ کتابیں حفظ کیں، شیخ شمس سراجی اور شیخ شمس مرزبانی حنفی سے بہت سے درسی اور غیر درسی کتابیں پڑھیں، ان کے علاوہ بھی بہت سے اساتذہ علم و فن کے حلقہ درس میں شرکت فرمائی۔

## ایک غلطی کا ازالہ

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ علامہ سیوطی حافظ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد ہیں، مگر یہ تاریخ کی رو سے درست نہیں ہے اس لیے کہ اصحاب تاریخ کی یہ صراحت موجود ہے کہ حافظ ابن حجر کی وفات ۸۵۲ھ میں ہوئی ہے، اور علامہ سیوطی کی پیدائش ۸۴۹ھ میں ہے، اس حساب سے حافظ ابن حجر کی وفات کے وقت علامہ سیوطی کی عمر صرف تین سال ہے، ظاہر ہے کہ اس عمر میں تلمذ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

## درس و تدریس اور افتاء

تحصیل علوم و تکمیل فنون کے بعد ۸۷۰ھ میں افتاء کا کام شروع کیا اور ۸۷۲ھ سے الملاء میں مشغول ہو گئے، آپ نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے سات علوم، تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان، بدیع میں تبحر عطا فرمایا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے حج کے موقع پر آب زمزم پیا اور یدعاک کی کہ فقہ میں شیخ سراج الدین بلقینی کے رتبہ کو اور حدیث میں حافظ ابن حجر کے مرتبہ کو پہنچ جاؤں۔

آپ اپنے زمانہ میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے، آپ نے خود فرمایا کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں یاد ہیں، اور اگر مجھے اس سے بھی زیادہ ملتیں تو ان کو بھی یاد کرتا، چالیس سال کی عمر میں قضاء و افتاء وغیرہ سے سبکدوش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی، اور ریاضت و عبادت، رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے، آپ کے زہد و قناعت کا یہ عالم تھا کہ امراء اور اغنیاء آپ کی خدمت میں آتے اور قیمتی قیمتی ہدایا و تحائف پیش کرتے، مگر آپ قبول نہ فرماتے، سلطان غوری نے ایک خصوصی غلام اور ایک ہزار اشرفیاں آپ کی خدمت میں بھیجیں، آپ نے اشرفیاں واپس کر دیں، اور غلام آزاد کر کے آپ ﷺ کے حجرہ مبارکہ کا خادم بنا دیا۔

آپ صاحب کشف و کرامات بزرگوں میں سے تھے، طبع الارض کی کرامت آپ کی بہت مشہور ہے، بقول آپ کے آپ نے نبی کریم ﷺ کی ستر مرتبہ خواب میں زیارت فرمائی۔

## علمی خدمات

بقول داؤد مالکی آپ کی تصانیف کی تعداد پانصد سے بھی متجاوز ہے، آپ کی تصانیف میں سب سے پہلی تصنیف شرح استعاذہ وبسملہ ہے، علوم القرآن پر آپ کی تالیف ”الاتقان فی علوم القرآن“ نہایت اہم اور مشہور کتاب ہے۔

## وفات

آپ نے ہاتھ کے ورم میں مبتلا ہو کر جمعہ کی آخری شب ۱۹/ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ کو وفات پائی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

محمد جمال بلند شہری متوطن میرٹھ

استاذ دارالعلوم دیوبند

۱۲/ رزی الحجہ ۱۴۲۲ھ مطابق

۲۵/ فروری ۲۰۰۲ء



سُورَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِيَةٌ وَعَشْرُ آيَاتٍ ثَلَاثٌ وَعِشْرُونَ حَرْفًا

سُورَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ إِلَّا وَاصْبِرْ نَفْسَكَ الْآيَةَ مِائَةً وَعَشْرَ آيَاتٍ  
أَوْ خَمْسَ عَشْرَةَ آيَةً.

سورہ کہف مکی ہے، سوائے واصر نفسک (الآیہ) کے

ایک سو دس یا ایک سو پندرہ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ الْحَمْدُ ۝ هو الوصفُ بالجميل ثابتٌ لِلَّهِ وَهَلِ المرادُ  
الإعلامُ بذلك لِلإيمانِ به أَوْ الشَّاءُ به أَوْهما إِمْتِلاآتُ أَفِيدَها الثالثُ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ مُحَمَّدٍ الْكَتَبَ  
الْقُرْآنَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ فِيهِ عِوَجًا ۝ إختلافًا وَتَنَاقُضًا وَالجملهُ حالٌ من الكتابِ.

**ترجمہ:** میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے، حمد، صفات کمالیہ بیان کرنے کو  
کہتے ہیں، ہر قسم کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے، آیا جملہ خبریہ کے استعمال سے ثبوت حمد پر ایمان کی خبر دینا مقصود ہے یا (انشاء)  
ثنا مقصود ہے یا دونوں مقصود ہیں یہ کل تین احتمالات ہیں، ان میں تیسرا احتمال زیادہ مفید ہے جس نے اپنے بندے محمد ﷺ پر  
کتاب قرآن نازل فرمائی اور اس میں کسی قسم کی کجی یعنی لفظی اختلاف اور معنوی تناقض نہیں رکھا، اور جملہ لَمْ يَجْعَلْ لَهُ  
کتاب سے حال ہے۔

تَحْقِيقُ وَتَرْكِيبُ لِسْمِ الْبَيْتِ وَتَفْسِيرُ فَوَائِدِ

عِوَجٌ بالكسر فساد في المعاني اور بالفتح فساد في الاجسام یعنی عِوَجِ ایسی کجی جو جوارح سے محسوس ہو، اور  
عِوَجٌ ایسی کجی جو عقل سے محسوس ہو، مگر یہ قاعدہ اکثری ہے کلیہ نہیں۔

وهل المراد الاعلام بذلك اس سوالیہ جملہ سے شارح علام کا مقصد یہ بتانا ہے کہ جملہ خبریہ کے ذریعہ جو ثبوت حمد کی خبر

دی گئی ہے اس سے تین مرادیں ہو سکتی ہیں ① یا تو اس بات کی خبر دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف کمالیہ ازلی وابدی ہیں، اس صورت میں جملہ لفظ اور معنا خبریہ ہوگا، اور خبر دینے کے لئے ثابت محذوف نکال کر جملہ اسمیہ اختیار کرنے سے مقصد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندوں کے لئے ضروری ہے کہ خداوند قدوس کے لئے کمالات کے ازلی وابدی ہونے کا اعتقاد رکھیں ② یا مقصد انشاء حمد ہے اسی کو مفسر علام نے او الثناء بہ سے تعبیر کیا ہے، اس صورت میں جملہ لفظ خبریہ اور معنا انشائیہ ہوگا، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَحْمَدُ وَاَنْشَى حَمْدًا لِنَفْسِي لَعِبِزِ خَلْقِي مَنْ كُنْهَ حَمْدِي ③ یادوں مقصود ہیں اس کی طرف اپنے قول اوہما سے اشارہ فرمایا ہے، یعنی اخبار حمد اور انشاء حمد دونوں مقصود ہوں گے، اس صورت میں جملہ کا استعمال خبر اور انشاء دونوں میں ہوگا، اور یہ حقیقت و مجاز کے اجتماع کے طور پر ہوگا، مگر خبر میں حقیقت اور انشاء میں مجاز ہوگا، اور مقصد ثبوت حمد پر ایمان کی خبر دینا اور انشاء حمد کرنا ہوگا۔

قَوْلُهُ: اَفِيدها الثالث شارح رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى فرماتے ہیں کہ مذکورہ تینوں صورتوں میں تیسری صورت زیادہ مفید اور بہتر ہے، اس لئے کہ اس صورت میں اخبار اور انشاء دونوں مقصود بالذات ہو جاتے ہیں، بخلاف پہلی دونوں صورتوں کے کہ ان میں ایک مقصود بالذات اور دوسرا مقصود بالتبع ہوتا ہے، اگر تو اعتراض کرے کہ انشاء ثناء اخبار بالثناء کو مستلزم ہے، بایں طور کہ انشاء حمد کرنے والا بھی حمد کرنے والا ہوتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ مقصود بالذات اور مقصود بالتبع میں فرق ہوتا ہے، مثلاً اگر جملہ کو فقط خبریہ قرار دیا جائے تو اس صورت میں اخبار بالحمد قصد ہوگی مگر انشاء ثناء سمعاً ہوگی اور اگر جملہ کو فقط انشائیہ قرار دیا جائے تو اس صورت میں انشاء حمد تو قصد ہوگی مگر اخبار بالحمد ضمناً اور سمعاً ہوگی، اور اگر دونوں یعنی جملہ خبریہ اور انشائیہ قرار دیا جائے تو اخبار اور انشاء دونوں قصد ہوں گے۔

قَوْلُهُ: الَّذِي انزل (الآیہ) ثبوت حمد کے لئے علت کے قائم مقام ہے اس لئے کہ موصول صلہ سے مل کر جب صفت واقع ہو اور صلہ شتق ہو تو ایسی صفت موصوف کے لئے ثبوت حکم کی علت ہوا کرتی ہے، اسی قاعدہ کے مطابق الَّذِي انزل، الحمد ثابت للهِ کے لئے علت ہوگی، یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے حمد اس لئے ہے کہ اس نے قرآن نازل فرمایا۔

قَوْلُهُ: الحمد کے بعد هو الوصف بالجميل کے اضافہ کا مقصد حمد کے معنی کو بیان کرنا ہے اور ثابت مقرر مان کر یہ بتانا ہے کہ الحمد مبتداء ہے اور لہ ثابت مقدر کے متعلق ہو کر مبتدا کی خبر ہے۔

سُئِلَ: ثَبِتَ کے بجائے ثابت اسم فاعل کا صیغہ محذوف ماننے میں کیا فائدہ ہے؟

جواب: ثابت اسم فاعل استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے اس سے اشارہ کر دیا کہ باری تعالیٰ کے لئے ثبوت حمد دائمی اور ازلی ہے، بخلاف ثَبِتَ کے کہ یہ تجدید اور حدوث پر دلالت کرتا ہے۔

قَوْلُهُ: تَنَا قُضَا حَذَف مضاف کے ساتھ اخْتِلَافاً کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے اِخْتِلَافًا ذَاتِنَا قُضِيَ، لہ کی تفسیر فیہ سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لام بمعنی فی ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

## سورہ کہف کے فضائل:

اس سورت کے پڑھنے سے گھر میں سکینت و برکت نازل ہوتی ہے، ایک مرتبہ ایک صحابی نے سورہ کہف پڑھی گھر میں ایک جانور بھی تھا وہ بدکنا شروع ہو گیا اور کودنے لگا، تو انہوں نے غور سے دیکھا کہ کیا بات ہے؟ تو انہیں ایک بادل نظر آیا جس نے انہیں ڈھانپ رکھا تھا، صحابی مذکور نے اس واقعہ کا ذکر آپ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا اسے پڑھا کرو، اس کے پڑھتے وقت سکینت نازل ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری، فضل سورہ الکہف)

تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن نازل کیا اور اس میں کسی قسم کی کمی باقی نہ چھوڑی۔

قِيَمًا مُّسْتَقِيْمًا حَالٌ ثَانِيَةٌ مُّوَكَّدَةٌ لِّيُنْذِرَ يَخَوْفَ بِالْكِتَابِ الْكَافِرِينَ بَأْسًا عَذَابًا شَدِيدًا اِمِّنْ لَّدُنْهُ مَنْ قَبِلَ  
اللّٰهُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ مَّكَثِينَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ ۞ هُوَ الْجَنَّةُ وَيُنْذِرُ مَنْ جُمِلَ  
الْكَافِرِينَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۚ مَا لَهُمْ بِهِ هَذَا الْقَوْلُ مِنْ عِلْمٍ ۚ وَلَا لِابْنِهِمْ ۚ مَنْ قَبْلَهُمُ الْقَائِلِينَ لَهُ  
كِبَرَتْ عَظُمَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ كَلِمَةٌ تَمِيْزُ مُفْسِرَةً لِلضَّمِيرِ الْمُتَبَهِّمِ وَالْمَخْصُوصِ بِالذَّمِّ  
محذوف ای مقالہ المذکورہ اِنَّ مَا يَقُولُوْنَ فِیْ ذٰلِكَ اِلَّا مَقُولًا كَذِبًا ۞

**ترجمہ:** اور حال یہ ہے کہ وہ بالکل سیدھی مستقیم ہے قیما کتاب سے حال ثانیہ ہے اور جملہ حالیہ کی تاکید ہے، تاکہ ڈرائے (اللہ) کتاب کے ذریعہ کافروں کو اپنے سخت عذاب سے، جو کہ اس کی طرف سے ہے اور تاکہ ان مومنین کو خوشخبری دے جو نیک عمل کرتے ہیں یہ کہ ان کے لئے اجر حسن ہے حال یہ ہے کہ وہ اس اجر حسن میں کہ وہ جنت ہے ہمیشہ رہیں گے، اور منجملہ کافروں سے ان کافروں کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے اس قول کی نہ ان کے پاس کوئی سند ہے اور نہ ان کے آباء کے پاس جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور وہ بھی اسی بات کے قائل تھے اور یہ بات جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے بڑی بھاری ہے، کلمہ تمیز ہے جو کہ کبریت کی ہی ضمیر مبہم کی تفسیر کر رہی ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے اور وہ ان کا قول مذکور (اتخذ اللہ ولدا ہے) اور وہ اس بارے میں جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔

## تَحْقِیْقُ وَتَرْکِیْبُ لِسَمِیْلِ وَتَفْسِیْرُیْ فَوَائِدُ

قَوْلًا: قیما صیغہ صفت ہے، اس کے دو معنی ہیں ① درست، مستقیم، جیسے ذلک دین القیمة یہی طریقہ درست ہے ② درست کرنے والا یعنی ایسی کتاب جو انسانوں کے دنیوی اور اخروی تمام معاملات کو درست کرنے والی ہے، اس صورت





## اجمال کی تفصیل:

تمام تعریفیں اس ذات پاک کے لئے ہیں جس نے اپنے خاص بندے محمد ﷺ پر یہ کتاب نازل فرمائی، یعنی وہ ذات جس نے کتاب نازل فرمائی تمام خوبیوں کی مالک ہے، اور تمام تعریفوں کے لائق اور بہتر سے بہتر شکر کی مستحق ہے، اور تمام عیوب و نقائص اور کمزوریوں سے منزہ ہے اور وہ وحدہ لا شریک ہے، اور اس کتاب میں ذرا بھی کجی نہیں باقی رکھی، نہ لفظی، نہ فصاحت و بلاغت کے خلاف ہو اور نہ معنوی، کہ اس کا کوئی حکم حکمت کے خلاف ہو، اور نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ کافروں کو اپنے سخت عذاب سے ڈرائے، اور اہل ایمان کو جو اعمال صالح بھی کرتے ہیں آخرت میں اچھے انجام یعنی اجر حسن کی خوشخبری سنائے، اور کافروں میں سے بالخصوص اُن لوگوں کو ڈرائے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا عقیدہ رکھتے ہیں، اولاد کا عقیدہ رکھنے والے کافروں کا عام کافروں سے الگ ذکر اس لئے کیا ہے کہ اس باطل عقیدہ میں عرب کے عام لوگ اور یہود و نصاریٰ سب مبتلا نہ تھے، نہ اس کی کوئی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ ان کے آباء و اجداد کے پاس تھی عقیدہ اولاد کے بارے میں جو بات ان کی زبان سے نکلتی ہے یہ بہت بھاری بات ہے ادنیٰ عقل رکھنے والا شخص بھی اس کا قائل نہیں ہو سکتا۔

لَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا سے جس مفہوم کو منفی انداز میں بیان کیا گیا ہے اسی مضمون کو قیما کے ذریعہ مثبت انداز میں بیان کیا گیا ہے، اس لئے کہ مستقیم وہی شیء ہوتی ہے جس میں کجی نہیں ہوتی۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ مُهُلِكٌ لِّنَفْسِكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ بَعْدَهُمْ اى بعد تَوَلَّيْتَهُمْ عَنْكَ لَان لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ الْقرآن  
 اَسْفَا غِيظًا وَحُزْنًا بِنِكَ لِحَرْصِكَ عَلَىٰ اِيْمَانِهِمْ وَنَضْبُهُ عَلَى الْمَفْعُولِ لِه اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنَ  
 الْحَيَوَانِ وَالنَّبَاتِ وَالشَّجَرِ وَالْاَنْهَارِ وَغَيْرِ ذَلِكَ زِينَةً لِّهَآ لِنَبْلُوَهُمْ لِنَخْتَبِرَ النَّاسَ نَاطِرِينَ اِلَىٰ ذٰلِكَ  
 اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا فِيهِ اى اَزْهَدْ لَهُ وَاِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا فَتَاتَا جُرْزًا يَا بَسَا لَا يَنْبُتُ.

**تَرْجُمہ:** شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ قرآن پر ایمان نہ لائے تو خود کو افسوس کی وجہ سے غم و غصہ میں ہلاک کر لیں گے یعنی ان کے آپ سے اعراض کرنے کے بعد آپ کے ان کے ایمان پر حریص ہونے کی وجہ سے، اور اسفا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے بے شک ہم نے زمین پر جو کچھ ہے حیوانات اور نباتات اور اشجار و انہار وغیرہ کو زمین کے لئے زینت بنایا ہے تاکہ ہم ان لوگوں کو آزمائیں یعنی ان لوگوں کو آزمائیں جو اس کی طرف مائل ہیں، کہ ان میں سے کون ما علی الارض کے بارے میں عمل کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے، یعنی ان میں سے کون دنیا سے زیادہ بے رخی کرنے والا ہے اور ہم زمین کی تمام چیزوں کو چنیل میدان کر دیں گے یعنی خشک سپاٹ میدان بنادیں گے جو زراعت کے لائق نہ ہو۔

## تحقیق و ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

مُهِلْک کا اضافہ بیان معنی کے لئے ہے۔

قَوْلٌ: بعد ہم یہ آثار کی تفسیر ہے اور بعد تو لہم تفسیر کی تفسیر ہے، مطلب یہ ہے کہ آپ ان کافروں کے ایمان نہ لانے پر اتنا غم نہ کیجئے کہ خود کو ہلاک کر ڈالیں لعل ترجی اور اشفاق کے لئے آتا ہے، مگر یہاں نبی کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی آپ کو اس قدر زیادہ غم کرنے سے منع کرنے کے لئے آثار اثر کی جمع ہے، ان کے پیچھے یعنی ان کی فکر میں آپ خود کو ہلاک نہ کریں۔

قَوْلٌ: ان لم یؤمنوا اس کی دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں ① ان لم یؤمنوا شرط ہے اور ماقبل پر اعتماد کرتے ہوئے جزاء محذوف ہے یعنی فلا تہلک نفسک ② ان لم یؤمنوا شرط مؤخر اور فلعلک باخع جزاء مقدم۔

قَوْلٌ: اسفا، باخع کا مفعول لہ ہے یا باخع کی ضمیر سے حال ہے۔

قَوْلٌ: لحرصک یہ علة العلة ہے یعنی آپ کو اتنا زیادہ غم کیوں ہے اس لئے کہ آپ ان کے ایمان پر حریص ہیں۔

قَوْلٌ: انا جعلنا یہ جملہ متانفہ ہے اگر جعل صیر کے معنی میں ہو تو زینۃ اس کا مفعول ثانی ہوگا، لہا کلام زینۃ سے متعلق ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کائنۃ سے متعلق ہو کر زینۃ کی صفت ہو، ما علی الارض مفعول اول ہے اور اگر جعل بمعنی خلق ہو تو زینۃ یا تو حال ہو گیا یا پھر مفعول لہ۔

قَوْلٌ: ناظرین الی ذلک یہ من الناس سے حال ہے۔

قَوْلٌ: جرزا صعیدا کی صفت ہے اس میں اسناد مجازی ہے اسلئے کہ جرز کے اصل معنی ایسی زمین کے ہیں جس کی گھاس کاٹ دی گئی ہو یہ ما علی الارض کا وصف قرار دیا ہے حالانکہ یہ ارض کا وصف ہے لہذا علاقہ مجاورت کی وجہ سے اسناد مجازی ہوگی۔

قَوْلٌ: ایہم ترکیب اضافی مبتدا ہے اور احسن اس کی خبر اور عملاً تمیز ہے جملہ ہو کر نبلسوا کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے فیہ کی ضمیر کا مرجع ما علی الارض ہے مراد دنیا و ما فیہا ہے۔

قَوْلٌ: ازہد لہ یہ احسن عملاً کی تفسیر ہے۔

قَوْلٌ: اسفا کی تفسیر غیظا و حزنا سے کرنے کا مقصد تعین معنی ہے اس لئے کہ اسفا متعدد معنی کے لئے آتا ہے۔

قَوْلٌ: من الحيوان والنبات یہ ما علی الارض کا بیان ہے۔

قَوْلٌ: ناظرین الی ذلک سے اشارہ ہے کہ ہم ذو الحال ہے اور ناظرین اس سے حال ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

کافروں کے ایمان نہ لانے پر آپ اس قدر غم نہ کریں کہ خود کو ہلاک ہی کر ڈالیں، اس آیت میں نفسِ حزن سے منع نہیں کیا گیا اس لئے کہ کفر پر نفسِ حزن تو ایمان کی علامت ہے، آپ کو حد سے زیادہ غم کرنے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ دنیا عالمِ امتحان ہے اس میں کفر و ایمان، خیر و شر دونوں ہی رہیں گے اسی امتحان کے لئے ہم نے زمین کی چیزوں کو زمین کے لئے رونق بنایا ہے، تاکہ ہم اس کے ذریعہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں سے زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے یعنی کون دنیا سے اعراض کرتا ہے اور کون اس دنیا کی زینت اور رونق پر مفتون ہو کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے، غرضیکہ یہ عالم ابتلاء ہے تکوینی طور پر کوئی مومن رہے گا اور کوئی کافر پھر حد سے زیادہ غم کرنا بیکار ہے، آپ تبلیغ و رسالت کا اپنا کام کرتے رہئے اور باقی معاملہ ہمارے اوپر چھوڑ دیجئے، چنانچہ ایک دن ایسا آئے گا کہ ہم زمین کو چٹیل میدان کر دیں گے۔

أَمْ حَسِبْتَ أَيَّ أَظَنَنْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ الْغَارِ فِي الْجَبَلِ وَالرَّقِيعِ السُّوحِ الْمَكْتُوبِ فِيهِ أَسْمَائُهُمْ وَأَنْسَابُهُمْ وَقَدْ سُئِلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِصَّتِهِمْ كَانُوا فِي قِصَّتِهِمْ مِنْ جُمْلَةِ الْإِتْنَاعِجَبَا خَيْرُ كَان وَمَا قَبْلَهُ حَالُ أَيَّ كَانُوا عَجَبَا دُونَ بَاقِي الْآيَاتِ أَوْ أَعْجَبَهَا لَيْسَ الْأَمْرُ كَذَلِكَ أَذْكَرُ إِذَا أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ جَمَعَ فَتَى وَهُوَ الشَّابُّ الْكَامِلُ خَائِفِينَ عَلَى إِيْمَانِهِمْ مِنْ قَوْمِهِمُ الْكُفَّارِ فَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا مِنْ لَدُنْكَ مِنْ قَبْلِكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا هِدَايَةَ فَضَرَبْنَا عَلَى أَذَانِهِمْ أَيَّ أَنْمَانَهُمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا مَعْدُودَةً ثُمَّ رَعَيْنَهُمْ أَيَّ أَتَقَطْنَا هُمْ لِنَعْلَمَ عِلْمَ مُشَاهَدَةِ أَيْ الْجَزَيْنِ الْفَرِيقَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ فِي مُدَّةِ لُبْسِهِمْ أَحْصَى فَعَلَ بِمَعْنَى ضَبَطَ لِمَا لَبَسُوا لِلْبُشْبُشِ مُتَعَبَقٌ بِمَا بَعْدَهُ أَمَدًا غَايَةً.

۱۴

**ترجمہ:** کیا آپ خیال کرتے ہیں یعنی گمان کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیع والے ”کہف“ پہاڑ کے غار کو کہتے ہیں اور ”رقیع“ وہ تختی تھی جس میں اصحابِ کہف کے نام اور ان کے اسماءِ کندہ تھے، اور رسول اللہ ﷺ سے ان کا قصہ معلوم کیا گیا تھا، کہ وہ اپنے قصہ کے اعتبار سے ہماری آیات (قدرت) میں کچھ زیادہ عجیب تھے عجباً، کان کی خبر ہے اور اس کا ماقبل (یعنی من آياتنا) کانوا کی ضمیر سے حال ہے یعنی وہ آیاتِ قدرت میں عجیب تھے نہ کہ باقی آیات، یا عجائبات میں زیادہ عجیب تھے۔ حقیقت حال ایسی نہیں ہے، اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب چند نوجوانوں نے ایک غار میں پناہ لی تھی فتیہ فتنی کی جمع ہے یعنی کامل نوجوان جب کہ وہ اپنے ایمان کے بارے میں اندیشہ کرتے ہوئے اپنی کافروں کے پاس سے نکلے تھے تو اس وقت انہوں نے یہ دعا کی اے ہمارے پروردگار تو ہم کو اپنے پاس سے یعنی اپنی خصوصی عنایت سے رحمت عطا فرما اور ہمارے معاملہ کو

درست فرماتو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سابلہا سال کے لئے پردہ ڈال دیا یعنی ان کو گہری نیند سلا دیا پھر ہم نے ان کو اٹھایا یعنی بیدار کیا تاکہ ہم علم مشاہدہ کے طور پر معلوم کر لیں کہ ان کی مدت قیام میں اختلاف کرنے والے دو فریقوں میں سے کس نے ان کے قیام کی مدت کو یاد رکھا؟ احصی فعل ماضی ہے ضبط کے معنی میں لما لبثوا اپنے، بعد سے متعلق ہے اور امداء بمعنی غایت ہے۔

## تحقیق و ترکیب تسبیل و تفسیری فوائد

قَوْلٌ: ام حسبت میں ام منقطعہ بمعنی استفہام انکاری ہے، یعنی اے محمد ﷺ آپ کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے۔  
قَوْلٌ: اَن اصحاب الکھف جملہ ہو کر حسبت کا مفعول بہ ہے، اور کانو امن آیاتنا عجبا جملہ ہو کر ان کی خبر ہے اور عجبا (آیہ) محذوف کی صفت ہو کر ان کی خبر ہے، اور اصحاب الکھف ان کا اسم ہے کھف مفرد ہے جمع کھوف و اکھف ہے بمعنی غار، کھف اور غار میں فرق یہ ہے کہ غار تنگ اور چھوٹی ہوتی ہے اور کھف کشادہ اور بڑی ہوتی ہے رقیم بمعنی مرقوم، لکھا ہوا، نوشتہ، رقیم کے بارے میں مفسرین کے چھ قول ہیں ① اس بستی کا نام جہاں سے اصحاب کھف نکلے تھے ② اس پہاڑ کا نام ہے جس میں وہ غار ہے ③ اصحاب کھف کے کتے کا نام ہے ④ اس میدان کا نام ہے جو اس غار کے دامن میں واقع ہے ⑤ وہ تختی جس میں اصحاب کھف کے نام و نسب و حالات لکھے ہوئے ہیں اور غار کے دہانے پر نصب تھی ⑥ سیسہ کی وہ لوح جس پر اصحاب کھف کے نام کندہ کر کے شاہی خزانہ میں محفوظ کر دی گئی تھی، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول کو اپنی صحیح میں تعلیقاً ذکر کیا ہے، حافظ ابن جریر نے اس کی سند کو بخاری کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے ہیئ۔ ہیئ تہیئة سے فعل امر، اصلاح کرنا، درست کرنا، مہیا کرنا احصی باب افعال کا فعل ماضی ہے نہ کہ اسم تفضیل اس لئے کہ ثلاثی مزید سے اسم تفضیل افعل کے وزن پر نہیں آتا ای الحزبین ترکیب اضافی مبتداء احصی جملہ ہو کر خبر، احصی کی ضمیر کا مرجع کل واحد من الحزبین ہے، لما لبثوا بواسطہ حرف جر احصی کا مفعول بہ ہے اور امداء تمیز ہے۔

قَوْلٌ: ضربنا علی آذانہم۔ ضربنا کا مفعول حجابا محذوف ہے، کلام میں مجاز ہے اسلئے کہ القاء نوم کو ضرب حجاب سے تشبیہ دی ہے اور ضربنا بمعنی انمنا ہے۔  
قَوْلٌ: عددنا بمعنی معدودا سنین کی صفت ہے۔

## تفسیر و تشریح

مذکورہ آیات میں اصحاب کھف کے واقعہ کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ اجمال کے بعد تفصیل جاننے کا شوق پیدا ہو، کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے کچھ زیادہ عجیب چیز تھے یا ہمارے عجائبات قدرت میں سب سے زیادہ عجیب چیز تھے، یعنی عجائبات قدرت اور حیرت انگیز نشانیاں تو ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں یہ بے

ستونوں والا آسمان اور یہ عظیم کرۂ ارض اور یہ فلک بوس پہاڑ اور ٹھانٹھیں مارتے ہوئے دریا اور سمندر کیا کچھ کم عجائبات قدرت ہیں جو تم غار والوں اور رقیم والوں کی داستان پوچھتے ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک اس واقعہ سے زیادہ کوئی حیرت زدہ بات نہیں ہے، حالانکہ یہ واقعہ تو واقعات قدرت میں سے ایک معمولی واقعہ ہے۔

**فَالْكَافِرُ:** اصحاب کہف کے بعد، الرقیم اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اصحاب کہف متعدد ہیں ① ضحاک فرماتے ہیں کہ روم کے ایک شہر میں ایک غار ہے جس میں اکیس آدمی لیٹے ہوئے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سو رہے ہیں ② ابن عطیہ نے ملک شام میں ایک غار کا ذکر کیا ہے جس میں کچھ مردہ لاشیں ہیں اور اس غار کے پاس ایک مسجد بھی ہے ③ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ساحل عقبہ کے پاس فلسطین سے نیچے ایلہ کے قریب ایک غار ہے ④ ایک واقعہ افسوس شہر کا بیان کیا گیا ہے جس کا اسلامی نام طرطوس ہے، یہ شہر ایشیائے کوچک کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔

غرض کہ اپنے دین و ایمان کو بچانے کے لئے غار میں پناہ لینے کے متعدد واقعات ہوئے ہیں، قرآن کریم نے ان واقعات میں سے اصحاب کہف کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جن کے نام اور حالات سیسے کی لوح پر کندہ کر کے شاہی خزانہ میں رکھ لئے گئے تھے، چونکہ یہ نو جوان اونچے خاندان کے چشم و چراغ تھے ان کی اچانک گمشدگی ان کے اہل خاندان اور خود حکومت کے لئے تشویش کا باعث تھی، یہ چند نو جوان زمانہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر اور کافر حکمرانوں کے ظلم و ستم سے بھاگ کر دین کی حفاظت کے لئے شہر سے نکل گئے تھے اور جنگل میں ایک غار میں پناہ لی تھی، وہاں انہوں نے بارگاہ ایزدی میں گڑگڑا کر دعاء کی، خدایا تو اپنی خاص مہربانی سے ہم کو نواز دے اور ہمارے دین کی حفاظت فرما اس لئے کہ ہم آپکی مدد کے بغیر راہ راست پر قائم نہیں رہ سکتے، مخالفت کی آندھیوں کے جھکڑ چل رہے ہیں دشمن ہاتھ دھو کر ہمارے قتل کے پیچھے پڑا ہوا ہے، اپنی جان کی تو ہمیں فکر نہیں کہیں دین کی رسی ہمارے ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے، اللہ تعالیٰ نے ان شکستہ دل بندوں کی دعاء کو شرف قبولیت بخشا اور ان کی حفاظت کا بہترین انتظام فرمادیا۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ بِالْصِّدْقِ إِنَّهُمْ فِتْنَةٌ أَمْوَأَ بِرَبِّهِمْ وَضَرَدْنَاهُمْ هُدًى ۖ وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ  
فَوَيْسَآهَا عَلَى قَوْلِ الْحَقِّ لَذَقَامُوا بَيْنَ يَدَيِّ مَلِكِهِمْ وَقَدْ أَمَرَهُمْ بِالسُّجُودِ لِلْأَصْنَامِ  
فَقَالُوا رَبَّنَا رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَذْعُوَ مِنْ دُونِهِ اِىْ غَيْرِهِ اِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا اِذَا شَطَطًا ۝ اِىْ قَوْلًا دَاسِطًا اِى  
اِفْرَاطٍ فِى الْكُفْرِ اِنْ دَعَوْنَا اِلَهًا غَيْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَرَضًا هَؤُلَاءِ مُتَّبِدًا قَوْمًا غَطَفُ بَيَانِ  
اَتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَوْلَا هَلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ عَلَى عِبَادَتِهِمْ لِسُلْطٰنٍ بَيْنَ بَحْجَةٍ ظَاهِرَةٍ ۖ فَمَنْ اَظْلَمُ اِىْ لَا  
اَحَدٌ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ اِىْ بِنِسْبَةِ الشَّرِيْكَ اِلَيْهِ تَعَالٰى قَالَ بَعْضُ الْفِتْنَةِ لِبَعْضٍ  
وَإِذْ اَعْتَرَضْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ اِلَّا اللّٰهَ فَاَوَّلٰى اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَّحْمَتِهِ وَيَهَيِّىْ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ مَّرْفَقًا ۝  
بَكْسِرِ الْمِيمِ وَفَتْحِ الْفَاءِ وَبِالْعَكْسِ مَا تَرَفُّقُونَ بِهِ مِنْ غَدَاءٍ وَعَشَاءٍ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَرَوُورًا بِالتَّشْدِيدِ

والتخفیف تَمِیلُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِیْنِ نَاجِیَّتَهُ وَادَّاعَرَبَتْ نَقْرُصُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ تَتَرُكُهُمْ وَتَتَجَاوَزُ عَنْهُمْ فَلَا تُصْنِیُهُمُ الْبَتَّةَ وَهُمْ فِی قَجْوَةٍ مِنْهُ مُتَّسِعٍ مِنَ الْكَهْفِ یَنَالُهُمْ بَرْدُ الرِّیْحِ وَنَسِیمُهَا ذَلِكَ الْمَذْكُورُ مِنْ آیَاتِ اللَّهِ دَلَالِیلُ قُدْرَتِهِ مَنْ یَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ یُضِلِّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِیًّا مُرْشِدًا ۝۱۴

**ترجمہ:** ہم آپ کو ان کا صحیح قصہ سناتے ہیں وہ چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی دی تھی اور ہم نے ان کے دل قوی کر دیئے تھے یعنی حق بات کہنے کے لئے قوی کر دیئے تھے جب وہ اپنے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور اس بادشاہ نے ان کو بتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، تو انہوں نے کہہ دیا کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار ہے ہم اس کو چھوڑ کر کسی غیر کی ہرگز بندگی نہ کریں گے اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کی یعنی حد سے گزری ہوئی حرکت کی یعنی بالفرض اگر ہم نے اللہ کے علاوہ کسی غیر کی بندگی کی تو ہم کفر میں حد سے تجاوز کرنے والے ہوں گے یہ ہماری قوم ہے جس نے معبود حقیقی کو چھوڑ کر دوسرے معبود ٹھہرائے ہیں ہولاء مبتداء ہے قومنا عطف بیان ہے وہ ان پر یعنی ان کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟ یعنی کوئی کھلی دلیل، اس سے بڑا عالم کون ہوگا یعنی اس سے بڑا عالم کوئی نہیں، جو اس کی طرف شریک کی نسبت کر کے اللہ پر بہتان باندھے، نوجوانوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا جب تم نے ان عابدین کو اور اللہ کے علاوہ ان کے معبودوں کو چھوڑ دیا ہے تو اب کسی غار میں پناہ لو، تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں سہولت مہیا کر دے گا، صرف قافیم کے کسرہ اور فاء کے فتح کے ساتھ ہے اور اس کا عکس بھی، وہ صبح شام کا کھانا ہے کہ جس سے تم فائدہ اٹھاؤ گے اور جب سورج طلوع ہوتا ہے تو (اے مخاطب) تو دیکھے گا کہ وہ ان کی غار کی دائیں جانب کتر اتا ہوا نکل جاتا ہے تـزاور تشدید اور بلا تشدید دونوں طرح (درست ہے) اور جب ڈھلتا ہے تو ان سے بائیں جانب بـج کر نکل جاتا ہے یعنی ان کو چھوڑ کر کتر کر نکل جاتا ہے، جس کی وجہ سے یقیناً ان پر دھوپ نہیں پڑتی، حال یہ ہے کہ وہ غار کے کشادہ مقام میں ہیں کہ جہاں ان کو ٹھنڈی ہوا اور باد نسیم پہنچتی رہتی ہے یہ یعنی مذکورہ حالات اس کی نشانیاں یعنی اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں، وہ جس کی چاہے رہبری فرمائے وہ راہ راست پر ہے اور وہ جسے گمراہ کر دے ناممکن ہے کہ آپ اس کا کوئی کارساز اور رہنما پا سکیں۔

## حَقِیْقِیْ وَتَرْكِیْیَ تَسْبِیْلِیْ تَفْسِیْرِیْ فَوَائِدِ

قَوْلًا: فتیہ، فتی کی جمع ہے جیسا کہ صبیۃ صبی کی جمع۔ نوجوان۔

قَوْلًا: بالحق۔ متلبسا کے متعلق ہو کر یا تو نقص کے فاعل سے حال ہے یا نبأ مفعول سے حال ہے انہم فتیۃ جملہ متانفہ ہے یعنی ما هو الخبر الصادق کا جواب ہے آمنوا برہم جملہ ہو کر فتیۃ کی صفت ہے۔

**قَوْلًا:** ربطنا (ن) ربطا باندھنا، قوی کرنا لن ندعوا فعل مضارع منصوب بن جمع متکلم آخر میں واو جمع کا نہیں ہے بلکہ لام کلمہ ہے واو جمع کے مشابہ ہونے کی وجہ سے رسم قرآنی کے مطابق اس کے آخر میں الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھائیں جاتا اور نہ پڑھنے کی علامت کے طور پر اس کے اوپر ایک چھوٹا سا گول دائرہ بنا دیا جاتا ہے (یعنی) ہرگز نہیں پکاریں گے۔

**قَوْلًا:** شططا (ن، ض) شطا حد سے تجاوز کرنا حق سے بعید ہونا اذقاموا، ربطنا کا ظرف ہے فاعلوا میں فاعزائے ہے اور اذا عتزلتموہم الخ شرط ہے واو اشباع کا ہے۔

**قَوْلًا:** قولاً ذا شطط کا اضافہ اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کیا ہے کہ شططا حذف مضاف کے ساتھ مصدریت کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا موصوف قولاً محذوف ہے اور اگر ذا محذوف نہ مائیں تو مصدر کا حمل مبالغہ ہوگا جیسا کہ زید عدل میں ہے۔

**قَوْلًا:** فرضا، فرضا کا اضافہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ غیر اللہ کی بندگی کرنے کا کسی قسم کا امکان نہیں ہے نہ عقلی نہ شرعی اور نہ اخلاقی اگر بفرض الحال ایسا ہو بھی جائے تو یہ بڑی بے جا بات ہوگی۔

**قَوْلًا:** ہؤلاء مبتداء ہے اور اتخذوا من دون اللہ اس کی خبر ہے لولا کی تفسیر ہلا سے کر کے اشارہ کر دیا کہ لولا تحضیض ہے قومنا ہؤلاء سے عطف بیان ہے نیز بدل بھی ہو سکتا ہے۔

**قَوْلًا:** تزاویر اصل میں تنزاویر تھا ایک تا حذف کر دی گئی (فعل مضارع واحد مؤنث غائب) قوم کا آپس میں ایک دوسرے کی زیارت کرنا اور اگر اس کا صلہ عن ہو تو انحراف کرنا اور اگر اصل تنزاویر ہو تو ایک تا کو زنا کیا اور زنا کو زامیں ادغام کر دیا تفرضہم مضارع واحد مؤنث غائب، فرضا کا ثنا، کترانا، بیچ کر نکل جانا ذات ذو کا مؤنث ہے، آیت میں ذات کا لفظ زائد ہے زینت کلام کے لئے ہے۔

**قَوْلًا:** ذات الیمین وذات الشمال۔ تزاویر کا ظرف مکان ہے۔

**قَوْلًا:** ناحیتہ اس کے اضافہ کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ ذات الیمین اور ذات الشمال ظرف مکان ہیں، ای جہت الیمین وجہت الشمال وہم فی فجوة جملہ حالیہ ہے۔

**قَوْلًا:** من یهد اللہ فهو المہتد یہ جملہ درمیان قصہ میں معترضہ ہے، مقصد آپ ﷺ کو تسلی دینا ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

اولاً اصحاب کہف کا قصہ اجمالاً بیان فرمایا اب نحن نقص سے تفصیلاً بیان فرماتے ہیں، ارشاد فرمایا ہم آپ سے اصحاب کہف کا قصہ صحیح صحیح بیان کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ قرآنی بیان میں کوئی بات خلاف واقعہ نہیں ہے، اور ہو بھی کیسے سکتی ہے قرآن تو خالق کائنات کا کلام ہے جو کائنات کے ہر ذرہ سے واقف ہے البتہ لوگوں میں اصحاب کہف کا واقعہ مختلف طریقوں سے مشہور ہے ان میں صحیح وہ ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں، وہ چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت



میں ترقی بخشی تھی، یہ چند نوجوان ایک ظالم بادشاہ دقیا نوس کے زمانہ میں تھے، بادشاہ غالی متعصب اور بت پرست تھا، اور جبر و اکراہ کے ذریعہ بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا ان نوجوانوں نے سچا دین قبول کر لیا تھا، ان نوجوانوں کا تعلق اونچے گھرانوں اور عمائدین سلطنت سے تھا، حق تعالیٰ نے ان کو ایمان کی دولت سے نوازا تھا، یہ نوجوان کس مذہب پر تھے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ دین مسیحی پر تھے، لیکن علامہ ابن کثیر نے مختلف قرائن سے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اصحاب کبف کا قصہ مسیح علیہ السلام سے پہلے کا ہے مگر صحیح اور رائج بات یہ ہے کہ یہ واقعہ پہلی صدی عیسوی کا ہے۔ (مزید تحقیق کے لئے قصص القرآن کی طرف رجوع کریں)۔

غرض کہ ان نوجوانوں کو شاہی دربار میں طلب کیا گیا ان نوجوانوں نے بے جھجک بغیر کسی خوف و ہراس کے ظالم بادشاہ کے روبرو اپنے ایمان کا اعلان کر دیا، اور اپنی ایمانی جرأت سے لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا، ارشادِ باری ہے ”اور ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیئے جب وہ دربار میں بادشاہ کے روبرو جوابِ دہی یا دعوتِ دین دینے کے لئے کھڑے ہوئے تھے، تو انہوں نے اپنے پروردگار سے یوں دعا کی، اے ہمارے پروردگار تو ہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار ہے ہم تجھ کو چھوڑ کر کسی غیر کی بندگی نہ کریں گے، اور اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً بہت بے جا بات کرنے والے ہوں گے۔“

یہ ہماری قوم جو معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر دوسرے فرضی معبودوں کو اختیار کئے ہوئے ہے یہ ان کے معبودِ حقیقی ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں پیش نہیں کرتی؟ لہذا اس سے بڑا ظالم کوئی ہو ہی نہیں سکتا جو اللہ پر بہتان باندھے نوجوانوں کی یہ بات سن کر بادشاہ کو ان کی نوجوانی پر کچھ رحم آیا اور کچھ دیگر مشاغل مانع ہوئے اور سب سے اہم بات یہ کہ وہ عمائدین سلطنت اور بڑے گھرانوں کے چشم و چراغ تھے اس لئے ایک لخت ان پر ہاتھ ڈالنا مصلحت کے خلاف تھا اس لئے ان کو چند روز کی مہلت دیدی، تاکہ وہ اپنے معاملہ میں غور کر لیں۔

ادھر یہ نوجوان دربار سے نکل کر مشورہ کے لئے بیٹھ گئے، اور یہ طے کیا کہ اب اس شہر میں قیام خطرہ سے خالی نہیں، مناسب یہ ہے کہ کسی قریبی غار میں روپوش ہو جائیں، اور واپسی کے لئے کسی مناسب وقت کا انتظار کریں۔

وَتَحْسَبُهُمْ لَوِ اٰتَيْنَهُمْ اٰیٰتًا اٰی مُنْتَهٰیْنَ لِاَنْ اَعٰیْنُهُمْ مُّفْتَحَةٌ جَمْعٌ یَّقِیْظُ بِكَسْرِ الْقَافِ وَهُمْ رُقُوْدٌ یَّیَّامٌ جَمْعٌ رَاقِدٌ وَقُلُوبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشَّمَالِ لِیَلًا تَاْكُلُ الْاَرْضُ لُحُوْمَهُمْ وَكُلْبُهُمْ بِلِسْطٍ ذَرَاعِیْهِ یَدِیْهِ بِالْوَصِیْدِ بِفَنَاءِ الْكَهْفِ وَكَانُوْا اِذَا اُنْقَلَبُوْا اِنْقَلَبَ وَهُوَ یَمْثُلُهُمْ فِی النَّوْمِ وَالْیَقْظَةِ لَوِ اُطْلِعَتْ عَلَیْهِمْ لَوَلِیْتَ مِنْهُمْ فَرَارًا وَكَلِمَلْتُ بِالْتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝ سُبْحٰنَ الْعِیْنِ وَضَمْمَا مَنَعَهُمُ اللّٰهُ بِالرُّعْبِ مِنْ دُخُوْلِ اَحَدٍ عَلَیْهِمْ وَكَذٰلِكَ كَمَا فَعَلْنَا بِهِمْ مَا ذَكَرْنَا بَعَثْنَاهُمْ اَنْقَظْنَاهُمْ لَیْسَاءَ لَوِ اٰتَيْنَهُمْ عَنْ حَالِهِمْ وَمُدَّةٍ لِّبْنِهِمْ قَالَ قَابِلٌ مِنْهُمْ كَمْ لَبِیْتُمْ قَالُوْا لَبِیْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ لَّا نَنْهَمُ دَخَلُوْا الْكَهْفَ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَبُعِثُوْا عِنْدَ غُرُوْبِهَا فَظَنُّوْا اَنَّهُ غُرُوْبُ یَوْمٍ الدُّخُوْلِ ثُمَّ قَالُوْا

نصف القرآن بقدر اعتبار المعروف بالآثار النبوية والآثار  
الاولى والآخرى من النصف الاول

مُتَوَقِّفِينَ فِي ذَلِكَ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَيْسْتُمْ فَاِذْعَبُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ  
هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ يَقَالُ إِنَّهَا الْمُسَمَّاءُ الْآنَ طَرَسَ بَفَتْحِ الرَّاءِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَتَى طَعَامًا أَمْ طَعِمَ  
الْمَدِينَةَ أَحَلُّ فَلْيَا تَكُمُ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يَشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ۖ إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوا يُطْلَعُوا  
عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ يَقْتُلُوكُمْ بِالرَّجْمِ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذًا أَيَّ إِنْ عُدْتُمْ فِي مِلَّتِهِمْ  
أَبَدًا ۖ

**ترجمہ:** اور اگر آپ ان کو دیکھیں تو بیدار محسوس کریں یعنی بیدار سمجھیں گے اس لئے کہ آنکھیں ان کی کھلی ہوئی ہیں  
(ایضا) یقظ بکسر قاف کی جمع ہے حالانکہ وہ سور ہے ہیں رفود راقد جمع ہے اور ہم ان کو دائیں بائیں کروٹ بدلتے رہتے  
ہیں تاکہ زمین ان کے گوشت کو نہ کھا جائے اور ان کا کتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے یعنی غار کے صحن میں اور  
جب اصحاب کہف کروٹ لیتے ہیں تو وہ بھی کروٹ لیتا ہے، یعنی نیند اور بیداری میں وہ کتا انہیں کے مانند ہے اور اگر آپ ان کو  
جھانک کر دیکھیں تو وہاں سے اٹنے پاؤں بھاگ کھڑے ہوں اور آپ کے اوپر دہشت غالب آجائے (لملئت) لام کی تخفیف  
اور تشدید کے ساتھ ہے (رعبا) عین کے سکون اور ضمہ کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ نے رعب کے ذریعہ ان کی حفاظت فرمائی ہے تاکہ  
ان کے پاس کوئی داخل نہ ہو سکے اور اسی طرح یعنی جس طرح ہم نے ان کے ساتھ مذکورہ معاملات کئے اسی طرح ہم نے ان کو  
بیدار کر دیا تاکہ وہ اپنے احوال کے بارے میں اور غار میں قیام کی مدت کے بارے میں آپس میں پوچھتا چھ کریں ان میں سے  
ایک سوال کرنے والے نے سوال کیا کہ تم (غار میں) کتنی مدت ٹھہرے ہو گے، تو وہ کہنے لگے کہ ہم ایک دن یا اس سے بھی کم  
ٹھہرے ہوں گے اس لئے کہ وہ غار میں طلوع شمس کے وقت داخل ہوئے تھے، اور غروب کے وقت بیدار ہوئے تو وہ سمجھے کہ یہ  
دخول ہی کے دن کا غروب ہے، پھر کچھ غور کرنے کے بعد بولے تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے، اب کسی کو یہ چاندی کا روپیہ  
(سکہ) دیکر شہر بھیجو (بورقکم) میں راء کا سکون اور کسرہ دونوں درست ہیں، کہا جاتا ہے کہ اب اس شہر کو طرسوس فتحہ را کے ساتھ  
کہتے ہیں اور وہ اس بات کا خیال رکھے کہ کونسا کھانا ستھرا ہے یعنی شہر کا کونسا کھانا حلال ہے پھر اس میں وہ تمہارے لئے کچھ کھانا  
لے آئے اور اس کو چاہئے کہ بیدار مغزی سے کام لے اور ہرگز کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے اگر وہ تمہاری خبر پالیں گے تو یقیناً وہ  
تم کو یا تو سنگسار کر دیں گے یا اپنے دھرم میں واپس لے جائیں گے اور اس صورت میں تم ہرگز کامیاب نہ ہو گے، یعنی اگر تم ان  
کے دھرم میں واپس چلے گئے تو تم کبھی کامیاب نہ ہو گے۔

### تَحْقِيقُ تَرْكِيبِ تَسْمِيْلٍ وَتَفْسِيْرِي فَوَائِدِ

**قَوْلُهُ:** الوصيد دبليز، آستانہ، چھکٹ، شارح نے کشادہ جگہ یا صحن کے معنی مراد لئے ہیں، باسبط ذرا عیہ، حکایت حال  
ماضیہ ہے اس لئے کہ اسم فاعل اگر ماضی کے معنی میں ہو تو عمل نہیں کرتا، بالوصيد۔ باسسط سے متعلق ہے اور ذرا عیہ۔

باسط کا مفعول بہ ہے فرار۔ ولیت کا مفعول بغیر لفظ ہے نیز ولیت سے حال اور مفعول نہ بھی ہو سکتا ہے رعبا ای خوفاً تمیز کی وجہ سے منصوب ہے یا پھر ولیت کا مفعول ثانی ہے کما فعلنا کے اضافہ کا مقصد كذلك کے مرجع کو ظاہر کرنا ہے۔  
**قَوْلُهُ**: بعثنا کی تفسیر ایقظنا سے تعین معنی کے لئے ہے اس لئے کہ بعثنا مختلف معنی میں مستعمل ہے یہاں بیدار ہونے کے معنی مراد ہیں لیتساءلوا میں لام عاقبتہ یا سببیتہ کا ہے کم ظرفیت کی وجہ سے محلاً منصوب ہے اس کا میز محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے کم مدۃ لبثتم۔ قال قائل منهم؛ لیتساءلوا کا بیان ہے۔

**قَوْلُهُ**: ایہا ازکی، ایہا مرکب اضافی مبتداء ہے ازکی اس کی خبر ہے طعاماً تمیز ہے مضاف الیہ سے منقول ہے ای ازکی الطعام پھر جملہ ہو کر ینظر کا مفعول بہ ہے اور ایہا کی ضمیر کا مرجع الاطعمہ ہے جو کہ باہمی گفتگو کے وقت معبود فی الذہن ہے (دوسری ترکیب) ایہا میں ہا ضمیر کا مرجع مدینہ کو قرار دیا جائے اس صورت میں تقدیر عبارت یہ ہوگی ای ینظر ای اہلہا اطیب طعاماً شہر کے باشندوں میں سے کھانے کے معاملہ میں کون پاکیزہ لوگ ہیں۔ (فتح القدیر شوکانی)  
**قَوْلُهُ**: اذا کے بعد ان عدتم نکال کر اشارہ کر دیا کہ اذا متضمن بمعنی شرط ہے اور لن تفلحوا اس کا جواب ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

اور اگر آپ ﷺ یا کوئی بھی شخص ان کو دیکھتا تو بیدار محسوس کرتا حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے، کیونکہ اللہ نے اپنی قدرت سے ان کو نیند کے آثار و علامات سے محفوظ رکھا تھا، اور وہ اس نیند کی مدت میں ہر چھ ماہ میں کروٹ لیتے تھے، اسی طرح ان کا کتا جو کہ ان کے ساتھ آگیا تھا ہر چھ ماہ میں کروٹ بدلتا تھا، اور وہ دلہیز یا فناء غار میں ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا، اصحاب کہف کے خدا داد رعب و جلال کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی ان کو جھانک کر دیکھتا تو مارے خوف کے ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا اور اس کے اندر دہشت سما جاتی، اور یہ تمام سامان حق تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لئے جمع کر دیئے تھے۔

**قَائِلُهُ**: حدیث کی رو سے بلا ضرورت کتا پالنا ممنوع ہے، البتہ ضرورت مثلاً شکار کے لئے یا گھر اور جانوروں کی حفاظت کے لئے کتا پالا جا سکتا ہے ورنہ اس کے ثواب میں دو قیراط یومیہ کمی ہو جائے گی، اصحاب کہف کا کتا از خود ساتھ ہو گیا تھا، یا ہو سکتا ہے اصحاب کہف کی شریعت میں مطلقاً کتا پالنا ناجائز ہو۔

وَكَذَلِكَ كَمَا بَعَثْنَاهُمْ اَعْتَرْنَا اِطْلَعْنَا عَلَيْهِمْ قَوْمُهُمْ وَالْمُؤْمِنِينَ لِيَعْلَمُوا اِى قَوْمُهُمْ اَنْ وَعَدَ اللّٰهُ بِالْبُعْثِ حَقٌّ بِطَرِيقٍ اَنْ الْقَادِرُ عَلَى اِنَامَتِهِمْ الْمُدَّةَ الطَّوِيلَةَ وَابْقَائِهِمْ عَلَى حَالِهِمْ بِلا غِذَاءٍ قَادِرٌ عَلَى اَحْيَاءِ الْمَوْتَى وَاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ شَكٍّ فِيهَا اِذْ مَعْمُولٌ لَا غَرْزَنَا يَتَنَازَعُونَ اِى الْمُؤْمِنُونَ وَالْكَافِرُ بَيْنَهُمْ اَمْرُهُمْ اَمْرُ الْفِتْيَةِ فِى الْبِنَاءِ حَوْلَهُمْ فَقَالُوا اِى الْكُفَّارِ اَبْنُو عَلَيْهِمْ اِى حَوْلَهُمْ بُنْيَانًا يَسْتُرُهُمْ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ عَلَبُوا عَلَى اَمْرِهِمْ اَمْرُ الْفِتْيَةِ وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ حَوْلَهُمْ

مَسْجِدًا ۞ يُصَلِّي فِيهِ وَفَعَلَ ذَلِكَ عَلَى بَابِ الْكَهْفِ سَيَقُولُونَ اَيَ الْمَتَنَازِعُونَ فِي عَدَدِ الْفِتْيَةِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَ يَقُولُ بَعْضُهُمْ هُمْ ثَلَاثَةٌ رَابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ اَيَ بَعْضُهُمْ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ وَالْقَوْلَانِ لِنَصَارَى نَجْرَانَ جَمًّا بِالْغَيْبِ اَيَ ظَنَّا فِي الْغَيْبَةِ عَنْهُمْ وَهُوَ رَاجِعٌ اِلَى الْقَوْلَيْنِ مَعًا وَنَضْبُهُ عَلَى الْمَفْعُولِ لَهُ اَيَ لِظَنِّهِمْ ذَلِكَ وَيَقُولُونَ اَيَ الْمُؤْمِنُونَ سَبْعَةٌ وَثَمَانِيَةٌ كَلْبُهُمْ الْجُمْلَةُ مِنْ مُبْتَدَأٍ وَخَبَرٍ صِفَةُ سَبْعَةٍ بِزِيَادَةِ الْوَاوِ وَقِيلَ تَاكِيدٌ اَوْ دَلَالَةٌ عَلَى لُصُوقِ الصِّفَةِ بِالْمَوْصُوفِ وَوَصَفُ الْاَوَّلَيْنِ بِالرَّجْمِ دُونَ الثَّلَاثِ يَدُلُّ عَلَى اَنَّهُ مَرْضِيٌّ وَصَحِيحٌ قُلْ رَبِّي اَعْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمُهُمُ الْاَقْلِيلُ ۞ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اَنَا مِنَ الْقَلِيلِ وَذَكَرَ هُمْ سَبْعَةٌ فَلَا تَمَارِ تَجَادَلْ فِيهِمْ اَلْاِمْرَاءُ ظَاهِرًا بِمَا اُنْزِلَ عَلَيْكَ وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ تَطْلُبُ الْفِتْيَا مِنْهُمْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ الْيَهُودِ اَحَدًا ۞ وَسَأَلَهُ اَهْلُ مَكَّةَ عَنْ خَبَرِ اَهْلِ الْكَهْفِ فَقَالَ اَخْبِرْكُمْ بِهِ غَدًا وَلَمْ يَقُلْ اِنْ شَاءَ اللَّهُ فَنَزَلَ وَلَا تَقُولَنَّ لَشَيْءٍ اَيَ لَا جِلَّ شَيْءٍ اِلَيَّ فَاَعْلُ ذَلِكَ غَدًا ۞ اَيَ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ مِنَ الزَّمَانِ اِلَّا اَنْ يَشَاءَ اللَّهُ اَيَ اِلَّا مُتَلَبِّسًا بِمِثْلَةِ اللَّهِ بَانَ تَقُولُ اِنْ شَاءَ اللَّهُ وَاذْكُرْ رَبَّكَ اَيَ مِثْلِيَّتَهُ مُعَلِّقًا بِهَا اِذَا نَسِيتَ التَّعْلِيْقَ بِهَا وَيَكُونُ ذِكْرُهَا بَعْدَ النِّسْيَانِ كَذِكْرِهَا مَعَ الْقَوْلِ قَالَ الْحَسَنُ وَغَيْرُهُ مَا دَامَ فِي الْمَجْلِسِ وَقُلْ عَسَى اَنْ يَهْدِيَنَّ رَبِّي لِاَقْرَبَ مِنْ هَذَا مِنْ خَبَرِ اَهْلِ الْكَهْفِ فِي الدَّلَالَةِ عَلَى نُبُوَّتِي رَشْدًا ۞ هِدَايَةٌ وَقَدْ فَعَلَ اللَّهُ تَعَالَى ذَلِكَ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ بِالتَّنْوِينِ سِنِينَ عَطْفٌ بَيَانٍ لثَلَاثَ مِائَةٍ وَهَذِهِ السِّنُّونَ الثَّلَاثُ مِائَةُ عِنْدَ اَهْلِ الْكِتَابِ شَمْسِيَّةٌ وَتَزِيدُ الْقَمَرِيَّةُ عَلَيْهَا عِنْدَ الْعَرَبِ تِسْعَ سِنِينَ وَقَدْ ذَكَرْتُ فِي قَوْلِهِ وَاَزْدَادُوا تِسْعًا ۞ اَيَ تِسْعَ سِنِينَ فَالْثَلَاثُ مِائَةُ الشَّمْسِيَّةُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَتِسْعَ قَمَرِيَّةٍ قُلْ اللَّهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۞ بِمَنْ اِخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُوَ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ اَيَ عِلْمُهُ اَنْصَرِفِهِ اَيَ بِاللَّهِ هِيَ صِبْغَةٌ تَعَجُّبٌ وَاسْتَعْجَابٌ بِهِ كَذَلِكَ بِمَعْنَى مَا ابْصَرَهُ وَمَا اَسْمَعَهُ وَهُمَا عَلَى جِهَةِ الْمَجَازِ وَالْمُرَادُ اَنَّهُ تَعَالَى لَا يَغِيبُ عَنْ بَصَرِهِ وَاسْمَعِهِ شَيْءٌ مَا لَهُمْ لِاَهْلِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ مِنْ دُونِهِمْ مِنْ وَلِيٍّ نَاصِرٍ وَلَا يَشْرِكُ فِي حُكْمِهِ اَحَدًا ۞ لَانَّهُ غَيْبٌ عَنِ الشَّرِيكِ.

**تَرْجُمَہ:** اور ہم نے اسی طرح جس طرح کہ ان کو بیدار کیا، ان کے حالات پر ان کی قوم کو اور مومنین کو مطلع کر دیا تاکہ ان کی قوم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کا بعث بعد الموت کا وعدہ حق ہے، اس طریقہ پر کہ جو ذات اصحاب کہف کو ایک طویل زمانہ تک سلائے اور ان کو بغیر غذا کے اپنے حال پر باقی رکھنے پر قادر ہے وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اور یہ کہ قیامت میں کوئی شک نہیں ہے اذ، اعترنا کا معمول ہے اور جبکہ مومنین اور کفار آپس میں ان نوجوانوں کے لئے (یادگار کے طور پر)

عمارت کے بنانے میں اختلاف کر رہے تھے، چنانچہ کفار نے کہا ان کے ارد گرد کوئی یادگاری عمارت بنا دو کہ جو ان کو مستور کر دے ان کا رب ان کے احوال سے خوب واقف ہے (آخر کار) ان لوگوں نے جو ان نوجوانوں کے معاملہ میں غالب رہے اور وہ مومنین تھے کہا ہم تو ان کے قریب ایک مسجد تعمیر کرائیں گے تاکہ اس میں نماز پڑھی جائے، چنانچہ غار کے دہانے پر مسجد بنوادی گئی، نوجوانوں کی تعداد کے بارے میں اختلاف کرنے والوں کا قصہ جب آپ کے زمانہ میں (لوگوں) کو سنایا جائے گا تو ان میں سے بعض لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض کہیں گے پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا اور یہ دونوں قول نجران کے نصاریٰ کے ہیں اور یہ لوگ بلا تحقیق اٹکل سے ہانک رہے ہیں (یعنی) ان کے بارے میں اندازے سے کہہ رہے ہیں اور جما بالغیب کا تعلق مذکورہ دونوں قولوں سے ہے، اور جما کا نصب مفعول لہ ہونے کی وجہ سے ای لظہم ذالک اور مومن کہیں گے سات تھے آٹھواں ان کا کتا تھا جملہ مبتداء اور خبر سے مل کر واؤ کی زیادتی کے ساتھ سبعة کی (بلا لحاظ تاکید) صفت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ واؤ زائد ہے تاکید کی معنی کے ساتھ، صفت کے موصوف کے ساتھ لاحق ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اول دونوں قولوں کا رجم بالغیب کے ساتھ متصف ہونا نہ کہ تیسرے کا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تیسرا قول ہی پسندیدہ اور صحیح ہے (تاکید اور دلالة میں او بمعنی مع ہے) آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کی تعداد کو بخوبی جانتا ہے اور ان کی صحیح تعداد بہت کم لوگ جانتے ہیں، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں ان لوگوں میں سے ہوں اور فرمایا کہ وہ سات ہیں لہذا آپ اس معاملہ میں مجزئہ سہری بحث کے زیادہ بحث نہ کیجئے جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور آپ اصحاب کہف کے معاملہ میں ان میں سے کسی سے یعنی اہل کتاب سے کچھ معلوم نہ کیجئے اور اہل مکہ نے اصحاب کہف کے بارے میں آپ ﷺ سے سوال کیا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا اس کے بارے میں کل جواب دوں گا مگر آپ ﷺ نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا تو اس بارے میں آئندہ آیات نازل ہوں گی اور آپ کسی کام کی نسبت ہر گز یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کر دوں گا یعنی زمانہ آئندہ میں کسی بھی کام کے بارے میں (نہ کہا کریں کہ کل کر دوں گا) مگر یہ کہ آپ انشاء اللہ کہہ لیا کریں یعنی انشاء اللہ کہتے ہوئے اللہ کی مشیت کو شامل فرما لیا کریں اور اگر آپ انشاء اللہ کہنا بھول جائیں تو آپ اپنے رب کو یعنی اس کی مشیت کو یاد کر لیا کریں اس طریقہ پر کہ وعدہ کو مشیت سے معلق کر دیا کریں اور نسیان کے بعد یہ انشاء اللہ کہہ لینا اس کے بروقت (انشاء اللہ) کہنے کے مانند ہوگا، حضرت حسن وغیرہ نے فرمایا کہ یہ اس وقت صحیح ہوگا کہ (قائل) اسی مجلس میں موجود ہو (یعنی مجلس نہ بدلی ہو) اور آپ کہہ دیں کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا پروردگار اس سے بھی زیادہ (نبوت پر دلالت کرنے والی) دلیل کی طرف میری رہنمائی فرمائے گا، یعنی اصحاب کہف کی خبر سے بھی زیادہ میری نبوت پر دلالت کرنے والی اور اللہ تعالیٰ نے ایسا کر (بھی) دیا اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو برس ٹھہرے، مائۃ تنوین کے ساتھ ہے سنین، ثلاث مائۃ کا بیان ہے اور یہ تین سو سال اہل کتاب کے نزدیک شمسی حساب سے ہیں اور قمری حساب سے عرب کے نزدیک تین سو پر نو سال اور مزید ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قول و اذدادوا تسعا میں ذکر کئے گئے

ہیں لہذا تین سو سال شمسی حساب سے ہیں اور تین سو نو سال قمری حساب سے ہیں آپ فرمادیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے قیام کی مدت کو خوب جانتا ہے یعنی ان لوگوں سے جو ان کی تعداد میں اختلاف کر رہے ہیں، اس کا ذکر سابق میں ہو چکا ہے اسی کو آسمانوں اور زمین کے پوشیدہ راز معلوم ہیں وہ ان مغیبات کے علم کو کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ جاننے والا ہے ابصر بہ ای باللہ (بہ میں بافاعل پر داخل ہے) یہ صیغہ تعجب ہے اور اسمع بہ بھی صیغہ تعجب ہے اور معنی میں ما ابصرہ اور ما اسمعہ کے ہے اور ان دونوں صیغوں کا استعمال باری تعالیٰ کے لئے بطور مجاز ہے اور مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سمع و بصر (یعنی علم ازلی) سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے اور لوگوں کے لئے یعنی اهل الارض والسماء کے لئے اس کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے اس لئے وہ شریک سے مستغنی ہے۔

## تَحْقِيقُ تَرْكِيبِ تَسْبِيْلٍ وَتَفْسِيْرِي فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: اعثرنا، اعثارا (افعال) واقف کرنا، مطلع کرنا۔

قَوْلُهُ: قومهم والمؤمنون یہ اعثرنا کا مفعول بہ محذوف ہے۔

قَوْلُهُ: ليعلموا اعثرنا کے متعلق ہے وان الساعة کا عطف، ان وعد اللہ پر ہے۔

قَوْلُهُ: يسترهم جملہ ہو کر بنیانا کی صفت ہے ثلثة هم مبتداء محذوف کی خبر ہے، کما اشار الیہ الشارح۔

قَوْلُهُ: رابعهم کلبہم مبتداء خبر سے مل کر ثلثة کی صفت ہے ایسی ہی ترکیب بعد میں آنے والے دونوں جملوں میں ہوگی۔

قَوْلُهُ: رجما بالغیب، یرمون کا مفعول مطلق ہے ای یرمون رمیا حال بھی ہو سکتا ہے ای راجمین بالغیب۔

قَوْلُهُ: رابعهم کلبہم حال ہونے کی وجہ سے محلا منصوب ہے ای حال کون کلبہم جاعلہم اربعة بانضمامہ الیہم و ثامنہم واو زائدہ ہے تاکیدی معنی کا لحاظ کئے بغیر، یا تاکیدی معنی کا لحاظ کرتے ہوئے، یعنی اتصاف موصوف بالصفة کی تاکید کے لئے یعنی دلالت کے لئے ہے، اس لئے کہ موصوف جب صفت کے ساتھ متصف ہوگا تو موصوف کا وجود لازمی ہوگا کیونکہ صفت موصوف کے بغیر موجود نہیں ہو سکتی، مطلب یہ ہوا کہ اصحاب کہف کتے کے ساتھ مل کر آٹھ ہو گئے یعنی وہ سات تھے کتا آٹھواں ہوا۔

قَوْلُهُ: او دلالة میں او عاطفہ تفسیریہ (بمعنی) ای ہے، یعنی تاکید بمعنی دلالة ہے تاکیدی معنی دلالة علی لصوق الصفة بالموصوف پر دلالت کرنے کے لئے (لہذا یہ دو قول ہوئے)۔

قَوْلُهُ: ربی اعلم یہ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔

قَوْلُهُ: فی الدلالة، اقرب سے متعلق ہے رشدا، لیہدین کا مفعول مطلق بغیر لفظ ہے اور اقرب سے تیز واقع ہونا بھی

صحیح ہے ای لا قرب ہدایۃ من ہذا مائۃ، ثلث کی تمیز ہے اور سنین مائۃ کا عطف بیان یا بدل ہے اس لئے کہ مائۃ کی تمیز عام طور پر مفرد مجرور ہوتی ہے ایک قراءت میں مائۃ سنین اضافت کے ساتھ ہے اس صورت میں سنین، مائۃ کی تمیز ہوگی اور جمع محل میں مفرد کے ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول بالآخرین اعمالا میں ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

ان آیات پر اصحاب کہف کا قصہ ختم ہو رہا ہے ان آیات میں پانچ باتیں بتائی گئی ہیں جو اختصار کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

- ① عرصہ دراز کے بعد اصحاب کہف کے بیدار ہونے میں اور لوگوں کو ان کا حال معلوم ہونے میں کیا حکمت تھی؟
- ② لوگوں میں اصحاب کہف کے بارے میں بعض باتوں میں اختلاف رونما ہوا ایک فریق غار پر ایک یادگاری عمارت بنانا چاہتا تھا اور دوسرا مسجد، دوسرا فریق غالب آیا اور مسجد تعمیر کر دی گئی۔
- ③ اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں اختلاف رونما ہوا، اس سلسلہ میں مختلف اقوال ذکر کر کے صحیح تعداد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

④ آخر میں یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ اصحاب کہف کا جس قدر واقعہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے اسی پر اکتفا کیا جائے، مزید بحث نہ کی جائے، نیز اس سلسلہ میں دوسروں سے قطعاً معلومات حاصل نہ کی جائیں اور اگر ان کی کوئی بات آئندہ بتانے کا وعدہ کیا جائے تو انشاء اللہ کہہ لیا جائے۔

⑤ اصحاب کہف کتنی مدت تک سوتے رہے؟

و كذلك اعثرنا عليهم یعنی جس طرح ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے اصحاب کہف کو سا لہا سال سلا یا اور بیدار کیا اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حالات سے مطلع بھی کر دیا۔

اصحاب کہف کو سا لہا سال تک سلا نے اور پھر بیدار کرنے میں حکمت کیا تھی؟

اصحاب کہف کا راز اہل شہر پر اس لئے منکشف کیا گیا تھا کہ ان کا عقیدہ آخرت مضبوط ہو اور یقین آجائے کہ مرنے کے بعد قیامت کے روز سب کو دوبارہ زندہ ہونا ہے۔

## اصحاب کہف کا بیدار ہونا:

تفسیر قرطبی میں اس کا مختصر قصہ اس طرح لکھا ہے: جس بادشاہ کے عہد میں اصحاب کہف شہر سے نکلے تھے اس کا نام دقیقانوس تھا اور ظالم اور مشرک تھا وہ مرچکا تھا اور اس پر صدیاں گزر گئی تھیں اور جس زمانہ میں اصحاب کہف بیدار ہوئے تھے شہر پر اہل حق کا

قبضہ تھا اور ان کا بادشاہ ایک نیک صالح آدمی تھا جس کا نام بید و سیس تھا (مظہری) قیامت کے بارے میں اور مردوں کو زندہ ہونے کے بارے میں شدید اختلاف چل رہا تھا ایک فرقہ اس بات کا قطعاً منکر تھا کہ جسم کے گلے سڑنے اور ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہو جائے گا، بادشاہ ان گمراہ لوگوں کے بارے میں بہت فکر مند تھا کہ کس طرح ان کے شکوک و شبہات دور کئے جائیں جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اس نے ٹاٹ کے کپڑے پہن کر اور راکھ کے ڈھیر پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ التجاء کی کہ خدایا آپ ہی کوئی ایسی صورت پیدا فرمادیں کہ ان لوگوں کا عقیدہ درست ہو جائے اور یہ راہ راست پر آجائیں۔

اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ اصحاب کہف بیدار ہوئے، بیدار ہونے کے بعد ان میں یہ بحث چھڑ گئی کہ ہم کتنی مدت سوئے ہیں؟ کوئی کہتا تھا کہ ایک دن سوئے ہوں گے دوسرا کہتا ایک دن سے بھی کم سوئے ہوں گے، بحث نے جب طول پکڑا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا اس فضول بحث کو چھوڑو اور کام کی بات کرو بھوک لگ رہی ہے لہذا کچھ کھانے پینے کی بات کرو، چنانچہ انہوں نے اپنے ایک شخص کو جس کا نام تملیخا بتایا جاتا ہے بازار میں کھانا لانے کے لئے بھیج دیا، اور یہ تاکید کر دی کہ ہوشیاری اور بیدار مغزی سے کام لے، اور کسی کو ہماری خبر نہ ہونے دے اور اس بات کا بھی خیال رکھے کہ کھانا حلال اور پاکیزہ ہو اس لئے کہ اہل شہر کی اکثریت بت پرستوں کی ہے ایسا نہ ہو کہ غیر شرعی طور پر ذبح کیا ہو، چنانچہ تملیخا نے ایک دوکان سے کھانا خرید کر تین سو سال پہلے کا سکہ نکال کر دکاندار کو دیا تو دکاندار حیران رہ گیا کہ یہ سکہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ بازار کے دیگر دکانداروں کو بھی دکھلایا سب نے یہ کہا کہ اس شخص کو کہیں سے پرانا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے، اس شخص نے انکار کر کیا کہ مجھے کوئی خزانہ نہیں ملا بلکہ یہ روپیہ میرا ہے، بات بڑھ گئی بازار والوں نے اس کو بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا، یہ بادشاہ جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ نیک صالح اور اللہ والا تھا اور اس نے سلطنت کے خزانہ میں وہ تختی بھی دیکھی تھی کہ جس میں اصحاب کہف کے نام اور ان کے فرار ہونے کا واقعہ لکھا ہوا تھا بادشاہ نے اس تختی کی روشنی میں حالات کی تحقیق کی تو اس کو اطمینان ہو گیا کہ یہ انہی لوگوں میں سے ہے، بادشاہ نے کہا میں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ مجھے ان لوگوں سے ملا دے جو دقیانوس کے زمانہ میں اپنا ایمان بچا کر بھاگے تھے، بادشاہ اس سے بہت خوش ہوا اور کہا شاید اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی ہے، اور اس شخص سے کہا کہ ہم کو اس غار پر لے چلو جہاں سے تم آئے ہو، بادشاہ ایک بڑے مجمع کے ساتھ غار پر پہنچا اور جب غار قریب آیا تو تملیخا نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہریں میں جا کر اپنے ساتھیوں کو حقیقت حال سے باخبر کر دوں تا کہ وہ گھبرانے لگیں، اس کے بعد روایات میں اختلاف ہے، ایک روایت میں یہ ہے کہ تملیخا نے غار میں جا کر ساتھیوں کو تمام حالات سنائے کہ اب بادشاہ مسلمان ہے اور قوم بھی مسلمان ہے وہ سب ملاقات کے لئے آئے ہیں، اصحاب کہف اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور بادشاہ کا استقبال کیا پھر وہ اپنے غار میں واپس چلے گئے، اکثر روایات میں ہے کہ جس وقت اس ساتھی نے غار میں پہنچ کر باقی حضرات کو یہ پورا واقعہ سنایا اسی وقت سب کی وفات ہو گئی بادشاہ سے ملاقات نہ ہو سکی، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ملاقات کے بعد اصحاب کہف نے بادشاہ اور اہل شہر سے کہا اب ہم آپ سے رخصت چاہتے ہیں اور غار کے اندر چلے گئے اسی وقت اللہ نے ان کو وفات دے دی۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔



بہر حال جب اہل شہر کے سامنے قدرت الہی کا یہ عجیب واقعہ ظاہر ہو گیا تو سب کو یقین ہو گیا کہ جس ذات کی قدرت میں یہ داخل ہے کہ تین سو سال تک انسانوں کو بغیر غذا اور دیگر سامان زندگی کے زندہ رکھ سکتا ہے اور طویل عرصہ تک سلائے کے بعد پھر صحیح سالم قوی اور تندرست اٹھا سکتا ہے تو اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ مرنے کے بعد بھی ان کو مع اجسام کے زندہ کر دے، اس واقعہ سے ان کے انکار کا سبب دور ہو گیا کہ حشر اجساد کو مستبعد اور خارج از قدرت سمجھتے تھے اب معلوم ہوا کہ مالک المملکت کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کرنا خود جہالت ہے، اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا لِيَعْلَمُوا أَن وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَن السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا۔

اس واقعہ کے بعد تمام شہر والے اصحاب کہف کی بزرگی اور تقدس کے قائل ہو گئے تھے، اب ان میں اس بات میں اختلاف ہوا کہ ان کی یادگار کے طور پر غار پر کیا بنایا جائے؟ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ غار کے پاس کوئی یادگاری عمارت تعمیر کر دی جائے کہ جو لوگوں کے لئے تفریح گاہ بھی ہو اور ان بزرگوں کے لئے یادگار بھی، اور کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ ایک مسجد تعمیر کر دی جائے تاکہ زائرین کے لئے سہولت ہو اور ان اہل اللہ کو اجر بھی پہنچے۔

مَسْئَلَةٌ: اگر کسی نیک آدمی کی قبر پر زائرین بکثرت آتے ہوں تو ان کے قیام اور نماز نیز دیگر سہولتوں کے لئے قریب میں مسجد بنانا جائز ہے بشرطیکہ وقف قبرستان میں نہ بنائی جائے اور جن احادیث میں انبیاء کی قبروں پر مسجد بنانے پر لعنت آئی ہے ان سے مراد خود قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ہے جو بالاتفاق شرک اور حرام ہے۔

مَسْئَلَةٌ: کسی مسجد کے پاس یا کسی مکان میں کسی کی تدفین جائز نہیں مردوں کی تدفین قبرستانوں ہی میں ہونی چاہئے، حدیث شریف میں ہے صَلُّوا فِي بَيْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا قُبُورًا (ترمذی شریف، ج ۱، ص ۶۰) یعنی اپنے گھروں میں نماز پڑھو، ان کو قبریں نہ بناؤ، آپ ﷺ کی تدفین جو مکان میں ہوئی یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

## اصحاب کہف کی تعداد کیا تھی؟

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ اصحاب کہف کی تعداد میں اختلاف کرنے والوں میں دو احتمال ہیں، اول یہ کہ یہ وہی لوگ ہوں جن کا اختلاف اصحاب کہف کے زمانہ میں ان کے نام و نسب کے بارے میں ہوا تھا جس کا ذکر اس سے پہلی آیت میں آیا ہے (کَمَا فِي الْبَحْرِ) اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ سَيَقُولُونَ کی ضمیر نصاریٰ نجران کی طرف راجع ہو جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں مناظرہ کیا تھا ان کے تین فرقے تھے ایک فرقہ ملائکہ کے نام سے موسوم تھا اس نے تعداد کے متعلق پہلا قول کیا یعنی تین کا عدد بتایا، اور دوسرا فرقہ یعقوبیہ تھا اس نے دوسرا قول یعنی پانچ ہونا بتایا، تیسرا فرقہ نسطوریہ تھا اس نے تیسرا قول یعنی سات ہونا اختیار کیا، بعض حضرات جن میں مفسر علام بھی شامل ہیں اس بات کے قائل ہیں کہ تیسرا قول مسلمانوں کا تھا اور پہلے دونوں نصاریٰ نجران کے، رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور قرآن کریم کے اشارہ سے تیسرے قول کا صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (بحر محیط)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں کہ جن کو اصحاب کہف کی صحیح تعداد معلوم ہے، اصحاب کہف سات تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دونوں قول رجسما بالغیب فرما کر رد کر دیئے ہیں اور تیسرے قول کی تردید نہیں فرمائی۔

وثامنہم کلبہم قرآن کریم نے اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں تین قول نقل کئے ہیں، پانچ، سات، اور ہر ایک کے بعد کتے کو شمار کیا گیا ہے لیکن پہلے دو قول میں ان کی تعداد اور کتے کے شمار میں واو عاطفہ نہیں لایا گیا، ثلثۃ رابعہم کلبہم، خمسۃ سادسہم کلبہم یہ دونوں قول بلا واو عاطفہ کے آئے ہیں اور تیسرا قول سبعة وثامنہم کلبہم واو کے ساتھ لایا گیا ہے، اس کی وجہ حضرات مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ عرب کے لوگوں میں عدد کی پہلی گرہ سات ہی ہوتی تھی، سات کے بعد جو عدد آئے وہ الگ شمار ہوتا تھا، قرآن کریم میں بھی اس کا استعمال متعدد جگہ ہوا ہے، کما فی قولہ تعالیٰ وفتح ابوابہا وقولہ تعالیٰ ثیبات و ابکارا، جیسا کہ آج کل نو کا عدد اسکے قائم مقام ہے کہ نو تک اکائی ہے اور دس سے دہائی شروع ہوتی ہے تو گویا کہ یہ دونوں الگ الگ عدد ہیں اس لئے تین سے سات تک واو عاطفہ کے ساتھ الگ کر کے بتلاتے تھے اور اسی لئے اس واو کو واو ثمان کا لقب دیا تھا یہ واو محض زائدہ بھی ہو سکتا ہے اور زائدہ مع التاکید بھی ہو سکتا ہے اس لئے کہ یہ واو الصاق موصوف بالصفۃ اور تاکید پر دلالت کرتا ہے بایں طور کہ جب کسی موصوف کو یقین کے ساتھ متصف بالصفۃ کیا جائے تو موصوف کا وجود یقینی ہوگا اس لئے کہ صفت موصوف کے بغیر موجود نہیں ہو سکتی ثامنہم یہ سبعة کی صفت ہے یعنی وہ سات کہ جن کو آٹھ کرنے والا کتا ہے یعنی اصحاب کہف سات ہیں اور ان کو آٹھ کرنے والا کتا ہے، ثامنہم کلبہم واو کے ساتھ مستقل جملہ کی صورت میں ذکر کرنا یہ عزم اور پختگی کو ظاہر کرتا ہے یعنی آٹھواں کتا ہونا یقینی ہے تو اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اصحاب کہف سات تھے، مفسر کے قول وقیل تاکید او دلالة علی لصوق الصفة بالموصوف میں او عاطفہ تفسیر یہ ہے یعنی معطوف علیہ اور معطوف کا مفہوم ایک ہی ہے۔

### اصحاب کہف کے اسماء:

کسی صحیح حدیث سے اصحاب کہف کے نام صحیح ثابت نہیں ہیں تفسیری اور تاریخی روایات میں نام مختلف بیان کئے گئے ہیں ان میں اقرب وہ روایت ہے جس کو طبرانی نے معجم اوسط میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:

- ① مکسلمینا ② تملیخا ③ مرطونس ④ سنونس ⑤ سارینوتس ⑥ ذونواس ⑦

کعسطیونس.

اسماء اصحاب کہف بعض حضرات نے یہ بتائے ہیں، جیسا کہ صاوی وحاشیہ علی الجلالین میں مذکور ہیں:

- ① مکسلمینا ② تملیخا ③ مرطونس ④ سنونس ⑤ سارینوتس ⑥ ذونواس ⑦

کعس ططیونس یہ آخری شخص چرواہا تھا جو کہ راستہ سے ساتھ ہو گیا تھا اس کے ساتھ ایک کتابھی تھا جس کا نام قلمبر بتایا گیا ہے، نیشاپوری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے حاشیہ جلالین پر اصحاب کہف کے نو فوائد درج کئے ہیں نیز حاشیہ صادی پر بھی درج ہیں ① طلب و ہرب (بھاگنے) کے لئے ② آگ بجھانے کے لئے، اگر کسی کا غزو غیرہ پر لکھ کر آگ میں ڈال دیا جائے تو اللہ کے حکم سے وہ آگ بجھ جائے گی، ③ بچوں کے رونے کے لئے اور ④ تیسرے دن کے بخار کے لئے اور ⑤ درد سر کے لئے دائیں بازو پر باندھیں، اور ⑥ ام صبیان اور ⑦ دریائی یا خشکی کے سفر اور مال و بھلوں کی حفاظت کے لئے اور ⑧ ترقی ذہن کے لئے اور ⑨ قتل سے نجات کے لئے۔ حاشیہ جلالین پر استعمال کی مندرجہ ذیل ترکیب لکھی ہے، بچہ کے رونے کے لئے تکیہ کے نیچے رکھا جائے اور کھیتی کی حفاظت کے لئے کسی کا غزو غیرہ پر لکھ کر کھیت کے درمیان کسی اونچی لکڑی پر آویزاں کر دیا جائے، شدید درد، تیسرے دن کے بخار سر کے درد اور حاکم یا سلاطین کے پاس جانے کے وقت دائیں ران پر باندھا جائے اور سر ولادت کے لئے بائیں ران پر باندھا جائے۔

فلا تسمار فیہم الا مراء ظاہرا الخ آپ ﷺ کو اور امت کو ان دونوں جملوں سے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جب کسی مسئلہ میں اختلاف پیش آئے تو جس قدر ضروری بات ہے اس کو واضح کر کے بیان کر دیا جائے اس کے بعد بھی لوگ غیر ضروری بحث میں الجھیں تو ان کے ساتھ سرسری گفتگو کر کے بات ختم کر دی جائے اپنے دعویٰ کے اثبات اور ان کی بات کی تردید میں بہت زور لگانے سے گریز کیا جائے اور وقت کو ضائع نہ کیا جائے، اس لئے کہ اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوگا، اس سے باہم تلخی پیدا ہونے کا بھی خطرہ ہے، دوسرے جملہ میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وحی الہی کے ذریعہ قصہ اصحاب کہف کی جتنی معلومات آپ کو دیدی گئی ہیں ان پر قناعت فرمائیں کہ وہ بالکل کافی ہیں زائد کی تحقیق اور لوگوں سے سوال وغیرہ کے چکر میں نہ پڑیں۔

قوله تعالى ولا تقولن لشائ الخ ای لاجل شی تعزم علیہ فیما یستقبل من الزمان، فعبر بالغد، لاجل شی کے اضافہ کا مقصد یہ ہے کہ کہیں مخاطب غذا سے محض غد ہی نہ سمجھ لے جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو جائے کہ بعد الغد کے لئے بغیر انشاء اللہ کے کہہ سکتا ہے، لاجل شی کا مطلب ہے لمدت شی فی المستقبل۔

اگر لوگ آپ سے کوئی بات قابل جواب دریافت کریں اور آپ جواب کا وعدہ فرمائیں تو اس کے ساتھ انشاء اللہ یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ ضرور ملا لیا کریں اور وعدہ کی بھی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر کام میں اس کا لحاظ رکھئے، تاکہ آئندہ ایسا نہ ہو جیسا اس واقعہ میں پیش آیا کہ آپ سے لوگوں نے روح اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے بغیر انشاء اللہ کے ان سے کل جواب دینے کا وعدہ کر لیا پھر پندرہ روز تک وحی نازل نہیں ہوئی اور آپ کو بڑا غم ہوا، اس ہدایت اور تنبیہ کے ساتھ لوگوں کے سوالوں کا جواب بھی نازل ہوا۔

(کذا فی اللباب عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

اور اگر آپ اتفاقاً انشاء اللہ کہنا بھول جائیں پھر کبھی یاد آئے تو اس وقت انشاء اللہ کہہ کر اپنے رب کو یاد کر لیا کیجئے، اور ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھ کو نبوت کی دلیل بننے کے اعتبار سے اس واقعہ سے بھی نزدیک (واضح تر) بات بتلا دے، مطلب یہ ہے کہ تم نے میری نبوت کا امتحان لینے کے لئے اصحاب کہف وغیرہ کے قصے دریافت کئے جو اللہ

تعالیٰ نے بذریعہ وحی مجھے بتلا کر تمہارا اطمینان کر دیا مگر اصل بات یہ ہے کہ ان قصوں کے سوال و جواب اثبات نبوت کے لئے کوئی بہت بڑی دلیل نہیں ہو سکتی یہ کام تو غیر نبی بھی جو تاریخ عالم سے بخوبی واقف ہو کر سکتا ہے، مگر مجھے تو اللہ تعالیٰ نے میری نبوت کے اثبات کے لئے اس سے بڑے اور قطعی دلائل اور معجزات عطا فرمائے ہیں جن میں سب سے بڑی دلیل خود قرآن ہے جس کی ایک آیت کی بھی ساری دنیا مل کر نقل نہ لاسکی، اس کے علاوہ حضرت آدم سے لیکر قیامت تک کے وہ واقعات بذریعہ وحی مجھے بتلا دئے گئے جو زمانہ کے اعتبار سے بھی بہ نسبت واقعہ اصحاب کہف اور واقعہ ذوالقرنین سے زیادہ بعید ہیں اور ان کا علم بھی کسی کو بجز وحی کے ممکن نہیں، خلاصہ یہ کہ تم نے تو اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے واقعات کو سب سے زیادہ عجیب عجیب سمجھ کر اسی کو امتحان نبوت کے طور پر پیش کیا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بھی زیادہ عجیب عجیب چیزوں کے علوم عطا فرمائے ہیں، اور جیسا اختلاف اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں ہے ایسا ہی اختلاف ان کے سونے کی مدت میں بھی ہے ہم اس میں صحیح بات بتلاتے ہیں:

### اصحاب کہف کے غار میں سونے کی مدت:

ولبشوا فی کھفہم ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعا اصحاب کہف غار میں تین سو سال مزید براں نو سال رہے، قرآن کے ظاہر نسق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب کہف کے تین سو سال سونے کی مدت کا بیان حق تعالیٰ کی طرف سے ہے، ابن کثیر نے اسی کو جمہور سلف و خلف کا قول قرار دیا ہے، مگر حضرت ابو قتادہ وغیرہ سے اس میں ایک دوسرا قول یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ یہ تین سو نو سال کا قول بھی انہیں اختلاف کرنے والوں میں سے بعض کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول صرف وہ ہے جو بعد میں فرمایا یعنی (اللہ اعلم بما لبشوا) مگر جمہور مفسرین نے فرمایا کہ یہ دونوں جملے حق تعالیٰ کا کلام ہیں پہلے میں حقیقت واقعہ کا بیان ہے اور دوسرے میں اس سے اختلاف کرنے والوں کو تنبیہ ہے کہ جب اللہ کی طرف سے مدت کا بیان آگیا تو اب اس کو تسلیم کرنا لازم ہے وہی جاننے والا ہے محض تخمینوں اور اندازوں سے اس کی حفاظت بے عقلی ہے۔

### ایک سوال:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے بیان مدت میں پہلے تین سو سال بیان کئے اس کے بعد فرمایا ان تین سو پر نو اور زیادہ ہو گئے عام دستور کے مطابق پہلے ہی سے تین سو نو نہیں فرمایا، اس کا جواب حضرات مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں چونکہ شمسی سال کا رواج تھا اس حساب سے تین سو سال ہی ہوئے ہیں اور اسلام میں قمری سال کا دستور ہے اور قمری سال سے ایک سال میں دس دن اور ہر تین سال میں ایک ماہ اور ہر چھتیس سال میں ایک سال کا اضافہ ہو جاتا ہے، اس حساب سے ہر سو سال میں تقریباً تین سال کا اضافہ ہو جاتا ہے، اس حساب سے تین سو سال شمسی کے تقریباً ۳۰۹ سال قمری ہوں گے، یہ حساب تقریبی ہے یعنی کسر کو ترک کر دیا گیا ہے اس لئے کہ بڑی گنتی میں عام طور پر کسر کو چھوڑ دیتے

ہیں، شمسی اور قمری حسابوں میں امتیاز بتانے کے لئے تعبیر کا مذکورہ عنوان اختیار کیا گیا ہے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان القرآن میں تفسیر حقانی کے حوالہ سے اصحاب کہف کا مقام اور مقام کی تاریخی تحقیق یہ نقل کی ہے کہ یہ ظالم بادشاہ کہ جس کے خوف سے بھاگ کر اصحاب کہف نے غار میں پناہ لی تھی اس کا زمانہ ۲۵۰ء تھا پھر تین سو سال تک یہ لوگ سوتے رہے تو مجموعہ ۵۵۰ ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارک ۵۷۰ء میں ہوئی اس لئے حضور ﷺ کی ولادت سے بیس سال پہلے ان کے بیدار ہونے کا یہ واقعہ پیش آیا اور تفسیر حقانی میں بھی انکا شہر افسوس یا طرسوس کو قرار دیا ہے جو ایشائے کوچک میں واقع ہے اب بھی اس کے کھنڈرات موجود ہیں۔

وَأَمَّا مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبْدِلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَنْ يَجْعَلَ مِنْ دُونِهِ مَلْجَأًا ۖ وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ  
إِحْسِبَهَا مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ بَعَادَتَهُمْ وَجْهَهُ تَعَالَىٰ لَا شَيْئًا مِنْ  
أَغْرَاضِ الدُّنْيَا وَهُمْ الْفُقَرَاءُ وَلَا تَعُدْ تَنْصُرُكَ عَيْنُكَ عَنْهُمْ غَيْرَ بِهِمَا عَنْ صَاحِبِهَا  
تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِيعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا ۖ اِی الْقُرْآنِ وَهُوَ عُيَيْنَةُ بَنِ حِصْنِ وَاصْحَابِهِ  
وَاتَّبِعْ هَوَاهُ فِي الشِّرْكِ وَكَانَ أَمْرُهُ قُرْطًا ۖ إِسْرَافًا وَقُلْ لَهُ وَلَا صَاحِبَهُ هَذَا الْقُرْآنُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ  
فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمَرْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفَرْ تَهْدِيدٌ لَهُمْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ ۖ اِی الْكَافِرِينَ  
نَارًا ۖ أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۖ مَا أَحَاطَ بِهَا ۖ وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ كَعَكْرِ الزَّيْتِ يَشْوِي الْوُجُوهُ  
مِنْ حَرِّهِ إِذَا قَرَّبَ إِلَيْهَا بِئْسَ الشَّرَابُ ۖ هُوَ وَسَاءَتْ ۖ اِی النَّارُ مُرْتَفَقًا ۖ تَمِيزُ مَنْقُولٍ مِنَ الْفَاعِلِ ۖ اِی قَبْحِ  
مُرْتَفَقِهَا وَهُوَ مُقَابِلُ لِقَوْلِهِ الْآتِي فِي الْجَنَّةِ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۖ وَالْأَفْأَىٰ ۖ اِرْتِفَاقٍ فِي النَّارِ  
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۖ الْجُمْلَةُ خَبَرٌ ۖ اِی الَّذِينَ وَفِيهَا إِقَامَةُ الظَّاهِرِ  
مَقَامِ الْمَظْمُورِ وَالْمَعْنَىٰ أَجْرُهُمْ أَنْ يُثَبِّتَهُمْ بِمَا تَضَمَّنَهُ ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ ۖ اِی إِقَامَةِ  
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ قِيلَ مِنْ زَائِدَةٍ وَقِيلَ لِلتَّبَعِيضِ وَهِيَ جَمْعُ أَسْوَدَةٍ  
كَأَحْمَرَةٍ جَمْعُ سِوَارٍ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ ۖ مَا رَقٌّ ۖ بِنِ الدِّيْبَاجِ ۖ وَاسْتَبْرَقٍ ۖ مَا غُلْظَ مِنْهُ  
وَفِي آيَةِ الرَّحْمَنِ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۖ مُتَكَبِّرِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرْكَانِ ۖ جَمْعُ أَرْيَكَةٍ وَهِيَ السَّرِيرُ فِي الْحَجَلَةِ وَهِيَ  
بَيْتٌ يُزَيَّنُ بِالثِّيَابِ وَالسُّتُورِ لِلْعُرُوسِ ۖ نِعْمَ الثَّوَابُ ۖ الْجَزَاءُ الْجَنَّةُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۖ

**ترجمہ:** اور آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعہ آئی ہے آپ اس کو تلاوت کیا کیجئے، اس کی باتوں کو کوئی نہیں بدل سکتا، اور آپ خدا کے سوا کہیں جائے پناہ نہ پائیں گے، اور آپ خود کو ان لوگوں کے ساتھ پابند مقید رکھا کیجئے جو صبح وشام (ہر وقت) اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اور ان کی عبادت کا مقصد محض اپنے رب کی خوشنودی ہے ان کی

دنیوی کوئی غرض نہیں ہے، اور وہ فقراء ہیں، اور دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (توجہ) ان سے ہٹنے نہ پائیں عین بول کر صاحب عین مراد ہے اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے یعنی قرآن سے، اور وہ عیمینہ بن حصن اور اس کے ساتھی ہیں اور وہ شرک میں اپنی نفسانی خواہشات پر چلتا ہے اور اس کا یہ حال حد سے گذر گیا ہے یعنی حد سے تجاوز کر گیا ہے اور آپ اس سے اور اس کے ساتھیوں سے (صاف صاف) کہہ دیجئے کہ یہ قرآن تمہارے رب کی جانب سے حق ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے، بلاشبہ ہم نے ظالموں کافروں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں اس کو گھیرے ہوئے ہوں گی، وہ قناتیں کہ جن کے ذریعہ احاطہ کیا جائے گا اور اگر وہ (پیارے کی شدت) سے فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی کہ جوتیل کی تلچھٹ کے مانند ہوگا وہ پانی جب ان کے چہروں کے قریب کیا جائے گا تو اپنی حرارت کی وجہ سے چہروں کو بھون ڈالے گا اور کیا ہی برا پانی ہے وہ اور وہ آگ بھی کیا ہی بری آرام کی جگہ ہوگی مرتفقا تمیز ہے جو فاعل سے منقول ہوئی ہے، اسی قبح مرتفقا یعنی اس کا آرام نہایت ہی برا ہے اور یہ قول جنت کے بارے میں آنے والے قول حسنت مرتفقا کے بالمقابل لایا گیا ہے ورنہ تو آگ میں کونسا آرام ہے؟ بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ایسے نیک عمل کرنے والوں کا ہم اجر ضائع نہ کریں گے جملہ یعنی (انسا لانضیع الخ) ان السذین آمنوا کی خبر ہے اور جملہ خبریہ میں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا ہے اور اصل عبارت اجر ہم ہے یعنی ہم ان کو اجر عطا فرمائیں گے ایسا اجر کہ وہ مذکورہ آراموں کو شامل ہوگا ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ رہنے قیام کرنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان کو وہاں سونے کے نلگن پہنائے جائیں گے کہا گیا ہے کہ من زائدہ ہے اور بعض مفسرین نے من کو تبغیضیہ کہا ہے، اساور، اسورۃ کی جمع ہے اور اسورۃ سوار کی جمع ہے، یعنی اساور سوار کی جمع الجمع ہے، اور ریشم کا باریک سبز رنگ کا لباس اور موٹے ریشم کا لباس پہنیں گے، اور سورۃ رحمن کی آیت میں بطانئہا من استبرق ہے (یعنی ان کا استر موٹے ریشم کا ہوگا) اور وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اراٹک اریکۃ کی جمع ہے سریر کو اریکۃ اس وقت کہتے ہیں جب وہ جگہ میں ہو اور جگہ اس مکان کو کہتے ہیں جس کو دلہن کے لئے کپڑوں اور پردوں وغیرہ سے آراستہ کیا جاتا ہے جنت کیا ہی اچھا صلہ ہے اور کیا آرام دہ جگہ ہے۔

## تَحْقِیْقُ تَرْکِیْبِ تَسْمِیْلِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: وَاتِلْ تَوَاتُلَاتُ کَر (ن) تَلَاوۃ تَلَاوَاتُ کَرْنَا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ تَلَو۔ مشتق ہو اس کے معنی اتباع کرنا پیچھے پیچھے چلنا من الکتاب من بیانہ ہے ماموصولہ کا بیان ہے ملتحدہ (اسم ظرف، مصدر میسی ہے) (افتعال) پناہ گاہ یا پناہ لینا۔  
قَوْلُهُ: من کتاب ربک، ما اوحی الیک کا بیان ہے۔

قَوْلُهُ: لَا تَعْدُ وَاحِدَ مَوْثِ غَائِبِ حَرْفِ نَبِی کی وجہ سے آخر سے حرف علت واؤ ساقط ہو گیا (ن) عدو کسی چیز سے

تجاوز کرنا، دوڑنا، عیناک، لا تعد کا فاعل ہے اور جملہ ترید الخ عیناک کے کاف مضاف الیہ سے حال ہے اگر مضاف الیہ مضاف کا جز ہو تو مضاف الیہ سے حال واقع ہونا درست ہے، یا اس لئے کہ عین سے صاحب عین مراد ہے، لہذا فعل کی اسناد اگرچہ بظاہر مضاف الیہ کی طرف ہے مگر حقیقت میں مضاف ہی کی طرف ہے فرطاً (ن) حد سے تجاوز کرنا فرط فی الامر کو تا ہی کرنا۔

قَوْلُهُ: الحق یہ مبتداء محذوف هذا القرآن کی خبر ہے جیسا کہ مفسر علام نے ظاہر کر دیا ہے اور الحق فعل محذوف کا فاعل بھی ہو سکتا ہے ای جاء الحق، من ربکم یا تو الحق سے حال ہے ای کائنات من ربکم یا هذا القرآن مبتداء محذوف کی خبر ثانی ہے ای کائنات من ربکم انا اعتدنا یہ لف وشر غیر مرتب ہے یعنی انا اعتدنا کا تعلق و من شاء فلیکفر سے ہے اور ان الذین آمنوا کا تعلق فمن شاء فلیؤمن سے ہے احاط بہم سرادقہا، نارا کی صفت ہے، سرادق کی جمع سرادقات ہے سرادق ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہو، خواہ چہار دیواری ہو یا شامیانہ اور قاتیں۔

قَوْلُهُ: یستغینوا مصدر ا غاث مد طلب کرنا یستغینوا اصل میں یستغوثوا تھا، واؤ کا کسرہ ماقبل کو دیدیا گیا، اور واؤ کو ی سے بدل دیا یستغینوا ہو گیا۔

قَوْلُهُ: المہل (اسم) تلچھٹ، پیپ، کچھو جملہ یشوی، ماء کی صفت بھی ہو سکتا ہے اور المہل سے حال بھی، عکر گاد، تلچھٹ الشراب بدس کا فاعل ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے اور وہ ہو ہے جس کا مرجع مستغاث بہ ہے، مرتفقا نسبت سے تمیز ہے جو کہ فاعل سے منقول ہے ای قبح مرتفقہا المرتفق ظرف مکان، آرام کی جگہ، دوزخیوں کے لئے اس کا استعمال استہزاء ہوا ہے یا مشاکلت کے طور پر بھی ہو سکتا ہے اس لئے کہ جنتیوں کے لئے حسنات مرتفقا فرمایا گیا ہے۔

قَوْلُهُ: انا ان حرف مشبہ بالفعل اس کے اندر ضمیر وہ اس کا اسم لانضیع اجر من احسن عملاً جملہ ہو کر ان کی خبر، ان اپنے اسم و خبر سے مل کر خبر ہوئی ان اول کی، ان اول اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا اولئک لہم جنت عدن، لہم خبر مقدم ہے اور جنت عدن مبتداء مؤخر ہے پھر جملہ ہو کر اولئک مبتدا کی خبر ہے۔

قَوْلُهُ: من اساور من ابتدائیہ ہے یا مفعول بہ پر زائدہ ہے اور من ذہب میں من بیانیہ ہے اور کائنة یا مصنوعة کے متعلق ہو کر اساور کی صفت ہے اساور سوار کی جمع ہے بمعنی گنگن متکئین فعل محذوف یجلسون کی ضمیر سے حال ہے فی الحجلۃ۔ کائنا کے متعلق ہو کر السیر سے حال ہے۔

## تَفْسِيرٌ وَتَشْرِیْحٌ

اور آپ کا کام صرف اس قدر ہے کہ آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعہ آتی ہے وہ لوگوں کو پڑھ کر سنایا کیجئے، آپ کا فرض منصبی صرف اتنا ہی ہے آپ اپنے فرض منصبی کے انجام دہی میں مشغول رہئے، آپ اس فکر میں نہ پڑیئے کہ دنیا کے بڑے لوگ اگر اسلام کی مخالفت کرتے رہے تو دین کو ترقی کس طرح ہوگی؟ کیونکہ اس کا اللہ تعالیٰ نے خود وعدہ فرمایا ہے، اس

کے وعدوں کو بدلائیں جاسکتا یعنی اگر پوری دنیا بھی مل کر اللہ کو وعدہ پورا کرنے سے روکنا چاہے تو روک نہیں سکتی اور اگر آپ نے ان بڑے لوگوں کی دل جوئی اس طرح کی کہ جس سے احکام الہی ترک ہو جائیں تو پھر آپ خدا کے سوا کسی کو پناہ گاہ نہ پائیں گے اگرچہ آپ ﷺ سے احکام شرعیہ کا ترک بدلائل شرعیہ محال ہے مگر مبالغہ اور تاکید بلفرض محال یہ کہا گیا ہے۔

واصبر نفسك اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو فقراء صحابہ کی رعایت رکھنے اور ان ہی کے ساتھ بود و باش رکھنے اور خود کو ان کے ساتھ پابند رکھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

## شان نزول:

اس آیت کے شان نزول میں مختلف واقعات مذکور ہیں ممکن ہے کہ سب ہی واقعات نزول کا سبب ہوئے ہوں، سورۃ انعام میں بھی آپ ﷺ کو فقراء مومنین کو اپنے پاس سے جدا کرنے کی ممانعت مذکور ہے کما قال اللہ تعالیٰ (ولا تطرد الذين يدعون ربهم).

پہلا واقعہ:

بغوی نے نقل کیا ہے کہ مکہ کارئیس عیینہ بن حصن فزاری آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس فقراء صحابہ بیٹھے ہوئے تھے ان کا لباس خستہ اور ہیئت فقیرانہ تھی عیینہ نے کہا کہ ہمیں آپ کے پاس آنے اور آپ کی بات سننے سے یہی لوگ مانع ہیں ایسے خستہ حال لوگوں کے پاس ہم نہیں بیٹھ سکتے آپ ان کو اپنی مجلس سے ہٹا دیں یا کم از کم ہمارے لئے علیحدہ مجلس رکھیں۔

### دوسرا واقعہ:

ابن مردويه نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے کہ امیہ بن خلف جمعی نے رسول اللہ ﷺ کو یہ مشورہ دیا کہ غریب فقیر شکستہ حال مسلمانوں کو آپ اپنے پاس نہ رکھیں بلکہ قریش کے سرداروں کو ساتھ لگائیں اگر یہ لوگ آپ کا دین قبول کر لیں گے تو دین کو ترقی ہوگی اس طرح کے واقعات پر و اصبر نفسک آیت نازل ہوئی، جس میں ان لوگوں کے مشورہ کو قبول کرنے سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے اور صرف یہی نہیں کہ ان فقراء صحابہ کو اپنی مجلس سے ہٹانے سے منع فرمایا گیا ہے بلکہ یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ باندھ کر رکھیں، مطلب یہ ہے کہ خصوصی تو جہات کے ذریعہ آپ ان فقراء کے ساتھ وابستہ رہنے، معاملات میں انہی سے مشورہ لیں اور انہی کی امداد و اعانت سے کام کریں، اور اس کی وجہ اور حکمت ان الفاظ سے بتلا دی گئی ہے کہ یہ لوگ صبح و شام یعنی ہر حال میں اللہ کو پکارتے اور اسی کا ذکر کرتے ہیں ان کا جو عمل ہے وہ خالص اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہے اور یہ سب حالات وہ ہیں کہ جو اللہ کی امداد اور نصرت کو کھینچ کر لاتے ہیں اور رؤساء قریش کا مشورہ قبول



نہ کیجئے اس لئے کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے غافل ہیں اور ان کے سب کام نفسانی خواہشات کے تابع ہیں اور یہ حالات اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نصرت سے ان کو دور کرنے والے ہیں۔

## ایک سوال:

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ ان کا یہ مشورہ تو قابل عمل تھا کہ ان کے لئے ایک مجلس الگ کر دی جاتی مگر اس طرح کی تقسیم میں سرکش مالداروں کا ایک خاص قسم کا اعزاز تھا جس سے غریب مسلمانوں کی دل شکنی ہو سکتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو گوارہ نہ فرمایا اور اصول دعوت و تبلیغ یہی قرار دیا کہ اس میں کسی کا کوئی امتیاز نہ ہونا چاہئے۔

وقل الحق من ربکم فمن شاء الخ آنحضرت ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ اعلان کر دیں کہ حق آپ کا ہے اور اللہ کی حجت تام ہو چکی ہے اب لوگوں کی مرضی ہے کہ مانیں یا نہ مانیں اللہ تعالیٰ کو کسی کے ماننے یا نہ ماننے کی کوئی پرواہ نہیں جو کچھ نفع و نقصان ہوگا لوگوں کا خود اپنا ہوگا، ارشاد فرمایا اب جس کا دل چاہے مان لے اور جس کا دل چاہے انکار کرے یہ تخییر نہیں ہے بلکہ تہدید ہے یعنی اب جو نہ مانے گا وہ سن لے ہم نے ظالموں کے لئے آتش دوزخ تیار کر رکھی ہے اس کی ہولناکی، خدا کی پناہ اور اگر لوگ فریادری چاہیں گے تو ان کی ایسے پانی سے فریادری کی جائے گی جو (صورۃ) تیل کی تلچھٹ کی طرح ہے، جو ان کا منہ بھون ڈالے گا، یعنی جہنم میں جب گرمی کی شدت سے دوزخیوں کو پیاس لگے گی اور وہ فریاد کریں گے اور پانی پانی چلائیں گے تب تیل کی تلچھٹ یا پگھلی ہوئی دھات یا پیپ کی طرح کا پانی دیا جائے گا جو اس قدر گرم ہوگا کہ منہ کو بھون ڈالے گا، کیا برا مشروب ہے اور کیسی بری آرام گاہ ہے؟

ان الذین آمنوا بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے بے شک ہم ان لوگوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو عمل کے اعتبار سے اچھے ہیں یعنی ان کی ادنیٰ نیکی بھی ضائع نہ کی جائے گی بلکہ ہم ان کے ہر اس عمل کا ثواب عطا کریں گے جو ثواب کے لائق ہوگا ایسے ہی لوگوں کے لئے دائمی جنت ہے، قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے کہ جب مشرکین و کافرین کے لئے عذاب کا ذکر کرتا ہے تو وہیں تقابل کے طور پر مومنین و مخلصین کے اجر و ثواب کا بھی ذکر کرتا ہے اسی لئے اس مقام پر فریقین کی جزاء و سزا کا ذکر کیا ہے۔ یہ حلون فیہا اس آیت میں جنتی مردوں کو بھی سونے کے نگین پہنانے کا ذکر ہے اس پر سوال ہو سکتا ہے کہ مردوں کے لئے زیور پہنانا نہ زیبا ہے اور نہ زینت۔

جواب: جمال وزینت عرف و علاقہ کے تابع ہے، ایک علاقہ میں جو چیز جمال وزینت سمجھی جاتی ہے دوسرے علاقوں میں بسا اوقات قابل نفرت قرار دی جاتی ہے جنت میں مردوں کے لئے بھی زیور اور ریشمی کپڑے جمال وزینت قرار دیئے جائیں گے دنیا میں شریعت کا قانون یہ ہے کہ مردوں کے لئے سونے کا کوئی زیور یہاں تک کہ انگوٹھی اور گھڑی کی چین بھی جائز نہیں ہے، اسی طرح ریشمی کپڑے بھی جہاد کے علاوہ جائز نہیں ہیں، ہاں البتہ ساڑھے چار گرام تک چاندی کی انگوٹھی جائز ہے اللہ تعالیٰ نے

زیورات کے لئے بھلونے کا بیڑا اور کپڑوں کے لئے بلبسون معروف کا بیڑا استعمال فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر عادت یہی ہے کہ زیور دوسرے پہنتے ہیں اور لباس آدمی خود پہنتا ہے وہ وہاں مسہریوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے یعنی نہایت عزت اور احترام کے ساتھ مسہریوں پر گاو تکیے لگائے بیٹھے آپس میں باتیں کرتے ہوں گے، کیا اچھا صلہ ہے اور کیسی اچھی آرام گاہ ہے، اللہ تعالیٰ ہر مومن کو یہ نعمتیں نصیب فرمائے۔ (آمین)

وَأَضْرِبْ اجْعَلْ لَهُمُ لِلْكَافِرِ مَثَلًا تَجْلِيْنَ بَدَلْ وَهُوَ مَا بَعْدَهُ تَفْسِيرٌ لِلْمَثَلِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا الْكَافِرَ جَنَّتَيْنِ بُسْتَانَيْنِ مِنْ أَتْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا أَخْدَفْنَا هُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَبَّادًا يُفْتَاتُ بِهِ كَلَّتِ الْجَنَّتَيْنِ كَلَّتَا مَفْرَدٌ يَدُلُّ عَلَى التَّشْبِيهِ مُبْتَدَأٌ أَتَتْ خَبْرَهُ أَكَلَهَا ثَمَرَهَا وَلَمْ تَنْقُضْ مِنْهُ شَيْئًا وَفَجَّرْنَا خِلْفَهُمَا نَهْرًا يَجْرِي بَيْنَهُمَا وَكَانَ لَهُمَا مِنَ الْجَنَّتَيْنِ ثَمَرٌ بِفَتْحِ الشَّاءِ وَالْمِيمِ وَضَمِّهِمَا وَبِضْمِ الْأَوَّلِ وَسُكُونِ الثَّانِي وَهُوَ جَمْعُ ثَمَرَةٍ كَشَجَرَةٍ وَشَجَرٍ وَخَشْبَةٍ وَخُشْبٍ وَبَدَنَةٍ وَبُذْنٍ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ الْمُؤْمِنِ وَهُوَ يَحَاوِرُهُ يُفَاجِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا عَشِيرَةٌ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ بِصَاحِبِهِ يَطُوفُ بِهِ فِيهَا وَيُرِيهِ أَثْمَارَهَا وَلَمْ يَقُلْ جَنَّتِيهِ إِزَادَةً لِلرُّوضَةِ وَقِيلَ اإِكْتَفَى بِالوَاحِدِ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ بِالْكَفْرِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُودِدْتُ إِلَى مَرْبِّي فِي الْآخِرَةِ عَلَى رَعِيمٍ لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا مَرْجَعًا قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ يَجَابُوهُ أَكْفَرْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ لَأَنْ أَدَمَ خَلَقَ مِنْهُ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ سَنِي ثُمَّ سَوَّيْتُكَ عَدْلَكَ وَصَيَّرَكَ رَجُلًا لَكِنَّا أَصْلُهُ لَكِنْ أَنَا نُقِلْتُ حَرَكَةُ الْهَمْزَةِ إِلَى النُّونِ وَحُذِفَتِ الْهَمْزَةُ ثُمَّ أُدْغِمَتِ النُّونُ فِي مِثْلِهَا هُوَ ضَمِيرُ الشَّانِ يُفْسِرُهُ الْجُمْلَةُ بَعْدَهُ وَالْمَعْنَى أَنَا أَقُولُ اللَّهُ رَحْمَنٌ وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا

**ترجمہ:** اور حال بیان کیجئے ان کافروں اور مومنوں کے لئے ان دو شخصوں کا راجلین، مثلاً سے بدل ہے راجلین اور اس کا مابعد مثلاً کی تفسیر ہے ان دو میں سے ایک کو جو کافر تھا انگور کے دو باغ دیئے تھے اور ہم نے دونوں باغوں کا کھجوروں کے درختوں کے ذریعہ احاطہ کر دیا تھا اور ان کے بیچ بیچ میں کھیتی بھی لگائی تھی جس کے ذریعہ غذا حاصل کی جاتی تھی دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے اس میں بالکل کمی نہیں کرتے تھے کھلتا لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے (مگر معنی کے اعتبار سے) تشبیہ پر دلالت کرتا ہے اور کھلتا مبتداء ہے اور آتے اس کی خبر ہے اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان نہریں جاری کر رکھی تھیں اور اس شخص کے لئے دو باغوں کے علاوہ اور بھی اموال تھے ثمر ٹااور میم دونوں کے فتح کے ساتھ اور دونوں کے ضمہ کے ساتھ ثمر اور اول کے ضمہ اور ثانی کے سکون کے ساتھ ثمر اور ثمر ثمرہ کی جمع ہے جیسے شجر شجرہ کی جمع ہے اور خشب خشبہ کی جمع ہے اور بدن بدنہ کی جمع ہے (تینوں میں مفرد ایک ہی وزن پر ہے البتہ تینوں کی جمع مختلف ہے) (ایک روز) اس کافر نے اپنے

مومن سناھی سے فخر یہ انداز میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور افراد خاندان میں بھی اور اپنے ساتھی کو گھماتا اور باغ کے پھلوں کو دکھاتا ہوا ساتھ لیکر اپنے باغ میں داخل ہوا حال یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والا تھا کفر کے ذریعہ، اور اس موقع پر جنتیہ نہیں کہا یا تو اس لئے کہ جنت سے مراد روضہ ہے (جو کہ دونوں باغوں پر مشتمل ہے) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے ایک باغ ہی دکھانے پر اکتفاء کیا تھا اور کہنے لگا میں تو نہیں سمجھتا کہ یہ باغ بھی برباد ہوگا اور نہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قیامت آئے گی اور اگر تیرے خیال کے مطابق (قیامت آ بھی گئی) اور میں اپنے رب کے پاس پہنچا دیا گیا تو ضرور اس باغ سے بھی بہتر جگہ مجھے ملے گی اس کے (مومن) سناھی نے اس کی (ان کفریہ) باتوں کے جواب میں کہا کہ کیا تو اس ذات کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا؟ اس لئے کہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے تھے پھر تجھ کو نطفہ منی سے پیدا کیا اور پھر تجھ کو صحیح سالم یعنی (تجھ کو معتدل الاعضاء) مرد بنایا لکن اس کی اصل لکن انا تھی ہمزہ کی حرکت نون کو دیدی اور ہمزہ کو حذف کر دیا پھر نون کو نون میں ادغام کر دیا ہا۔۔۔ ضمیر شان ہے اس کے بعد کا جملہ اس کی تفسیر کر رہا ہے اور معنی یہ ہیں کہ میں کہتا ہوں (یعنی عقیدہ رکھتا ہوں) کہ میرا رب تو اللہ ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

## حَقِیْقٌ وَتَرْکِیْبٌ لِّتَسْمِیْلِ وَتَفْسِیْرِ فَوَائِدُ

قَوْلٌ: ضرب کا استعمال جب مثل کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کے دو مفعول ہوتے ہیں، یہاں ایک مفعول مشلا ہے اور دوسرا ر جلیں دونوں مفعول در حقیقت ایک ہی ہیں اور ر جلیں حذف مضاف کے ساتھ مشلا سے بدل بھی ہو سکتا ای مشلا مثل الر جلیں۔

قَوْلٌ: من اعذاب میں من بیان ہے، مافی الجنین میں ہے من اعذاب بیان ہے۔  
قَوْلٌ: حففنا حف سے ماضی جمع متکلم (ن) حفا گھیرنا کلنا چونکہ لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے اسی کا اعتبار کرتے ہوئے آت کو مفرد لائے ہیں اور خلا لہما خبر ہے معنی کے اعتبار سے تشبیہ لائی گئی ہے کلنا الجنین مرکب ہو کر مبتداء ہے اور جملہ آت خبر ہے۔

قَوْلٌ: ثمر سے باغات کے علاوہ دیگر اموال مراد ہیں خواہ وہ نقد کی شکل میں ہوں یا موسیقیوں کی شکل میں۔  
قَوْلٌ: یحاور (مفاعلة) محاورۃ وحواراً گفتگو کرنا، جواب دینا، یحاور کی تفسیر بفاخر سے قرینہ مقام کی وجہ سے ہے۔

قَوْلٌ: مالا ونفرا یہ نسبت سے تمیز ہیں۔

قَوْلٌ: اثمارہا بعض نسخوں میں اثمارہا کے بجائے اثارہا ہے بمعنی رونق و شادابی۔

قَوْلٌ: ان تبید بتاویل مصدر ہو کر اظن کا مفعول ہے۔

قَوْلًا: سواک تسویۃ برابر کرنا، متناسب الاعضاء بنانا، یہاں سوی جعل اور صیر کے معنی میں ہے، جعل کا ک مفعول اول اور جلا مفعول ثانی ہے، لکن اصل میں لکن انا تھا، انا کے ہمزہ کو خلاف قیاس حذف کر کے نون کا نون میں ادغام کر دیا گیا ہے۔

قَوْلًا: لکن میں لکن غیر عامل ہے، اس کے اندر ضمیر مبتداء اول ہے اور ہو مبتداء ثانی ہے اور اللہ مبتداء ثالث ہے ربی خبر ہے۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْح

مذکورہ آیات میں جن دو شخصوں کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے مفسرین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ دونوں شخص فرضی ہیں اور بطور تمثیل ان کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے یا حقیقی اور واقعی ہیں، جو حضرات واقعی ہونے کے قائل ہیں ان کے درمیان ان کی تعیین میں اختلاف ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے دو بھائی تھے اور بعض کا قول ہے کہ وہ دونوں مکہ کے مخزومی قبیلہ کے دو بھائی تھے ان میں سے ایک کا نام عبد اللہ بن عبد الاسود تھا اور وہ مومن تھا اور دوسرا اسود بن عبد الاسود تھا یہ کافر تھا اور بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ وہی دو شخص ہیں کہ جن کا ذکر سورۃ الصافات میں اللہ تعالیٰ کے قول قال قائل منهم انی کان لی قرین میں ہے، مذکورہ دونوں بھائیوں کے واقعہ کو ذکر کرنے کا مقصد دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی پائیداری کو بیان کرنا ہے، آپ ﷺ ان دو شخصوں کا جن کے درمیان دوستی یا قرابت کا تعلق تھا، بیان کیجئے۔ عطاء خراسانی کے بیان کے مطابق ان کا قصہ اس طرح تھا، دو شریک یا دو بھائی تھے ان میں سے ایک مومن اور دوسرا کافر تھا ان دونوں کے پاس آٹھ ہزار دینار مشترکہ تھے بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان کے والد کے ترکہ سے آٹھ ہزار دینار ان کے حصہ میں آئے تھے، چار چار ہزار دونوں نے تقسیم کر لئے تھے ان میں سے کافر بھائی نے لمبک ہزار دینار کی زمین خریدی جب مومن بھائی کو اس کا علم ہوا تو اس نے کہا یا اللہ میرے بھائی نے ہزار دینار کی زمین خریدی ہے اور میں تجھ سے ہزار دینار کے بدلے جنت میں زمین خریدتا ہوں اور یہ کہہ کر ایک ہزار دینار راہ خدا میں صرف کر دیئے، پھر کافر بھائی نے شادی کی اور اس پر اس نے ہزار دینار خرچ کئے جب اس مومن بھائی کو معلوم ہوا تو اس نے کہا یا اللہ میرے بھائی نے ہزار دینار صرف کر کے ایک عورت سے شادی کی ہے میں بھی ایک ہزار دینار کے عوض جنت کی حور سے شادی کرتا ہوں اوسمے کہہ کر اس نے ہزار دینار راہ خدا میں خرچ کر دیئے پھر اس کے کافر بھائی نے ایک ہزار دینار کے عوض کچھ غلام اور گھریلو سامان خریدا جب اس مومن بھائی کو معلوم ہوا تو اس نے کہا یا اللہ میں بھی ایک ہزار دینار کے عوض تجھ سے جنت میں خدام اور سلمان راحت خریدتا ہوں یہ کہہ کر اس نے ایک ہزار دینار راہ خدا میں صدقہ کر دیئے اب اس کے پاس کچھ باقی نہ رہا اور شدید حاجت مند ہو گیا، اس نے سوچا اگر میں اپنے بھائی کے پاس جاؤں اور اس سے اپنی حاجت کا سوال کروں تو وہ ضرور میری مدد کرے گا، چنانچہ وہ ایک روز اس راستہ پر جا کر بیٹھ گیا جہاں سے اس کے بھائی کی آمد و رفت تھی جب اس کا بھائی بڑی شان و شوکت کے ساتھ وہاں سے گذرا تو اپنے اس غریب مومن بھائی کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہا فلاں؟ اس نے کہا ہاں، اس نے

حالت دیکھ کر کہا تیرا یہ کیا حال ہے؟ تو مومن بھائی نے جواب دیا مجھے حاجت شدیدہ پیش آگئی ہے مدد کے لئے تیرے پاس آیا ہوں، کافر بھائی نے معلوم کیا تیرا وہ مال کیا ہوا جو تیرے حصہ میں آیا تھا؟ تو اس مومن بھائی نے پوری صورت حال بیان کی تو اس کے کافر بھائی نے کہا کہ میں کچھ نہ دوں گا تو بڑا سختی ہے پھر کافر بھائی نے مومن بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے باغوں میں گھمایا تو ان کے بارے میں آیت واضرب لهم مثلاً نازل ہوئی۔

وَلَوْلَا هَٰذَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتِكَ قُلْتَ عِنْدَ إِعْجَابِكَ بِهَٰذَا مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا لِلَّهِ فِي الْحَدِيثِ مَنْ أَعْطَى خَيْرًا مِنْ أَهْلِ أَوْسَالٍ فَيَقُولُ عِنْدَ ذَلِكَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَمْ يَرَفِيهِ مَكْرُوهًا إِنَّ تَرَنِ أَنَا ضَمِيرُ فَضْلِ بَيْنِ الْمَفْعُولِينَ أَقَلَّ مِنْكَ مَا لَا وَكَذَا ۖ فَعَسَى رَبِّي أَنْ يُؤْتِيَنِي خَيْرًا مِنْ جَنَّتِكَ جَوَابُ الشَّرْطِ وَرَسُولٌ عَلَيْهَا حُسْبَانًا جَمْعُ حُسْبَانَةٍ أَيْ صَوَاعِقُ مِنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحُ صَعِيدًا زَلَقًا ۖ أَرْضًا مَلْسَاءَ لَا يَثْبُتُ عَلَيْهَا قَدَمٌ أَوْ يُصْبِحُ مَاؤُهَا غَوْرًا بِمَعْنَى غَائِرًا عَطْفٌ عَلَى يُرْسِلَ دُونَ تُصْبِحُ لِأَنَّ غَوْرَ الْمَاءِ لَا يَتَسَبَّبُ عَنِ الصَّوَاعِقِ فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ۖ جِيلَةٌ تُذَرُّ بِهَا وَأُحِيطَ بِشَمْرَمٍ بِأَوْرَجِهِ الضُّبُطُ السَّابِقَةُ مَعَ جَنَّتِهِ بِالْهَلَاكِ فَهَلَكْتَ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفِّيهِ نَذْمًا وَتَحْسُرًا عَلَى مَا أَتَّفَقَ فِيهَا فِي عِمَارَةِ جَنَّتِهِ وَهِيَ خَاوِيَةٌ سَاقِطَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا دَعَائِمُهَا لِلْكَرَمِ بَانَ سَقَطَتْ ثُمَّ سَقَطَ الْكَرَمُ وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَيْتَنِي لَمْ أَشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ۖ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ فِتْنَةً جَمَاعَةٌ يَتَصَرُّونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِنْدَ هَلَاكِهَا وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۖ عِنْدَ هَلَاكِهَا بِنَفْسِهِ هُنَالِكَ أَيْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ الْوَلَايَةُ بِفَتْحِ الْوَاوِ النُّصْرَةُ وَبِكَسْرِهَا الْمُلْكُ لِلَّهِ الْحَقُّ بِالرَّفْعِ صِفَةُ الْوَلَايَةِ وَبِالْجَرِّ صِفَةُ الْجَلَالَةِ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا مِنْ ثَوَابٍ غَيْرِهِ لَوْ كَانَ يُثِيبُ وَخَيْرٌ عَقَبًا ۖ بِضَمِّ الْقَافِ وَسُكُونِهَا عَاقِبَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَنَصِبُهُمَا عَلَى التَّمْيِيزِ.

**تَرْجَمَہ:** اور جب تو باغ میں داخل ہوا تھا تو تو نے اس باغ پر تعجب (پسندیدگی) کے وقت کیوں نہ کہا کہ یہ وہی ہے جو اللہ نے چاہا خدا کی مدد کے بغیر کوئی قوت نہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ جس کو بہترین مال یا اولاد عطا کیا گیا ہو اور اس نے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کہہ لیا تو اس مال میں اس کو ناپسندیدہ حالت پیش نہیں آئے گی اور اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ میں مال اور اولاد میں تجھ سے کم ہوں کچھ بعید نہیں کہ میرا رب مجھ کو تیرے باغ سے اچھا باغ دیدے (انسا) دو مفعولوں کے درمیان ضمیر فصل ہے اور فعسی جواب شرط ہے اور اس (تیرے باغ) پر کوئی آسمانی آفت بھیج دے حسبنا، حسبنا کی جمع ہے (یعنی) بجلیاں تو وہ باغ دفعتاً ایک صاف (چٹیل) میدان ہو کر رہ جائے، ایسی چکنی سپاٹ زمین کر دے کہ اس پر قدم نہ ٹھہر سکے یا اس کا پانی بالکل اتر جائے غورا (مصدر) بمعنی غائر ہے پر عطف ہے نہ کہ تصبیح پر اس لئے کہ پانی کے اترنے کا سبب صواعق (بجلیاں) نہیں ہوتیں پھر تو اس کو حاصل کرنے کی کوشش بھی نہ کر سکے یعنی کوئی ایسی تدبیر بھی تیرے بس میں نہ رہے کہ

جس کے ذریعہ تو (پانی) دوبارہ حاصل کر سکے اور اس شخص کے مال کو تو آفت نے آگھیرا مع اس کے باغ کے ہلاک ہو گیا ثمر میں سابق میں مذکور، تینوں قراءتیں ہیں، تو حسرت اور ندامت سے ہاتھ ملتا رہ گیا اس پر جو اس نے باغ پر (یعنی اس کی شجرکاری پر) خرچ کیا تھا اور وہ باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا تھا یعنی انگوروں کے لئے (نصب کردہ) ٹٹیوں پر بایں طور کہ وہ ٹٹیاں گر گئیں (ان پر) انگور کی بیلئیں گر پڑیں اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا، یا تنبیہ کے لئے ہے اور لہر یسکن میں یا اور تا دونوں قراءتیں ہیں اور نہ ہوئی اس کے لئے کوئی جماعت کہ جو ہلاکت کے وقت اس کی مدد کرتی اللہ کے سوا اور وہ خود بھی ہلاکت کے وقت اپنی مدد نہ کر سکا، اور وہاں یعنی قیامت کے دن حکومت اللہ برحق کے لئے ہوگی ولایۃ واؤ کے فتح کے ساتھ بمعنی نصرت اور واؤ کے کسرہ کے ساتھ بمعنی حکومت الحق رفع کے ساتھ ہو تو ولایۃ کی صفت ہوگی اور اگر جر کے ساتھ ہو تو لفظ اللہ کی صفت ہوگی وہی ثواب دینے کے اعتبار سے بہتر ہے دوسروں کے اجر سے، بالفرض اگر دوسرے اجر دینے والے ہوں اور (مومنین کے لئے) انجام کے اعتبار سے بہتر ہے عقبا قاف کے ضمہ کے ساتھ اور سکون قاف دونوں درست ہیں اور اس کا نصب تمیز کی وجہ سے ہے۔

### تَحْقِيقُ تَرْكِيبِ تَسْبِيحٍ وَتَفْسِيرُ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: لَوْلَا تَخْفِضِيہ ہے آمادہ کرنے، ورغلانے کے لئے ہے اذ، دخلت کا ظرف مقدم ہے ماشاء اللہ موصول صلہ سے ملکر، مبتداء محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے الامر ماشاء اللہ یا ماشاء اللہ مبتداء ہے، اور اس کی خبر کان محذوف ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ماشرطیہ ہو اور جواب شرط محذوف ہو ای ای شئی ماشاء اللہ کان، باللہ محذوف سے متعلق ہو کر لائے نفی جنس کی خبر ہے۔

قَوْلُهُ: ان ترون ان حرف شرط ترون مضارع مجزوم واحد مذکر حاضر، نون سے پہلے ی لام کلمہ محذوف ہے نون وقایہ ی ضمیر متکلم مفعول اول محذوف ہے نون کا کسرہ اس کی علامت ہے اور رویت سے رویت قلبی مراد ہے انسا دو مفعولوں کے درمیان ضمیر فصل برائے تاکید ہے اقل مفعول ثانی ہے مالا اور ولدا تمیز ہیں، فغسی جواب شرط ہے اور اگر ترون سے رویت بصری مراد ہو تو اقل حال ہونے کا وجہ سے منصوب ہوگا۔

قَوْلُهُ: یؤتین اس کے آخر میں ی ضمیر متکلم محذوف ہے آتی یؤتی ابتداء سے فعل مضارع واحد مذکر غائب بمعنی دینا۔  
قَوْلُهُ: حسابان گرم ہوا کا بگولہ، عذاب حسابان (ن) سے بروزن غفران مصدر ہے بمعنی حساب ای مقدار قدرہ اللہ تعالیٰ علیہا اس کا واحد حسابانہ ہے۔

قَوْلُهُ: تصبح فعل ناقص ہی اس میں ضمیر اس کا اسم صعیدا زلقا موصوف صفت سے مل کر خبر۔  
قَوْلُهُ: او یصبح کا عطف جملہ سابقہ پر مسل پر ہے نہ کہ تصبح صعیدا زلقا پر، اگر حسابان کی تفسیر مطلق عذاب

سے کی جائے تو اس صورت میں یصبح کا عطف فتصبح پر بھی درست ہوگا، اس لئے کہ عذاب الہی باغ کو چٹیل میدان کرنے اور پانی کو گہرائی میں لے جانے کا سبب ہو سکتا ہے غوراً بمعنی غائر ہے تاکہ حمل درست ہو سکے، ورنہ تو مبالغہ زید عدل کے مانند حمل ہوگا۔

**قَوْلُهُ** : علی ما، یقلب کے متعلق ہے۔

**قَوْلُهُ** : بأوجه الضبط السابقة کا مطلب یہ ہے کہ ماسبق میں مذکور ثمر میں جو تین قراءتیں ہیں وہ یہاں بھی ہیں۔

**قَوْلُهُ** : ندما وتحسرا کے اضافہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یقلب کا صلہ علی اس لئے درست ہے کہ یقلب، ندما وتحسرا کے معنی میں ہے ورنہ تو یقلب کا صلہ علی مستعمل نہیں ہے، تحسرا یقلب کی ضمیر سے حال ہے خاویۃ اسم فاعل بمعنی اسم مفعول گری ہوئی چیز عروش عرش کی جمع ہے ٹٹی، شاخوں کی چھت، دعائم دعامۃ کی جمع ہے ٹیکے، ستون۔

**قَوْلُهُ** : ینصرونہ جملہ ہو کر فئۃ کی صفت اول ہے اور من دون اللہ کائنۃ کے متعلق ہو کر صفت ثانی ہے۔

**قَوْلُهُ** : هناک خبر مقدم الولایۃ مبتداء موخر، للہ خبر ثانی الحق، الولایۃ کی صفت ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اگر الحق پر کسرہ پڑھا جائے تو اللہ کی صفت ہوگی، عقبا تمیز ہے عقب بمعنی بدلہ، ثواب۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْح

اور جب تو باغ میں داخل ہوا تھا اور باغ کی سرسبزی اور شادابی نے تجھ کو تعجب میں ڈال دیا تو تو نے یہ کیوں نہ کہا کہ اللہ کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے بغیر اللہ کی مدد کے کسی کو نہ کوئی طاقت اور نہ قوت؟ یعنی مال اللہ کی بڑی نعمت ہوتی ہے شکر گزاری سے اس کی پائیداری ہوتی ہے اور ناشکری سے آفت آتی ہے، حدیث شریف میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو بہترین مال اور اولاد عطا کئے جائیں تو اگر وہ شخص ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ کہہ لے تو وہ مال اور اولاد میں آفت پہنچنے سے محفوظ رہتا ہے۔

اگرچہ تو مال اور اولاد میں مجھے اپنے سے کمتر پاتا ہے مگر کچھ بعید نہیں کہ میرا پروردگار مجھے تیرے باغ سے بہتر دنیا ہی میں دیدے آخرت میں تو انشاء اللہ عطا کرے ہی گا اور تیرے باغ پر کوئی ایسی آسانی آفت بھیج دے جس سے وہ صاف چٹیل میدان ہو کر رہ جائے یا اس آفت سے اس کا پانی اتنا گہرا تر جائے کہ پھر تو اسے کسی تدبیر سے نہ نکال سکے، یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ مومن شخص نے باغ پر فخر کرنے کا جواب تو دیا مگر اولاد پر فخر کرنے کا جواب نہیں دیا حالانکہ کافر بھائی نے مال اور اولاد دونوں پر فخر کیا تھا، اس لئے کہ اولاد کی کثرت جب ہی اچھی معلوم ہوتی ہے جب مال و دولت خوب ہو ورنہ تو کثرت اولاد وبال جان معلوم ہوتی ہے۔

تو اس کا سارا سامان عیش مع اس کے باغ کے تباہ و برباد ہو گیا اور باغ کی آباد کاری پر لگائی ہوئی لاگت کے ضائع ہونے پر کف افسوس ملتا رہ گیا اور جس طرح مکان کی چھت گر جاتی ہے اور پھر اس پر دیواریں بھی گر جاتی ہیں تو وہ مکان بالکل برباد ہو جاتا ہے اسی طرح اس کا باغ بھی گر کر تباہ و برباد ہو گیا اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس شخص کی یہ ندامت اور حسرت دنیوی نقصان پر تھی تو بہ اور رجوع الی اللہ یا عقیدہ کفریہ پر

**ترجمہ:** آپ اپنی قوم کے لئے دنیوی زندگی کی مثال بیان کیجئے، مثل (اضرب بمعنی صبر) کا مفعول اول ہے کماء مفعول ثانی ہے (دنیوی زندگی کی مثال ایسی ہے) جیسے ہم نے بادلوں سے پانی برسایا اس (پانی) کی وجہ سے زمین کا سبزہ (آپس) میں اس پانی برسنے کی وجہ سے گتھ گیا اور سبزہ پانی کی وجہ سے رل مل گیا اور سرسبز و بارونق ہو گیا پھر وہ سبزہ سوکھ کر ایسا چورا چورا ہو گیا کہ اس کے ذرے متفرق ہو گئے جن کو ہوا اڑائے پھرتی ہے یعنی ریزہ ریزہ کر کے ہوا اس کو اڑائے پھرتی ہے حتیٰ کہ اس کا نام و نشان مٹا دیا، مطلب یہ ہے کہ آپ دنیا کو ایسے خوشنما سبزے سے تشبیہ دیجئے جو آخر کار خشک ہو کر چورا ہو گیا ہو اور پھر ہوانے اس کو منتشر کر دیا ہو اور ایک قراءت میں الریاح کے بجائے السریح ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں مال اور اولاد دنیوی زندگی کی رونق ہے دنیا میں ان دونوں سے زینت حاصل کی جاتی ہے اور باقی رہنے والے اعمال صالحہ ہیں وہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں اور بعض حضرات نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا اضافہ کیا ہے یہ اعمال تیرے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور امیز کے اعتبار سے بھی یعنی جس چیز کی انسان آس اور امید رکھتا ہے، اللہ کے پاس ہے۔

تحقیق و ترکیب و تہمیل و تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ:** کماء میں کاف بمعنی مثل ہے اور اضرب کا مفعول ثانی ہے اور مثل الحيوة الدنيا مفعول اول ہے اور اضرب معنی میں صبر کے ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کماء ہی مبتداء محذوف کی خبر ہو، اور انزلناہ جملہ ہو کر ماء کی صفت ہو۔



**قَوْلُهُ:** الهشيم (ض) هشما ریزہ ریزہ کرنا هشيم بمعنی مہشوم روی (س) روا تر و تازہ ہونا، خوش منظر ہونا و تفرقہ میں عطف تفسیری ہے شبہ فعل امر ہے اس کا فاعل آپ ﷺ ہیں زینۃ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے، جس میں واحد تشبیہ جمع سب برابر ہیں اسی وجہ سے زینۃ، المال اور البنون دونوں کی خبر واقع ہوئی ہے اضطرب کی تفسیر صبر سے کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اضطرب کا استعمال جب مثل کے ساتھ ہوتا ہے تو متعدی بدو مفعول ہوتا ہے اس مثال میں دنیوی زندگی کی ابتداء اور انتہاء کو بارش میں اگنے والی گھاس کے آغاز اور انجام سے تشبیہ دی گئی ہے۔

**قَوْلُهُ:** المال والبنون ایسا قیاس ہے کہ جس کا کبریٰ اور نتیجہ محذوف ہے قیاس کی ترتیب یہ ہے: المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا، وکل ما ہو زینتھا فہو ہالک فالمال والبنون ہالکان پھر کہا جائے گا، کل ما ہو ہالک لا یفتخر بہ، فالمال والبنون لا یفتخر بہما۔

**قَوْلُهُ:** الباقیات صفت ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے اور وہ الکلمات یا الاعمال ہے خیر اسم تفضیل ہے مگر اپنے حقیقی معنی میں مستعمل نہیں ہے شارح نے بسبب النزول کہہ کر اشارہ کر دیا کہ یہ میں باسیہ ہے۔

**قَوْلُهُ:** امتزج الماء سے اختلط کی دوسری تفسیر کی طرف اشارہ ہے اور امتزاج چونکہ جانین سے ہوتا ہے لہذا امتزاج کی نسبت پانی کے بجائے نبات کی طرف کرنا درست ہے، اگرچہ عرف اور استعمال اس کا عکس ہے عرف اور لغت میں با کثیر غیر طاری پر داخل ہوتی ہے جیسا کہ امتزج الماء باللبن پانی دودھ میں مل گیا، نہ کہ دودھ پانی میں مل گیا، اور یہاں کثیر طاری پر با داخل ہے، یہ پانی کی کثرت میں مبالغہ کرنے کے لئے ہے اگر دودھ کم اور پانی زیادہ ہو تو کہیں گے امتزج اللبن بالماء دودھ پانی میں مل گیا، اسی طرح مذکورہ مثال میں یہ بتانا مقصود ہے کہ پانی اتنا زیادہ ہے کہ گویا وہ ہی اصل ہے۔

**قَوْلُهُ:** املاً۔ املا کی تفسیر ما یاملہ سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ املا مصدر بمعنی اسم مفعول مال کے معنی میں ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

پہلی مثال میں دنیوی زندگی اور اس کے سامان کی ناپائیداری ایک شخصی اور جزوی مثال سے بیان فرمائی تھی اس میں بھی مضمون، عام اور کلی مثال سے واضح فرمایا ہے، ارشاد در بانی ہے کہ آپ سرکشان قریش سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا ہو پھر اس پانی سے زمینی نباتات خوب گنجان ہو گئی ہوں، اور چند ہی دن کے بعد خشک ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا اس کو ہوا اڑائے پھرتی ہو بس یہی حال دنیا کا ہے کہ آج بڑی شاداب اور خوشنما معلوم ہوتی ہے کل اس کا نام و نشان بھی نہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں کہ جب چاہیں ایجاد کریں اور جب چاہیں فنا کریں اور جب پوری دنیا کا یہ حال ہے تو مال اور اولاد بھی جو کہ دنیا کا ایک جز ہے دنیوی زندگی کی ایک رونق ہے ان دونوں کے ذریعہ دنیا میں زینت حاصل کی جاتی ہے اس لئے یہ بھی سرلج الزوال ہے اور اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں اور وہ اعمال

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں، اور بعض حضرات نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا بھی اضافہ کیا ہے وہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر اور امید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں یعنی اعمال صالحہ سے جو امیدیں وابستہ ہوئی ہیں وہ آخرت میں ضرور پوری ہوں گی اور اس کی امید سے بھی ثواب زیادہ ملے گا بخلاف متاع دنیا کے کہ اس سے دنیا میں بھی انسانی امیدیں پوری نہیں ہوتیں اور آخرت میں تو کوئی سوال ہی نہیں۔

**فَاِذَا كَانُوا عَلَىٰ الْمَوْتِ** : اس آیت میں مال اور اولاد کو دنیوی زندگی کی زیب و زینت کہا گیا ہے یہ حکم فی نفسہ محض مال اور اولاد ہونے کے اعتبار سے ہے لیکن اگر انہی کو خدا پرستی اور دین طبعی کا ذریعہ بنالیا جائے اور ان سے طاعت الہی اور خدمت دین کا کام لیا جائے تو یہی مال و اولاد مقصود اور مطلوب بن جاتے ہیں اور ان کا شمار بھی باقیات الصالحات میں ہونے لگتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ جب انسان کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ موقوف ہو جاتا ہے مگر تین عمل ایسے ہیں کہ ان کے ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے: ① صدقہ جاریہ ② وہ علم کہ جس سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہو ③ نیک اولاد جو مرنے والے کیلئے دعا کرے (رواہ مسلم) تفسیر قرطبی میں عبید بن عمیر کا قول نقل کیا گیا ہے کہ باقیات صالحات نیک لڑکیاں ہیں وہ اپنے والدین کیلئے سب سے بڑا ذخیرہ ہیں اور دلیل میں حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی یہ روایت پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کو جہنم میں لیجانے کا حکم دیدیا گیا تو اس کی نیک لڑکیاں اس کو چٹ گئیں اور رونے چلانے لگیں اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگیں کہ یا اللہ انہوں نے دنیا میں ہم پر بڑا احسان کیا ہے اور ہماری پرورش میں بڑی محنت اٹھائی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرما کر بخش دیا۔

وَ اِذْ كَرَّ يَوْمَ تَسِيرُ الْجِبَالُ يَذْهَبُ بَهَا عَنْ وَجْهِ الْاَرْضِ فَتَصِيرُ هَبَاءً مُنْبَثًا وَفِي قِرَاءَةِ بِالنُّونِ وَ كَسْرِ الْيَاءِ وَ نَضْبِ الْجِبَالِ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ظَاهِرَةً لَيْسَ عَلَيْهَا شَيْءٌ مِنْ جَبَلٍ وَلَا غَيْرِهِ وَ حَشَرْنَاهُمُ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْكَافِرِينَ فَلَمْ يُعَادِرْ تَتْرَكَ مِنْهُمْ أَحَدًا ۝ وَ عَرَضُوا عَلٰی رَبِّكَ صَفًّا ۝ حَالُ اٰی مُصْطَفَيْنَ كُلِّ اُمَّةٍ صَفٌّ وَيَقَالُ لَهُمْ لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۝ اٰی فُرَادٰی حُفَاةٍ غُرَاةٍ غُرْلًا وَيَقَالُ لِمُنْكَرِ الْبَغْتِ بَلْ نَحْمُسُّكُمْ مَخْفَفَةً مِنَ الثَّقِيلَةِ اٰی اَنَّهُ لَنْ تَجْعَلَ لَكُمْ مَوْعِدًا ۝ لِلْبَغْتِ ۝ وَ وَضَعَ الْكِتَابُ اٰی كِتَابُ كُلِّ اِمْرَاٍ فِي يَمِينِهِ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ وَفِي شِمَالِهِ مِنَ الْكَافِرِينَ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ الْكَافِرِينَ مُشْفِقِينَ خَائِفِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ عِنْدَ مُعَايِنَتِهِمْ مَا فِيهِ مِنَ السَّيِّئَاتِ يَا لَلْتَنَبُّهِ وَ يَلْتَنَّا هَلْ كُنَّا وَ هُوَ مُصَدَّرٌ لَفِعْلٍ لَهُ مِنْ لَفْظِهِ مَالِ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُعَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً مِنْ ذُنُوبِنَا إِلَّا اَحْصَاهَا عَذَّهَا وَ اُثْبِتَهَا تَعَجُّبُوا مِنْهُ فِي ذَلِكَ وَ وَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا مُنْبَثًا فِي كِتَابِهِمْ وَلَا يَظْلَمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۝ لَا يُعَاقِبُهُ بِغَيْرِ جُرْمٍ وَلَا يَنْقُصُ

**ترجمہ:** اور یاد کرو اس دن کو کہ وہ (اللہ) چلا دے گا پہاڑوں کو یعنی اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو روئے زمین سے اکھاڑ دیں گے اور پہاڑ پر اگندہ غبار ہو جائیں گے اور ایک قراءت میں نسیرون اور ی کے کسرہ اور جبال کے نصب کے ساتھ ہے اور اے مخاطب تو زمین کو دیکھے گا کہ ایک کھلا میدان ہے کہ اس پر پہاڑ وغیرہ کچھ نہ رہیں گے اور ہم تمام انسانوں کو خواہ مومن ہوں یا کافر سب کو جمع کریں گے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے اور سب کے سب تیرے رب کے رو برو صف بستہ حاضر کئے جائیں گے صفا حال ہے (اور معنی میں) مصطفین کے ہے ہر امت کی ایک صف ہوگی اور ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو آخر کار تم ہمارے پاس آئے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا یعنی تن تنہا یا برہنہ پا، ننگے دھڑنگے غیر محتون، اور منکرین بعث سے کہا جائے گا تم یہ سمجھتے رہے تھے کہ ہم تمہارے بعث کے لئے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے ان مخففہ عن المثقلہ ہے یعنی اُنہ اور نامہ عمل سامنے رکھ دیا جائے گا یعنی ہر شخص کا نامہ عمل، اگر مومن ہوگا تو دائیں ہاتھ میں اور اگر کافر ہوگا تو بائیں ہاتھ میں دیدیا جائے گا تو اے مخاطب تو دیکھے گا مجرموں کافروں کو کہ اس تحریر سے جو اس میں ہوگی خوف زدہ ہو رہے ہوں گے اور اس (نامہ اعمال) میں لکھی ہوئی بد اعمالیوں کو دیکھ کر کہیں گے ہائے، ہماری بد نصیبی ہو یسئلنا، ہلکتنا کے معنی میں ہے اور ویل ایسا مصدر ہے کہ اس کا فعل (اس مادہ) سے مستعمل نہیں ہے یہ (نامہ عمل) کیسی عجیب کتاب ہے کہ جس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ بڑا جس کا احاطہ نہ کیا ہو؟ یعنی ہر گناہ کو شمار کر کے قلمبند کر لیا اور مجرمین نامہ اعمال کی اس کیفیت سے تعجب کریں گے اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا موجود پائیں گے یعنی اپنے اعمال ناموں میں لکھا ہوا پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا یعنی ناکردہ گناہ کی سزا نہ دے گا اور نہ کسی مومن کا اجر کم کرے گا۔

### تَحْقِیْقُ وَتَرْکِیْبُ تَسْمِیْلِ وَتَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

**قَوْلُهُ:** قوله تعالى حشرنا و عرضوا و وضع مذکورہ تینوں افعال ماضی کے صیغہ ہیں مگر معنی میں استقبال کے ہیں، وقوع یقینی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ماضی لایا گیا ہے لم نغادر کا عطف حشرنا پر ہے اس لئے کہ لم نغادر لم کی وجہ سے ماضی منفی کے معنی میں ہے۔

**قَوْلُهُ:** صفا، عرضوا کی ضمیر سے حال ہے مصدر ہونے کی وجہ سے معنی میں جمع کے ہے یسیر کی تفسیر یسذهب بہا سے کرنے میں اشارہ ہے کہ یسیر متعدی بالباء ہے اور الجبال اس کا مفعول اول ہے۔

**قَوْلُهُ:** نغادر کی تفسیر نترك سے کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نغادر باب مفاعله اگرچہ طرفین سے فعل کا تقاضہ کرتا ہے مگر یہاں طرفین سے فعل مراد نہیں ہے بلکہ غادر بمعنی غدر ہے، ای نترك اور عاقبت اللص کے قبیل سے ہے۔

**قَوْلًا:** مصطفین سے اشارہ کر دیا کہ صفا اگرچہ مفرد ہے مگر مصدر ہونے کی وجہ سے معنی میں جمع کے ہے۔  
**قَوْلًا:** کساء یا تو مفعول مطلق ہے یا ضمیر مرفوع سے حال ہے، پہلی صورت میں کساء مصدر محذوف کی صفت ہوگا ای  
 فجئنا کائنا کساء الخ۔

**قَوْلًا:** اَن لَّن ییدو حرف ہیں اول ان مخففہ عن المشقلہ ہے اس کا اسم، ضمیر شان محذوف ہے ای انہ اور جملہ لَّن نجعل اس  
 کی خبر ہے دوسرا کلمہ لَّن حرف ناصب ہے ان کا نون لَّن کے لام میں مدغم کر دیا گیا ہے اور قرآنی رسم الخط میں نون کو حذف کر دیا  
 گیا لکم نجعل کا مفعول ثانی ہے اور موعدا مفعول اول ہے۔

**قَوْلًا:** کتاب کل امرئ مفسر علام نے الکتاب کی تفسیر کتاب کل امرئ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ الکتاب کا  
 الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

**قَوْلًا:** مشفقین کی تفسیر خائفین سے کرنے کا مقصد تعیین معنی ہیں اس لئے کہ مشفقین مختلف معنی کے لئے استعمال ہوتا  
 ہے یہاں خوف کے معنی مراد ہیں، حسن اور ابن کثیر اور ابو عمرو نے تیسیر الجبال مجہول پڑھا ہے اور الجبال کو نائب فاعل  
 قرار دیا ہے اور ابن محیس رحمہ اللہ نے تیسیر الجبال پڑھا ہے اور الجبال کو فاعل قرار دیا ہے، اور باقی حضرات نے  
 نسیر الجبال پڑھا ہے اور جبال کو مفعول قرار دیا ہے، اور فاعل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے یا در ہے کہ نسیر، فعل محذوف اذ کو  
 کا ظرف ہے۔

**قَوْلًا:** مال هذا الکتاب میں ما استفہامیہ مبتدا ہے یہ استفہام تو بخئی ہے لام جارہ ہے هذا اسم اشارہ الکتاب مشار الیہ  
 لہذا کالام یہاں پر رسم الخط قرآنی کے مطابق هذا سے الگ لکھا جاتا ہے مصحف عثمانی میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔  
**قَوْلًا:** صغیرة ولا کبیرة کا موصوف ہنہ یا فعلہ محذوف ہے معصیہ بھی مقدر مان سکتے ہیں۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

ویوم نسیر الجبال سے اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولنا کیوں کو بیان فرماتے ہیں اور یہ بتا رہے ہیں کہ یہ باغ و بہار زندگی اور  
 سرسبز و شاداب زمین کس طرح ویران ہو جائے گی اور آخرت کی گھڑی کافروں کے لئے کس قدر حسرت ناک ہوگی ارشاد فرمایا  
 اس دن کو یاد کرو کہ جس دن ہم پہاڑوں کو چلتا کر دیں گے اور یہ پہاڑ دھنی ہوئی روئی اور بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے  
 سورۃ النمل آیت ۸۸ میں فرمایا کہ تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ بڑی مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں مگر وہ اس طرح چلیں  
 گے جس طرح بادل چلتے ہیں اور آپ اے محمد یا ہر مخاطب زمین کو ایک کھلا میدان دیکھے گا اس دن پہاڑ، دریا اور نیلے، عمارتیں،  
 درخت غرضیکہ ہر چیز ناپید ہو جائے گی اور کہیں کوئی نشیب و فراز نہ رہے گا سورۃ طہ میں ارشاد فرمایا لوگ آپ سے پہاڑوں کے  
 بارے میں معلوم کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ میرا پروردگار ان کو بالکل اڑا دیگا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام انسانوں کو سفید  
 بھوری زمین پر جمع کیا جائے گا جو میدے کی روٹی کی طرح ہوگی اس میں کسی بھی انسان کی کوئی علامت باقی نہیں رہے گی اور ہم

سب انسانوں کو جمع کریں گے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے یعنی اولین و آخرین چھوٹے بڑے کافر مومن سب کو جمع کریں گے کوئی زمین کی تہہ میں یا کسی گوشے میں پڑا نہ رہ جائے گا اور نہ قبر سے نکل کر کہیں چھپ سکے گا صفا کے معنی کھڑے ہونے کی حالت میں بھی ہو سکتے ہیں یعنی بارگاہ خداوندی میں سب کی حاضری حالت قیام میں ہوگی کوئی بیٹھا ہوا نہ ہوگا اور صفا کے معنی صفوفا کے بھی ہیں یعنی قطار در قطار کے بھی ہو سکتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ اہل محشر کی ۱۲۰ صفیں ہوں گی جن میں سے اسی صفیں اس امت کی ہوں گی۔ اور جو لوگ قیامت کا انکار کرتے تھے ان سے کہا جائے گا کہ لو دیکھ لو آگئے ناتم ہمارے پاس اسی طرح کہ جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا یعنی جان و مال، آل و اولاد اور اپنی ہر اس چیز سے خالی ہاتھ ہو کر جس پر تم دنیا میں ناز کیا کرتے تھے ننگ دھڑنگ ہماری بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم قیامت میں اپنے رب کے سامنے ننگے پاؤں ننگے بدن اور غیر مخنثون حالت میں جمع کئے جاؤ گے، پھر آپ ﷺ نے سورہ انبیاء کی آیت ۱۰۴ تلاوت فرمائی اور قیامت میں سب سے اول جس کو لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے (متفق علیہ عن ابن عباس) ایک دوسری روایت میں ہے کہ مذکورہ حدیث سن کر حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا یا رسول اللہ کیا سب مردوزن ننگے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے، آپ نے فرمایا اس وقت معاملہ اس سے زیادہ سنگین ہوگا کہ کوئی کسی کو دیکھے یعنی اس روز ہر ایک کو ایسی فکر دامن گیر ہوگی کہ کسی کو کسی طرف دیکھنے کا ہوش ہی نہ ہوگا سب کی نظریں اوپر کو اٹھی ہوئی ہوں گی اور منکرین قیامت سے یہ بھی کہا جائے گا بلکہ تم نے تو یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے لئے کوئی وعدہ کا وقت مقرر نہیں کیا تھا و تم دوبارہ پیدا ہو گئے یا نہیں؟ اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا پھر آپ دیکھیں گے کہ مجرم لوگ اس کے مندرجات سے ڈر رہے ہوں گے اپنے گناہوں کی فہرست پڑھ کر خوف کھا رہے ہوں گے اور سوچ رہے ہوں گے کہ دیکھئے اب کیسی سزا ملتی ہے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ہماری کمبختی یہ کیسی عجیب کتاب ہے کہ اس نے نہ ہماری چھوٹی بات چھوڑی اور نہ بڑی مگر اس نے سب کا احاطہ کر لیا ہے یعنی کوئی بات ایسی نہیں رہی کہ جو اس میں درج نہ ہوگی ہو اور جو کچھ بھی انہوں نے دنیا میں کیا تھا وہ سب موجود پائیں گے اور آپ کا پروردگار کسی پر ظلم نہ کرے گا، اس کا مفہوم عام طور پر حضرات مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اپنے کئے ہوئے اعمال کی جزاء کو موجود پائیں گے اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں بے شمار روایات حدیث اس بات پر شاہد ہیں کہ یہی اعمال آخرت کی جزاء و سزا بن جائیں گے ان اعمال کی شکلیں وہاں بدل جائیں گی نیک اعمال جنت کی نعمتوں کی شکل اختیار کر لیں گے اور برے اعمال جہنم کی آگ اور سانپ اور پچھوؤں کی شکل اختیار کر لیں گے، اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کا مال قبر میں ایک بڑے سانپ کی شکل میں آکر اس کو ڈسے گا، اور کہے گا انا مالک (میں تیرا مال ہوں) اور نیک اعمال ایک حسین عورت کی شکل میں انسان کی قبر کی تنہائی میں وحشت دور کرنے کے لئے آئیں گے وغیرہ وغیرہ، ان تمام روایات کو عموماً مجاز پر محمول کیا جاتا ہے اور اگر مذکورہ تحقیق کو لیا جائے تو پھر مجاز کی ضرورت نہیں رہتی۔

قرآن کریم نے یتیم کے مال کو ناجائز طریقہ سے کھانے کو آگ فرمایا (انما یا کلون فی بطونہم ناراً) مگر حقیقت یہ ہے

کہ وہ اس وقت بھی آگ ہے مگر اس کے آثار محسوس کرنے کے لئے اس دنیا سے گذرنا شرط ہے جیسے کہ کوئی ماچس کے بکس کو آگ کہے تو صحیح ہے مگر اس کے آگ ہونے کے لئے رگڑنا شرط ہے، خلاصہ یہ کہ انسان جو کچھ نیک یا بد عمل دنیا میں کرتا ہے یہ عمل ہی آخرت میں جزاء یا سزا کی شکل اختیار کرے گا، اس وقت اس کے آثار و علامات اس دنیا میں مختلف ہوں گے۔

وَلَا تَنْصُوبُ بِأَذْكَرَ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سَجُوْدًا اِنْجِنَاۤ اِلٰى اٰدَمَ سَجُوْدًا لَّهٗ فَسَجَدُوْا  
اِلَّا اِبٰلٰیْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ قَبِلَ هُمۡ نَوْعٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فَلَا سُبْحٰنَۤ اِلٰہَ سُبْحٰنَہٗ مُتَّصِلٌ وَقِيلَ هُوَ مَنۡقَطَعٌ وَّابِلٰیْسَ اَبُو الْجِنِّ  
وَلہ ذَرِیَّةٌ ذُکِرَتْ مَعًاۤ بَعْدَ وَالْمَلٰٓئِكَةِ لَا ذَرِیَّةَ لَہُمْ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ اِیۡ خَرَجَ عَنْ طَاعَتِہٖ بِتَرٰکِ السُّجُوْدِ  
اَفْتَنَحْدُوْہٖ وَذَرِیَّتَہٗ الْخَطٰبُ لِاٰدَمَ وَذَرِیَّتِہٖ وَالْہٰٓءُ فِی الْمَوْضِعِیۡنَ لِاِبٰلٰیْسَ اَوَّلِیَّۃً مِّنۡ دُوْنِیۡ تُطِیْعُوْنَہُمْ  
وَهُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ اِیۡ اَعْدَاءُ حَالٍ یُّنٰسُ الظَّٰلِمِیۡنَ بِدَلٰہِ اِبٰلٰیْسَ وَذَرِیَّتِہٖ فِی طَاعَتِہُمْ بِدَلِّ اِطَاعَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی  
مَاۤ اَشْہَدُہُمْ اِیۡ اِبٰلٰیْسَ وَذَرِیَّتِہٖ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا خَلَقَ اَنْفُسَہُمْ اِیۡ لَمۡ اُخْصِرۡ بَعْضَہُمْ خَلْقَ  
بَعْضٍ وَمَا کُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیۡنَ الشِّیَاطِیۡنَ عَصَدًاۙ اَعْوَانًا فِی الْخَلْقِ فَکَیْفَ تُطِیْعُوْنَہُمْ وَیَوْمَۤ اَنْصُوبُ  
بِاَذْکَرٍ یَّقُوْلُ بِالْبَیِّنٰتِ نَادُوْا شُرَکَآئِیۡ الْاَوْثَانَ الَّذِیۡنَ زَعَمْتُمْ لِیُشْفَعُوْا لَکُمْ بِزَعْمِکُمْ  
فَدَعَوْہُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَہُمْ لَمْ یُجِیْبُوْہُمْ وَجَعَلْنَا بَیۡنَہُمْۤ اِلٰہَ الْاَوْثَانِ وَغَابِیَّتَہَا مُوْبِقًاۙ وَاِیۡہَا مِنْ اَوْدِیۡۃٍ  
جَہَنَّمَ یَهْلِکُوْنَ فِیہَا جَمِیْعًا وَہُوۡمٌ وَبَقِیۡ بِالْفَتْحِ هَلٰکَ وَرَآلْمُجْرِمُوْنَ النَّارُ فَظَنُّوْا اِیۡ اَیْقَنُوْا  
اَنَّهُمۡ مُّوٰقِعُوْہَا اِیۡ وَاَقْعُوْنَ فِیہَا وَلَمْ یَجِدُوْا عِنۡہَا مَصْرَفًاۙ مَّعَدٰلًا۔

ع

**ترجمہ:** واذقلنا یہ اذکر فعل محذوف کی وجہ سے محلا منصوب ہے اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو یعنی آدم کی تعظیم کے لئے تم اس کے سامنے جھکونہ یہ کہ زمین پر پیشانی رکھو چنانچہ ابلیس کے علاوہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا کیونکہ (ابلیس) جنات میں سے تھا، کہا گیا ہے کہ جنات ملائکہ کی اقسام میں سے ایک قسم ہیں، تو اس صورت میں مستثنیٰ متصل ہوگا اور (یہ بھی) کہا گیا ہے کہ الا ابلیس مستثنیٰ منقطع ہے اور ابلیس جنات کا جدا علیٰ ہے اس کی ذریت بھی ہے جس کا ذکر بعد والی آیت میں آ رہا ہے، اور ملائکہ کی ذریت نہیں ہوتی اسی سبب (یعنی جنی ہونے کے سبب سے) اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی یعنی ترک سجدہ کر کے اپنے رب کی اطاعت سے خارج ہو گیا کیا تم پھر بھی اس کو اور اس کی ذریت کو (یہ) خطاب آدم اور ان کی ذریت کو ہے مجھے چھوڑ کر دوست بناتے ہو یعنی ان کی اطاعت کرتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں عدو بمعنی اعداء ہے اور حال یہ ہے کہ (یہ) ظالموں کے لئے بہت برا بدل ہے یعنی ابلیس اور اس کی ذریت کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے بجائے نہایت برا بدل ہے، اور میں نے ان کو یعنی ابلیس اور اس کی ذریت کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت اور خود ان کی تخلیق کے وقت حاضر نہیں رکھا یعنی خود ان میں سے بعض کی تخلیق کے وقت ان میں سے کسی کو حاضر نہیں رکھا اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا

مددگار بنانے والا نہیں یعنی تخلیق میں اپنا معاون بنانے والا نہیں تو پھر ان کی اطاعت کیوں کرتے ہو؟ اور یوم اذکر (محذوف) کی وجہ سے منصوب ہے بقول ی اور ان کے ساتھ ہے اور جس دن وہ کہے گا کہ تمہارے خیال میں جو میرے شریک تھے (یعنی بت) ان کو پکارو تاکہ تمہارے خیال کے مطابق وہ تمہاری شفاعت کریں چنانچہ یہ ان کو پکاریں گے لیکن ان میں سے کوئی بھی جواب نہ دے گا اور ان کے یعنی بتوں اور ان کے عابدین کے درمیان جہنم کی وادیوں میں سے ایک وادی متعین کر دیں گے تو وہ سب اس میں ہلاک ہو جائیں گے موبقاً، وبقی بالفتح سے مشتق ہے بمعنی هلك اور مجرم جہنم کو دیکھ کر سمجھ لیں گے (یقین کر لیں گے) کہ وہ اس میں جھونکے جانے والے ہیں یعنی اس میں داخل ہوں گے اور اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔

### تحقیق و تفسیر کی تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: نَحْيَةٌ لَهُ يَه اسجدوا کا معمول ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ کان بمعنی صار ہے ای صار من الجن، کان من الجن جملہ متانفہ ہے اور لم یسجد کی علت ہے۔

قَوْلُهُ: ففسق عن امر ربہ فاتعلیہ اور سیئہ دونوں ہو سکتی ہے فسق بمعنی خرج ہے عرب بولتے ہیں فسقت الرطبة عن قشرها جبکہ کھجور اپنے چھلکے سے نکل جائے اسی طرح یہ بھی بولتے ہیں فسقت الفارة من جحرها چوہا اپنے بل سے نکل گیا (ض ن ک) اس کے اصطلاحی معنی ہیں حق و صلاح کے راستے سے ہٹ جانا، نافرمان ہو جانا، حدود و شریعت سے نکل جانا۔

قَوْلُهُ: هم نوع من الملائكة یہ متثنی متصل کی توجیہ ہے اور ابلیس ابوالجن یہ متثنی منقطع کی توجیہ ہے افتتخذونه میں ہمزہ انکار اور اظہار حیرت کے لئے ہے اور فاتعقب کے لئے ہے ذریعہ کا عطف تنخذونہ کی ضمیر پر ہے مجاہد نے کہا ہے کہ ابلیس کی ذریت میں لا قس اور ولہان ہیں ان دونوں کا کام طہارت میں وسوسہ ڈالنا ہے۔

قَوْلُهُ: ذریۃ یہ ابوالجن پر تفریع ہے فسق کی تفسیر خرج سے کر کے لغوی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے اور عن طاعته بترك السجود کا اضافہ کر کے اصطلاحی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قَوْلُهُ: افتتخذونہ ہمزہ محذوف پر داخل ہے فاعاطفہ ہے معطوف علیہ فعل محذوف ہے، استفہام تو بخبی ہے تقدیر عبارت یہ ہے ابعدا حصل منه ما حصل من الایاء والفسق یلیق منکم اتخاذه وذریعہ اولیاء۔

قَوْلُهُ: من دونی محذوف سے متعلق ہو کر اولیاء کی صفت ہے من دونی کا تعلق تنخذوا سے بھی ہو سکتا ہے وہم لکم عدو مفعول مافاعل سے حال ہے عدو مصدر ہونے کی وجہ سے معنی میں اعداء کے ہے للظالمین بدلا سے متعلق ہے اور بدلا بئس کے فاعل ضمیر مستتر ہو سے تیز واقع ہے اور ابلیس و ذریعہ مخصوص بالذم محذوف کا بیان ہے تقدیر عبارت یہ ہے بئس البدل بدلا ہو ابلیس و ذریعہ۔

قَوْلُهُ: شرکائی شرکائی کے قرینہ سے زعمتمونی کے دونوں مفعول محذوف ہیں ای زعمتموہم شرکائی۔

قَوْلُهُ: رءی کوئی رءی کے آخر یا لکھتے ہیں بصری نہیں لکھتے، رءی کی اصل رآی ہے یا متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ

سے الف سے بدل گئی تو آہو اعرابی زبان میں کو فیوں کا رسم الخط رائج ہے لہذا آ کے آخر میں یا لکھی گئی۔  
**قَوْلٌ**: مواقعوا اسم فاعل جمع مذکر اصل میں مواقعون تھا، اضافت کی وجہ سے نون گر گیا، ایک دوسرے سے قریب ہونے والے، مصدر واقعة ہے، مصرف ظرف مکان ہے لوٹنے کی جگہ۔

## تَفْسِيرٌ وَتَشْرِيحٌ

اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے سجدہ کرو یعنی اس کی تعظیم بجالاؤ تاکہ تمام مخلوق کا انقیاد ظاہر ہو جائے اور آدم خلافت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا یعنی ابلیس کے علاوہ سب نے آدم کی بڑائی کا اعتراف کیا مگر ابلیس نے نہ کیا اور گھمنڈ میں آکر کہنے لگا کہ میں آدم سے بہتر ہوں تو آدم کے سامنے کیوں جھکوں اس طرح وہ حکم خداوندی کا انکار کر کے کافروں میں شامل ہو گیا، اور وجہ اس کی یہ تھی کہ ابلیس جنات میں سے تھا فرشتہ نہ تھا اور نہ حکم عدولی نہ کرتا، اس صورت میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب وہ فرشتہ نہیں تھا تو پھر وہ اللہ کے حکم کا مخاطب ہی نہیں تھا اس لئے کہ حکم کے مخاطب تو فرشتے تھے انہیں کو سجدہ کا حکم دیا گیا تھا صاحب روح المعانی نے کہا ہے کہ وہ فرشتہ یقیناً نہیں تھا لیکن وہ فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اور ان ہی میں شمار ہوتا تھا اس لئے وہ حکم خداوندی کا مخاطب تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ) وَاخْرَجَ ابْنَ جَرِيرٍ ابْنَ الْاَنْبَارِيِّ عَنْهُ قَالَ مَا كَانَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ طَرَفَةَ عَيْنٍ وَاخْرَجَ ابْنَ الْمُنْذِرِ وَابْنَ اَبِي حَاتِمٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ (قَاتَلَ اللّٰهُ اَقْوَامًا زَعَمُوا اَنَ ابْلِيسَ كَانَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَاللّٰهُ يَقُولُ كَانَ مِنَ الْجِنِّ).

جنات، انسانوں ہی کی طرح باختیار مخلوق ہیں، مگر جنات اور انسان فرشتوں کے مانند پیدا نشی فرمانبردار مخلوق نہیں ہے بلکہ کفر و ایمان اطاعت و معصیت دونوں پر قدرت دی گئی ہے چنانچہ ابلیس خود اپنے اختیار سے فسق و عصیان کی راہ اختیار کر کے حکم خداوندی کا منکر ہو گیا، فرشتوں کا یہ سجدہ ایک رمزی سجدہ، انقیاد و اطاعت کی علامت کے طور پر تھا اور اس قسم کا سجدہ امم سابقہ میں جائز تحیۃ (سلامی کا سجدہ) تھا شریعت محمدیہ میں غیر اللہ کے لئے ہر قسم کا سجدہ حرام ہے، اور سجدہ کرنے کا حکم صرف جن و ملائکہ ہی کو نہیں تھا بلکہ تمام مخلوقات کو تھا اور روح المعانی میں ایک قول یہ لکھا ہے کہ صرف زمینی مخلوق کو تھا اور فرشتوں میں سے جو زمین پر رہتے تھے انہی کو تھا قرآن کریم میں یہ واقعہ متعدد جگہ آیا ہے مگر کسی جگہ کوئی لفظ ایسا نہیں ہے کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ حکم صرف فرشتوں کے لئے تھا بلکہ یہاں صراحت ہے کہ ابلیس کو بھی تھا اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ سجدہ کا حکم ملائکہ کے علاوہ دیگر مخلوقات کو بھی دیا گیا تھا اور فرشتوں کا تذکرہ ہر جگہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اس وقت کی مخلوق میں سب سے بہتر مخلوق تھے اس لئے جب ان کو حکم ہوا تو دیگر مخلوقات کو بدرجہ اولیٰ حکم ہوگا، ابلیس کے بارے میں جو یہ بات مشہور ہے کہ وہ فرشتہ بلکہ فرشتوں کا استاد تھا یہ خیال اسرائیلی روایات کی پیداوار ہے اور (وَكَانَ مِنَ الْجِنِّ) سے مقصد ابلیس کی اصل بتانا نہیں ہے بلکہ اس بات کی علت بیان کرنا ہے کہ ابلیس نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اور وجہ یہ بتائی گئی ہے



چونکہ وہ جنی تھا فرشتہ نہ تھا اس لئے اطاعت سے باہر ہو جانا اس کے لئے ممکن ہوا اگر فرشتہ ہوتا تو یہ بات ممکن نہ ہوتی اس لئے کہ فرشتے فطرۃً مطہرۃً اور معصوم ہوتے ہیں۔ (دیکھئے سورۃ تحریم)

وذریۃ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے اولاد ہے تو والد و تناسل کا سلسلہ جس طرح انسانوں میں ہے اسی طرح جنات میں بھی ہے البتہ فرشتوں میں یہ سلسلہ نہیں ہے اس لئے یہ بات تو طے ہے کہ ابلیس کی بھی اولاد ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ ان میں تو والد و تناسل کی کیا صورت ہے، ایک صحیح حدیث جس کو حمیدی نے کتاب الحج میں حضرت سلمان فارسی سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نصیحت فرمائی کہ تم ان لوگوں میں سے نہ بنو جو سب سے پہلے بازار میں داخل ہوتے ہیں یا سب سے آخر میں بازار سے نکلتے ہیں کیونکہ بازار ایسی جگہ ہے کہ جہاں شیطان نے انڈے بچے دے رکھے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کی ذریت انڈوں بچوں سے پھیلتی ہے اور بعض حضرات نے اس جگہ ذریت سے اس کے معاون و مددگار مراد لئے ہیں خواہ جن ہوں یا انس۔

ابلیس چونکہ جنات میں سے تھا اس لئے اس نے اپنے پروردگار کی حکم عدولی کی کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسکو اور اس کی ذریت کو اپنا کارساز بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں یہ شیاطین کا رساز تو کیا ہوتے ہیں نے آسمان اور زمین پیدا کرتے وقت ان کو دکھلایا بھی نہیں، کیونکہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت یہ موجود ہی نہیں تھے اور نہ خود ان کی تخلیق ان کو دکھلانی گئی یعنی ان میں سے ایک کی تخلیق دوسرے کو نہیں دکھلانی گئی تھی اور میں ایسا نہیں کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا دوست بناؤں اور اس دن کو یاد کرو جب حق تعالیٰ فرمائیں گے پکارو ان کو جن کو تم میرا شریک مانتے تھے لہذا وہ پکاریں گے تو وہ ان کو جواب ہی نہ دیں گے یعنی وہ ان کی کچھ مدد نہ کر سکیں گے اور ہم ان (عابدین و معبودین) کے درمیان ہلاکت کی جگہ حائل کر دیں گے یعنی دونوں کے درمیان آگ کی وسیع غلج حائل کر دی جائے گی جس کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریب بھی نہ آسکیں گے کام آتا تو درکنار اور مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ چالیس سالہ مسافت سے جہنم کو دیکھ لیں گے اور وہ یقین کر لیں گے کہ انہیں ضرور اس میں گرنا ہے یعنی ان کے لئے فرار کی کوئی راہ نہ ہوگی۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا بَيْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ صِفَةً لِمَحْذُوفٍ اِی مَثَلًا مِنْ جَنْسِ كُلِّ مَثَلٍ لِيَتَعَطَّوْا وَكَانَ الْاِنْسَانُ اِی الْكَافِرُ اَكْثَرُ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ خصومةً فی الباطلِ وَهُوَ تَمِيزٌ مِّنْ اَسْمِ كَانَ، المعْنٰی وَكَانَ جَدُلُ الْاِنْسَانِ اَكْثَرُ شَيْءٍ فِیْهِ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اِی كُفَّارَ مَكَّةَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا مَفْعُولٌ ثَانٍ اِذْ جَاءَهُمْ الْهُدٰی اِی الْقُرْآنَ وَلَسْتَ غَفُوْرًا رَّبَّهُمْ اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ فَاعِلٌ اِی سُنَّتُنَا فِیْهِمْ وَهٰی الْاِهْلَاكُ الْمُقَدَّرُ عَلَیْهِمْ اَوْ اٰتٰیَتْهُمْ الْعَذَابُ مُبَلَّا ۝ مُقَابِلَةٌ وَعِیَانًا وَهُوَ الْقَتْلُ یَوْمَ بَدْرٍ وَفِی قِرَاءَةِ بَضْمَتِیْنَ جَمْعُ قَبِیْلِ اِی اَنْوَاعًا وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِّلْمُخَوْفِیْنَ

لِلْكَافِرِينَ وَیَجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ بِقَوْلِهِمْ أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا وَنَحْوَهُ لِيُدْحِضُوا بِهِ لِبُطْلَانَهُمْ  
بِجَدَالِهِمُ الْحَقَّ الْقُرْآنَ وَاتَّخَذُوا إِلَيْهِ الْقُرْآنَ وَمَا أُنذِرُوا بِهِ مِنَ النَّارِ هُزُوًا ۝ سُخْرِيَّةً  
وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَكَرَ بَابِيتَ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا لَمَّا قَامَتْ يُدْهِمُ مَا عَمِلَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي فَلَمْ يَتَفَكَّرْ  
فِي عَاقِبَتِهَا إِنَّا جَعَلْنَا أَعْيُنَهُمْ تَابِعَةً لِّقُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ مِن أَنْ يَفْقَهُوا الْقُرْآنَ أَيْ فَلَا يَفْهَمُونَهُ  
وَفِي أَذَانِهِمْ وَقْرًا ۝ ثِقَلًا فَلَا يَسْمَعُونَهُ وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَى فَلَنْ يَهْتَدُوا إِلَّا أَيْ بِالْجَعْلِ الْمَذْكُورِ  
أَبَدًا ۝ وَرَبَّنَا اغْفُورْ ذُنُوبَنَا وَارْحَمْنَا وَتُؤَيِّدْنَا فِي الدُّنْيَا بِمَا كَسَبْنَا لَعَجَلُ لَهُمُ الْعَذَابُ فِيهَا بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ  
وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْعِدًا ۝ مَلَجَأَيْنِ الْعَذَابِ وَتِلْكَ الْقُرَى أَيْ أَهْلُهَا كَعَادِ وَثَمُودَ وَغَيْرَهُمَا  
أَهْلَكَهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا كَفَرُوا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ لَاهِلًا كِهِمْ وَفِي قِرَاءَةِ بَفْتَحِ الْمِيمِ أَيْ لِهَلَاكِهِمْ مَوْعِدًا ۝

۸

**ترجمہ:** اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین مختلف انداز سے بیان کئے ہیں من کل  
مثل موصوف محذوف مثلاً کی صفت ہے یعنی ہر قسم کی مثالیں تاکہ نصیحت حاصل کریں، اور کافر انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے یعنی  
خصومت میں باطل طریقہ اختیار کرتا ہے جدلا کا نام سے منقول ہو کر تمیز ہے، تقدیر عبارت یہ ہے وکان جدل  
الانسان اکثر شی فیہ اور لوگوں کو یعنی کفار مکہ کو ایمان لانے اور اپنے پروردگار سے معافی طلب کرنے سے ان کے پاس  
ہدایت قرآن پہنچنے کے بعد صرف اس انتظار نے روکا کہ ان کو بھی پہلی امتوں جیسا معاملہ پیش آجائے یا یہ کہ عذاب ان کے روبرو  
آکھڑا ہو، سنۃ الاولین تاتہیم کا فاعل ہے یعنی جو ہمارا قانون قدرت ان کے بارے میں ہے، اور وہ، وہ ہلاکت ہے جو ان  
کے حق میں مقدر ہو چکی ہے ان یؤمنوا (منع کا) مفعول ثانی ہے قبلا بمعنی روبرو نظروں کے سامنے اور وہ (عذاب) یوم بدر  
میں قتل کی شکل میں پیش آیا، اور ایک قراءت میں قبلا قاف اور باء کے ضمہ کے ساتھ ہے جو کہ قبیل کی جمع ہے، انواع کے معنی  
میں اور ہم نے رسولوں کو مومنین کو بشارت دینے والے اور کافروں کو ڈرانے والے بنا کر بھیجا، اور کافر ایسی باتیں کہہ کر کہ کیا اللہ  
نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ ناحق جھگڑے کھڑے کرتے ہیں تاکہ وہ اس (باطل) طریقہ سے حق قرآن کو زیر کر دیں اور  
انہوں نے میری آیتوں قرآن اور اس عذاب نار کا جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا مذاق اڑایا اور اس سے بڑا ظالم کون ہے کہ جس کو  
اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی گئی پھر اس نے منہ پھیر لیا؟ اور وہ ان کو تو توں کو بھول گیا جو اپنے ہاتھوں آگے بھیج چکا ہے  
یعنی وہ کفر و معصیت کے اعمال جن کو وہ کر چکا بلاشبہ ہم نے اس کے قلوب پر پردے ڈال دیئے ہیں، اس بات سے کہ وہ قرآن کو  
سمجھیں اس وجہ سے وہ قرآن کو نہیں سمجھ سکتے اور ان کے کانوں کو بہرا کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن کو سنتے نہیں ہیں اور اگر  
آپ ان کو ہدایت کی طرف بلائیں تو وہ اس وقت ہر گز راہ راست پر نہ آئیں گے یعنی جعل مذکور کی وجہ سے اور وہ قلوب پر پردے  
اور کانوں میں ثقل (بہرا پن) ہے اور آپ کے پروردگار بڑے ہی درگزر کرنے والے رحم کرنے والے ہیں اور اگر وہ دنیا میں ان

کے کرتوتوں کے سبب مواخذہ کرنے لگے تو فوراً ہی ان پر دنیا ہی میں عذاب بھیج دے بلکہ ان کے لئے ایک وعدہ ہے اور وہ قیامت کا دن ہے اور وہ اس کے علاوہ کوئی پناہ گاہ ٹھکانہ نہ پائیں گے اور ہم نے ان بستیوں یعنی ان کے باشندوں مثلاً عاد و ثمود وغیرہ کو اس وقت ہلاک کر دیا جب انہوں نے نا انصافی کی (کفر کیا) اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا یعنی ان کو ہلاک کرنے کے لئے اور ایک قراءت میں میم کے فتح کے ساتھ ہے یعنی ان کی ہلاکت کے لئے۔

## تَحْقِيقُ تَرْكِيبِ تَسْبِيلٍ وَتَفْسِيرُ فَوَائِدِ

**قَوْلُهُ:** لَقَدْ صَرَفْنَا صَرْفَ تَصْرِيفٍ مُخْتَلَفٍ طَرِيقَاتٍ مِنْ بَيَانِ كَرَامَاتٍ مُخْتَلَفَةٍ اَنْدَازٍ سَجَّانَا، مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فِي مَنْ زَانِدٍ ہے، مِنْ كُلِّ مَثَلٍ، مَثَلًا مَحْذُوفٍ كِي صِفَتِ هُوَ كَرَصَرَفْنَا كَامِفْعُولٍ بِهٖ تَقْدِيرُ عِبَارَتِ يَهٗ صَرَفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ مَثَلًا كَانْنَا مِنْ كُلِّ مَثَلٍ۔

**قَوْلُهُ:** جَدَلًا اَكْثَرَ شَيْءٍ كِي نِسْبَتِ تَمِيزِ، كَانِ كِي اسْمِ سَمَقُولٍ ہے، اِي كَانِ جَدَالِ الْاِنْسَانِ اَكْثَرَ شَيْءٍ فِيْهِ اِي جَدَالِهِ اَكْثَرَ مِنْ كُلِّ مَجَادَلٍ مَنَعِ فَعْلٍ مَاضِي (ف) الْاِنْسَانِ مَفْعُولِ اَوَّلٍ اَوْرَانِ يَوْمُنَا جَمْلَةً بِتَاوِيلِ مَصْدَرٍ هُوَ كَرَمَفْعُولِ ثَانِي اَنْ بَسْمَلٍ مِنْ مَحْذُوفٍ ہے۔

**قَوْلُهُ:** اِذْ جَاءَ هُمْ يَوْمُنَا كَاظْرَفِ يَسْتَفْعِرُوا كَاعْطَفِ يَوْمُنَا پَر ہے۔  
**قَوْلُهُ:** اَنْ تَاتِيَهُمْ بِتَاوِيلِ مَصْدَرٍ هُوَ كَرَمَنَعِ كَاظْعَلِ ہے اِنْتِظَارِ مَضَافِ مَحْذُوفِ ہے اَوْرَانِ تَاتِيَهُمْ مَضَافِ اِلَيْهِ ہے جَوْكَ مَضَافِ كَقَامِ مَقَامِ ہے اَوْرِيَاتِيَهُمْ كَاعْطَفِ تَاتِيَهُمْ پَر ہے۔

**قَوْلُهُ:** قَبْلًا، الْعَذَابِ سَمَالِ ہے بِمَعْنَى سَامَنَ، رَوْرُو اَوْرَاكِي قِرَاءَتِ فِيْ قَبْلًا ہے جَوْقِيلِ كِي جَمْعِ ہے اس كِي مَعْنَى اَنْوَاعِ وَاَقْسَامِ كِي هِيں جِيسے سَبَلِ سَبِيلِ كِي جَمْعِ ہے بِمَعْنَى اَنْوَاعِ۔

**قَوْلُهُ:** مَبْشَرِينَ وَمَنْذَرِينَ، مَرْسَلِينَ سَمَالِ هِيں يَجَادِلِ كَامِفْعُولِ الْمَرْسَلِينَ مَحْذُوفِ ہے لِيَدْحَضُوا يَجَادِلِ سَمَالِ ہے اِدْحَاضِ (اَفْعَالِ) پَهْلَانَا، ثَلَاثَا۔

**قَوْلُهُ:** مَا اَنْذَرُوا فِيْ مَا مَوْصُولِ ہے اَوْر اَنْذَرُوا جَمْلَةً هُوَ كَرَصَلِ بِهٖ عَاذِ مَحْذُوفِ ہے يَامَا مَصْدَرِ يَهٗ اَنْذَارِ هُمْ كِي مَعْنَى فِيْ اَنْذَرُوا كَاعْطَفِ آيَاتِي پَر ہے هَزُوا، اَتَخَذُوا كَامِفْعُولِ ثَانِي ہے اَوْر آيَاتِي وَمَا اَنْذَرُوا جَمْلَةً عَاطِفِ هُوَ كَرَاتَخَذُوا كَا مَفْعُولِ اَوَّلِ ہے۔

**قَوْلُهُ:** مَنْ لَفْظًا مَفْرُودِ ہے اَوْر مَعْنًا جَمْعِ ہے لِہٰذَا اس كِي طَرَفِ وَاحِدِ اَوْر جَمْعِ دُونِ قِسْمِ كِي ضَمِيرِ لُوثِ سَكْتِي هِيں جِيسا كہ آئندہ پَانچ ضَمِيرِ مَفْرُودِ اَوْر پَانچ جَمْعِ كِي مَنْ كِي طَرَفِ لُوثِ رهي هِيں۔

**قَوْلُهُ:** اَكْنَةُ يَهٗ كَنَانِ كِي جَمْعِ ہے بِمَعْنَى پَرْدِ يَهٗ جَمْلَةً اَعْرَاضِ اَوْر نِسَانِ كِي عِلْتِ ہے۔

**قَوْلُهُ:** بِالْجَعْلِ الْمَذْكُورِ اس جَمْلَةً كَاَضَافِ اِذَا كِي مَفْهُومِ كِي تَعْيِينِ كِي لِي ہے۔

قَوْلًا: ربك مبتداء الغفور خبر اول ذوالرحمة خبر ثانی۔

قَوْلًا: مونل ظرف ہے بمعنی جائے پناہ (ض) وال یئل والا، وال الیہ، پناہ لی۔

قَوْلًا: تلك القرى مبتداء اهلکناهم خبر تلك القرى فعل محذوف کی وجہ سے منصوب بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں باب اشتغال سے ہوگا تقدیر عبارت یہ ہوگی اهلکنا تلك القرى اهلکناهم۔

قَوْلًا: مهلك مصدر میسی ہے، ہلاک کرنا یا ظرف زمان ہے ہلاک ہونے کا وقت جمع مہالک، مہلک میں تین قراءتیں ہیں ① میم کا ضمہ اور لام کا فتح مَهْلَک ② میم اور لام دونوں کا فتح مَهْلَک ③ میم کا فتح اور لام مکسور مَهْلَک۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْح

ولقد صرفنا فی هذا القرآن الخ اللہ تبارک و تعالیٰ نے گمراہ لوگوں کی ہدایت کے لئے قرآن پاک میں کیسے کیسے قیمتی مضامین بیان فرمائے اور مختلف قسم کی مثالوں اور عبرت آموز واقعات کے مضامین کو ذہن نشین کرانے کی کوشش فرمائی مگر جن لوگوں کی مت ہی ماری گئی ہو ان کا کیا علاج؟ وہ ہر خیر خواہی کو بدخواہی سمجھتے ہیں کفار کے رویہ سے ان کی ہٹ دھرمی اور ضد روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے ورنہ جہاں تک دلیل کا تعلق ہے قرآن کریم نے حق واضح کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر کفار اس سے مس نہ ہوئے، غالباً اب صرف انہیں عذاب الہی کا ہی انتظار ہے جیسا کہ عذاب الہی نے پہلی قوموں کو بالکل تباہ و برباد کر ڈالا، مذکورہ آیات میں تین باتوں کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے ① انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے اور وہ جھگڑے کھڑے کھڑے کرنے میں طاق ہے اللہ کی وعیدوں کا مذاق اڑاتا ہے مگر یاد رکھو حجت تام کر دی گئی ہے، مؤثر انداز اور بہتر طریقہ سے بات پیش کی جا چکی ہے اب بس عذاب کا کوڑا برسنا باقی ہے، ② کفار کی حق بیزاری اور دین دشمنی کی وجہ سے ان سے حق بات سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لی گئی ہے لہذا اب ان کے ایمان لانے کی امید نہ رکھی جائے ③ اللہ تعالیٰ انسانوں کی حرکتوں پر فوراً گرفت نہیں کرتے ڈھیل پر ڈھیل دیتے ہیں تاکہ انسان راہ راست پر آجائے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے امہال کا قانون مقرر کر رکھا ہے مگر جب عذاب کا وقت موعود آئے گا تو اس وقت کوئی راہ فرار نہ ملے گی، ارشاد خداوندی ہے: اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کے عمدہ مضامین مختلف طریقوں سے بیان کئے ہیں قرآن کریم میں مختلف عنوانوں سے اور قسم قسم کے دلائل و شواہد سے سچی باتیں سمجھائی گئی ہیں، فہمائش کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی مگر سرکش اور نافرمان انسان ماننے کے لئے تیار نہیں اور انسان بڑا جھگڑالو ہے کتنی ہی صاف اور سیدھی بات ہو وہ کٹ جتنی کے بغیر نہیں رہتا جب دلائل کا جواب نہیں بن پڑتا تو بیہودہ اور مہمل باتیں شروع کر دیتا ہے، حدیث میں ایک جھگڑالو آدمی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے گا، اسے بارگاہ خداوندی میں پیش کیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ ہم نے جو رسول بھیجے تھے ان کے ساتھ تیرا کیا طرز عمل رہا؟ وہ کہے گا اے پروردگار میں آپ پر بھی ایمان لایا اور آپ کے رسول پر بھی اور عمل میں بھی اس کی اطاعت کی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ تیرا اعمال نامہ ہے اس میں تو کچھ بھی نہیں ہے وہ کہے گا میں اس اعمال نامہ کو نہیں مانتا، اللہ

تعالیٰ فرمائیں گے ہمارے یہ فرشتے جو تیری نگرانی کرتے تھے تیرے خلاف گواہی دیتے ہیں وہ کہے گا میں ان کی شہادت بھی نہیں مانتا اور نہ ان کو پہچانتا ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو یہ لوح محفوظ ہے اس میں بھی تیرا یہی حال لکھا ہے وہ کہے گا کہ اے پروردگار کیا آپ نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ بے شک تو ظلم سے ہماری پناہ میں ہے تب وہ کہے گا کہ اے میرے رب میں ایسی بن دیکھی شہادتوں کو کیسے مان لوں؟ میں ایسی شہادت کو مان سکتا ہوں جو میرے اندر سے ہو، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا اب ہم تیرے خلاف تیری ہی ذات میں سے گواہ کھڑا کرتے ہیں وہ سوچ میں پڑ جائے گا کہ اس کی ذات میں سے اس کے خلاف کون گواہی دے گا؟ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی (اور اسکی قوت گویائی اس کے اعضاء کی طرف منتقل کر دی جائے گی) اس کے ہاتھ پیراس کے کفر و شرک کی گواہی دیں گے پھر اس کی مہر توڑ دی جائے گی اور اس کو جہنم رسید کر دیا جائے گا اس کا بعض حصہ بعض پر لعنت کرے گا، وہ اپنے اعضاء سے کہے گا تمہارا بیڑا غرق ہو میں تو تمہارے ہی لئے جھگڑا کر رہا تھا اس کے اعضاء جواب دیں گے تجھ پر خدا کی مار ہو کیا تو سمجھتا تھا کہ خدا سے کوئی بات چھپائی جاسکتی ہے؟ یہ روایت قرطبی سے لی ہے اور اس کا آخری حصہ مسلم شریف میں بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے۔

(مأخوذ از مہدات القرآن)

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا لِعَيْنِي هَدَايَتٍ يَبْتَغِ جَانِ كَ بَعْدَ إِيْمَانِهِ لَانِ اُور تُوْبَهُ نَهْ كَرِيْكَ كُوْنِيْ مَعْقُوْلٌ عَذْرَا كُنْكَ پَاسْ نِهِيْ  
ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بس اب ان کو اس بات کا انتظار ہے کہ گذشتہ اقوام کی طرح عام تباہی ان پر ڈال دیجائے یا وہ زندہ رہیں اور مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا کر دیئے جائیں اور وہ ان عذابوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہیں۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ لِعَيْنِي رَسُوْلُوْنَ كِيْ بَعْثَتْ كَامَقْصِدُ صَرْفِ يِهْ ہے کہ وہ لوگوں کو فرمانبرداری کے اچھے نتائج اور نافرمانی کے برے انجام سے خبردار کر دیں ان کے پاس کوئی کوڑا نہیں ہوتا کہ وہ زبردستی لوگوں سے منوالیں اور نہ عذاب لیکر آنا ان کے اختیار میں ہے کہ جب مانگو عذاب لا کھڑا کریں، اور یہ کفار جھوٹے جھگڑے کھڑے کر کے اور کٹ جتنی کر کے چاہتے ہیں کہ حق کی آواز کو زیر کر دیں اور جھوٹ کے زور سے سچائی کا قدم ڈگمگادیں مگر ایسا کبھی نہ ہوگا، آیات الہی اور تنبیہات خداوندی کے ساتھ ان کا برتاؤ دیکھئے، اور انہوں نے میری آیتوں کا اور اس عذاب کا جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا مذاق اڑایا یعنی تذکیر بالعذاب کا مقتضی تو یہ تھا کہ ان کے دل دہل جاتے اور بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا اور اپنی غلط روش ترک کر دیتے مگر اس کے برعکس سنگ دل منکروں نے الٹا اسی عذاب کا مذاق اڑایا اور تمسخر کے انداز میں کہنے لگے کہ خدایا اگر واقعی یہ قرآن آپ کی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہم پر کوئی دردناک عذاب ڈال دے (انفال آیت ۳۲) اور ان ظالموں سے ان کی بد اعمالیوں کے سبب سے توفیق حق سلب کر لی گئی ہے اس لئے کہ ان کے ایمان سے اب مایوسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی گئی پھر اس نے اعراض کیا اور وہ اپنے ان کرتوتوں کو بھول گیا جن کو وہ اپنے ہاتھوں آگے بھیج چکا ہے یعنی سب سے بڑا ظالم اور نا انصاف وہ شخص ہے جس کو اللہ کا کلام سنایا گیا اور مختلف طریقوں سے اسے نصیحت کی گئی پھر بھی بات پر کان نہ دھرا اور اونٹ کی طرح سر اٹھا کر چل دیا اس کو اس بات کا خیال تک نہ آیا کہ وہ کیسی کیسی حرکتیں کر رہا ہے، آخرت میں اسے کیسی کچھ سزا بھگتنی ہوگی، اس لئے کہ بندہ جب اپنے اختیار سے عرصہ تک حق کی مخالفت کرتا رہتا ہے

اور خیر خواہانہ نصیحت کے مقابلہ پر جھگڑوں پر تل جاتا ہے اور حق کا مقابلہ مکرو فریب سے کرنے لگتا ہے تو اس سے حق کو سمجھنے اور سننے کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے دلوں پر پردے ڈال دیئے جاتے ہیں اور کانوں میں ڈاٹ ٹھوک دی جاتی ہے۔

اور اب چونکہ ان کے کان اور دل ان کی ضد کی وجہ سے قبول حق کی استعداد کھو چکے ہیں تو اب بد بختوں کے راہ راست پر آنے کی کبھی توقع نہیں اس لئے آپ ان کا زیادہ غم نہ کریں۔

اور آپ ان کی فوری گرفت نہ کرنے سے یہ نہ سمجھیں کہ یہ عذاب الہی سے بچ جائیں گے بلکہ بات یہ ہے کہ مجرموں کی فوری گرفت ہماری سنت نہیں ہے ہم مجرموں کو سنبھلنے کی کافی مہلت دیتے ہیں، ارشاد ہے: اور آپ کے پروردگار بڑے ہی درگزر کرنے والے ہیں رحم فرمانے والے ہیں اگر وہ ان کی حرکتوں پر فوری گرفت کرنے لگیں تو فوراً ہی (دنیا میں) عذاب بھیج دیں یعنی حرکتیں تو ان کی ایسی ہیں کہ عذاب بھیجنے میں لمحہ بھر کی بھی تاخیر نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ جہاں کسی نے قصور کیا فوراً ہی سزا دیدی بلکہ وہ اپنی صفت غفاری اور ستاری اور شان رحیمی سے مجرموں کو سنبھلنے کا خوب موقع دیتا ہے اور ان کے لئے عذاب کا وقت موعود ہے اس سے کوئی ہرگز بچنے کی جگہ نہ پائے گا کہ اس میں چھپ چھپا کر خود کو محفوظ کر لے۔

اور ہم نے عاد و ثمود کی بستیوں کو اس وقت ہلاک کیا جب انہوں نے نا انصافی کی اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لئے ایک میعاد مقرر کر رکھی تھی اے کفار مکہ تمہیں اس سے سبق لینا چاہئے اگر تم بھی ان کے نقش قدم پر چلتے رہے تو وقت مقررہ پر تمہیں بھی عذاب الہی آگھیرے گا اور اس وقت تمہارے لئے بھی کوئی راہ فرار نہ ہوگی۔

وَ اذْکُرْ لَازِقَالَ مُوسٰی هُوَ ابْنُ عِمْرَانَ لَقْنٰهُ لَا اَبْرَحَ یُوشَعَ بْنِ نُونٍ وَ کَانَ یَتَّبِعُهُ وَ یُخٰدِمُهُ وَ یَاْخُذُ مِنْهُ الْعِلْمَ لَا اَبْرَحَ لَا اَزَالَ اَسِیْرٌ حَتّٰی اَبْلَغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ مُلْتَقٰی بَحْرِ الرُّومِ وَ بَحْرِ فَارَسَ مِمَّا یَلِی الْمَشْرِقَ اِی الْمَکَانَ الْجَامِعَ لِذٰلِکَ اَوَّامِضٍ حَقِیْبًا ۝ ذَهْرًا طَوِیْلًا فِی بُلُوْغِهِ اِنْ بَعْدَ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنَهُمَا بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ نَسِیَا حَوْتَهُمَا نَسِیَ یُوشَعَ حَمْلَهُ عِنْدَ الرَّحِیْلِ وَ نَسِیَ مُوسٰی تَذْکِیْرَهُ فَاَتَّخَذَ الْحَوْتُ سَبِیْلَهُ فِی الْبَحْرِ اِی جَعَلَهُ یَجْعَلِ اللّٰهُ سَبِیْلًا ۝ اِی مِثْلَ السَّرَبِ وَ هُوَ الشَّیْطُ الطَّوِیْلُ لَا نَفَاذَ بِهِ وَ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمْسَكَ عَنْ الْحَوْتُ جَرٰی الْمَآءِ فَاَنْجَابَ عَنْهُ فَبَقِیَ کَالْکَوْثَةِ لَمْ یَلْتَمِمْ وَ جَمَدٌ مَّا تَحْتَهُ مِنْهُ فَلَمَّا جَاوَزَا ذٰلِکَ الْمَکَانَ بِالسَّیْرِ اِلٰی وَقْتُ الْغَدَاۃِ مِنْ ثَانِی یَوْمٍ قَالَتْ لَقْنٰهُ اِتَّخَذَا اَنَا هُوَ مَا یُوْکَلْ اَوَّلَ النَّهَارِ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝ تَعَبًا وَ حَضُوْلُهُ بَعْدَ الْمَجَاوِزَةِ قَالَتْ اَرَیْتَ اِی تَنْبَہُ اِذْ اَوْنَا اِلٰی الصَّخْرَةِ بِذٰلِکَ الْمَکَانَ فَاِیْنِیْ نَسِیْتُ الْحَوْتُ وَمَا اَنْسَیْنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ یَبْدُلُ مِنَ الْهَآءِ اَنْ اَذْکُرُوْهُ بَدَلِ اِشْتِمَالِ اِی اَنْسَانِیْ ذِکْرَهُ وَ اَتَّخَذَ الْحَوْتُ سَبِیْلَهُ فِی الْبَحْرِ عَجَبًا ۝ مَفْعُوْلٌ ثَانِ اِی یَتَعَجَّبُ مِنْهُ مُوسٰی وَ فَتَاهُ لِمَا تَقَدَّمَ فِی بَیَانِهِ قَالَتْ مُوسٰی ذٰلِکَ اِی فَقَدْنَا الْحَوْتُ مَا الَّذِی کُنَّا نَنْجُوْهُ نَطْلُبُهُ فَاِنَّهُ عَلَامَةٌ لَّنَا عَلٰی وَجُوْدٍ مِنْ نَطْلُبُهُ فَاَزِیْدًا رَجَعَا عَلٰی اَثَرِهِمَا یَقْصٰصُهَا قَصَصًا ۝ فَاتَّیَا الصَّخْرَةَ فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا هُوَ الْخَضِرُ اَتٰیْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا نَبُوْۃٌ فِی قَوْلٍ وَ وِلَایَةٌ

فی آخر وعلیہ اکثر العلماء وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا مَنْ قَبِلْنَا عِلْمًا ۝ مفعول ثان ای معلوماً مِنَ الْمَغِیْبَاتِ روى البخاری حدیث أن موسی قامَ خَطِیْباً فی بنی اسرائیل فُسِیْلُ أَى النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ أَنَا فَعَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ یَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَیْهِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَیْهِ أَنْ لَیْ عَبْدًا بِمَجْمَعِ الْبَحْرِینِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ موسی یَا رَبِّ فَكِیْفَ لَیْ بِه قَالَ تَأْخُذُ حُوتًا فَتَجْعَلُهُ فِی مِکْتَلٍ فَحِیْثُمَا فَدَّتِ الْحَوْتُ فَهُوَ ثُمَّ فَآخُذُ حُوتًا فَجْعَلُهُ فِی مِکْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهُ فَتَاهُ یُوشَعَ بْنُ نُونٍ حَتَّى أَتَیَا الصَّخْرَةَ فَوَضَعَا رُؤُسَهُمَا فَنَامَا وَاضْطَرَبَ الْحَوْتُ فِی الْمِکْتَلِ فَخَرَجَ مِنْهُ فَسَقَطَ فِی الْبَحْرِ فَاتَّخَذَ سَبِیلَهُ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا وَأَمْسَكَ اللَّهُ عَنِ الْحَوْتُ جَرِیَةَ الْمَاءِ فَصَارَ عَلَيْهِ مِثْلُ الطَّاقِ فَلَمَّا اسْتَقِیظَ نَسِیَ صَاحِبُهُ أَنْ یُخْرِیْهِ بِالْحَوْتُ فَانْطَلَقَا بَقِیَّةَ یَوْمِهِمَا وَلَیْلَتَهُمَا حَتَّى إِذَا كَانَ مِنَ الْعَدَاةِ قَالَ موسی لِفَتَاهُ أَتَیْنَا غَدَاةً نَا إِلَیْ قَوْلِهِ وَاتَّخَذَ سَبِیلَهُ فِی الْبَحْرِ عَجَبًا قَالَ وَكَانَ لِلْحَوْتُ سَرَبًا وَلِیُوسَی وَلِفَتَاهُ عَجَبًا.

**ترجمہ:** اور اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے جو کہ عمران کے بیٹے ہیں اپنے خادم یوشع بن نون سے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور موسیٰ کی خدمت کے ساتھ ساتھ موسیٰ سے تحصیل علم بھی کرتے تھے کہا کہ میں چلتا ہی رہوں گا سفر موقوف نہ کروں گا تا آنکہ میں دونوں دریاؤں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں یعنی مشرقی جانب سے بحر روم اور بحر فارس کے ملنے کی جگہ اور اگر میں منزل مقصود کو نہ پاؤں تو ایک وقت یعنی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا چنانچہ جب یہ دونوں حضرات دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو یہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے یوشع رواں گئی کے وقت مچھلی اٹھانا بھول گئے اور موسیٰ یوشع کو یاد دلانا بھول گئے تو مچھلی نے دریا میں سرنگ نما راہ بنائی یعنی مچھلی نے قدرت خداوندی سے ایسا کیا اور سرنگ نما راستہ ایسا لمبا سوارخ تھا جو آ رہا نہیں تھا اور یہ اس سبب سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے رہ گزر سے پانی کا بہاؤ روک دیا جس کی وجہ سے پانی مچھلی کی راہ سے منقطع ہو گیا اس طریقہ سے وہ سوارخ طاق نما ہو گیا اور وہ موسیٰ کی واپسی تک بند نہیں ہوا اور مچھلی جہاں سے گزرتی تھی پانی منجمد ہو جاتا تھا (جس کی وجہ سے رہ گزر سوارخ کی شکل اختیار کر لیتی تھی) چنانچہ جب یہ دونوں حضرات اس مقام موعود سے آگے بڑھ گئے اور دوسرے دن ناشتہ کے وقت تک سفر کرتے رہے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ غدا اس کھانے کو کہتے ہیں جو بوقت صبح کھایا جاتا ہے آج کے سفر میں ہم تھک گئے نصب بمعنی تعب ہے اور تکان منزل مقصود سے آگے بڑھنے کے بعد محسوس ہوئی تو یوشع نے کہا دیکھئے سنئے (میں آپ کو اس مچھلی کا واقعہ سناتا ہوں) جب ہم نے اس چٹان کے پاس قیام کیا تھا تو میں اس مچھلی کو بھول گیا تھا اور اس کی یاد مجھے شیطان نے بھلا دی تھی (ان اذکرہ) انسانیت کی ضمیر مفعول ہ سے بدل اشتمال ہے یعنی مجھے اس کا یاد رکھنا بھلا دیا اور اس مچھلی نے دریا میں عجیب طریقہ سے اپنی راہ بنالی عجباً اتخذ کا مفعول ثانی ہے، اس واقعہ سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم تعجب میں پڑ گئے، جیسا کہ واقعہ سابق میں بیان ہو چکا ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مچھلی کے گم ہونے کا ہی وہ

موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی اور ہمارے مطلوب کے وجود کی علامت ہے چنانچہ دونوں حضرات اپنے نقش قدم کو تلاش کرتے ہوئے واپس لوٹے حتیٰ کہ اس چٹان کے پاس پہنچے پس ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے خضر کو پایا جس کو ہم نے اپنی خصوصی رحمت سے نوازا تھا یعنی ایک قول کے مطابق نبوت اور دوسرے قول کے مطابق ولایت سے اور اس دوسرے قول کے اکثر علماء قائل ہیں اور ہم نے اس کو ہماری جانب سے خاص علم دیا تھا علما، علمناہ کا مفعول ثانی ہے یعنی مغیبات کی معلومات کا علم دیا تھا، امام بخاری نے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل میں خطبہ دیا تو ان سے سوال کیا گیا کہ انسانوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا میں ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جواب کی وجہ سے ان پر عتاب فرمایا اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس مسئلہ کو (واللہ اعلم) کہہ کر اللہ کے حوالہ نہیں کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہ میرا ایک بندہ ہے جو مجمع البحرین کے پاس ہے وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ العالمین اس بندہ تک رسائی کی میرے لئے کیا صورت ہو سکتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی لو اور اس کو تھیلے میں رکھ لو اور جہاں کہیں وہ مچھلی گم ہو جائے (تو سمجھ لو) کہ وہ بندہ وہیں ہے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک مچھلی لی اور اس کو تھیلے میں رکھ لیا اور سفر پر روانہ ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کے خادم یوشع بن نون بھی روانہ ہوئے حتیٰ کہ یہ دونوں حضرات ایک چٹان کے پاس پہنچے اور وہاں لیٹنے کے بعد سو گئے اور مچھلی نے تھیلے میں حرکت کی اور تھیلے سے نکل کر دریا میں جا پڑی اور اس نے دریا میں سرنگ نما اپنا راستہ بنالیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کی رہ گزر سے پانی کا سیلان روک دیا چنانچہ وہ رہ گزر طاق کے مانند ہو گئی جب موسیٰ علیہ السلام کے خادم یوشع بیدار ہوئے تو مچھلی کا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گئے اور بقیہ دن اور رات چلتے رہے یہاں تک کہ دوسرے دن جب ناشتہ کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ الی قولہ واتخذ سبیلہ فی البحر عجباً آنحضرت ﷺ نے (اس آیت کی تفسیر میں) فرمایا کان للحموت سرہا ولموسیٰ ولفنائه عجباً الخ (یعنی مچھلی کا پانی میں اس طرح جانا مچھلی کے لئے تو سرنگ تھی اور موسیٰ علیہ السلام اور یوشع کے لئے تعجب خیز بات تھی)۔

تحقیق و ترکیب و تسهیل و تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ** : فَتَسَىٰ نُوْجُوْانَ ، خَادِمٌ ، غَلَامٌ (ج) فَتَنِيَّةٌ ، مفسرین نے یہاں عام طور پر خادم مراد لیا ہے لا ابرح فعل ناقص بمعنی لا ازال اس کا اسم انا اس میں وجوہ مستتر ہے اس کی خبر حنی ابلغ کے قرینہ کی وجہ سے محذوف ہے ای اسید اور اگر اس کو فعل تام مانا جائے تو اس کو خبر کی ضرورت نہیں مفسر علام نے موسیٰ کی تفسیر ابن عمران سے کر کے بعض لوگوں کے اس قول کی تردید کر دی جو کہتے ہیں کہ موسیٰ سے مراد موسیٰ ابن عمران نہیں ہیں بلکہ موسیٰ بن میشا بن یوسف بن یعقوب ہیں۔

**قوله:** لا ابرح کی تفسیر لا ازال اسیر سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ لا ابرح فعل ناقص ہے اور اس کی خبر



اسیور محذوف ہے اور حذف پر قرینہ حتی ابلغ ہے ای لا ابرح سائرا حقبا حقبا زمانہ دراز کو کہتے ہیں، ایک مقررہ مدت کو بھی کہتے ہیں، بعض حضرات نے ستر سال اور بعض نے اسی سال، اور ایک قول میں ہزار سال کا بھی ہے یہاں مجاز مدت دراز مراد ہے سرب سرنگ، نالی، سوراخ سربا اتخذ کا مفعول ثانی ہے اور سبیلہ مفعول اول ہے نصب اسم ہے بمعنی تکان، کوفت، تکلیف، نصباً لقینا کا مفعول بہ ہے ارایت میں ہمزہ استفہامیہ تعجیبہ ہے یعنی موسیٰ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ ایسا واقعہ جو کہ عجیب ہونے کی وجہ سے ناقابل فراموش تھا مگر میں اس کو بھول گیا، ارایت کا مفعول محذوف ہے ای ارایت مانا بنی فی ذلك الوقت محاورہ میں اخباری کے معنی میں مستعمل ہے جیسے اردو محاورے میں بولتے ہیں (بھلا بتائیے) چونکہ یہاں کوئی دریافت طلب بات نہیں ہے اس لئے محض اظہار تعجب کے لئے ہے اوبنا ماضی جمع متکلم اوی یاوی (ض) اویا واوا ٹھکانہ لینا، اترنا، اس لفظ کی پوری تحقیق سورہ کہف کی آیت ۱۶ میں گذر چکی ہے انسانہ انسانسی انساء بھلا دینا نون وقایہ کی ضمیر واحد متکلم مفعول اولہ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول ثانیہ میں اصل یہ ہے کہ وہ مضموم ہو مگر جب اس کے ماقبل ی ساکنہ یا کسرہ آتا ہے تو وہ کو بھی کسرہ دیتے ہیں جیسے علیہ فیہ بہ مگر دو جگہ امام حفص نے اصل کے مطابق پڑھا ہے ایک یہاں اور دوسرے سورۃ الفتح آیت ۱۰ میں علیہ اللہ جس کو ملا علی قاری نے شاطبیہ کی شرح میں تفصیل سے لکھا ہے ص ۳۲۰، ان ذکرہ میں ان مصدر یہ ہے جملہ اذکر بتاویل مصدر ہو کر انسانہ کے مفعول ثانی سے بدل اشتغال ہے ای ما انسانی ذکرہ الا الشیطان، ذکرہ دل میں یاد کرنا اور کسی کے سامنے ذکر کرنے کے لئے ذکر لہ استعمال ہوتا ہے عجباً اتخذ کا مفعول ثانی بھی ہو سکتا ہے اور مفعول مطلق بھی اس صورت میں موصوف محذوف ہوگا ای اتخذا عجباً اور فی البحر بنا بر حال منصوب ہے ای کائنا فی البحر اور اتخذ سے متعلق بھی ہو سکتا تھا نبغ اصل میں نبغی تھا ی قرآنی رسم الخط میں یہاں حذف کر دی گئی ہے اور سورہ یوسف آیت ۶۵ میں لکھی گئی ہے، ی کا حذف اسماء میں تو شائع ذائع ہے جیسے قاضی میں، مگر افعال میں شاذ اور خلاف قیاس ہے قصصاً یا تو مصدر ہے (ن) قصصاً پیروی کرنا ای نقص قصصاً یا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای قاصین قصصاً من عندنا محذوف سے متعلق ہو کر رحمة کا حال ہے اور من لدنا بھی محذوف سے متعلق ہو کر علما سے حال ہے، رعایت فواصل کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

سورہ کہف میں موسیٰ اور خضر کے قصہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کے سکھانے سے آنحضرت ﷺ سے تین سوال کئے تھے اور یہ کہہ دیا تھا کہ اگر ان سوالوں کا جواب دیدیں تو نبی ہیں اور اگر لاعلمی کا اظہار کریں تو سمجھنا کہ ان کا دعوائے نبوت جھوٹا ہے، گویا کہ بعض باتوں کے عدم علم کو عدم نبوة کی دلیل قرار دیا تھا، حضرت موسیٰ و خضر کے قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ موسیٰ جن کو تم بھی نبی مانتے ہو ان کو بھی تمام چیزوں کا علم نہیں تھا بلکہ ان کو بعض چیزوں کا علم حاصل کرنے کے لئے غیر نبی (خضر) کے پاس جانا پڑا تھا، اگر محمد ﷺ بعض باتوں کا فوری جواب نہ دے سکیں تو یہ کوئی نقص کی بات نہیں ہے حتیٰ کہ غیر نبی کو

نبی پر جزوی فضیلت حاصل بھی ہو تو اس سے کلی فضیلت کی نفی نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت موسیٰ کو بھی بعض باتوں کا علم نہیں تھا جن کے حصول کے لئے خضر کے پاس جانا پڑا، موسیٰ و خضر کے دلچسپ واقعہ کو سنانے سے مذکورہ مقصد کے علاوہ اور بھی متعدد مقاصد پیش نظر ہیں جن کے حصول کے لیے یہ قصہ سنایا گیا ہے دراصل یہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعلیمی سفر نامہ ہے جو کہ علوم و معارف کا خزانہ ہے، جب یہ واقعہ پورا ہو تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کاش موسیٰ کچھ اور صبر فرما لیتے تو دونوں کی اور خبریں معلوم ہوتیں۔

## واقعہ کا آغاز:

بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کے سامنے وعظ کیا جس میں حاضرین کی آنکھیں نم ہو گئیں، اور دل نرم ہو گئے، لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا میں ہوں، اللہ تعالیٰ کو یہ جواب ناپسند آیا، اس لئے کہ موسیٰ کو چاہئے تھا (واللہ اعلم) کہتے، یہ جواب واقع میں صحیح تھا ظاہر ہے کہ ان کے زمانہ میں اسرار شریعہ کا علم ان سے زیادہ کس کو ہو سکتا تھا؟ لیکن حق تعالیٰ کو ان کے الفاظ پسند نہ آئے (اس جواب پر تنبیہ کرنے کے لیے وحی آئی) کہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین میں رہتا ہے وہ آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے موسیٰ نے عرض کیا خدا یا مجھے اس کا پتہ، نشان بتا دیا جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک مچھلی تل کر اپنے تھیلے میں رکھ لو اور مجمع البحرین کی طرف سفر کرو جس جگہ مچھلی گم ہو جائے سمجھ لینا کہ اسی جگہ ہمارا وہ بندہ ہے، موسیٰ علیہ السلام نے حسب ہدایت سفر شروع کیا اور اپنے خادم یوشع بن نون کو اپنے ہمراہ لے لیا اور مچھلی والا تھیلا دیکر فرمایا مچھلی کا خیال رکھنا اور فرمایا کہ مجمع البحرین پہنچنے تک برابر سفر کرتا رہوں گا اگرچہ منزل مقصود تک پہنچنے میں ایک طویل زمانہ ہی کیوں نہ گذر جائے، مطلب یہ کہ میں منزل مقصود پر پہنچ کر ہی دم لوں گا۔

**فائدہ:** طلب صادق اور حصول علم کی سچی لگن دیکھئے! موسیٰ علیہ السلام کے اس مختصر ارشاد میں طالب علموں کے لئے بڑا سبق ہے علم کبھی سچی طلب کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور طلب علم کے لئے ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کرنا سنت انبیاء ہے۔

مجمع البحرین کی تعین یقین کے ساتھ تو مشکل ہے موسیٰ علیہ السلام کو یہ سفر قیام مصر کے دوران پیش آیا تھا تو ملک سوڈان کے شہر خرطوم کے پاس جہاں دریائے نیل کی دوشاخیں ملتی ہیں وہ جگہ مراد ہو سکتی ہے، جمہور مفسرین کا خیال ہے کہ یہ واقعہ وادی سینا میں اسارت کے زمانہ کا ہے اگر ایسا ہے تو بحر قلزم کے شمال میں دوشاخوں کے اتصال کی جگہ مراد ہے یعنی جہاں خلیج عقبہ اور خلیج سویز ملتی ہیں، صاحب فتح القدر نے بحر فارس اور بحر روم مراد لیا ہے مگر یہ دونوں دریا ملتے نہیں ہیں، ملنے سے دونوں کا قرب مراد ہو سکتا ہے (نوائد عثمانی) اور بحر اردن اور بحر قلزم کا احتمال بھی پیش کیا ہے۔

جب دونوں حضرات دونوں دریاؤں کے سنگم پر پہنچے وہاں ایک بڑا بھاری پتھر تھا اور اس کے نیچے چشمہ آب حیات جاری تھا، اس کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام سو گئے تو حضرت یوشع نے دیکھا کہ مچھلی باذن اللہ زندہ ہو کر تھیلے سے نکل کر چلدی اور عجیب طریقہ سے دریا میں سرنگ بناتی چلی گئی، حضرت یوشع کو اس واقعہ اور مچھلی کے پانی میں سرنگ سی بنانے کی کیفیت سے بڑا

تعب ہوا اور سوچا کہ جب موسیٰ بیدار ہوں گے تو پورا واقعہ سناؤں گا، جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو فوراً ہی چل کھڑے ہوئے اور یوشع واقعہ سنانا بھول گئے، روایات میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے یوشع سے کہا تھا کہ مچھلی کا خیال رکھنا تو ان کی زبان سے نکلا تھا کہ یہ کوئی بڑا کام نہیں، لہذا مچھلی کی کشدگی کے واقعہ کو بھلا کر اللہ تعالیٰ نے متنبہ کر دیا کہ چھوٹے سے چھوٹے کام کے بارے میں بھی اپنے اوپر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے، ہر چھوٹے بڑے کام میں اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ یہ دونوں حضرات آگے کے لئے سفر پر روانہ ہو گئے اور یوشع مچھلی والا تھیلا اٹھانا اور مچھلی کا واقعہ سنانا بھول گئے اور موسیٰ یاد دلانا بھول گئے اور باقی دن اور رات سفر کرتے رہے دوسرے روز موسیٰ علیہ السلام نے خادم سے ناشتہ مانگا اور یہ بھی فرمایا آج ہم بہت تھک گئے ہیں، اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو تھکان محسوس نہیں ہوئی مگر جب منزل مقصود سے آگے نکل گئے تو تھکان محسوس کی، یعنی بامقصد آدمی تھکتا نہیں بے مقصد سعی سے تھک جاتا ہے، اگرچہ موسیٰ علیہ السلام کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ اب وہ بے مقصد سفر کر رہے ہیں مگر نفس الامری واقعات کا قلب نبوت پر انعکاس ہوا اور طبیعت نے اس کا اثر قبول کیا جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ کو تھکان محسوس ہوئی، آپ ﷺ کی زندگی میں ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ نفس الامری واقعہ کا آپ کے قلب مبارک پر انعکاس ہوا ہے ایک مرتبہ کھانا کھایا جا رہا تھا آپ نے بھی ایک بوٹی لی مگر وہ جبی نہیں آپ نے پھینک دی اور فرمایا یہ گوشت مجھ سے کہہ رہا ہے کہ وہ مالک کی اجازت کے بغیر لیا گیا ہے، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے جہری نماز کے بعد مقتدیوں سے دریافت فرمایا کہ کیا کسی نے میرے پیچھے قراءت کی؟ ایک صاحب نے عرض کیا جی ہاں، میں نے قراءت کی، تو آپ نے فرمایا میں سوچ رہا تھا کہ قرآن پڑھنے میں مجھ سے جھگڑا کیوں کیا جا رہا ہے؟ یعنی امر منکر کا قلب نبوت پر اثر پڑا اور آپ کے لئے قراءت دشوار ہو گئی۔

**فَاِذْكَ:** موسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد سے کہ ”ہم آج تھک گئے“، معلوم ہوتا ہے کہ اپنی تکلیفوں کا اظہار جائز ہے یہ کمال کے منافی نہیں ہے البتہ بے صبری اور شکوہ و شکایت ممنوع ہے۔ (محاصر)

**فَاِذْكَ:** موسیٰ کے ناشتہ طلب کرنے سے معلوم ہوا کہ نبیوں کو بھی بھوک پیاس لگتی ہے، زادراہ بھی ساتھ رکھتے ہیں اور تھکن بھی محسوس کرتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی چیز نبوت و ولایت کے منافی نہیں ہے جو خوش عقیدہ مرید بزرگوں کی جانب بھوک پیاس اور دیگر بشری ضرورتوں کے انتساب کو بے ادبی سمجھتے ہیں ان کے لئے اس میں بڑا سبق ہے (تفسیر ماجدی) القصہ دونوں حضرات اگلی صبح تک چلتے رہے اور اس پورے سفر میں مچھلی والے تھیلے کا دونوں میں سے کسی کو بھی خیال تک نہ آیا یہاں تک کہ جب موسیٰ نے ناشتہ مانگا تو خادم کو احساس ہوا کہ وہ مچھلی والا تھیلا تو میں وہیں بھول آیا ہوں اس وقت خادم نے مچھلی کے عجیب طریقہ سے پانی میں چلے جانے کا واقعہ بھی سنایا، یہ یوشع کا حسن ادب تھا کہ بھولنے کی نسبت صرف اپنی طرف کی اگرچہ سامان کا ذمہ دار خادم ہی ہوتا ہے مگر مخدوم کی بھی کچھ ذمہ داری ہوتی ہے اسی لئے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، اور ساتھ ہی خادم نے یہ بھی کہہ دیا کہ شیطان نے مجھے بھلا دیا، شریعت کی اصطلاح میں ہر بری بات کا انتساب شیطان اور نفس کی طرف کیا جاتا ہے کیونکہ شیطان ہی تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے اور نفس ہی اس کے فریب میں آتا ہے، موسیٰ نے فرمایا اس

موقع کی تو ہم کو تلاش تھی سودوں اپنے نشان قدم کو دیکھتے ہوئے واپس پلٹے اور اس چٹان کے پاس پہنچے وہاں ہمارے ایک خاص بندے سے ملاقات ہوئی، یہ بندہ کون تھا؟ اس کا نام کیا تھا؟ یہ انسان تھے یا فرشتے اور اگر فرشتے تھے تو علوی یا سفلی اور اگر انسان تھے تو نبی تھے یا ولی؟ اس بارے میں یقین سے کچھ کہنا دشوار ہے، آراء مختلف ہیں علامہ عثمانی کی رائے یہ ہے کہ یہ نبی ہیں صحیح احادیث میں ان کو خضر کہا گیا ہے یہ ان کا وصفی نام ہے حدیث میں اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک بار حضرت خضر ایک سوکھی سفید زمین پر بیٹھے ہوئے تھے وہ یکا یک سبزہ زار ہو گئی اسی وجہ سے ان کا لقب خضر (سبزہ) ہو گیا (رواہ البخاری والترمذی) اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو خصوصی رحمت سے نوازا تھا اور اسرار کو نبیہ سے وافر مقدار میں حصہ عطا فرمایا تھا، جو حضرات انسان ہونے کے قائل ہیں ان میں سے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ وہ نبی ہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ ولی ہیں، اور جو حضرات ان کو ملائکہ میں شمار کرتے ہیں وہ ملائکہ سفلی میں شمار کرتے ہیں جن کو اصطلاح میں رجال الغیب کہا جاتا ہے، بعض محققین کی رائے یہ بھی ہے کہ خضر ایک عہدہ ہے جس پر یکے بعد دیگرے فائز ہونے والے کو خضر کہا جاتا ہے۔

قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَيْكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَ مَعَ عَلِمْتَ رُشْدًا ۝ اِی صَوَابًا أَرْشُدُ بِهِ وَفِي قِرَاءَةِ بَظْمِ الرَّاءِ وَسَكُونِ الشَّيْنِ وَسَأَلُهُ ذَلِكَ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ فِي الْعِلْمِ مَطْلُوبَةٌ قَالَ لَكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تُصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خَبْرًا ۝ فِي الْحَدِيثِ السَّابِقِ عَقَبَ هَذِهِ الْآيَةِ يَا مُوسَى إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَمْنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلِمَكَ اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ وَقَوْلُهُ خَبْرًا مُصَدَّرٌ بِمَعْنَى لَمْ تُحِطْ أَيْ لَمْ تُخْبِرْ حَقِيقَتَهُ قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي أَيْ وَغَيْرُ عَاصٍ لَكَ أَمْرًا ۝ تَامَرُنِي بِهِ وَقُبِيدَ بِالْمَشْيَةِ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ عَلَى ثِقَةٍ مِنْ نَفْسِهِ فِيمَا التَّزَمَ وَهَذِهِ عَادَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ أَنْ لَا يَتَّقُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ طَرَفَةً عَيْنٍ قَالَ فَإِنْ أَتَيْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي وَفِي قِرَاءَةِ بَفَتْحِ اللَّامِ وَتَشْدِيدِ النَّونِ عَنْ شَيْءٍ تَنْكِرُهُ مَنَى فِي عِلْمِكَ وَاصْبِرْ حَتَّى أَحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ اِی أَذْكَرُهُ لَكَ بَعْلَتَهُ فَقَبْلَ مُوسَى شَرْطُهُ رِعَايَةُ لَادَبِ الْمُتَعَلِّمِ مَعَ الْعَالِمِ فَأَنْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ حَتَّى إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ الَّتِي مَرَّتْ بَهُمَا خَرَقَهَا الْخَضِرُ بَانَ اقْتُلَعَ لَوْحًا أَوْ لَوْحَيْنِ مِنْهَا مِنْ جِهَةِ الْبَحْرِ بَفَاسٍ لَمَّا بَلَغَتْ اللَّجْ قَالَ لَهُ مُوسَى أَخَرَقْتَهَا تَغْرِقُ أَهْلَهَا ۝ وَفِي قِرَاءَةِ بَفَتْحِ التَّحْتَانِيَةِ وَالرَّاءِ وَرَفْعِ أَهْلِهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا أَمْرًا ۝ اِی عَظِيمًا مَنَكْرًا رَوَى أَنَّ الْمَاءَ لَمْ يَدْخُلْهَا.

**ترجمہ:** موسیٰ نے خضر سے کہا کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں کہ آپ مجھے اس علم مفید سے سکھائیں جس علم کی آپ کو تعلیم دی گئی ہے؟ رُشدا اِی صواباً جس کے ذریعہ میں درستگی حاصل کروں، اور ایک قراءت میں راء کے ضمہ کے ساتھ ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر سے (علم کا) اس لئے سوال کیا کہ علم میں زیادت مطلوب ہے اس بندے نے

جواب دیا آپ میرے ساتھ قطعاً صبر نہیں کر سکتے، اور ایسی باتوں پر آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں جن کی حقیقت سے آپ پوری طرح واقف نہیں؟ سابق میں مذکور حدیث میں اس آیت کے بعد یہ بھی ہے کہ اے موسیٰ اللہ نے مجھے ایک ایسا علم دیا ہے جس کو آپ نہیں جانتے اور اللہ نے آپ کو ایک ایسا علم عطا فرمایا ہے کہ جس سے میں ناواقف ہوں اور اللہ تعالیٰ کا قول خبراً مصدر ہے اور لم تحط، لم تخبر، حقیقتہ کے معنی میں ہے، موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے، اور میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا یعنی آپ جو حکم فرمائیں گے میں اس کی نافرمانی نہیں کروں گا، موسیٰ علیہ السلام نے (اپنے وعدے) کو مشیت خداوندی کے ساتھ مقید کر دیا، اس لئے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے اوپر لازم کردہ پابندی کے بارے میں اعتماد نہیں تھا، اور یہ انبیاء اور اولیاء کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے نفس پر پل بھر کے لئے بھی بھروسہ نہیں کرتے اس بندے خضر نے کہا اچھا اگر آپ میرے ساتھ چلنا ہی چاہتے ہیں تو آپ مجھ سے کسی بات کے بارے میں جس کو تم اپنے علم کے اعتبار سے منکر سمجھو سوال نہ کریں اور صبر کریں تا آنکہ میں خود ہی آپ کے سامنے بیان کر دوں یعنی آپ کے سامنے اس کی علت میں خود ہی بیان نہ کر دوں، ایک قراءت میں لام کے فتح اور نون کی تشدید کے ساتھ (تسالنی) ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک معلم کے مانند معلم کے ساتھ ادب کی رعایت کرتے ہوئے ان کی شرط قبول کر لی بعد ازاں یہ دونوں حضرات ساحل بحر پر چل پڑے یہاں تک جب دونوں حضرات کشتی میں سوار ہوئے جو ان کے پاس سے گذری تو اس کشتی کو خضر نے پھاڑ دیا اس طریقہ پر کہ جب کشتی بچ منجھار میں پہنچی تو خضر نے دریا کی جانب سے کلبھاڑے کے ذریعہ ایک یادو تختے نکال دیئے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا آپ نے کشتی کو توڑ دیا تاکہ کشتی والوں کو غرق کر دیں آپ نے یقیناً بڑی نامناسب حرکت کر ڈالی یعنی بڑی بھاری ناپسندیدہ حرکت کر ڈالی، روایت کیا گیا ہے کہ پانی اس کشتی میں داخل نہیں ہوا۔

## حَقِیْقُوتِ تَرْکِیْبِ تَسْمِیْلِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلٌ: علیٰ أن تعلمن الخ اتبعك کے کاف سے حال ہے ای حال کونك معلما لی، رشدا تعلمن کا مفعول ثانی ہے ای تعلمن علما ذا رشد، أن تعلمن میں أن مصدریہ اور آخر میں نون وقایہ ہے اور یا متعلم کی محذوف ہے نون کا کسرہ حذف یا کی علامت ہے، رشدا و رشدا (ن) ہدایت پانا۔

قَوْلٌ: لم تحط احاط بہ گھیرنا، احاط بہ علما پوری طرح جاننا خبر یا تو فاعل سے منقول ہو کر نسبت سے تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، یا مفعول مطلق برائے تاکید ہے اس لئے کہ لم تحط بمعنی لم تخبر ہے اور خبر بمعنی علم ہے، ای لم تعلم علما۔

قَوْلٌ: لا اعصى لك اس کا عطف صابرا پر ہے اور لا بمعنی غیر ہے۔

قَوْلٌ: وغیر عاص سے مفسر علام نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ لا بمعنی غیر ہے اور اس کا عطف صابرا پر ہے۔

قَوْلًا: تاملنی سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امراء، تامل فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے امراء عجیب بات وہ بات جو خلاف شرع اور خلاف عقل سلیم ہو فاس کھاڑا (ج) فزوس۔

قَوْلًا: اصبر، اصبر محذوف مان کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ حتیٰ احدث لك مغیا محذوف کی جزء ہے اور مغیا اصبر ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیح

قال له موسى هل اتبعك الخ موسیٰ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو میں چند روز آپ کے ساتھ رہ کر اس مخصوص علم کا کچھ حصہ حاصل کروں جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجودیکہ جلیل القدر پیغمبر ہیں اور بزرگ سے درخواست کر رہے ہیں کہ اجازت ہو تو میں آپ کے ساتھ رہ کر آپ سے اس مخصوص علم میں سے کچھ حاصل کروں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے اس طلب اجازت میں کس قدر فروتنی اور حسن ادب ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ متعلم فضیلت و فوقیت کے باوجود معلم کے تابع ہوتا ہے اور جزوی فضیلت سے کلی فضیلت لازم نہیں آتی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فاضل بھی مفضول سے وہ علم حاصل کر سکتا ہے جو اس کے پاس نہ ہو، موسیٰ علیہ السلام کا علم شرعی احکام کا علم تھا اور خضر کو بعض مغیبات کا علم اور بواطن کی معرفت حاصل تھی۔

خضر نے کہا آپ قطعاً میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے، اس لئے کہ جب آپ میرے کاموں کو ظاہر شریعت کے خلاف پائیں گے تو ان پر آپ ضرور روک ٹوک کریں گے، حضرت خضر نے اندازہ کر لیا تھا کہ میرے ساتھ ان کا نباہ نہ ہو سکے گا اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام جن علوم شرعیہ کے حامل تھے ان کا تعلق ظاہری تشریحی قوانین سے تھا اور خضر مامور تھے کہ واقعات کونیہ کے علم کے مطابق عمل کریں اور وہ علم تکوینی کے مطابق عمل کریں گے تو بظاہر علم تشریحی کے خلاف ہوگا جس پر موسیٰ روک ٹوک کئے بغیر نہ رہ سکیں گے جو کہ نبی کا فرض منصبی ہے انہی وجوہات کے بنا پر حضرت خضر نے کہا اور ایسی باتوں پر آپ صبر کیسے کر سکتے ہیں جن کی حقیقت سے آپ پوری طرح واقف نہ ہوں، ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرنا شان پیغمبری سے بعید اور فرض منصبی کے خلاف ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے غرضیکہ موسیٰ نے شرائط کو قبول کرتے ہوئے صبر کرنے اور سکوت اختیار کرنے کا وعدہ کر لیا مگر وعدہ کرتے وقت موسیٰ علیہ السلام کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ ایسے مقرب اور مقبول بندے سے کوئی ایسی حرکت دیکھنے میں آئے گی جو علانیہ ان کی شریعت بلکہ عام شرائع و اخلاق کے بھی خلاف ہوگی اور وہ نکیر کرنے پر مجبور ہوں گے یہ تو غنیمت ہوا کہ موسیٰ نے ان شاء اللہ کہہ لیا تھا ورنہ قطعی وعدہ کی خلاف ورزی کرنا لازم آتا جو پیغمبر کی شایان شان نہ ہوتا۔

قال فان اتبعنني فلا تسئلني عن شيء یعنی اگر مجھ سے کوئی بات بظاہر نامناسب اور ناحق معلوم ہو تو مجھ سے فوراً

باز پرس نہ کریں جب تک کہ میں کسی مناسب وقت پر اپنے کام کی حقیقت اور علت خود ہی بیان نہ کر دوں اگر یہ بات منظور ہے تو اجازت ہے میرے ساتھ چلے چنانچہ دونوں بزرگ چل دیئے۔ اس واقعہ پر قرآن کریم نے حضرت یوشع کا ذکر نہیں کیا یا تو اس لئے کہ عام طور پر ایسے موقع پر متبوع کا ذکر کیا جاتا ہے نہ کہ تابع کا، کشتی کی تلاش میں ساحل سمندر پر چلے جا رہے تھے تو ایک کشتی نظر پڑی، کشتی والوں سے سوار ہونے کی درخواست کی اول تو کشتی والوں نے سوار کرنے سے انکار کر دیا چونکہ ان کے پاس کوئی سامان سفر وغیرہ نہیں تھا اس لئے ان کو چور ڈاکو سمجھا مگر ملاحوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا اور شکل و صورت سے بھی بھلے آدمی معلوم ہوئے تو بغیر کرایہ کے ان کو سوار کر لیا، جب یہ حضرات کشتی میں سوار ہو گئے تو خضر نے وہ کشتی نمایاں جگہ سے توڑ دی تاکہ عیب دار ہو جائے، حضرت موسیٰ سے یہ نازیبا حرکت دیکھ کر نہ رہا گیا تو فرمایا آپ نے کشتی کو توڑ دیا تاکہ کشتی میں سوار لوگوں کو غرق کر دیں آپ کی یہ حرکت شرعی و اخلاقی طور پر کسی طرح مناسب نہیں ہے آپ نے یہ بہت ہی ناپسندیدہ حرکت کر ڈالی۔

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۖ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ ۖ ائِ غَفَلْتُ عَنْ التَّسْلِيمِ لَكَ وَتَرَكْتُ الْإِنْكَارَ عَلَيْكَ وَلَا تُرْهِقْنِي تَكْلِفَنِي ۖ مِنْ أَمْرِیْ عَسْرًا ۖ مَسْقَةً فِی صُخْبَتِیْ ۖ إِيَّاكَ ائِ غَابِلُنِیْ فِیْهَا بِالْعَفْوِ وَالْيُسْرِ ۖ فَانْطَلَقَا ۚ

بعد خروجہما من السَّفِیْنَةِ یَمْسِیَانِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا لَقِیَا غُلَمًا لَمْ یَبْلُغِ الْجَنَّتْ یَلْعَبُ مَعَ الصَّبِیَّانِ أَحْسَنُھُمْ وَجْھًا فَقَتَلَهُ ۚ الْخَضِرُ بَانَ ذُبْحَةً بِالْیَسْکِیْنِ مُضْطَجِعًا ۖ اؤُ افْتَلَحَ بَیْدَہِ ۖ اؤُ ضَرَبَ رَاسَہُ بِالْجِدَارِ ۖ اَقْوَالَ ۖ اؤُ تَبِیَ ۖ هُنَا بِالْفَاءِ الْعَاطِفَةُ ۖ لَآنَ الْقَتْلِ عَقَبَ الْإِقَاءِ ۖ وِجَوَابُ ۖ اِذَا قَالَ لَہِ مُوسٰی اَقْتَلْتَ نَفْسًا رَّکِیَّةً ۚ ائِ طَاهِرَةٌ لَمْ تَبْلُغْ حَدَّ التَّکْلِیْفِ ۖ وَفِی قِرَاءَةِ رَکِیَّةٍ بِتَشْدِیدِ الْیَاءِ ۖ بِلَا الْفِ بِغَیْرِ نَفْسٍ ۚ ائِ لَمْ تَقْتُلْ نَفْسًا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا ۖ

بَسْکُونِ الْکَافِ وَضَمِّهَا ائِ مَنُکْرًا

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۖ ۚ اِذَا لَقِیَا غُلَمًا لَمْ یَبْلُغِ الْجَنَّتْ یَلْعَبُ مَعَ الصَّبِیَّانِ أَحْسَنُھُمْ وَجْھًا فَقَتَلَهُ ۚ الْخَضِرُ بَانَ ذُبْحَةً بِالْیَسْکِیْنِ مُضْطَجِعًا ۖ اؤُ افْتَلَحَ بَیْدَہِ ۖ اؤُ ضَرَبَ رَاسَہُ بِالْجِدَارِ ۖ اَقْوَالَ ۖ اؤُ تَبِیَ ۖ هُنَا بِالْفَاءِ الْعَاطِفَةُ ۖ لَآنَ الْقَتْلِ عَقَبَ الْإِقَاءِ ۖ وِجَوَابُ ۖ اِذَا قَالَ لَہِ مُوسٰی اَقْتَلْتَ نَفْسًا رَّکِیَّةً ۚ ائِ طَاهِرَةٌ لَمْ تَبْلُغْ حَدَّ التَّکْلِیْفِ ۖ وَفِی قِرَاءَةِ رَکِیَّةٍ بِتَشْدِیدِ الْیَاءِ ۖ بِلَا الْفِ بِغَیْرِ نَفْسٍ ۚ ائِ لَمْ تَقْتُلْ نَفْسًا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا ۖ

بَسْکُونِ الْکَافِ وَضَمِّهَا ائِ مَنُکْرًا

قَالَ اِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍ ۖ بَعْدَهَا ۚ ائِ بَعْدَ هَذِهِ الْمَرَّةِ فَلَا تُضِجْنِیْ ۖ لَا تُتْرَکْنِیْ ۖ اَتَّبِعْكَ ۖ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّیْ بِالتَّشْدِیدِ وَالتَّخْفِیْفِ مِنْ قَبْلِیْ عُدْرًا ۖ ۚ فِی مُفَارَقَتِكَ لَیْ ۚ فَانْطَلَقَا ۚ حَتَّىٰ إِذَا تَآمَلَا أَهْلَ قَرْیَةٍ ۖ هِیْ اِنْطَاکِیَّةٌ اِسْتَطَعَمَا أَهْلُهَا ۖ طَلَبَا مِنْھُمُ الطَّعَامَ ضِیَافَةً ۖ فَاَبْوَا ۖ اَنْ یُضِیْقُوْھُمَا فَوَجَدَا فِیْہَا جِدَارًا ۖ اِرْتِفَاعُہُ مِائَةُ ذِرَاعٍ ۖ یُرِیْدُ اَنْ یَنْقَضَ ۖ ائِ یَقْرُبُ ۖ اَنْ یَسْقُطَ لِمِیْلَانِہِ ۖ فَاَقَامَہُ ۚ الْخَضِرُ بَیْدَہِ ۖ قَالَ لَہِ مُوسٰی لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ وَفِی قِرَاءَةِ لَا تُتَّخَذُ عَلَیْہِ اَجْرًا ۖ جُعَلًا ۖ حَیْثُ لَمْ یُضِیْقُوْنَا مَعَ حَاجَتِنَا اِلَی الطَّعَامِ ۖ قَالَ لَہِ الْخَضِرُ هَٰذَا اِقْرَآ ۖ ائِ وَقْتُ فِرَاقِ بَنِیْ وَبَنِیْکَ ۖ فِیْہِ اِضَافَةُ بَیْنِ اِلَی غَیْرِ مُتَعَدِّدٍ سَوَّغَهَا تَکْرِیْرُہُ بِالْعَطْفِ ۖ بِالْوَاوِ سَأَلْتُکَ قَبْلَ فِرَاقِیْ لَكَ بِتَاوِیْلِ مَا لَمْ اَسْتَطِيعَ عَلَیْہِ صَبْرًا ۖ

**ترجمہ:** حضرت خضر نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکو گے تو موسیٰ نے کہا میری بھول چوک پر مجھ سے مواخذہ نہ فرمائیں یعنی مجھ سے آپ کی فرمانبرداری میں اور آپ پر اعتراض کو ترک کرنے میں غفلت ہوگئی اور آپ مجھ پر میرے معاملہ میں تنگی نہ ڈالیں یعنی کلفت میں مبتلا نہ کریں اور آپ اپنے ساتھ میری مصاحبت کے معاملہ میں دشواری پیدا نہ کیجئے یعنی میرے ساتھ درگزر اور سہولت کا معاملہ کیجئے پھر دونوں کشتی سے اترنے کے بعد پایادہ چلے یہاں تک کہ جب دونوں کی ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی جو کہ ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اور ان میں سب سے زیادہ خوبصورت تھا تو خضر نے اس لڑکے کو مار ڈالا، یا تو زمین پر لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا یا ہاتھوں سے پکڑ کر سر اکھاڑ ڈالا یا اس کے سر کو دیوار سے ٹکرا دیا، یہ تین قول ہیں فقہانہ میں فاتحیہ عافطہ کا استعمال اس لئے ہوا ہے کہ قتل ملاقات کے بعد واقع ہوا تھا اور اذا کا جواب قال له موسیٰ اقلنت نفسا زکیہ ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے خضر سے کہا تم نے ایک بے گناہ شخص کو قتل کر دیا یعنی ایسے معصوم نفس کو جو کہ ابھی حد تکلیف (یعنی سن بلوغ کو بھی نہیں پہنچا) اور ایک قراءت میں زکیہ کی تشدید اور بغیر الف کے ہے جس نے کسی کا خون نہیں کیا یعنی وہ کسی نفس کا قاتل نہیں ہے (کہ اسے قصاصاً قتل کیا جائے) بلاشبہ تم نے بہت ہی برا کام کیا نہ سکون کاف اور ضمہ کاف کے ساتھ دونوں قراءتیں ہیں یعنی ناپسندیدہ حرکت خضر نے کہا کیا میں نے آپ سے کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے یہاں لٹ کا اضافہ کیا بخلاف سابق کے اس لئے کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام نے سہو و نسیان کا عذر پیش نہیں کیا تھا موسیٰ علیہ السلام نے کہا اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ پوچھوں (اعتراض کروں) تو مجھے آپ اپنے ساتھ نہ رکھیں یعنی اپنے ساتھ رہنے کی اجازت نہ دیں یقیناً آپ نے میرے لئے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا لدنی نون کی تشدید اور تخفیف دونوں قراءتیں ہیں من لدنی کے معنی من قبلی کے ہیں یعنی آپ مجھے اپنے سے جدا کرنے کے معاملہ میں معذور ہیں پھر یہ دونوں حضرات چلے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس پہنچے وہ بستی انطاکیہ تھی بستی والوں سے ان حضرات نے کھانا طلب کیا یعنی ضیافت کے طور پر ان سے کھانا طلب کیا مگر بستی والوں نے ان کی ضیافت کرنے سے انکار کر دیا پھر ان دونوں حضرات نے اس بستی میں ایک دیوار دیکھی جو گرچا ہتی تھی اور اس کی اونچائی سو ذراع تھی یعنی جھکاؤ کی وجہ سے گرنے کے قریب تھی تو خضر نے اس دیوار کو ہاتھ لگا کر درست کر دیا موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت یعنی مزدوری لے لیتے ایک قراءت میں لاتخذت ہے اس لئے باوجودیکہ ہم کھانے کے حاجت مند تھے ان لوگوں نے ہماری میزبانی نہیں کی خضر نے کہا بس یہ (اعتراض) میرے اور تیرے درمیان جدائی کرنے والا یعنی جدائی کا سبب ہے فراق مصدر بمعنی اسم فاعل تفریق ہے اس میں بین کی اضافت غیر متعد کی طرف ہے جس کی گنجائش واو عافطہ کے ذریعہ بین کی تکرار کی وجہ سے ہے، میں ان باتوں کی حقیقت تم کو جدا کرنے سے پہلے بتا دیتا ہوں، جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔



## تحقیق و ترکیب تیسہیل و تفسیری فوائد

**قَوْلٌ:** لَنْ تَسْتَطِيعَ استطاعت سے مضارع واحد مذکر حاضر، تو ہرگز نہ کر سکے گا۔

**قَوْلٌ:** بما نسبت ماموصلہ ہے جار مجرور لا تو اخذنی سے متعلق ہے عائد محذوف ہے ای لا تاخذنی بامر الذی نسبتہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ نسبت بمعنی ترک ہے جو کہ نسبت کے لازم معنی ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ماصدریہ ہو ای لا تاخذنی بذسیانی، نسبت کی تفسیر غفلت سے کر کے اشارہ کر دیا کہ یہاں نسبت کے لغوی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ لازم معنی جو کہ غفلت اور ترک کے ہیں مراد ہیں اس لئے کہ نسیان کے لئے ترک لازم ہے۔

**قَوْلٌ:** لا ترهقنی من امری عسرا، عسرا، لا ترهقنی کا مفعول ثانی ہے اور ترهقنی میں یا مفعول اول ہے یقال ارهقه عسرا اس کو تکلیف میں ڈالا، اس کے ساتھ تنگی کا معاملہ کیا۔

**قَوْلٌ:** زاکية وہ نفس جس نے ابھی تک گناہ نہ کیا ہو اور زکیۃ وہ نفس جس نے گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لی ہو، کسائی نے کہا ہے کہ دونوں ہم معنی ہیں۔

**قَوْلٌ:** بغیر نفس اس میں تین وجوہ اعراب ہیں ① قتل کے متعلق ہے ② محذوف سے متعلق ہے اور فاعل یا مفعول سے حال ہے ای قتلہ ظالما او مظلوما بغیر نفس ③۔ مصدر محذوف کی صفت ہو ای قتل قتل متلبسا بغیر نفس۔

**قَوْلٌ:** لم يبلغ الحنث میں مضاف محذوف ہے، ای وقت الحنث۔ غلام کی تفسیر لم يبلغ الحنث سے کرنے کا مقصد تعیین معنی ہیں اس لئے کہ غلام کے مختلف معنی آتے ہیں مگر یہاں نابالغ لڑکا مراد ہے۔

**قَوْلٌ:** هذا فراق یعنی ترک اجرت پر اعتراض فراق ہے یعنی وقت فراق ہے۔

**قَوْلٌ:** بینى وبينك میں بین کی اضافت غیر متعدد کی طرف ہے حالانکہ بین کی اضافت متعدد کی طرف ضروری ہوتی ہے، جیسے بیننا وبينکم میں اضافت متعدد کی طرف ہے۔

**قَوْلٌ:** واتى هنا بالفاء العاطفة اس عبارت کے اضافہ کا مقصد اس بات کا جواب ہے کہ یہاں یعنی فقتله پر فاداخل ہے مگر سابق میں خرقہا پر فاداخل نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

**جواب:** کا خلاصہ یہ ہے کہ غلام کا قتل چونکہ کشتی سے اترنے کے بعد واقع ہوا تھا اس لئے اس کے مناسب فاتعقیبہ لائے، بخلاف خرقہا کے کہ وہاں کشتی میں سواری کے دوران خرق واقع ہوا تھا اس لئے وہاں خرقہا کہا نہ کہ فخر قہا۔

**قَوْلٌ:** لم تقتل نفسا کے اضافہ کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ بغیر نفس میں مضاف محذوف ہے ای بغیر قتل نفس۔

**قَوْلٌ:** منکرا کے اضافہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ منکرا مصدر منکرا مفعول کے معنی میں ہے، سابق میں چونکہ موسیٰ

عَلَيْهِ السَّلَام کی غلطی کم تھی اس لئے وہاں لك نہیں کیا، یہاں چونکہ غلطی زیادہ ہے اس لئے لك کے ذریعہ خطاب کیا۔  
**قَوْلُهُ** : یرید کی تفسیر یقرب سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یرید کی جدار کی طرف نسبت اسناد مجازی ہے اس لئے کہ جدار ذوارادہ اشیاء میں سے نہیں ہے لَمَ تستطع اصل میں تستطیع تھا، لَمَ داخل ہونے کی وجہ سے آخر میں عین ساکن ہو گئی، التقاء ساکنین ہوائی اور عین میں ی ساقط ہو گئی تستطیع ہو گیا۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحِ

قال الم اقل انك السخ حضرت خضر نے کہا کیا میں نے کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے اس لئے کہ ایسے حالات اور واقعات دیکھنے میں آئیں گے جن پر آپ خاموشی کے ساتھ صبر نہ کر سکو گے سودیکھئے آخروہی ہوا، اس صبر نہ کرنے اور نباہ نہ ہونے سے موسیٰ علیہ السلام کی منقصد نہیں بلکہ منقبت نکلتی ہے اس لئے کہ آپ کا خضر علیہ السلام کو بظاہر خلاف شرع حرکات پر بار بار ٹوکنہ عین منصب نبوت اور غیرت ایمانی کی بنا پر تھا، بلکہ اس کے خلاف اگر ہوتا تو منقصد کی بات ہوتی، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میری بھول چوک پر مواخذہ نہ کیجئے، یہاں نسیان سے حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام حقیقت میں اپنے وعدہ یا خضر کے قول لا تسئلنی عن شیء کو بھول گئے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھولے تو نہ ہوں مگر منصب نبوت کے تقاضہ اور ایمانی غیرت کی وجہ سے خاموش نہ رہ سکے ہوں مفسر علام نے ثانی معنی مراد لئے ہیں۔

فانطلقا حتی اذا لقيا غلاما فقتله عہد معاہدہ کرنے کے بعد جب یہ دونوں حضرات آگے چلے تو ایک بستی میں پہنچے اس بستی کے قریب چند لڑکے کھیل رہے تھے ان میں ایک لڑکے کو جس کا نام جیسور بتایا جاتا ہے جو نہایت ہی خوبصورت اور عقلمند تھا قتل کر ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے ایک بے گناہ شخص کو قتل کر دیا جو کسی کا قاتل بھی نہیں، وہ لڑکا بالغ تھا یا نابالغ دونوں قسم کے اقوال ہیں غلام کا اطلاق دونوں ہی پر ہوتا ہے، اکثر مفسرین اس کو نابالغ ہی بیان کرتے ہیں، مفسر علام کی بھی یہی رائے ہے، لفظ زکیتہ سے نابالغی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے، اگرچہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے جیسا کہ تحقیق و ترکیب کے زیر عنوان گذر چکا ہے۔

بغیر نفس یعنی اول تو نابالغ قصاص میں بھی قتل نہیں کیا جاسکتا، یہاں تو قصاص کا بھی کوئی قصہ نہیں تھا پھر اس سے بڑھ کر نامعقول بات کونسی ہو سکتی ہے یعنی آپ کی پہلی حرکت ہی نازیبا تھی مگر اس بار تو آپ نے غضب ہی کر دیا کشتی کے نقصان کا تذکرہ تو کسی حد تک ممکن بھی تھا یہ تو جان کا معاملہ ہے اس کی تلافی کی تو کوئی صورت ہی نہیں حضرت خضر نے کہا میں نے آپ سے کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے اس مرتبہ خفگی بڑھ گئی اسی لئے خطاب کرتے وقت ”لك“ کا لفظ بڑھا دیا موسیٰ علیہ السلام نے اس مرتبہ بھول سے نہیں بلکہ قصد اعتراف کیا تھا اس لئے کہ احکام شریعت کی خلاف ورزی پر تحمل عام صالحین سے نہیں ہو سکتا تو موسیٰ علیہ السلام تو پیغمبر تھے وہ بھلا امر منکر پر خاموش کیسے رہ سکتے تھے اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے اس مرتبہ سہو نسیان کا عذر بھی پیش نہیں کیا، بلکہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اس کے بعد اگر میں آپ کی بات پر اعتراض کروں تو آپ مجھے

ساتھ نہ رکھیں یقیناً میرے لئے آپ نے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا، یعنی اب کی بار اور درگزر کیجئے، ایک موقع اور دیجئے آئندہ اگر اعتراض کروں تو مجھے ساتھ نہ رکھیں آپ اس حد کو پہنچ جائیں گے کہ مجھے اپنے سے جدا کرنے میں معذور سمجھے جائیں گے۔

حضرت خضر نے وہ بات درگزر کر دی، اور یہ دونوں حضرات آگے چلے اور ایک بستی میں پہنچے اور لوگوں سے ملے اور چاہا کہ بستی والے مسافر سمجھ کر مہمان نوازی کریں قدیم زمانہ میں چونکہ سرائوں اور مسافر خانوں کا رواج نہیں تھا نہ ہوٹلوں اور کھانے پینے کی دوکان کا سلسلہ تھا، مسافر بستی والوں پر اپنا حق سمجھتے تھے کہ بستی والے ان کی میزبانی کے فرائض انجام دیں اور ہر بستی والے بھی مہمان نوازی کو اپنا فرض سمجھتے تھے اس لئے کہ ہر شخص کو سفر کرنا پڑتا تھا اور ہر شخص کی یہ خواہش اور تمنا ہوتی تھی کہ اہل بستی ہماری میزبانی کے فرائض انجام دیں اور عموماً ہر بستی والے بڑی خوش دلی سے یہ فریضہ انجام دیتے تھے، مگر یہ سعادت اس بستی والوں کی قسمت میں نہیں تھی ان لوگوں نے حضرت موسیٰ اور خضر جیسے مقربین کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا، یہ معاملہ دیکھ کر چاہئے تھا ایسے تنگ دل اور بے مروت لوگوں پر غصہ آتا مگر حضرت خضر نے غصہ کے بجائے ان پر احسان کیا، بستی میں ایک دیوار تھی جو اس قدر جھکی ہوئی تھی کہ گرنے کے قریب تھی، لوگ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے ڈرتے تھے، حضرت خضر نے معجزانہ طور پر اس دیوار پر ہاتھ لگا کر سیدھا کر دیا، اس موقع پر موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت لے سکتے تھے یعنی جس بستی والوں نے مسافروں کی مہمان نوازی کا حق ادا نہیں کیا ایسے لوگوں کی دیوار مفت درست کر دینے کی کیا ضرورت تھی، اگر کچھ معاوضہ لیکر دیوار درست کرتے تو ہمارا بھی کھانے پینے کا کام چلتا، اور ان تنگ دل بخیلوں کو تنبیہ بھی ہو جاتی، اس کے جواب میں حضرت خضر نے کہا بس اب میرا اور آپ کا ساتھ ختم اب میں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے یعنی حسب وعدہ آپ مجھ سے جدا ہو جائیے آپ کا ناہ میرے ساتھ نہیں ہو سکتا لیکن جدا ہونے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ ان واقعات کے پوشیدہ اسرار ظاہر کر دوں جن کو دیکھ کر آپ سے صبر و ضبط نہ ہو سکا۔

حکمت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے درمیان مذکورہ تین واقعات کے پیش آنے میں حکمت یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کو تین باتوں پر تنبیہ مقصود تھی، جب موسیٰ علیہ السلام نے کشتی توڑنے پر اعتراض کیا اور دریا میں غرق ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا اور ظاہری اسباب کو اہمیت دی تو ندا آئی اے موسیٰ تیری تدبیر اس وقت کہاں تھی کہ تجھے ایک تابوت میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا گیا تھا اور جب قتل غلام پر اعتراض کیا تو ندا آئی کہ تیرا اعتراض اس وقت کہاں تھا کہ جب تو نے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا اور جب دیوار کو مفت درست کرنے پر اعتراض کیا تو ندا آئی اس وقت تیرا اعتراض کہاں گیا تھا جب کہ تو نے پتھر ہٹا کر شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کی بکریوں کو بلا اجرت پانی پلایا تھا۔ (صاوی)

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ عَشْرَةَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ بِالسَّفِينَةِ مُوَاجِرَةً لَهَا طَلَبًا لِلْكَسْبِ

فَارَدْتُ أَنْ أُعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ إِذَا رَجَعُوا أَوْ أَمَسَاهُمْ الْآنَ مَلِكٌ كَافِرٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ عَصَبًا ۝  
 نَضْبُهُ عَلَى الْمَصْدَرِ الْمُتَبَيَّنِ لِنَوْعِ الْأَخْذِ وَأَمَّا الْعَلَمُ فَكَانَ أَبُوهُ مُؤْمِنِينَ فَحَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۝ فَإِنَّهُ  
 كَمَا فِي حَدِيثِ مُسْلِمٍ طُبِعَ كَافِرًا وَلَوْ عَاشَ لَا زَهَقَهُمَا ذَلِكَ أَيْ لِمَحَبَّتِهِمَا لَهُ يَتَّبَعَانِهِ فِي ذَلِكَ  
 فَارَدْنَا أَنْ يُبَدِّلَهُمَا بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ رُبُّهُمَا خَيْرٌ أَمِنَهُ رُكُوءٌ أَيْ صَلَاحًا وَتُقَى وَاقْرَبَ مِنْهُ رُحْمًا ۝  
 بِسُكُونِ الْحَاءِ وَضَمِّهَا رَحْمَةً وَهِيَ الْبُرُؤُ بِالْذِيهِ فَأَبْدَلَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى جَارِيَةً تَزَوَّجَتْ نَبِيًّا فَوَلَدَتْ نَبِيًّا  
 فَهَدَى اللَّهُ تَعَالَى بِهِ أُمَّةً وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِعَلَمَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ مَالٌ مَدْفُونٌ مِنْ  
 ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَحَفَظًا بِصَلَاحِهِ فِي أَنْفُسِهِمَا وَمَالِهِمَا فَارَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا  
 أَيْ إِيْنَاسَ رُشْدِهِمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ مَفْعُولٌ لَهُ عَامِلُهُ أَرَادَ وَمَا فَعَلْتُهُ أَيْ مَا ذَكَرَ مِنْ خَرَقِ  
 السَّفِيْنَةِ وَقَتْلِ الْغُلَامِ وَإِقَامَةِ الْجِدَارِ عَنْ أَمْرِي أَيْ إِيْخْتِيَارِي بَلْ بِأَمْرِ الْهَامِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى ذَلِكَ  
 تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝ يَقَالُ اسْطِطَاعٌ وَاسْتَطَاعَ بِمَعْنَى أَطَاقَ فَفِي هَذَا وَمَا قَبْلَهُ جَمْعٌ بَيْنِ اللَّغَتَيْنِ  
 وَنُوعَتِ الْعِبَارَةُ فِي فَارَدْتُ فَارَدْنَا فَارَادَ رَبُّكَ.

**تَرْجُمہ:** بہر حال وہ کشتی چند یعنی دس غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں اس کشتی کو کرایہ پر چلا کر روزی کماتے تھے  
 میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار کروں اور اس کے آگے ایک کافر بادشاہ تھا جو ہر صحیح سالم کشتی کو غصب کر لیتا تھا غصبا کا نصب  
 ان مصدر یہ کی بنا پر ہے جو کہ بیان نوعیت کے لئے ہے بہر حال لڑکا، تو اس کے ماں باپ مومن تھے پس ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا  
 ان دونوں پر سرکشی اور کفر سے چھپا جائے گا مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ وہ لڑکا فطرت کفر پر پیدا کیا گیا تھا اگر وہ زندہ  
 رہتا تو یقیناً وہ اپنے والدین پر غالب آجاتا اور وہ اس سے محبت کی وجہ سے کفر میں اس کی اتباع کرتے، اس لئے ہم نے چاہا کہ  
 ان کا پروردگار اس کے بدلے میں پاکیزگی اور صلاح و تقویٰ کے اعتبار سے اس سے بہتر اور محبت و شفقت میں اس سے بڑھ کر  
 عطا فرمائے بیدلہما دال کی تشدید اور تخفیف دونوں ہیں رحما میں ح کا سکون اور ضمہ دونوں ہیں بمعنی رحمت والدین کی  
 اطاعت و فرمانبرداری ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو لڑکے کے بدلے میں ایک لڑکی عطا فرمائی جس نے ایک نبی سے شادی کی تو  
 اس سے ایک نبی پیدا ہوئے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک امت کو ہدایت نصیب فرمائی۔

اب رہی دیوار تو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں رہتے تھے اور اس کے نیچے ان کا ایک خزانہ سونے چاندی کی قسم کا مال  
 مدفون تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا چنانچہ اس کے صلاح و تقویٰ کی وجہ سے ان کی جان و مال محفوظ رہے اس لئے آپ کے  
 پروردگار نے چاہا کہ دونوں بچے جوان ہو جائیں یعنی کمال قوت کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں آپ کے رب کی مہربانی سے  
 رحمة مفعول لہ ہے اس کا عامل اراد ہے اور میں نے یہ کام جو ما قبل میں مذکور ہوئے یعنی کشتی کو توڑنے غلام کو قتل کرنے اور

دیوار کو درست کرنے کے اپنے اختیار سے نہیں کئے بلکہ منجانب اللہ الہام کے ذریعہ کئے تھے یہ ہے حقیقت ان کاموں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا استطاع اور استطاع طاق کے معنی میں مستعمل ہے اس میں اور ماقبل میں دونوں لغتوں کا اجتماع ہے اور اردت اور ارا در بک اور اردنا میں عبارت میں تنوع اختیار کیا گیا ہے۔

## تَحْقِيقُ تَرْكِيبِ تَسْبِيلٍ وَ تَفْسِيرُ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: السَّفِينَةُ (ج) سفین و سفائن۔

قَوْلُهُ: وراء هم یہ اضداد میں سے ہے اس کے معنی آگے اور پیچھے کے ہیں یہ دراصل مصدر ہے اس کے معنی ہیں آڑ، حد فاصل، اضمار قد کے ساتھ جملہ حالیہ ہے۔

قَوْلُهُ: غصبا یاخذ کا مفعول مطلق بیان نوع کے لئے ہے یاخذ چونکہ غصب کے معنی کو متضمن ہے لہذا تقدیر عبارت اس طرح ہوگی غصب غصبا وراء هم کی تفسیر رجعوا اور امما هم سے کر کے اشارہ کر دیا کہ وراء اضداد میں سے ہے یہ دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

قَوْلُهُ: سفينة اس کی صفت صالحة محذوف ہے ای کل سفينة صالحة حضرت ابی اور ابن عباس کی قراءت میں صالحة کا لفظ موجود ہے۔

قَوْلُهُ: فخشينا ان يرهق الغلام ابويه يقال رهقه ای غشیه - طغيانا، يرهقهما کا مفعول ہے، اور کفرا کا عطف طغيانا پر ہے رحما مصدر ہے بمعنی شفقت مہربانی (س) رحمة ورحما مہربان ہونا زکوۃ اور رحما خیرا سے تیز واقع ہیں، خیرا یہاں اسم تفضیل کے معنی میں نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: رحمة یا تو یبلغا اور یستخرجا کا مفعول لہ ہے یا فعل محذوف فعلتہ کا مفعول بہ ہے۔

قَوْلُهُ: استطاع یستطیع حذف تاکہ ساتھ استطاع یستطیع میں دوسری لغت ہے۔

## تَفْسِيرُ وَ تَشْرِيحِ

أما السفينة یعنی وہ کشتی جس کو توڑ دیا تھا چند نادار اور غریب آدمیوں کی تھی اور وہ کشتی جدھر جا رہی تھی اس طرف ایک ظالم کافر بادشاہ کی عملداری تھی جو ہر صحیح سالم کشتی کو غصب کر لیتا تھا اور ان غریبوں کی یہ کشتی ہی ذریعہ معاش تھی جس کے کرایہ کی آمدنی سے اپنا گزارہ کرتے تھے اگر میں اس کشتی میں سوراخ کر کے عیب دار نہ کرتا تو وہ بادشاہ اسے بھی چھین لیتا جس کی وجہ سے یہ بیچارے ذریعہ معاش سے بھی محروم ہو جاتے۔

مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے:

خضر در بحر کشتی را شکست صد درستی در شکست خضر ہست

تَرْجُمَہ: اگر خضر نے دریا میں کشتی توڑ دی تو کیا برا کیا، خضر کے کشتی توڑنے میں سینکڑوں مصلحتیں ہیں۔

اس ظالم بادشاہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ غسانی تھا اور اس کا نام جیسور تھا۔

فائدہ: مسکین اور فقیر میں کیا فرق ہے؟ مسکین کی حالت زیادہ اہتر ہوتی ہے یا فقیر کی؟ امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کے نزدیک فقیر، مسکین کی بہ نسبت زیادہ خستہ حال ہوتا ہے اس لئے کہ مسکین اس کو کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ کچھ ہو اور اما السفینۃ فکانت لمساکین سے استدلال کرتے ہیں اس لئے کہ ان کے پاس کشتی ہونے کے باوجود ان کو مسکین کہا گیا ہے، امام صاحب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں عرف میں مسکین فقیر کی نسبت زیادہ خستہ حال سمجھا جاتا ہے، اس لئے کہ مسکین وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو اور فقیر وہ شخص جس کے پاس گزارہ کے قابل نہ ہو، سورہ بلد آیت ۱۶ میں او مسکینا ذا متربة خاک نشین مسکین یعنی جس کے پاس بچھونا تک نہ ہو زمین پر پڑا رہتا ہو، رہا فکانت لمساکین سے استدلال تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نسبت ادنیٰ تعلق کی وجہ سے مجاز ہے جیسا کہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ کشتی ان کی ملک نہ تھی بلکہ کسی اور کی تھی ان کے پاس کرایہ یا عاریت پر تھی اسی وجہ سے کشتی کی نسبت ان کی طرف کردی ہے۔

(شامی کتاب الزکوۃ باب المصروف بحوالہ مہدایت القرآن)

دوسرا واقعہ لڑکے کو قتل کرنے کا ہے حضرت خضر کو بذریعہ وحی معلوم ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرشت اور جبلت کے اعتبار سے کافر تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر اپنے والدین کے لئے فتنہ بنے گا، والدین اپنی طبعی محبت کی وجہ سے بے دینی میں بھی اس کا ساتھ دیں گے، اس لئے حضرت خضر نے اس کو قتل کر دیا، اور یہ قتل اس کے والدین کے حق میں رحمت اور ان کے دین کی حفاظت کا ذریعہ بن گیا اور طبعی طور پر ان کو جو صدمہ پہنچا تھا حق تعالیٰ نے اس کی تلافی ایسی اولاد سے کردی جو پاکیزگی میں مقتول لڑکے سے بہتر تھی اور ماں باپ پر شفقت اور مہربانی میں بڑھ کر تھی، کہتے ہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک لڑکی دی جو ایک نبی سے منسوب ہوئی اور ایک نبی اس سے پیدا ہوئے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک امت کو ہدایت دی۔ (فوائد عثمانی) بعض حضرات نے کہا ہے کہ اب صالح بلا واسطہ اب تھا اور بعض نے کہا کہ اب ساتویں پشت میں دادا تھا کہتے ہیں کہ اس کا نام کاشحا اور اس کی والدہ کا نام دنیا تھا، اس واقعہ سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اصول کا تقویٰ فروع کے لئے نافع ہوتا ہے۔

(صاوی)

فائدہ: یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں:

پہلا سَوَال: یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ وہ لڑکا بڑا ہو کر کافر ہوگا اور اپنے والدین کو بھی گمراہ کرے گا تو پھر علم الہی کے مطابق ایسا ہونا ضروری تھا اس لئے کہ علم الہی کے خلاف کوئی چیز نہیں ہو سکتی پھر وہ کیسے قتل کیا گیا اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف یہ واقعہ کیونکر رونما ہوا؟

دوسرا سَوَال: یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو اس کے والدین کو ایمان پر قائم رکھنا مقصود تھا اور اسی وجہ سے حکمت الہیہ مقتضی ہوئی کہ پیش آنے والی رکاوٹ کو دور کر دیا جائے اور خضر کو حکم دے کہ اس لڑکے کو قتل کر دیا تو اس سے بہتر تو یہ تھا کہ اس لڑکے کو پیدا

ہی نہ کرتے یا کرتے تو اس کو کافر نہ ہونے دیتے یا جہاں لاکھوں کافر دنیا میں موجود ہیں اس کے والدین کو ہی کافر بن جانے دیتے دونوں سوالوں کے جوابات درج ذیل ہیں:

سوال اول کا جواب: یہ کہ علم ہمیشہ معلوم کے تابع ہوتا ہے نہ کہ معلوم علم کے، مثلاً کسی شخص نے دارالعلوم دیوبند کی مسجد رشید دیکھی، مسجد کو دیکھ کر اس کو ایک علم حاصل ہوا تو یہ علم معلوم یعنی مسجد کے تابع ہوگا یعنی جیسی مسجد ہے ویسا ہی اس کو علم حاصل ہوا ہے اور علم واقعہ کے مطابق ہے اور اگر کوئی شخص اپنے ذہن میں مسجد رشید کی خیالی صورت بنا لے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ واقعی مسجد رشید کے مطابق ہو کیونکہ معلوم کبھی بھی علم کے تابع نہیں ہوتا بلکہ اس علم ہی کو خلاف واقعہ کہا جائے گا۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ علم الہی اور علم مخلوق میں یہ فرق تو بہر حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم حضوری ہے یعنی معلوم کے وجود کا محتاج نہیں اور بندوں کا علم کبھی ہے یعنی معلومات کے وجود کا محتاج ہے، اگرچہ وہ وجود وجود ذہنی ہی کیوں نہ ہو مگر جہاں تک تبعیت کا تعلق ہے دونوں کا معاملہ یکساں ہے، لہذا مسائل کی یہ تعبیر ہی صحیح نہیں ہے کہ اس لڑکے کا علم الہی کے مطابق کافر ہونا ضروری تھا یہ تعبیر تو اس وقت صحیح ہو سکتی تھی کہ جب معلوم علم کے تابع ہوتا بلکہ صحیح تعبیر یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ازل سے جانتے ہیں کیونکہ اس کا علم حضوری ہے معلومات کے وجود سے پہلے بھی اس کو معلومات کا علم حاصل ہے مگر ازل میں اللہ تعالیٰ کے جاننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ویسا ہی ہو جائے کیونکہ معلوم علم کے تابع نہیں ہوتا ہاں یہ بات ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل میں وہی بات جانے جو ہونے والی ہے کیونکہ اس کا علم خلاف واقعہ نہیں ہو سکتا ورنہ صفت علم میں کذب (خلاف واقعہ) لازم آئے گا جو محال ہے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کے علم میں صرف یہی بات نہیں تھی کہ وہ لڑکا بڑا ہو کر کافر ہوگا اور اس کے والدین اس کے فتنہ میں مبتلا ہوں گے بلکہ علم الہی میں پوری تفصیل موجود تھی کہ اگر وہ لڑکا بالغ ہوتا تو کافر ہوتا اور اپنے والدین کے لئے خطرہ بنتا مگر چونکہ وہ سن بلوغ سے پہلے ہی مر جائے گا اس لئے نہ وہ کافر ہوگا اور نہ اس کے والدین اس کے فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

یہ درحقیقت تقدیر کا مسئلہ ہے تقدیر کا حاصل یہ ہے کہ بندے جو نیک و بد کام کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ازل سے جانتے ہیں مگر اس جاننے سے انسان ویسا کرنے پر مجبور نہیں ہو جاتا اس لئے کہ معلوم علم کے تابع نہیں ہوتا بلکہ بندہ اپنے ارادہ اور مرضی سے جو نیک و بد کرنے والا ہے ان کو اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے اور یہ جاننا مطابق واقعہ ہے کیونکہ علم معلوم ہی سے ماخوذ ہوتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ وہی جانتا ہے جو ہونے والا ہے اگر اس کے خلاف ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا علم واقعہ کے مطابق نہیں تھا۔ (تعالی اللہ عن ذلك علواً کبیراً) اس مضمون کی تعبیر اس طرح بھی کی جاسکتی ہے کہ تقدیر کے معنی ہیں پلاننگ کرنا، اللہ تعالیٰ نے ازل میں کائنات کے لئے جو اندازہ مقرر کیا ہے اس میں انسان کے لئے ایک جزوی اختیار رکھنے والی مخلوق ہونا طے کیا گیا ہے، لہذا انسان اپنی مرضی سے جو کام کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ ازل سے جانتے ہیں، اس کے برخلاف نہیں جانتے، علم الہی کے خلاف ہو سکنے یا نہ ہو سکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسرے سوال کا جواب: یہ ہے کہ تکوینات کے بارے میں انسان کا علم نہ ہونے کے برابر ہے، حضرت خضر نے اس سے تو پردہ اٹھایا کہ اس لڑکے کو مار ڈالنے میں یہ حکمت تھی مگر یہ بات کوئی نہیں جانتا کہ اس کو پیدا کرنے میں کیا حکمت تھی مثلاً انسان کے بدن میں کئی جگہ بال اگتے ہیں ناخن بڑھتے ہیں شریعت کا حکم یہ ہے کہ ان کو صاف کیا جائے اور یہ نظافت کا تقاضہ ہے، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کو کاٹنا ضروری ہے تو آخر اللہ تعالیٰ ان بالوں کو پیدا ہی کیوں فرماتے ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کی حکمت اللہ ہی بہتر جانتے ہیں ہم نہیں جانتے البتہ ہم اجمالاً یہ بات جانتے ہیں کہ ان بالوں کو پیدا کرنے میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہے اسی طرح اس لڑکے کے پیدا کرنے میں کوئی مصلحت ضرور ہوگی جو ہم نہیں جانتے، خضر نے بھی اس راز سر بستہ کو نہیں کھولا، اس لئے عقل انسانی کے لئے بجز اعتراف عجز و قصور کے کوئی راہ نہیں، ہمیں تو بس یہ قاعدہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں جو چیزیں بظاہر خراب مہلک اور بری، مضر اور نقصان دہ سمجھی جاتی ہیں ان میں بھی مجموعہ عالم کے لحاظ سے بے شمار فوائد ہیں۔

(مہدایت القرآن)

واما الجدار فکان اب تیسرے اور آخری واقعہ کی حقیقت سنئے ارشاد ہے، دیوار کے واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے رہتے ہیں جن کا خزانہ ان کی اس دیوار کے نیچے دفن ہے، ان کا باپ بڑا نیک اور صالح شخص تھا تو تیسرے رب کی مرضی یہ تھی کہ دونوں یتیم بچے جوان ہو جائیں اور اپنا خزانہ تیسرے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں، میں نے اپنی رائے واجتہاد سے کوئی کام نہیں کیا، یہ تھی اصل حقیقت ان واقعات کی۔

حضرت ابوالدرداء رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ اس دیوار کے نیچے سونے چاندی کا ذخیرہ تھا (رواہ الترمذی والحاکم) جو ان کو ان کے باپ سے میراث میں پہنچا تھا، اگر دیوار گر جاتی تو وہ دینیہ ظاہر ہو جاتا اور بدنیت لوگ اس کو لیجاتے بچوں کا باپ چونکہ نیک آدمی تھا اس لئے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کے مال کو اس کی اولاد کے لئے محفوظ رکھا اور حضرت خضر کے ذریعہ دیوار کی مرمت کرا دی جس کی وجہ سے مال محفوظ ہو گیا اور یہ سب رحمت خداوندی تھی اور حضرت خضر کا دیوار کو درست کرنا یہ بامر خداوندی تھا، اور جو کام امر خداوندی سے کرنا ضروری ہو اس پر اجرت لینا درست نہیں، یہیں سے یہ ضابطہ بنا ہے کہ طاعت مقصودہ پر اجرت لینا باطل ہے، یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم کو صبر نہ ہو سکا، لہذا الوداع۔۔۔۔۔

فَاِذَا كُنَّا لِلْآخِرَةِ دُنًى: دنیا میں ہر کام خواہ اچھا ہو یا برا اللہ کی مشیت اور ارادہ سے ہوتا ہے خیر و شر سب اسی کی مخلوق ہے مگر ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ شر اور حقیر و ذلیل چیزوں کی تخلیق کی نسبت اس کی طرف نہ کی جائے مثلاً یوں نہ کہا جائے، اے خالق الشر! یا اے خالق البعوضۃ والذباب! چنانچہ حضرت خضر نے جب کشتی توڑنے کا ذکر کیا تو چونکہ وہ کام بظاہر ایک برا کام تھا اس لئے اس کے ارادہ کی نسبت اپنی طرف کی اور ”اردت“ فرمایا اسی طرح لڑکے کو قتل کرنے اور اس کے بدلے میں اس سے بہتر اولاد دینے کا ذکر کیا تو اس کا قتل چونکہ برائی تھی اور بہتر اولاد دینا ایک بھلائی تھی اس لئے امر مشترک ہونے کی وجہ سے جمع متکلم کا صیغہ استعمال کیا تا کہ جتنا بظاہر شر ہے وہ اپنی طرف اور جو خیر ہے وہ اللہ کی طرف منسوب ہو جائے اور تیسرے واقعہ میں



دیوار کو درست کر کے قییموں کا مال محفوظ کر دینا سراسر خیر ہی خیر تھا، اس لئے اس کی پوری نسبت اللہ کی طرف کرتے ہوئے  
فاراد ربك فرمایا۔ (معارف القرآن)

وَيَسْأَلُونَكَ اَيَ الْيَهُودِ عَنْ ذِي الْقُرْنَيْنِ اِسْمُهُ اِسْكَندَرُ وَلَمْ يَكُنْ نَبِيًّا قُلْ سَأَتْلُوَا سَاقِصٌ عَلَيْكُمْ مِنْهُ مِنْ خَالِه  
ذِكْرًا ۚ خَبْرًا اِنَّا مَكْنَانًا فِي الْاَرْضِ بِتَسْهِيلِ السَّيْرِ فِيهَا وَاتَيْنَهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَخْتَاجُ اِلَيْهِ سَبَبًا ۖ طَرِيقًا يُوَصِّلُ  
اِلَى مُرَادِهِ فَاتَّبِعْ سَبَبًا ۖ سَلَكَ طَرِيقًا نَحْوَ الْمَغْرِبِ حَتَّىٰ اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ مَوْضِعَ غُرُوبِهَا  
وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ ذَاتِ حِمَاةٍ وَهِيَ الطِّينُ الْاَسْوَدُ وَغُرُوبُهَا فِي الْعَيْنِ فِي رَأْيِ الْعَيْنِ وَالْاَفْهَى  
اَعْظَمُ مِنَ الدُّنْيَا وَوَجَدَ عِنْدَهَا اَيَ الْعَيْنِ قَوْمًا كَافِرِينَ قُلْنَا اِيذًا الْقُرْنَيْنِ بِاِلْهَامٍ اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ الْقَوْمَ بِالْقَتْلِ  
وَ اِمَّا اَنْ تَخْذِفَ فِيهِمْ حُسْنًا ۖ بِالْاَسْرِ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ بِالشِّرْكِ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ نَقْتَلُهُ ثُمَّ يَرُدُّ اِلَى رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا مُكْرِئًا ۖ  
بِسُكُونِ الْكَافِ وَضَمُّهَا شَدِيدًا فِي النَّارِ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جِزَاءٌ اِلْحُسْنَىٰ اَيَ الْجَنَّةُ وَالْاِضَافَةُ  
لِلنَّبِيَّانِ وَفِي قِرَاءَةٍ بِنَصْبٍ جِزَاءٍ وَتَنْوِينِهِ قَالَ الْفَرَاءُ نَصَبَهُ عَلَى التَّفْسِيرِ اَيَ لِحِجَةِ النِّسْبَةِ وَسَقُولُ لَهُ مَنْ  
اَمْرًا اَيَسَّرًا ۖ اَيَ نَاسَرَهُ بِمَا يَسْهَلُ عَلَيْهِ ثُمَّ اتَّبِعْ سَبَبًا ۖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ حَتَّىٰ اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ مَوْضِعَ طُلُوعِهَا  
وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّهُمُ الرِّجُّ لَمْ تَجْعَلْ لَهُمْ مِنْ دُونِهَا اَيَ الشَّمْسِ سَبَبًا ۖ مَنْ لِبَاسٍ وَلَا سَقْفٍ لَّانْ اَرْضَهُمْ  
لَا تَحْمِلُ بِنَاءً وَلَهُمْ سُرُوبٌ يَغِيَّبُونَ فِيهَا عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَيُظْهِرُونَ عِنْدَ اِرْتِفَاعِهَا كَذَلِكَ اَيَ الْاَمْرُ كَمَا  
قُلْنَا وَقَدْ اَحْطَيْنَا بِمَا كَذَبُوهُ اَيَ عِنْدَ ذِي الْقُرْنَيْنِ مِنَ الْاَلَاتِ وَالْجُنْدِ وَغَيْرِهِمَا مُخْبِرًا ۖ عِلْمًا

**ترجمہ:** یہود آپ سے ذوالقرنین کا واقعہ دریافت کرتے ہیں اس کا نام اسکندر ہے اور وہ نبی نہیں تھا آپ کہہ  
دیجئے میں تم کو اس کا کچھ حال سنا ہوں زمین میں سفر آسان کر کے ہم نے اس کو زمین میں قدرت عطا فرمائی تھی اور ہم  
نے اس کو ہر قسم کے وسائل جن کی (بادشاہوں) کو ضرورت ہوتی ہے بخشے تھے ایسے وسائل کہ جن کے ذریعہ اس کو اپنے  
مقصد تک رسائی حاصل ہو سکے، چنانچہ وہ مغرب کی جانب ایک راستہ پر ہولیا، یہاں تک کہ جب وہ انتہائے مغرب میں  
پہنچ گیا، تو اس کو آفتاب ایک گد لے چشمہ میں ڈوبتا ہوا نظر آیا، کالی مٹی والے چشمہ میں، حماة کالی مٹی اور آفتاب کا چشمہ  
میں غروب ہونا یہ دیکھنے والے کی نظر میں (محسوس ہوتا) تھا ورنہ آفتاب تو دنیا سے بہت بڑا ہے اور اس کو وہاں چشمہ کے  
پاس ایک کافر قوم ملی ہم نے بذریعہ الہام اس سے کہا یا تو تم اس قوم کو قتل کے ذریعہ سزا دو یا قید کر کے ان کے ساتھ نرمی  
کا برتاؤ کرو تو کہا جو شخص شرک کر کے ظلم کرے گا تو اس کو قتل کی سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی جانب لوٹایا جائے گا پس  
وہ اس کو اور بھی سخت سزا دے گا نیکو کاف کے سکون اور ضمہ دونوں کے ساتھ ہے یعنی آگ کا شدید عذاب اور جو ایمان  
لائے گا اور نیک اعمال کرے گا تو اس کے لئے بدلے میں بھلائی ہوگی یعنی جنت اور اضافت بیان یہ ہے اور ایک قراءت میں

جزاء کے نصب اور نحوین کے ساتھ ہے، اور فراء نے کہا ہے اس کا نصب جہت نسبت کی تفسیر کی وجہ ہے اور ہم اسے اپنے کام میں بھی آسانی کا حکم دیں گے یعنی ایسی باتوں کا جو اس کے لئے آسان ہوں گی پھر وہ مشرق کی جانب (دوسرے) راستہ پر چل پڑا یہاں تک کہ جب وہ مطلع شمس یعنی طلوع آفتاب کے مقام (انتہائے مشرق) پر پہنچا تو اس نے آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا اور وہ زنجی قوم تھی کہ ہم نے ان کے لئے آفتاب سے بچاؤ کی کوئی آڑ جیسے لباس وغیرہ نہیں رکھی تھی اس لئے کہ ان کی زمین عمارت کی متحمل نہیں تھی اور ان کے لئے بھٹ تھے جن میں وہ طلوع آفتاب کے وقت چھپ جاتے تھے اور غروب کے وقت نکلتے تھے بات ایسی ہی ہے جیسا کہ ہم نے کہا اور ہم نے اس کی یعنی ذوالقرنین کی تمام چیزوں کا علمی احاطہ کر رکھا ہے خواہ وہ آلات حرب کے قبیل سے ہوں یا لشکر وغیرہ کے قبیل سے۔

حَقِيقٌ وَتَرْكِيبٌ تَسْهِيلٌ وَتَفْسِيرٌ فَوَائِدُ

[illegible]

**قَوْلُهُ: مَكْنَا تَمْكِينٍ** سے قدرت دینا، قدم جمانا۔

**قَوْلُهُ:** سَبَبُ رِی، ذُرِیْعَه، وَ سِلَہ (ج) اسباب۔

قَوْلُهُ: وَجَدَ بَعْضُ رَأْيٍ دِيكْهَا، مَحْسُوسٌ كَيَا حَمْمَةُ حَمِي (س) سَهْفَتِ مَشَبْهَ حَمْمَا حَمَاءِ پَانِی گدلا ہو گیا الحَمْمَةُ کالی مٹی۔

**قَوْلٌ**؛ اما یہ ان اور ما سے مرکب ہے اور یہ حرف تفصیل ہے اور اُن تعذب میں اُن مصدریہ ہے اور جملہ بتاویل مصدر ہو کر یا تو مبتداء ہے اور خبر محذوف ہے ای اما تعذیبک واقع یا خبر ہے اور مبتداء محذوف ہے ای اما امر تعذیبک یا فعل محذوف کا مفعول ہے ای اما توقع تعذیبک اور اما تذخذ میں بھی یہی احتمالات ہیں۔

**قَوْلٌ:** فی رأی العین کے اضافہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ وجد اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے بلکہ نظر آنے یا محسوس کرنے کے معنی میں ہے اس لئے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ آفتاب زمین کے کسی چشمے میں غروب ہو اس لئے کہ آفتاب تیرہ لاکھ زمینوں کے

مساوی ہے اور اس کا قطر چھبیس لاکھ پینسٹھ ہزار (۸۶۶۵۰۰۰) میل ہے، (فلکیات جدیدہ) آفتاب کا چشمے میں غروب ہوتا نظر آتا ایسا ہی ہے جیسا کہ دیکھنے والے کو آسمان چاروں طرف افق سے متصل معلوم ہوتا ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، اسی طرح اگر آپ ریل کی لائن پر کھڑے ہو کر لائن کو دور تک دیکھیں تو آپ کو دونوں لائنیں آپس میں ایک دوسرے سے قریب ہوتی نظر آئیں گی حتیٰ کہ آخر میں ملی ہوئی محسوس ہوں گی حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔

قَوْلٌ: حسنا اس کا مضاف محذوف ہے ای ذا حسن یا مصدر کا حمل مبالغۃ ہے۔

قَوْلٌ: اما من ظلم، اما حرف تفصیل ہے مگر اس میں شرط کے معنی بھی ہیں اسی لئے اس کے جواب پر فاکالانا ضروری

ہے۔

قَوْلٌ: فله جزاء، لہُ خبر مقدم ہے اور الحسنی مبتداء مؤخر ہے، جزاء حال ہے یا تمیز ہے ای لہُ الحسنی جزاء کما يقال لك هذا الثوب هبة۔

قَوْلٌ: يسرا کا مضاف محذوف ہے ای ذا يسر یا پھر مصدر کا حمل مبالغۃ ہے۔

قَوْلٌ: لمرنجل، قوم کی صفت ہے۔

قَوْلٌ: كذلك مبتداء محذوف کی صفت ہے ای الامر كذلك۔

قَوْلٌ: احطنا کے لئے سورۃ کہف کی آیت ۶۸ دیکھئے احطنا جملہ متنافہ ہے خبرا خبر کا مصدر ہے (کف) خبر الشئ وبہ حقیقت حال سے واقف ہونا۔

قَوْلٌ: بالهام سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھے بلکہ ایک صالح بادشاہ تھے۔

قَوْلٌ: سنقول کی تفسیر نامرہ سے کرنے کا مقصد تعین معنی ہے اس لئے کہ قول مختلف معنی میں مستعمل ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

ويسئلونك عن ذي القرنين:

آغاز واقعہ:

آپ ﷺ کی بعثت کے بعد جب اسلام کی روشنی کی کرن نمودار ہوئی اور کفر کی ظلمت کے دبیز پردے چاک ہونے لگے تو کفر کے ظلمت کدہ مکہ میں ہنگامہ برپا ہو گیا اس بات کی متفقہ کوشش ہونے لگی کہ بہر صورت اس روشنی کو گل کر دیا جائے، مگر اس روشنی کو گل کرنے کی جس قدر زیادہ کوشش ہونے لگی روشنی اتنی ہی تیزی سے پھیلنے لگی، حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مکہ کا کوئی گھر خالی نہ رہا کہ جہاں اس روشنی کی کرن نہ پہنچی ہو، جس کی وجہ سے ہر گھر میں کفر و اسلام کا معرکہ پانہ ہوا ہو، گھر میں اگر باپ کا فرہے

تو بیٹا مسلمان، ماں مسلمان ہے تو بیٹی کا فرہ، اگر ایک بھائی مسلمان ہے تو دوسرا کافر، غرضیکہ کوئی گھراسا نہ تھا کہ جہاں کفر و اسلام کی محاذ آرائی نہ ہو، آخر مجبور ہو کر اہل مکہ نے یہ سوچا کہ محمد ﷺ کے دعوائے نبوت کے بارے میں اہل کتاب سے معلوم کیا جائے کہ اس کی کیا حقیقت ہے، آیا محمد ﷺ اپنے دعوائے نبوت میں سچے ہیں یا یہ کوئی مکر و فریب ہے، چنانچہ قریش نے ایک وفد تشکیل دیا جس میں نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو علماء یہود کے پاس مدینہ یہ پیغام دے کر بھیجا کہ آپ کے پاس انبیاء سابقین کا علم ہے اور آئندہ آنے والے انبیاء کے بارے میں پیشین گوئیاں ہیں لہذا محمد ﷺ کے بارے میں یہ بتاؤ کہ ان کے دعوائے نبوت کے بارے میں آپ کی کتابوں میں کوئی تذکرہ ہے یا نہیں؟ علماء یہود نے جواب دیا کہ تم ان باتوں کو تو چھوڑو، ہم تم کو تین سوال بتاتے ہیں اگر وہ ان کا جواب صحیح دیدیں تو سمجھ لینا کہ وہ اپنے دعوائے نبوت میں برحق ہیں اور اگر جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لینا کہ وہ دعوائے نبوت میں کاذب و مفتری ہیں ① روح کی حقیقت کیا ہے ② اصحاب کہف کون تھے؟ ③ سکندر ذوالقرنین کون تھا؟ یہ قریشی وفد خوش و خرم مکہ واپس ہو گیا اور مکہ والوں سے جا کر کہا ہم ایک فیصلہ کن بات لیکر آئے ہیں اور مذکورہ تینوں سوالات ان کو بتائے چنانچہ مکہ کے سرداروں کا ایک نمائندہ وفد ان سوالوں کو لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے سامنے مذکورہ تینوں سوالات رکھے، آپ نے فرمایا ان کا جواب میں کل دوں گا، دو کا ذکر سابق میں گذر چکا ہے روح کے بارے میں سورہ بنی اسرائیل کے آخر میں اور اصحاب کہف کے بارے میں سورہ کہف میں آپ نے پڑھا یہاں سے تیسرے سوال کے جواب کا آغاز ہوتا ہے۔

یہ یہود آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں سوال کی نسبت علامہ جلال الدین نے یہود کی جانب کی ہے حالانکہ سوال کر نیوالے اہل مکہ تھے مگر چونکہ اہل مکہ نے سوالات یہود کے سکھانے سے کئے تھے اور اصل سائل یہود ہی تھے اسلئے یہود کی جانب نسبت کی ہے۔

اسکندر نام اور ذوالقرنین لقب کے کئی بادشاہ دنیا میں گذرے ہیں، ذوالقرنین کے معنی ہیں دو سینگوں والا، یہ لقب کیوں پڑا اس میں بہت اختلاف ہے جس کا ذکر تحقیق و ترکیب کے زیر عنوان گذر چکا ہے، یہ لقب قرآن کریم کا دیا ہوا نہیں ہے بلکہ پہلے سے مشہور چلا آ رہا تھا، چنانچہ یہود نے اسی نام سے سوال کیا، اس نام اور لقب کے دو بادشاہ زیادہ مشہور گذرے ہیں، ایک حضرت ابراہیم کا معاصر ہے جو نمرود کے بعد ہوا ہے یہ بادشاہ موحد اور دین حق کا پیرو تھا، حضرت ابراہیم پر ایمان لایا تھا اور تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم کے ساتھ حج بھی کیا تھا یہ بادشاہ ۲۰۰۰ قبل مسیح میں گذرا ہے، بعض حضرات اس کو یونانی کہتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ فارسی ہے اس کو یونانی زبان میں ”سائرس“ اور عربی زبان میں ”کخمر“ اور فارسی میں ”گورش“ کہتے ہیں اور یہود اس کو ”خورس“ کہتے ہیں یہ نہایت خدا ترس اور عادل بادشاہ تھا۔

دوسرا بادشاہ سکندر رومی ہے جو سکندر یونانی، مقدونی، رومی کے لقب سے مشہور ہے، یہ تقریباً تین سو سال قبل مسیح گذرا ہے اس کا وزیر اور استاد اسطو تھا جو کہ مشرک تھا اور یہ اسکندر بھی مشرک اور ظالم تھا بلکہ خود کو ایک دیوتا کا مظہر کہتا تھا یہی وہ سکندر ہے جس نے دارا کو شکست دی تھی، بعض حضرات نے اس کو بھی قرآنی ذوالقرنین کہہ دیا ہے جو سراسر غلط ہے، اس لئے کہ یہ شخص آتش پرست تھا اور قرآن

حکیم نے جس ذوالقرنین کا ذکر کیا ہے اس کے نبی ہونے میں تو علماء کا اختلاف ہے مگر مومن، صالح ہونے میں سب کا اتفاق ہے۔ قرآنی ذوالقرنین نے بہت طویل عمر پائی ہے حضرت ابراہیم کے زمانہ سے اسرائیلی دانیال کے زمانہ تک زندہ رہے، اسی نے بخت نصر کو شکست دیکر بنی اسرائیل کو اس کی قید سے آزاد کرایا، اور بیت المقدس کا جو سامان بخت نصر لوٹ کر لے گیا تھا اور بیت المقدس مسمار کر گیا تھا سامان واپس دلایا اور بیت المقدس کو دوبارہ آباد کیا، گویا کہ یہی ذوالقرنین بنی اسرائیل کا نجات دہندہ ہے اور اسی مناسبت سے یہودیوں نے سوال کے لئے اس کو منتخب کیا تھا، اس واقعہ کی طرف قرآن میں بھی سورہ بنی اسرائیل میں جو دو مرتبہ بنی اسرائیل کے فساد میں مبتلا ہونے اور دونوں مرتبہ کی سزا کا تفصیل سے ذکر آیا ہے اس میں بنی اسرائیل کے پہلے فساد کے موقع پر خود قرآن کریم نے فرمایا ہے **بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولَىٰ بَاسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَلِ الدِّيَارِ** یعنی تمہارے فساد کی سزا میں ہم تم پر اپنے کچھ ایسے بندے مسلط کر دیں گے جو بڑی قوت اور شوکت والے ہوں گے وہ تمہارے گھروں میں گھس پڑیں گے اس میں یہ قوت اور شوکت والے لوگ بخت نصر اور اس کے اعوان ہیں جنہوں نے بیت المقدس میں چالیس ہزار اور بعض روایات میں ستر ہزار بنی اسرائیل کو قتل کیا اور ایک لاکھ سے زیادہ بنی اسرائیل کو قید کر کے بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکا کر بابل لے گیا اور اس کے بعد قرآن کریم نے فرمایا **ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكُرَّةَ عَلَيْهِمْ** (یعنی ہم نے پھر لوٹا دیا تمہارے غلبہ کو) یہ واقعہ اسی کینجر و بادشاہ کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا، یہ مومن صالح تھا اس نے بخت نصر کا مقابلہ کر کے اس کے قیدی بنی اسرائیل کو اس کے قبضہ سے نکالا اور ان کو دوبارہ فلسطین میں آباد کیا اور بیت المقدس کو بھی جس کو ویران کر دیا تھا دوبارہ آباد کیا اور بیت المقدس کے خزان و سامان جن کو بخت نصر لے گیا تھا وہ سب واپس بنی اسرائیل کے قبضہ میں دیئے اس لئے یہ شخص بنی اسرائیل کا نجات دہندہ ثابت ہوا۔

یہ بات قرین قیاس ہے کہ یہود مدینہ نے امتحان نبوت کے لئے قریش مکہ کے واسطے سے جو سوالات متعین کئے ان میں ذوالقرنین کے سوال کو یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ یہود اس کو اپنا نجات دہندہ مان کر اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے، مولانا حفظ الرحمن صاحب نے اپنی اس تحقیق پر موجودہ تورات کے حوالہ سے انبیاء بنی اسرائیل کی پیشین گوئیوں اور تاریخی روایات سے اس پر کافی شواہد پیش کئے ہیں، اس کی مزید تفصیل مولانا کی معرکہ الآراء کتاب قصص القرآن میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (معارف القرآن) قدیم مفسرین نے اس کا مصداق اسکندر رومی کو قرار دیا ہے جس کی فتوحات کا دائرہ مشرق و مغرب تک پھیلا ہوا تھا لیکن جدید مفسرین تاریخی معلومات کی روشنی میں اس سے اتفاق نہیں کرتے بالخصوص مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اس کی تحقیق و تفتیش میں جو داد تحقیق دی ہے وہ نہایت ہی قابل قدر ہے ان کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ اس ذوالقرنین کی بابت قرآن نے صراحت کی ہے کہ وہ ایسا حکمران تھا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اسباب و وسائل کی فراوانی سے نوازا تھا وہ مشرقی و مغربی ممالک فتح کرتا ہوا ایک ایسے پہاڑی درے پر پہنچا جس کی دوسری طرف یا جوج اور ماجوج تھے، اس نے وہاں یا جوج و ماجوج کا راستہ بند کرنے کے لئے ایک نہایت ہی محکم بند تعمیر کیا وہ عادل، اللہ کو ماننے والا اور آخرت پر ایمان رکھنے والا تھا وہ نفس پرست اور مال و دولت کا حریص نہیں تھا مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ ان خصوصیات کا حامل صرف فارس کا وہ عظیم حکمران ہے جسے یونانی سائرس، عبرانی خورس اور

عرب کنخسرو کے نام سے پکارتے ہیں اس کا دور حکمرانی ۵۳۹ قبل مسیح ہے نیز فرماتے ہیں ۱۸۲۸ میں سائرس کے ایک مجسمے کا بھی انکشاف ہوا جس میں سائرس کا جسم اس طرح دکھایا گیا ہے کہ اس کی دونوں جانب عقاب کی طرح دو بازو نکلے ہوئے ہیں اور سر پر مینڈھے کی طرح دو سینگ ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ترجمان القرآن)

قل سأتلو علیکم منہ ذکرا اس میں یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے اس جگہ ذکرہ کا مختصر لفظ چھوڑ کر منہ ذکرہ کے دو کلمے کیوں اختیار کئے؟ آپ غور کریں گے تو ان دو کلموں میں اشارہ اس طرف کیا گیا ہے کہ قرآن نے ذوالقرنین کا پورا قصہ اور اس کی تاریخ ذکر کرنے کا وعدہ نہیں کیا بلکہ اس کے ایک حصہ کو بیان کرنے کا وعدہ فرمایا جس پر حرف من اور ذکرہ کی تنوین بقواعد عربیت شاہد ہے اور جو تاریخی بحث ذوالقرنین کے نام و نسب اور زمانہ وغیرہ کی لکھی گئی ہے قرآن کریم نے اس کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دینے کا پہلے ہی اظہار کر دیا ہے۔

ثم اتبع سببا حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدها یعنی مغربی مہم سے فارغ ہونے کے بعد مشرقی جانب مہم پر روانہ ہوا حتی کہ جب مشرقی جانب منہائے آبادی پر پہنچ گیا (اسی کو قرآن نے مطلع شمس کہا ہے) جہاں ایسی قوم آباد تھی کہ جس کا حال یہ تھا کہ اس کے پاس دھوپ وغیرہ سے بچنے کے لئے بھی کوئی معقول سامان نہیں تھا نہ اس کے مکانات تھے اور نہ خیمے وغیرہ اور لباس کے طور پر وہ جانوروں کی کھال استعمال کرتے تھے، قرآن کریم نے ان کے مذہب و اعمال کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ یہ ذکر کیا کہ ذوالقرنین نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا، ظاہر یہی ہے کہ یہ قوم بھی کافر تھی اور ذوالقرنین نے ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جو مغربی قوم کے ساتھ اوپر گزر چکا ہے، ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس قوم کے حالات کو بھی بچھلی قوم کے حالات پر قیاس کر کے ان کا بھی حال معلوم ہو سکتا ہے۔ (کذا فی بحر المحيط عن ابن عطیہ)





ثُمَّ اتَّخَذَ سَبَبًا ۝ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ بَفْتَحَ السَّيْنِ وَضَمَّاهُمَا هُنَا وَبَعْدَ، هُمَا جَبَلَانِ بِمُقْطَعِ بِلَادِ التُّرْكِ سَدَّ  
 الْإِسْكَندَرِ مَا بَيْنَهُمَا كَمَا سَيَأْتِي وَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا أَيْ أَمَانَهُمَا قَوْمًا لَا يَكَاذُونَ يَقْفَهُونَ قَوْلًا ۝ أَيْ لَا يَفْهَمُونَهُ  
 إِلَّا بَعْدَ بُطُوءٍ وَفِي قِرَاءَةِ بَضْمِ الْبَاءِ وَكَسْرِ الْقَافِ قَالُوا إِذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ بِالْهَمْزَةِ وَتَرْكِهَا  
 إِسْمَانِ أَعْجَمِيَّانِ لِقَبِيلَتَيْنِ فَلَمْ يَنْصَرِفَا مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ بِالسَّهْبِ وَالْبَغْيِ عِنْدَ خُرُوجِهِمَ إِلَيْنَا  
 قَهْلٌ تَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا جُعْلًا مِنَ الْمَالِ وَفِي قِرَاءَةِ خَرَجًا عَلَى أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝ حَاجِرًا فَلَا يَصِلُونَ  
 إِلَيْنَا قَالَ مَا مَلَكَتْنِي وَفِي قِرَاءَةِ بِالْنُونِ مِنْ غَيْرِ ادْغَامٍ فِيهِ يَتَّى مِنَ الْمَالِ وَغَيْرِهِ خَيْرٌ مِنْ خَرْجِكُمْ الَّذِي  
 تَجْعَلُونَهُ لِي فَلَا حَاجَةَ لِي إِلَيْهِ وَأَجْعَلُ لَكُمْ السَّدَّ تَبَرُّعًا فَأَعِيتُونِي بِقُوَّةٍ لَنَا أَطْلُبُهُ مِنْكُمْ  
 أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝ حَاجِرًا حَصِينًا أُنْتُنِي رَبُّ الْحَدِيدِ ۝ قِطْعَةً عَلَى قَدَرِ الْحِجَارَةِ الَّتِي يُبْنَى بِهَا فُبْنَى بِهَا  
 وَجُعِلَ بَيْنَهَا الْحَطْبُ وَالْفَحْمُ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَى بَيْنَ الصَّدْقَيْنِ بَضْمِ الْحَرْفَيْنِ وَفَتْحَهُمَا وَضَمِ الْأَوَّلِ وَسَكُونِ  
 الثَّانِي أَيْ جَانِبِي الْجَبَلَيْنِ بِالْبِنَاءِ وَوَضْعِ الْمَنَافِعِ وَالنَّارِ حَوْلَ ذَلِكَ قَالَ انْفُخُوا فَانْفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ أَيْ  
 الْحَدِيدَ نَارًا ۝ أَيْ كَالنَّارِ قَالَ أُنْتُنِي أَفْرِغْ عَلَيْهِ قَطْرًا ۝ هُوَ النُّحَاسُ الْمُدَابُّ تَنَازَعَ فِيهِ الْفَعْلَانِ وَحَذَفَ مِنَ  
 الْأَوَّلِ لِأَعْمَالِ الثَّانِي فَافْرَغَ النُّحَاسُ الْمُدَابَّ عَلَى الْحَدِيدِ الْمُخْمَى فَدَخَلَ بَيْنَ زُبُرِهِ فَصَارَا شَيْئًا وَاحِدًا  
 فَمَا اسْتَطَاعُوا أَيْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ أَنْ يَظْهَرُوهُ يَعْلَمُوا ظَهْرَهُ لِارْتِفَاعِهِ وَمَلَأَتْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ۝ خَرْقًا  
 لِصَلَاتَيْهِ وَسَمِيكَه ۝ قَالَ ذَوَا الْقَرْنَيْنِ هَذَا أَيْ السَّدُّ أَيْ الْإِقْدَارُ عَلَيْهِ رَحْمَةً مِنْ رَبِّي نِعْمَةً لِأَنَّهُ مَانِعٌ مِنْ  
 خُرُوجِهِمْ فَلَا اجْأَعْدَدْنِي بِخُرُوجِهِمُ الْقَرِيبِ مِنَ الْبَعِثِ جَعَلَهُ دَكَّاءَ مَذْكُوكًا مَبْسُوطًا وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي  
 بِخُرُوجِهِمْ وَغَيْرِهِمْ حَقًّا ۝ كَانُوا.

**ترجمہ:** پھر اس نے ایک اور سفر کی تیاری شروع کی یہاں تک کہ جب وہ ایسے مقام پر پہنچا کہ جو دو پہاڑوں کے  
 درمیان تھا سین کا فتح اور ضمہ دونوں ہیں، یہاں بھی اور بعد میں بھی، بلا تَرَک کے اختتام پر دو پہاڑ ہیں سکندر نے ان دونوں  
 پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو بند کر دیا تھا جیسا کہ عنقریب (اس کا ذکر) آ رہا ہے، تو ان دونوں پہاڑوں کے اس پار یعنی ان  
 کے سامنے ایک ایسی قوم کو پایا جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی یعنی بڑی دیر کے بعد (اشارہ وغیرہ سے) ایک قراءت میں ضمہ  
 ی اور کسرہ قاف کے ساتھ ہے تو انہوں نے کہا اے ذوالقرنین یا جوج و ما جوج ہمزہ اور بدون ہمزہ دونوں قراءتیں ہیں یہ دو  
 عجمی قبیلوں کے نام ہیں اسی وجہ (یعنی عجمہ اور علم ہونے کی وجہ) سے غیر منصرف ہیں، ہماری اس سرزمین میں آ کر قتل و غارتگری  
 کرتے ہیں فساد مچاتے ہیں کیا ہم آپ کے لئے کچھ خرچ کا انتظام کر دیں یعنی چندے کے طور پر مال جمع کر دیں اور ایک قراءت



میں خسرا جاسے اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنادیں یعنی ایک آڑ جس کی وجہ سے وہ ہم تک نہ پہنچ سکیں ذوالقرنین نے جواب دیا میری (قدرت) اختیار میں میرے پروردگار نے جو مال وغیرہ دے رکھا ہے اس مال سے جسے تم میرے لئے جمع کرو گے بہت بہتر (کہیں زیادہ) ہے لہذا مجھے تمہارے مال وغیرہ کی ضرورت نہیں میں یوں ہی (بلا معاوضہ) تمہارے لئے دیوار بنادوں گا مکنی میں ایک قراءت دونوں کے ساتھ بغیر ادغام کے یعنی مکذنی بھی ہے البتہ تم طاقت (محنت مزدوری) سے میری مدد کرو جب میں تم سے مطالبہ کروں، تو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک دیوار یعنی ایک مضبوط آڑ کھڑی کر دوں گا (اچھا تو) تم میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لاؤ جن سے دیوار بنائی جاسکے، چنانچہ (ذوالقرنین) نے لوہے کے ٹکڑوں کے درمیان ٹکڑیاں اور کوئلہ رکھ دیا یہاں تک کہ جب اس دیوار کے ردے دونوں پہاڑوں کے برابر کر دیئے (صدفین میں کئی قراءتیں ہیں) ① صاد اور فاد دونوں کے ضمہ کے ساتھ ② دونوں کے فتح کے ساتھ ③ صاد کے ضمہ اور فاء کے سکون کے ساتھ یعنی دونوں پہاڑوں کے درمیان کے خلا کو تعمیر کر کے پر کر دیا اور اس کے ارد گرد دم کشوں اور آگ کا نظم کر دیا، تو حکم دیا دھونکو چنانچہ لوگوں نے دھونکا حتیٰ کہ جب اس لوہے کو آگ یعنی آگ کے مانند سرخ کر دیا تو حکم دیا اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ تاکہ میں اس کو (گرم لوہے) پر ڈال دوں قطر پگھلا ہوا تانبا قطر ا میں دو فعلوں نے تنازع کیا ہے فعل ثانی کو عمل دینے کی وجہ سے اول فعل کا (مفعول قطراً) حذف کر دیا ہے، چنانچہ پگھلا ہوا تانبا گرم لوہے پر ڈال دیا تو وہ لوہے کے تختوں کے درمیان داخل ہو کر ٹپک گیا، چنانچہ یا جوج ماجوج اس دیوار پر اس کی بلندی اور چکناہٹ کی وجہ سے نہ چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں نقب لگا سکتے تھے اس کی تختی اور مضبوطی کی وجہ سے ذوالقرنین نے کہا یہ دیوار یعنی اس کے بنانے پر قدرت دینا میرے رب کی رحمت یعنی نعمت ہے اس لئے کہ یہ ان کے خروج کے لئے مانع ہوگی چنانچہ جب میرے رب کا وعدہ یعنی قرب قیامت ان کے خروج کا وقت آئے گا تو میرا رب اس دیوار کو ریزہ ریزہ کر کے برابر کر دے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ ان کے خروج وغیرہ کا حق ہے جو ہو کر رہے گا۔

## تحقیق و ترکیب تسمیہ و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: سَدَّ مَصْرَدَ (ن) بند کرنا۔

قَوْلُهُ: بَيْنَ السَّدَيْنِ بلغ کا مفعول ہے بین چونکہ بان کا مصدر ہے اس لئے ظروف متصرفہ سے ہے یا جوج و ماجوج یہ دونوں عجمی لفظ ہیں اور دو قبیلوں کے اجداد کے نام ہیں یہ دونوں تو میں حضرت نوح علیہ السلام کے صاحبزادے یافت کی نسل سے ہیں عجم اور علم ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہیں خرج محصول بعض حضرات نے خرج اور خسراج میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ خرج زرفد یہ کہتے ہیں اور خرج عام ہے جس میں زرفد یہ، ٹیکس، محصول وغیرہ سب شامل ہیں۔

قَوْلُهُ: مَكْنِي یہ دراصل مکن نی تھا، ماضی واحد مذکر غائب مصدر تمکین با اختیار و با اقتدار بنانا فی میں نون وقایہ اور ی

ضمیر متکلم مفعول بہ پھر لام کلمہ نون کو ساکن کر کے نون وقایہ میں ادغام کر دیا ردم موئی اور مضبوط دیوار ردم (ض) مصدر ہے سورخ بند کرنا مگر یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے صدف پہاڑ کی چوٹی۔

قَوْلُهُ: اسطاعوا اصل میں استطاعوا تھا تا اور طاقرب الخرج ہونے کی وجہ سے تخفیف کے لئے تا کو حذف کر دیا۔

قَوْلُهُ: الوعد وقت یا مصدر بمعنی موعود ای القيامة۔

قَوْلُهُ: آتونی تم میرے پاس لاؤ زبر زبرة کی جمع ہے جیسے غرف غرفۃ کی جمع ہے لوہے کی پلیٹ۔

قَوْلُهُ: آتونی افرغ تنازع فعلان کے قبیل سے ہے قطرا افرغ کا مفعول اول ہے آتونی کا مفعول محذوف ہے۔

قَوْلُهُ: يظهروه بتاویل مصدر ہو کر ما استطاعوا کا مفعول ہے۔

قَوْلُهُ: اى السداى الاقدار عليه سے اول هذا کا مشارالیه متعین کیا پھر یہ بتا دیا کہ دیوار سے مراد دیوار بنانے کی توفیق ہے جو درحقیقت رحمت خداوندی ہے، مطلب یہ ہے کہ دیوار تو اس قوم کے حق میں رحمت خداوندی ہے اور اس دیوار کے بنانے کی توفیق ذوالقرنین کے حق میں رحمت خداوندی ہے۔

قَوْلُهُ: بخروجهم مفسر علام نے بخروجهم کا اضافہ کر کے وعدہ کا مصداق متعین کر دیا کہ وعدہ قرب قیامت میں ان کا خروج ہے، بعض حضرات نے وعدہ سے مراد اس دیوار کے شکست و ریخت ہونے کا وقت مراد لیا ہے۔

قَوْلُهُ: يموج، تر کنا کا مفعول ثانی ہے اور بعضهم مفعول اول ہے اور تر کنا بمعنی جعلنا ہے یومئذ یموج سے متعلق ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

ثم اتبع سببا یہ ذوالقرنین کے تیسرے سفر کا بیان ہے، ذوالقرنین نے مغرب و مشرق کے سفر سے فارغ ہونے کے بعد تیسرے سفر کی تیاری شروع کی، یہ تیسرا سفر کس جانب تھا اس بارے میں روایات مختلف ہیں مگر رائج یہ ہے کہ یہ سفر جانب شمال تھا۔

فَاَيَاكَ: آیات کی مندرجہ ذیل تفسیر امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی نے عقیدۃ الاسلام صفحہ ۲۰۱ میں کی ہے، یہ بات ملحوظ رہے کہ ہذا رحمة من ربی، جعله دكاء وکان وعد ربی حقا یہ ذوالقرنین کا اپنا قول ہے، اور کوئی قرینہ سیاق و سباق میں ایسا نہیں ہے جس سے دیوار کے ٹوٹنے کو علامات قیامت میں شمار کیا جائے بلکہ ذوالقرنین کا مقصد وعدہ ربی سے صرف اس دیوار کا کسی وقت میں ٹوٹ پھوٹ جانا ہے پس اس صورت میں ارشاد باری (و تر کنا بعضهم یومئذ یموج فی بعض) استمرار تجددی پر دلالت کرتا ہے یعنی ایسا برابر ہوتا رہے گا کہ ان میں سے بعض قبائل بعض پر حملہ آور ہوتے رہیں یہاں تک کہ قیامت کا وقت آجائے گا، البتہ وہ ارشاد جو سورہ انبیاء میں آیا ہے یعنی (حتى اذا فتحت یاجوج وما جوج وهم من کل حدب ینسلون) تو یہ بلاشبہ علامات قیامت میں سے ہے مگر اس میں دیوار کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے لہذا اس فرق کو

ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے یعنی سورہ انبیاء کی آیت میں فتح سے عروج و خروج مراد ہے دیوار کا ٹوٹنا اور یا جوج و ماجوج کا نکلنا مراد نہیں ہے اس لئے کہ اس آیت میں دیوار کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

**خاتمہ:** سکندر ذوالقرنین نے جن دو پہاڑوں کے درمیان کے درہ کو بند کیا تھا وہ کونسے پہاڑ تھے اور وہ قوم کونسی تھی جن کی حفاظت کے لئے یہ دیوار بنائی گئی تھی اور ذوالقرنین نے جو دیوار بنائی تھی وہ اب تک باقی ہے یا ٹوٹ پھوٹ گئی یہ وہ سوالات ہیں کہ جن کے جوابات قرآن میں نہیں ہیں، اس لئے یقین کے ساتھ کوئی بات کہنا مشکل ہے، دنیا میں ایسی دیواریں وحشی لوگوں سے حفاظت کے لئے مختلف مقامات پر بنائی گئی ہیں جن میں سے بعض کے خرابات و نشانات آج بھی باقی ہیں، مؤرخین کے بیان کے مطابق وہ دیوار جس کا قرآن میں ذکر ہے وہ ایران سے جانب شمال بحر کاسپین (Caspian Sea) یعنی بحر قزوین اور بحر اسود کے درمیان جو سلسلہ کوہ ہے جس کو جبال کاکیشیا (چینپیاں کے دامن میں) (Caucasus) جبال قفقاز، کفقاس، اور تفلیس کہتے ہیں ان پہاڑوں میں ایک درہ درہ داریال کے نام سے ہے، ذوالقرنین نے وہاں دیوار بنائی تھی ان پہاڑوں کے مشرق میں بحر قزوین واقع ہے اور مغرب میں بحر اسود اور بیچ میں سلسلہ کوہ ہے اور گزرنے کا کوئی راستہ اس درہ کے علاوہ نہیں ہے، ذوالقرنین نے دیوار بنا کر اس کو بند کر دیا تھا، اور جن قبائل کی حفاظت کا یہ سامان کیا گیا تھا وہ ترک قبائل تھے اور یہ بات بھی خیال رہے کہ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار اب باقی نہیں ہے البتہ سیاحوں نے اب وہاں آثار دیکھے ہیں اور ممکن ہے کہ اب بھی موجود ہوں، قرآن وحدیث میں کوئی صحیح اور صریح بات ایسی نہیں ہے جس سے قیامت سے کچھ پہلے تک اس دیوار کا بحالہ باقی رہنا ثابت ہوتا ہو۔

## یا جوج ماجوج کون ہیں؟

اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ وہ عام انسانوں کی طرح آدم کی اولاد ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں، علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ ج ۲/ص ۱۱۰ میں لکھا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ عام بنی آدم کی طرح ہیں اور انسانوں ہی کی طرح شکل و صورت اور اوصاف رکھتے ہیں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج ۶، ص ۳۸۶) میں تحریر فرمایا ہے کہ یا جوج ماجوج یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے دو قبیلے ہیں، حضرت قتادہ سے بھی یہی بات مروی ہے اور روح المعانی میں ہے کہ یا جوج ماجوج یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے دو قبیلے ہیں اور یہی رائے وہب بن منبہ کی ہے اور متاخرین میں سے اکثر کی یہی رائے ہے، بائبل کتاب پیدائش باب ۱۰ آیت ۲ میں بھی یافث کے ایک لڑکے کا نام یا جوج آیا ہے اور ماجوج کے بارے میں بائبل کا بیان مختلف ہے۔

غرضیکہ یا جوج ماجوج کوئی عجوبہ روزگار مخلوق نہیں ہیں اور نہ برزخی مخلوق ہیں اس قسم کی جو روایات ہیں ان کا اسلامی روایات سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے یہ سب اسرائیلیات کے بے سرو پا ذخیرہ ہے، علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں، ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اور مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن رحمہ اللہ نے قصص القرآن میں جلد سوم

میں ان روایات کی تغلیط کی ہے اور سمجھنے کی بات ہے کہ یاجوج و ماجوج جب بنی آدم علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں تو پھر وہ دیگر انسانوں سے اتنے مختلف کیوں ہیں جتنا ان روایات میں مذکور ہے مثلاً۔

① یاجوج ماجوج بالشت، ڈیڑھ بالشت یا زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ کا قدر رکھتے ہیں اور بعض غیر معمولی طویل

القامت ہیں۔

② ان کے کان اتنے بڑے ہیں کہ ایک کان کو اوڑھ لیتے ہیں اور ایک کو بچھا لیتے ہیں۔

③ ان کی غذا کے لئے قدرت سال بھر میں دو مرتبہ سمندر سے ایسی مچھلیاں پھینک دیتی ہے جن کے سر اور دم کا فاصلہ اس قدر طویل ہوتا ہے کہ دس رات دن اگر کوئی شخص چلتا رہے تب اس فاصلہ کو طے کر سکتا ہے۔

④ وہ ایک برزخی مخلوق ہے جو آدم علیہ السلام کی پشت سے تو ہیں مگر حواء رضی اللہ عنہا کے لطن سے نہیں ہیں کیونکہ وہ آدم کے ایسے نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں کہ جو احتلام کی حالت میں نکلا تھا اور مٹی میں رل مل گیا تھا۔ (العیاذ باللہ) اس قسم کی تمام باتیں قطعاً بے دلیل و بے بنیاد ہیں اسلامی روایات سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

فائدہ: دنیاوی موجودہ اقوام میں سے یاجوج و ماجوج کون ہیں؟ اس کا جواب بھی یقین کے ساتھ دینا مشکل ہے اس لئے کہ یاجوج و ماجوج بہت قدیم نام ہیں اور مروریام کے ساتھ نام بدل جاتے ہیں آج دنیا میں کوئی قوم ان ناموں سے معروف نہیں ہے اس لئے اس کی تعیین دشوار ہے، تاہم علماء کی رائے یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج منگولیا (تاتار) کے ان وحشی قبائل کو کہا جاتا ہے جو یورپ امریکہ اور روس کی اقوام کے منبع اور منشاء ہیں ان کے دو بڑے قبیلے ”موگ“ اور ”یوچی“ کہلائے تھے جو عربی زبان میں یاجوج و ماجوج بن گئے۔ (واللہ اعلم)

فائدہ: یاجوج ماجوج کے بارے میں اس قدر بے سرو پا روایتیں کیوں مشہور ہوئیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کا تذکرہ یہودیوں کی کتابوں میں بھی ہے، حزقی ایل باب ۳۸/۳۹ میں بھی ان کا تذکرہ آیا ہے اسی وجہ سے یہودیوں نے حسب فطرت یاجوج ماجوج کے بارے میں بعید از عقل کہانیاں تصنیف کر لیں اور کعب احبار کے ذریعہ جو یہودی النسل تھے اور ان کی کتابوں کے بڑے عالم تھے وہ سب کہانیاں مسلمانوں میں پھیل گئیں، مولانا حفظ الرحمن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ وہ اسلام لانے سے بعد یا تو تفریح کے طور پر ان کو سنایا کرتے تھے یا اس لئے کہ اس رطب و یابس میں سے جو دوران کار باتیں ہوں وہ رد کردی جائیں اور جن کی قرآن اور احادیث نبوی سے تائید ہوتی ہو ان کو ایک تاریخی حیثیت میں لے لیا جائے مگر نقل کرنے والوں نے اس حقیقت پر نظر نہ رکھتے ہوئے اس پورے طومار کو اسی طرح نقل کرنا شروع کر دیا جس طرح حدیثی روایات کو نقل کیا جاتا ہے۔ (فصل القرآن جلد ۳/ص ۱۹۰)

فائدہ: یاجوج ماجوج کا خروج و عروج بھی دجال کے ظہور کی طرح علامات قیامت میں سے ہے، سورۃ الانبیاء کی آیت ۹۶ میں اس کا تذکرہ ہے، ارشاد ہے حتی اذ فتحت یاجوج و ماجوج و ہم من کل حدب ینسلون واقترب الوعد الحق اس کا

مطلب یہ ہے کہ نفع صورت سے پہلے قیامت کی علامات میں سے ایک نشانی یہ پیش آئے گی کہ یا جوج و ما جوج کے تمام قبیلے ایک ساتھ امنڈ آئیں گے اور دنیا میں عام غارت گری شروع کر دیں گے اور اپنی مقامی بلندیوں سے تیزی کے ساتھ اترتے ہوئے زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیل جائیں گے، غرض آیت میں فتح سے مراد ان کا یکبارگی دھاوا بولنا ہے دیوار توڑ کر نکلتا مراد نہیں ہے۔

**فَاِذَا كَانَهُ:** یا جوج و ما جوج کے بارے میں ایک مشہور حدیث یہ ہے کہ وہ روزانہ سد سکندر کو کھودتے ہیں شام کو دیوار جب اتنی پتلی رہ جاتی ہے کہ سورج کی کرنیں نظر آنے کے قریب ہو جاتی ہیں تو ان کا سردار کہتا ہے کہ اب کام ختم کرو کل اس کام کو پورا کر دیں گے مگر اگلے روز جب کام پر واپس آتے ہیں تو دیوار پہلے سے بھی زیادہ مضبوط اور مستحکم پاتے ہیں پھر وہ کھودنا شروع کر دیتے ہیں یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا تا آنکہ مقررہ مدت آجائے گی اور جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ وہ انسانی دنیا پر چھا جائیں تو ان کا سردار کہے گا اب واپس چلو کل انشاء اللہ اس کو کھود ڈالو گے چنانچہ دوسرے دن اسی حالت میں ملے گی، اور وہ اس کو کھود ڈالیں گے اور لوگوں پر نکل پڑیں گے الخ یہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مضمون ہے اور کعب احبار سے مروی روایت میں یہ ہے کہ وہ روزانہ دیوار چاٹتے رہتے ہیں (بلحسونہ) اور یہی روایت لوگوں میں مشہور ہے کعب احبار کی روایت عام کتابوں میں نہیں ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عبد بن حمید کی سند کا حوالہ دیا ہے کہ کعب احبار کی روایت میں ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ترمذی شریف، ابن ماجہ، مسند احمد، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم وغیرہ کتابوں میں ہے اور سب کی ایک ہی سند ہے یعنی قتادہ عن ابی رافع عن ابی ہریرہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر قتادہ کے نیچے اس کی متعدد سندیں ہیں اس حدیث کی ایک دوسری سند عاصم عن ابی صالح عن ابی ہریرہ بھی ہے مگر یہ روایت موقوف ہے مرفوع نہیں ہے، یہ سند عبد بن حمید کی کتاب میں ہے کما ذکرہ الحافظ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو عام طور پر صحیح سمجھا جاتا ہے البانی نے بھی اس کو سلسلہ احادیث صحیحہ میں نمبر ۷۳۵ پر ذکر کیا ہے مگر ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس پر سخت تنقید کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند اگرچہ عمدہ ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت غلط ہے سندہ جیدہ و لکن متذہ فی دفعہ نکارۃ نیز وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس قسم کی ایک اسرائیلی کہانی کعب احبار سے بھی مروی ہے اور ابو ہریرہ اکثر کعب احبار کے پاس بیٹھا کرتے تھے اس لئے ممکن ہے کہ ابو ہریرہ نے یہ مضمون کعب احبار سے سنا ہو اور ایک کہانی کے طور پر بیان کر دیا ہو مگر نیچے کے کسی راوی نے غلط فہمی سے اس کو مرفوع کر دیا ہو۔

اس کے علاوہ ابن کثیر نے درایۃ بھی اس پر دو اعتراض کئے ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے اور دوسرا یہ کہ یہ صحیح حدیث کے خلاف ہے، تفصیل کے لئے ان کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں، مزید غور کیا جائے تو اس کی سند میں مندرجہ ذیل دو خرابیاں ہیں۔

① قتادہ مدلس ہیں حافظ فرماتے ہیں کہ ابن مردویہ کی روایت میں قتادہ اور ابورافع کے درمیان ایک راوی کا واسطہ ہے۔

(فتح الباری، ج ۱۳، ص ۱۰۹)

② امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ قتادہ نے ابورافع سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

قال تعالى وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَوْمَ خُرُوجِهِمْ يَمُوجٌ فِي بَعْضٍ يَخْتَلِطُ بِهِ كَثْرَتِهِمْ وَتَفَرُّجٌ فِي الصُّورِ اى  
القرن لِبُعْثِ فَجَمَعْنَاهُمْ اى الخلائق فى مكان واحد يَوْمَ الْقِيَمَةِ جَمْعًا وَعَرْضًا قَرَّبْنَا  
جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا اِلَ الَّذِينَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ يَوْمَئِذٍ مُّغْمَرَةً اى القرآن فَهُمْ غُمِّي  
لَا يَهْتَدُونَ بِهِ وَكَأَنَّهُمْ لَا يَسْمَعُونَ سَمْعًا اى لَا يَقْدِرُونَ اَنْ يَسْمَعُوا مِنَ النَّبِيِّ مَا يَنْتَلُو عَلَيْهِمْ بَعْضُ لَهُ  
فَلَا يُؤْمِنُونَ بِهِ اَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي اى مَلَائِكَتِي وَعِيسَى وَغُزَيْرًا مِنْ دُونِ اَوْلِيَائِ اَرْبَابًا  
مَفْعُول ثَانٍ لِيَتَّخِذُوا وَالْمَفْعُولُ الثَّانِي لِحَسِبَ مَحذُوفُ الْمَعْنَى اَطْنُوا اَنْ اِلَّا تَخَذَ الْمَذْكُورَ لَا يُغْضِبُنِي  
وَلَا اُعَاقِبُهُمْ عَلَيْهِ كَلَّا اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ هَؤُلَاءِ وَغَيْرِهِمْ نَزْلًا اى هِيَ مُعَدَّةٌ لَهُمْ كَالنُّزْلِ الْمُعَدِّ  
لِلضَّيْفِ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِينَ اَعْمَالًا تَمَيِّزٌ طَائِقُ التَّمْيِيزِ وَبَيِّنُهُمْ بِقَوْلِهِ اَلَّذِينَ ضَلَّ سَبِيلُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
بَطَلَ عَمَلُهُمْ وَهُمْ يَحْسَبُونَ يَطْنُونَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا عَمَلًا يُجَازُونَ عَلَيْهِ اُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ  
بَدَلًا لِّىل تَوْحِيدِهِ مِنَ الْقُرْآنِ وَغَيْرِهِ وَلَقَالِهِ اى وَبِالْبُعْثِ وَالْحِسَابِ وَالشَّوَابِ وَالْعِقَابِ  
فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ بَطَلَتْ فَلَا تُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزَنًا اى لَا نَجْعَلُ لَهُمْ قَدْرًا ذَلِكَ اى الْاَمْرُ الَّذِى  
ذَكَرْتُ مِنْ خُبُوطِ اَعْمَالِهِمْ وَغَيْرِهِ وَابْتِدَاءِ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا اِلٰهِي وَرُسُلِي هُزُوًا اى مَهْزُوًا  
بِهِمَا اِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ فِي عِلْمِ اللَّهِ جَنَّتُ الْفِرْدَوْسِ وَهُوَ وَسْطُ الْجَنَّةِ وَاَعْلَاهَا  
وَالْاِضَافَةُ اِلَيْهِ لِلْبَيَانِ نَزْلًا مُنْزَلًا خُلِدِينَ فِيهَا لَا يَمُوتُونَ يَطْلُبُونَ عَنْهَا حَوْلًا تَحَوَّلًا اِلَى غَيْرِهَا قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ  
اى مَآوَةً مِدَادًا هُوَ مَا يَكْتُوبُ بِهِ لَكُلِّمْتُ رَبِّي الدَّالَّةُ عَلَى حَكِيمِهِ وَعَجَائِبِهِ بِأَنْ تُكْتَبَ بِهِ لَقَدْ اَلْبَحْرُ فِي  
كِتَابَتِهَا قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ تَفَرُّغَ كَلِمَتِي رَبِّي وَلَوْ جُنَّا بِمِثْلِ اى الْبَحْرِ مَدَدًا زِيَادَةً فِيهِ لَنَفِدَ وَلَمْ تَفَرُّغْ  
هِيَ وَنَصْبُهُ عَلَى التَّمْيِيزِ قُلْ لِنَّمَا اَنَّا بَشَرٌ اَدْبَى مُتَمَلِّكٌ يُوْحَى اِلَى اِنَّمَا اَلْهَكْمُ اِلَهُ وَاحِدٌ اَنْ الْمَكْفُوفَةُ بِمَا بَاقِيَةً عَلَى  
مَصْدَرِيَّتِهَا وَالْمَعْنَى يُوْحَى اِلَى وَخَدَائِعُ الْاِلٰهِ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا يَأْمُلْ لِقَاءَ رَبِّهِ بِالْبُعْثِ وَالْجَزَاءِ  
رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اى فِيهَا بَانَ يُرَآئِي اَحَدًا

**تَرْجُمَةُ:** وقال تعالى، الله تعالى نے فرمایا اور ہم ان کے خروج کے دن ان کو آپس میں موبچیں مارتے ہوئے  
یعنی گڈمڈ ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے ان کی کثرت کی وجہ سے اور صور یعنی سینک میں پھونک مار دی جائے گی بعث کے  
لئے اور ہم سب کو یعنی پوری مخلوق کو قیامت کے دن اکٹھا کر کے جمع کریں گے اور اس دن ہم جہنم کو ان کافروں کے  
روبرو پیش کریں گے جن کی آنکھوں پر یہ الکافرین سے بدل واقع ہے میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا یعنی قرآن سے غافل

تھے، یہ لوگ اندھے ہیں قرآن سے ہدایت حاصل نہیں کر سکتے اور وہ سن ہی نہیں سکتے تھے یعنی رسول اللہ ﷺ سے بغض و عداوت کی وجہ سے ان کی باتوں کو سننا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے تو پھر ایمان لانے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟ تو کیا یہ کافر یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ وہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو یعنی میرے فرشتوں اور عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو کارساز یعنی رب بنالیں گے، اولیاء یتخذوا کا مفعول ثانی ہے اور حسب کا مفعول ثانی محذوف ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کیا یہ کافر اتنا مذکور کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بات مجھے غضبناک نہیں کرے گی؟ اور یہ کہ میں اس بات پر ان کو سزا نہ دوں گا؟ ہرگز ایسا نہ ہوگا، ہم نے تو ان کافروں اور دوسرے کافروں کی ضیافت کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے، جس طرح دنیا میں مہمانوں کے لئے مہمان خانے تیار کئے جاتے ہیں آپ ان سے دریافت کیجئے کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل نقصان میں ہیں؟ اعمالاً تمیز ہے تمیز کے مطابق ہے، اور نقصان اٹھانے والوں کو اپنے قول الذین ضل سعيہم فی الحیوۃ الدنیا سے بیان کیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کی کرائی محنت دنیا میں بیکار ہو گئی اور ضل سعيہم سے مراد بطل عملہم ہے حال یہ ہے کہ وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں ایسے اعمال کر رہے ہیں کہ جن کا ان کو اجر دیا جائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں یعنی قرآن وغیرہ کے دلائل تو حید کا اور اس کے حضور پیشی یعنی بعث و حساب، ثواب و عقاب کا انکار کیا چنانچہ ان کے تمام اعمال حبط (باطل) ہو گئے پس قیامت کے دن ہم ان کے لئے ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے یعنی ہم ان کے اعمال کی ذرا بھی قدر و قیمت نہیں کریں گے یہ یعنی وہ امور جن کا ذکر کیا گیا ہے بطلان عمل وغیرہ ذلك یعنی حبط اعمال وغیرہ جن کا ذکر ہوا، اور جزاء ہم جملہ متانفہ ہے ان کے کفر کرنے کی وجہ سے ان کی جزاء جہنم ہے اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا یعنی ان کا مذاق بنایا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لئے اللہ کے علم میں جنت الفردوس کی ضیافت مہمانی ہے اور جنت الفردوس جنت کے بیچ میں سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور جنات الفردوس میں اضافت بیان ہے اس جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہاں سے کسی اور جگہ کے لئے انتقال مکانی کی خواہش نہ کریں گے آپ فرمادیجئے اگر سمندر یعنی اس کا پانی روشنائی بن جائے جس سے لکھا جاتا ہے میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گو ہم اسی جیسا سمندر اس کی مدد میں لے آئیں تو بھی ختم ہو جائیں یسفد تا اور یاء کے ساتھ ہے یعنی اس سمندر میں اضافہ کر دیں تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے وہ سمندر ختم ہو جائیں اور میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں اور مداد تمیز کی بناء پر منصوب ہے آپ فرمادیجئے کہ میں تو تمہارے جیسا ہی انسان ہوں آدمی ہوں البتہ میری طرف وحی کی جاتی ہے یہ کہ تم سب کا معبود صرف ایک معبود ہے ان جس پر ماکافہ داخل ہے وہ اپنی مصدریت پر باقی ہے آیت کے معنی یہ ہیں کہ میری طرف وحدانیت الہ کی وحی کی جاتی ہے لہذا جو اپنے رب کی ملاقات کا آرزو مند ہو امیدوار ہو بعث اور جزاء کے ذریعہ تو اس کو چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے بایں طور کہ عبادت میں ریاکاری نہ کرے۔

## تَحْقِیْقِ وَتَرْکِیْبِ تَسْبِیْلِ تَفْسِیْرِی فَوَائِدِ

**قَوْلُهُ:** قَالَ تَعَالَى اس جملہ سے مفسر علام نے اشارہ کر دیا کہ ذوالقرنین کا کلام پورا ہو گیا اور اب وتر کنا سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا کلام شروع ہو رہا ہے۔

**قَوْلُهُ:** یَوْمَئِذٍ کی تفسیر یوم خروج جہم سے کر کے تعین مراد کی طرف اشارہ کیا ہے، اس لئے کہ بعض مفسرین نے یومئذ سے وہ دن مراد لیا ہے جس دن ان کا راستہ بند کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ آپس میں لڑنے بھڑنے لگے، اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یومئذ سے قرب قیامت میں قتل دجال کے بعد کا خروج مراد ہے، مفسر علام کے نزدیک چونکہ دوسرے معنی رائج ہیں اس لئے یومئذ کی تفسیر یوم خروج جہم سے کر کے اپنے مختار مذہب کی طرف اشارہ کر دیا اگرچہ محققین کے نزدیک رائج معنی اول ہیں۔

**قَوْلُهُ:** یموج (ن) موجا لہریں مارنا، موجوں کا اٹھنا نفخ فی الصور کی تفسیر ای القرون للبعث سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہاں نفع ثانیہ مراد ہے اس لئے کہ نفع اولیٰ تو کائنات کو فنا کرنے کے لئے ہوگا فجمعنا میں فاتعقیبہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔

**قَوْلُهُ:** غطاء اس کے معنی اگرچہ سرپوش کے ہیں مگر یہاں مرادی معنی غفلت کے ہیں عرضنا کی تفسیر قربنا سے کرنے کا مقصد عرضنا کے صلہ میں لام کو درست قرار دینا ہے ورنہ تو عرضنا کا صلہ علی آتا ہے کانوا کا عطف کانت پر ہے پھر جملہ ہو کر الکافرون کی صفت ہے الذین کفروا حسب کا فاعل ہے افحسب پر ہمزہ محذوف پر داخل ہے اور فاعل اطفہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے اکفروا فحسبوا اور یہ استفہام تو بخئی ہے۔

**قَوْلُهُ:** ان یتخذوا، حسب کا مفعول بہ قائم مقام دو مفعولوں کے ہے عبادی یتخذوا کا مفعول اول ہے اور اولیاء مفعول ثانی ہے اور من دونی، عبادی سے حال ہے حسب کا مفعول ثانی محذوف بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ شارح کا خیال ہے۔

**قَوْلُهُ:** اعمالا تمیز ہے، جمع یا تو مشاکلت کے طور پر ہے یا انواع اعمال کا خیال کرتے ہوئے جمع لائی گئی ہے حالانکہ تمیز میں اصل افراد ہے۔

**قَوْلُهُ:** الذین مع صلہ مبتداء محذوف کی خبر ہے ای ہم الذین یہ جملہ متانفہ ہے اور من ہم؟ کے جواب میں واقع ہے الذین، الاخسرین کی صفت، بدل، اور عطف بیان بھی ہو سکتا ہے وہم یحسبون جملہ ضل کے فاعل سے حال ہے۔



**قَوْلُهُ:** ذَلِك، ذَلِك کے بعد ای الامر الذی ذکرت الخ کا اضافہ کرنے کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ ذَلِك الامر مبتداء محذوف کی خبر ہے، اور دوسرا مقصد ذَلِك کے مشار الیہ کو متعین کرنا ہے۔

**قَوْلُهُ:** ذَلِك جزاء ہم میں ترکیب کے اعتبار سے چار احتمال ہیں ① ذَلِك مبتداء محذوف الامر کی خبر ای الامر ذَلِك اور جزاء ہم مستقل جملہ ہے ② ذَلِك مبتداء اول اور جزاء ہم مبتداء ثانی اور جہنم اس کی خبر، مبتداء ثانی اپنی خبر سے مل کر جملہ ہو کر خبر مبتداء اول کی اور عائد محذوف ہے ای جزاء ہم یہ ③ ذَلِك مبتداء مبدل مند اور جزاء ہم اس کا بدل یا عطف بیان بدل مبدل مند یا مبین بیان سے مل کر مبتداء اور جہنم اس کی خبر ④ ذَلِك مبتداء جزاء ہم مبدل مند اور جہنم اس کا بدل یا بیان، جملہ ہو کر مبتداء کی خبر۔

**قَوْلُهُ:** نَزَلَا کانت کی خبر ہے اور اگر لہم خبر مقدم ہو تو نَزَلَا حال ہوگا خالدین حال مقدرہ ہے لا یبغون دوسرا حال ہے حولا حول سے اسم مصدر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔

**قَوْلُهُ:** لکلمات ربی اس میں مضاف محذوف ہے ای لکتابہ کلمات ربی۔

**قَوْلُهُ:** ان تنفذ بتاویل مصدر ہو کر قبل کا مضاف الیہ ہے مدد داتیز ہے بمعنی زیادتی، اضافہ، انما میں ما کافہ ہے جس نے ان کے عمل کو لفظوں میں روک دیا ہے، دونوں مل کر کلمہ حصر ہو گیا ہے، دونوں کا معنوی عمل باقی ہے ان کا عمل جملہ کی تاکید ہے اور ان جملہ کی تاکید کے ساتھ مابعد کو مفرد کی تاویل میں بھی کرتا ہے، ابن ہشام نحوی (متوفی ۷۶۱ھ) مغنی اللیب ص ۵۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ اُن ان کی فرع ہے اور اسی وجہ سے زخشری کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ انما انما کی طرح مفید حصر ہے اور مذکورہ دونوں کلمات حصر مذکورہ آیت میں جمع ہو گئے ہیں پہلا کلمہ صفت کو موصوف پر حصر کرنے کے لئے ہے اور دوسرا برعکس ہے انما انا بشر مثلکم میں مخاطبین جیسی بشریت (صفت) مقصور ہے اور انا موصوف مقصور علیہ ہے اور انما الہکم الہ واحد میں معبود برحق (موصوف) مقصور ہے اور وحدانیت (صفت) مقصور علیہ ہے، بس اب جملہ کا مطلب یہ ہے کہ میں تو بس تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں اللہ کی ساری باتیں نہیں جانتا جیسا کہ تم نہیں جانتے ہو، صرف وہی باتیں جانتا ہوں جو میری طرف بذریعہ وحی بھیجی جاتی ہیں، اور دوسرے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ معبود برحق میں صرف وحدانیت کی صفت ہے تعدد کی صفت نہیں جیسا کہ مشرکین کا خیال ہے مثلکم، بشر کی صفت ہے اور انما الہکم بتاویل مفرد ہو کر یوحی کا نائب فاعل ہے لیعمل امر غائب کا صیغہ ہے۔

**قَوْلُهُ:** ولقاء ہ ای بالبعث والحساب والثواب مفسر علام نے لقاء ہ کی تفسیر مذکورہ کلمات سے کر کے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ لقاء کے معنی وصول اور اتصال کے ہیں اور یہ معنی خدا کے لئے محال ہیں اس لئے کہ وصول و اتصال جسمانیات کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے لہذا مفسر علام نے لقاء کی تفسیر والحساب وغیرہ کلمات سے کر دی۔

**قَوْلُهُ:** لانجعل لہم قدرا سے فلانقیم لہم وزنا کی تفسیر کر کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ دوسری آیت میں سب

کے اعمال کے وزن کرنے کا ذکر ہے اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں وزن نہ کرنے سے مراد ان کے اعمال کی قدر و قیمت نہ کرنا ہے، اسی اعتراض کو دفع کرنے کے لئے بعض حضرات نے وزنا کے بعد نافعاً صفت محذوف مانی ہے یعنی وزن تو ہوگا مگر نافع نہ ہوگا۔

**قَوْلًا**؛ وابتداء کا اضافہ کر کے مفسر علام نے اشارہ کیا ہے کہ یہ جملہ متنافہ ہے یعنی جزاء ہم مبتداء اور جہنم اس کی خبر اس کا عکس بھی درست ہے۔

**قَوْلًا**؛ مہزوا، ہزوا کی تفسیر مہزوا سے کر کے اشارہ کر دیا کہ مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہے۔

**قَوْلًا**؛ فی علم اللہ کے اضافہ سے اس سوال کا جواب مقصود ہے کہ جنت میں دخول زمانہ مستقبل میں ہوگا، یہاں کانت ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دخول جنت میں ہو چکا ہے۔

**جواب**؛ یہ ہے کہ حقیقی اور واقعی دخول تو زمانہ مستقبل ہی میں ہوگا مگر علم ازلی کے اعتبار سے ان کا دخول ہو چکا۔

**قَوْلًا**؛ ماء سے اشارہ ہے کہ مضاف محذوف ہے۔

**قَوْلًا**؛ لنفد محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ لو شرطیہ ہے اور اس کا جواب لنفد ہے۔

**قَوْلًا**؛ لم تفرغ کے اضافہ سے بھی ایک سوال مقدر کا جواب مقصود ہے سوال یہ ہے کہ مذکورہ آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ کلمات رب بھی ختم ہو جائیں گے اگرچہ وہ سمندروں کے ختم ہونے کے بعد ہی ختم ہوں، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ قبل بمعنی غیر ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وتر کنا بعضهم یومئذ یموج فی بعض الخ یومئذ سے اگرچہ دیگر مفسرین نے یوم السد مراد لیا ہے، مگر چونکہ مفسر رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ نے قرب قیامت سے یوم خروج مراد لیا ہے، لہذا اسی کے مطابق تشریح کی جاتی ہے۔

بعضہم کی ضمیر میں بظاہر رائج یہی معلوم ہوتا ہے کہ یا جوج ماجوج کی طرف راجع ہے اور اس آیت میں جوجان کا حال بیان ہوا ہے وہ اس دن کی حالت کا بیان ہے جس روز ان کا راستہ کھلے گا ان کی کثرت کا یہ عالم ہوگا کہ وہ جلد بازی میں پہاڑیوں کی بلندیوں سے اتریں گے اور کثرت تعداد اور جلد بازی کی وجہ سے ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے معلوم ہوں گے جس طرح مضطرب اور متلاطم موجیں ایک دوسرے پر چڑھتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اور جمعہم میں ہم ضمیر عام مخلوق جن وانس کی طرف راجع ہے مطلب یہ ہے کہ میدان حشر میں تمام مکلف مخلوق خواہ جن ہوں یا انس سب کو جمع کیا جائے گا، اور صور سے مراد نوحہ ثانیہ ہے، اور اس دن جہنم کو ان کافروں کے روبرو پیش کیا جائیگا جن کی آنکھوں اور کانوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا تھا کہ وہ دنیا میں اللہ کی یاد سے غافل رہے تھے اور ان کے کان اللہ کی باتوں سے بہرے تھے۔

## مذکورہ آیات کے متعلق امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کی تحقیق:

علامہ کی رائے میں وتر کنا بعضہم یومئذ یموج فی بعض میں اللہ تعالیٰ نے جو حالت یا جوج و ماجوج کی بیان فرمائی ہے وہ قرب قیامت میں ان کے خروج کی نہیں ہے بلکہ یہ اس حالت کا بیان ہے جو ان کا راستہ بند کرنے کے بعد ہوئی یعنی جب ان کا راستہ سدود ہو گیا تو وہ قومیں آپس ہی میں جنگ و پیکار میں مشغول ہو گئیں اور ان کی کثرت کا یہ حال تھا کہ جب ان کی باہم جنگ ہوتی تھی تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے سمندر موجیں مار رہا ہو، مذکورہ آیات کا سد سکندری کی شکست و ریخت نیز قرب قیامت میں ان کے خروج سے کوئی تعلق نہیں ہے علامہ نے اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ص ۲۰۱ پر جو تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ہذا رحمة من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء وکان وعد ربی حقاً ذوالقرنین کا اپنا قول ہے اور کوئی قرینہ سیاق و سباق میں ایسا موجود نہیں ہے جس سے دیوار کے ٹوٹنے کو علامات قیامت شمار کیا جائے اور شاید ذوالقرنین کو یہ معلوم بھی نہ ہو کہ اشراط قیامت میں خروج یا جوج و ماجوج بھی ہے انہوں نے ”وعد ربی“ سے صرف اس کا کسی وقت میں ٹوٹ پھوٹ جانا مراد لیا ہے پس اس صورت میں ارشاد باری تعالیٰ وتر کنا بعضہم یومئذ یموج فی بعض استمرار تجدیدی پر دلالت کرتا ہے یعنی برابر ایسا ہوتا رہے گا کہ ان میں سے بعض قبائل بعض پر حملہ آور ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ قیامت کا وقت آجائے گا، ہاں البتہ وہ ارشاد جو سورۃ انبیاء میں وارد ہوا ہے حتیٰ اذا فتحت یا جوج و ماجوج و ہم من کل حدب ینسلون تو یہ بات بلاشبہ علامات قیامت میں سے ہے مگر اس میں دیوار کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے پس اس فرق کو ملحوظ رکھنا چاہئے، یعنی سورۃ الانبیاء میں ”فتح“ سے عروج و خروج مراد ہے دیوار کا ٹوٹنا یا جوج و ماجوج کا ٹکنا مراد نہیں ہے اس لئے کہ اس آیت میں دیوار کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ (مہذب القرآن)

## ابن خلدون کی رائے:

مشہور مؤرخ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں اقلیم سادس کی بحث میں یا جوج و ماجوج اور سد ذوالقرنین اور ان کے محل و مقام کے متعلق جغرافیائی تحقیق اس طرح بیان فرمائی ہے:

”ساتویں اقلیم کے نویں حصہ میں مغرب کی جانب ترکوں کے وہ قبائل آباد ہیں جو قباقر اور چرس کہلاتے ہیں اور مشرق کی جانب یا جوج و ماجوج کی آبادیاں ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوہ قاف فاصل ہے جس کا ذکر گذشتہ سطور میں ہو چکا ہے کہ وہ بحر محیط سے شروع ہوتا ہے جو چوتھی اقلیم کے مشرق میں واقع ہے اور اس کے ساتھ شمال کی جانب اقلیم کے آخر تک چلا گیا ہے اور پھر بحر محیط سے جدا ہو کر شمال مغرب میں ہوتا ہوا یعنی مغرب کی جانب جھکتا ہوا پانچویں اقلیم کے نویں حصہ میں داخل ہو جاتا ہے یہاں سے وہ پھر اپنی پہلی سمت کو مڑ جاتا ہے حتیٰ کہ ساتویں اقلیم کے نویں حصہ میں داخل ہو جاتا

ہے اور یہاں پہنچ کر جنوب سے شمال مغرب کو ہوتا ہوا گیا ہے اور اسی سلسلہ کوہ کے درمیان سد سکندری ہے اور ساتویں اقلیم کے نویں حصہ کے وسط میں سد سکندری جس کا ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں واقع ہے اور جس کی اطلاع قرآن نے بھی دی ہے اور عبد اللہ بن خرداذبہ نے اپنی جغرافیہ کی کتاب میں واثق باللہ خلیفہ عباسی کا وہ خواب نقل کیا ہے جس میں اس نے یہ دیکھا تھا کہ سد کھل گئی ہے، چنانچہ وہ گھبرا کر اٹھا اور دریافت حال کے لئے سلام ترجمان کو روانہ کیا اس نے واپس آ کر اسی سد کے حالات اور اوصاف بیان کئے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۷۹، بحوالہ معارف القرآن)

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام میں یاجوج و ماجوج اور سد ذوالقرنین کا حال اگرچہ ضمنی طور پر فرمایا ہے مگر جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ تحقیق و درایت کے اعلیٰ معیار پر ہے آپ نے فرمایا کہ مفسد اور وحشی انسانوں کی تاخت و تاراج سے حفاظت کے لئے زمین پر ایک نہیں بہت سی جگہوں پر دیواریں بنائی گئی ہیں جو مختلف بادشاہوں نے مختلف مقامات پر مختلف زمانوں میں بنائی ہیں، ان میں سے زیادہ بڑی اور مشہور ”دیوار چین“ ہے، جس کا طول ابوجیان اندلی نے جو کہ دربار ایران کا شاہی مورخ ہے بارہ سو میل بتایا ہے اور یہ کہ اس کا بانی نفور بادشاہ چین ہے اور اس کے بنانے کی تاریخ ہبوط آدم علیہ السلام کے تین ہزار چار سو ساٹھ سال بعد بتلائی جاتی ہے اور فرمایا کہ اسی طرح کی متعدد دیواریں مختلف مقامات پر بنائی گئی ہیں۔

حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سیو ہاروی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب قصص القرآن میں حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے بیان کی توضیح بڑی تفصیل سے کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

”یاجوج و ماجوج کی تاخت و تاراج اور شروفساد کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ ایک طرف کاشیا کے نیچے بسنے والے ان کے ظلم و ستم کا شکار رہتے تو دوسری جانب تبت چین کے باشندے بھی ہر وقت ان کی زد میں تھے، انہی یاجوج و ماجوج کے شروفساد سے بچنے کے لئے مختلف زمانوں میں مختلف مقامات پر متعدد سدوں کی تعمیر کی گئی، ان میں سب سے زیادہ بڑی اور مشہور دیوار چین ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، دوسری سد وسط ایشیا میں بخارا اور ترند کے قریب واقع ہے اور اس کے جائے وقوع کا نام در بند ہے، یہ سد مشہور مغل بادشاہ تیمور لنگ کے زمانہ میں موجود تھی اور شاہ روم کے خاص ہمنشین سیلا بر جر جرمی نے بھی اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اور اندلس کے بادشاہ کسٹیل کے قاصد کلا فچو نے بھی اپنے سفر نامہ میں اس کا ذکر کیا ہے یہ ۱۴۰۳ء میں اپنے بادشاہ کا سفیر ہو کر جب تیمور کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس جگہ سے گزرا ہے، لکھتا ہے باب الحدید کی سد موصول کے اس راستہ پر ہے جو سمرقند اور ہندوستان کے درمیان ہے۔“ (از تفسیر جواہر القرآن طنطاوی ص ۱۹۸/ج ۹، بحوالہ معارف القرآن)

تیسری سد روسی علاقہ داغستان میں واقع ہے یہ بھی در بند اور باب الابواب کے نام سے مشہور ہے، یعقوب حموی نے معجم البلدان میں اور اداریسی نے جغرافیہ میں اور بستانی نے دائرۃ المعارف میں اس کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:

”داغستان میں در بند ایک روسی شہر ہے یہ شہر بحر خزر (کاسپین) کے غربی کنارے پر واقع ہے اس کا عرض البلد ۳۳.۳ شمالاً اور طول البلد ۴۸.۱۵ شرقاً ہے اور اس کو در بند نوشیرواں بھی کہتے ہیں اور باب الابواب کے نام سے بھی بہت مشہور ہے۔“

چوتھی سدا سی باب الابواب سے مغرب کی جانب کا کیشیا کے بہت بلند حصوں میں ہے جہاں دو پہاڑوں کے درمیان ایک درہ درہ داریال کے نام سے مشہور ہے اس جگہ پر چوتھی سد جو قفقاز یا جبل قوقا کوہ قاف کی سد کہلاتی ہے، بستانی نے اس کے متعلق لکھا ہے اور اسی کے قریب ایک اور سد ہے جو غربی جانب بڑھتی چلی گئی ہے غالباً اس کو اہل فارس نے شمالی برسوں سے حفاظت کی خاطر بنایا ہوگا کیونکہ اس کے بانی کا صحیح حال معلوم نہیں ہو سکا بعض نے اس کی نسبت سکندر کی جانب کردی ہے اور بعض نے کسریٰ اور نوشیرواں کی طرف اور یا قوت کہتا ہے کہ تانبا بگھلا کر اس سے تعمیر کی گئی ہے۔

(دائرة المعارف ۵۶۱ معجم البلدان جلد ۸/۹)

چونکہ یہ دیواریں شمال ہی میں ہیں اور ایک ہی ضرورت کے لئے بنائی گئی ہیں اس لئے ان میں سے سد ذوالقرنین کوئی ہے اس کے متعین کرنے میں اشکالات پیش آئے ہیں اور بڑا اختلاط ان آخری سدوں کے بارے میں پیش آیا ہے کیونکہ دونوں مقامات کا نام بھی در بند ہے اور دونوں جگہ سد بھی موجود ہے مذکورہ الصدر چار سدوں میں سے دیوار چین جو سب سے زیادہ بڑی اور سب سے زیادہ مشہور ہے اور قدیم ہے اس کے متعلق تو سد سکندر ہونے کا کوئی قائل نہیں اور بجائے شمال کے مشرق اقصیٰ میں ہے اور قرآن کریم کے اشارہ سے اس کا شمال میں ہونا ظاہر ہے اب معاملہ باقی تین دیواروں کا رہ گیا جو شمال میں ہیں ان میں سے عام طور پر مؤرخین مسعودی، اصطخری، حموی وغیرہ اس دیوار کو سد سکندر ہی بتاتے ہیں جو داغستان یا کاشیا کے علاقہ باب الابواب کے در بند میں بحر خزر پر واقع ہے، بخارا اور ترمذ کے در بند اور اس کی دیوار کو جن مؤرخین نے سد سکندر ہی کہا ہے وہ غالباً لفظ در بند کے اشتراک کی وجہ سے ان کو اختلاط ہوا ہے اب تقریباً اس کا محل وقوع متعین ہو گیا ہے کہ علاقہ داغستان کا کیشیا کے در بند باب الابواب میں یا اس سے اوپر جبل القفقاز یا کوہ قاف کی بلندی پر ہے اور ان دونوں جگہوں پر سد کا ہونا مؤرخین کے نزدیک ثابت ہے۔

ان دونوں میں سے حضرت العلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے عقیدۃ الاسلام ص ۲۹۷ میں کوہ قاف کی سد کو ترجیح دی ہے کہ یہ سد ذوالقرنین کی بنائی ہوئی ہے۔

## سد ذوالقرنین اس وقت تک باقی ہے، اور قیامت تک رہے گی، یا وہ ٹوٹ چکی؟

آج کل تاریخ و جغرافیہ کے ماہرین اہل یورپ، اس وقت ان شمالی دیواروں میں سے کسی کا موجود ہونا تسلیم نہیں کرتے اور نہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اب بھی یاجوج ماجوج کا راستہ بند ہے اس بنا پر بعض اہل اسلام مؤرخین نے بھی لکھنا شروع کر دیا ہے کہ یاجوج ماجوج جن کے خروج کا قرآن وحدیث میں ذکر ہے وہ ہو چکا ہے، بعض نے چھٹی صدی ہجری میں طوفان بن کراٹھنے والی

قوم تاتاری کو اس کا مصداق قرار دیا ہے، بعض نے اس زمانہ میں دنیا پر غالب آ جانے والی قوموں روس اور چین اور یورپ کو یا جوج ماجوج کہہ کر اس معاملہ کو ختم کر دیا ہے، مگر یہ سراسر غلط ہے اور احادیث صحیحہ کے انکار کے بغیر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس خروج یا جوج ماجوج کو قرآن کریم نے بطور علامت قیامت بیان کیا ہے اور جس کے متعلق صحیح مسلم کی حدیث نو اس بن سمان وغیرہ میں اس کی تصریح ہے کہ یہ واقعہ خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام اور قتل دجال کے بعد پیش آئے گا اور خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ اب تک نہیں ہوا۔

البتہ یہ بات قرآن کی نص صریح کے خلاف نہیں ہے کہ سد ذوالقرنین اس وقت ٹوٹ چکی ہو اور یا جوج ماجوج کی بعض قومیں اس طرف آ چکی ہوں بشرطیکہ اس کو تسلیم کیا جائے کہ ان کا آخری اور بڑا ہلہ جو پوری انسانی آبادی کو تباہ کرنے والا ثابت ہو گا وہ ابھی تک نہیں ہوا بلکہ قیامت کی ان بڑی علامات کے بعد ہو گا جن کا ذکر اوپر آچکا ہے یعنی خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام۔

علامہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق اس معاملہ میں یہ ہے کہ اہل یورپ کا یہ کہنا تو کوئی وزن نہیں رکھتا کہ ہم نے ساری دنیا چھان ماری ہے ہمیں کہیں اس دیوار کا پتہ نہیں لگا کیونکہ اول تو خود انہی لوگوں کی یہ تصریحات موجود ہیں کہ سیاحت اور تحقیق انتہائی معرآن پر پہنچنے کے باوجود آج بھی بہت سے جنگل اور دریا اور جزیرے ایسے باقی ہیں جن کا ہمیں علم نہیں ہو سکا، دوسرے یہ احتمال بعید نہیں کہ اب وہ دیوار موجود ہونے کے باوجود پہاڑوں کے گرنے اور باہم مل جانے کے سبب ایک پہاڑ ہی کی صورت اختیار کر چکی ہو لیکن کوئی نص قطعی اس کے بھی منافی نہیں کہ قیامت سے پہلے یہ سد ٹوٹ جائے یا کسی دور دراز کے طویل راستہ سے یا جوج ماجوج کی کچھ قومیں اس طرف آ سکیں۔

اس سد ذوالقرنین کے تاقیامت باقی رہنے پر بڑا استدلال تو قرآن کریم کے اس لفظ سے کیا جاتا ہے کہ فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء یعنی ذوالقرنین کا یہ قول کہ جب میرے رب کا وعدہ آ پہنچے گا (یعنی خراج یا جوج ماجوج کا وقت آئے گا) تو اللہ تعالیٰ اس اہنی دیوار کو ریزہ ریزہ کر کے زمین کے برابر کر دیں گے اس آیت میں ”وعد ربی“ کا مفہوم ان حضرات نے قیامت کو قرار دیا ہے حالانکہ قرآن کے الفاظ اس بارے میں قطعی نہیں ہیں کیونکہ وعد ربی کا صریح مفہوم تو یہ ہے کہ یا جوج ماجوج کا راستہ روکنے کا جو انتظام ذوالقرنین نے کیا تھا یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہمیشہ اسی طرح موجود رہے جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے کہ ان کا راستہ کھل جائے تو یہ دیوار منہدم اور مسمار ہو جائے گی اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ بالکل قیامت کے متصل ہو چنانچہ تمام حضرات مفسرین وعد ربی کے مفہوم میں دونوں احتمال ذکر کرتے ہیں، تفسیر بحر محیط میں ہے والوعد یحتمل ان یراد بہ یوم القیامۃ وان یراد بہ وقت خروج یا جوج ماجوج۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الہکم الہ واحد فمن شاء (الی) ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔

آپ فرمادیتے کہ میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں (البتہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پس

جو شخص اپنے پروردگار کی ملاقات کا آرزو مند ہے اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے یعنی میں صاف اعلان کرتا ہوں کہ میں تمام انسانوں کی طرح ایک انسان ہوں کوئی فرشتہ یا نیبی مخلوق نہیں ہوں اور نہ خدائی صفت کا حامل ہوں اگر تمہارے سوالوں کا جواب میں نے حسب وعدہ دوسرے دن نہ دیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جو کچھ بتاتا ہوں وحی سے بتاتا ہوں اور وحی میرے اختیار کی چیز نہیں ہے اور میرے پاس سب سے اہم وحی یہ آئی ہے کہ تمہارا معبود تو ایک ہی معبود ہے وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا اور بے ہمتا ہے تعدد اور شرکت کا اس کی بارگاہ میں کوئی گزر نہیں ہے آخرت کی کامیابی خالص توحید اور عمل صالح پر موقوف ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا خواہشمند ہے اسے چاہئے کہ عمل صالح اختیار کرے اور عبادتوں کو شائبہ شرک سے بھی بچائے۔

**فَائِدَةٌ:** اس آیت میں صراحت ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی بشر ہیں یعنی اپنی نوع کے اعتبار سے انسان ہیں، اور وہ بھی تم ہی جیسے یعنی ماہیت اور لوازم ماہیت میں آپ بھی جملہ انسانوں کی طرح ہیں البتہ اوصاف و کمالات میں آپ کا کوئی ثانی اور مثیل نہیں ہے، اس لئے آپ کا بشر ہونا آپ کے لئے طرہ افتخار ہے جیسا کہ عبدیت آپ کا سب سے اشرف وصف ہے بلکہ آپ کے بشر ہونے پر خود بشریت رشک ملا نہ کہ ہے لہذا جو شخص رسول اللہ کو بشر اور انسان نہیں مانتا اور بلاتا ویل صاف انکار کرتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ وہ قرآن کریم کی صریح نص کا منکر ہے۔

**فَائِدَةٌ:** سیرت کی بعض کتابوں میں جو لکھا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہیں تھا کیونکہ نور کا سایہ نہیں ہوتا ہے یہ بات بھی صحیح نہیں ہے آپ ﷺ کا سایہ تھا اور آپ پر دھوپ بھی پڑتی تھی، مسند احمد کی ایک روایت سے بھی آپ ﷺ کے لئے سایہ ہونا ثابت ہے یہ روایت مسند احمد بن حنبل میں تین جگہ آئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے حجۃ الوداع کے سفر میں حضرت صفیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی سواری ہلاک ہو گئی آپ ﷺ نے حضرت زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا تمہارے پاس ایک سواری زائد ہے صفیہ کو دیدو، انہوں نے انکار کر دیا اور ان کے منہ سے حضرت صفیہ کے لئے ایک سخت بات نکل گئی آپ حضرت زینب سے ناراض ہو گئے اور تقریباً تین ماہ ان کے پاس تشریف نہیں لے گئے تا آنکہ وہ مایوس ہو گئیں، جب ماہ ربیع الاول شروع ہو گیا تو آپ حضرت زینب کے پاس تشریف لائے تو حضرت زینب نے آپ کا سایہ دیکھا اور دل میں سوچنے لگیں کہ یہ کسی آدمی کا سایہ معلوم ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ تو میرے پاس تشریف لاتے نہیں پھر یہ سایہ کس کا ہو سکتا ہے؟ وہ یہ سوچ رہی تھیں کہ آپ ﷺ مکان میں داخل ہوئے الخ۔

اس حدیث سے صراحتاً معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا سایہ تھا اور وہ زمین پر پڑتا بھی تھا۔

**فَائِدَةٌ:** آخری آیت میں جس شرک کی ممانعت فرمائی گئی ہے وہ عام ہے خواہ شرک جلی ہو یا خفی، شرک جلی وہ ہے جو مشرکین کیا کرتے تھے اور شرک خفی ریا و نمود کا نام ہے اور جس طرح شرک جلی سے عمل باطل ہو جاتا ہے ریا کاری بھی عمل کو خراب کر دیتی ہے کوئی عمل جو دنیوی غرض کے لئے کیا گیا ہو اور شہرت و جاہ اس سے مطلوب ہو اور لوگوں کو سنانے اور دکھانے کے لئے کیا گیا ہو وہ مقبول نہیں ہے ایسا عمل آخرت میں وبال جان بن جائے گا، یہ مضمون بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے۔

كَافِرًا: اخلاص اور ریا کے اعتبار سے عمل کے چار درجہ ہیں:

❶ از ابتداء تا انتہاء عمل خالص اللہ کے لئے ہوا اور عمل پورا ہونے کے بعد بھی اس کا کسی کو پتہ نہ چلے، یہ نہایت اعلیٰ درجہ کا عمل ہے قیامت کے روز جبکہ عرش کے سایہ کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہوگا ایسے مخلص کو اللہ تعالیٰ سایہ عطا فرمائیں گے۔

❷ از ابتداء تا انتہاء محض ریا اور نمود کے لئے ہوا ایسا عمل بے فائدہ اور ضائع بلکہ وبال جان ہوگا، حدیث شریف میں ایسے تین آدمیوں کا حال بیان کیا گیا ہے جن کو قیامت کے دن سب سے پہلے فیصلہ سنایا جائے گا ایک شہید دوسرا قاری تیسرا بڑا دولت مند تفصیل مسلم شریف اور ترمذی میں دیکھئے۔

❸ عمل شروع تو اخلاص سے ہوا ہو مگر پورا ہونے سے پہلے اس میں ریا و نمود شامل ہو گیا ہو یہ ریا بھی عمل کو ضائع کر دیتی ہے۔

❹ پورا عمل از اول تا آخر اخلاص پر مبنی ہوا اور عمل پورا ہونے کے بعد نہ اس نے ظاہر کیا ہو اور نہ اس کی خواہش کی ہو مگر کسی وجہ سے خود بخود اس کے عمل کی شہرت ہو گئی اور لوگ تعریف کرنے لگے اور اس کو وہ تعریف اچھی معلوم ہونے لگی یہ بات عمل کے لئے مضر نہیں۔

تَمَّتْ سُورَةُ الْكَهْفِ بِعَوْنِهِ تَعَالَى



سُورَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَمِنْ آيَاتِهَا تِسْعُونَ آيَةً وَقَدْ نَزَّلْنَا بِهَا الْقُرْآنَ

سُورَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ أَوْ إِلَّا سَجَدَتْهَا فَمَدَنِيَّةٌ أَوْ إِلَّا فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ  
خَلْفٌ الْآيَتَيْنِ فَمَدَنِيَّتَانِ وَهِيَ ثَمَانٌ أَوْ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ آيَةً.

سورہ مریم مکی ہے مگر آیت سجدہ مدنی ہے، یا فخلف من بعدهم خلف

دو آیتیں مدنی ہیں اور یہ کل ۹۸ یا ۹۹ آیتیں ہیں۔

توضیح: سورہ مریم کے مکی یا مدنی ہونے میں تین قول ہیں ① پوری سورت مکی ہے ② وہ آیت جس میں سجدہ ہے مدنی ہے ③ فخلف من بعدهم دو آیتیں مدنی ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ كَهَيْعِصَ ۝ اللَّهُ اعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ  
مفعول رحمة ذكرنا ۝ بيان له اذ متعلق برحمة نادى ربه نداء مستملاً على دعاء خفيّاً ۝ سراً جوف الليل  
لانه أسرع للإجابة ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ ضَعْفَ الْعَظْمِ جَمِيعُهُ مَتَى وَاشْتَغَلَّ الرَّأْسُ مِنِّي شَيْبًا تَمِيزُ مَحَوَّلٍ عَنِ  
الفاعل اى انتشر الشيب فى شعره كما ينتشر شعاع النار فى الخطب وانى اريد ان ادعوك وَلَمْ كُنْ  
بِدُعَائِكَ اى بدعائى اياك رَبِّ شَقِيقًا ۝ اى خائباً فيما مضى فلا تخيبنى فيما ياتى وَلِئِنْ خَفْتُ الْمَوَالِيَ اى  
الذين يُلُونِى فى النسب كَبْنِى الْعَمِّ مِنْ وَلَدِى بَعْدَ مَوْتِى عَلَى الدِّينِ اَنْ يُضِعُوهُ كَمَا شَاهَدْتُهُ فى بنى  
اسرائيل من تبديل الدين وَكَانَتْ أُمْرًا لِي عَاقِرًا لَا تَلِدُ فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۝ اِنَّا يَرْثُنِي بِالْجِزْمِ  
جواب الامر وبالرفع صفة ولياً وَبِثَّ بِالْوَجْهِينِ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۝ جَدِى الْعِلْمِ وَالنَّبُوَّةَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ اى  
مَرْضِيًّا عِنْدَكَ قَالَ تَعَالَى فى اجابة طلبه الابن الحاصل بها رحمة.

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے کھیعص اس سے اللہ کی کیا مراد

ہے وہی خوب جانتا ہے یہ (متلو) اپنے بندے زکریا پر تیرے رب کی رحمت کا تذکرہ ہے عبدہ رحمت کا مفعول ہے زکریا،

عبدہ کا بیان ہے جبکہ اس نے اپنے رب کو مخفی طور پر پکارا اذ رحمة سے متعلق ہے، یعنی ایسا پکارنا کہ جو رازداری پر مشتمل تھا رات کے درمیانی حصہ میں اس لئے کہ یہ (طریقہ) سریع القبول ہے عرض کیا اے میرے پروردگار میری تمام ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور میرے سر میں بالوں کی سفیدی پھیل پڑی ہے شدید فاعل سے منقول ہو کر تمیز ہے یعنی جس طرح کٹڑیوں میں آگ پھیل جاتی ہے اسی طرح سفیدی میرے سر کے بالوں میں پھیل گئی (اس کے باوجود) میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں (اور اس سے قبل بھی) میں آپ سے اے میرے رب درخواست کر کے کبھی محروم نہیں رہا ہوں یعنی میں آپ سے اپنی دعاء میں زمانہ گذشتہ میں بھی (ناکام نہیں رہا ہوں) لہذا آئندہ بھی مجھے محروم نہ فرمائیں اور مجھے میرے قریبی رشتہ داروں کی طرف سے یعنی ان لوگوں کی طرف سے کہ جو میرے نسبی رشتہ دار ہیں جیسا کہ چچا زاد بھائی وغیرہ دین کے معاملہ میں اندیشہ ہے کہ میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد دین کو ضائع کر دیں گے جیسا کہ میں بنی اسرائیل میں مشاہدہ کر چکا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے جس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی سو (اس صورت میں) آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے یعنی اپنی خصوصی رحمت سے (اسباب عادیہ کے مفقود ہونے کے باوجود) ایک وارث یعنی ایسا بیٹا دیدیتے جو میرا اور میرے دادا یعقوب کے خاندان کے علم و نبوت کا وارث بنے یرثنی میں جواب امر ہونے کی وجہ سے جزم اور (جملہ ہو کر) ولیبا کی صفت ہونے کی وجہ سے رفع ہے اور یرث میں بھی مذکورہ دونوں صورتیں جائز ہیں اور اے میرے پروردگار اس کو پسندیدہ یعنی اپنے نزدیک مقبول بنا دیتے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام سے اجابت دعاء کی وجہ سے بطور رحمت حاصل ہونے والے بیٹے کی درخواست کے جواب میں فرمایا یا زکریا الخ۔

### تحقیق و ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: تَهْلِيْعَصْ یہ تشابہات میں سے ہے جس کا واقعی علم اللہ اور اس کے رسول ہی کو ہے بندوں کے لئے اس کی تفتیش و جستجو بھی اچھی نہیں بعض اسلاف نے اس کی مراد بیان کی ہے، مگر وہ تخمینہ ہے نہ کہ تحقیقی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ اسماء الہیہ میں سے ایک اسم ہے اور قارہ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالٰی نے فرمایا یہ قرآن کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ اسم اعظم ہے وغیرہ وغیرہ۔

قَوْلُهُ: ذَكَرَ رَحْمَتَ رَبِّكَ عَبْدُهُ، عبدہ رحمت کا مفعول بہ ہے اور بعض حضرات نے ذکر کا مفعول بہ کہا ہے زکریا عبدہ سے بدل یا عطف بیان ہے ذکر رحمة میں ذکر مصدر اپنے مفعول کی جانب مضاف ہے اور مصدر کا فاعل محذوف ہے ای ذکر اللہ رحمتہ اور رحمة مصدر کی اضافت رب کی جانب مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور جملہ ہو کر ہذا مبتداء محذوف کی خبر ہے جیسا کہ مفسر علام نے ہذا محذوف مان کر اشارہ کر دیا ہے ای ہذا المثلو ذکر رحمة ربك



## تَفْسِيرٌ وَتَشْرِيحٌ

نداء خفیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعاء آہستہ اور خفیہ طور پر کرنا افضل ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان خیر الذکر الخفی وخیر الرزق ما یکفی یعنی بہترین ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو جائے (ضرورت سے نہ گھٹے اور نہ بڑھے) ذکر خفی کے افضل ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ذکر خفی میں تضرع اور خشوع و خضوع زیادہ ہوتا ہے، ریا و نمود سے دور ہوتا ہے حضرت زکریا علیہ السلام کے خفیہ طور پر بیٹے کی دعاء میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ لوگ ان کو بے وقوف قرار نہ دیں کہ بڑھا اب بڑھاپے میں اولاد مانگ رہا ہے جبکہ اولاد کے ظاہری تمام امکانات ختم ہو چکے ہیں۔

انسی وھن العظم منی الخ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی کمزوری کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ہڈیوں کی کمزوری کا ذکر فرمایا ہے اس لئے کہ ہڈیاں عمود بدن ہوتی ہیں جب ہڈیاں ہی کمزور ہو گئیں تو بقیہ چیزوں کے کمزور نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

## دعاء میں اپنی حاجت مندی کا اظہار مستحب ہے:

حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا سے پہلے اپنی کمزوری اور ضعف کا ذکر فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کرتے وقت اپنی بد حالی نیز ضعف اور کمزوری نیز حاجت مندی کا ذکر کرنا قبولیت کے لئے اقرب ہے اسی لئے علماء نے فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ دعا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنی حاجت مندی کا ذکر کرے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے اپنے ضعف اور کمزوری کا ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اولاد پیدا ہونے کے تمام ظاہری اسباب مفقود ہیں اب تو ہم دونوں بوڑھے ہو چکے ہیں جب دونوں جوان تھے اور اولاد کے ظاہری اسباب بھی موجود تھے اس وقت کچھ نہ ہوا تو اب تو ظاہری اسباب بھی مفقود ہو چکے ہیں، اس بات کا تقاضہ تو یہ تھا کہ میں آپ سے اولاد کی دعا نہ کروں مگر چونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے قریبی عزیز و قریب دین پر قائم نہ رہ سکیں خود بھی گمراہ ہو جائیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں، اس ضرورت اور مصلحت کی وجہ سے ظاہری اسباب نہ ہونے کے باوجود میں آپ سے ایک بیٹے کی درخواست کرتا ہوں کہ جو میرے اور خاندان یعقوب علیہ السلام کے علمی اور نبوی ورثہ کا وارث ہو سکے۔

واشتعل الرأس شیباً اور میرا پورا سر بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو چکا ہے اس سے بھی ضعف و کبر سنی کا اظہار مقصود ہے، بالوں کی سفیدی کو آگ کی روشنی سے تشبیہ دے کر اس کا پورے سر پر پھیل جانا مقصود ہے۔

## البلاغۃ

① الكناية (وهن العظم منى) كناية عن ذهاب القوة وضعف الجسم ② الاستعارة (اشتعل الرأس شيبا) شبه انتشار الشيب وكثرته باشتعال النار في الحطب واستعير الاشتعال للانتشار واشتق منه اشتعل بمعنى انتشر ففيه استعارة تبعية.

یرثنی ویرث من ال یعقوب الخ باتفاق جمہور علماء اس آیت میں وراثت سے وراثت مالی مراد نہیں ہے قال البیضاوی المراد وراثۃ الشرع والعلم فان الانبیاء لایورثون المال ۱۴/۲ اول تو حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس کوئی بڑی دولت ہونا ثابت نہیں کہ جس کی فکر ہو کہ اس کا وارث کون ہوگا؟ اور ایک پیغمبر کی شان سے بھی ایسی فکر کرنا بعید ہے اس کے علاوہ وہ صحیح حدیث جس پر صحابہ کرام کا اجماع ثابت ہے اس میں ہے:

العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما انما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر.

بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء دینار و درہم کی وراثت نہیں چھوڑتے بلکہ ان کی وراثت علم ہوتا ہے جس نے علم حاصل کر لیا اس نے بڑی دولت حاصل کر لی۔ (رواہ احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ و الترمذی)

یہ حدیث کلینی کی اصول کافی وغیرہ میں بھی موجود ہے اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا نورث و ما نورث صدقة.

ہم انبیاء کی مالی وراثت کسی کو نہیں ملتی ہم جو مال چھوڑتے ہیں وہ سب صدقہ ہے۔

اور خود اس آیت میں یورثی کے بعد ویرث من آل یعقوب کا اضافہ اس کی دلیل ہے کہ وراثت سے وراثت مالی مراد نہیں ہے کیوں کہ جس لڑکے کی پیدائش کی دعا کی جا رہی ہے اس کا آل یعقوب کے لئے مالی وارث بننا بظاہر ممکن نہیں اس لئے کہ آل یعقوب کے وراثاء ان کے عصبات قریبہ ہوں گے اور وہ وہی موالی ہیں جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے وہ بلاشبہ قرابت اور عصوبت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اقرب ہیں اقرب کے ہوتے ہوئے عصبہ بعید کو وراثت ملنا اصول وراثت کے خلاف ہے۔

روح المعانی میں کتب شیعہ سے یہ نقل کیا گیا ہے:

روی الكليني في الكافي عن ابي البختری عن ابي عبد الله قال ان سليمان ورث داود وأن محمداً صلى الله عليه وسلم ورث سليمان.

سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور محمد ﷺ سلیمان علیہ السلام کے وارث ہوئے۔  
یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی مالی وراثت ملنے کا کوئی احتمال وامکان ہی نہیں اس سے مراد علوم نبوت کی وراثت ہے اس سے معلوم ہوا کہ ورث سلیمان داؤد میں بھی وراثت مالی مراؤ نہیں۔

واجعلہ رب رضیا اے پروردگار تو اس کو اپنے نزدیک مقبول اور پسندیدہ بنا اس سے معلوم ہوا کہ والدین کو اپنے بچوں کے لئے نیک صالح خوش اخلاق و خوش اطوار بننے کی دعا کرنا طریقہ انبیاء ہے۔

سُئَالٌ: حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا یرثنی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیدا ہونے والا لڑکا حضرت زکریا کی وفات کے بعد بھی زندہ رہے اور اس لئے کہ وراثت بننے کا عام طور پر یہی مطلب ہوتا ہے حالانکہ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کی زندگی ہی میں قتل کر دیئے گئے تھے۔

جَوَابٌ: ① بقاء عام ہے بقاء ذات کو اور بقاء آثار کو لہذا اگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ذات باقی نہیں رہی تو ان کے آثار باقی رہے ② یافاستجبنا دعاء کے بعض اجزاء کے اعتبار سے ہے ③ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قصہ قتل کی تقدیم ثابت نہ ہو۔ (بیان القرآن)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْبِشْرِكْ بِغُلَامٍ يٰۤرْتُ كَمَا سَاَلْتُ اِسْمُهُ يَحْيٰى لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ اِى مَسْمٰى بِيَحْيٰى قَالَ رَبِّ اِنِّىْ كَيْفَ يَكُوْنُ لِىْ غُلَامٌ وَّكَانَتْ اِمْرَاَتِىْ عَاقِرًا وَّكَانَتْ اَمْرًاى قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ مِّنْ عَتَايَسَ اِى نِهَايَةِ السَّنِ مَائَةِ وَعَشْرِيْنَ سَنَةً وَبَلَغْتُ اِمْرَاَتِىْ ثَمَانِى وَتَسْعِيْنَ سَنَةً وَّاصِلَ عَتِي غُتُوْ كُسِرَتْ التَّاء تَخْفِيْفًا وَقُلِبَتْ الْوَاوِ الْاَوَّلِ يَاءٍ لِّمُنَاسَبَةِ الْكُسْرَةِ وَالثَّانِيَةِ يَاءٍ لِّتُدْغَمَ فِيْهَا الْيَاءُ قَالَ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ مِّنْ خَلْقِ غُلَامٍ مِّنْكُمْا قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلٰى هٰٓئِنِّ اِى بَانَ اَرَدَ عَلَيْكَ قُوَّةَ الْجَمَاعِ وَاَفْتَقَ رَحِمَ اِمْرَاَتِكَ لِلْعُلُوْقِ وَقَدْ خَلَقْتِكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكْ شَيْْءًا ۝ قَبْلَ خَلْقِكَ وَلَا ظَهَارَ اللّٰهِ تَعَالٰى هَذِهِ الْقُدْرَةُ الْعَظِيْمَةُ اَلْهَمَّ السُّوَالُ لِيُجَابَ بِمَا يَدُلُّ عَلَيْهَا وَلَمَّا تَأَقَّتْ نَفْسُهُ اِلٰى سُرْعَةِ الْمُبَشِّرِ بِهِ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْ اٰيَةً ۝ اِى عَلَامَةً عَلٰى حَمْلِ اِمْرَاَتِىْ قَالَ اٰيَتُكَ عَلَيْهِ اَلَا تَكَلِّمُ النَّاسَ اِى تَمْتَنِعَ مِنْ كَلَامِهِمْ بِخِلَافِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى ثَلَاثَ لِّيَالٍ اِى بَايَا مِهَاو كَمَا فِى آلِ عِمْرَانَ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ سَوِيًّا ۝ حَالٌ مِّنْ فَاعِلٍ تَكَلَّمَ اِى بَلَا عِلَّةَ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهِ مِنَ الْمَحْرَابِ اِى الْمَسْجِدِ وَكَانُوا يَنْتَظِرُوْنَ فَتَحَهُ لِيُصَلُّوْا فِيْهِ بِاَمْرِهِ عَلَى الْعَادَةِ فَآوٰى اَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنْ سَبَّحُوْا صَلُّوْا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۝ اَوَّابِلَ النَّهَارِ وَاَوَاخِرُهُ عَلَى الْعَادَةِ فَعُلِمَ بِمَنْعِهِ مِنْ كَلَامِهِمْ حَمْلُهَا بِيَحْيٰى وَبَعْدَ وَاِلَا دَتِهِ بِسَنَتَيْنِ قَالَ تَعَالٰى لَهٗ يٰۤيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ اِى التَّوْرَةَ بِقُوَّةٍ بِجِدِّ وَاَتَيْنَهُ الْحُكْمَ النَّبُوَّةَ صَبِيًّا ۝ اِبْنُ ثَلَاثِ سَنِيْنَ وَحَنَانًا رَحِمَةً لِلنَّاسِ مِّنْ لَّدُنَّا مِّنْ عِنْدِنَا وَزَكُوَّةٌ صَدَقَةٌ عَلَيْهِمْ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ رَوٰى اَنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَطِيْئَةً قَطُّ وَلَمْ يَهْمُ بِهَا وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ اِى مَحْسِنًا اِلَيْهِمَا

وَلَمْ یَكُنْ جَبَّارًا مَّتَکْبِرًا عَصِیًّا ۝ عَاصِیَا لِرَبِّهِ وَسَلَّمَ مِنَّا عَلَیْهِ یَوْمٌ وَلَدٌ وَیَوْمٌ یَمُوتُ وَیَوْمٌ یُبْعَثُ حَیًّا ۝ اِی فِی هَذِهِ الْاِیَّامِ الْمُخَوَّفَةِ الَّتِی یُرِی فِیْهَا مَآلِمَ یَرِیْ قَبْلِهَا فَهُوَ اٰمِنٌ فِیْهَا۔

**ترجمہ:** اے زکریا ہم تجھے ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جو تیری درخواست کے مطابق وارث ہوگا اس کا

نام یحییٰ ہوگا اس کا ہنام پہلے ہم نے کسی کو نہیں کیا یعنی یحییٰ کا ہم نام تو زکریا عَلِیْہِ السَّلَام نے عرض کیا اے میرے پروردگار

میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہائی درجہ کو پہنچ گیا ہوں عتیا عتا سے ماخوذ

ہے بمعنی یدبس یعنی عمر کے آخری مرحلہ میں پہنچ چکا ہوں جو ایک سو بیس سال ہے اور میری بیوی ۹۸ سال کی ہو چکی ہے

عتی اصل عتو و بروزن قعود تخفیف کے لئے تاکو کسرہ دیدیا اور اول واو کو کسرہ کی مناسبت سے ی سے بدل دیا اور پھر

دوسرے واو کو بھی ی سے بدل کر یا کو یا میں ادغام کر دیا پھر عین کلمہ کے ضمہ کو بھی تا کی موافقت کے لئے کسرہ سے بدل

دیا عتیا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں سے لڑکے کی پیدائش کا معاملہ اسی (موجودہ) حالت میں ہوگا تیرے رب کا

فرمان ہے کہ یہ (امر) میرے لئے آسان ہے یعنی یہ کہ میں تجھ میں قوت جماع لوٹا دوں اور استقرار حمل کے لئے تیری

بیوی کے رحم کو کھول دوں اور میں نے تم کو پیدا کیا حالانکہ تمہارا اپنی پیدائش سے پہلے وجود بھی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی

قدرت عظیمہ کے اظہار کے لئے (بچے) کے سوال کا خیال حضرت زکریا عَلِیْہِ السَّلَام کے دل میں ڈالا تاکہ اس کے جواب

میں ایسا معاملہ کرے جو اس کی قدرت پر دلالت کرے، اور جب زکریا عَلِیْہِ السَّلَام کا دل بجلت مبشر بہ (فرزند) کے لیے

مشتاق ہوا تو زکریا عَلِیْہِ السَّلَام نے عرض کیا اے میرے رب میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دیجئے یعنی میری بیوی کے

حاملہ ہونے کی کوئی نشانی (بتا دیجئے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا حاملہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ تم لوگوں سے کلام نہ کر سکو گے یعنی

تم تین دن اور تین راتوں تک لوگوں سے کلام کرنے پر سوائے ذکر اللہ کے صحیح سالم ہونے کے باوجود کلام کرنے پر قادر

نہ ہو گے، جیسا کہ آل عمران میں ثلثۃ ایام کی (صراحت) موجود ہے سو یا تکلم کے فاعل سے حال ہے یعنی بلا کسی

مرض کے (کلام نہ کر سکو گے) پس حجرے سے اپنی قوم کے رو برو برآمد ہوئے یعنی مسجد سے اور لوگ مسجد کے کھلنے کے منتظر

تھے تاکہ حسب معمول ان کے حکم کے مطابق اس میں عبادت کی جاسکے، اور لوگوں سے اشارہ سے کہا کہ تم لوگ صبح وشام

خدا کی پاکی بیان کیا کرو نماز پڑھا کرو، یعنی حسب معمول دن کے اول اور آخری حصہ میں اس کی بندگی کیا کرو چنانچہ

لوگوں سے کلام نہ کر سکنے کی وجہ سے حضرت زکریا کو اپنی بیوی کے یحییٰ کے ساتھ حاملہ ہونے کا علم ہو گیا یحییٰ عَلِیْہِ السَّلَام کی

ولادت کے دو سال بعد اللہ تعالیٰ نے یحییٰ سے فرمایا اے یحییٰ کتاب یعنی تورات کو مضبوطی سے تھام لو اور ہم نے ان کو

لڑکپن ہی میں حکمت نبوت عطا کی یعنی تین سال کی عمر میں اور خاص اپنے پاس سے لوگوں کے لئے رحم دلی عطا کی اور ان کو

لوگوں کے لئے وقف کر دیا اور وہ (فطری طور پر) پرہیزگار تھے، اور روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے کبھی جرم کا ارتکاب نہیں

کیا اور نہ کبھی جرم کا قصد کیا اور اپنے والدین کے خدمت گزار تھے یعنی ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے تھے سرکش متکبر اور نافرمان نہیں تھے یعنی اپنے رب کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے نہیں تھے اور اس پر ہماری طرف سے سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن ان کی وفات ہوگی اور جس دن ان کو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، یعنی ان تینوں ہولناک دنوں میں کہ جن میں (انسان) وہ چیزیں دیکھتا ہے جو اس سے پہلے نہیں دیکھی ہوتیں (یعنی ان تینوں دنوں میں ایسی چیزوں سے سابقہ پڑتا ہے کہ اس سے پہلے نہیں پڑا ہوتا)۔

### تحقیق و ترمیم و تفسیر فوائد

قَوْلُهُ: یَحِیُّی (س) حیاة مضارع مثبت واحد مذکر غائب بمعنی جیتا رہے یحییٰ حضرت زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے کا نام ہے چونکہ حضرت یحییٰ کی ولادت سے ان کی والدہ کا رحم زندہ ہو گیا (یعنی بانجھ پن ختم ہو گیا) اسی لئے ان کا نام یحییٰ رکھا، یحییٰ علیست اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

قَوْلُهُ: اسْمُهُ یَحِیُّی غلام کی صفت ہے لم نجعله له الخ یا تو غلام کی صفت ثانی ہے یا پھر غلام سے حال ہے۔  
قَوْلُهُ: عَتِیَا یہ عتیا یعنو کا مصدر ہے، اس کے معنی اکڑ جانا، نہایت بوڑھا ہونا، جوڑوں اور ہڈیوں میں خشکی کا پیدا ہو جانا ① عتیا بلغت کا مفعول بہ ہے ② بلغت کے معنی کے لئے مصدر موكد ہو اس لئے کہ بلوغ الکبر، عتیا کے معنی میں ہے ③ عتیا مصدر موقوع میں بلغت کے فاعل سے حال واقع ہے، ای بلغت عاتیا ④ تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہو سکتا ہے۔

قَوْلُهُ: هِیْن هُوْن سے صفت مشبہ بمعنی آسان اُنّی بمعنی کیف یہ حصول ولد کی کیفیت سے سوال ہے نہ کہ بعید اور محال سمجھنے کی وجہ سے، اور استفہام تمجی بھی ہو سکتا ہے۔

قَوْلُهُ: عَتِیَا کی تفسیر نہایة السن سے تفسیر باللازم ہے۔  
قَوْلُهُ: ثَلَاث لَیَالٍ کے بعد بیا مہما کے اضافہ کا مقصد اس آیت اور آل عمران کی آیت میں تطبیق دینا ہے اس لئے کہ وہاں ایام کا ذکر ہے اور یہاں لیل کا ذکر ہے۔

قَوْلُهُ: تَاقَتْ (ن) تَوْفَا تَوْفَا وَتَوْفَانَا مشتاق ہونا۔  
قَوْلُهُ: وَقَدْ خَلَقْتَنکَ عَلٰی کی ضمیر سے حال ہے وَلَمْ تَنْکَ خَلَقْتَنکَ کے کاف سے حال ہے سَوِیَا لَا تَتَکَلَّمُ کی ضمیر سے حال ہے۔

قَوْلُهُ: الْمَحْرَابِ مسجد، شیطان سے لڑنے کی جگہ۔  
قَوْلُهُ: حَنَانًا اس کا عطف الحکم پر ہے حنان بمعنی رحمت، رقت قلب۔

قَوْلُهُ: بَعْدَ وِلَادَتِهِ الخ کے مقدر ماننے کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ یحییٰ محذوف پر مرتب ہے اس لئے کہ



یہی کے علق کی خوشخبری دینے کے بعد فوراً ہی یحییٰ کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تو معلوم ہوا کہ کلام میں حذف ہے جس کو مفسر علام نے بعد ولادت سے ظاہر کر دیا۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

بِزَكْرِيَا اَنَا نَبِيٌّ بِغَلَامٍ الْاَيَةُ یہ خوشخبری ملائکہ کے ذریعہ دی تھی جیسا کہ سورہ آل عمران میں فرمایا فَاَنذَرْتَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ اِنَّ اللّٰهَ يُدْشِرُكَ بِيَحْيٰى اللّٰهُ تَعَالٰی نے نہ صرف یہ کہ ولادت فرزند کی خوشخبری سنائی بلکہ اس کا نام بھی خود ہی تجویز کر دیا اور نام بھی ایسا نہ لاکہ ماضی میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔

نکتہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یکتا اور نرال نام رکھنا محمود ہے بشرطیکہ اس کے معنی نامناسب نہ ہوں اس لئے کہ یہاں نام کی یکتائی کو مقام مدح میں بیان کیا گیا ہے سبب کے دوسرے معنی مثل اور مشابہ کے بھی آتے ہیں اگر دوسرے معنی مراد لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ بعض صفات اور حالات ان کے ایسے ہیں جو انبیاء سابقین میں سے کسی کے نہیں تھے ان صفات خاصہ میں وہ بے مثل تھے مثلاً ان کا حصول ہونا اس لئے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت یحییٰ تمام انبیاء سابقین سے افضل ہوں کیونکہ ان میں حضرت خلیل اللہ اور حضرت کلیم اللہ کا ان سے افضل ہونا مسلم اور معروف ہے (مظہری) اس لئے کہ جزئی فضیلت سے کلی فضیلت لازم نہیں آتی۔

قال رب انسى يكون لى غلام یہ استفہام تعجب و سرور ہے، یا حصول ولد کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے ہے یعنی میرے فرزند ہونے کی صورت کیا ہوگی آیا ہم دونوں کی جوانی لوٹا دی جائے گی یا مجھے نکاح ثانی کرنا ہوگا یا بحالت موجودہ ہی اولاد ہوگی حالانکہ ظاہری اسباب مفقود ہیں اس کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی بیوی کے بانجھ ہونے اور اپنے ضعف اور پیری کا ذکر فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا قال كذلك یعنی موجودہ حالت ہی میں اولاد ہوگی میری قدرت کے لئے اسباب عادیہ کی ضرورت نہیں ہے میری قدرت اسباب عادیہ سے وراء الراء ہے، میرے لئے بغیر اسباب عادیہ کے فرزند عطا کر دینا بالکل آسان ہے، اور اسباب عادیہ کے ختم ہو جانے کے بعد دوبارہ لوٹا دینا بھی میرے لئے آسان ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام اشاع ہے جو کہ حضرت عمران کی صاحبزادی ہیں حضرت عمران کی دوسری صاحبزادی کا نام مریم ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں اس طرح حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں اور حضرت زکریا علیہ السلام حضرت عیسیٰ کے خالو ہوتے ہیں، یہ قول زیادہ رائج ہے گو اس کے علاوہ بھی ایک قول خالہ زاد بھانجہ ہونے کا سابق میں گزر چکا ہے مگر وہ مرجوح ہے۔

قال رب اجعل لى آية اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرشتہ کے ذریعہ فرزند کی خوشخبری سن کر حضرت زکریا علیہ السلام مارے خوشی اور مسرت کے بیتاب ہو گئے تو سوال کر بیٹھے کہ اس کی علامت اور نشانی بتا دیجئے تاکہ اس علامت کو دیکھ کر میں سمجھ سکوں کہ اب فرزند کی ولادت کا وقت قریب آ گیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ٹھیک ٹھاک ہونے کے باوجود لوگوں سے تین دن اور تین رات

گفتگو نہ کر سکو گے اور یہ کیفیت کسی مرض کی وجہ سے نہ ہوگی بلکہ یہ حالت معجزہ اور نشانی کے طور پر ہوگی یہی وجہ ہے کہ تم ذکر و تسبیح بلا کسی رکاوٹ کے کر سکو گے۔

چنانچہ جب مذکورہ علامت ظاہر ہوئی تو سمجھ گئے کہ اب فرزند کی ولادت کا زمانہ قریب ہے تو اپنے حجرے سے نکلے اور لوگ نماز پڑھنے کے لئے حجرے کا دروازہ کھلنے کے منتظر تھے، حضرت زکریا علیہ السلام نے اشارہ سے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ حسب معمول صبح و شام یعنی فجر اور عصر کی نماز پڑھتے رہو (ان پر یہی دو نمازیں فرض تھیں)۔

یابیحییٰ خذ الکتاب بقوۃ یہ محذوف پر مرتب ہے جیسا کہ مفسر علام نے تقدیر عبارت کی جانب اشارہ کر دیا ہے یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی وہ بڑے ہوئے اور ان کے اندر مخاطب بننے کی صلاحیت نمودار ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ کتاب سے مراد تورات ہے اور قوت سے پکڑنے کا مطلب اس پر عمل کے لئے پوری کوشش کرنا ہے۔

و آتیناہ الحکم صبیحا اور ہم نے اس کو بچپن ہی میں نبوت عطا فرمادی مفسر علام نے اعطاء نبوت کے وقت تین سال کی عمر بیان فرمائی ہے، ”حکم“ سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حکم سے مراد نبوت ہے، اور بعض حضرات نے فہم کتاب مراد لیا ہے اور بعض نے حکمت۔ اب رہا یہ سوال کہ صرف تین سال کی عمر میں فہم کتاب اور علم حکمت کی باتیں کس طرح ممکن ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصلاً نبوت کا معاملہ ہی خرق عادت کے طور پر ہے لہذا صغریٰ نبوت اور فہم کتاب کے لئے مانع نہ ہوگی، اور ہم نے ان کو اپنے والدین کے لئے اور دیگر لوگوں کے لئے مشفق اور رقیق القلب بنایا اور یہ سب کچھ ہمارے خصوصی فضل سے ہوا اور ہم نے اس کو نفس کی آلائشوں اور گناہوں کی نجاستوں سے پاکیزگی اور طہارت عطا فرمائی، اور وہ اپنے والدین کا فرمانبردار اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا تھا اور نہ تو وہ لوگوں کے لئے جبار اور متکبر تھا اور نہ اپنے پروردگار کا نافرمان وہ متقی اور صالح الشخص تھا، حتیٰ کہ اس کے پاکیزہ قلب میں معصیت اور نافرمانی کے وہم کا بھی گزر نہیں ہوا، تین مواقع انسان کے لئے سخت و دشمناک ہوتے ہیں ① جب انسان رحم مادر سے باہر آتا ہے ② جب موت کا شکنجہ اسے اپنی گرفت میں لیتا ہے ③ جب اپنی قبر سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان تینوں موقعوں میں ہماری طرف سے اس کے لئے سلامتی اور امان ہے بعض اہل بدعت اس آیت سے عید میلاد کا جواز ثابت کرتے ہیں اگر بالفرض اس آیت سے عید میلاد ثابت ہوتی ہے تو پھر عید و وفات بھی ثابت ہوتی ہے یہ کیسی بات ہے کہ آیت کے ایک جز پر تو عمل کریں اور دوسرے جز کو نظر انداز کر دیں افتؤ منون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔

فَاتِلَاہ: حضرت زکریا علیہ السلام کی بشارت کا ظہور بشارت دیئے جانے کے تیرہ سال بعد ہوا تھا، اس لئے کہ حضرت مریم کے پاس جو کہ ابھی بچی تھیں اور حضرت زکریا کی پرورش میں تھیں، بے موسمی پھل دیکھے تو ان کو ہمت ہوئی کہ اگرچہ ہمارے اولاد ہونے کا موسم اور زمانہ ختم ہو گیا ہے مگر خدا کی قدرت سے بعید نہیں کہ مجھے بھی بے موسم لڑکا عطا فرمادے چنانچہ بارگاہ خداوندی میں دعا کی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دی، حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ

عَلَّامُ الْغُیُوبِ سے چھ ماہ چھوٹے ہیں۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ الْقُرْآنَ مَرْيَمُ اِیْ خَبَرَهَا اِذْ حَیْنَ اَنْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِیًّا ۝ اِیْ اِغْتَرَلَتْ فِی مَكَانٍ نَحْوِ الشَّرْقِ مِنَ الدَّارِ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا ۝ اَرْسَلَتْ سِتْرًا تَسْتَتِرُ بِهِ لِتُفْلِیْ رَاسُهَا اَوْ ثِیَابُهَا اَوْ تَغْمِیْلُ مِنْ حِیْضِهَا فَارْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوحَنَا جِبْرِیْلَ فَمَثَّلَ لَهَا بَعْدَ لُبْسِهَا ثِیَابُهَا بَشَرًا سَوِیًّا ۝ تَامَ الْخَلْقُ قَالَتْ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتُ تَقِیًّا ۝ فَتَنَّتْهُیْ عَنْیْ بَعُوْذِیْ قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكَ لَا هَبْ لَكَ عُلْمًا زَكِیًّا ۝ بِالنُّبُوَّةِ قَالَتْ اَنْیَ یَكُوْنُ لِّیْ عُلْمٌ وَلَمْ یَمَسِّنِیْ بَشَرًا یَتَزَوَّجْ وَلَكُمُ الْبَغِیَّا ۝ زَانِیَةٌ قَالَتِ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ مِنْ خَلْقِ غُلَامٍ مِنْكَ مِنْ غِیْرَابٍ قَالَتْ رَبُّكَ هُوَ عَلٰی هٰیئَةٍ اِیْ بَانَ یَنْفَخُ بِاَمْرِیْ جِبْرِیْلُ فِیْكَ فَتَحْمِیْلُ بِهِ وَلَیْسَ مَا ذَكَرْتُ فِیْ مَعْنٰی الْعِلَّةِ غُطَّتْ عَلَیْهِ وَلَجَعَلَهَا اٰیَةً لِلنَّاسِ عَلٰی قُدْرَتِنَا وَرَحْمَةً مِّنَّا لِمَنْ اٰمَنَ بِهِ وَكَانَ خَلْقُهُ اَمْرًا مُّقْضٰیًّا ۝ بِهِ فِیْ عِلْمِیْ فَنَفَخَ جِبْرِیْلُ فِیْ حَبِیْبٍ دِرْعَهَا فَاحْسَنَتْ بِالْحَمْلِ فِیْ بَطْنِهَا مُحَوَّرًا فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ تَنَحُّتٌ ۝ بِهٖ مَكَانًا قَصِیًّا ۝ بَعِیْدًا مِنْ اَهْلِهَا فَاجَاءَهَا جَاءَ بِهَا الْمَخَاضُ وَجِعُ الْوِلَادَةِ اِلٰی جِدْعِ النَّخْلَةِ لَتَعْتَمِدَ عَلَیْهِ فَوَلَدَتْ وَالْحَمْلُ وَالتَّصْوِیْرُ وَالْوِلَادَةُ فِیْ سَاعَةٍ قَالَتْ یَا لَتَنَبِّیْهِ لَیْتَنِیْ مِثْلَ قَبْلُ هٰذَا الْاَمْرُ وَكُنْتُ نَسِیًّا مِّنْ سِیَّا ۝ شَیْئًا مَّشْرُوْكًَا لَا یُعْرَفُ وَلَا یُذَكَّرُ فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا اِیْ جِبْرِیْلُ وَكَانَ اَسْفَلَ مِنْهَا اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ۝ نَهَرَ مَاءٌ كَانَ اِنْقَطَعَ وَهَرَبَتْ اِلَیْكَ بِجِدْعِ النَّخْلَةِ كَانَتْ یَابِسَةً وَالبَاءُ زَائِدَةٌ تُسْقِطُ اَصْلُهُ بَتَّائِنْ قُلِبَتْ الثَّانِیَةُ سِیْنَا وَاُذِغِمَتْ فِی السَّیْنِ وَفِیْ قِرَاءَةِ بَتَّرَ كَهَا عَلَیْكَ رُطْبًا تَمِیْزُ جَنِیًّا ۝ صِفَتُهُ.

**ترجمہ:** اور اے محمد ﷺ اس کتاب یعنی قرآن میں مریم کا یعنی ان کے واقعہ کا ذکر کیجئے جب کہ وہ اپنے اہل

خانہ سے الگ ہو کر ایک ایسے مکان میں جو مشرقی جانب تھا چلی گئیں یعنی دار (بیت المقدس) کے مشرقی جانب کسی جگہ تنہائی میں چلی گئیں اور اہل خانہ کی جانب سے پردہ ڈال لیا، یعنی پردہ لٹکا لیا تاکہ آڑ ہو سکے (اور) اپنے سر یا کپڑوں میں جوں دیکھ سکے یا حیض سے طہارت کے لئے غسل کر سکے تو ہم نے اس کے پاس اپنی روح جبرئیل علیہ السلام کو بھیج دیا تو وہ ان کے سامنے کپڑے پہننے کے بعد مکمل مرد بن کر نمودار ہوا حضرت مریم کہنے لگیں کہ میں تجھ سے اپنے خدا کی پناہ طلب کرتی ہوں اگر تجھے کچھ بھی خوف خدا ہے تو تو یہاں سے میرے پناہ طلب کرنے کی وجہ سے ہٹ جائے گا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا میں تیرے رب کا قاصد ہوں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں اور اس کی پاکیزگی نبوت کی وجہ سے ہے تو حضرت مریم کہنے لگیں بھلا میرے بچہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا نکاح کر کے اور نہ میں بدکار زانیہ ہوں فرشتہ نے کہا امر تو ایسا ہی ہے کہ تجھ سے باپ کے بغیر لڑکا پیدا ہو تیرے پروردگار کا ارشاد ہے کہ یہ میرے لئے بہت آسان ہے اس

طریقہ پر کہ جبرائیل تجھ میں میرے حکم سے پھونک مار دیں گے پھر تو اس کی وجہ سے حاملہ ہو جائے گی، مذکور (یعنی ہو علیٰ ہدین) چونکہ علت کے معنی میں ہے لہذا اس پر لندجعلہ کا عطف کیا گیا ہے اور تا کہ اس کو میں اپنی قدرت پر لوگوں کے لئے نشانی بناؤں اس شخص کے لئے جو ہماری کمال قدرت پر یقین رکھتا ہو اور اس (ولد) کی تخلیق طے شدہ بات ہے میرے علم میں، چنانچہ حضرت جبرائیل نے حضرت مریم کی قیص کے گریبان میں پھونک مار دی چنانچہ حضرت مریم نے اپنے پیٹ میں (حمل) متشکل محسوس کیا چنانچہ حضرت مریم فرزند سے حاملہ ہو گئیں اور اسی وجہ سے یکسو ہو کر اپنے اہل خانہ سے دور ایک مقام پر چلی گئیں پھر دروزہ اسکو ایک کھجور کے تنے کے پاس لے آیا تا کہ اس سے ٹیک لگائے پھر اس نے (بچہ) جنا اور یہ حمل اور تشکل اور ولادت (سب کچھ) ایک ساعت میں ہو گیا کہنے لگیں کاش میں اس واقعہ سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور میں ایسی بھولی بصری متروک شئی ہو گئی ہوتی کہ نہ کوئی مجھے پہچانتا اور نہ میرا تذکرہ کرتا تنے میں اسے نیچے کی جانب سے جبرائیل نے جو کہ مریم سے بائیں جانب تھے آواز دی کہ تو آزرده خاطر نہ ہو تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے یعنی ایسی نہر (جاری کر دی) جس کا پانی خشک ہو گیا تھا اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا حالانکہ وہ درخت خشک تھا بسجدع میں باء زائدہ ہے تیرے سامنے تروتازہ کچی کھجوریں گرا دے گا رطباً تمیز ہے اور جناب اس کی صفت ہے تساقط اس کی اصل دوتاؤں کے ساتھ ہے دوسری تاسین سے بدل دی گئی اور سین کو سین میں ادغام کر دیا گیا اور ایک قراءت میں ترک تا کے ساتھ بھی ہے ای تساقط۔

### تَحْقِيقُ وَتَرْكِيْبُ تَسْبِيْلٍ وَتَفْسِيْرِيْ فَوَائِدُ

قَوْلًا: واذكر في الكتاب مريم اس کا عطف کلام سابق کے مضمون پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے اعلم ذکر رحمة ربك عبده زكريا واذكر في الكتاب مريم قصتها۔

قَوْلًا: اذكر في الكتاب مريم ای قصہ مريم مضاف محذوف ہے مريم بمعنی عابدہ، زاہدہ، اور خادمۃ الرب کے ہیں کتاب میں الف لام عہد کا ہے مراد قرآن کریم ہے۔

قَوْلًا: اذ انتبذت مضاف محذوف کا ظرف ہے جس کو مفسر علام نے خبر ہا کہہ کر ظاہر کر دیا مريم سے بدل الکل یا بدل الاشتمال بھی ہو سکتا ہے۔ (مظہری)

قَوْلًا: مکانا شرقيا موصوف صفت سے ملکر یا تو انتبذت کا ظرف ہے یا اس کا مفعول بہ ہے اس لئے کہ انتبذت اتت کے معنی کو مشتمل ہے ای اتت مکانا انتبذت ای ابتعدت وتندحت ایک طرف ہونا۔ بعید ہونا۔

قَوْلًا: لتفلي مضارع واحد مؤنث غائب تاکہ وہ جوں دیکھے۔

قَوْلًا: روحنا ای جبرائیل۔

قَوْلًا: بعد لبسها ثيابا یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں عورت کھلے سر ہو اس میں رحمت کے

فرشتے نہیں آتے تو مریم اس جگہ برہنہ تھیں، کیسے داخل ہو گئے جواب یہ ہے کہ دخل بعد لبسھا۔

**قَوْلُهُ:** فَنَنْتَهَى مَحْذُوفَ مَانَ كَرَّ اِشَارَةً كَرَّرَ اِيَّاكَ اَنْ كُنْتَ تَقِيًّا كَا جَوَابِ شَرْطِ فَنَنْتَهَى مَحْذُوفَ هِيَ۔

**قَوْلُهُ:** بَتَزُوجِ مَفْسَرِ عَلَامِ نَ بَتَزُوجِ كَا اِضَافَةٍ كَرَّ اِيَّاكَ اَنْ كُنْتَ تَقِيًّا كَا جَوَابِ دِيَا هِيَ، سَوَالِ يَهِيَ كَه لَمَرِ مَسْنِي يَهِيَ عَدَمِ

جَمَاعِ سَ كُنَا يَهِيَ لِهَذَا يَهِيَ جَمَاعِ حَلَالِ اَوْر حَرَامِ دُونُوں كُوشَالِ هِيَ اِس صَوْرَتِ مِثْلِ لَمَرَاكَ بَغِيَا كَهْنِ كِي ضَرُورَتِ نِہِی تَحِي۔

**قَوْلُهُ:** لَمَرَاكَ بَغِيَا بَغِيَّةٌ نِہِی فَرَمَا يَحَالَا نَكَّةَ مَوْقِعِ بَغِيَّةِ كَا تَحَا اِس لَئِ كِي صِفَتِ عَامِ طَوْرِ پَر عَوْرَتُوں مِثْلِ زِيَادَةِ هَوْتِي هِيَ تَوَا سِ

كِي حَاضِ اَوْر عَاقِرِ كِي قَبِيلِ سَ هُونِ كِي وَجِہِ سَ تَا كِي ضَرُورَتِ نِہِی هِيَ۔

**قَوْلُهُ:** قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلِيٌّ هَيْدِنِ قَالَ كَذَلِكَ كِي عِلَّتِ كِي قَائِمِ مَقَامِ هِيَ، اِيْنِ اِسی طَرَحِ هُوْگَا، اِس لَئِ كِي يَهِيَ هَمَارِ لَئِ

آسَانِ هِيَ، دِرَاصِلِ يَهِيَ اِيْكِ اِعْتِرَاضِ كَا جَوَابِ هِيَ، اِعْتِرَاضِ يَهِيَ كِي يِهَاں جَمْلَةُ تَعْلِيلِيَّةِ كَا عَطْفِ غَيْرِ تَعْلِيلِيَّةِ پَر هَوْرَا هِيَ جَوَا زِ

نِہِی هِيَ، جَوَابِ يَهِيَ كِي مَعْطُوفِ عَلِيْہِی هِيَ لِهَذَا لَنْجَعْلَهُ آيَةُ لِلنَّاسِ كَا اِس پَر عَطْفِ دَرَسْتِ هُوْگَا۔

**قَوْلُهُ:** رَحْمَةً كَا عَطْفِ آيَةٍ پَر هِيَ۔

**قَوْلُهُ:** فَأَجَاءَهَا كِي تَفْسِيرِ جَاءَ بَهَا سَ كَرَّ كِي اِس بَاتِ كِي طَرَفِ اِشَارَةِ كَر دِيَا كِي جَاءَ اَوْر اِجَاءَ دُونُوں اِيْكِ ہِي مَعْنٰی مِثْلِ

اِيْنِ دُونُوں مَتَعَدِي بِيْكِ مَفْعُولِ ہِيں بَظَاہِرِیہِ شَبِّہِ تَحَا كِي جَب جَاءَ كِي شَرُوعِ مِثْلِ ہَمَزَةِ كَا اِضَافَةِ كَر دِيَا تَو شَاہِدِ مَتَعَدِي بَدِ مَفْعُولِ هُوْگِيَا هُو

اِس شَبِّہِ كُو مَفْسَرِ عَلَامِ نَ اِجَاءَ هَا كِي تَفْسِيرِ جَاءَ بَهَا سَ كَرَّ كِي دَفْعِ كَر دِيَا، دُوسَرَا جَوَابِ يَهِيَ بَہِي ہُو سَكْتَا هِيَ كِي اِجَاءَ جَاءَ كِي مَعْنٰی مِثْلِ

ہِيَ اَوْر جَب اِسْتِعْمَالِ بَدَلِ گِيَا تَو مَتَعَدِي بِيْكِ مَفْعُولِ هُوْگِيَا۔ (جمل)

**قَوْلُهُ:** الْمَخَاضُ دَرْدَزَه (س)۔

**جَوَابُ:** كَا خِلَاصَةِ يَهِيَ كِي عَرَفِ مِثْلِ مَسِ طِي حَلَالِ ہِي كُوشَالِ ہِيَ طِي حَرَامِ عَرَفَا سَ سَ خَارِجِ ہِيَ طِي حَرَامِ اَوْر حَلَالِ دُونُوں

كِي نَفِي كَرْنِ كِي لَئِ لَمَرَاكَ بَغِيَا كَا اِضَافَةِ فَرَمَا يَ۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحِ

وَ اذْكَرْ فِی الْكِتَابِ مَرْيَمَ اِس سُورَةِ مِثْلِ مَذْكُورِ قِصُوں مِثْلِ سَ يَهِيَ دُوسَرَا قِصَہِ ہِيَ، اے مُحَمَّد ﷺ اُپ قرآن كِي اِس حِصَہِ

مِثْلِ حَضْرَتِ مَرْيَمَ كَا قِصَہِ بَہِي ذَكْرِ كَيْجَہِ يَهِيَ قِصَہِ حَضْرَتِ بِيْنِي عَلَیْہَا السَّلَامُ كِي وِلَادَتِ كِي قِصَہِ سَ بَہِي زِيَادَةِ عَجِيبِ ہِيَ اِس لَئِ كِي بَغِيرِ مَرْدِ

كِي بچہ پيدا ہونا، بَانْجھِ عَوْرَتِ اَوْر بُوڑِ ہَمَّ شُوہَرِ سَ بچہ پيدا ہونے كِي بَہِ نِسْتِ كَہِيں زِيَادَةِ عَجِيبِ ہِيَ، اِيْنِ اِنْتِهَائِي بُوڑِ ہَا پَے مِثْلِ بَانْجھِ

عَوْرَتِ سَ بچہ پيدا ہونا لوگوں كِي لَئِ عَجِيبِ ضَرُورِ ہِيَ مَگر بَغِيرِ شُوہَرِ كِي بچہ كِي پيدايشِ ہَمَارِي كَمَالِ قَدْرَتِ پَر اِس سَ بَہِي زِيَادَةِ

دِلَالَتِ كَرْنِ والا ہِيَ، اَوْر يَهِيَ قِصَہِ اِس وَاقِعِ ہُوَا جَب كِي وَہِ گَھر سَ اَلْگِ ہُو كَر اِيْكِ اِيْسَ مَكَانِ مِثْلِ جُو كِي مَشْرِقِ كِي جَانِبِ تَحَا

چَلِي گَئِيں يَهِيَ تَنْہَائِي يَا تَو غَسْلِ حَيْضِ كِي لَئِ تَحِي يَا عِبَادَتِ مِثْلِ يَكُوسُوْی كِي لَئِ تَا كِي گُوشَہِ تَنْہَائِي مِثْلِ يَكُوسُوْی اَوْر دِلِ جَمْعِي كِي سَا تَحَا خُدا كِي

بَنْدِگِي كَر سِيں، لوگوں كِي نَظَرِ پُڑْنِ سَ بَچَہِ كِي لَئِ اِيْكِ پَر دَہِ بَہِي ذَالِ لِيَا تَا كِي اِس كِي آڑِ مِثْلِ غَسْلِ كَر سِيں اَوْر اِپنَے سَرِ وَغِيْرَہِ مِثْلِ

جوئیں دیکھ سکیں تو اس حالت میں ہم نے ان کے پاس حضرت جبرائیل کو بھیجا اور حضرت جبرائیل ان کے سامنے نہایت حسین و جمیل امر و جوان کی شکل میں ظاہر ہوئے اور ابو مسلم نے کہا ہے کہ روحنا سے حضرت عیسیٰ مراد ہیں، لقولہ تعالیٰ وروح منه۔ (روح المعانی)

## کیا عورت نبی ہو سکتی ہے؟

علماء اور مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت مریم نبیہ تھیں یا نہیں، یا عورت نبی ہو سکتی ہے یا نہیں، بعض حضرات اسی آیت سے عورت کے نبی ہونے پر استدلال کرتے ہیں، علماء جمہور فرماتے ہیں کہ مطلق وحی تو عورت کی جانب بھی آ سکتی ہے البتہ وحی رسالت مردوں کے ساتھ خاص ہے حضرت مریم کی طرف جو حضرت جبرائیل کے ذریعہ وحی بھیجی تھی وہ وحی بشارت تھی نہ کہ وحی رسالت۔

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک خوبصورت اور رعنا امر و نو جوان کی شکل میں حضرت مریم کے سامنے ظاہر ہوئے تو وہ گھبرا گئیں، گھبرا کر کہنے لگیں کہ میں تجھ سے اپنے خدا کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے ذرا بھی خوف خدا ہے تو تو یہاں سے ہٹ جا اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں کہ اگر تو متقی نہیں ہے تو میں تجھ سے پناہ نہیں مانگتی، بلکہ مطلب یہ ہے کہ متقی ہونے کی صورت میں پناہ طلب کی تو غیر متقی ہونے کی صورت میں تو بطریق اولیٰ پناہ طلب کرتی ہوں، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جبرائیل امین نے جب یہ کلمہ سنا تو اللہ کے نام کی تعظیم کے لئے کچھ پیچھے ہٹ گئے، اور کہا میں بشر نہیں ہوں کہ تم مجھ سے ڈرتی ہو، بلکہ میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں میں اس لئے آیا ہوں کہ تم کو باذن خدا ایک پاکیزہ بچہ دوں لاہب میں ہبہ کی نسبت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی طرف کی ہے یہ نسبت مجازی ہے اور اضافت اشئ الی السبب کے قبیل سے ہے چونکہ اعطاء ولد کا ظاہری سبب حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اس لئے اپنی جانب نسبت کر دی ورنہ درحقیقت اعطاء ولد اللہ کا فعل ہے، یا حکایت حال کے طور پر جبرائیل علیہ السلام نے اپنی طرف نسبت کر دی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ مریم سے کہہ دو کہ میں تم کو ایک پاکیزہ فرزند دینے والا ہوں، بعض قراء توں میں لاہب کے بجائے لیہب ہے اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے اس لئے کہ اس قراءت کے مطابق اعطاء ولد کی نسبت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے بعض حضرات لاہب سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول بخش اور پیر بخش وغیرہ نام رکھنا درست ہے یہ نہایت نادانی اور نا سمجھی کی بات ہے۔

جب جبرائیل علیہ السلام نے یہ کہا کہ میں تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور تجھ کو ایک پاکیزہ بچہ دینے کے لئے آیا ہوں تو حضرت مریم کہنے لگیں کہ میرے بچہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے؟

قال كذلك الخ فرشتہ نے جواب دیا یہ بات صحیح ہے کہ تجھے مرد سے مقاربت کا کوئی موقع نہیں ملا ہے نہ جائز طریقہ سے اور نہ ناجائز طریقہ سے، جب کہ حمل کے لئے عادتاً یہ ضروری ہے، مگر تیرے رب کا فرمان ہے کہ میں اسباب عادیہ کا محتاج نہیں ہوں میرے لئے یہ بالکل آسان ہے اور میں اسے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) اپنی قدرت تخلیق کے لئے ایک نشانی اور لوگوں کے

لئے رحمت بنانا چاہتا ہوں اس سے قبل ہم نے تمہارے دادا آدم علیہ السلام کو مرد اور عورت کے بغیر اور تمہاری دادی حوا کو صرف مرد سے عورت کے بغیر پیدا کیا اور اب عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھی شکل یعنی بغیر باپ کے محض لطنِ مادر سے پیدا کر کے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم تخلیق کی چاروں قسموں پر قادر ہیں اسی طرح ہم حضرت عیسیٰ کو نبوت عطا کر کے لوگوں کے لئے اپنی رحمت کی نشانی بھی بنانا چاہتے ہیں کیونکہ نبی اپنی امت کے لئے رحمت ہوتا ہے۔

وكان امرا مقضيا یہ کلام سابق کا تتمہ ہے یعنی یہ اعجازی تخلیق تو اللہ کے علم اور اس کی قدرت میں مقدر ہو چکی ہے اس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا، اس گفتگو کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مریم کے گریبان یا منہ میں پھونک مار دی جس کے نتیجے میں حضرت مریم کو حمل رہ گیا پھر حضرت مریم اس حمل کو لئے ہوئے شرم کے مارے اپنے گھر والوں سے کہیں دور مقام پر چلی گئیں، اور اس خیال سے کہ بچہ کے معاملہ میں لوگوں کو کس طرح مطمئن کر سکیں گی جب کہ میری بات کی تصدیق کرنے کیلئے کوئی تیار نہیں ہوگا اور ساتھ ہی یہ تصور بھی روح فرسا تھا کہ کہاں میری شہرت ایک عابدہ اور زائدہ کے طور پر اور اس کے بعد لوگوں کی نظر میں بدکار ٹھہروں گی، اس خیال سے مغلوب الحال ہو کر موت کی آرزو کر ڈالی۔

## تمنائے موت کا حکم:

اگر یہ تمنائے موت غم دنیا سے تھی تب تو غلبہٴ حال کو اس کا عذر کہا جائے گا جس میں انسان من کل الوجوه مکلف نہیں رہتا، اور اگر غم دین سے تھا کہ لوگ بدنام کریں گے اور شاید مجھ سے اس پر صبر نہ ہو سکے تو بے صبری کی معصیت میں ابتلاء ہوگا موت کے ذریعہ معصیت سے حفاظت رہے گی تو ایسی تمنا ممنوع نہیں ہے۔

جب حضرت مریم علیہا السلام غلبہٴ حال کی وجہ سے موت کی تمنا کر رہی تھیں تو زیریں جانب سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل نے پکار کر کہا کہ اے مریم! تم بے سروسامانی یا خوفِ بدنامی کی وجہ سے مغموم مت ہو کیونکہ بے سروسامانی کا تو یہ انتظام ہو گیا ہے کہ تمہارے رب نے تمہارے پائیں (زیریں جانب) ایک نہر پیدا فرمادی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پیر زمین پر مارا جس کی وجہ سے شیریں کا پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا، اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ تم اس کھجور کے تنے کو ہلاؤ یہ تمہارے سامنے پکی تروتازہ کھجوریں گرائے گا یعنی خرقِ عادت اور کرامت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے بائیں جانب پینے کے لئے پانی اور کھانے کے لئے ایک سوکھے ہوئے کھجور کے درخت سے پکی اور تازہ کھجوروں کا انتظام فرمادیا۔

## البلاغۃ

ولم یمسسنی بشر کناۃ عن المعاشرة الزوجیۃ بالجماع.

فَكُلُّي مِنَ الرُّطْبِ وَأَشْرَبِي مِنَ السَّرِيِّ وَقَرِّي عَيْنًا بِالْوَلَدِ تَمِيزُ مُحَوَّلٍ مِنَ الْفَاعِلِ اِي لَتَقَرَّ عَيْنُكَ بِهِ اِي  
تَسْكُنُ فَلَا تَطْمَحُ اِلَى غَيْرِهِ فَاَمَّا فِيهِ اِذْغَامُ نُونٍ اِنْ الشَّرْطِيَّةُ فِي مَا الْمَزِيدَةُ تَوْنٌ حُذِفَتْ مِنْهُ لَامُ الْفِعْلِ وَعَيْنُهُ  
وَالْقَيْتُ حَرَكْتُهَا عَلَى الرَّاءِ وَكُسِرَتْ يَاءُ الضَّمِيرِ لِاتِّقَاءِ السَّاكِنِ مِنَ الْبَشْرِ اَحَدًا فَيَسْأَلُكَ عَنْ وَلَدِكَ  
فَقُولِي اِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا اِي اِنْسَاكَ عَنِ الْكَلَامِ فِي شَأْنِهِ وَغَيْرِهِ مَعَ الْاِنَاسِ بِدَلِيلٍ فَلَنْ اَكَلِمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝  
اِي بَعْدَ ذَلِكَ فَاتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا حَمَلُهُ ۝ حَالُ فَرَاوُهُ ۝ قَالَ اَلْوَلَدُ لِمَ لَقَدْ جِئْتُ شَيْئًا قَرِيبًا ۝ عَظِيمًا حَيْثُ اَتَيْتُ بِوَلَدٍ مِنْ غَيْرِ  
اَبٍ يَأْتِي هَرُونَ هُوَ رَجُلٌ صَالِحٌ اِي يَأْتِيهِ هَتْهٖ فِي الْعِفَّةِ مَا كَانَ اَبُوكَ اَمْرًا سَوِيًّا اِي زَانِيًا وَمَا كَانَتْ اُمُّكَ بَغِيًّا ۝ زَانِيَةً  
فَمِنْ اَيْنَ لَكَ هَذَا الْوَلَدُ فَاسَارَتْ لَهُمْ اِلَيْهِ اِنْ كَلِمَتُهُ قَالُوا كَيْفَ نَكَلِّمُ مَنْ كَانَ اِي وَجَدَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝  
قَالَ اِنِّي عَبْدُ اللَّهِ اَشْرَى الْكِتَابُ اِي الْاِنْجِيلُ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ وَجَعَلَنِي مُبْرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ اِي نَفَاعًا لِلنَّاسِ اِخْبَارًا  
بِمَا كُنْتُ لَهُ ۝ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ اَمَرَنِي بِهِمَا مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَبِرَّ الْوَالِدَيْنِ ۝ مَنْصُوبٌ بِجَعَلَنِي مُقَدَّرًا  
وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا مَتَعَاظِمًا شَقِيًّا ۝ عَاصِيًا لِرَبِّهِ وَالسَّلَامُ مِنَ اللَّهِ عَلَى يَوْمٍ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۝  
يُقَالُ فِيهِ مَا تَقَدَّمَ فِي السَّيِّدِ يَحْيَى قَالَ تَعَالَى ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ بِالرَّفْعِ خَبَرٌ مُبْتَدَأٌ مُقَدَّرٌ اِي  
قَوْلُ ابْنِ مَرْيَمَ وَبِالنَّصْبِ بِتَقْدِيرِ قُلْتُ وَالْمَعْنَى الْقَوْلُ الْحَقُّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝ مِنَ الْمَرْيَةِ اِي يَشْكُونَ  
وَهُمُ النَّصَارَى قَالُوا اِنْ عِيسَى ابْنُ اللَّهِ كَذَّبُوا مَا كَانَ لِلَّهِ اَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ سُبْحَنَهُ تَنْزِيْهَا لَهُ عَنْ ذَلِكَ  
اِذَا قَضَى أَمْرًا اِي اَرَادَ اَنْ يُحْدِثَهُ فَاِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ بِالرَّفْعِ بِتَقْدِيرِ هُوَ وَبِالنَّصْبِ بِتَقْدِيرِ اَنْ وَمِنْ ذَلِكَ  
خَلَقَ عِيسَى مِنْ غَيْرِ اَبٍ وَلَئِنْ اَللَّهُ رَبِّي وَرَبَّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۝ بِفَتْحٍ اَنْ بِتَقْدِيرِ اُذْكَرُ وَبِكُسْرِهَا بِتَقْدِيرِ قُلْ بِدَلِيلٍ  
مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِي بِهِ اَنْ اَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ هَذَا الْمَذْكُورُ صِرَاطٌ طَرِيقٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ مُؤَدٍّ اِلَى  
الْجَنَّةِ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ اِي النَّصَارَى فِي عِيسَى اَهْوَابُ اِنْ اَللَّهُ اَوْ اِلَهٌ مَعَهُ اَوْ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ فَوَيْلٌ لِمَنْ شِدَّةُ  
عَذَابِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا ذَكَرَ وَغَيْرِهِ مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ اِي حُضُورِ يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَاهْوَالِهِ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصُرْ  
بِهِمْ صَيِّغَتَا تَعْجِبُ بِمَعْنَى مَا اَسْمَعُهُمْ وَمَا اَبْصُرُهُمْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا فِي الْآخِرَةِ لَكِنَّ الظَّالِمُونَ مِنْ اِقَامَةِ الظَّاهِرِ  
مَقَامَ الْمُضْمَرِ الْيَوْمَ اِي فِي الدُّنْيَا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ اِي بَيِّنَ بِهِ صَبُّوا عَنْ سَمَاعِ الْحَقِّ وَعَمُّوا عَنْ اَبْصَارِهِ  
اِي اِعْجَبَ مِنْهُمْ يَا مُخَاطَبًا فِي سَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ فِي الْآخِرَةِ بَعْدَ اَنْ كَانُوا فِي الدُّنْيَا ضَمًّا غُمًّا  
وَاَنْذَرَهُمْ خَوْفَ يَا مُحَمَّدُ كَفَارَ مَكَّةَ يَوْمَ الْحَسْرَةِ هُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ يَتَحَسَّرُ فِيهِ الْمُسِيءُ عَلَى تَرْكِ الْاِحْسَانِ  
فِي الدُّنْيَا لِاِقْضَى الْأَمْرِ لَهُمْ فِيهِ بِالْعَذَابِ وَهُمْ فِي الدُّنْيَا فِي غَفْلَةٍ عَنْهُ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ بِهِ اِنَّا نَحْنُ  
تَاكِيدٌ نَزَتْ اِلَى الْأَرْضِ وَمَنْ عَلَيْهَا مِنَ الْعُقَلَاءِ وَغَيْرِهِمْ يَاهْلَا كِهِمْ وَلَيِّنَا يُرْجَعُونَ ۝ فِيهِ لِلْجَزَاءِ .



**ترجمہ:** پھر پکی اور تازہ کھجوریں کھاؤ اور چشمہ کا پانی پیو اور بیٹے سے آنکھیں ٹھنڈی کرو عینا تمیز ہے فاعل سے منقول ہے یعنی تو اس بچہ کو دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈا کر کے سکون حاصل کر دوسرے بچوں کی طرف التفات نہ کر فاسما میں ان شرطیہ کے نون کو مازاندہ میں مدغم کر دیا گیا ہے تسرین اس کلام کلمہ اور عین کلمہ حذف کر دیا گیا ہے عین کلمہ کی حرکت نقل کر کے را کو دیدی گئی اور یائے ضمیر کو اتقاء ساکنین کی وجہ سے کسرہ دیدیا گیا اگر تو کسی بشر کو دیکھے اور وہ تیرے بچہ کے متعلق سوال کرے تو کہہ دینا کہ میں نے اس بچہ وغیرہ کے بارے میں لوگوں سے کلام کرنے سے رخصت کے لئے سکوت کا روزہ رکھ لیا ہے اور سکوت کا روزہ رکھنے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول فلن اکلم الیوم انسیا ہے یعنی میں یہ خبر دینے کے بعد کسی انسان سے کلام نہ کروں گی تو اس بچہ کو لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں تحملہ انت کی ضمیر سے حال ہے جب قوم نے بچہ کو دیکھا تو کہا اے مریم تو نے بڑا غضب کر دیا کہ بغیر باپ کے بچہ کو جنم دیا اے ہارون کی بہن وہ تو ایک صالح شخص تھا اور تو عفت میں اس جیسی ہے تیرا باپ (تو) بدکار زانی شخص نہیں تھا اور نہ تیری ماں بدکارہ زانیہ تھی تو پھر تیرے یہ بچہ کیسے پیدا ہوا، تو حضرت مریم نے ان کے لئے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے معلوم کرو، تو کہنے لگے ہم گود کے بچہ سے کیونکر بات کریں تو وہ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب انجیل دی اور مجھے نبی بنایا اور اس نے مجھے بابرکت یعنی لوگوں کے لئے نفع رساں بنایا ہے میں جہاں کہیں بھی رہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں جو مقدر ہو چکا ہے یہ اس کی خبر ہے اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا تاکید حکم فرمایا ہے اوصانی بمعنی امرنی ہے جب تک میں زندہ رہوں اور مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے برا جعلنی مقدر کی وجہ سے منصوب ہے اور مجھے سرکش متکبر اور بد بخت اپنے رب کا نافرمان نہیں بنایا اور اللہ کا میرے اوپر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس روز میں مردوں گا اور جس روز میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا ان تینوں مقامات کی تفسیر میں وہی بات کہی جائے گی جو حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں کہی گئی تھی یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم قول ابن مریم قول حق ہے جس کے بارے میں لوگ شک کر رہے ہیں قول اگر رفع کے ساتھ ہوگا تو مبتداء محذوف کی خبر ہوگا ای قول ابن مریم قول الحق اور اگر قول پر نصب ہو تو اس صورت میں قلت فعل مقدر ہوگا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا، اور (قول الحق کے معنی) القول الحق ہوں گے (یعنی اضافت موصوف الی الصفت کے قبیل سے ہے) یمترون مربیہ سے مشتق ہے اور یمترون کے معنی یشکون کے ہیں (اور یہ شک کرنے والے) نصاریٰ ہیں جنہوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں جو بالکل جھوٹ ہے اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ (کسی کو) اولاد بنائے وہ اولاد رکھنے سے بالکل پاک ذات ہے اس کی پاکی بیان کرتا ہوں وہ تو جب کسی کے کرنے (پیدا کرنے کا) ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے یکون کا اگر رفع پڑھیں تو رفع ہو کی تقدیر کی وجہ سے ہوگا اور اگر نصب پڑھیں تو ان کی تقدیر کی وجہ سے ہوگا اور اسی (کن فیکون) کے قبیل سے بغیر باپ کے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی ہے، بلاشبہ میرا اور تمہارا پروردگار صرف اللہ ہے سو اسی کی عبادت کرو اگر ان فتح کے ساتھ ہو تو ان سے

پہلے اذکر مقرر ہوگا اور اگر ان کسرہ کے ساتھ ہوتوان سے پہلے قل مقرر ماننا ہوگا اور قل مقرر ماننے کی دلیل خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے ما قللت لہم الا ما امرتہ بہ یہ مذکور صراط مستقیم ہے جو جنت تک پہنچانے والی ہے پھر یہ فرقے آپس میں اختلاف کرنے لگے یعنی نصاریٰ کے (ایک فریق) نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ وہ ابن اللہ ہے اور (دوسرے فریق) نے کہا کہ وہ خدا کے ساتھ دوسرا خدا ہے (اور تیسرے) نے کہا کہ وہ تین میں کا تیسرا ہے پس کافروں کے لئے مذکورہ وغیرہ (عقائد) کی وجہ سے بڑے دن کی حاضری کا سخت عذاب ہے یعنی قیامت کے دن حاضری اور اس دن کی ہولناکی کا، اسمع بہم وابصربہم دونوں تعجب کے سیغ ہیں معنی یہ ہیں کیا خوب سننے والے اور کیا خوب دیکھنے والے ہوں گے جس دن آخرت میں ہمارے سامنے حاضر ہوں گے لیکن آج دنیا میں یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھا گیا ہے، مبین بمعنی بین ہے، اسی گمراہی کی وجہ سے (دنیا میں) حق بات سننے سے بہرے اور حق دیکھنے سے اندھے رہے، یعنی اے مخاطب تو آخرت میں ان کی شنوائی اور بینائی کی تیزی سے تعجب کرے گا حالانکہ یہ لوگ دنیا میں بہرے اندھے تھے اور اے محمد ﷺ آپ مکہ کے کافروں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے اور وہ قیامت کا دن ہوگا جس دن بدکار دنیا میں نیکی نہ کرنے پر حسرت کرے گا جبکہ آخری فیصلہ کر دیا جائے گا یعنی ان لوگوں کے لئے اس دن عذاب کا فیصلہ کر دیا جائے گا حالانکہ یہ لوگ اس دن سے غافل ہیں اور یہ اس دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ہم ہی زمین کے اور جو کچھ اس پر ذوی العقول اور غیر ذوی العقول ہیں وارث ہوں گے ان کو ہلاک کر کے اور اس دن میں جزاء کے لئے ہمارے پاس لوٹائے جائیں گے۔

### تحقیق و ترکیب تسمیہ و تفسیری فوائد

قَوْلٌ: قریٰ بروزن فوری واحد مؤنث حاضر تو ٹھنڈی کر یہ قر سے مشتق ہے اس کے معنی ہیں خنکی عینا تمیز ہے فاعل سے محول ہے ای لتقر عینک بہ رؤیۃ اراءۃ سے واحد مؤنث حاضر بانون تاکید ثقیلہ تو دیکھے فرمایا یہ فوری فعلیل بمعنی مفعول ہے گھڑنا، تراشنا، جلد کاٹنا و قبل معناه عظیم عجیب من کان میں کان تامہ ہے صبیحا کان کی ضمیر سے حال ہے اور اگر کان ناقصہ ہو تو صبیحا اس کی خبر ہوگی۔

قَوْلٌ: ذلک عیسیٰ ابن مریم قول الحق ذلک کا مشار الیہ مذکورہ اقرار عبدیت وغیرہ اوصاف کی حامل شخصیت عیسیٰ علیہ السلام ہیں ذلک مبتداء عیسیٰ موصوف ابن مریم ترکیب اضافی صفت موصوف صفت سے ملکر ذلک مبتداء کی خبر قول الحق ترکیب اضافی مبتداء محذوف کی خبر ای قوله قول الحق، قول الحق میں اضافت موصوف الی الصفت ہے یعنی قول الحق معنی میں القول الحق کے ہے، اور اگر قول الحق منصوب پڑھا جائے تو اقول فعل محذوف کا مفعول ہوگا دونوں قراءتوں کی صورت میں قول الحق اضافت موصوف الی الصفت ہوگی۔

قَوْلٌ: فی المہد مہد سے مراد گہوارہ بھی ہو سکتا ہے اور اس سے ماں کی گود بھی مراد ہو سکتی ہے۔

**قَوْلُهُ:** يَمْتَرُونَ امْتَرَاءَ سَ۔ اس کا مجرد مریۃ ہے (امتعال) جمع مذکر غائب وہ شک کرتے ہیں الذی فیہ یمترون مبتداء محذوف کی خبر ہے، ای عیسیٰ ابن مریم الذی فیہ یمترون ای پترددون ویتحیرون ان یتخذ بتاویل مصدر ہو کر کان کا اسم ای ما کان اتخاذا الولد من صفته بل هو محال عن ذلك ای عن اتخاذا الولد، من ولد میں من زائدہ تاکید کے لئے ہے۔

**قَوْلُهُ:** مَنْ ذَلِكَ خَلَقَ عِيسَىٰ اور کن فیکون کے قبیل سے بغیر باپ کے عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق بھی ہے سبحانہ مصدر ہے فعل کو حذف کر کے اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے ای اسبحہ سبحانا یہ جملہ معترضہ ہے قل مقدر ماننے کی صورت میں ان اللہ ربی وربکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہوگا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا ما قلت لهم الا ما امرتني به الخ تقدیر عبارت یہ ہے هذا من کلام عیسیٰ علیہ السلام بدلیل ما قلت لهم الخ بہر حال ان دونوں قراءتوں کی صورت میں ان اللہ ربی وربکم فاعبدوه حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔

**قَوْلُهُ:** تَرِینَ اَصْلَ میں تو ایدین تھا اس میں را فاکلمہ ہے اور ہمزہ عین کلمہ ہے اور یائے مکسورہ لام کلمہ ہے اور دوسری یائے ساکنہ یائے ضمیر ہے اور آخر میں نون اعرابی ہے یائے اولیٰ متحرکہ اپنے ماقبل ہمزہ مفتوحہ ہونے کی وجہ سے الف ہو گئی، اب الف اور یاء ضمیر ساکنہ کے درمیان التقاء ساکنین ہوا تو ہمزہ ساقط ہو گیا نون اعرابی کے جازم کے ساقط ہونے کی وجہ سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ اور نون تاکید ثقیلہ کے داخل ہونے کے بعد التقاء ساکنین ہوا یا ضمیر اور نون تاکید ثقیلہ کے نون اولیٰ کے ساتھ لہذا یاء ضمیر کو کسرہ دیدیا۔

**خُلاصَتُکُمْ:** خلاصہ یہ کہ تر ایدین کی تعلیل میں چھ عمل ہوئے ① کی کو الف سے بدلا ② الف کو حذف کیا ③ ہمزہ کی حرکت را کو دی ④ ہمزہ کو حذف کیا ⑤ ان شرطیہ کی وجہ سے نون اعرابی ساقط ہوا ⑥ یائے ضمیر کو کسرہ دیدیا۔

**قَوْلُهُ:** اِنَاسِیَ یا تو انسی کی جمع ہے یا انسان کی، اناسی اصل میں اناسین تھانوں کو یا کیا اور یا کو یا میں ادغام کر دیا اناسی ہو گیا۔

**قَوْلُهُ:** تَحْمِلُهُ اُتَ کی ضمیر سے حال ہے، بہ کی ضمیر سے بھی حال ہو سکتا ہے۔

**قَوْلُهُ:** مَنْ مَشْهَدُ یَوْمٍ عَظِیمٍ فَوِیْلٌ سے متعلق ہے ای من شہود یوم عظیم اس صورت میں مشہد مصدر کے معنی میں ہوگا یا وقت شہود اور مکان شہود کے معنی میں ہوگا اس صورت میں مشہد ظرف زمان و مکان کے معنی میں ہوگا۔

**قَوْلُهُ:** لَکِنَ الظَّالِمُونَ مشرکین کی قباح و شاعت کو بیان کرنے کے لئے اسم ضمیر لکنہم کے بجائے اسم ظاہر الظالمون فرمایا تاکہ ان کے اعمال قبیحہ و شنیعہ پر دلالت ہو جائے۔

## تَفْسِیْرُی فَوَائِدُ

**قَوْلُهُ:** اِیْ بَعْدَ ذَٰلِكَ اس عبارت کے اضافہ کا مقصد اس اعتراض کا جواب ہے کہ کلام میں تناقض ہے اس لئے کہ اوپر کہا گیا ہے انی نذرت للرحمن صوما اس جملہ سے کلام نہ کرنے کی نذر ہو گئی اس کے بعد حضرت مریم نے کہا فلن اکلم الیوم

انسبیا یہ کلام ہے، جواب یہ ہے کہ میں اس کے بعد کسی سے کلام نہ کروں گی، کان کی تفسیر وجد سے کر کے اشارہ کر دیا کہ کان تامہ ہے اور کان زائدہ بھی ہو سکتا ہے، اور صبیا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای کیف نکلم من فی المہد حال صباہ۔

قَوْلُهُ: اخبارا بما کتب له سے جعلنی کی تفسیر کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ جعلنی گواضی کا صیغہ ہے مگر مراد استقبال ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحِ

فکلی واشربی الخ یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حضرت مریم کی تسلی کے اسباب ذکر کرنے کے وقت تو پہلے پانی کا ذکر فرمایا پھر کھانے کی چیز کھجور کا، اور جب استعمال کا ذکر آیا تو ترتیب بدل کر پہلے کھانے کا حکم فرمایا پھر پانی پینے کا یعنی کلی، اشربی فرمایا، وجہ غالباً یہ ہے کہ انسان کی فطری عادت ہے کہ پانی کا اہتمام کھانے سے پہلے کرتا ہے مگر استعمال کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ پہلے غذا کھاتا ہے پھر پانی پیتا ہے۔ (روح المعانی)

اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت اور خرق عادت حضرت مریم علیہا السلام کے پاؤں تلے پینے کے لئے پانی کا اور کھانے کے لئے ایک سوکھے ہوئے درخت سے کچی تازہ کھجوروں کا انتظام فرمادیا، ندا دینے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جنہوں نے وادی کے نیچے سے حضرت مریم کو آواز دی تھی، یعنی کھجور کھا اور چشمہ کا پانی پی (چشمہ کا پانی اور تازہ کھجوریں زچہ کے لئے طبی اعتبار سے نہایت مفید غذا ہے) اور بچہ کو دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈا کر قری، قر سے مشتق ہے بمعنی ٹھنڈک حاصل کرنا اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا یہ کنایہ ہے خوش ہونے سے اس لئے کہ رنج و غم اور دکھ تکلیف کی وجہ سے جو آنسو نکلتے ہیں وہ گرم ہوتے ہیں اور خوشی و مسرت کے وقت جو آنسو نکلتے ہیں وہ ٹھنڈے ہوتے ہیں، لہذا آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا یہ کنایہ ہے خوش ہونے سے جیسا کہ باکرہ سے اگر باپ نکاح کی اجازت طلب کرے اور لڑکی کی آنکھوں میں آنسو آجائیں تو فقہاء فرماتے ہیں کہ رونا خوشی اور رنج و غم دونوں وجہ سے ہو سکتا ہے لہذا دیکھا جائے کہ اگر آنسو ٹھنڈے ہیں تو وہ خوشی کے ہیں اور اجازت پر دلالت کرتے ہیں اور اگر گرم ہیں تو یہ رنج و غم کی وجہ سے ہیں جو عدم اجازت پر دلالت کرتے ہیں۔

یا اخت ہارون سے کیا مراد ہے؟ ظاہر ہے کہ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون مراد نہیں ہو سکتے اس لئے کہ ان کا زمانہ حضرت مریم سے سینکڑوں سال پہلے ہے یہ بات اس حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نجران کے نصاریٰ کے پاس بھیجا تھا تو انہوں نے سوال کیا تھا کہ تمہارے قرآن میں حضرت مریم کو اخت ہارون کہا گیا ہے حالانکہ ہارون علیہ السلام ان سے صدیوں پہلے گزرے ہیں چونکہ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا جواب معلوم نہیں تھا اس لئے خاموش رہے، واپسی پر آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ان سے

کیوں نہ کہہ دیا کہ اہل ایمان کی عادت یہ ہے کہ تبرکاً انبیاء کے ناموں پر نام رکھتے ہیں اور ان کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

(رواہ احمد و مسلم و الترمذی و النسائی)

اس حدیث کے مطلب میں دو احتمال ہیں ① کہ حضرت مریم کی نسبت حضرت ہارون علیہ السلام کی جانب اس لئے کر دی گئی ہے کہ وہ ان کی نسل سے تھیں اگرچہ زمانہ کتنا ہی بعید کیوں نہ گذر گیا ہو جیسا کہ عرب کی عادت ہے کہ تمیم کے قبیلہ کے آدمی کو اخاتمیم کہتے ہیں، اور عرب کے آدمی کو اخاعرب کہتے ہیں ② یہ کہ یہاں ہارون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی مراد نہیں ہیں بلکہ حضرت مریم علیہا السلام کے اپنے بھائی کا نام ہارون تھا اسی وجہ سے حضرت مریم کو اخت ہارون کہا اس وقت معنی حقیقی مراد ہوں گے اور ایک تیسرا احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہارون نام کا کوئی نہایت ہی نیک اور صالح شخص ہو اور حضرت مریم تو عابدہ زاہدہ نیکی میں مشہور و معروف تھیں ہی ایسی صورت میں اخت ہارون کہنا تشبیہ کے طور پر ہوگا کہ تو زہد و عبادت میں ہارون کے مثل ہے تو نے یہ کیا حرکت کر ڈالی، مفسر علام نے یہی تیسرے معنی مراد لئے ہیں۔

مَا كَانَ ابوكَ امراً سوءً نہ تو تیرا باپ عمران برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں حنہ بدکار تھی تو کہاں سے ایسی پیدا ہوگئی، قرآن کے ان الفاظ سے اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ جو شخص اولیاء اللہ اور صالحین کی اولاد سے ہو پھر وہ کوئی برا کام کرتا ہے تو عام لوگوں کی بہ نسبت اس کو زیادہ برا سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس سے اس کے بڑوں کی بدنامی اور رسوائی ہوتی ہے، اس لئے صالحین کی اولاد کو اعمال صالحہ اور تقویٰ کی زیادہ فکر رکھنی چاہئے۔

حضرت مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ جو کچھ معلوم کرنا ہے اس سے معلوم کرو! جھنجلا کر کہنے لگے بھلا ہم گود کے بچہ سے کیسے باتیں کریں، چنانچہ شیر خوار ایک دن کا یا چالیس دن کا بچہ بول اٹھا انسی عبد اللہ الخ ایک روایت میں ہے کہ جب خاندان کے لوگوں نے حضرت مریم کو ملامت کرنی شروع کی تو اس وقت حضرت عیسیٰ اپنی ماں کا دودھ پی رہے تھے جب انہوں نے اہل خاندان کی ملامت کو سنا تو دودھ چھوڑ دیا اور اپنی کروٹ پر سہارا لے کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے انی عبد اللہ الخ یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے ہی کلمہ میں اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ اگرچہ میری پیدائش معجزانہ انداز سے ہوتی ہے مگر میں خدا نہیں خدا کا بندہ ہوں تاکہ لوگ میری بندگی میں مبتلا نہ ہو جائیں جیسا کہ نصاریٰ کی ایک جماعت مبتلا ہوگئی، ”یوم یبعث“ تک حضرت عیسیٰ کا قول ہے۔

آتسنی الکتاب وجعلنی نبیا ان الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی شیر خوارگی کے زمانہ میں اللہ کی طرف سے نبوت اور کتاب ملنے کی خبر دی، حالانکہ کسی نبی کو چالیس سال کی عمر سے پہلے نبوت نہیں ملی، اس لئے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ طے فرمادیا ہے کہ مجھے اپنے وقت پر نبوت اور کتاب عطا فرمائیں گے اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے نبوت اس وقت دی گئی تھی جب کہ آدم علیہ السلام ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ ﷺ سے اعطاء نبوت کا وعدہ قطعی اور حتمی تھا اسی حتمی وعدہ کو ماضی سے تعبیر کر دیا گیا۔

اوصانی بالصلوة والزکوۃ جب کسی حکم کو زیادہ تاکید کے ساتھ موکد کرنا مقصود ہوتا ہے تو اس کو لفظ وصیت سے تعبیر

کرتے ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے اس موقع پر فرمایا نماز اور زکوٰۃ ایسی عبادتیں ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لیکر آنحضرت ﷺ تک ہر نبی کی امت پر فرض رہی ہیں البتہ ہر نبی اور رسول کی شریعت میں ان کی تفصیلات اور جزئیات مختلف رہی ہیں رہا عیسیٰ علیہ السلام پر زکوٰۃ کی فرضیت کا مسئلہ تو یہ حکم بھی نماز کی طرح عام ہے مگر جب کہ مال ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کبھی مال کے مالک نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے نہ مکان بنایا اور نہ شادی کی۔

مادامت حیا حیات سے مراد زمینی حیات ہے کیونکہ یہ اعمال اسی زمین پر ہو سکتے ہیں، آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد سے نزول کے زمانہ تک رخصت کا زمانہ ہے۔ (روح)

براہو الدتی اس جگہ صرف والدہ کا ذکر کیا والدین نہیں کہا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میرا وجود معجزانہ طور پر والد کے بغیر ہوا ہے اور بچپن کا یہ معجزانہ کلام اس کے لئے کافی شہادت ہے، ورنہ تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح براہو الدیہ کہتے۔

ذلک عیسیٰ ابن مریم یہاں سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہے، سابق میں حضرت عیسیٰ کا کلام تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ کے بیہودہ خیالات میں افراط و تفریط کا یہ عالم تھا کہ نصاریٰ نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم میں اتنا غلو کیا کہ ان کو خدا کا بیٹا بنادیا، اور یہود نے ان کی یہاں تک تذلیل و توہین کی کہ ان کو ولد الزنا (یعنی نعوذ باللہ) یوسف نجار کا بیٹا کہہ دیا حق تعالیٰ نے دونوں فریقوں کی غلطی واضح کر کے صحیح حقیقت گزشتہ آیات میں بتادی۔

## البلاغۃ

صیغۃ التعجب أسمع وأبصر.

وَأَذْكُرْ لَهُمْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ ۖ أَيُّ خَيْرٍ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا مُّبَالِغًا فِي الصَّدَقِ نَبِيًّا ۖ وَيُبَدِّلُ مِنْ خَبَرِهِ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ أَرِزْ يَا أَبَتِ النَّاسِ عَوْضٌ عَنْ يَأٍ إِضَافَةٍ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَكَانَ يَعْْبُدُ الْأَصْنَامَ لَمْ تَعْبُدْ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يَبْصُرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ لَا يَكْفِيكَ شَيْئًا ۖ مَنْ نَفَعَ أَوْ ضَرَّ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا طَرِيقًا سَوِيًّا ۖ مُسْتَقِيمًا يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ بِطَاعَتِكَ إِيَّاهُ فِي عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا ۖ كَثِيرَ الْعِصْيَانِ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابُ مِنَ الرَّحْمَنِ أَنْ لَمْ تَتَّبِعْ تَبْتَ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ۖ نَاصِرًا وَفَرِيقًا فِي النَّارِ قَالَ أَرَأَيْتَ أَنْتَ عَنْ إِلَهِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ فَتَعْبُدُهَا لَكِنْ لَمْ تَنْتَهُ عَنْ التَّعَرُّضِ لَهَا لَأَرْحَمَنَّكَ بِالْحَبَارَةِ أَوْ بِالْكَلَامِ الْقَبِيحِ فَاحْذَرْنِي وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ۖ دَهْرًا طَوِيلًا قَالَ سَلَّمَ عَلَيْكَ

مِنِّي اَي لَا اُصِيبُكَ بِمَكْرُوهِ سَأَسْتَغْفِرُكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ۝ مَنْ حَفِيَ اَي بَارَا فَيُجِيبُ دُعَائِي وَقَدْ وَفَى  
بَوَعْدِهِ بِقَوْلِهِ الْمَذْكُورِ فِي الشُّعْرَاءِ وَاغْفِرْ لَائِي وَهَذَا قَبْلُ اَنْ يَتَبَيَّنَ لَهُ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ كَمَا ذَكَرَ فِي بَرَاءَةٍ  
وَاعْتَزَلَ لَكُمْ وَمَا تَدْعُونَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَاَدْعُوا اَعْبُدْ رَبِّي عَسَى اَلَّا اَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي بَعِيدًا ۝ شَقِيًّا ۝ كَمَا  
شَقِيتُمْ بِعِبَادَةِ الْاَصْنَامِ فَلَمَّا اعْتَزَلْتُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ بَانَ ذَهَبَ اِلَى الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ وَهَبْنَا لَهُ  
اِنْسِينَ يَأْنَسُ بِهِمَا اِسْحَاقُ وَيَعْقُوبُ وَكُلًّا مِنْهُمَا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهُمُ الثَّلَاثَةَ مِّنْ رَّحْمَتِنَا السَّمَالَ وَالْوَلَدَ  
وَجَعَلْنَا لَهُمُ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۝ رَفِيعًا وَهُوَ الشَّاءُ الْحَسَنُ فِي جَمِيعِ اَهْلِ الْاَدْيَانِ.

ع

**ترجمہ:** آپ کفار مکہ کو کتاب میں مذکور ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ سنائیے یعنی اس کی خبر بیان کیجئے بے شک وہ  
بڑی راستی والے نبی تھے یعنی نہایت سچے نبی تھے اور اذقال لابیہ خبرہ سے بدل ہے (یعنی اس وقت کا قصہ بیان کیجئے) جب  
انہوں نے اپنے والد آزر سے عرض کیا تھا یا ابا جان، تائیاے اضافت کے عوض میں ہے (عوض اور معوض) دونوں کو  
جمع کرنا جائز نہیں ہے اور آزر بت پرستی کرتا تھا آپ ان (بتوں) کی پوجا پاٹ کیوں کرتے ہیں؟ جو نہ سنیں اور نہ دیکھیں اور نہ  
آپ کے کچھ کام آسکیں یعنی نہ کفایت کر سکیں، نہ نفع پہنچا سکیں اور نہ نقصان کو دفع کر سکیں اے میرے مہربان باپ میرے پاس وہ  
علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا لہذا آپ میری بات مانیں میں آپ کو صراطِ مستقیم یعنی سیدھا راستہ دکھاؤں گا اے ابا جان آپ  
شیطان کی پرستش نہ کریں بت پرستی میں اس کی اطاعت کر کے بے شک شیطان تو (حضرت) رحمان کا بڑا ہی نافرمان ہے یعنی  
بکثرت نافرمانی کرنے والا ہے اے ابا جان مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں آپ پر عذاب الہی نہ آ پڑے کہ کہیں آپ شیطان کے ساتھی  
نہ بن جائیں، یعنی معاون اور جہنم میں ساتھی نہ بن جائیں (یہ سن کر) باپ نے جواب دیا اے ابراہیم کیا تو ہمارے معبودوں سے  
روگردانی کر رہا ہے؟ جس کی وجہ سے تو ان پر عتہ چینی کرتا ہے (کان کھول کر سن لے) اگر تو ان کی چھیڑ چھاڑ سے باز نہ آیا تو  
میں تجھ کو پتھروں سے کچل دوں گا یا تیرے ساتھ گالی گلوچ سے پیش آؤں گا یا ایک طویل زمانہ تک مجھ سے دور رہ تو حضرت ابراہیم  
علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو میرا سلام لو یعنی میں آپ کو تکلیف پہنچانا نہیں چاہتا میں اپنے رب سے آپ کی مغفرت کے لئے  
درخواست کروں گا، بلاشبہ وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے حفی، حفی سے مشتق ہے اس کے معنی ہیں احسان کرنے والا، لہذا وہ  
میری درخواست کو شرف قبولیت بخشے گا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس وعدہ کو اپنے اس قول سے پورا فرمایا جو سورہ  
شعراء میں مذکور ہے و اغفر لابی اور یہ دعاء کرنا اس وقت کی بات ہے جب تک یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ وہ دشمن خدا ہے، جیسا کہ  
سورہ براءہ میں مذکور ہے میں تو تم سے بھی اور ان (بتوں) سے بھی کٹنا رکشی اختیار کر رہا ہوں جن کی تم خدا کو چھوڑ کر بندگی کرتے  
ہو میں تو اپنے رب کی بندگی کرتا رہوں گا مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کی بندگی کر کے محروم نہ رہوں گا جیسا کہ تم بتوں کی بندگی  
کر کے محروم رہے ہو چنانچہ جب ابراہیم علیہ السلام ان کو اور اللہ کے سوا ان کے سب معبودوں کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے تو ہم نے ان

کو دو بیٹے جن سے وہ انس حاصل کرے اُلحق اور یعقوب عطا کیے اور ان کو نبی بنایا اور ہم نے ان تینوں کو اپنی رحمت سے مال و اولاد عطا کی اور ہم نے ان کو اعلیٰ درجہ کا ذکر جمیل عطا کیا اور وہ تمام اہل ادیان میں انکی اچھی تعریف ہے۔

## تَحْقِيقُ وَتَرْكِيْبُ تَسْبِيْلٍ وَتَفْسِيْرِيْ فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ كَاْعُطْفَ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ پْرہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا عطف وانذر ہم یوم الحسرة پر ہو۔

قَوْلُهُ: خَبْرَهُ کے اضافہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ابراہیم سے پہلے مضاف محذوف ہے اس لئے کہ خبر احوال کی ہوتی ہے نہ کہ ذات کی۔

قَوْلُهُ: صَدِيقًا مَبَالِغًا صَنِعُهُ بہت راست گو، نبی اور صدیق کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے ہر نبی صدیق ہوتا ہے مگر ہر صدیق کا نبی ہونا ضروری نہیں اسی طرح ولی اور صدیق میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے ہر صدیق ولی ہوتا ہے مگر ہر ولی کا صدیق ہونا ضروری نہیں مقام صدیقیت مقام کے اعتبار سے مقام نبوت سے نچا ہے۔

قَوْلُهُ: اِذَا قَالَ لَا بِيْهَ خَبْرَهُ سے بدل الاشتمال ہے۔

قَوْلُهُ: اِنَّهٗ كَانَ صَدِيقًا نَّبِيًّا مَّا قَبْلَ كِيْ عِلْت ہے اور بدل اور مبدل منہ کے درمیان جملہ مقررہ ہے صدیق کا ان کی خبر اول ہے اور نبی خبر ثانی ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی والد ہیں قرآن کے طرز بیان سے یہی راجح معلوم ہوتا ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ آذر آپ کے چچا ہیں عرف کے اعتبار سے مجازاً اب کہہ دیا گیا ہے، ان کے والد کا نام تاریخ ہے۔

قَوْلُهُ: اِرَاغِبْ مَبْتَدَاً ہے اور انت قائم مقام فاعل خبر ہے، استفہام تمجی ہے، چونکہ اراغِب استفہام پر اعتماد کیے ہوئے ہے، لہذا انکرہ کا مبتداء بنانا صحیح ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اراغِب خبر مقدم اور انت مبتداء مؤخر ہو۔

قَوْلُهُ: لَنْ اَسْئَلُ لَمْ تَنْتَهَ میں لام قسم ہے اِی وَاللّٰه لَنْ لَمْ تَنْتَهَ۔

قَوْلُهُ: الْعَصٰی وَالْعَاصٰی دونوں کے ایک ہی معنی ہیں عصی اصل میں عصوی تھا، واؤ کو یا کیا اور یا کوتا میں ادغام کر دیا پھر یا کی مناسبت سے صاد کو کسرہ دیدیا، عصی ہو گیا۔

قَوْلُهُ: وَاَهْجَرْنٰی مَلِیًّا کا عطف واحدا دنی محذوف پر ہے جس پر لار جملہ دلالت کر رہا ہے تاکہ دونوں جملے انشائیہ ہو جائیں، معطوف اور معطوف علیہ میں موافقت سیبویہ کے یہاں ضروری ہے ملیا طویل زمانہ، ایک معنی اس کے صحیح سالم کے بھی ہیں، مطلب یہ کہ زمانہ دراز کے لئے تو میری نظروں کے سامنے سے ٹل جا، دوسرے معنی کے اعتبار سے ترجمہ یہ ہوگا کہ تو مجھے میری حالت پر چھوڑ دے مجھ سے چھیڑ چھاڑ نہ کر، ورنہ کہیں مجھ سے اپنے ہاتھ پیر نہ توڑ والینا، ملیا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جیسا کہ مفسر علام نے دھرا طویلا مقدر مان کر اشار کر دیا ہے، واھجونی کی ضمیر فاعل سے حال بھی ہو سکتا ہے۔



قَوْلًا: ناصرا وقرینا مناسب تھا کہ مفسر علام قرینا پر اکتفاء کرتے اس لئے کہ دخول نار کے بعد کوئی کسی کا معاون نہیں ہوگا۔

قَوْلًا: فتكون للشيطان ولما آیت کا ظاہر مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے ساتھ ولایت مس عذاب پر مرتب ہے، یعنی مس عذاب کی وجہ سے شیطان کے ساتھ ولایت ہوگی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شیطان سے ولایت کی وجہ سے مس عذاب ہوگا، اس شبہ کا جواب مفسر علام نے قرینا فی النار کا اضافہ کر کے دیدیا۔

قَوْلًا: حفی صفت مشبہ ہے بڑا مہربان، اکرام میں مبالغہ کرنے والا۔  
قَوْلًا: کلا، جعلنا کا مفعول اول ہے تخصیص کے لئے فعل پر مقدم کر دیا گیا ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیح

واذکر فی الکتاب ابراہیم اس سورۃ میں مذکور قصوں میں سے یہ تیسرا قصہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کا خلاصہ:

تورات اور تاریخی روایات کے اعتبار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب نو واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام کے صاحبزادے سام سے ملتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا کیا نام ہے؟ توریت اور تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد صاحب کا نام تاریخ ہے مگر قرآن عزیز نے آپ کے والد کا نام آزر بتایا ہے واذ قال ابراہیم لابنہ آزر اتخذ اصناما الہة بعض مفسرین نے اس اختلاف کو دور کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں تاریخ علم اسی ہے اور آزر علم وصفی ہے ان میں سے بعض حضرات تطبیق اس طرح دیتے ہیں کہ آزر عبری زبان میں محبت صنم کو کہتے ہیں اور چونکہ تاریخ میں بت پرستی اور بت تراشی دونوں وصف موجود تھے اس لئے آزر کے لقب سے مشہور ہوا، اور بعض کا خیال ہے کہ آزر کے معنی اعوج (کم فہم) یا خفیف العقل کے ہیں اور چونکہ تاریخ میں یہ بات موجود تھی اس لئے اس کو اس وصف سے موصوف کیا گیا، قرآن عزیز نے اسی وصفی نام کو بیان کیا ہے۔

اور دوسرے علماء کی تحقیق یہ ہے کہ آزر اس بت کا نام ہے، تاریخ جس کا پجاری اور مہنت تھا مجاہد رحمہ اللہ عاقل سے روایت ہے کہ قرآن عزیز کی مسطورہ بالا آیت کا مطلب یہ ہے کہ اتخذ آزر الہا ای اتخذ اصناما الہة کیا تو آزر کو خدا مانتا ہے یعنی بتوں کو خدا مانتا ہے غرضیکہ ان کے نزدیک آزر ابیہ کا بدل نہیں ہے بلکہ ایک بت کا نام ہے اس طرح قرآن میں حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام مذکور نہیں ہے، ایک مشہور قول یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تاریخ تھا اور چچا کا نام آزر اور چونکہ آزر ہی نے ان کی تربیت کی تھی اور بمنزلہ اولاد کے پالا تھا اس لئے قرآن عزیز میں آزر کو باپ کہہ کر پکارا گیا ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے العم صنوا بیدہ بچا باپ ہی کی طرح ہوتا ہے، عبد الوہاب بخاری رائے یہ ہے کہ ان اقوال میں سے مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول قرین قیاس ہے اس لئے کہ مصریوں کے قدیم دیوتاؤں میں ایک کا نام ازور لیس بھی آتا ہے جس کے معنی خدائے قوی اور معین کے ہیں اور اصنام پرست اقوام کا شروع سے یہ دستور رہا ہے کہ قدیم دیوتاؤں کے نام پر ہی جدید دیوتاؤں کے نام رکھ لیا کرتے تھے اس لئے اس دیوتا کا نام بھی قدیم مصری دیوتا کے نام پر آزر رکھا گیا ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تاریخ تھا۔

ہمارے نزدیک یہ تمام تکلفات بارہ ہیں اس لئے کہ قرآن عزیز نے جب صراحت کے ساتھ آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہا ہے تو پھر علماء کو انساب اور بائبل کے تخمینی قیاسات سے متاثر ہو کر قرآن عزیز کی یقینی تعبیر کو مجاز کہنے یا اس سے بھی آگے بڑھ کر خواہ مخواہ قرآن عزیز میں نحوی مقدرات ماننے پر کوئی شرعی اور حقیقی ضرورت مجبور کرتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آذر کا لدی زبان میں بڑے پجاری کو کہتے ہیں اور عربی زبان میں یہی آزر کہلایا، تاریخ چونکہ بت تراش اور سب سے بڑا پجاری تھا اس لئے آزر ہی کے نام سے مشہور ہو گیا حالانکہ یہ نام نہ تھا بلکہ لقب تھا اور جب لقب نے نام کی جگہ لے لی تو قرآن عزیز نے بھی اسی نام سے پکارا۔ (ماخوذ از قصص القرآن ج ۱، ص ۱۰۱)

واذکر فی الکتاب ابراہیم اے محمد ﷺ آپ ﷺ اہل مکہ کو ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنائیے جن کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ ہم ان کی نسبی اولاد ہیں شاید ان کو اپنے جد امجد کے بت شکنی اور بت بیزار کی حالات سن کر تو حید و رسالت کا مسئلہ سمجھ میں آجائے وہ اپنے ہر قول و فعل میں بڑے راستی والے پیغمبر تھے اور ان کا جو قصہ ہم بیان کرنا چاہتے ہیں وہ اس وقت پیش آیا تھا جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے جو کہ مشرک تھا کہا تھا اے میرے ابا جان آپ ایسی چیزوں کی کیوں عبادت کرتے ہو کہ جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ وہ تمہارے کچھ کام آسکیں، اے میرے ابا جان میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو آپ کے پاس نہیں پہنچا، تم میرے کہنے پر چلو میں تم کو سیدھا راستہ بتلاؤں گا اور اے ابا جان آپ شیطان کی پرستش نہ کریں یعنی اس کو اور اس کی بندگی کو خود تم بھی ناپسند کرتے ہو اور بت پرستی میں شیطان پرستی یقیناً لازم ہے اس لئے کہ وہی یہ حرکت کراتا ہے اسی کا نام شیطان پرستی ہے، بے شک شیطان رحمان کا بڑا نافرمان ہے وہ اطاعت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے، اے ابا جان مجھے قوی اندیشہ ہے کہ کہیں تم پر رحمان کی طرف سے عذاب نہ آپڑے پھر تم عذاب میں شیطان کے ساتھ مبتلا ہو جاؤ، اپنے صاحبزادے کی مذکورہ تمام باتیں سن کر کہنے لگا کیا تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو اگر تم ان بتوں کی مذمت اور مجھے ان کی عبادت سے منع کرنے سے باز نہ آئے تو میں تم کو ضرور بالضرور پتھروں سے مار مار کر سنگسار کر دوں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے ادب و احترام کے تقاضوں کو پوری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت ہی شفقت اور پیار کے لہجے میں ابا جان کو تو حید کا وعظ سنایا لیکن تو حید کا سبق کتنے ہی شیریں اور نرم لہجے میں بیان کیا جائے مشرک کے لئے

نا قابل برداشت ہی ہوتا ہے چنانچہ مشرک باپ نے اس نرمی اور پیار کے جواب میں نہایت ہی درشتی اور تلخی کے ساتھ موحد بیٹے سے کہا اگر تو میرے معبودوں سے روگردانی کرنے سے باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا ورنہ تو میری نظروں کے سامنے سے ٹل جا (دوسرا ترجمہ) ملیبا کے ایک معنی صحیح سالم کے بھی ہیں اس وقت ترجمہ یہ ہو گا یعنی مجھے میرے حال پر چھوڑ دے اور مجھے توحید کا سبق سکھانے سے باز آ جا اگر تو باز نہ آیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تو مجھ سے اپنے ہاتھ پیر تروا بیٹھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا (بہتر) میرا اسلام لو اب تم سے کہنا سننا بے سود ہے اب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کروں گا کہ وہ تم کو ہدایت کرے بے شک وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے، جب تم میری حق بات کو نہیں مانتے تو تم میں میرا رہنا بھی فضول ہے اس لئے میں تم سے اور جن کی تم پوجا کرتے ہو کنارہ کشی اختیار کرتا ہوں کہیں جا کر اطمینان سے اپنے رب کی بندگی کروں گا غرضیکہ اس گفتگو کے بعد ان سے اس طرح علیحدہ ہوئے کہ ملک شام کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور ہم نے ان کو الحق بیٹا اور یعقوب پوتا عطا کیا، اسماعیل علیہ السلام چونکہ پہلے پیدا ہو چکے تھے اس لئے ان کا اس جگہ ذکر نہیں اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان کا ذکر مستقلاً عنقریب ان کے اوصاف کے ساتھ آ رہا ہے اس وجہ سے یہاں ترک کر دیا گیا۔

قَوْلُهُ: اِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا الْخ.

### صدیق کی تعریف:

صدیق کے اصطلاحی معنی میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا کہ جس شخص نے عمر میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو وہ صدیق ہے، اور بعض نے فرمایا کہ جو شخص اعتقاد اور قول و فعل ہر چیز میں صادق ہو اور جودل میں ہو وہی زبان پر ہو ایسا شخص صدیق ہے، روح المعانی اور مظہری میں اسی آخری قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

### صدیقیت کے درجات:

صدیقیت کے درجات مختلف و متفاوت ہیں اصل صدیق تو رسول اور نبی ہی ہو سکتا ہے اور ہر نبی اور رسول کے لئے صدیقیت وصف لازم ہے مگر اس کا عکس لازم نہیں کہ جو صدیق ہو اس کا نبی ہونا ضروری ہو بلکہ غیر نبی بھی صدیق ہو سکتا ہے، حضرت مریم کو خود قرآن کریم نے امہ صدیقہ کا خطاب دیا ہے حالانکہ جمہور امت کے نزدیک وہ نبی نہیں ہیں اور کوئی عورت نبی نہیں ہو سکتی۔

### بڑوں کو نصیحت کرنے کے آداب اور طریقے:

یسا ابت عربی لغت کے اعتبار سے یہ لفظ باپ کی تعظیم و محبت کا خطاب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام جامعیت اوصاف و کمالات کا عطا فرمایا تھا ان کی یہ تقریر اپنے والد کے سامنے ہو رہی ہے، اعتدال مزاج اور رعایت

اضداد کی ایک بے نظیر تقریر ہے ایک طرف باپ کو شرک و کفر اور کھلی گمراہی میں نہ صرف مبتلا بلکہ اس کا داعی دیکھ رہے ہیں، جس کے مٹانے ہی کے لئے خلیل اللہ پیدا کیے گئے ہیں، دوسری طرف باپ کا ادب اور عظمت اور محبت ہے اور ان دونوں ضدوں کو خلیل اللہ نے کس طرح جمع فرمایا، اول تو ایابت کا لفظ جو باپ کی مہربانی اور محبت کا داعی ہے ہر جملہ کے شروع میں اس لفظ سے خطاب کیا۔ پھر کسی جملہ میں باپ کی طرف کوئی لفظ ایسا منسوب نہیں کیا جس سے اس کی توہین یا دل آزاری ہو کہ اس کو گمراہ یا کافر کہتے بلکہ حکمت پیغمبرانہ کے ساتھ صرف ان بتوں کی بے بسی اور بے حسی کا اظہار فرمایا کہ ان کو خود اپنی غلط روش کی طرف توجہ ہو جائے، دوسرے جملہ میں اپنی اس نعمت کا اظہار فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو علوم نبوت کی عطا فرمائی تھی تیسرے اور چوتھے جملہ میں انجام بد سے ڈرایا جو اس کفر و شرک کے نتیجے میں آنے والا تھا، اس پر بھی باپ نے بجائے کسی غور و فکر کے کہ ان کی فرزندانہ گزارش پر کچھ نرمی کا پہلو اختیار کرتے۔۔۔ پورے تشدد کے ساتھ خطاب کیا انہوں نے تو خطاب یا ابت کے پیارے لفظ سے کیا جس کا جواب عرف میں یا بنی کے لفظ سے ہونا چاہیے تھا مگر آزر نے ان کا نام لیکر یا ابراہیم سے خطاب کیا اور ان کو سنگسار کر کے قتل کرنے کی دھمکی اور گھر سے نکل جانے کا حکم دیا اس کا جواب خلیل اللہ کی طرف سے کیا ملتا ہے وہ سنئے، فرمایا:

سلام علیک یہاں لفظ سلام دو معنی کے لئے ہو سکتا ہے اول یہ کہ سلام مقاطعہ ہو، یعنی کسی سے شریفانہ اور مہذب طریقہ سے قطع تعلق کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بات کا جواب دینے کے بجائے لفظ سلام کہہ کر علیحدہ ہو جائے جیسا کہ قرآن کریم نے اپنے مقبول اور صالح بندوں کی صفت میں بیان فرمایا و اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما یعنی جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ خطاب کرتے ہیں تو یہ ان کے دوبدو ہونے کے بجائے لفظ سلام کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ باوجود مخالفت کے میں تمہیں کوئی گزند اور تکلیف نہ پہنچاؤں گا، اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ یہاں سلام عرفی سلام ہی کے معنی میں لیا جائے، اس میں فقہی اشکال ہوتا ہے جس کی تفصیل سابق میں گذر چکی ہے۔

سأستغفر لك ربی یہاں بھی ایک اعتراض ہوتا ہے اعتراض یہ ہے کہ کسی کافر کے لئے استغفار کرنا شرعاً ممنوع ہے آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا تھا کہ واللہ لا ستغفرن لك ما لمرانه عنه بخدا میں آپ کے لئے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے منع نہ کر دیا جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ما كان للنبي والدين آمنوا ان يستغفروا للمشرکین یعنی نبی اور ایمان والوں کے لئے جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے استغفار کریں اس آیت کے نازل ہونے پر آپ نے چچا کے لئے استغفار کرنا چھوڑ دیا۔

## اشکال کا جواب:

یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ سے وعدہ کرنا کہ میں آپ کے لئے استغفار کروں گا یہ ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہے اس کے بعد ممانعت کر دی گئی، سورہ ممتحنہ میں حق تعالیٰ نے خود اس واقعہ کا بطور استثناء ذکر فرمایا کہ اس کی اطلاع دیدی ہے الا قول ابراہیم لا بیہ لا ستغفرن لك اور اس سے زیادہ واضح سورہ توبہ میں آیت مذکورہ ما كان للنبي

والذین آمنوا أن يستغفروا کے بعد اس دوسری آیت میں فرمایا ہے ما کان استغفار ابراهیم لابیہ الا عن موعده وعدھا ایاہ فلما تبین له انه عدو لله تبرأ منه جس سے معلوم ہوا کہ یہ استغفار اور اس کا وعدہ باپ کے کفر پر جسے رہنے اور خدا کا دشمن ثابت ہونے سے پہلے کا تھا جب باپ کے عدو اللہ ہونے کی حقیقت معلوم ہوگئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی براءت کا اعلان فرمادیا۔

## البلاغۃ

الكنایة اللطيفة: ”لسان صدق“ كناية عن الذكر الحسن والثناء الجمیل  
باللسان لأن الثناء يكون باللسان كما یكنی عن العطاء بالید.

وَأَذْكُرُ فِي الْكِتَابِ مُوسَى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا بِكُسْرِ اللَّامِ وَفَتَحَهَا مِنْ أَخْلَصَ فِي عِبَادَتِهِ وَأَخْلَصَهُ اللَّهُ مِنَ الدَّنَسِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ۖ وَنَادَيْنَاهُ بِقَوْلٍ يَا مُوسَى إِنِّي أَنَا اللَّهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ إِسْمُ جَبَلٍ الْأَيْمَنِ أَيْ الَّذِي يَلَى يَمِينِ مُوسَى جَبَلِ قِبْلَةٍ مِنْ مَدْيَنَ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ۖ مَنَا جِيًّا بِأَنْ أَسْمَعَهُ تَعَالَى كَلَامَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا نِعْمَتَنَا أَخَاهُ هَارُونَ بَدَلٍ أَوْعُظُ بَيَانِ نَبِيًّا ۖ حَالٌ هِيَ الْمُقْصُودَةُ بِالْهَيْئَةِ إِجَابَةً لِسُؤَالِهِ أَنْ يُرْسِلَ أَخَاهُ مَعَهُ وَكَانَ أَسْنَى مِنْهُ وَأَذْكُرُ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ لَمْ يَعْذُ شَيْئًا الْوَفَى بِهِ وَانْتَظَرَ مَنْ وَعَدَهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ حَوْلًا حَتَّى رَجَعَ إِلَيْهِ فِي مَكَانِهِ وَكَانَ رَسُولًا إِلَى جُرْهُمِ نَبِيًّا ۖ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ أَيْ قَوْمَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ۖ أَصْلُهُ مَرْضُوءٌ قَلْبَتِ الْوَاوَانِ يَأْتِيَنِ وَالضَّمَّةُ كُسْرَةً وَأَذْكُرُ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ هُوَ جَدُّ أَبِي نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۖ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۖ هُوَ حَتَّى فِي السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ أَوِ السَّادِسَةِ أَوِ السَّابِعَةِ أَوْ فِي الْجَنَّةِ أَدْخَلَهَا بَعْدَ أَنْ أُذِيقَ الْمَوْتَ وَأُخِي وَلَمْ يُخْرَجْ مِنْهَا أُولَئِكَ مُبْتَدَأُ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ صِفَةً لَهُ مِنَ النَّبِيِّينَ بَيَانٌ لَهُمْ وَهُوَ فِي مَعْنَى الصِّفَةِ وَمَا بَعْدَهُ إِلَى جُمْلَةِ الشَّرْطِ صِفَةُ لِلنَّبِيِّينَ فَقَوْلُهُ مِنْ ذُرِّيَةِ آدَمَ أَيْ إِدْرِيسَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَنُوحًا فِي السَّفِينَةِ أَيْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِبْنِهِ سَامٍ وَمِمَّنْ ذُرِّيَةِ إِبْرَاهِيمَ أَيْ إِسْمَاعِيلَ وَاسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَمِمَّنْ ذُرِّيَةِ إِسْرَءِيلَ وَهُوَ يَعْقُوبُ أَيْ مُوسَى وَهَارُونَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجِبِينَ أَيْ مِنْ جُمْلَتِهِمْ وَخَيْرُ أُولَئِكَ إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَةُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۖ جَمْعُ سَاجِدٍ وَبَابُ أَيْ فَكُونُوا بِمِثْلِهِمْ وَأَصْلُ بَكِيٍّ يَكُوءُ قَلْبَتِ الْوَاوِيَاءِ وَالضَّمَّةُ كُسْرَةً فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ بِتَرْكِهَا كَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ مِنَ الْمَعَاصِي فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا ۖ هُوَ وَادٍ فِي جَهَنَّمَ أَيْ يَقَعُونَ فِيهِ.

**ترجمہ:** کتاب میں مذکور موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیجئے وہ بلاشبہ بڑے مخلص منتخب بندے تھے کسرۃ لام اور فتحۃ لام کے ساتھ مخلص مِّنْ اَخْلَصَ فِی عِبَادَتِهِ کو کہتے ہیں اور مخلص مِّنْ اَخْلَصَهُ اللّٰهُ مِّنَ الدُّنْسِ کو کہتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کر دیا) اور وہ نبی مرسل تھے اور ہم نے موسیٰ کو کوہ طور کی دہائی جانب سے یسا موسیٰ انسی انا اللّٰہ کہہ کر پکارا طور ایک پہاڑ کا نام ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام کی اس جانب سے (پکارا) جو مدین سے آتے ہوئے دہائی جانب پڑتی ہے اور ہم نے اس کو رازدارانہ گفتگو کے لئے اپنا مقرب بنایا، اس طریقہ پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا کلام سنایا اور ہم نے اس کو اپنی رحمت نعمت کے سبب سے اس کا بھائی ہارون نبی بنا کر عطا کیا ہارون (اخاہ) سے بدل یا عطف بیان ہے نبیا (ہارون) سے حال ہے اور وہبنا سے عطاء نبوت ہی مراد ہے موسیٰ علیہ السلام کی اس درخواست کو قبول کرتے ہوئے کہ اس کے ساتھ اس کے بھائی (ہارون) کو نبی بنا دیجئے اور ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔ اور کتاب میں مذکور اسماعیل علیہ السلام کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ وہ وعدے کے بڑے سچے تھے انہوں نے کوئی وعدہ نہیں کیا کہ اس کو پورا نہ کیا ہو اور جس شخص سے (انتظار) کا وعدہ کیا تھا اس کا تین دن یا ایک سال تک (اسی جگہ) انتظار کیا تا آں کہ وہ شخص کہ جس سے انتظار کا وعدہ کیا تھا آپ کے انتظار کی جگہ واپس آیا اور وہ جرہم کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اور وہ اپنے اہل یعنی اپنی قوم کو (برابر) نماز کا اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے مرضی کی اصل مرضو و تھی، دونوں واوی سے بدل گئے اور ضمہ کسرہ سے بدل گیا، اور اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے وہ نوح علیہ السلام کے والد کے دادا تھے بے شک وہ بڑی راستی والے نبی تھے اور ہم نے ان کو بلند مقام تک پہنچا دیا، وہ جو تھے یا چھٹے یا ساتویں آسمان یا جنت میں زندہ ہیں اور ان کو موت کا مزا چکھانے کے بعد جنت میں داخل کر دیا گیا اور زندہ کر دیا گیا اور وہ جنت سے نہیں نکلے اولئک مبتداء ہے یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے (خاص) انعام فرمایا الذین انعم اللّٰہ علیہم، اولئک (موصوف) کی صفت ہے اور من النبیین الذین کا بیان ہے اور یہ بیان صفت کے معنی میں ہے اور من النبیین سے لیکر جملہ شرطیہ تک نمین کی صفت ہے (اور یہ منعم علیہم) آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں یعنی ادریس علیہ السلام اور ان میں سے بعض ان لوگوں کی نسل سے ہیں جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ ششتی میں سوار کیا تھا یعنی ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح کے بیٹے سام کی نسل سے ہیں اور بعض ان میں سے ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں یعنی اسماعیل اور اسحق اور یعقوب علیہم السلام بعض اسرائیل کی نسل سے ہیں اور وہ یعقوب ہیں موسیٰ اور ہارون اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ ہیں اور یہ سب (حضرات) ان لوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور مقبول بنایا یعنی منجملہ ہدایت یافتہ مقبول لوگوں میں سے ہیں اور اولئک کی خبر اذا تتلّٰی علیہم الخ ہے سجدا ساجد کی اور بکیا باک کی جمع ہے (ان حضرات کی یہ کیفیت تھی کہ) جب ان کے سامنے (حضرت) رحمن کے آیتیں پڑھی جاتی تھی تو سجدہ کرتے ہوئے روتے ہوئے (زمین) پر گر جاتے تھے لہذا اے (اہل مکہ) تم بھی ان کے جیسے ہو جاؤ اور بکی کی

اصل بسکوی تھی واوی سے اور ضمہ کسرہ سے بدل گیا پھر ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز کو ترک کر کے ضائع کر دیا جیسا کہ یہود اور نصاریٰ اور معصیت میں خواہشات کی اتباع کی تو یہ لوگ عنقریب خرابی دیکھیں گے (غیا) جہنم میں ایک واوی ہے یعنی اس میں پڑیں گے۔

## تَحْقِیْقِ شَرِّکِیۃٍ تَسْبِیْلِیۃٍ تَفْسِیْرِیۃٍ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ مُوسٰی کَاَعْطَفَ وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ مَرْیَمَ پَر عَطْفِ قِصَہ عَلٰی الْقِصَہ ہے، سورۃ مریم میں دس انبیاء علیہم السلام کے اسماء مذکور ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے کچھ اوصاف و مناقب بیان فرمائے ہیں اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی توقیر و تعظیم لازم ہے، اسماء مذکورہ یہ ہیں ① زکریا ② یحییٰ ③ ابراہیم ④ عیسیٰ ⑤ اٰخِی ⑥ یٰعْقُوبَ ⑦ اِسْمَاعِیْلَ ⑧ مُوْسٰی ⑨ هَارُونَ ⑩ ادریس علیہ السلام۔

مخلصا ای موحدا اخلص عبادته عن الشرك (افعال) سے اسم فاعل یا اسم مفعول کا صیغہ ہے ای اخلصه اللہ

تعالیٰ واختاره وجعله مختارا۔

قَوْلُهُ: الدنس میل (ج) ادناس۔

قَوْلُهُ: وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا رَسُولًا كَانَ کی خبر اول ہے اور نبیاء خبر ثانی، رسول کے لغوی معنی مراد ہیں اور نبی کے اصطلاحی، رسول نبی میں مناسب یہ تھا کہ عام کو مقدم اور خاص کو مؤخر ذکر کرتے مگر فو اصل کے رعایت کی وجہ سے عکس کر دیا، جیسا کہ سورۃ طہ میں رب ہارون و موسیٰ ہے، اور بعض حضرات نے رسول کے اصطلاحی معنی اور نبی کے لغوی معنی مراد لئے ہیں یعنی عالی مرتبہ رسول، اس وقت نبی نبوت سے مشتق ہوگا جس کے معنی رفعت اور بلندی کے ہیں۔

قَوْلُهُ: الطور مدین اور مصر کے درمیان مشہور پہاڑ ہے جس کا نام جبل زبیر بھی ہے۔

قَوْلُهُ: اَیْمَن اَکْرِیْمَیْنِ سے مشتق ہے تو اس کے معنی ہیں دایاں۔

قَوْلُهُ: نَجِیًّا، قَرَبْنَا کے مفعول یا فاعل کی ضمیر سے حال ہے اور الایمن، جانب کی صفت ہے اسی وجہ سے اعراب میں اس کے تابع ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ الایمن یمن سے مشتق ہے تو اس صورت میں طور کی صفت واقع ہو سکتا ہے یعنی مبارک پہاڑ کی جانب سے موسیٰ کو ندادی و ہبنا (ف) عطا کیا۔

قَوْلُهُ: مِنْ رَحْمَتِنَا مِنْ تَعْلِیْلِیۃِ ہے ای مِنْ اَجْلِ رَحْمَتِنَا اخاه اس صورت میں و ہبناہ کا مفعول بہ ہوگا، اور ہارون، اخاہ سے یا بدل ہوگا یا عطف بیان یا اعنی محذوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا نبی ہارون سے حال ہے جبرہم یمن کا ایک قبیلہ تھا جو پانی کی سہولت دیکھ کر وادی مکہ میں حضرت ہاجرہ کے پاس مقیم ہو گیا تھا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جو ان ہو کر اسی قبیلہ میں شادی کر لی تھی، ادریس علیہ السلام کا نام اخنوخ ہے اور یہ نوح علیہ السلام کے جدا امجد ہیں۔

قَوْلُهُ: رَفَعْنَا بعض مفسرین نے کہا ہے کہ رفع سے مراد شرف نبوت کی وجہ سے مرتبہ ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ رفع

آسانی مراد ہے جیسا کہ مفسر علام کی یہی رائے ہے۔

قَوْلٌ: خلف سکون لام کے ساتھ ناخلف (نالائق) کے لئے اور فتح لام کے ساتھ لائق اخلاف کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

قَوْلٌ: یلقون مضارع جمع مذکر غائب (س) پڑیں گے، ملاقات کریں گے۔

قَوْلٌ: غیا اسم فعل، گمراہی، عذاب۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْح

واذکر فی الکتاب موسیٰ اس سورت میں مذکور قصوں میں سے یہ چوتھا قصہ ہے، اور ذکر کرنے سے مراد سنانا ہے، اس لئے کہ ذکر کرنے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں مخلصاً بفتح اللام وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہو یعنی جس کو غیر اللہ کی طرف التفات نہ ہو یہ شان خصوصی طور پر انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے انما اخلصناهم بخالصة ذکرى الدار یعنی ہم نے ان کو مخصوص کر دیا ہے ایک خاص کام یعنی دار آخرت کی یاد کے لئے، امت میں جو حضرات کاملین انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر ہوں ان کو بھی اس مقام کا ایک درجہ ملتا ہے اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ قدرتی طور پر گناہوں سے بچا دیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی حفاظت ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

من جانب الطور یہ مشہور پہاڑ ملک شام میں مصر اور مدین کے درمیان واقع ہے آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

الایمن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دائیں جانب مراد ہے اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے چل کر جب طور کے بالمقابل پہنچے تو طور ان کی دائیں جانب تھا نہ جیسا سے سرگوشی مراد ہے موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلامی کو راز اس لئے کہا گیا ہے کہ کلام کے وقت وہاں کوئی انسان موجود نہیں تھا گو بعد میں وہ گفتگو اور کلام سب کو معلوم ہو گیا وہ ہبنا لہ من رحمنا اخاہ ہارون یہاں ہبہ سے مراد حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاون و مددگار بنانا ہے اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میرے بھائی کو میرا معاون و مددگار بنا دیجئے چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دعاء قبول فرمائی اور نبوت عطا کر دی اسی کو ہبہ سے تعبیر کیا گیا ورنہ تو حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ سے عمر میں بڑے ہیں بڑا چھوٹے کو ہدیہ نہیں کیا جاسکتا۔

واذکر فی الکتاب اسماعیل حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ان کے والد ابراہیم اور بھائی اسحاق کے ساتھ نہیں کیا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درمیان میں ذکر آنے کے بعد ان کا ذکر فرمایا شاید اس سے مقصود ان کے ذکر کا خاص اہتمام ہو کہ ضمناً ذکر کرنے کے بعد مستقلاً ذکر فرمادیا، یہاں جتنے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے ان کے درمیان زمانہ بعثت کی ترتیب نہیں رکھی گئی کیونکہ ادریس علیہ السلام جن کا ذکر سب کے بعد آ رہا ہے وہ زمانہ کے لحاظ سے سب سے مقدم ہیں۔

کان صادق الوعد ایفاء وعدہ ایک ایسا خلق حسن ہے کہ ہر شریف انسان اس کو ضروری سمجھتا ہے اور اس کے خلاف کرنے کو ایک رذیل حرکت قرار دیتا ہے حدیث میں وعدہ خلافی کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا ہے اس لئے ہر نبی صادق الوعد ہوتا ہے،





واذا تتلى عليهم آيت الرحمن خروا سجدا وبكيا سابقہ آیات میں چند اکابر انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے جن میں ان کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے چونکہ انبیاء علیہم السلام کی عظمت میں عوام سے غلو کرنے کا خطرہ تھا جیسے یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ہی بنا دیا اس لئے اس مجموعہ کے بعد ان سب کا اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہونا اور خوف و خشیت سے بھرپور رہنا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے تاکہ افراط و تفریط کے درمیان رہیں۔

(معارف القرآن)

إِلَّا لَكِنْ مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلْيَرْجُ أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ ۚ يُنْقَضُونَ شَيْئًا ۚ مَنْ ثَوَابِهِمْ جَنَّتْ عَدْنٌ إِمَامَةٌ بَدَلٌ مِنَ الْجَنَّةِ ۚ الْتَمَى وَعَدَ الرَّحْمَنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۚ حَالٌ أَيْ غَائِبِينَ عَنْهَا ۚ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ أَيْ مَوْعُودُهُ مَلَكًا ۚ بِمَعْنَى آتِيًا وَاصِلُهُ مَا تُؤَيُّ أَوْ مَوْعُودُهُ هُنَا الْجَنَّةُ يَأْتِيهِ أَهْلُهُ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا مِنَ الْكَلَامِ ۚ إِلَّا لَكِنْ يَسْمَعُونَ سَلَامًا ۚ مِنَ الْمَلَائِكَةِ عَلَيْهِمْ أَوْ مِنْ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ وَلَهُمْ فِيهَا بُكْرَةٌ وَعَشِيَّةٌ ۚ أَيْ عَلَى قَدَرِهِمَا فِي الدُّنْيَا وَلَيْسَ فِي الْجَنَّةِ نَهَارٌ وَلَا لَيْلٌ بَلْ ضَوْءٌ وَنُورٌ أَبَدًا ۚ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ نِعْمَتِي وَنُنْزِلُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۚ بِطَاعَتِهِ وَنَزَلَ لَمَّا تَأَخَّرَ الْوَحْيُ أَيَّامًا وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَجِبِرِيْلَ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُزَوِّرَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تُزَوِّرُنَا وَمَا نَنْزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا لَيْنَ أَيْدِينَا أَيْ أَمَّا مَنَا مِنْ أُمُورِ الْآخِرَةِ وَمَا خَلَفْنَا مِنْ أُمُورِ الدُّنْيَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ ۚ أَيْ مَا يَكُونُ مِنْ هَذَا الْوَقْتِ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ أَيْ لَهُ عِلْمُ ذَلِكَ جَمِيعِهِ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لَيْسِيًّا ۚ بِمَعْنَى نَاسِيًّا أَيْ تَارِكًا لَكَ بِتَأْخِيرِ الْوَحْيِ عَنْكَ هُوَ رَبُّكَ مَا لِكَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۚ أَيْ إِصْبِرْ عَلَيْهَا هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ۚ أَيْ مُسَمًّى بِذَلِكَ.

ع

**ترجمہ:** (عنقریب خرابی دیکھیں گے) ہاں مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کرنے لگا سو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا یعنی ان کے اجر و ثواب میں (ذرا برابر) کمی نہ کی جائے گی جنت عدن ہمیشہ قیام کی جنت جنت عدن، الجنة سے بدل ہے وہ جنت کہ جس کا رحمن نے اپنے بندوں سے وعدہ کر رکھا ہے بالغیب حال ہے یعنی حال یہ ہے کہ ان بندوں نے اس جنت کو دیکھا نہیں ہے اور اس کے موعود (وعدہ کی ہوئی چیز) کو یہ لوگ ضرور جنت میں پہنچیں گے ماتیبا بمعنی آتیا ہے اس کی اصل ماتیبا تھی یا اس کا موعود بہا، جنت ہے یعنی جنت کے مستحق اس میں داخل ہوں گے اور وہ لوگ جنت میں کوئی فضول بات نہ سنیں گے البتہ اپنے اوپر فرشتوں کا یا آپس میں ایک دوسرے کا کلام سنیں گے ان کو جنت میں صبح و شام کھانا ملا کرے گا یعنی دنیا کی عادت کے مطابق اور جنت میں لیل و نہا نہیں ہوں گے بلکہ ہمیشہ روشنی اور نور ہوگا یہ ایسی جنت ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اس کا ایسے شخص کو مالک بنائیں گے یعنی عطا کریں گے اور (اس میں) نازل کریں

گے کہ جو مٹتی ہوگا اس کی طاعت کے ذریعہ اور جب وحی چند دن متاخر ہوگی اور آنحضرت ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا چیز مانع ہے اس بات سے کہ اس سے زیادہ ہماری ملاقات کرو جتنی تم کرتے ہو (فرمایا) ہم تیرے رب کے حکم کے بغیر نہیں اتر سکتے ہمارے آگے امور آخرت اور پیچھے امور دنیا اور اس کے درمیان یعنی وہ امور جو اس وقت سے قیامت تک ہوں گے اسی کی ملک ہیں یعنی ان تمام امور کا اسی کو علم ہے اور تیرا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے نسبیا بمعنی ناسبیا یعنی تاخیر وحی کی وجہ سے آپ کو چھوڑنے والا نہیں ہے وہ رب مالک ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور جو ان کے درمیان میں ہے لہذا آپ اسی کی بندگی کریں اور اسی کی عبادت پر جبرے رہیں کیا آپ کے علم میں اس کا کوئی ہم نام ہے۔ (ہمسر)۔

## البلاغۃ

① الطباق (لہ ما بین ایدینا وما خلفنا و بین بکرۃ... و عشیاء).

② السجع الحسن الرصيص (علیاء، حفیاء و نبیاء).

## تحقیق و ترمیم تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: لَكِنْ لَا کی تفسیر لکن سے کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ مستثنیٰ منقطع ہے اس لئے کہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہے اس لئے کہ مستثنیٰ منہ کافرین ہیں اور مستثنیٰ مؤمنین ہیں کان وعدہ ای موعودہ اور وہ موعود جنت ہے ای یاتیبہ و یدخلہ منہ وعدلہ بها لامحالة اس صورت میں ماتبیا اتیان سے اسم مفعول ہو گیا ماتبیا بمعنی اسم فاعل ہے ای آتیا البتہ وعد اسم مصدر بھی ہے بمعنی وعدہ اور مصدر بھی ہے یعنی وعدہ کرنا مفسر علام نے او موعودہ کا اضافہ کر کے دوسری تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے موعودہ سے ما وعدہ یعنی جنت مراد ہوگی اس صورت میں ماتبیا اپنی حالت پر ہے گا اور وعد اپنے مصدری معنی میں ہو تو ماتبیا بمعنی آتیا ہوگا، پہلی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا جنت کے مستحقین جن سے رحمن نے وعدہ کیا ہے وہ جنت میں البتہ داخل ہوں گے اور دوسری صورت میں یہ ترجمہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور آ کر رہے گا۔

## تفسیر و تشریح

سابق میں ان لوگوں کا ذکر تھا جن کا خاتمہ کفر پر ہوا، اب الامن تاب سے ان خوش نصیب حضرات کا ذکر ہے کہ جنہوں نے کفر و شرک سے توبہ کی اور اعمال صالحہ کئے، ایسے لوگ وعدہ خداوندی کی وجہ سے جنت عدن میں داخل ہوں گے جو کہ اعلیٰ قسم کی جنت ہے، اس میں بیہودہ اور باطل کلام نہ سنیں گے اور نہ ان کے کانوں میں کوئی ایسا کلمہ پڑے گا جو ان کی اذیت کا باعث ہو، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل جنت سے بیہودہ کلام کا صدور نہ ہوگا بلکہ وہاں ایسا کلام سنیں گے جو بھلائی اور خوشی میں اضافہ

کرے گا، اصطلاحی سلام بھی اس میں داخل ہے کہ آپس میں اہل جنت اور اللہ کے فرشتے ان کو سلام کریں گے۔

ولہم درزقہم فیہا بکرة وعشیا جنت میں یہ نظام شمسی اور طلوع وغروب یا لیل ونہار تو نہ ہوگا البتہ ایک قسم کی روشنی ہمہ وقت رہے گی مگر رات و دن اور صبح و شام کا پتہ کسی خاص انداز سے ہوگا مثلاً پردوں کے بند ہونے سے رات کا اندازہ ہوگا اور پردوں کے کھلنے سے دن کا اندازہ ہوگا اب رہا رزق کا صبح و شام ملنا تو یہ دنیوی زندگی کے عرف اور عادت کے طور پر ہوگا، ورنہ تو یہ بات ظاہر ہے کہ اہل جنت کو جس وقت جس چیز کی خواہش ہوگی وہ چیز اسی وقت بلا تاخیر مہیا ہو جائے گی، باری تعالیٰ کا فرمان ہے (ولہم ما یشتہون) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ صبح و شام سے مراد عموم ہے جیسے رات دن بول کر ہمہ وقت مراد ہوتا ہے اور مشرق و مغرب بول کر پوری دنیا مراد ہوتی ہے۔

وما ننزل الا بامر ربک:

## شان نزول:

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے یہ آرزو ظاہر فرمائی کہ آپ ذرا زیادہ آیا کریں اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی ہم تیرے رب کے حکم کے بغیر نہیں اتر سکتے ہمارے آگے پیچھے اور ان کے درمیان کی کل چیزیں اسی کی ملک ہیں اور تیرا رب تجھ کو وحی میں تاخیر کر کے چھوڑنے والا نہیں ہے، سب کا رب وہی ہے تو اسی کی بندگی کر اور اس پر ہمارہ اور عبادت کے سلسلہ میں اگر کوئی تکلیف پڑے تو اس کو صبر و سکون کے ساتھ برداشت کر، کیا تیرے علم میں اس کا ہم صفت اور ہم پلہ کوئی ہے؟ اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر عبادت کے لائق بھی اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ الْمُنْكَرُ لَلْبُعْثِ أُنَىٰ بَنِ خَلْفٍ أَوْ الْوَلِيدُ بَنِ الْمُغِيرَةِ النَّازِلِ فِيهِ الْآيَةُ عَزَّادًا بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَةِ الثَّانِيَةِ وَتَسْهِيلِهَا وَإِدْخَالِ أَلِفٍ بَيْنَهُمَا بَوَجْهَيْهَا وَبَيْنَ الْآخِرَىٰ مَا مَتَّ سَوْفَ أَخْرَجَ حَيًّا مِّنَ الْقَبْرِ كَمَا يَقُولُ مُحَمَّدٌ فَلَا سِتْفَهُامَ بِمَعْنَى النَّفْيِ أَيْ لَا أُحْيِي بَعْدَ الْمَوْتِ وَمَا زَائِدَةٌ لِلتَّكْيِيدِ وَكَذَا اللَّامُ وَرُدُّهُ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ أَوْلَايَدُ كَرَّ الْإِنْسَانُ أَصْلُهُ يَتَذَكَّرُ أَيْدَلَّتِ النَّاءُ ذَالًا وَأُدْغِمَتْ فِي الذَّالِ وَفِي قِرَاءَةِ بَنَزَلَتْهَا وَسُكُونِ الذَّالِ وَضَمِّ الْكَافِ أَنَا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكْ شَيْئًا ۖ فَيُسْتَدَلُّ بِالْإِنْبِذَاءِ عَلَى الْإِعَادَةِ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ أَيْ الْمُنْكَرِينَ لَلْبُعْثِ وَالشَّيْطَانِ أَيْ نَجْمَعُ كُلًّا مِنْهُمْ وَشَيْطَانُهُ فِي سِلْسِلَةٍ ثُمَّ لَنَحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ مِنْ خَارِجِهَا جَنَّتِيًّا ۖ عَلَى الرَّكْبِ جَمْعُ جَابٍ وَأَصْلُهُ جَنَوُوا أَوْ جَنَوِيٌّ مِنْ جَنَى يَجْنُو وَيَجْنِي لُغَتَانِ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ فِرْقَةً مِنْهُمْ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا ۖ جُرءٌ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا أَحَقُّ بِجَهَنَّمَ الْأَشَدُّ وَغَيْرُهُ مِنْهُمْ صِلِيًّا ۖ دُخُولًا وَاجْتِرَافًا فَنَبْدُ بِهِمْ وَأَصْلُهُ صَلَوَى مِنْ صَلَى بِكسر اللام

وَفَتْحَهَا وَإِنْ أَى مَا مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا وَارِدُهَا أَى دَاخِلُ جَهَنَّمَ كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ۝ حَتْمًا وَقَضَى بِهِ لَا يَبْرُكُهُ ثُمَّ نَبَّيْ شِدْدًا وَمُخَفَّفًا الَّذِينَ اتَّقَوْا الشِّرْكَ وَالْكَفْرَ مِنْهَا وَنَذَرَ الظَّالِمِينَ بِالْشِرْكَ وَالْكَفْرِ فِيهَا حَتِيًّا ۝ عَلَى الرِّكَبِ وَإِذَا اسْتَلَى عَلَيْهِمْ أَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْكَافِرِينَ أَلَيْسْنَا مِنَ الْقُرْآنِ بِبَيِّنَاتٍ وَاضِحَاتٍ حَالٌ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَمْئِ الْفَرِيقَيْنِ نَحْنُ أَوْ أَنْتُمْ خَيْرٌ مَقَامًا مَسْرُورًا وَمَسْكَنًا بِالْفَتْحِ مِنْ قَامَ وَبِالضَّمِّ مِنْ أَقَامَ وَاحْسَنُ نَدِيًّا ۝ بِمَعْنَى السَّادَى وَهُوَ مُجْتَمَعُ الْقَوْمِ يَتَحَدَّثُونَ فِيهِ يُعْنُونَ نَحْنُ فَتَكُونُ خَيْرًا مِنْكُمْ قَالَ تَعَالَى وَلَكُمْ أَى كَثِيرًا أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ أَى أُمَّةٍ مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا مَالًا وَمَتَاعًا وَرَعِيًّا ۝ مَسْطَرًّا مِنَ الرُّوْيَةِ فَلَمَّا أَهْلَكْنَاهُمْ لِكُفْرِهِمْ نُهْلِكُ هَؤُلَاءِ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ شَرُّ جَوَابُهُ فَلْيَمْدُدْ بِمَعْنَى السَّخْبَرِ أَى يَمُدُّ لَهُ الرَّحْمَنُ مَدَدًا ۝ فِى الدُّنْيَا يَسْتَدْرِجُهُ حَتَّى إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ كَالْقَتْلِ وَالْأَسْرِ وَإِمَّا السَّاعَةَ الْمُشْتَمِلَةَ عَلَى جَهَنَّمَ فَيَدْخُلُونَهَا فَيَسْعَمُونَ مِنْهُ شَرًّا مَكَانًا وَأَضْعَفُ جَنْدًا ۝ أَغْوَانَا أَهْمُ أَمْ الْمُؤْمِنُونَ وَجَنْدَهُمُ الشَّيَاطِينُ وَجَنْدُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ.

**ترجمہ:** اور انسان کہتا ہے جو بعث بعد الموت کا منکر ہے یعنی ابی بن خلف یا ولید بن مغیرہ جس کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے کہ کیا جب ثانی ہمزہ کی تحقیق اور اس کی تسہیل کے ساتھ اور ثانی (ہمزہ) اور پہلے ہمزہ کے درمیان الف داخل کر کے دونوں صورتوں میں (یعنی تسہیل اور تحقیق کی صورت میں) میں مر جاؤں گا تو پھر زندہ کر کے قبر سے نکالا جاؤں گا جیسا کہ محمد ﷺ کہتے ہیں استفہام نفی کے معنی میں ہے (یعنی ءِ ذَا میں استفہام انکاری ہے) یعنی میں مرنے کے بعد زندہ نہ کیا جاؤں گا ما اور لام تاکید کے لئے زائدہ ہیں (اس انسان کا فر کے قول کا جواب) اللہ تعالیٰ کے قول اولا یدکر (الآیۃ) سے دیا گیا ہے کیا یہ انسان اتنا بھی یاد نہیں رکھتا یدکر اصل میں یتذکر تھا تاہم کوزال سے بدل دیا گیا اور ذال کو ذال میں ادغام کر دیا گیا اور ایک قراءت ترک تا اور سکون ذال اور کاف کے ضمہ کے ساتھ بھی ہے کہ ہم نے اس کو اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں تھا کہ ابتداء سے اعادہ پر استدلال کرے تیرے پروردگار کی قسم کہ ہم ان کو یعنی منکرین بعثت کو اور شیاطین کو البتہ ضرور جمع کریں گے یعنی ان میں سے ہر ایک کو اور اس کے شیطان کو ایک زنجیر میں جمع کریں گے پھر ان کو جہنم کے گرد باہر سے گھنٹوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے پھر کافروں کے ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو جدا کریں گے جو رحمن کے مقابلہ میں سب سے زیادہ سخت ہیں سرکشی یعنی جرأت کے اعتبار سے پھر ہم ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہیں دخول کے اعتبار سے اور جلنے کے اعتبار سے یعنی جہنم کے زیادہ حقدار ہیں، سرکشی میں اشد اور غیر اشد سب کو خوب جانتے ہیں، لہذا ہم انہی (اشد) لوگوں سے ابتداء کریں گے اور صلیبا اصل میں صلوٰی تھا یہ صلیٰ بکسر اللام یا صلیٰ بفتح اللام سے ماخوذ ہے اور تم میں کا کوئی ایسا نہیں کہ جس کا اس پروردگار ہو یعنی داخل جہنم نہ ہو یہ تیرے پروردگار کے ذمہ قطعی فیصل شدہ امر ہے

جس کو اس نے لازم کر لیا ہے اور اس کا فیصلہ کر لیا ہے اس کو ترک نہ کرے گا نہ جی جیم کی تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ ہے پھر ہم شرک و کفر سے بچنے والوں کو بچالیں گے اور نافرمانوں کو یعنی شرک و کفر کرنے والوں کو جہنم میں گھنٹوں کے بل پڑا چھوڑ دیں گے اور جب ان کو یعنی مومنین و کافرین کو ہماری قرآنی روشن آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں دونوں فریقوں میں سے کونسا فریق مرتبہ یعنی منزل و مسکن کے اعتبار سے بہتر ہے ہمارا یا تمہارا اگر مقامات فتح میم کے ساتھ ہو قام سے مشتق ہوگا اور اگر ضمہ میم کے ساتھ ہو تو اقام سے مشتق ہوگا اور کس کی مجلس شاندار ہے ندی نادى کے معنی میں ہے نادى چوپال (دارالمشورہ) کو کہتے ہیں جہاں لوگ جمع ہو کر باتیں کرتے ہیں (احسن ندیا) سے خود کو مراد لیتے ہیں لہذا ہم تم سے بہتر ہیں (اللہ تعالیٰ) اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں اور ہم تو ان سے پہلے گذشتہ قوموں میں سے بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ساز و سامان اور نام و نمود (شان و شوکت) کے اعتبار سے (ان سے) بہتر تھیں، جب ہم نے ان کو ان کے کفر کی وجہ سے ہلاک کر دیا تو ان کو بھی ہلاک کر دیں گے آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ گمراہی میں پڑے ہیں (من کان) شرط ہے اور اس کا جواب فلیمدد (صیغہ امر ہے) جو معنی میں خبر کے ہے یعنی یمدله کے معنی میں ہے یعنی رحمن اس کی رسی کو ڈھیلی کر دیتا ہے یعنی دنیا میں اس کو خوب ڈھیل دیتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے یا تو عذاب جیسا کہ قتل و قید، یا قیامت جو جہنم پر مشتمل ہوگی تو اس میں داخل ہوں گے، تو ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کا ٹھکانہ برا ہے، اور کس کے مددگار کمزور ہیں، وہ یا مومنین، اور ان کا لشکر شیطان ہے، اور ان کے مقابلہ میں مومنین کا لشکر فرشتے ہیں۔

## تحقیق و تفسیر تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ كَيْفَ تَفْسِيرُ الْمُنْكَرِ لِلْبُعْثِ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ انسان سے مخصوص شخص مراد ہے اور وہ ابی بن خلف یا ولید بن مغیرہ ہے۔

قَوْلُهُ: ءَوَّ ذَا مَمَاتٍ مَازَانِدَہ ہے مت واحد متکلم ماضی معروف ہے مصدر موت ہے حرف شرط کی وجہ سے مستقبل کے معنی میں ہے۔

قَوْلُهُ: لَسَوْفَ میں لام زائدہ ہے الانسان میں الف لام عہد کا ہے، جیسا کہ مفسر علام نے اشارہ کر دیا ہے۔

قَوْلُهُ: ءَوَّ ذَا، اخراج کا ظرف مقدم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

سُؤَالٌ: لام تاکید کا مابعد ماقبل میں عمل نہیں کرتا تو یہاں اخراج کسی طرح عمل کرے گا۔

جَوَابٌ: یہ قاعدہ لام ابتداء کے لئے ہے اور یہ لام زائدہ ہے۔

سُؤَالٌ: جو لام مضارع پر داخل ہوتا ہے وہ مضارع کو حال کے معنی میں کر دیتا ہے اور سوف مضارع کو استقبال کے معنی کے ساتھ خاص کر دیتا ہے، دونوں کے مقتضی میں تعارض ہے۔

جَوَابٌ: یہ لام محض تاکید کے لئے ہے تخصیص مضارع للحال کے معنی سے مجرد ہے لہذا اب کوئی اعتراض نہیں۔ (روح البیان)

بعض مفسرین حضرات نے کہا ہے کہ ءِ ذَا میں ابعث فعل محذوف عامل ہے جس پر اخراج دلالت کر رہا ہے اس لئے اخراج کا ظرف بنانا درست نہیں۔

قَوْلٌ: لم يك اصل میں لم یکن تھانوں کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

قَوْلٌ: شیعۃ فرقہ، جماعت، حمایتی، طرفدار (ج) شیع اس میں واحد تثنیہ جمع سب برابر ہے۔

قَوْلٌ: جنس یہ جاث کی جمع ہے خوف کی وجہ سے گھٹنوں کے بل گرنے والا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جنس جاثہ کی جمع ہے، مفسر علام نے وارد ہا کی تفسیر داخل جہنم سے کر کے اشارہ کر دیا کہ واحد مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے بعض اس کے معنی حضور اور بعض نے عبور اور بعض نے دخول اور بعض نے مرور مراد لئے ہیں مفسر علام نے دخول کے معنی کو ترجیح دی ہے، لہذا یہ تفسیر تعین معنی کیلئے ہے۔

قَوْلٌ: ایہم اسم موصول، اس کا صدر صلہ محذوف ہے ای ہو اشد ایہم اسم موصول بمعنی الذی یہ اضافت کی وجہ سے مثنیٰ برضم ہے اس کا صدر صلہ محذوف ہے ای ہو اشد۔ ہو مبتداء اشد اس کی خبر مبتداء خبر سے ملکر صلہ موصول کا، موصول صلہ سے ملکر مفعول نذر عن کا عتیا تمیز منقول ہے مبتداء محذوف سے ای عتوہ اشد۔

قَوْلٌ: عتیا اکثرا، سرکشی کرنا عتہ یعنوا کا مصدر ہے یہ دراصل عتو تھا ضمہ کو کسرہ سے بدلا تو واویا ہو گیا عتیا ہوا پھر عین کے ضمہ کو بھی کسرہ سے بدلاتا کہ تبدیلی کی مزید تاکید ہو جائے اس طرح عتیا ہو گیا۔ (لغات القرآن)

اور بعض حضرات نے عتیا کو عات کی جمع بنایا ہے یعنی سرکشی کرنے والے۔

قَوْلٌ: صلیا یہ صلی صلی کا مصدر سماعی ہے، داخل ہونا۔

قَوْلٌ: وارد پہنچنے والا، مراد پھر اط سے گذرنا ہے شارح مسلم علامہ نووی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

قَوْلٌ: نذر ای نترك۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ یہ منکر آخرت انسان استبعاد و انکار کے طور پر یوں کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا اور مٹی ہو جاؤں گا تو مجھے دوبارہ کس طرح زندہ کر کے قبر سے نکالا جائے گا؟ اگرچہ انسان سے مراد جنس انسان ہے ہر منکر بعث کا یہی قول ہے مگر اس آیت کے شان نزول کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ایک روز ابی بن خلف ایک بوسیدہ ہڈی لیکر آیا اور آنحضرت ﷺ کے سامنے اس ہڈی کو رگڑ کر ہوا میں اڑاتے ہوئے کہا کہ اے محمد یہ کیسے ممکن ہے کہ اس بوسیدہ ہڈی کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے۔ (روح البیان) لہذا میں اس کو تسلیم نہیں کرتا کہ میرے مرنے کے بعد مجھے زندہ کر کے دوبارہ قبر سے نکالا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس شخص کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ جب پہلی مرتبہ بغیر نمونہ کے جب کہ کہیں اس کا نام و نشان نہیں تھا تو ہم نے انسان کو پیدا کر دیا تو دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لئے کیونکر مشکل ہوگا؟ بھلا اس سے

پوچھو تو کہ پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے یا دوسری مرتبہ، انسان کتنا نادان اور خود فراموش ہے؟ اسی خود فراموشی نے اس کو خدا فراموش بنا دیا ہے۔

فـو د بـك قسم ہے اے محمد ﷺ تیرے پروردگار کی کہ ہم دوبارہ صرف انہی کو نہیں بلکہ ان شیاطین کو بھی زندہ کریں گے جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تھا یا جن کی وہ عبادت کرتے ہیں پھر ہم ان کو اس حال میں جہنم کے گرد جمع کر دیں گے کہ یہ لوگ محشر کی ہولناکی اور حساب کے خوف سے گھٹنوں کے بل پڑے ہوں گے۔

ابتداء حشر کے وقت مومنین اور کفار، سعداء اور اشقیاء سب جہنم کے گرد جمع کیے جائیں گے اور سب پر ہیبت طاری ہوگی سب گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے پھر مومنین اور سعداء کو جہنم سے عبور کرا کر جنت میں داخل کیا جائے گا تاکہ جہنم کے اس منظر کو دیکھنے کے بعد ان کو مکمل اور دائمی خوشی حاصل ہو، پھر ہم ہر گمراہ فرقہ کے بڑے بڑے سرکشوں اور لیڈروں کو الگ کر لیں گے اور ان کو جمع کر کے جہنم میں پھینک دیں گے کیونکہ یہ قائدین دوسرے جہنمیوں کے مقابلہ میں سزا کے زیادہ سزاوار ہیں۔

وان منکم الا و اردھا یعنی کوئی انسان مومن ہو یا کافر ایسا نہ رہے گا جس کا گذر جہنم پر نہ ہو، ورود سے مراد مرد اور عبور ہے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں لفظ مرور آیا ہے اور اگر دخول مراد لیا جائے تو مومنین متقین کا دخول اس طرح ہوگا کہ جہنم ان کے لئے مرد و سلام بن جائے گی جیسا کہ (ابو سمیہ) کی روایت میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ورود سے مراد مراد لینے کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کے اوپر ایک بل بنایا جائے گا جس پر سے ہر مومن و کافر کو گذرنا ہوگا مومن تو اپنے اعمال کے مطابق جلد یا بدیر گذر جائیں گے کچھ تو پلک جھپکنے میں اور کچھ بجلی اور ہوا کی طرح کچھ پرندوں کی طرح اور کچھ عمدہ گھوڑوں اور دیگر سوار یوں کی طرح گذر جائیں گے کچھ بالکل صحیح سالم اور کچھ زخمی تاہم کسی نہ کسی طرح پل کو عبور کر لیں گے کچھ جہنم میں گر پڑیں گے بعد میں شفاعت کے ذریعہ نکال لیا جائے گا، لیکن کافراں پل کو عبور کرنے میں کامیاب نہ ہوں گے اور سب جہنم رسید ہو جائیں گے، اس حدیث کے مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں فرمایا ہے کہ جس کے تین بچے بلوغت سے پہلے وفات پا گئے اسے آگ نہیں چھوئے گی مگر صرف قسم حلال کرنے کے لئے۔ (بخاری کتاب الجنائز و مسلم کتاب البر) یہ قسم وہی ہے کہ جس کو اس آیت میں حتما مقضیا (قطعی فیصل شدہ امر کہا گیا ہے) یعنی ان کا ورود صرف گذرنے کی حد تک ہوگا۔

واذا تتلى عليهم آيتنا جب ان منکروں اور کافروں کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جن میں مومنین کا حق پر ہونا مدلل اور معقول طریقہ سے ثابت کر دیا جاتا ہے اور کافر کھیانے اور لا جواب ہو جاتے ہیں تو (کھسیانی بلی کھبانوچے) کے مطابق اپنی کھسیا ہٹ مٹانے کے لئے بے جوڑ اور بے تکی باتیں شروع کر دیتے ہیں یعنی قرآنی دعوت کا مقابلہ یہ کفار مکہ خفراء مسلمین اور اغنیاء قریش اور ان کی مجلسوں اور مکانوں کے باہمی موازنے سے کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں عمار، بلال، صہیب جیسے لوگ ہیں ان کا دارالمشورہ دار ارقم ہے جب کہ کافروں میں ابو جہل، نصر بن حارث، عتبہ، شیبہ جیسے رئیس اور ان کی عالی شان کوٹھیاں اور مکانات ہیں اور ان کا دارالمشورہ (دار الندوہ) بہت عمدہ ہے، یعنی مال و دولت اور شان و شوکت میں ہم تم سے بڑھے ہوئے ہیں،



اس سے ثابت ہوا کہ ہم محبوب اور مقبول ہیں اور تم مغضوب و مخذول ہو، آگے اللہ تعالیٰ ان کی اس دلیل کے دو جواب دیتے ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب کو اللہ تعالیٰ نے وکم اهلکنا سے بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی یہ چیزیں ایسی نہیں کہ ان پر فخر و ناز کیا جائے یا ان کو دیکھ کر حق و باطل کا فیصلہ کیا جائے یہ چیزیں تو تم سے پہلی امتوں کے پاس بھی تھیں، لیکن تکذیب حق کی پاداش میں انہیں ہلاک کر دیا گیا دنیا کا یہ مال و اسباب انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکا۔

دوسرے تحقیقی جواب کو اللہ تعالیٰ اپنے قول قل من کان فی الضلالة سے ارشاد فرماتے ہیں، اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ چیزیں گمراہوں کو مہلت اور ڈھیل کے طور پر ملتی ہیں اس لئے یہ کوئی حق و باطل کا معیار نہیں، اصل اچھے برے کا پتہ تو اس وقت چلے گا کہ جب مہلت عمل ختم ہو جائے گی، اور اللہ کا عذاب انہیں آگھیرے گا اور یا قیامت برپا ہو جائے گی، لیکن اس وقت کا علم کچھ فائدہ نہ دے گا، اس لئے کہ وہاں ازالے اور تدارک کی کوئی صورت نہیں رہے گی، وہاں جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھ کر یہ کافر خود ہی فیصلہ کریں گے کہ برا مکان کس کا ہے؟ اور جتنا کس کا کمزور ہے؟

وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا بِإِيمَانٍ هُدًى بِمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ مِنَ الْآيَاتِ وَالْبَقِيَّةُ الصَّلٰتُ هِيَ الطَّاعَاتُ تَبْقَىٰ لِصَاحِبِهَا خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ تَوَابًا وَخَيْرٌ مَّرَدًّا ۝ اٰی مَا يُرَدُّ اِلَيْهِ وَيَرْجِعُ بِخِلَافِ اَعْمَالِ الْكُفَّارِ وَالْخَيْرِيَّةُ هُنَا فِي مُقَابَلَةِ قَوْلِهِمْ اٰی الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا اَفَرَعَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ وَقَالَ لِحَبَابِ بْنِ الْاَرْتِ الْقَائِلِ لَهُ تُبْعَثُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْمُطَالِبِ لَهُ بِمَالٍ لَّاؤَتَيْنِ عَلَى تَقْدِيرِ الْبَعْثِ مَالًا اَوْ وَلَدًا ۝ فَاَقْضِيكَ ، قَالَ تَعَالَى اَطْلِعِ الْعَنِيْبَ اٰی اَعْلِمَهُ وَاَنْ يُؤْتَىٰ مَاقَالَہِ وَاسْتَعْنَىٰ بِهَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ عَنْ هَمْزَةِ الْوَصْلِ فَخُذْفَتْ اَوْ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا ۝ بِاَنْ يُؤْتَىٰ مَاقَالَہِ كَلَّا اٰی لَا يُؤْتَىٰ ذٰلِكَ سَنَكْتُبُ نَامِرًا بِكُتُبِ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّلَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ نَزِيْدُهُ بِذٰلِكَ عَذَابًا فَوْقَ عَذَابِ كُفْرِهِ وَنَزِيْدُهُ مَا يَقُولُ مِنَ الْمَالِ وَالْوَلَدِ وَبِآيَاتِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَرَدًّا ۝ لَا مَالَ لَهُ وَلَا وَلَدَ وَاتَّخَذُوا اٰی كُفْرًا مَكَّةَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ الْاَوْثَانَ اِلٰهَةً يَّعْبُدُوْنَهُمْ لِيَكُوْنُوا لَهُمْ عِزًّا ۝ شَفَعَاءُ عِنْدَ اللّٰهِ بَاَنْ لَا يُعَذَّبُوا كَلَّا اٰی لَا مَانِعَ مِنْ عَذَابِهِمْ سَيَكْفُرُوْنَ اٰی الْاِلٰهَةِ يَّعْبُدُوْنَهُمْ اٰی يَنْفُوْنَهَا كَمَا فِي آيَةِ اٰخَرَىٰ مَا كَانُوا اِيَّانَا يَّعْبُدُوْنَ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝ اَعْوَانًا وَاَعْدَاءُ .

ع ۸

**تَرْجُمہ:** اور ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں اللہ تعالیٰ اضافہ فرماتا ہے ان آیات کے ذریعہ جن کو ان پر نازل کرتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں تو وہ وہ طاعات ہیں جو طاعت گزار کے لئے باقی رہتی ہیں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں یعنی وہ ثواب اور اجر جو اس کو حاصل ہوگا وہ بہتر ہوگا بخلاف اعمال کفار کے اور یہاں (اسم تفصیل) خیر کا استعمال ان کے قول اٰی الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا کے مقابلہ میں ہوا ہے کیا

آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا؟ جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور وہ عاص بن وائل ہے جس سے (حضرت) خباب بن ارت نے کہا تھا کہ تو مرنے کے بعد (زندہ کر کے) اٹھایا جائے گا اور خباب بن ارت کا عاص بن وائل کے ذمہ (کچھ) مالی مطالبہ تھا تو عاص بن وائل نے (تقاضہ) کے جواب میں کہا کہ بعث بعد الموت کی صورت میں مجھے تو مال اور اولاد ضرور دی جائے گی تو اس وقت میں تیرا مطالبہ ادا کر دوں گا، اللہ تعالیٰ نے (جواباً) فرمایا کیا یہ (شخص) غیب پر مطلع ہو گیا ہے؟ یا اس کو یہ بتادیا ہے کہ جو اس نے کہا ہے اس کو دیا جائے گا اور ہمزہ استفہام کی وجہ سے ہمزہ وصل کی ضرورت نہیں رہی لہذا حذف کر دیا گیا، یا اس نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے یہ کہ جو اس نے کہا ہے وہ اس کو دیا جائے گا ایسا ہرگز نہیں ہے یعنی یہ اس کو نہیں دیا جائے گا یہ جو بھی کہہ رہا ہے ہم اس کو ضرور لکھ لیں گے یعنی (ملائکہ) کو اس کے لکھنے کا حکم کریں گے اور اس کے لئے عذاب بڑھائے چلے جائیں گے یعنی ہم اس کے کفر کے عذاب پر اس کی (ان) باتوں کے عذاب کا اضافہ کر دیں گے اور جن چیزوں یعنی مال اور اولاد کے بارے میں جو کہہ رہا ہے انہیں ہم اس کے (مرنے کے) بعد لے لیں گے اور قیامت کے دن ہمارے پاس تنہا آئے گا نہ اس کے پاس مال ہوگا اور نہ اولاد اور ان کفار مکہ نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا لیا ہے جن کی یہ بندگی کرتے ہیں تاکہ وہ ان کے لئے باعث عزت ہوں یعنی وہ (بت) اللہ کے پاس سفارش کریں کہ ان کو عذاب نہ دیا جائے لیکن ہرگز ایسا نہ ہوگا یعنی ان کو عذاب دینے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوگی وہ معبودان (باطلہ) تو ان کی پوجا کے بھی منکر ہو جائیں گے یعنی ان کی پوجا کا انکار کر دیں گے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا ماکانوا ایانا یعبدون یہ لوگ ہماری پوجا کرتے ہی نہیں تھے اور (اللہ) ان کے مخالف اور دشمن ہو جائیں گے۔

### تحقیق و تخریج تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ:** ویزید کا عطف فلیمدد پر ہے معنی کے اعتبار سے ای یمدد ویزید اللہ الذین الخ جملہ متانفہ بھی ہو سکتا ہے افرأیت میں استفہام تعجبی ہے۔

**قَوْلُهُ:** العاص بن وائل عاص بن وائل فاتح مصر حضرت عمرو کے والد ہیں اور عمرو عبد اللہ کے والد ہیں جو کہ مشہور عبادلہ اربعہ میں سے ایک ہیں ترتیب اس طرح ہے، عبد اللہ بن عمرو بن عاص بن وائل۔ خباب بن ارت بدری ہیں اور فقراء صحابہ میں سے ہیں اور تین ایتاء سے مضارع واحد متکلم مجہول بانون تاکید ثقیلہ ہے، مجھے ضرور ملے گا لام قسمیہ ہے ای واللہ لا وتین اطلع الغیب اصل میں اطلع تھا ان میں اول ہمزہ استفہام اور دوسرا ہمزہ وصل کو تخفیفاً حذف کر دیا گیا۔

**قَوْلُهُ:** کلا نحوین کے اس میں چھ اقوال ہیں مگر راجح تر یہ ہے کہ یہ صرف زجر و ردع ہے قرآن میں اس کلمہ کا استعمال تین تیس مقام پر ہوا ہے اور یہ سب کے سب نصف ثانی میں ہیں سنکذب میں سین تاکید کے لئے ہے۔

**قَوْلُهُ:** و نرثہ ما یقول ای نسلبہ و ناخذہ منہ یعنی جس مال و اولاد پر فخر کر رہا ہے اس کو ہم سلب کر لیں گے اور دنیا سے

وہ خالی ہاتھ جائے گا واتخذوا الاوثان اتخذوا کا مفعول اول ہے اور الہۃ مفعول ثانی ہے ضداً بمعنی اضداد ادا ہے یا مصدر بمعنی جمع ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحِ

ویزید الظالمین اس میں ایک دوسرے اصول کا ذکر ہے کہ جس طرح جن کے دلوں میں کفر و شرک اور ضلالت کا روگ ہے اور قرآن کے ذریعہ ان کی شقاوت اور ضلالت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اسی طرح اہل ایمان کے دل ایمان اور ہدایت میں اور پختہ ہو جاتے ہیں۔

والبقیۃ الصلحت اس میں فقراء مسلمین کو تسلی ہے کہ کفار اور مشرکین جن مال و اسباب پر فخر کرتے ہیں وہ سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے اور تم جو نیک اعمال کرتے ہو یہ ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں جن کا اجر و ثواب تمہیں اپنے رب کے یہاں ملے گا اور ان کا بہترین صلہ اور نفع تمہاری طرف لوٹے گا۔

والبقیۃ الصلحت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کی تفصیل سورہ کہف میں گذر چکی ہے مگر مختار مذہب یہی ہے کہ ان سے مراد تمام طاعات اور نیک کام ہیں۔

## شان نزول:

افراست الذی کفر بآیتنا ان آیات کے شان نزول میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد عاص بن وائل جو اسلام کے شدید دشمنوں میں سے تھا اس کے ذمہ حضرت خباب بن الارت کا قرضہ تھا جو آہنگری کا کام کرتے تھے حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز عاص بن وائل سے اپنی رقم کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا کہ جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہ کرے گا میں تجھے تیری رقم نہیں دوں گا، حضرت خباب بن الارت نے جواب دیا کہ یہ کام تو اگر تو مردود بارہ زندہ بھی ہو جائے تب بھی نہ کروں گا، اس نے جواب دیا اچھا پھر ایسے ہی سہی، جب مجھے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا اور وہاں بھی مجھے مال اور اولاد دے نوازا جائے گا تو وہاں میں یہ رقم ادا کر دوں گا۔ (صحیح بخاری کتاب البیوع باب ذکر الفین والحداد)

اطلع الغیب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جو دعویٰ کر رہا ہے کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہاں بھی اس کے پاس مال اور اولاد ہوگی؟ یا اللہ سے اس کا کوئی عہد ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہے یہ صرف تعلیٰ اور آیات الہی کا استہزاء اور تمسخر ہے یہ جس مال اور اولاد کی بات کر رہا ہے اس کے وارث تو ہم ہیں یعنی مرنے کے ساتھ ہی ان سے اس کا تعلق ختم ہو جائے گا اور ہماری بارگاہ میں یہ اکیلا آئے گا نہ مال ساتھ ہوگا اور نہ اولاد نہ کوئی جتھہ، البتہ عذاب ہوگا جو اس کے لئے اور ان جیسوں کے لئے ہم بڑھاتے رہتے ہیں۔

عزراً کا مطلب یہ ہے کہ یہ معبودان کے لئے عزت کا باعث اور مددگار ہوں گے اور ”ضدا“ کے معنی ہیں دشمن، جھٹلانے

والے اور ان کے خلاف دوسروں کی مدد کرنے والے، یعنی یہ معبودان کے گمان کے برعکس ان کے حمایتی ہونے کی بجائے ان کے دشمن ان کو جھٹلانے والے اور ان کے خلاف دوسروں کے مددگار یعنی ان کے گمان کے برعکس ان کے مددگار ہونے کے بجائے ان کے دشمن اور ان کے مخالف ہوں گے۔

وَقَالَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا

وَقَالَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا

الْمَرْتَأَى أَرْسَلْنَا الشَّيْطَانَ سَلْطَنَاهُمْ عَلَى الْكَافِرِينَ تَوَّضَعُوا لِحُجَّتِهِمْ إِلَى الْمَعَاصِي أَزْلًا فَلَا تَعَجَّلْ عَلَيْهِمْ بِطَلَبِ الْعَذَابِ إِنَّمَا نَعِدُّ لَهُمُ الْآيَاتِ وَاللَّيَالَى وَالْأَنْفَاسَ عَذَابًا إِلَى وَقْتِ عَذَابِهِمْ أَذْكَرَ يَوْمَ خُسْفِ الْمُتَّقِينَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى الرَّحْمَنِ وَقَدْ جُمِعَ وَافِدٌ بِمَعْنَى رَاكِبٍ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ بِكُفْرِهِمْ إِلَى جَهَنَّمَ وَرَدًّا جَمْعُ وَارِدٍ بِمَعْنَى مَاشٍ غَطْشَانِ لَا يَمْلِكُونَ أَيِ النَّاسِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا أَيِ شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَقَالُوا أَيِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ بَنَاتُ اللَّهِ اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا قَالَ تَعَالَى لَهُمْ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا أَيِ مُنْكَرًا عَظِيمًا تَكَادُّ بِالتَّاءِ وَالْبَاءِ السَّمَوَاتُ يَتَّقُظْنَ بِالنُّونِ وَفِي قِرَاءَةٍ بِالتَّاءِ وَتَشْدِيدِ الطَّاءِ بِالْإِنْشِقَاقِ مِنْهُ مِنْ عَظَمِ هَذَا الْقَوْلِ وَتَشْقِ الْأَرْضُ وَتَحْرُ الْجِبَالُ هَذَا أَيِ تَنْطَبِقُ عَلَيْهِمْ مِنْ أَجْلِ أَنْ دَعَا الرَّحْمَنُ وَلَدًا قَالَ تَعَالَى وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا أَيِ مَا يَلِيْقُ بِهِ ذَلِكَ إِنْ أَيِ مَا كُلُّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا إِلَى الرَّحْمَنِ عَبْدًا ذَلِيلًا خَاضِعًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنْهُمْ غُزِيرٌ وَعَيْسَى لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا فَلَا يَخْفَى عَلَيْهِ مَبْلَغُ جَمِيعِهِمْ وَلَا وَاحِدٌ مِنْهُمْ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَرْدًا بِلا مَالٍ وَلَا نَصِيرٍ يَمْنَعُهُ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا فِيمَا بَيْنَهُمْ يَتَوَادُّونَ وَيَتَحَابُّونَ وَيُحِبُّهُمْ اللَّهُ تَعَالَى فَإِنَّمَا يَسِّرْنَاهُ أَيِ الْقُرْآنِ بِلِسَانِكَ الْعَرَبِيِّ لِنُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ النَّارَ بِالْإِيمَانِ وَنُنْذِرَ تَخَوْفَ بِهِ قَوْمًا لَدَّا جَمْعُ أَلَدَّ أَيْ دُوْ جَدَلٍ بِالْبَاطِلِ وَهُمْ كُفَّارٌ مَكَّةَ وَكَمْ أَيِ كَثِيرًا أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ أَيِ أُمَّةٍ مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ بِتَكْذِيبِهِمُ الرُّسُلَ هَلْ تَحْسُ تَجِدُ مِنْهُمْ مَنْ أَحَدًا أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا صَوْتًا خَفِيًّا فَكَمَا أَهْلَكْنَا أَوْلَئِكَ نُهْلِكُ هَؤُلَاءِ.

**ترجمہ:** کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر مسلط کر رکھا ہے جو انہیں معصیت پر خوب اکساتے ابھارتے رہتے ہیں تو آپ ان پر عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کیجئے ہم تو خود ہی ان کے کیل و نہار یا سانس عذاب کے وقت تک (موت تک) شمار کر رہے ہیں، اس دن کا بھی تذکرہ کیجئے جس دن ہم متقیوں کو ان کے ایمان کی بدولت (بطور) مہمان سوار کر کے جمع کریں گے وفد، وافد کی جگہ ہے معنی میں راکب کے ہے اور مجرمین کو ان کے کفر کے سبب سے سخت پیاس کی حالت میں دوزخ کی طرف ہانکیں گے ورد، وارد کی جمع ہے پیاس سے پیدل کسی شخص کو شفاعت کا اختیار نہ ہوگا بجز اس شخص

کے جس نے رحمن کے پاس سے اجازت لی ہو (اور اجازت سے مراد) شہادۃ ان لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کا اقرار ہے اور یہود و نصاریٰ نے اور ان لوگوں نے کہ جن کا عقیدہ ہے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں کہا کہ اللہ اولاد رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے یقیناً بڑی بھاری یعنی بڑی ناپسندیدہ بات کہی ہے تم کا دتا اور یا کے ساتھ ہے، قریب ہے کہ اس بات کی (نخواست) کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین ٹکڑے ہو جائے پھٹ کر اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں یعنی ان کے اوپر گر جائیں اس وجہ سے کہ انہوں نے رحمن کے لئے اولاد قرار دی ہے یسفطرون نون کے ساتھ ہے اور ایک قراءت میں یتفطرون تا اور یا اور طامشدہ کے ساتھ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا شان رحمن کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے یعنی یہ اس کی شایان شان نہیں زمین و آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے سب کے سب اللہ کے سامنے بندے بن کر حاضر ہونے والے ہیں یعنی ذلیل خوار ہو کر قیامت کے دن اور انہیں میں سے عزیر اور عیسیٰ ہیں ان سب کا اس نے احاطہ کر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح شمار کر رکھا ہے لہذا نہ تو اس سے ان کی مجموعی تعداد مخفی ہے اور نہ ان کا کوئی فرد اور یہ سب کے سب اس کے پاس قیامت کے دن تنہا حاضر ہوں گے مال اور مددگار کے بغیر جو اس کی حفاظت کر سکے بے شک جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اللہ تعالیٰ ان کے درمیان (باہمی) محبت پیدا کر دے گا وہ آپس میں مودت اور محبت رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھیں گے ہم نے اس قرآن کو آپ کی عربی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ ایمان کی بدولت جہنم سے ڈرنے والوں کو خوشخبری سنائیں ایک نسخہ لتبشربہ المتقین الجنة الفائزین بالایمان ”تاکہ آپ اس قرآن کی بدولت ایمان کے ذریعہ کامیاب ہونے والوں کو جنت کی خوشخبری سنائیں“ اور جھگڑنے والی قوم کو اس کے ذریعہ ڈرائیں لُذًا اَللّٰہ کی جمع ہے یعنی باطل کے ذریعہ بہت زیادہ خصومت کرنے والے کو، اور وہ کفار مکہ ہیں اور ہم نے اس سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا ہے یعنی گذشتہ امتوں میں سے (بہت سی امتوں کو) رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے کیا ان میں سے آپ ایک کی بھی آہٹ پاتے ہیں یا ان کی آواز کی بھنک بھی آپ کے کان میں پڑتی ہے یعنی خفی آواز نہیں، تو ہم نے جس طرح اُن کو ہلاک کر دیا ان کو بھی ہلاک کر دیں گے۔

## تَحْقِیْقِ تَرْکِیْبِ تَسْبِیْلِ تَفْسِیْرِی فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: تَوَزَّ مَضَارِعَ وَاحِدٍ مَوْنَتِ غَائِبٍ (ن) اِذَا ابْهَارَنَا اِذَا تَوَزَّ كَامْفَعُولٍ مُطْلَقٍ هُوَ اَلَا زَفَى الْاَصْلُ الْحَرَكَةُ مَعَ صَوْتٍ مُتَّصِلٍ مَّاخُوْذٍ مِنْ اَزِيْزِ الْقَدْرِ اِیْ غَلِيَانِهِ وَ الْمُرَادُ تَعْجِیْبُ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِقَاوِلِ الْكُفْرِ.

(روح البیان)

قَوْلُهُ: اَوِ الْاَنْفَاسِ یَہ نَعْدُ لَہُمْ کِی دوسری تفسیر ہے اِنَّمَا نَعْدُ لَہُمْ فَلَا تَعَجَّلْ کِی عِلَّتْ ہُوَ عَدَا، نَعْدُ کَامْفَعُولٍ مُطْلَقٍ ہُوَ یَوْمُ نَحْشَرُ، اِذْ کَرُفْعُ مَحْذُوْفٍ کَاظْرَفٍ ہُوَ یَوْمُ نَحْشَرٍ کَاعَاثِلٍ لَا یَمْلُکُوْنَ ہُوَ اور نَعْدُ بھی ہو سکتا ہے وِرْدَا، وَاِرْدُ کِی اِسْمُ جَمْعٍ ہُوَ، پِیَاسَا، گھاٹ پر آنے والا لَا یَمْلُکُوْنَ، الْمُجْرِمِیْنَ سَہ جملہ ہو کر حال ہے اَلَا مِنْ اِتَّخَذَ لَا یَمْلُکُوْنَ کِی ضَمِیْرُ

سے متعلق متصل ہے یتفطرون تفتطرون سے مضارع جمع مونث غائب، وہ پھٹ پڑیں ہذا، تخر کا مفعول مطلق بغیر لفظ ہے تخر بمعنی تھد ہے اسی تھد ہذا اور ہذا، الجبال سے حال بھی ہو سکتا ہے مفسر علام نے من اجل مقررمان کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ان دعوا للرحمن ولدا تنشق اور تخر کا مفعول لدا ہے اور محل میں نصب کے ہے ان سے پہلے لام محذوف مان کر جملہ محلا مجرور بھی ہو سکتا ہے محلا مرفوع بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں ان مصدر یہ ہوگا، اور تقدیر عبارت یہ ہوگی الموجب لذلك دعاء هم للرحمن ولدا ان کل من فی السموات والارض میں من نکرہ موصوفہ ہے فی السموات اس کی صفت ہے، موصوف باصفت کل سے ملکر مبتداء الا آتی اس کی خبر، آتی کل کے لفظ کی رعایت سے واحد لایا گیا ہے ودا محبت، دوستی (س) لدا الد کی جمع ہے جھگڑا کرنے والے۔ مراد کفار و مشرکین ہیں۔

قَوْلُهُ: العربی کے اضافہ سے مقصد یہ بتانا ہے کہ یہاں لسان سے مراد لغت عربی ہے نہ کہ زبان (یعنی آلہ) دکن ۱ اسم ہے بھٹک، آہٹ۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

المرترانا ارسلنا الخ کیا آپ نہیں جانتے کہ ہم کافروں کے پاس گمراہ کرنے اور بہکانے نیز معصیت میں مبتلا کرنے کے لئے شیاطین کو بھیجتے ہیں یہاں تک کہ وہ کافروں کو کفر و ضلال پر خوب ابھارتے ہیں، لہذا آپ ان کافروں کے لئے عذاب میں مبتلا ہونے کی درخواست نہ کریں، ہم خود ہی ان کے شب و روز، اقوال و افعال حتیٰ کہ ان کے انفاس بھی شمار کر رہے ہیں جب ان کی تعدد پوری ہو جائے گی اور پانی سر سے گزر جائے گا اور پاپ کا گھڑا بھر جائے گا تو عذاب الہی اور قہر خداوندی میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اذ کمر یوم نحشر المتقین اس دن کو یاد کرو کہ جس دن متقیوں کو اونٹوں گھوڑوں یا ان کی من پسند سوار یوں پر سوار کرا کے مہمانوں کے مانند نہایت عزت و احترام سے جنت کی طرف لی جائیں گے اور اس کے برعکس مجرموں کو بھوکا پیاسا جہنم میں نہایت ذلت کے ساتھ ہانک دیں گے، اور وہاں ان کا کوئی حمایتی اور سفارشی بھی نہ ہوگا اس لئے کہ وہاں کسی کو کسی کی سفارش کرنے کا اختیار نہ ہوگا بجز اس کے کہ جس نے رحمن کے پاس سے اجازت لے لی ہو اور اجازت بھی انبیاء اور صلحاء کو ملے گی اور یہ حضرات سفارش بھی صرف مومنین کی کریں گے۔

وقالوا اتخذ الرحمن ولدا یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کر رکھی ہے یقیناً یہ عقیدہ ایسا خطرناک اور بھیا تک ہے کہ بعید نہیں کہ اس قبیح اور مذموم عقیدہ کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔

وما ینبغی للرحمن الخ جب تمام مخلوق اللہ کے غلام اور اس کے عاجز بندے ہیں تو پھر اس کو اولاد کی ضرورت ہی کیا ہے اور یہ اس کی شایان شان بھی نہیں ہے، اس نے سب کو احاطہ قدرت میں لے رکھا ہے سب کے سب اس کے قابو اور گرفت

میں ہیں اور سب کو اس نے شمار کر رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے کوئی شئی مخفی نہیں ہے۔

و کلہم آتیہ یوم القیامۃ فردا ہر شخص قیامت کے دن تنہا حاضر ہوگا نہ مال ساتھ آئے گا اور نہ حمایتی، جن کے بارے میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ یہ میرے حمایتی اور مددگار ہوں گے وہاں سب غائب ہو جائیں گے یوم لا ینفع مال ولا بنون۔

ان الذین آمنوا و عملوا الصلحت الخ ماقبل کی آیت میں مومنین کی نعمتوں اور کافرین کی قصصوں کا ذکر تھا، اب آخر میں مومنین صالحین کی ایک بڑی نعمت کا ذکر فرماتے ہیں، اس لئے کہ نعمت کا اصل مقصد راحت قلبی ہے اور محبت سے بھی دل کو سکون اور راحت حاصل ہوتی ہے جو کہ حاصل ہے تمام نعمتوں کا، اللہ تعالیٰ صالحین کی الفت اور محبت اہل دنیا کے دل میں اس کی نیکی اور پارسائی کی وجہ سے ڈال دیتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی نیک بندے کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبرائیل سے فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر پس جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبرائیل علیہ السلام آسمانوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں تو تمام آسان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین میں اس کے لئے قبولیت رکھ دی جاتی ہے، (صحیح بخاری کتاب الادب باب المقت من اللہ تعالیٰ)۔

فانما یسرناہ الخ قرآن کو آسان کرنے کا مطلب قرآن کو اس زبان میں نازل کرنا ہے جس کو پیغمبر جانتا ہو، نیز اس کے مضامین کا واضح اور کھلا ہوا ہونا بھی مراد ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن اولاً مشکل تھا پھر اس کو آسان کر دیا تاکہ آپ اس کے ذریعہ پر ہیزگاروں اور متقیوں کو خوشخبری سنائیں اور جھگڑا لوی یعنی کفار اور مشرکین کو عذاب آخرت سے ڈرائیں۔

او تسمع لہم رد کذا مطلب یہ ہے کہ سب حکومت و سلطنت نیز شان و شوکت اور قوت و طاقت والے جب اللہ کے عذاب میں پکڑے گئے تو ایسے ہو گئے کہ ان کی کوئی مخفی آواز اور حس و حرکت بھی سنائی نہیں دیتی۔



سُورَةُ طه مَكِّيَّةٌ وَهِيَ بِمِائَةٍ وَخَمْسٍ وَثَلَاثُونَ آيَةً وَفِيهَا كُوفَةٌ

سُورَةُ طه مَكِّيَّةٌ، مِائَةٌ وَخَمْسٌ وَثَلَاثُونَ آيَةً أَوْ أَرْبَعُونَ وَثِنْتَانِ.

سورہ طہ مکی ہے، ایک سو پینتیس یا ایک سو بیالیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ طه ۱۰ اللہ اعلم بمراده بذلك مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ بِاِحْسَانٍ مُجْمَدٍ لِنَشْفِيَ ۝ لَتَتَعَبَ بِمَا فَعَلْتَ بَعْدَ نُزُولِهِ مِنْ طُولِ قِيَامِكَ بِصَلَاةِ اللَّيْلِ اِى خَفِيفٌ عَنْ نَفْسِكَ إِلَّا لَكِنْ أَنْزَلْنَاهُ تَذَكُّرًا ۝ لِمَنْ يَخْشَى ۝ يَخَافُ اللَّهَ تَنْزِيلًا ۝ بَدَلٌ مِنَ اللَّفْظِ بِفَعْلِهِ النَّاصِبِ لَهُ وَمَقَرُّ خَلْقِ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَى ۝ جَمْعٌ عَلَيَا كَكُبْرَى وَكُبْرَى هُوَ الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ وَهُوَ فِي اللُّغَةِ سَرِيرُ الْمَلِكِ اسْتَوَى ۝ اسْتَوَاءٌ يَلِيقُ بِهِ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا مِنَ الْمَخْلُوقَاتِ وَمَا تَحْتَ الثَّرَى ۝ هُوَ التُّرَابُ السَّيْدِيُّ وَالْمُرَادُ الْأَرْضُونَ السَّبْعُ لَانْهَا تَحْتَهُ وَإِنْ تَجَهَّرَ بِالْقَوْلِ فِي ذِكْرِهِ أَوْ دُعَاءٍ فَاللَّهُ غَنِيٌّ عَنِ الْجَهْرِ بِهِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى ۝ مِنْهُ اِى مَا حَدَّثَتْ بِهِ النَّفْسُ وَمَا خَطَرَ وَلَمْ تُحَدِّثْ بِهِ فَلَا تَجْهَدُ نَفْسُكَ بِالْجَهْرِ بِاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ۝ التَّسْعَةُ وَالتَّسْعُونَ الْوَارِدُ بِهَا الْحَدِيثُ وَالْحُسْنَى مُؤَنَّثُ الْأَحْسَنِ وَهَلْ قَدْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۝ إِذْ رَأَىٰ أَفْقَالَ لِأَهْلِهِ لِاسْرَآئِهِ اِمْتَنَوا هُنَا وَذَلِكَ فِي مَسِيرِهِ مِنْ مَدْيَنَ طَالِبًا بِمَضْرُؤٍ اِنْتِ اِنْسْتُ أَبْصَرْتُ نَارًا لَعَلِّي اَتِيكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ شُعْلَةٍ فِي رَاسٍ فَنِيْلَةٌ اَوْ عُوْدٌ اَوْ اَجْدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝ اِى بِأَدْيَا يَذُلْنِي عَلَى الطَّرِيقِ وَكَانَ أَخْطَأَهَا لِظُلْمَةِ اللَّيْلِ وَقَالَ لَعَلَّ لِعَدَمِ الْجَزْمِ بِوَفَاءِ الْوَعْدِ فَلَمَّا أَتَتْهَا وَهِيَ شَجَرَةٌ عَوْسَجٌ نُودِيَ يُمُوسَى ۝ اِنِّ بِكَسْرِ الهمزة بِتَاوِيلِ نُودَى بِقِيلَ وَبِفَتْحِهَا بِتَقْدِيرِ الْبَاءِ اَنَا تَوْكِيدٌ لِبَاءِ الْمُتَكَلِّمِ رَبُّكَ فَاخْلَعْ لَعَلَّكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ الْمُطَهَّرِ اَوْ الْمُبَارَكِ طَوًى ۝ بَدَلٌ اَوْ عَطْفٌ بَيَانٌ بِالتَّنْوِينِ وَتَرْكِهُ مَضْرُوفٌ بِاِعْتِبَارِ الْمَكَانِ وَغَيْرُ مَضْرُوفٍ لِلتَّأْنِيثِ بِاِعْتِبَارِ الْبُقْعَةِ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ وَأَنَا اخْبَرْتُكَ مِنْ قَوْمِكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَى ۝ إِلَيْكَ بَنِي اِنْنِ اَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۝ فِيهَا.

**ترجمہ:** شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے طہ اللہ کی اس سے کیا مراد ہے وہی بہتر جانتا ہے اے محمد ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں یعنی تعب میں پڑ جائیں اس



طرز عمل سے جو آپ نے نزول قرآن کے بعد اختیار کیا رات کی نماز (تہجد) میں طول قیام کے ذریعہ، مطلب یہ کہ (تخفیف کر کے) اپنے اوپر بار کم ڈالنے بلکہ ہم نے قرآن کو اس شخص کی نصیحت کے لئے نازل کیا ہے جو خوف خدا رکھتا ہو یہ اس ذات کی جانب سے نازل کردہ ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا تنزیلاً اپنے فعل ناصب (نزلناہ) کے عوض میں ہے عَلٰی عَلَیَا کی جمع ہے جیسے کُتُبٌ کُتُبِی کی جمع ہے وہ رحمن ہے عرش پر قائم ہے ایسا قیام جو اس کی شایان شان ہے اور عرش لغت میں شاہی تخت کو کہتے ہیں اسی کی ملک ہے جو کچھ مخلوق آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان ہے اور جو چیزیں تخت اثری ہیں ثوی نمناک مٹی ہے اور مرداساتوں زمینیں ہیں اس لئے کہ نمناک مٹی کے نیچے ہیں اور اگر آپ ذکر و دعا جبراً کریں تو اللہ جبر سے مستغنی ہے اس لئے کہ وہ تو پوشیدہ سے پوشیدہ ترین چیز کو (بخوبی) جانتا ہے یعنی آہستہ سے کہی بات کو اور ان خیالات کو (جو صرف) دل میں آئے ہیں اور (ابھی) زبان پر نہیں آئے جانتا ہے لہذا جبر کے ذریعہ اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالے وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں سنا ہے اس کے بہترین نام ہیں جن کے بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے اور حسنی احسن کا مونث ہے اور کیا پہنچی ہے آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) کی خبر جبکہ اس نے آگ دیکھ کر اپنی اہلیہ بیوی سے کہا تم یہاں ٹھہرو اور یہ دین سے مصر جانے کے وقت کا قصہ ہے مجھے آگ دکھائی دی ہے بہت ممکن ہے کہ میں آگ کا تمہارے پاس کسی لکڑی یا رسی کے سرے میں شعلہ (لگا کر) لاؤں یا آگ کے پاس کوئی راستہ بتانے والا پاؤں یعنی کوئی ایسا رہنما جو رہنمائی کر سکے اور (موسیٰ علیہ السلام) رات کی تاریکی کی وجہ سے راستہ بھول گئے تھے اور موسیٰ (علیہ السلام) نے ممکن یا شاید کا لفظ اس لئے استعمال فرمایا کہ ان کو ایفاء عہد کا پورا یقین نہیں تھا چنانچہ جب موسیٰ (علیہ السلام) اس آگ کے پاس پہنچے اور وہ جھڑبیری کا درخت تھا تو آواز دی گئی اے موسیٰ اِنْسِی کے ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ نُودِی کو قیل کی تاویل میں لیکر اور ہمزہ کے فتح کے ساتھ بھی ہے اس صورت میں اِنْسِی سے پہلے با مقدر ہوگی (یعنی بِنْسِی) اِنْسِیاء متکلم کی تاکید ہے بالیقین میں تیرا رب ہوں تو اپنے جوتے اتار دے کیونکہ تو مقدس پاک یا مبارک وادی طوی میں ہے طوی بدل ہے یا عطف بیان ہے توین اور بغیر توین دونوں (جائز ہے) طَوٰی اگر مکان کے معنی میں ہو تو منصرف ہوگا اور غیر منصرف ہوگا جب کہ طَوٰی کو بُقْعَةُ کے معنی میں لیکر مَوْنِث مانا جائے مع علمیت کے اور میں نے تجھ کو تیری قوم میں سے منتخب کر لیا ہے لہذا میری جانب سے تم کو جو وحی کی جارہی ہے اس کو غور سے سن بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں لہذا تو میری ہی عبادت کر اور نماز قائم کر نماز میں میرے ذکر کے لئے۔

### تَحْقِیْقُ وَتَرْکِیْبُ لِسَانِیْ فَوَائِدُ

قَوْلٌ: طہ مفسر علام نے اللہ اعلم بمرادہ بذلک کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ حروف مقطعات میں سے ہے اور اس کا حقیقی علم اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

قَوْلٌ: لَتَشْقٰی اٰی لَتَتَعَبَ معنی یہ ہیں کہ ہم نے قرآن کو اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ خود کو مشقت میں ڈالیں زیادتی غم

کی وجہ سے قبس آگ کا شاعر، چنگاری طویٰ ایک وادی کا نام ہے شام میں، مفسر علام نے اِلَّا کی تفسیر لکن سے کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ مستثنیٰ منقطع ہے اِی لکن انزلناہ تذکرة اس لئے کہ تذکرة تشقی مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہے تنزیلاً نَزَلْنَا فعل مقدر کا مصدر ہے جو کہ اس کا ناصب ہے فعل کو حذف کر کے مصدر کو اس کے بدلے میں اس کی جگہ رکھ دیا گیا ہے اور یہ حذف واجب ہے اس لئے کہ مصدر معنی اور عمل میں فعل کی نیابت کرتا ہے یہاں بدل سے بدل اصطلاحی مراد نہیں ہے بلکہ بدل لغوی مراد ہے یعنی عوض بَدَل مِنَ اللفظ کا مطلب یہ ہے کہ تَنْزِيلاً تلفظ اور نطق میں اپنے فعل ناصب نَزَلْنَا محذوف کے قائم مقام ہے مِمَّنْ خَلَقَ تَنْزِيلاً کے متعلق ہے۔

قَوْلًا: خَلَقَ الارض والسموات العلویٰ میں عطف جنس علی الجنس ہے نہ کہ جمع کا عطف مفرد پر اب خلاف اولیٰ کا اعتراض نہیں ہو سکتا ہو کا اضافہ کر کے اشارہ کر دیا کہ الرحمن ہو مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے بھی مرفوع ہے۔  
قَوْلًا: وَهَلْ اَتَاكَ جملہ متانفہ ہے خطاب آپ ﷺ کو ہے اور استنہام تشویق اور تقریری ذہن السامع گئے لئے ہے اور ہل بمعنی قد ہے اِذْ رَأَىٰ حدیث موسیٰ کا ظرف ہے۔

قَوْلًا: اَفْكُتُبُوا جمع اور مذکر کا صیغہ لایا گیا ہے حالانکہ مخاطب صرف آپ کی بیوی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ اهل کی رعایت سے جمع مذکر کا صیغہ لایا گیا ہے یا پھر تعظیماً جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے یا پھر خادم اور اولاد جو کہ ہمراہ تھے کی رعایت سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے اَنَسْتُ کی تفسیر اَبْصَرْتُ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ اِنْسَ کے معنی کسی طریقہ سے بھی محسوس کرنا ہے مگر یہاں بصر سے محسوس کرنے کے معنی مراد ہیں قَبَسُ چنگاری، آگ کا شعلہ فتیلہ بتی، رسی وغیرہ هُدًى ای ہادِ مصدر بمعنی اسم فاعل ہے عَوَسَجَ کانٹے دار درخت، جنگلی پیری، بعض حضرات نے عناب اور بعض نے امرتیل مراد لی ہے، جس کو ہندی میں آکاش تیل بھی کہتے ہیں، فارسی میں عشق پیچاں کہتے ہیں، طب میں اس کا اصطلاحی نام اَفتیمون ہے، اس کی زمین میں جو نہیں ہوتی ہے یہ اپنی خوراک درخت سے حاصل کرتی ہے اور جس درخت پر چھا جاتی ہے اس کو خشک کر دیتی ہے۔

قَوْلًا: طَوًى واد سے بدل یا عطف بیان ہے اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں پڑھنا درست ہے اگر مکان کے معنی میں ہو تو منصرف ہوگا اور اگر بَقْعَة کے معنی میں ہو تو علمیہ اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا اِنْنِیْ اَنَا اللّٰهُ مِمَّا یُوحِی سے بدل ہے فِیْہَا ای فی الصلوٰۃ، اللّٰهُ مبتداء محذوف کی خبر ہے ای المنعوت بما ذُکِرَ مِنَ النعوت الجلیلة اللّٰہ (یعنی وہ ذات جو مذکورہ صفات کمالیہ سے متصف ہے وہ اللہ ہے) لفظ جلالۃ (اللہ) مبتداء اور لا الہ الاّ ہو اس کی خبر بھی ہو سکتی ہے۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْح

طہ کی مراد کے سلسلہ میں مفسرین کے درمیان شدید اختلاف ہے بعض حضرات کا قول ہے کہ یہ قرآن یا سورت کا نام ہے یا اسماء حسنیٰ میں سے ایک ہے، بعض حضرات کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اسماء گرامی میں سے ایک ہے، حسن و اللہ تعالیٰ نے کہا ہے طہ بروزن هَبْ یہ امر ہے رسول اللہ ﷺ کو یعنی آپ اپنے دونوں قدم زمین پر رکھے، یہ اس وقت کی بات ہے کہ



وَهَلْ آتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ۖ يٰۤاٰمُوْسٰىؑ كَاقْصَہ بہت بسط و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے تاکہ سامعین سمجھ جائیں کہ نبی کریم محمد ﷺ کی طرف وحی بھیجنا کوئی انوکھی یا انہونی بات نہیں ہے جس طرح اب سے پیشتر موسیٰ علیہ السلام کو وحی مل چکی ہے آپ کو بھی ملی ہے، جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی وحی توحید وغیرہ کی تعلیم پر مشتمل تھی آپ ﷺ کی وحی میں بھی انہی اصولوں پر زور دیا گیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ حق میں صعوبتیں اور تکالیف برداشت کیں آپ ﷺ کو بھی برداشت کرنی پڑیں گی اور جس طرح آخر کار ان کو کامیابی اور غلبہ نصیب ہوا اور دشمن مقہور و مخدول ہوئے، آپ بھی یقیناً غالب و منصور ہوں گے اور آپ کے دشمن تباہ و ذلیل کیے جائیں گے، چونکہ سورت کا آغاز انزال قرآن کے ذکر سے کیا گیا تھا اس کے مناسب نبوت موسیٰ کے آغاز کا قصہ بیان فرماتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے مختلف اجزاء ہیں مگر یہاں قصہ کا صرف وہ جز بیان کیا گیا ہے جو مدین سے مصر واپسی کے وقت پیش آیا تھا۔

مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی جس کا نام صفورا یا صفوریا ہے اور بعض حضرات نے صفوریا بھی بتایا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہو گیا تھا، کئی سال وہاں مقیم رہنے کے اور خدمت کی مدت پوری کرنے کے بعد جو کہ آٹھ سال یا دس سال تھی (غالب یہی ہے کہ بعد الاجلین پوری کی ہوگی) اپنی والدہ اور دیگر اہل خانہ کی زیارت اور ملاقات کے لئے مصر جانے کی حضرت شعیب علیہ السلام سے اجازت چاہی حضرت شعیب علیہ السلام نے بخوشی اجازت دیدی اور سامان نیز کچھ بکریاں بھی ہمراہ کر دیں، حاملہ بیوی ساتھ ہے رات اندھیری ہے سردی کا شباب ہے، بکریوں کا بھی ساتھ ہے، اس حالت میں راستہ بھول جاتے ہیں بکریاں منتشر ہو جاتی ہیں، بیوی کو دردزہ شروع ہو جاتا ہے، سردی کی وجہ سے پریشان ہیں، سردی سے بچاؤ کے لئے آگ نہیں کہ تپ سکیں چھماق رگڑنے پر بھی آگ نہ نکلی، ان مصائب کی تاریکیوں میں دفعتاً ایک آگ نظر آئی وہ درحقیقت دنیوی آگ نہ تھی بلکہ اللہ کا نور جلال تھا، مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ظاہری آگ سمجھ کر اپنی اہلیہ سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میرے ساتھ آنے کی ضرورت نہیں ہے میں رسی وغیرہ میں لگا کر آگ کا شعلہ لاتا ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں کوئی راستہ بتانے والا مل جائے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پاک اور مقدس وادی طویٰ میں پہنچے تو عجیب و غریب نظارہ دیکھا ایک درخت میں زور شور سے آگ لگ رہی ہے اور آگ جس قدر زیادہ بھڑکتی ہے، درخت اسی قدر زیادہ سرسبز ہو کر لہلہاتا ہے اور جوں جوں درخت کی سرسبزی و شادابی بڑھتی ہے، آگ کا اشتعال تیز ہوتا جاتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ کے قریب جانے کا قصد کیا کہ درخت کی کوئی شاخ جل کر گرے تو اٹھالائیں لیکن موسیٰ علیہ السلام جس قدر آگ کے قریب جاتے ہیں آگ دور بھاگتی چلی جاتی ہے اور جب گھبرا کر پیچھے ہٹتے ہیں تو وہ تعاقب کرتی ہے اسی حیرت اور دہشت کی حالت میں آواز آئی اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ الْخَیْطُ الْبَدِیُّ امام احمد نے وہب سے نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب ”یا موسیٰ“ سنا تو کئی بار لبیک کہا اور عرض کیا کہ میں تیری آواز سنتا ہوں اور آہٹ پاتا ہوں مگر یہ نہیں دیکھتا کہ تو کہاں ہے؟ آواز آئی میں تیرے اوپر ہوں، تیرے ساتھ ہوں، تیرے سامنے ہوں، تیرے پیچھے ہوں اور تیری جان سے زیادہ تجھ سے قریب ہوں، کہتے کہ موسیٰ علیہ السلام ہر جہت سے اور اپنے ایک ایک بال سے اللہ کا کلام سنتے تھے۔

فَاَخْلَعَ نَعْلَيْكَ ادب اور احترام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جوتے اتار دو بلاشبہ تم ایک مقدس اور پاکیزہ مقام پر ہو، اور جوتے اتار کر برہنہ پا ہونے میں عاجزی اور انکساری کا ظہور بھی ہے، یا اس لئے کہ وہ جوتے مردار کی کھال کے تھے جیسا کہ بعض روایات میں ہے اور حضرت علی اور حسن بصری اور ابن جریج سے اول ہی منقول ہے اور جوتا اتارنے کی مصلحت یہ بتائی گئی ہے کہ آپ کے قدم اس مبارک وادی کی مٹی سے مس کر کے برکت حاصل کریں، اور وادی کی پاکیزگی کے اثرات کو پیرزادہ جذب کر سکیں۔

اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى حق تعالیٰ نے زمین کے خاص خاص حصوں کو اپنی حکمت سے خاص امتیازات اور شرف بخشے ہیں، جیسے بیت اللہ، مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی اور وادی طویٰ یہ وادی کوہ طور کے دامن میں واقع ہے۔  
طُوًى ایک وادی کا نام ہے اسے بعض حضرات نے منصرف اور بعض نے غیر منصرف پڑھا ہے۔

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ جب موسیٰ علیہ السلام کی عمر چالیس سال تھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور حکم دیا کہ جو وحی تمہاری جانب کی جا رہی ہے اس کو غور سے سنو، سب سے پہلا حکم تو یہ ہے کہ میری ہی بندگی کرو، میرے سوائے کوئی بندگی کے لائق نہیں، نماز اگرچہ بندگی میں داخل ہے مگر نماز کی اہمیت کے پیش نظر مستقل طور پر بھی نماز کا حکم دیا، اور یہ بھی بتا دیا کہ نماز کا مقصد میری یادگاری ہے نماز سے غافل ہونا گویا کہ خدا کی یاد سے غافل ہونا ہے۔

لِذِكْرِي کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب بھی میں تجھے یاد آ جاؤں نماز پڑھ لیا کر یعنی اگر کسی وقت غفلت ڈھول، یا نیند کا غلبہ ہو تو اس کیفیت سے نکلے ہی اور میری یاد آتے ہی نماز پڑھ لیا کر، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو نماز سے سو جائے یا بھول جائے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب بھی یاد آئے تو پڑھ لے۔  
(بخاری شریف کتاب الموافقت)

اِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيهَا عَنِ النَّاسِ وَيُظْهِرُ لَهُمْ قُرْبُهَا بَعْلًا مَاتَهَا لِيَجْزِيَ فِيهَا كُلُّ نَفْسٍ بِمَا سَعَى ۝ به من خَيْرٍ وَشَرٍّ فَلَا يَصُدُّكَ يَضُرُّكَ عَنْهَا اِى عَنِ الْاِيْمَانِ بِهَا ۝ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاشْبَعَ هَوَاهُ فِى اِنْكَارِهَا ۝ فَتَرْدِي ۝ فَتَهْلِكُ اِنْ اَنْصَدَدْتُ عَنْهَا وَمَا تِلْكَ كَايْنَةُ يَبِيْمِيكَ يَوْمَئِذٍ ۝ اَلَا سْتَفْتَهُمُ لِلتَّقْرِيرِ لِيُرتَبَ عَلَيْهِ الْمُعْجَزَةُ فِيهَا ۝ قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّلُ اَعْتَمِدُ عَلَيْهَا ۝ عِنْدَ الْوُثُوْبِ وَالْمَشْيِ ۝ وَاهْشُ اَخْبِطُ وَرَقَ الشَّجَرِ بِهَا لِيَسْقُطَ عَلٰى غُثْمِي فَتَاْكُلُهُ ۝ وَلِيْفِيهَا مَارِبٌ جَمْعُ مَارِيَةٍ مُثَلَّثُ الرَّاءِ اِى حَوَائِجُ اُخْرٰى ۝ كَحَمْلِ الزَّادِ وَالسِّقَاءِ وَطَرْدِ الْهَوَامِ زَادَ فِى الْجَوَابِ بَيَانُ حَاجَاتِهِ بِهَا ۝ قَالَ اَلَيْهَا لِيَوْمَئِذٍ حَيَّةٌ ۝ ثَعْبَانٌ عَظِيمٌ ۝ سَعَى ۝ تَمْشِي عَلَى بَطْنِهَا سَرِيْعًا كَسُرْعَةِ الثُّعْبَانِ الصَّغِيرِ الْمُسَمَّى بِالْجَانِ الْمُعْبَرِ بِهِ عَنْهَا فِى آيَةِ اُخْرٰى ۝ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۝ مِنْهَا سَعِيْدٌ هَاسِرٌ ۝ مَنْصُوبٌ بِنَزْعِ الْخَافِضِ اِى اِلَى حَالَتِهَا الْاَوَّلٰى ۝ فَاَدْخَلَ يَدَهُ فِى فَمِهَا فَعَادَتْ عَصَا وَتَبَيَّنَ اَنْ مَوْضِعَ الْاِدْخَالِ مَوْضِعُ مَسْكَمِهَا بَيَّنَّ شُعْبَتَيْهَا وَارٰى ذَلِكَ السَّيِّدُ مُوسٰى لِئَلَّا يَجْنَعَ اِذَا اِقْلَبَتْ حَيَّةٌ لَدٰى فِرْعَوْنَ ۝ وَاضْمَمْتُكَ الْيَمْنٰى بِمَعْنٰى الْكَفِّ اِلَى جَنَاحِكَ اِى جَنَبِكَ الْاَيْسَرِ تَحْتَ الْعَضْدِ اِلَى الْاِبْطِ

وَاخْرَجَهَا تَخْرُجُ خِلَافَ مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْاَدَمَةِ بَيْضَاءُ مِنْ غَيْرِ سَوَاءٍ اِی بَرَصٍ تَضِیُّ كَشْعَاعِ الشَّمْسِ تَغْشَى الْبَصَرَ اَیَةً اُخْرٰیؕ وَبِیْ بَيْضَاءٍ خَالٍ مِنْ ضَمِيرٍ تَخْرُجُ لِلرَّيْكَ بِهَا اِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ لِأَظْهَارِ بَنِي مِنْ اٰیَتِنَا الْكُبْرٰیؕ اِی الْعُظْمٰی عَلٰی رَسَالَتِكَ وَاِذَا اَرَادَ عَوْدُهَا اِلٰی حَالَتِهَا الْاُولٰی ضَمَمَهَا اِلٰی جَنَاحِہَا كَمَا تَقَدَّمَ وَاخْرَجَهَا اِذْهَبَ رُسُولًا اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَنْ مَعَهُ اِنَّہٗ طَغٰیؕ جَاوَزَ الْحَدَّ فِی كُفْرِہٖ اِلٰی اِدْعَاءِ الْاِلٰہِیَّةِ۔

ج

**ترجمہ:** قیامت یقیناً آنے والی ہے میں اس کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں اور اس کا قرب اس کی علامات

سے ظاہر ہو جائے گا تاکہ ہر شخص کو اس (دن) میں اس کے اعمال نیک و بد کا بدلہ دیا جاسکے، تو تجھ کو اس پر یقین رکھنے سے کوئی ایسا شخص باز نہ رکھ سکے، نہ روک سکے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اس کے انکار میں اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے ورنہ تو تو ہلاک ہو جائے گا یعنی اگر تو اس پر یقین رکھنے سے باز رہا تو ہلاک ہو جائے گا اور اے موسیٰ تیرے داہنے ہاتھ میں یہ کیا ہے استفہام تقریر کے لئے ہے تاکہ اس پر معجزہ کا ترتیب ہو سکے، کہا یہ میری لائچی ہے (جست) لگاتے وقت اور چلنے کے وقت اس پر سہارا دیتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں یعنی اس کے ذریعہ درخت کے پتے گراتا ہوں تاکہ وہ اس کو کھائیں اور اس سے میں دیگر کام بھی لیتا ہوں مَآرِبُ مَآرِبَةُ کی جمع ہے راپرتیوں اعراب جائز ہیں مَآرِبُ بمعنی حوانج ہے مثلاً کھانا پانی لٹکا لینا اور موذی جانوروں کو دفع کرنا (وغیرہ) (مقدار) جواب میں بیان حاجت کا اضافہ فرمایا ارشاد ہوا اے موسیٰ اس (عصا) کو (زمین) پر ڈال دے چنانچہ اس کو ڈال دیا تو یکایک وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا بڑا اثر دہا وہ اپنے پیٹ کے بل چھوٹے سانپ (سپولے) کے مانند دوڑتا تھا جس کو دوسری آیت میں جان کہا گیا ہے ارشاد ہوا اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں ہم اس کو (پکڑتے ہی) اس کی پہلی صورت پر لوٹا دیں گے سَبْرَتَہَا حرف جار کو حذف کرنے کی وجہ سے منصوب ہے اِی اِلٰی حَالَتِہَا الْاُولٰی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اس کے منہ میں داخل کر دیا تو وہ عصا بن گیا اور یہ بات ظاہر ہو گئی کہ (ہاتھ) داخل کرنے کی جگہ دونوں شاخوں کے درمیان پکڑنے کی جگہ تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ سب کچھ اس لئے دکھایا گیا تاکہ جب فرعون کے سامنے (یہ عصا) سانپ (کی شکل) میں تبدیل ہو جائے تو (موسیٰ) خوف زدہ نہ ہوں اور تم اپنا دابنا ہاتھ یعنی ہتھیلی اپنے بازوؤں سے ملاؤ، یعنی بائیں بغل میں بازو کے نیچے داخل کر لو اور (پھر) نکالو، اپنی پہلی گندی حالت کے برخلاف بغیر کسی مرض مثلاً برص کے سورج کے مانند چمکدار ہو کر نکلے گا، جو آنکھوں کو چکا چوند (خیرہ) کر دے گا یہ دوسری نشانی ہوئی آیت اخسریٰ اور بیدضاء یہ دونوں تَخْرُجُ کی ضمیر سے حال ہیں، تاکہ ہم تم کو جب تم نشانی (معجزہ) کے اظہار کے لئے یہ سب کچھ کر چکو تو اپنی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی دکھا دیں یعنی تیری رسالت کی بڑی نشانی اور جب تم اس (ہاتھ) کو سابقہ حالت پر لوٹانا چاہو تو سابق کی طرح اس کو اپنے پہلو سے ملا لینا اور نکال لینا (اب) تم رسول بن کر فرعون اور ان لوگوں کے پاس جاؤ جو اس کے ساتھ ہیں بے شک وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے اپنے کفر میں دعوائے الوہیت کر کے حد سے تجاوز کر گیا ہے۔

## تحقیق و تفسیر تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ:** اَكَاذُ اخْفِيَهَا اى اَرِيدُ اخْفَاءَ وَفَنَهَا یہ عرب کے اس محاورہ کے مطابق ہے کہ عرب جب کسی بات کے اخفاء میں مبالغہ کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں (کنمہ حتی من نفسی) اى لم اطلع احداً لِتُجْزَى یا تو اخْفِيَهَا سے متعلق ہے یا آئینہ سے متعلق ہے دوسری صورت میں متعلق اور متعلق کے درمیان اَكَاذُ اخْفِيَهَا جملہ معترضہ ہوگا بہ کو مقدر ماننے کی وجہ یہ ہے کہ صلہ جب جملہ ہوتا ہے تو عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے اسی لئے مفسر نے بہ کو محذوف مانا ہے مِنْ خَيْرٍ وشر میں مِنْ ماکا بیان ہے يَصُدُّكَ واحد مذکر غائب نہی بانون ثقیلہ، مادہ صَدَّ، ك ضمیر مفعول ہے تجھ کو باز نہ رکھنے پائے فَتَرَدَى اصل میں فأن تردى تھا فَتَرَدَى جواب نہی ہے۔

**قَوْلُهُ:** وَمَا تِلْكَ ماسم استفہام مبتداء تِلْكَ اسم اشارہ خبر اور بيمينك كائنة مقدر کے متعلق ہو کر حال ہے اسم اشارہ بمعنی اشیر سے ما تِلْكَ میں ماستفہامیہ طلب فہم کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ یہ ذات باری کے لئے محال ہے بلکہ تقریری کے لئے ہے یعنی اچھی طرح دیکھ لو یہ کیا ہے تاکہ مغالطہ نہ ہو اس لئے کہ عنقریب اسی عصا کا سانپ کی شکل میں معجزہ ظاہر ہونے والا ہے حَيَّةٌ چھوٹے بڑے ہر قسم کے سانپ کو کہتے ہیں، اور جَانٌ خاص طور پر چھوٹے سانپ کو کہتے ہیں اور ثعبان بڑے سانپ کو جس کو اژدہا کہا جاتا ہے، کہیں جَانٌ کہا گیا ہے اور کہیں ثعبان اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ جسم و جثہ کے اعتبار سے تو ثعبان تھا اور حرکت و سرعت کے اعتبار سے جان یا ابتداء جان رہتا تھا اور بعد میں ثعبان ہو جاتا تھا فَاِذَا هِيَ تَسْعَى اِذَا مَفْجَاتِيہ ہے هِيَ مبتداء ہے حیۃ خبر اول ہے اور تسعی خبر ثانی ہے، تسعی جملہ ہو کر حیۃ سے حال بھی ہو سکتا ہے، اور صفت بھی سَيَّرَتْهَا اصل میں اِلَى سَيَّرَتْهَا الْاُولَى تھا حذف اِلَى کی وجہ سے منصوب ہو گیا سَيَّرَتْهَا الْاُولَى یہ سَنُعِيذُهَا کی ضمیر مفعول سے بدل الاشتمال بھی ہو سکتا ہے اى هيئتها الْاُولَى بيضاء تخرج کی ضمیر سے حال ہے من غير سُوءٍ تخرج کے متعلق ہے بمعنی الكف کا اضافہ اس شبہ کو زائل کرنے کے لئے کیا ہے کہ يَدُ عَرَبِيٍّ میں انگلیوں سے لیکر کندھے تک کو کہتے ہیں، اس کا بغل میں داخل کرنا ممکن نہیں ہے، جواب دیا کہ کل بول کر جز مراد ہے یعنی صرف ہتھیلی الاية محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ الکبریٰ، موصوف محذوف کی صفت ہے۔

## تفسیر و تشریح

اَكَاذُ اخْفِيَهَا یعنی قیامت کے معاملہ کو میں تمام مخلوق سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں حتی کہ انبیاء اور فرشتوں سے بھی اَكَاذُ سے اس طرف اشارہ ہے کہ اگر لوگوں کو قیامت اور آخرت کی فکر دلا کر ایمان و عمل صالح پر ابھارنا مقصود نہ ہوتا تو اتنی بات بھی ظاہر نہ کی جاتی کہ قیامت آنے والی ہے، البتہ قیامت کی علامات قریبہ اور بعیدہ بتادوں گا تاکہ بندوں کو وقوع قیامت کا علم ہو جائے، علامات بعیدہ میں آنحضرت ﷺ کی بعثت ہے، اور علامات قریبہ میں نزول عیسیٰ ﷺ ظہور مہدی علیہ السلام اور خروج

دجال اور سورج کا مغرب سے نکلنا وغیرہ ہیں۔

لِتَجْزِيَ الْخَ تَا کہ ہر نفس کو اس کے عمل کی جزا دی جائے اگر اس جملہ کا تعلق آئینہ سے ہے تو معنی ظاہر ہیں کہ قیامت کے آنے کی حکمت و مصلحت یہ ہے کہ دنیا دار الجزاء نہیں بلکہ دار العمل ہے بعض اوقات دنیا میں بھی قدرے جزاء مل جاتی ہے مگر وہ جزاء کامل نہیں ہوتی بلکہ جزاء کا ایک نمونہ ہوتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا وقت آئے کہ جہاں ہر نیک و بد عمل کی کامل جزاء دی جائے ورنہ تو یہ انصاف کے تقاضہ کے خلاف ہوگا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا قیام عقلاً بھی ضروری ہے قیامت اور موت کے وقت کو مخفی رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیام قیامت اور احتضار کے وقت توبہ کے قبول سے منع فرمایا ہے اگر لوگوں کو موت یا قیامت کا متعین وقت معلوم ہو جائے تو معصیت میں مبتلا رہیں گے پھر وقت سے کچھ پہلے توبہ واستغفار کر لیں گے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قیامت اور موت کے وقت کو مخفی رکھا ہے تاکہ بندہ ہمہ وقت ڈرتا رہے فَلَا يَصُدُّكَ اس میں خطاب گو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہے مگر نانا مقصود امت کو ہے اس لئے کہ نبی معصوم ہوتا ہے اس سے گناہ کبیرہ کا صدور نہیں ہو سکتا یا مقصد یہ ہے کہ اے موسیٰ جس طرح تم اب تک ایمان بالقیمۃ پر قائم رہے ہو آئندہ بھی اسی طرح قائم رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسا شخص جو قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے دوڑ رہا ہو آپ کو قیامت کے معاملہ میں غفلت میں ڈال دے اگر بالفرض ایسا ہو تو تم بھی ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔

وَمَا تِلْكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ کی طرف سے یہ ایک دوستانہ انداز خطاب ہے تاکہ حیرت انگیز مناظر دیکھنے اور کلام ربانی سننے کے بعد جو ہیبت اور دہشت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طاری ہوگئی تھی وہ اس بے تکلفانہ کلام سے دور ہو جائے، اس کے علاوہ اس سوال میں یہ حکمت بھی ہے آئندہ چل کر اس عصا کو جو ان کے ہاتھ میں تھا ایک سانپ بنانا تھا اس لئے پہلے ان کو متنبہ کر دیا اور فرمایا اے موسیٰ کیا تیرے ہاتھ میں عصا نہیں ہے خوب اچھی طرح دیکھ لے جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھ لیا کہ لکڑی کا عصا ہے تب اس کو سانپ بنانے کا معجزہ ظاہر کیا گیا ورنہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ مغالطہ اور احتمال ہو سکتا تھا کہ کہیں رات کی تاریکی میں عصا کی بجائے سردی سے ٹھٹھرا ہوا سانپ نہ اٹھالیا ہو اور اب گرمی پا کر حرکت کرنے لگا ہو۔

قَالَ هِيَ عَصَايَ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صرف اتنا سوال ہوا تھا کہ اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس کا اتنا جواب کافی تھا کہ لاٹھی ہے، مگر یہاں موسیٰ نے اصل جواب پر تین باتیں مزید فرمائیں جن کا جواب سے کوئی تعلق نہیں ہے، اول تو یہ کہ یہ میری لاٹھی ہے دوسرے یہ کہ اس سے بہت سے کام لیتا ہوں مثلاً یہ کہ میں اس سے ٹیک لگاتا ہوں، نیز اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑ لیتا ہوں اس کے علاوہ بھی اس سے اور بہت سے کام لیتا ہوں مثلاً یہ کہ اگر کوئی کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو اس کے سہارے سے کود جاتا ہوں ضرورت کے وقت اس پر اپنا سامان بھی کندھے پر رکھ کر ٹانگ لیتا ہوں، موذی جانوروں کو دفع کرنے کا کام بھی اسی سے لیتا ہوں اور یہ عصا بکریاں ہانکنے کے کام بھی آتا ہے، اس طویل اور تفصیلی جواب میں عشق و محبت اور اس کے ساتھ رعایت ادب کی جامعیت کا کمال ظاہر ہوتا ہے، عشق و محبت کا تقاضہ ہے کہ جب محبوب مہربان ہو کر متوجہ ہو تو موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بات دراز کی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ ہمکلامی کا شرف حاصل ہو سکے اور بے جا طوالت بھی نہ



ہو جیسا کہ آخر میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمادیا وَلِیْ فِیْہَا مَآرِبٌ اٰخَرٰی (معارف القرآن ملخصاً) فرعون کے پاس بھیجنے سے پہلے عصا کے سانپ بننے کا عملی تجربہ بھی کرا دیا تاکہ اچانک عصا کے سانپ بننے کی وجہ سے بشری خوف غالب نہ آجائے، چنانچہ عملی تجربہ کے وقت ایسا ہی ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس خوفناک منظر کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے، اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا، لَا تَخَفْ سَنُعِیْدُہَا سِیْرَتَہَا الْاُولٰی۔

اِذْہَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول کو دو عظیم معجزوں سے مسلح کرنے کے بعد حکم دیا کہ اب فرعون سرکش کو دعوت ایمان دینے کے لئے چلے جائیں۔

قَالَ رَبِّ اَشْرِحْ لِي صَدْرِي ۖ وَسَيِّدْ لِي اَمْرِي ۖ لَا يَلْبِغُہَا وَاَحْلِلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي ۚ  
 حَدَّثْتُ بَنِي اِخْتِرَاقِہٖ بِجَمْرَةٍ وَضَعَهَا وَہُوَ صَغِيرٌ بَيْنَہٗ يَفْقَهُوْا یَفْہَمُوْا قَوْلِي ۖ عِنْدَ تَبْلِیْغِ الرِّسَالَةِ  
 وَاَجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا نَّعِيْنًا عَلَیْہَا مِّنْ اٰہِلٰی ۙ ہُرُوْنَ مَفْعُوْلٌ ثَانَ اٰخٰی ۙ غَطَفْتُ بَيَانَ اَشْدُّ دِیْہَ اَزْرِی ۙ ظُہْرِی  
 وَاَشْرَکُہٗ فِیْ اَمْرِی ۙ اٰی الرِّسَالَةِ وَالْفِغْلَانِ بِصِیْغَتِی الْاَمْرِ اَوِ الْمَضَارِعِ الْمَجْزُوْمِ وَہُوَ جَوَابٌ لِلطَّلَبِ  
 کَیْ تَسْبِیْحَکَ تَسْبِیْحًا کَثِیْرًا ۙ وَتَذٰکِرَکَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ۙ اِنَّکَ کُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ۙ اٰی عَالِمًا فَاَنْعَمْتَ بِالرِّسَالَةِ  
 قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُوْلُکَ یٰمُوسٰی ۙ مَنَا عَلَیْکَ وَلَقَدْ مَنَّآ عَلَیْکَ مَرَّةً اٰخَرٰی ۙ اِذْ لَلْتَّغْلِیْلِ اَوْحِیْنَا اِلَیْ اُمِّکَ مَنَا  
 اَوِ الْہَامَا لَمَّا وَلَدْتِکَ وَخَافَتْ اَنْ یَّقْتَلَکَ فِرْعَوْنُ فِی جُمْلَہٖ مِّنْ یُّوْلَدُ مَا یُوْلَدُ ۙ فِیْ اَمْرِکَ وَیُبْدِلُ مِنْہٗ  
 اِنْ اَقْذِیْہِ الْغِیۡہَ فِی التَّابُوْتِ فَاَقْذِیْہِ بِالْاَنْبُوْیِ فِی الْیَمْرِ بِخَرِ النَّبْلِ فَلِیْلِقَہُ الْیَمْرُ بِالسَّاحِلِ اٰی شَاطِیِہِ وَالْاَمْرُ  
 بِمَعْنٰی الْخَبْرِ یَاْخُذُہٗ عَدُوْلٰی وَعَدُوْلَہٗ ۙ وَہُوَ فِرْعَوْنُ ۙ وَالْقِیْتُ بَعْدَ اَنْ اَخَذَکَ عَلَیْکَ مَحَبَّةً مَّوْنٰی ۙ لَتَحَبُّ مِنْ  
 النَّاسِ فَاَحَبَّکَ فِرْعَوْنُ وَکُلُّ مَنْ رَّاَکَ وَلِصْنَعِ عَلٰی عِیْنِی ۙ تُرَبِّیْ عَلٰی رِعَایَتِی وَحَفْظِیْ لَکَ ۙ اِذْ لَلْتَّغْلِیْلِ  
 تَمْشٰی اَحْتٰکَ مَرِیْمَ لَتَعْرِفَ خَبْرَکَ وَقَدْ اَحْضَرُوْا مَرَاضِعَ وَاَنْتَ لَا تَقْبَلُ ثَدٰی وَاجِدَہٗ مِنْہَا فَتَقُوْلُ  
 ہَلْ اَدَّکُمْ عَلٰی مَنْ یَّکْفُلُہٗ ۙ فَاجِیْبَتْ فَجَاءَتْ بِاُمِّہٖ فَقَبِلَ ثَدِیْہَا فَرَجَعَتْ اِلَیْ اُمِّکَ کَیْ تَقَرَّعِیْنِہَا بِلِقَائِکَ وَلَا تَحْزَنَ ۙ  
 حِیْنَئِذٍ وَقَتَلْتَ نَفْسًا ۙ ہُوَ الْقَبْطِیُّ بِمِصْرَ فَاغْتَمَمْتَ لِقَتْلَہٗ مِنْ جَہۡۃِ فِرْعَوْنَ ۙ فَجَعَلْنَاکَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتْنٰکَ فَتَوَّأَنَّ  
 اِخْتِیْرَآکَ بِالْاِیْقَاعِ فِی غَیْرِ ذٰلِکَ وَخَلَصْنَاکَ مِنْہٗ فَلَمَّیْتَ سِنِیْنَ عَشْرًا ۙ فِیْ اٰہِلِ مَدِیْنَہٗ ۙ بَعْدَ مَجِیْکَ اِلَیْہَا مِنْ  
 مِصْرَ ۙ عِنْدَ شَعِیْبِ النَّبِیِّ وَتَزَوُّجِکَ بِاَبْنَتِہٖ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ فِیْ عِلْمِیْ بِالرِّسَالَةِ وَہُوَ اَزْبَعُوْنَ سَنَۃً مِنْ  
 عُمرِکَ یٰمُوسٰی ۙ وَلِصَطْنَعِکَ اِخْتَرْتُکَ لِنَفْسِیْ ۙ بِالرِّسَالَةِ ۙ اِذْہَبْ اَنْتَ وَاٰخُوْکَ اِلَی النَّاسِ بِاِلٰتِی التَّسْنِیْعِ وَلَا تَنْبِیَا  
 تَفْتَرَا فِیْ ذِکْرِیْ ۙ بِتَسْبِیْحِ وَغَیْرِہٖ۔

تَرْجُمَہٗ: موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب میرا سینہ کھول دے (حوصلہ زیادہ کر دے) یعنی میرے سینہ کو وسیع

کردے تاکہ (بار) رسالت کا متحمل ہو سکے، اور میرے لئے میرا یہ (تبلیغ) کا کام آسان فرمادے اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے جو کہ اس چنگاری سے جلنے کی وجہ سے پڑ گئی تھی کہ جس کو بچپن میں منہ میں رکھ لیا تھا تاکہ لوگ پیغام رسانی کے وقت میری بات سمجھ سکیں، اور میرا کوئی وزیر کار رسالت میں معاون میرے خاندان میں سے مقرر کر دیجئے ہارون مفعول ثانی ہے اور اخیٰی ہارون سے عطف بیان ہے یعنی ہارون کو جو کہ میرے بھائی ہیں اس کے ذریعہ میری پیٹھ مضبوط کر دیجئے اور اس کو میرے معاملہ یعنی کار رسالت میں میرا شریک کر دے اور دونوں فعل (یعنی اُنشُدُ اور اُنشِرْخُہ) امر کے صیغہ بھی ہو سکتے ہیں، اور مضارع مجزوم کے بھی، اور مضارع جواب امر (ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے) تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری تسبیح بیان کریں اور تیرا کثرت سے ذکر کریں بے شک آپ ہمارے حالات سے بخوبی واقف ہیں یہی وجہ ہے کہ تو نے رسول بنا کر انعام فرمایا ارشاد فرمایا اے موسیٰ تجھ پر احسان کرتے ہوئے ہم نے تیری درخواست کو قبول فرمایا اور اے موسیٰ اس کے علاوہ بھی ہم تجھ پر احسان کر چکے ہیں اِذ تعلیمیہ ہے جبکہ ہم نے تیری ماں کو خواب میں یا الہام کے ذریعہ تیرے بارے میں وہ بات بتادی جو بذریعہ الہام بتانے کے لائق تھی جب کہ تیری ماں نے تجھ کو جنا تھا اور اس کو یہ خوف ہوا تھا کہ فرعون منجملہ (دیگر نومولود) بچوں کے تجھ کو قتل کر دے گا اور اَن اَفْذِیْہِ فِی السَّابُوتِ، مَا یُوْحٰی سے بدل ہے وہ یہ کہ ان کو تابوت میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دے، پھر دریا ان کو ساحل پر ڈال دے گا یعنی اپنے کنارے پر اور (فَلْیَلِیْہِ) امر بمعنی خبر ہے، آخر کار اس کو ایسا شخص پکڑ لے گا جو کہ میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی اور وہ فرعون ہے، اور بعد اس کے کہ ان لوگوں نے تجھ کو پکڑ لیا میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی تاکہ تو لوگوں کے نزدیک محبوب ہو جائے اور پھر فرعون اور ہر وہ شخص جو تجھ کو دیکھے گا تجھ سے محبت کرنے لگے اور تاکہ تم میری نگرانی رعایت و حفاظت میں پرورش پاؤ اِذ تعلیمیہ ہے (یہ اس وقت کی بات ہے) جب تیری بہن مریم تیری خبر گیری کے لئے چل رہی تھی اور ان لوگوں نے بہت سی دودھ پلانے والیوں کو بلایا تھا اور تو ان میں سے کسی کے پستانوں کو قبول نہیں کرتا تھا تو (مریم) کہنے لگی کیا میں تم لوگوں کو ایسا شخص بتا دوں جو اس کی کفالت کرے؟ چنانچہ اس کی بات منظور کر لی گئی بعد ازاں وہ اس کی ماں کو بلالائی اور اس نے اس کے پستانوں کو قبول کر لیا، پھر ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھیں تیری ملاقات سے ٹھنڈی ہوں اور ان کو اس وقت کوئی غم نہ رہے (ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے) یعنی تو نے اپنی ماں کا دودھ قبول کر لیا تو اب تجھ کو کوئی غم نہ ہونا چاہئے، اور تو نے ایک قطبی شخص کو مصر میں قتل کر دیا تھا اور اس کے قتل کی وجہ سے تو فرعون کی طرف سے مغموم تھا پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی پھر ہم نے تم کو مختلف قسم کی آزمائشوں میں ڈالا (یعنی) اس کے علاوہ بھی ہم نے تم کو آزمائشوں میں مبتلا کیا اور پھر ان سے تجھ کو خلاصی دی پھر اہل مدین میں تم کئی (دس) سال رہے مصر سے مدین آنے کے بعد شعیب علیہ السلام کے پاس اور تم نے اس کی بیٹی سے نکاح کیا پھر تم ایک خاص عمر کو پہنچے جو کہ میرے علم میں رسالت کے لئے مقدر تھی اور وہ تیری عمر کے چالیس سال تھے اے موسیٰ میں نے تم کو اپنی رسالت کے لئے منتخب کر لیا لہذا (اب) تم اور تمہارے بھائی میری نو نشانیاں لیکر لوگوں کے

پاس جاؤ اور میری یادگاری میں کوتاہی سستی سے کام نہ لینا (یعنی) تسبیح وغیرہ میں۔

## تحقیق و تشریح تسمیہ فی تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ: يَفْقَهُوا** جواب دعاء ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے، **وَزِيْرًا وَّزُرُ** سے صیغہ صفت ہے، مددگار، ناصر، معین، بقول مفسر علام **وَزِيْرًا** اجعل کامفعول اول ہے اور ہارون مفعول ثانی ہے، اس کا عکس **اَوَّلِي** ہے اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب دو مفعول جمع ہوں ان میں ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ، تو معرفہ کو مفعول اول بناتے ہیں اس لئے کہ مفعول اول مبتداء ہوتا ہے جس کو معرفہ ہونا چاہیے اور مفعول ثانی خبر ہوتی ہے جس کے لئے نکرہ ہونا مناسب ہے اور یہاں ہارون معرفہ اور **وَزِيْرًا** نکرہ ہے مقصود بالغايت اور اہم ہونے کی وجہ سے مفعول ثانی کو مقدم کر دیا گیا ہے۔

**مَكْرَمًا** تسمیہ تشریحی تشریح: **وَزِيْرًا** مفعول اول ہو اور **لِي** مفعول ثانی اور ہارون بدل یا عطف بیان ہو **اُشْدُدْ**، **اُشْرِكْ** یہ دونوں صیغے جب مضارع واحد متکلم ہوں گے تو **اُشْدُدْ** میں ہمزہ کا فتح ہوگا اور **اُشْرِكْ** میں ہمزہ کا ضمہ ہوگا اور جواب دعاء ہونے کی وجہ سے دال ثانی اور کاف ساکن ہوں گے اس صورت میں دونوں فعلوں کی نسبت حضرت موسیٰ عليه السلام کی طرف ہوگی مطلب یہ ہوگا تاکہ میں اس کے ذریعہ اپنی پیٹھ مضبوط کروں اور اس کو اپنا شریک کار بناؤں اور اگر دونوں امر کے صیغہ ہوں تو **اُشْدُدْ** ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ ہوگا (ن، ض) اور **اُشْرِكْ** ہمزہ کے فتح کے ساتھ ہوگا اس صورت میں دونوں فعلوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی یعنی اے اللہ تو میرے بھائی کے ذریعہ میری پیٹھ مضبوط کر دے اور اس کو میرا شریک کار بنا دے **اُشْدُدْ** کا جب **اَنْحَى** کے ساتھ وصل کریں گے تو ہمزہ ساقط ہو جائے گا **اَزْرِيْ** الازر قوت، پشت **سُوْلُكَ** سُوْلُ بروزن **فُعْلٌ** جیسا کہ **خُبِرٌ** بمعنی **مَحْبُوْرٌ** **فُعْلٌ** بمعنی **مَفْعُوْلٌ** ہے کاف کی طرف مضاف ہے بمعنی درخواست، تمنا، خواہش **اِذْ اَوْحَيْنَا** مننا کا ظرف ہے اور **اِذْ اَوْحَيْنَا** مرۃ سے بدل بھی ہو سکتا ہے اور **اِذْ** تعلیلیہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ مفسر **رَحْمٰنُ اللّٰہُ تَعَالٰی** نے صراحت کی ہے مفسر **رَحْمٰنُ اللّٰہُ تَعَالٰی** کا مناماً اور الہاماً کا اضافہ کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ وحی رسالت نہیں تھی بلکہ وحی لغوی تھی **اِقْدِیْ** **قَدْ** (ض) واحد مونث حاضر اس کے آخر میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول ہے (تو اس کو ڈال دے، رکھ دے) **يُلْقِيْهِ** **الْقَاءُ** سے امر کا واحد مذکر غائب بمعنی خبر ہے ضمیر مفعولی ہے، اس کو ڈال دے، پھینک دے **الْبَحْرُ** مراد دریائے نیل ہے **يَاْخُذْهُ** جواب امر ہے **مِنِّيْ** **الْقَيْثُ** کے متعلق ہے اور **كَائِنَةً** محذوف کے متعلق ہو کر محبۃ کی صفت بھی ہو سکتی ہے۔

**قَوْلُهُ: لِنُحَبِّ** **يَاْ الْقَيْثُ** کی علت ہے اس کو محذوف اس لئے مانا کہ **لِنُصْنَعْ** کا عطف درست ہو جائے ای **لِنُحَبِّ** و **نُصْنَعْ** **اِذْ** تسمیہ کا تعلق مذکور دونوں فعلوں میں سے کسی ایک سے ہو سکتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ **اِذْ** اولیٰ سے بدل ہو، اس لئے کہ بہن کا ساتھ ساتھ چلنا بھی احسان ہی تھا اور **اِذْ** محذوف مان کر تقدیر عبارت یہ بھی ہو سکتی ہے **اُذْ** کر **اِذْ** تسمیہ۔

قَوْلُیْ: مَرَّاضِعُ مُرْضِعَةٍ کی جمع ہے دودھ پلانے والی کو کہتے ہیں فُتُونًا مفعول مطلق ہے ای اِبْتَلٰیْناكَ اِبْتِلَاءً اور فِتْنَةً کی جمع بھی ہو سکتی ہے جیسے بَذْرَةُ کی جمع بُدُورُ ای فِتْنَاكَ بِفُتُونٍ کثیرہ مفسر علام نے فاجیبت کو محذوف مانا ہے تاکہ فرجعناک کا عطف درست ہو جائے اِصْطَنَعْتُكَ (افعال) اِصْطِنَاعٌ درستی میں مبالغہ کرنا، منتخب کرنا تَنْبِیًا و نَبِیًا سستی کرنا (ض) تشبیہ مذکر حاضر لَا تَنْبِیَا سستی نہ کرو الی الناس یہاں فرعون کو آئندہ پر قیاس کرتے ہوئے حذف کر دیا گیا ہے جس طرح کہ وہاں آیاتسی کو اس پر قیاس کر کے حذف کر دیا گیا ہے اس کو صنعت احتیاج کہتے ہیں یعنی نظیر کو نظیر پر قیاس کرتے ہوئے حذف کر دینا۔

قَوْلُیْ: التَّسْعُ مفسر علام التسع کے بجائے العصا والید فرماتے تو مناسب ہوتا، اس لئے کہ ابتداءً صرف یہی دو معجزے عطا کیے گئے تھے باقی معجزات دوسری مدت کے دوران عطا کیے گئے اب رہا یہ سوال کہ دو معجزوں پر جمع کا اطلاق کیونکر درست ہے؟ جَوَابُیْ: یہ دونوں معجزے چونکہ متعدد معجزات پر مشتمل تھے اس لئے جمع سے تعبیر کرنا درست ہے۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب کلام الہی کا شرف خاص حاصل ہوا اور منصب نبوت و رسالت عطا ہوا تو اپنی ذات پر بھروسہ کرنے کے بجائے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس وقت پانچ دعائیں مانگیں۔

### پہلی دعاء:

رب اشرح لی صدی اے میرے رب میرا سینہ کشادہ فرما دے یعنی اس میں ایسی وسعت عطا فرما دے کہ جو علوم نبوت کا متحمل ہو سکے اور دعوت و تبلیغ کے کام میں جو شداوند و مصائب پیش آتے ہیں ان کو برداشت کر سکے۔

### دوسری دعاء:

وَيَسِّرْ لِي اَمْرِي یعنی میرا یہ کام آسان کر دے اس لئے کہ کسی کام کا آسان یا دشوار ہونا سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اگر وہ چاہے تو آسان کو مشکل اور مشکل کو آسان کر دے۔

### تیسری دعاء:

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي الخ یعنی میری زبان کی بندش کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھنے لگیں، اس بندش کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز ایسا ہوا کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی گود میں لئے ہوئے تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک ہاتھ سے فرعون کی ڈاڑھی پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے اس کے گال پر طمانچہ رسید کر دیا، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام

کھیل رہے تھے ان کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے وہ کھیل رہے تھے اچانک فرعون کے سر پر مادی فرعون کو غصہ آیا اور اس کے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، غالباً فرعون کو یہ شک ہو گیا کہ ہو سکتا ہے یہ وہی اسرائیلی بچہ ہو جس کے ذریعہ میری سلطنت کا خاتمہ نجومیوں نے بتایا ہے، فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم نے کہا شاہا! آپ بچہ کی بات کا خیال کرتے ہیں جس کو کسی چیز کی عقل تمیز نہیں، اور اگر آپ چاہیں تو تجربہ کر لیں چنانچہ ایک طشت میں انگارے اور دوسرے میں جواہر پارے لا کر موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیجئے خیال یہ تھا کہ انگارے چونکہ جواہرات کے مقابلہ میں زیادہ روشن اور چمکدار ہوتے ہیں لہذا بچوں کی عادت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی انگاروں کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے جس سے فرعون کو یقین آ جائے گا کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ کیا وہ بچپن کی نادانی کی وجہ سے کیا ہے مگر اتفاق کی بات کہ حضرت موسیٰ نے ہاتھ جواہرات کی طرف بڑھایا مگر جبرائیل امین نے ان کا ہاتھ آگ کے انگاروں کی طرف کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچوں کی عادت کے مطابق ایک چنگاری ہاتھ میں اٹھا کر منہ میں رکھ لی جس کی وجہ سے زبان جل گئی، فرعون کو اس بات کا یقین آ گیا کہ موسیٰ کا یہ عمل کسی شرارت کا نتیجہ نہیں بلکہ بچپن کی نادانی کا نتیجہ ہے، آگ کی وجہ سے زبان کے جل جانے کو قرآن میں عقدہ کہا گیا ہے اور اسی کو کھولنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی تھی، جو کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے قبول فرمائی مگر قلیل مقدار میں بستگی کا اثر باقی رہ گیا تھا یہ قبولیت دعا کے منافی نہیں ہے۔

### چوتھی دعا:

وَاجْعَلْ لِي وَزِيْرًا مِّنْ اٰخِلِيْ مِيْرَالِيْکَ مَعَاوِنِ مِيْرَے خاندان سے عطا فرما جو میرا شریک ہو کر میرا ہاتھ بٹا سکے، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور ہارون علیہ السلام کو ان کا شریک کا رہنا دیا حضرت ہارون علیہ السلام اس وقت مصر میں تھے اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کے ذریعہ ان کی نبوت کی اطلاع دیدی۔

### پانچویں دعا:

وَاشْرِكْهُ فِیْ اٰمْرِیْ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو اپنا وزیر اور معاون بنانا چاہا یہ اختیار تو ان کو خود حاصل تھا صرف تبرکاً اس کام کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی مگر ساتھ ہی یہ بھی چاہتے تھے کہ نبوت اور رسالت میں شریک کر دیں یہ اختیار کسی رسول یا نبی کو خود نہیں ہوتا، اس لئے اس کی جداگانہ مستقل دعا کی، حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے اور تین ہی سال قبل وفات پائی۔

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اٰخَرٰی اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی ان نعمتوں کو یاد دلارہے ہیں جو شروع پیدائش سے اب تک زندگی کے ہر دور میں آپ پر مہذول ہوتی رہیں، اور مسلسل آزمائشوں کے درمیان قدرت حق نے کن حیرت انگیز طریقوں سے ان کی حفاظت فرمائی، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان نعمتوں کو یاد دلانے کے لئے مَرَّةً اٰخَرٰی کا لفظ استعمال فرمایا ہے اس کا مطلب یہ نہیں

کہ یہ نعمتیں بعد کی ہیں اور اس سے پہلے جو نعمتیں شمار کرائی ہیں وہ پہلی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اخسریٰ کا لفظ کبھی مطلقاً دوسری کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (روح المعانی)

اِذْ اَوْحَيْنَا اِلٰی اُمِّکَ یعنی جب وحی بھیجی ہم نے آپ کی والدہ کے پاس ایک ایسے معاملہ میں کہ جو صرف وحی ہی سے معلوم ہو سکتا تھا وہ یہ کہ فرعونؑی سپاہی جو کہ اسرائیلی لڑکوں کو قتل کرنے پر مامور تھے ان سے بچانے کے لئے آپ کی والدہ کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ ان کو ایک تابوت میں بند کر کے دریا میں ڈال دیں اور ان کے ہلاک ہونے کا اندیشہ نہ کریں، ہم ان کی حفاظت کریں گے اور پھر آپ کے پاس ہی واپس پہنچا دیں گے ظاہر ہے کہ یہ باتیں عقل و قیاس کی نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور ان کی حفاظت کا ناقابل قیاس انتظام صرف اسی کی طرف سے بتلانے پر ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ (معارف القرآن)

## کیا وحی غیر نبی و رسول کی طرف بھی آ سکتی ہے؟

صحیح بات یہ ہے کہ لفظ وحی کے لغوی معنی ایسے خفیہ کلام کے ہیں کہ جو صرف مخاطب کو معلوم ہوں دوسرے اس پر مطلع نہ ہوں اس لغوی معنی کے اعتبار سے وحی کسی کے لئے مخصوص نہیں، نبی اور رسول بلکہ جانور تک اس میں شامل ہو سکتے ہیں اَوْحٰی رَبُّکَ اِلٰی النَّحْلِ میں شہد کی مکھی کو بذریعہ وحی تلقین و تعلیم کرنے کا ذکر اسی معنی کے اعتبار سے ہے اور اَوْحَيْنَا اِلٰی اُمِّکَ بھی اس معنی لغوی کے اعتبار سے ہے اس سے ان کا نبی یا رسول ہونا لازم نہیں آتا جیسے حضرت مریمؑ کو ارشادات ربانی پہنچے باوجودیکہ باتفاق جمہور امت وہ نبی یا رسول نہیں تھیں، اس طرح کی لغوی وحی عموماً بذریعہ الہام ہوتی ہے حق تعالیٰ کسی کے قلب میں کوئی مضمون ڈال دیں اور اس پر مطمئن کر دیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے جیسے عموماً اولیاء اللہ کو اس قسم کے الہامات ہوتے رہتے ہیں، بلکہ ابو حیان اور بعض دوسرے علماء نے کہا ہے کہ اس طرح کی وحی بعض اوقات کسی فرشتہ کے واسطہ سے بھی ہو سکتی ہے جیسے حضرت مریمؑ کے واقعہ میں اس کی تصریح ہے کہ جبرائیل امینؑ نے بشکل انسانی مشکل ہو کر ان کو تلقین فرمائی مگر اس کا تعلق صرف اس کی ذات سے ہوتا ہے جس کو یہ وحی الہام کی جاتی ہے اصلاح خلق اور تبلیغ دعوت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، بخلاف وحی نبوت کے کہ اس کا منشا ہی مخلوق کی اصلاح ہے اس کو وحی رسالت اور وحی نبوت کہتے ہیں، اس پر صاحب وحی کو خود بھی ایمان لانا ضروری ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنی وحی پر ایمان لانے کا حکم کرے۔

وحی الہامی یعنی وحی لغوی کا سلسلہ جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا اور وحی نبوت حضرت خاتم الانبیاء محمد ﷺ پر ختم ہو چکی ہے بعض بزرگوں کے کلام میں اس کو وحی تشریحی اور غیر تشریحی سے تعبیر کیا گیا ہے جس کو مدعی نبوت قادیانی نے شیخ محی الدین ابن عربی کی بعض عبارتوں کے حوالہ سے اپنے دعوائے نبوت کے جواز کی دلیل بنایا ہے جو خود ابن عربی کی تصریحات سے باطل ہے۔

## موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام:

روح المعانی میں ہے کہ ان کا مشہور نام یُو حَازِذ ہے اور اتقان میں ان کا نام لَحْبَانَه بنت یصمد بن لاوی لکھا ہے اور بعض لوگوں نے ان کا نام بار خا اور بعض نے باز خت بتلایا ہے، تعویذ گنڈے والے ان کے نام کی عجیب و غریب خصوصیات بیان کرتے ہیں، صاحب روح المعانی نے فرمایا کہ ہمیں اس کی کوئی بنیاد معلوم نہیں ہوئی اور غالب یہ ہے کہ یہ خرافات میں سے ہے۔

فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ، یَمُّ بمعنی دریا ہے اور دریا سے بحر نیل مراد ہے آیت میں ایک حکم تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو دیا گیا ہے کہ اس بچہ کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دے اور دوسرا حکم بصیغہ امر دریا کے نام ہے کہ وہ اس تابوت کو دریا کے کنارے پر ڈال دے دریا چونکہ بظاہر بے حس اور بے شعور ہے اس کو حکم دینے کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا اسی لئے بعض حضرات نے یہ قرار دیا کہ اگرچہ یہاں صیغہ امر بمعنی الحکم استعمال ہوا ہے مگر مراد اس سے حکم نہیں ہے بلکہ خبر دینا ہے کہ دریا اس کو کنارے پر ڈال دے گا مگر محققین علماء کے نزدیک یہ امر اپنے ظاہر پر امر اور حکم ہی ہے اور دریا ہی اس کا مخاطب ہے کیونکہ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی شئی حتیٰ کہ درخت اور پتھر بے شعور نہیں بلکہ سب میں عقل و ادراک موجود ہے، اور یہی عقل و ادراک ہے جس کے سبب یہ سب چیزیں حسب تصریح قرآن تسبیح میں مشغول ہیں، البتہ جنوں اور انسانوں کے علاوہ کسی میں عقل و شعور اتنا مکمل نہیں جن کو حلال و حرام کا مکلف بنایا جاسکے۔

بِأَخْذِهِ عَذُوْلَى وَعَذُوْلَةٌ یعنی اس بچہ کو ایسا شخص اٹھالے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور موسیٰ کا بھی، مراد فرعون ہے، فرعون کا دشمن خدا ہونا تو اس کے کفر کی وجہ سے ظاہر ہے مگر موسیٰ علیہ السلام کا دشمن کہنا اس لئے محل غور ہے کہ اس وقت تو فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن نہیں تھا بلکہ ان کی پرورش پر زرخیز خرچ کر رہا تھا پھر اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن فرمانا یا تو انجام کے اعتبار سے ہے کہ بالآخر فرعون اس کا دشمن ہو جائے گا کیونکہ فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کا دشمن ہو جانا اللہ کے علم میں تھا، اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جہاں تک فرعون کی ذات کا تعلق ہے وہ فسی نفسہ اس وقت بھی دشمن ہی تھا اس نے حضرت موسیٰ کی تربیت صرف بیوی کی خاطر گوارا کی تھی، اور جب اس میں بھی اس کو شبہ ہوا تو اسی وقت قتل کا حکم دے دیا تھا جو حضرت آسیہ کی تدبیر اور دانشمند کی ذریعہ ختم ہوا۔ (روح و مظہری)

وَالْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي اس جگہ لفظ محبت مصدر بمعنی محبوبیت ہے اور مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی عنایت اور رحمت سے آپ کے وجود میں ایک محبوبیت کی شان رکھ دی تھی کہ جو آپ کو دیکھے گا آپ سے محبت کرنے لگے گا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عکرمہ سے یہی تفسیر منقول ہے۔

وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي لفظ صنعت سے یہاں عمدہ تربیت مراد ہے جیسا کہ عرب میں صَنَعْتُ فَرَسِي کا محاورہ اسی معنی میں معروف ہے کہ میں نے اپنے گھوڑے کی اچھی تربیت کی اور عَلٰی عَيْنِي سے مراد عَلٰی حَفْظِي ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے

ارادہ فرمایا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی بہترین تربیت براہ راست حق تعالیٰ کی نگرانی میں ہو اس لئے مصر کی سب سے بڑی ہستی یعنی فرعون کے ہاتھوں ہی اس کے گھر میں یہ کام اس طرح لیا گیا کہ وہ اس سے بے خبر تھا کہ میں اپنے ہاتھوں اپنے دشمن کو پال رہا ہوں۔ (مظہری)

إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا اس تابوت کے تعاقب میں جانا اور اس کے بعد کا قصہ جس کا اجمال اس آیت میں آیا ہے جس کے آخر میں ہے وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا یعنی ہم نے آپ کی آزمائش کی بار بار (قالہ ابن عباس رحمہ اللہ تعالیٰ) یا آپ کو ابتلاء آزمائش کیا بار بار (قالہ ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ) اس کی پوری تفصیل سنن نسائی کی ایک طویل حدیث میں بروایت ابن عباس رحمہ اللہ تعالیٰ آئی ہے۔ (قصہ کی تفصیل کے لئے معارف القرآن جلد ششم کی طرف رجوع کریں)

إِذْ هَبَّا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۖ بِإِذْعَاءِ الرُّبُوبِيَّةِ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا فِي رُجُوعِهِ عَنْ ذَلِكَ لَعَلَّاهُ يَتَذَكَّرُ يَنْتَعِظُ أَوْ يَخْشَىٰ ۝  
 اللَّهُ فَيَرْجِعُ وَالتَّوَجُّبِ بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِمَا لِعِلْمِهِ تَعَالَىٰ بِأَنَّهُ لَا يَرْجِعُ قَالَا رَبَّنَا اتَّخَفْنَا خُفْيًا أَن تَقْرُطَ عَلَيْنَا أَيْ يَغْجَلُ  
 بِالْعُقُوبَةِ أَوْ أَنْ يَطْغَىٰ ۝ عَلَيْنَا أَيْ يَتَكَبَّرُ قَالَ لَاتَخَفَا إِنِّي مَعَكُمْ بِعَوْنِي أَسْمَعُ مَا يَقُولُ وَأَرَىٰ ۝ مَا يَفْعَلُ  
فَاتِيَهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ إِلَى الشَّامِ وَلَا تَعْثُبْهُمْ أَيْ خَلَّ عَنْهُمْ مِنْ اسْتِعْمَالِكَ  
 إِيَّاهُمْ فِي أَشْغَالِكَ الشَّاقَّةِ كَالْحَفْرِ وَالْبِنَاءِ وَحَمْلِ الثَّقِيلِ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ بِحُجَّةٍ مِنْ رَبِّكَ عَلَىٰ صِدْقِنَا  
 بِالرِّسَالَةِ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ ۝ أَيْ السَّلَامَةُ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ مَنْ كَذَّبَ  
بِمَا جِئْنَا بِهِ وَتَوَلَّىٰ ۝ أَعْرَضَ عَنْهُ فَاتِيَاهُ وَقَالَ لَهُ جَمِيعٌ مَا ذُكِّرَ قَالَ قَمِنَ رَبِّكُمَا يَمُوسَىٰ ۝ اقْتَصَرَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ الْأَصْلُ  
 وَلَا دَلَالَةَ عَلَيْهِ بِالتَّرْبِيَةِ قَالَ رَبَّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ مِنَ الْخَلْقِ خَلْقَهُ الَّذِي هُوَ عَلَيْهِ مُتَمَيِّزٌ بِهِ عَنْ غَيْرِهِ  
ثُمَّ هَدَىٰ ۝ الْحَيَوَانَ مِنْهُ إِلَىٰ مَطْعِمِهِ وَسَمَرِهِ وَسَكَنِهِ وَغَيْرِ ذَلِكَ قَالَ فِرْعَوْنُ فَمَا بَالُ حَالِ الْقُرُونِ الْأُمِّ  
الْأُولَىٰ ۝ كَقَوْمِ نُوحٍ وَهُودٍ وَلُوطٍ وَصَالِحٍ فِي عِبَادَتِهِمْ الْأَوْثَانِ قَالَ مُوسَىٰ عَلِمَهَا أَيْ عَلِمَ خَالِصُهَا مَحْفُوظٌ  
عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوظُ يُجَازِيهِمْ عَلَيْهَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا يَضِلُّ يَغِيبُ رُبِّي عَنْ شَيْءٍ وَلَا يَنْسَىٰ ۝  
 رَبِّي شَيْئًا الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ فِي جُمْلَةِ الْخَلْقِ الْأَرْضَ مَهْدًا فَرَأَسَا وَسَلَكَ سَهْلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا طُرُقًا  
وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مَطَرًا قَالَ تَعَالَىٰ تَتَمِيمًا لِّمَا وَصَفَهُ بِهِ مُوسَىٰ وَخَطَابًا لِأَهْلِ مَكَّةَ فَأَخْرَجَ إِلَيْهِ أَزْوَاجًا أَصْنَافًا  
مِنْ ثَمَرَاتِ شَيْءٍ ۝ صِفَةُ أَزْوَاجٍ أَيْ مُخْتَلِفَةِ الْأَلْوَانِ وَالطُّعُومِ وَغَيْرِهَا وَشَيْءٌ جَمْعُ شَيْئٍ كَمَرِيضٍ  
 وَمَرْضَىٰ مِنْ شَيْءٍ الْأَمْرُ تَفَرَّقَ كُلُّهَا مِنْهَا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ فِيهَا جَمْعُ نَعَمٍ هِيَ الْإِبِلُ وَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ يُقَالُ  
 رَعَيْتُ الْأَنْعَامَ وَرَعَيْتُهَا وَالْأَمْرُ لِلإِبَاحَةِ وَتَذَكِيرِ النِّعْمَةِ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ مِنْ ضَمِيرٍ أَخْرَجْنَا أَيْ مُبِيحِينَ لَكُمْ  
 الْأَكْلَ وَرَعَى الْأَنْعَامَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَمَذْكُورٍ مَنَا لَكُنَّا لَعِبَرًا لِلْأُولَىٰ النَّهْيُ ۝ لِأَصْحَابِ الْعُقُولِ جَمْعُ نَهْيَةٍ



كَغُرْفَةٍ وَغُرُفٍ سُمِّيَ بِهِ الْعَقْلُ لِأَنَّهُ يَنْهَى صَاحِبَهُ عَنِ ارْتِكَابِ الْقَبَائِحِ.

**ترجمہ:** تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے دعوائے ربوبیت کر کے بڑی سرکشی کی ہے دعوائے ربوبیت سے رجوع کرنے کے بارے میں اسے نرمی سے سمجھاؤ شاید کہ وہ سمجھ جائے یا اللہ سے ڈر جائے اور باز آجائے اور ترجی کا صیغہ حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی کے اعتبار سے ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھا کہ وہ باز نہیں آئے گا (پھر ترجی کے صیغہ کے استعمال کا کوئی مطلب نہیں رہتا) تو دونوں نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہمارے اوپر زیادتی کر بیٹھے یعنی سزا میں جلد بازی کر بیٹھے یا ہمارے اوپر شرارت کرنے لگے یعنی تکبر سے پیش آئے، تو ارشاد ہوا اندیشہ نہ کرو کیونکہ میں مدد سے تم دونوں کے ساتھ ہوں جو کچھ وہ کہے گا اس کو میں سنوں گا اور جو کچھ وہ کرے گا میں اس کو دیکھوں گا اب اس کے پاس جاؤ اور کہو ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں لہذا بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ شام کی طرف جانے دے اور ان کو تکلیف مت پہنچا یعنی مشقت کے کاموں میں ان کا استعمال بند کر دے، جیسا کہ کھدائی کا کام اور معماری کا کام اور بار برداری کا کام ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی یعنی دعوائے رسالت کی صداقت پر دلیل لیکر آئے ہیں اور ایسے شخص کے لئے سلامتی ہے جس نے ہدایت کا اتباع کیا یعنی ایسے شخص کے لئے عذاب سے سلامتی ہے ہمارے پاس وحی بھیجی گئی ہے کہ عذاب اس شخص پر ہوگا جس نے ہماری لائی ہوئی شئی کی تکذیب کی اور اس سے اعراض کیا چنانچہ دونوں بھائی اس کے پاس گئے اور جو کچھ مذکور ہوا سب کہہ دیا تو وہ کہنے لگا اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟ (خطاب میں) موسیٰ علیہ السلام پر اقتصار کیا اس لئے کہ موسیٰ ہی (رسالت) میں اصل تھے اور فرعون موسیٰ پر تربیت کا احسان جتنا ناچاہتا تھا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شئی کو مخلوق میں سے اس کے مناسب صورت عطا فرمائی جس کی وجہ سے وہ غیر سے ممتاز ہے پھر ہر شئی میں سے حیوان کو اس کے کھانے پینے اور جفتی کرنے وغیرہ کی سمجھ عطا فرمائی فرعون نے کہا کہ اچھا تو پہلی امتوں کا کیا حال ہوا، جیسا کہ قوم نوح اور ہود اور صالح ان کے بتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے، موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا ان کا یعنی ان کے حال کا علم میرے رب کے پاس کتاب لوح محفوظ میں محفوظ ہے قیامت کے دن ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا، نہ تو میرا رب کسی شئی کے بارے میں غلطی کرتا ہے اور نہ کسی شئی کو بھولتا ہے وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے منجملہ مخلوق کے زمین کو فرش بنایا اور زمین میں تمہارے لئے راستے بنائے اور آسمان سے پانی بارش برسائی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے کلام کو پورا کرنے کے لئے اہل مکہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ مختلف نباتات کی مختلف قسمیں پیدا کیں (من نبات شئی) ازواجاً کی صفت ہے یعنی مختلف رنگوں اور ذائقے وغیرہ کی، اور شئی شئیت کی جمع ہے جیسا کہ مرضی مریض کی جمع ہے اور یہ شئی الامر بمعنی تفرق سے (ماخوذ ہے) اس میں سے خود بھی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی کھلاؤ (انعام) نعم کی جمع ہے اور وہ اونٹ اور گائیں اور بکریاں ہیں بولا جاتا ہے جانور چر گئے اور میں نے ان کو چرایا، صیغہ امر اباحت اور تذکیر نعمت کے لئے ہے

اور جملہ اخراجنا کی ضمیر سے حال ہے یعنی حال یہ کہ ہم تمہارے لئے کھانا، اور جانوروں کو چراگاہ مباح کرنے والے ہیں، یہاں مذکور تمام چیزوں میں عبرت آمیز نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے یعنی ٹھنی ٹھنیہ کی جمع ہے جیسا کہ عُرف غرقہ کی جمع ہے بعض حضرات نے ٹھنی کو مفرد بھی کہا ہے عقل کا نام ٹھنی اس لئے رکھا گیا ہے کہ عقل، عقلمند کو قباح کے ارتکاب سے روکتی ہے، ٹھنی اصل میں ٹھنی تھا۔

## تحقیق و ترمیمی تفسیری فوائد

**سُؤَال:** اِذْهَبَا اِلَى فِرْعَوْنَ دونوں کو ایک صیغہ میں جمع کرنے میں کیا مصلحت ہے؟ جبکہ خطاب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے بلکہ حضرت ہارون علیہ السلام تو اس وقت وہاں موجود بھی نہیں تھے بلکہ مصر میں تھے۔

**جواب:** حاضر کو غائب پر ترجیح دینے کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے۔

**سُؤَال:** اللہ تبارک و تعالیٰ نے حجاب منکشف فرمادیا تھا جس کی وجہ سے ہارون علیہ السلام نے وہی کلام ربانی سنا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا تھا، لیکن موسیٰ علیہ السلام نے کلام ربانی بلا واسطہ سنا تھا اور ہارون علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے سنا تھا۔

**قَوْلُهُ:** فِي رَجوعِهِ عَنْ ذَلِكَ اِى رَجوع الفرعون عن ادعاء الربوبية.

**قَوْلُهُ:** فیرجع جواب ترجی کی وجہ سے منصوب ہے۔

**قَوْلُهُ:** وَالتَّرجی بالنسبة اليهما یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے کلمہ ترجی (شک کا کلمہ) کیوں استعمال فرمایا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں فرعون کا ایمان نہ لانا متعین تھا۔

**جواب:** کلمہ ترجی کا استعمال موسیٰ و ہارون علیہ السلام کے اعتبار سے ہے نہ کہ اپنی ذات کے اعتبار سے۔

**قَوْلُهُ:** يَفْرُطُ (ن) فَرَطًا فَرَطًا جلدی کرنا، پیش دستی کرنا، پوری بات سے بغیر سزا میں جلدی کرنا (روح) فاتیہ اس کا عطف لاتخافا پر ہے اَسْمَعُ وَاِىْ اِئْتَنى معکما کی تاکید ہے۔

**قَوْلُهُ:** بِعَوْنِی کا اضافہ کر کے معیت جسمانی کو باطل کر دیا ہے، یہاں معیت سے مراد اعانت اور نصرت ہے فَاْتِیَاهُ تَم بَذَاتِ خود اس کے پاس جاؤ، نہ یہ کہ کسی کے ذریعہ پیغام پہنچا دو۔

**قَوْلُهُ:** فَاْتِیَاهُ وَقَالَا لَهُ جَمِيعَ مَا دُكِّرَ کو مقدر مان کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ فرعون کا قول قَالَ مَنْ رَبُّكُمَا يَا مُوسٰی محذوف پر مرتب ہے۔

**قَوْلُهُ:** اِفْتَصَرَ عَلَيْهِ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے فَمَنْ رَبُّكُمَا میں ہارون اور موسیٰ دونوں سے خطاب ہے اور یا موسیٰ میں نداء صرف موسیٰ علیہ السلام کو ہے، مفسر علام نے اس کے دو جواب دیئے ہیں، اول جواب یہ ہے کہ ان دونوں حضرات میں اصل حضرت موسیٰ ہی ہیں حضرت ہارون تو معاون اور تابع ہیں لہذا اصل کو نداء کے لئے

منتخب کیا، دوسرا جواب لَدَلَالہ سے دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے موسیٰ بچپن میں تیری پرورش تو میں نے کی ہے لہذا تیرا رب تو میں ہوں تو میرا رب کس کو قرار دیتا ہے گویا کہ احسان جتانے اور عار دلانے کے لئے خاص طور پر موسیٰ علیہ السلام کو نداء دی کہ تیرے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ تو میرا رب کسی اور کو قرار دے جبکہ خود تیرا رب میں ہوں بخلاف ہارون علیہ السلام کے ان پر فرعون کا کوئی احسان نہیں تھا۔

قَوْلُهُ: اِدْلَالٌ احسان جتنا، ناز و نخرے کرنا رَبَّنَا الذی اعطى النخ ربنا مبتداء اور الذی النخ اس کی خبر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ هُوَ مبتداء محذوف ہو اور ربنا اس کی خبر مبتداء خبر سے مل کر موصوف اور الذی النخ اس کی صفت موصوف صفت سے مل کر مقولہ اعطى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ كُلَّ شَيْءٍ اعطى کا مفعول اول ہے اور خَلْقَهُ مفعول ثانی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خَلْقَهُ مفعول اول ہو اور كُلَّ شَيْءٍ مفعول ثانی، اہتمام کے لئے مفعول ثانی کو مقدم کر دیا گیا ہے ای اعطى خَلْقَهُ كُلَّ شَيْءٍ قال فرعون فَمَا بِالِ النخ جب فرعون پر موسیٰ علیہ السلام کا حق پر اور خود کا باطل پر ہونا ظاہر ہو گیا تو ایسی باتیں کر کے کہ جن کا رسالت سے کوئی تعلق نہیں تھا بات کا رخ موڑنے کی کوشش کی تاکہ اس کی ریاست خطرہ میں نہ پڑ جائے، موسیٰ علیہ السلام اس کی چال بازی کو سمجھ گئے اور بہت مختصر سا جواب دے کر اصل موضوع پر جبرے رہے اور فرعون کو بھی موضوع سے نہ ہٹنے دیا اس لئے کہ ایک مناظر کی خوبی یہ ہے کہ مخالف کو موضوع سے ہٹنے نہ دے اس لئے کہ مخالف کے پاس جب کوئی دلیل نہیں رہتی تو وہ موضوع سے ہٹنے کی کوشش کرتا اور غیر متعلق باتیں کرنی شروع کر دیتا ہے۔

قَوْلُهُ: اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ یَفرعون کے سوال اول کے جواب ہی سے متعلق ہے۔

قَوْلُهُ: لَا یَبْضُلُ اِی لَا یُخْطِیْ ابتداء یعنی کوئی شئی اس سے چھوٹی نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: وَلَا یَنْسِیْ یعنی علم کے بعد ذہول و نسیان نہیں ہوتا اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا اور ثم ھدی کے درمیان مابال القرون الاولیٰ النخ جملہ معترضہ ہے عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِی کِتَابٍ۔

قَوْلُهُ: اِی عِلْمُ حَالِہُمْ محفوظ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہا ضمیر مضاف الیہ سے پہلے حال مضاف محذوف ہے اس لئے کہ کسی کے علم سے مراد اس شئی کے حالات کا علم ہوتا ہے نہ کہ ذات شئی کا، اور محفوظ کا اضافہ کر کے اشارہ کر دیا کہ عِلْمُهَا مبتداء خبر محذوف ہے عِلْمُهَا بترکیب اضافی مبتداء ہے اور عند ربی خبر اول اور فی کتاب خبر ثانی اور یہ بھی جائز ہے کہ ہَذَا خُلُوٌّ حَامِضٌ کے مانند دونوں ایک ہی خبر ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عند ربی خبر ہو اور فی کتاب ظرف کی ضمیر مستتر سے حال ہو۔

قال تعالیٰ تَتِمِّمًا لِّمَا وَصَفَہُ النخ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فاخر جَنَابِہُ النخ یہ بطور حکایت ہے، موسیٰ علیہ السلام کا کلام نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس سے موسیٰ علیہ السلام کے کلام وانزل من السماء ماءً کو مکمل کر کے اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے خطاب کیا ہے اور ان پر اپنے احسانات جتاتے ہوئے انعامات کو شمار کرایا ہے اور یہ کلام تَارَةً اُخْرٰی پر ختم ہوا ہے۔

قَوْلًا: شَتَّى یہ فعل ہے اس کا الف علامت تانیث ہے شَتَّى شَتِيتٌ کی جمع ہے جیسے مریض کی جمع مرضی اور ازواج کی صفت ہے نبات کی صفت بھی ہو سکتی ہے کُلُّوا وَاَرْعَوْا اَنْعَامَكُمْ یہ تقدیر مبیحین کے ساتھ اَخْرَجْنَا کی ضمیر سے حال ہے ای اَخْرَجْنَا اَصْنَافَ النَّبَاتِ مَبِيحِينَ لَكُمْ الْاَكْلَ وَرَعَى الْاَنْعَامِ مَبِيحِينَ کے بجائے قائلین بھی مقدر مان سکتے ہیں۔

قَوْلًا: رَعَتِ الْاَنْعَامَ وَرَعَيْتُهَا کے اضافہ کا مقصد یہ بتاتا ہے کہ رَعَى لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

اِذْهَبَا اِلَى فِرْعَوْنَ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ دعوائے ربوبیت کر کے حد سے تجاوز کر گیا ہے اور اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا تاکہ وہ نصیحت قبول کر لے اور اس حرکت سے بخوشی باز آجائے یا عذاب الہی سے ڈر کر ہی دعوائے ربوبیت سے باز آجائے، اس آیت میں داعیانِ دین کے لئے ایک اہم اور ضروری اصول بیان کیا گیا ہے فرعون جو کہ خدائی کا دعویدار ظالم و جابر اور اپنی حفاظت کے لئے ہزار ہائی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا مجرم تھا، اس کے پاس جب اپنے خاص پیغمبروں کو بھیجا تو یہ ہدایت دیکر بھیجا کہ اس سے نرم گفتگو کریں تاکہ اس کو غور و فکر کا موقع ملے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ فرعون اپنی سرکشی اور گمراہی سے باز آنے والا نہیں ہے، مگر اپنے پیغمبروں کو اس اصول کا پابند کرنا تھا جس کے ذریعہ خلق خدا سوچنے سمجھنے پر مجبور ہو کر خدا کی طرف راجع ہو جائے فرعون کو ہدایت ہو یا نہ ہو مگر اصول وہ ہونا چاہئے جو ہدایت و اصلاح کا ذریعہ بن سکے، آج کل جو بہت سے اہل علم اپنے اختلافات میں ایک دوسرے کے خلاف زبان درازی اور الزام تراشی کو اسلام کی خدمت سمجھ بیٹھے ہیں، انہیں اس پر بہت غور کرنا چاہئے۔

قَالَ رَبَّنَا اِنَّكَ نَحَافُ الْبَخِ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابتداء کلام میں جب موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت پر سرفراز فرمایا گیا تھا تو اطمینان دلایا گیا تھا کہ ہم تم کو تقویت عطا کریں گے اور تم کو غلبہ عطا کریں گے وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کے بعد پھر یہ خوف و ہراس کیسا؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ پہلا وعدہ کہ ہم تم کو غلبہ عطا کریں گے اور وہ لوگ آپ تک رسائی حاصل نہ کر سکیں گے یہ ایک مبہم اور مجمل وعدہ تھا اس لئے کہ غلبہ سے مراد حجت و دلیل کا غلبہ بھی ہو سکتا ہے اور مادی غلبہ بھی، نیز یہ خیال بھی ہو سکتا ہے کہ ان پر غلبہ تو تب حاصل ہوگا جب وہ دلائل سنیں گے اور معجزات دیکھیں گے مگر خطرہ یہ ہے کہ وہ بات سننے سے پہلے ہی ان پر حملہ کر بیٹھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ خوف کی چیزوں سے طبعی خوف تو تمام انسانوں کی فطرت ہے انبیاء بھی اس میں شامل ہیں نیز طبعی خوف نبوت کے منافی بھی نہیں ہے، یہ ہر نبی کو پیش آتا ہے، خود موسیٰ علیہ السلام اپنی ہی لاشیٰ کے سانپ بن جانے کے بعد اس کے پکڑنے سے ڈرنے لگے تو حق تعالیٰ نے فرمایا لَا تَخَفْ ڈرو نہیں، غزوہ احزاب میں بھی طبعی خوف نے بچنے کے لئے خندق کھودی گئی حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ نصرت و غلبہ بار بار آچکا تھا اس سے معلوم ہوا کہ طبعی خوف

نبوت کے منافی نہیں ہوتا۔

اٰنۡسِیْ مَعۡکُمَا الْخِمداور نصرت سے میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم فرعون سے جا کر جو کہو گے اور اس کے جواب میں وہ جو کچھ کہے گا میں اس کو سنتا اور تمہارے اور اس کے طرز عمل کو دیکھتا رہوں گا اس کے مطابق میں تمہاری مدد اور اس کی چالوں کو ناکام کروں گا اس لئے تم بے خوف و خطر اس کے پاس جاؤ ترددی کوئی ضرورت نہیں، اور اس سے کہنا کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے، ان حضرات کو فرعون کے پاس جانے کے وقت اس سے چھ باتیں کہنے کا حکم فرمایا ① اِنَّا رَسُوْلًا رَّبِّكَ ② فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنۡیَ اِسْرَآئِیْل ③ وَلَا تَعۡذِبْہُمْ ④ قَدْ جِئْنَاكَ بِآیَۃٍ مِّنْ رَّبِّكَ ⑤ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ اتَّبَعَ الْہُدٰی ⑥ اِنَّا قَدْ اَوۡحٰی اِلَیۡنَا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنۡ کَذَّبَ وَتَوَلٰی ان مذکورہ چھ باتوں سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام جس طرح خلق خدا کو ہدایت ایمان دینے کا منصب رکھتے ہیں اسی طرح اپنی امت کو دنیوی اور معاشی مصائب سے آزاد کرانا بھی ان کے فرض منصبی میں شامل ہوتا ہے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت فرعون میں دونوں چیزیں شامل ہیں۔

قَالَ رَبَّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی ہدایت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہدایت خاصہ ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام کا وظیفہ اور فرض منصبی ہے اس کے مخاطب انسان اور جنات ہوتے ہیں ایک دوسری ہدایت تکوینی ہوتی ہے یہ ہدایت ہر مخلوق کے لئے عام ہوتی ہے اللہ تبارک تعالیٰ نے ہر شی کو کم و بیش ادراک و شعور عطا فرمایا ہے، جنات اور انسانوں کو کامل شعور عطا فرمایا ہے جس کی وجہ سے یہ احکام کے مکلف قرار دیئے گئے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر شی کو اس کے ادراک و شعور کے مطابق ہدایت کر دی کہ تو کس کام کے لئے پیدا کی گئی ہے اسی تکوینی ہدایت کے تابع زمین و آسمان اور ان کی تمام مخلوقات اپنے اپنے کام میں لگی ہوئی ہے، غرضیکہ چاند سورج اور دیگر سیارے و ثوابت اپنے کام میں اس طرح لگے ہوئے ہیں کہ سرمو بھی اس سے انحراف نہیں کرتے اور نہ ایک سیکنڈ اپنے وقت سے مقدم و مؤخر ہوتے ہیں، ہر شی اپنی منشائے پیدائش میں لگی ہوئی ہے، عام مخلوق کی ہدایت اجباری اور غیر اختیاری ہے اس پر ان کو کوئی اجر و ثواب نہیں، اور اہل عقول کو جو ہدایت ہوتی ہے وہ اختیاری ہوتی ہے، اسی اختیار کے نتیجہ میں اس پر ثواب یا عذاب مرتب ہوتا ہے اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی میں پہلی قسم کی ہدایت مذکور ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو سب سے پہلے رب العالمین کا وہ کام بتلایا جو ساری مخلوق پر حاوی ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ کام ہم نے یا کسی دوسرے انسان نے کیا ہے، فرعون اس کا جب کوئی جواب نہ دے سکا، تو ادھر ادھر کی غیر متعلق باتیں کرنے لگا تا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اصل موضوع سے ہٹایا جاسکے، اسی مقصد کے پیش نظر فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک سوال کر ڈالا جس کا مقصد لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا تھا، فرعون نے کہا اے موسیٰ یہ بتاؤ کہ پچھلے دور کی تمام امتیں اور اقوام عالم جو بتوں کی پرستش کرتے رہے آپ کے نزدیک ان کا کیا حکم ہے؟ ان کا کیا انجام ہوا؟ مقصد یہ تھا کہ اس سوال کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ یہ سب گمراہ اور جہنمی ہیں تو مجھے یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ یہ تو ساری دنیا ہی کو گمراہ اور جہنمی سمجھتے ہیں اور لوگ یہ سن کر بدظن ہوں گے تو ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا مگر پیغمبر خدا موسیٰ علیہ السلام نے اس کا ایسا حکیمانہ جواب دیا کہ جس سے اس کا منصوبہ ناکام ہو گیا وہ حکیمانہ جواب ایسا تھا کہ بات بھی پوری ہو گئی اور فرعون کو بہکانے کا موقع بھی نہ ملا، آپ نے فرمایا اس کا علم

تو میرے رب کے پاس ہے کہ ان کا کیا انجام ہوگا؟ میرا رب نہ بہکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ بہکنے اور غلطی کرنے کا مطلب یہ کہ کرنا کچھ چاہے اور کچھ ہو جائے اور بھولنے کا مقصد واضح ہے، یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقریر پوری ہوگئی، آگے اللہ تعالیٰ اپنی شان ربوبیت کی کچھ تفصیل بیان فرماتے ہیں جس کا ذکر اجمالاً موسیٰ علیہ السلام کے اس کلام میں تھا رَبَّنَا الَّذِي اَعْطَى النِّخِ آگے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام کی تکمیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں فَآخِرَ جَنَابِهِ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتَّى النِّخِ پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ اقسام مختلفہ کی نباتات پیدا کیں اور تم کو اجازت دی کہ خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی کھلاؤ، ان تمام مذکورہ چیزوں میں عقلمندوں کے لئے قدرت الہیہ کی نشانیاں ہیں، جس طرح اس نے خشک زمین سے پانی کے ذریعہ مختلف اقسام کی نباتات پیدا فرمائیں، اسی طرح وہ تمام مخلوق کو قیامت کے دن زمین سے نکالے گا۔

مِنْهَا اِی الْاَرْضِ خَلَقْنٰكُمْ بِخَلْقِ اَبِيْكُمْ اٰدَمَ مِنْهَا وَفِيْهَا نَعِيْدُكُمْ مَّفْجُوْرَيْنَۢ بَعْدَ الْمَوْتِ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ عِنْدَ الْبَعْثِ تَارَةًۭ مَّرَّةًۭۭۙ اُخْرٰی ﴿۱﴾ کَمَا اَخْرَجْنَاكُمْ عِنْدَ اِبْتِدَآءِ خَلْقِكُمْ وَلَقَدْ اَرٰیْنٰہٗ اٰی اَبْصَرْنَا فِرْعَوْنَ اَلْبِتَّانَا کُلَّهَا التَّبَسُّعَ فَلَکَذَّبَ بِہَا وَرَعَمَ اَنَّہَا سِجْرٌ وَّآلٰی ﴿۲﴾ اِنْ یُّوْحَدِ اللّٰہُ تَعَالٰی قَالَ اِجْعَلْنَا اَخْرَجْنَا مِنْ اَرْضًا بِصُرٍّ وَّیْکُوْنُ لَکَ الْمُلْکُ فِیْہَا یَسْجُرُ لَیْمُوْسٰی ﴿۳﴾ فَلَنَّا تِیْنٰکَ بِسِجْرِ مِّثْلِہٖ یُعَارِضُہٗ فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَبَیْنَکَ مَوْعِدًا لِّذٰلِکَ لَا تُخْلِفُہٗ نَحْنُ وَلَا اَنْتَ مَکٰنًا مِّنْصُوْبٍ بَنَزَعَ الْخَافِیْضُ فِی سُوْیِ ﴿۴﴾ بِکَسْرِ اَوَّلِہٖ وَضَمِّہٖ اِی وَسَطًا یَسْتَوِی اِلَیْہِ مَسَافَةُ الْجَائِیِ مِنَ الطَّرْفَیْنِ قَالَ مُوسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مَوْعِدُکُمْ یَوْمَ الزَّیْنَةِ یَوْمَ عِنْدَ لَہُمْ یَتَزَیُّنُوْنَ فِیْہِ وَیَجْتَمِعُوْنَ وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ یُجْمَعُ اہْلُ مِصْرَ صُحٰی ﴿۵﴾ وَقَتَہٗ لِلنَّظَرِ فِیْمَا یَقَعُ فَقَوْلِ فِرْعَوْنَ اَذْبَرَ فَجَمَعَ کِیْدَہٗ اِی ذَوٰی کِیْدِہٖ مِنَ السَّحْرَةِ ثُمَّ اَلٰی ﴿۶﴾ بِہُمْ الْمَوْعِدَ قَالَ لَہُمْ مُوسٰی وَہُمْ اِثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ اَلْفًا مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ حَبْلٌ وَّعَصَا وَیَلٰکُمْ اِی اَلْزَمْتُکُمْ اللّٰہُ تَعَالٰی الْوَبْلَ لَا تَقْتَرُوْا عَلٰی اللّٰہِ کَذِبًا بِاَشْرَاکِ اَحَدٍ مَّعَہٗ فَمِیْسَجْتُکُمْ بِضَمِّ الْیَاءِ وَکَسْرِ الْحَآءِ وَبَفَتْحِہُمَا اِی یُہْلِکُکُمْ بِجَدَائِبٍ مِّنْ عِنْدِہٖ وَقَدْ خَابَ خَسِرَ مِّنْ اَفْتَرٰی ﴿۷﴾ کَذَّبَ عَلٰی اللّٰہِ فَتَنَّا زَعْوًا اَمْرُہُمْ بَیْنَهُمْ فِی مُوسٰی وَآخِیْہِ وَاَسْرُوْا النَّجْوٰی ﴿۸﴾ اِی الْکَلَامَ بَیْنَهُمْ فِیْہِمَا قَالُوْا لَا نَفْسِیْہُمْ اِنْ هٰذَیْنِ لَا بٰی غَمْرُوْا وَلِغَیْرِہٖ ہٰذَانِ وَہُوَ مُوَافِقٌ لِلسَّحْرِ فِی الْمُنْشٰی بِالْاَلْفِ فِی اَحْوَالِہِ الثَّلَاثِ لِّلْحَرَنِ یُرِیْدُنَ اَنْ یُّخْرِجُکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِجْرِہُمَا وَیَذْہَبَا بِطَرِیْقَتِکُمُ الْمُشٰلٰی ﴿۹﴾ مُؤَنَّثُ اَمْثَلٍ بِمَعْنٰی اَشْرَفَ اِی بِاَشْرَافِکُمْ بِمِیْلِہُمُ اِلَیْہِمَا لِغَلَبَتِہِمَا فَاجْمَعُوْا کِیْدَکُمْ مِنَ السِّجْرِ بِہَمْزَةٍ وَضَلَّ وَفَتْحِ الْمِیْمِ مِّنْ جَمْعٍ اِی لَمْ وَبِہَمْزَةٍ قَطَعَ وَکَسْرِ الْمِیْمِ مِّنْ اُجْمَعِ اَحْکَمَ ثُمَّ اَتَتْهُمَا صَفًا حَالٌ اِی مُصْطَفَیْنِ وَقَدْ اَفْلَحَ فَارَ الْیَوْمَ مِّنْ سَعٰی ﴿۱۰﴾ غَلَبَ قَالُوْا لِمَوْسٰی اِخْتَرَا اِمَّا اَنْ تُلْقٰی عَصَاکَ اِی اَوَّلًا وَاِمَّا اَنْ تَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْفٰی ﴿۱۱﴾ عَصَاہٗ قَالَ بَلِ الْقُوٰۃُ فَالْقُوٰۃُ فَاِذَا جَا لَہُمْ وَوَعِیْہُمْ اَصْلُہُ غُصُوْرٌ فَلَبِثَ الْوَاوَانِ یَاْتِیْنِ وَکَسِرَتِ الْعَیْنُ وَالصَّادُ یُحْیِلُ اِلَیْہِمْ سِجْرَہُمْ اَنَّہَا حَیَاتٌ تَسْعٰی ﴿۱۲﴾ عَلٰی بُطُوْنِہَا فَاَوْحٰسَ

أَحْسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَى ۝ اِی خَافَ مِنْ جِهَةِ أَنْ سِحْرِهِمْ مِنْ جَنْسٍ مُعْجَزَتِهِ أَنْ يُلْتَبَسَ أَمْرُهُ عَلَى النَّاسِ  
فَلَا يُؤْمِنُوا بِهِ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَى ۝ عَلَيْهِم بِالْغَلْبَةِ ۝ وَالَّتِي مَا فِي يَمِينِكَ وَهِيَ عَصَاهُ تَلْقَفُ مَا يَصْنَعُونَ  
إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سِحْرٍ اِی جَنْسُهُ وَلَا يَفْلَحُ السَّحَرَةُ ۝ اِی جَنْسُهُ فَالْقَى مُوسَى عَصَاهُ فَتَلْقَفَتْ كُلُّ  
مَا صَنَعُوهُ فَالْقَى السَّحَرَةُ سَجْدًا خَرُّوا سَاجِدِينَ لِلَّهِ تَعَالَى قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَى ۝

**ترجمہ:** اور ہم نے اس سے (یعنی) زمین سے تم کو پیدا کیا تمہارے باپ آدم کو اس سے پیدا کر کے اور اسی میں تم کو مرنے کے بعد لوٹا دیں گے حال یہ کہ تم دن کئے جاؤ گے اور اسی (زمین) سے تم کو بعثت کے وقت دوسری مرتبہ نکالیں گے جیسا کہ ہم نے تم کو تمہاری ابتداء تخلیق کے وقت نکالا تھا اور ہم نے اس کو یعنی فرعون کو اپنی پوری نشانیاں دکھلائیں سو وہ ان کو جھٹلاتا ہی رہا اور اس بات پر مُصر رہا کہ یہ جادو ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید سے انکار کرتا رہا اور کہنے لگا اے موسیٰ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمارے ملک مصر سے جادو کے زور سے ہم کو نکال دو اور اس میں تمہاری ملکیت (حکومت) ہو جائے؟ اچھا تو اب ہم بھی تیرے مقابلہ میں ایسا ہی جادو لائیں گے جو اس کا مقابلہ کرے گا، سو ہمارے اور اپنے درمیان اس کے لیے وقت مقرر کر لے جس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں اور نہ تم کرو ایک ہموار میدان میں مکاناً منصوب ہے حرف جار فی کے حذف کرنے کی وجہ سے سُورِ سین کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ ہے یعنی درمیان میں کہ طرفین سے آنے والے کی مسافت برابر ہو تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وعدہ تمہارے جشن کا دن ہے جو کہ ان کی عید کا دن ہے اس دن میں وہ زینت کرتے ہیں اور جمع ہوتے ہیں اور یہ کہ لوگ یعنی شہر والے دن چڑھے جمع ہو جائیں (یعنی) ضحیٰ کے وقت، جو کچھ اس وقت ہو اس کو دیکھنے کے لئے چنانچہ فرعون (اپنی جگہ) واپس چلا گیا اور اس نے اپنے ہتھکنڈوں (مکر) کو یعنی مکار جادو گروں کو جمع کر لیا پھر ان کو لیکر وقت مقرر پر آ گیا تو (اس وقت) موسیٰ علیہ السلام نے ان (جادو گروں) سے کہا اور وہ بہتر ہزار تھے اور ہر ایک کے پاس رسیاں اور لکڑیاں تھیں ارے کعبختی کے مارو یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ہلاکت لازم کر دی ہے اللہ پر بہتان نہ لگاؤ کسی کو اس کے ساتھ شریک ٹھہرا کر کہ وہ تم کو اپنے مخصوص عذاب سے نیست و نابود کر دے فَيُسَبِّحُكَ حُمْرُ الْأَنْدَادِ کے کسرہ اور دونوں کے فتح کے ساتھ ہے یعنی تم کو ہلاک کر دے اور یاد رکھو وہ شخص ناکام ہوا خسارہ میں رہا جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا چنانچہ وہ لوگ موسیٰ اور ان کے بھائی کے بارے میں اپنے مشوروں میں مختلف الرائے ہو گئے اور ان دونوں کے بارے میں خفیہ گفتگو کرنے لگے، آپس میں کہنے لگے یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں ہٰذِیْنِ ابو عمرو کے نزدیک ہے اور دوسروں کے نزدیک ہٰذِیْنِ ہے اور یہ ان کی لغت کے مطابق ہے جو شنیہ میں تینوں حالتوں میں الف لاتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ تم کو اپنے جادو کے زور سے تمہاری سرزمین سے نکال باہر کریں، اور تمہارے بہترین مذہب کو برباد کر دیں۔

دوسرا ترجمہ: (تمہارے اشرف کو اپنی طرف مائل کر لیں) مُثْلٰی اَمَثَل کا مؤنث ہے اس کے معنی اشرف کے ہیں، یعنی تمہارے شرفاء کو اپنے فیور میں کر لیں، اُن کے ان دونوں کی طرف مائل ہو جانے کی وجہ سے ان دونوں کے غلبہ کی بدولت لہذا تم بھی اپنی تدبیروں یعنی جادو کو یکجا کر لو فَاجْمَعُوْا ہمزہ وصل اور فتح میم کے ساتھ جَمَعَ سے ماخوذ ہے بمعنی لَمَّ (ای جَمَعَ) اور ہمزہ قطعی اور میم کے کسرہ کے ساتھ بھی ہے (اس صورت میں) اَجْمَعَ سے ماخوذ ہوگا اور معنی میں اَحْكَم کے ہوگا (یعنی اپنی تدبیروں کو مضبوط کرلو) اور پھر تم صف بستہ ہو کر (مقابلہ میں) آجاؤ صَفًّا حال ہے مُصْطَفَيْنَ کے معنی میں ہے آج وہی بازی لے گیا جو غالب آگیا اِسْتَعْلٰی بمعنی غَلَبَ ان لوگوں نے کہا اے موسیٰ تم کو اختیار ہے چاہو تو تم اپنے عصا کو پہلے ڈالو یا ہم اپنے عصا کو پہلے ڈالنے والے بن جائیں (حضرت موسیٰ نے) فرمایا نہیں بلکہ تم ہی پہلے ڈالو چنانچہ انہوں نے ڈالا، پھر یکا یک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کی وجہ سے ان کے خیال میں ایسی محسوس ہونے لگیں کہ وہ لاٹھیاں اپنے پیٹ کے بل دوڑتے ہوئے سانپ ہیں عَصٰی اَصْل میں عُصْوُوْ تھیں، دونوں واؤ، دو یاؤں سے بدل گئے اور عین اور صاد کو کسرہ دیدیا گیا (عَصٰی ہو گیا) سو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں قدرے خوف محسوس کیا یعنی اس وجہ سے خوف محسوس کیا کہ ان کا سحران کے معجزے کی جنس کا ہے (ایسا نہ ہو) کہ اس کا معاملہ لوگوں پر مشتبہ ہو جائے اور پھر وہ اس (موسیٰ) پر ایمان نہ لائیں ہم نے اس سے کہا ڈرو نہیں تم ہی ان پر غلبہ کے ذریعہ یقیناً سر بلند رہو گے، اور جو تمہارے دابنے ہاتھ میں ہے اور وہ اس کی لاٹھی تھی ڈال دو، جو کچھ ان (جادو گروں) نے کاری گری کی ہے اس کو یہ نکل جائے گا چٹ کر جائے گا اور جو کچھ ان جادو گروں نے بنایا ہے بلاشبہ یہ جادو گر کا کرتب (یعنی ہاتھ کی صفائی) ہے جو کہ دیگر جادو گروں کی جنس کا ہے جادو گر کہیں سے بھی آئے (اور جو بھی کرے) کامیاب نہیں ہوتا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ ان کے سب دھندے کو نکل گیا اب سب جادو گر سجدہ میں گر پڑے یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتے ہوئے زمین پر گر پڑے اور پکارا اٹھے کہ ہم تو موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے۔

## تحقیق و تہکیک تفسیری فوائد

قَوْلًا: وَلَقَدْ اَرَيْنَاهُ الْخ سے اس شبہ کا ازالہ ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ابتداء صرف دو معجزے عصا اور ید بیضاء عطا ہوئے تھے تو جاتے ہی نو معجزے کیسے دکھا دیئے، مذکورہ جملہ سے اس کا جواب ہو گیا کہ پوری مدت دعوت میں نو معجزے دکھائے اس لئے کہ لَقَدْ اَرَيْنَاهُ اَيَاتِنَا كُلَّهَا یہ جملہ خبریہ ہے مقصد اس کا یہ ہے کہ مدت دعوت میں ہم نے فرعون کو تمام معجزے دکھا دیئے، لہذا شبہ ختم ہو گیا اَرَيْنَا کی تفسیر اَبْصَرْنَا سے کر کے اشارہ کر دیا کہ رویت سے رویت بصری مراد ہے فَلَنَاتَبَيَّنَّكَ میں لام جواب قسم پر داخل ہے اور قسم محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے وعزتی و کبریائی فَلَنَاتَبَيَّنَّكَ بِسِحْرِ مِثْلِهِ، بِسِحْرِ فَلَنَاتَبَيَّنَّكَ کے متعلق ہے فاتر تیب مابعد علی ماقبل کے لئے ہے۔



**قَوْلُهُ:** مَوْعِدًا ظَرْفَ زَمَانٍ هُوَ اِجْعَلْ كَامِفْعُولِ اَوَّلِ مَوْخَرٍ هُوَ اَوْرَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ مَفْعُولِ ثَانِي مَقْدَمٌ هُوَ سُوَى دُونِ قِرَاءَتِي هُنَّ مَوْعِدُكُمْ مَبْتَدَاءُ اَوْرَ يَوْمِ الزَّيْنَةِ اس کی خبر ہے۔

**قَوْلُهُ:** اِی ذُوی کیدہ سے اشارہ کر دیا کہ کلام حذف مضاف کے ساتھ ہے اور سا حرماد ہیں۔

**قَوْلُهُ:** وَاَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ یہ جملہ محل کے اعتبار سے مجرور اور مرفوع دونوں ہو سکتا ہے اگر الزَّيْنَةُ پر عطف ہو تو مجرور ہوگا اور اگر یَوْمِ الزَّيْنَةِ پر عطف ہو تو مرفوع ہوگا، اور تقدیر عبارت یہ ہوگی مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزَّيْنَةِ وَمَوْعِدُكُمْ اَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ اِی حشرُہم۔

**قَوْلُهُ:** وَيَلْکُمْ کِی تفسیر اَلْزَمَکُمُ اللّٰهُ الْوَلَّی سے کر کے اشارہ کر دیا کہ وَيَلْکُمْ عَالِ مَحذُوفِ کی وجہ سے منصوب ہے۔

**قَوْلُهُ:** بَاْشَرِ اَفْکُمْ، طَرِیْقَتِکُمْ کی تفسیر ہے، طریقت کے متعدد معانی آتے ہیں ایک معنی اشراف قوم کے بھی ہیں۔

**قَوْلُهُ:** اِنَّ هٰذَیْنِ لَسِحْرَانِ جادو گروں کا یہ قول اَسْرُوْا النّٰجِیْ کا نتیجہ ہے یعنی کافی بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ بالیقین یہ دونوں جادوگر ہیں هٰذَیْنِ اِنَّ کا اسم اور لَسِحْرَانِ اس کی خبر ہے اور ایک قراءت میں هٰذَانِ ہے بلخارث بن کعب کی زبان میں هٰذَانِ اِنَّ کا اسم ہے یہ لوگ تنزیہ کو تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اعراب کو تقدیری مانتے ہیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اِنَّ کا اسم ضمیر شان محذوف ہے اِی اِنَّہٗ اور هٰذَانِ لَسِحْرَانِ اِنَّ کی خبر ہیں، فَاجْمَعُوْا ہمزہ وصل اور میم کے فتح کے ساتھ ہو تو مطلب ہوگا تم اپنی تدبیروں کو جمع کر لو، اور اگر فَاجْمَعُوْا ہمزہ قطعی اور میم کے کسرہ کے ساتھ ہو تو مطلب ہوگا تم اپنی تدبیروں کو مضبوط اور مستحکم کر لو۔

**قَوْلُهُ:** صَفًّا یہ اِیْتَنُوْا کی ضمیر سے حال ہے صَفًّا چونکہ مصدر ہے لہذا ضمیر جمع سے حال واقع ہونا صحیح ہے اور معنی میں مُصْطَفٰیْنَ کے ہے۔

**قَوْلُهُ:** اِخْتَرَ محذوف مان کر مفسر علام نے اشارہ کر دیا کہ اَنَّ مع اپنے مابعد کے بتاویل مفرد ہو کر اِخْتَرَ فَعْلٌ مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔

**قَوْلُهُ:** فَاِذَا حَبَالُہُمْ وَعَصِیُہُمْ یہاں کلام میں حذف ہے، تقدیر عبارت یہ ہے فَالْقَوَا فَاِذَا حَبَالُہُمْ فَانْصِبْہُمْ اور اِذَا مَفَاجَاتِیَہُ یُخِیْلُ ایک قراءت میں یُخِیْلُ بھی ہے اس لئے کہ عصا اور حبال مَوْنُث ہیں یُخِیْلُ مَبْنِیٌّ لِلْفَاعِلِ بھی پڑھا گیا ہے مَخِیْلٌ کید کو قرار دیا ہے، عَصٰی اَصْلٌ مِیْنِ عُصْوٍ بَرُوْزَنِ فُلُوْسٍ اَوَّلًا وَاُوْثَانِیَہُ کُوْی سے بدلاوا اور ی جمع ہوئے اول وَاُوْثَانِیَہُ سے بدل دیا پھر یسا کو یا میں ادغام کر دیا اس کے بعد صَاد اور عِیْن کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا حَبَالُہُمْ وَعَصِیُہُمْ مَبْتَدَاءُ ہے اور یُخِیْلُ اِلَیْہِ اس کی خبر ہے فَاِذَا مَفَاجَاتِیَہُ خَبْرٌ مَقْدَمٌ اور حَبَالُہُمْ وَعَصِیُہُمْ مَبْتَدَاءُ مَوْخَرٌ، اس صورت میں یُخِیْلُ حال ہوگا یُخِیْلُ ی کے ساتھ اس کی اسناد تَسْعٰی کی طرف ہوگی، اور یہ بھی جائز ہے کہ حبال کی ضمیر کی جانب مسند ہو حبال چونکہ مَوْنُث غیر حقیقی ہے اس لیے فَعْلٌ کا مذکر لانا صحیح ہے یا یُخِیْلُ الْمَلْقٰی کی تاویل میں ہو کر اسناد ہوگی اِنْہَا تَسْعٰی یہ یُخِیْلُ سے بدل الاشتمال ہے۔

قَوْلُهُ: اَيُّ خَافَ مِنْ جِهَةِ الْخَبَرِ يَاسَ اعْتِرَاضُ كَا جَوَابُ هُيَا كَه مَنَاجَاتِ كَه وَتَعَالَى نَعَصَا اَوْرِيْدُ بِيضَاءُ جَيَسَ مَعْجَزَاتِ بَاہِرہ دكھائے تھے اَوْر ہر طَرَح سے حَفَاظَت اَوْر مَدَد كَا وَعْدہ فرمایا تھا تُو پھر مُوسَى عَلَیْہِ السَّلَام مَقَابِلہ كَه وَتَعَالَى كَيوں خَوْفِ زِدہ ہوئے؟ جَوَاب كَا خَلَاصہ يَہ ہُے كَه خَوْفِ اَوْر اَنْدِيشہ سَاپُنوں سَے نَہیں تَہا بَلْکَہ اَنْدِيشہ اِس بَات كَا تَہا كَه جَادُو گِرُون كَا جَادُو حَضْرَتِ مُوسَى عَلَیْہِ السَّلَام كَه مَعْجَزے كِي جَنَس كَا تَہا جَادُو گِرُون نَے يَہی اِپنی رَسِيَدُون اَوْر لَاٹھِيوں كُو بَظَاہِر سَاپ بِنَا دِيَا تَہا اَوْر مُوسَى عَلَیْہِ السَّلَام كَا عَصَا يَہی سَاپ كِي شَكْل اِخْتِيَار كَر لِيَتَا تَہا اِيسِي صُورَت ميں اَنْدِيشہ يَہ ہوا كَه كَہیں حَاضِرِيْن حَضْرَتِ مُوسَى عَلَیْہِ السَّلَام كَه مَعْجَزہ كُو يَہی جَادُو نَہ سَہجَہ بَٹھِيں اَوْر اِيْمَان نَہ لَائِيں اِنَّ مَاصَّنَعُوْا كَيِّدُ سَاحِرُ عَام قِرَاءَتِ كَيِّدُ كَه رَفْع كَه سَاتَہ ہُے اِس بِنَا پَر كَه اِنَّ كِي خَبَر ہُے اَوْر مَا مَوْصُولہ ہُے اَوْر صَّنَعُوْا اِس كَا صِلہ ہُے اَوْر عَائِد مَحْذُوف ہُے تَقْدِير عِبَارَت يَہ ہُے اِنَّ الَّذِي صَنَعُوہ كَيِّدُ سَاحِرُ اَوْر اِنَّ مَصْدَر يَہ مَانِيں تُو عَائِد كِي ضَرُورَت نَہ ہوگی اَوْر اَعْرَاب عَلٰی حَالہ باقی رَہے گا۔

قَوْلُهُ: وَلَا يَفْلَحُ السَّاحِرُ (سوال) اَللّٰهُ تَعَالٰی نَے لَا يَفْلَحُ السَّاحِرُ جَمْع كَه صَيَغہ كَه سَاتَہ كَيوں نَہیں فرمایا جَبْكَ مَقَابِلہ ميں آنے اَلے بَہت سَے سَا حَر تَجَہ نَہ كَه اِيك، مَفْسَر عَلَام نَے سَا حَر كِي تَفْسِير جَنَسہ سَے كَر كَه اِسي اَعْتِرَاض كَه دَفْعِيہ كِي طَرَف اِشَارہ كَر دِيَا، مَرَاد يَہ ہُے كَه سَا حَر سَے اِيك سَا حَر مَرَا نَہیں ہُے بَلْکَہ جَنَس سَا حَر مَرَاد ہُے اِگر جَمْع كَا صَيَغہ لَاتے تُو يَہ شَبہ ہو سَكْتَا تَہا كَه عَدَد مَرَاد ہُے جَنَس سَا حَر نَہیں فَالْقَى الْفَاءُ سَے مَاضِي مَجْہُول كَا وَاحِد مَذْكَر عَائِب ہُے وَہ ڈَا لَا گِيَا فَاصِصِيہ يَہی طَرَفِيْن سَے لَاٹھِيَاں وَرِيسَاں وَغِيَرہ ڈَالنے كَا عَمَل ہوا اَوْر جُو كَچھ ہوا حَاضِرِيْن نَے دِيكھا اِس كَه بَعْد جَادُو گِر بَجْدہ ميں گِر گئے سَجْدًا بِمَعْنٰی سَا جَدِيْن، اَمَّا بَرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَى هَارُونَ كِي تَقْدِير مَوْصُل كِي رِعَايَتِ كِي جِہہ سَے ہُے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ الْخَبَرُ يَہ سَابِقہ مَضْمُون يَہی كَا تَمَّہ ہُے يَہی جَس طَرَح ہَم بَنَاتَات وَغِيَرہ كُو زَمِيْن سَے نَكَا لَتے ہِيں اِسي طَرَح ہَم نَے تَم كُو يَہی اِسي زَمِيْن سَے پِيَا كِيَا ہُے چَنانچہ دَاوَا اَدَمُ عَلَیْہِ السَّلَام اِسي زَمِيْن كِي مَٹِي سَے بَنائے گئے، لَہْذا اِن كَه وَاسَطہ سَے تَمَام اِنْسَانوں كَا مَادہ بَعِيدہ خَاك يَہی ہُے، اَوْر اِسي زَمِيْن ميں تَم كُو لَوٹَا دِيں گے چَنانچہ كُوئی مَرْدہ كَسی حَالَت ميں ہو اَنجَام كَا رَا س كُو مَٹِي ہونا ہُے، اَوْر اِگر دِيكھا جائے كَه اِنْسَان تُو نَطْفہ سَے پِيَا ہوتا ہُے تُو اِس كَا جَوَاب يَہ ہُے كَه اِنْسَان نَطْفہ سَے اَوْر نَطْفہ غِذَا سَے پِيَا ہوتا ہُے اَوْر غِذَا مَٹِي سَے پِيَا ہوتی ہُے لَہْذا يَہی كَہا جائے گا كَه اِنْسَان مَٹِي سَے پِيَا ہوتا ہُے، حَضْرَت اَبُو ہَرِيرَہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہُ سَے اِيك رَوَايَت ہُے كَه اَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہُ نَے فرمایا كَه ہر پِيَا ہونے والے اِنْسَان پَر رَحْم مَادَر ميں اِس جِگہ كِي مَٹِي كَا كَچھ جَز شَامِل كِيَا جاتا ہُے جَس جِگہ اِس كَا دَفْن ہونا اللّٰہ كَه عِلْم ميں مَقْدَر ہُے، يَہ حَدِيثِ اَبُو لَئِيْم نَے اِبْنِ سِيرِيْن كَه تَذْكَرہ ميں رَوَايَت كَر كَه فرمایا لَہْذا حَدِيثُ غَرِيبُ اِسي مَضْمُون كِي اِيك رَوَايَت عِبْد اللّٰہ بِنِ مَسْعُود رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہُ سَے يَہی مَنقُول ہُے تَفْسِيرِ مَظْہَرِي ميں عِبْد اللّٰہ بِنِ مَسْعُود رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہُ سَے يَہ رَوَايَت نَقْل كِي گئی ہُے كَه رَسول اللّٰہ ﷺ نَے فرمایا كَه پِيَا ہونے والے ہر بچہ كِي نَاف ميں اِيك جَز مَٹِي كَا ڈَا لَا جاتا ہُے اَوْر جَب مَرْتا ہُے تُو اِسي زَمِيْن ميں دَفْن ہوتا ہُے، جَہاں كِي مَٹِي اِس كَه خَمِير ميں ڈَا لي گئی ہُے اَوْر فرمایا كَه ميں اَوْر اَبُو بَكْرٍ وَعَمَر اِيك يَہی مَٹِي سَے پِيَا

کئے گئے ہیں اور اسی میں دفن ہوں گے، یہ روایت خطیب نے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ حدیث غریب ہے اور ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے مگر شیخ محدث مرزا محمد وارثی بدخشی نے فرمایا کہ اس حدیث کے بہت سے شواہد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہیں جن سے ان کی روایت کو تقویت حاصل ہوتی ہے اس لئے یہ حدیث حسن لغیرہ کے درجہ سے کم نہیں۔ (مظہری بحوالہ معارف)

مکاناً سُورِی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے مقابلہ کے لئے یہ خود تجویز کیا کہ ایسے مقام پر ہونا چاہئے کہ جو فریقین کے لئے مسافت کے اعتبار سے برابر ہوتا کہ کسی فریق کو وہاں آنے میں زیادہ زحمت نہ ہو، اور صاف ہونیز نشیب و فراز سے خالی ہوتا کہ لوگ بخوبی مقابلہ کا منظر دیکھ سکیں اور اس بات کا فیصلہ کہ کون ہارا اور کون جیتا علی وجہ البصیرت کر سکیں موسیٰ علیہ السلام نے اس کو قبول کر کے دن اور وقت کی تعیین اس طرح کر دی مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى یعنی یہ مقابلہ تمہارے (قوی) جشن کے دن ہو اور دن چڑھے ہو، تاکہ حاضرین ہار جیت کو روز روشن میں کھلی آنکھوں سے دیکھ سکیں یہ جشن اور عید کا دن کونسا تھا؟ اس میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ وہ نیروز کا دن تھا، کسی نے کہا یَوْمَ السَّبْتِ تھا، بعض حضرات نے یوم عاشوراء بھی کہا ہے۔

## جادو کی حقیقت اور اس کی اقسام اور شرعی احکام:

یہ مضمون سورہ بقرہ ہاروت ماروت کے قصہ میں معارف القرآن کی جلد اول میں ۲۱۷ سے ۲۲۳ تک بیان ہوا ہے، تفصیل کے لئے رجوع کریں، اور علامہ ططاوی کی تفسیر جواہر القرآن میں بھی اس مضمون کو بہت خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔

فَتَوَلَّىٰ فِرْعَوْنُٰ دِنَ اور وقت طے کرنے کے بعد مجلس برخواست ہو گئی اور فرعون بھی دربار سے اٹھ کر چلا گیا اور مقابلہ کی تیاری میں لگ گیا، چنانچہ اس نے جادوگروں کو ملک کے کونے کونے سے بلایا اور جادو میں کام آنے والے اسباب بھی جمع کر لئے اور بڑے تزک و احتشام کے ساتھ جادوگروں کے ہمراہ وقت موعود پر میدان میں پہنچا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں جادوگروں کی تعداد بہتر ۷۲ ہزار مذکور ہے بعض روایتوں میں جادوگروں کی تعداد بہت زیادہ مذکور ہے، جودل کو نہیں لگتی ایک روایت میں نولاکھ تک کی تعداد بتائی گئی ہے۔

ادھر فرعون جادوگروں کو مقابلہ کی ترغیب دے رہا تھا اور ان کو انعامات اور قرب خصوصی سے نوازنے کا وعدہ کر رہا تھا ادھر موسیٰ علیہ السلام بھی جادوگروں کو وعظ فرما رہے تھے اور ان کے موجودہ رویے پر ان کو عذاب الہی سے ڈرا رہے تھے، الفاظ یہ تھے وَيَلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنْ افْتَرَىٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وعظ و نصیحت کا جادوگروں پر یہ اثر ہوا کہ ان میں باہم کچھ اختلاف ہو گیا اور بعض دبی زبان سے کہنے لگے کہ کہیں یہ اللہ کا نبی ہی نہ ہو، اس کی گفتگو تو جادوگروں جیسی نہیں ہے بلکہ پیغمبرانہ معلوم ہوتی ہے، بعض نے اس کے برعکس رائے کا اظہار کیا فَتَنَّا زُجُرًا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ کا یہی مطلب ہے، پھر اس باہمی اختلاف کو دور کرنے اور کسی متفقہ رائے پر پہنچنے کے لئے خفیہ مشورے ہونے لگے، اسی کو

وَأَسْرُوا النَّجْوَى سے بیان فرمایا ہے آخر کار اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ ان کا مقابلہ ہونا چاہئے اس لئے کہ بلاشبہ یہ جادوگر ہی ہیں اور اپنے جادو کے زور سے ہم کو ہمارے ملک سے نکال باہر کر کے اپنا قبضہ جمانا چاہتے ہیں اور یہ کہ تمہارا طریقہ جو سب سے بہتر ہے اس کو مٹا دینا چاہتے ہیں مُثْلِي اَمَثْلُ کا مؤنث ہے جس کے معنی افضل اور اعلیٰ کے ہیں۔

وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلَى کی ایک تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تمہاری قوم کے سرداروں اور باعزت لوگوں کو ختم کر دیں اس لئے تم ان کا پوری طاقت سے مقابلہ کرو، تیسری تفسیر یہ بھی منقول ہے کہ اگر دونوں بھائی اپنے جادو کے زور سے غالب آ گئے تو سادات اور اشراف ان کی طرف مائل ہو جائیں گے، جس سے ہمارا اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا اور ان کے اقتدار کا امکان بڑھ جائے گا۔

فَاجْمِعُوا كَيْدَكُمْ لِهَذَا يَوْمِ تَدْبِيرُوكُمْ لَوْ يَأْتِيكُمْ مَنظُومٌ كَرُيُومًا يَكْمُ مَضْبُوطٌ اور مستحکم کر لو اور صف بنا کر مقابلہ کے لئے نکلو تاکہ مخالف پر تمہارا رعب پڑے اور کوئی کسر اٹھانہ رکھو اس لئے کہ آج جو غالب آ گیا وہی بازی لے گیا۔

قَالُوا يَا مُوسَى إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ النِّخْ جَادُوكَرُونَ نے اپنی بے فکر اور بے پرواہی کا مظاہرہ کرنے کے لئے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی سے کہا پہل آپ کرتے ہیں یا ہم کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا بَلْ أَلْقُوا تم ہی پہل کرو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پہلے اپنا کرتب دکھانے کے لئے اس لئے کہا کہ ان پر یہ واضح ہو جائے کہ وہ جادوگروں کی اتنی بڑی تعداد سے اور ان کے ساحرانہ کمال اور کرتبوں سے خوف زدہ نہیں ہیں، دوسرے ان کی ساحرانہ شعبدے بازیاں جب معجزہ الہی سے چشم زدن میں ہبَاءً مَنشُورًا ہو جائیں گی تو اس کا بہت اچھا اثر پڑے گا اور جادوگر یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ جادو نہیں، واقعی اسے اللہ کی تائید حاصل ہے کہ آن واحد میں ان کی ایک لاشی ہمارے سارے کرتبوں کو نگل گئی۔

جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق اپنا کام شروع کر دیا اور لاشیاں اور رسیاں جو بڑی تعداد میں تھیں بیک وقت زمین پر ڈال دیں يُخَيِّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى اب تو موسیٰ علیہ السلام کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے دوڑ بھاگ رہی ہیں، جس کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے دل میں خوف محسوس کیا، یعنی یہ صورت حال دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام پر خوف طاری ہوا جس کو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں چھپائے رکھا یہ خوف اگر موسیٰ علیہ السلام کو اپنی جان کی وجہ سے ہوا تو مقتضائے بشریت سے ایسا ہونا نبوت کے منافی نہیں لیکن ظاہر یہ ہے کہ خوف اپنی جان کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ خوف اس بات کا تھا کہ اگر اس مجمع کے سامنے ساحروں کا غلبہ محسوس کیا گیا تو دعوت کا جو مقصد ہے وہ پورا نہ ہو سکے گا، اسی لئے اس کے جواب میں حق تعالیٰ کی طرف سے جو ارشاد ہوا اس میں یہ اطمینان دلایا گیا کہ جادوگر غالب نہ آسکیں گے آپ ہی کو فتح اور غلبہ حاصل ہوگا، يُخَيِّلُ کے قرآنی الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسیاں اور لاشیاں حقیقتہً سانپ نہیں بنی تھیں بلکہ جادو کے زور سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے مسمریزم کے ذریعہ نظر بندی کر دی جاتی ہے، بڑے سے بڑا جادو بھی شی کی حقیقت کو تبدیل نہیں کر سکتا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح انبیاء کو دیگر انسانی عوارض لاحق ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں، اسی طرح وہ جادو سے بھی

متاثر ہو سکتے ہیں، جس طرح آنحضرت ﷺ پر بھی یہودیوں نے جادو کیا تھا جس کے کچھ اثرات آپ محسوس کرتے تھے اس سے بھی منصب نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا، کیونکہ اس سے کار نبوت متاثر نہیں ہوتا فَالْقِيَ السَّحَرَةُ پھر گر پڑے جادوگر یعنی جادوگروں نے جب یہ فعل فوق السحر دیکھا تو سمجھ گئے کہ بے شک یہ معجزہ ہے اور فوراً ہی اللہ کے لئے سجدہ میں گر گئے، اور پکار اٹھے کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے، اس آیت میں ہارون کی تقدیم باوجودیکہ وہ تابع ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی تاخیر باوجودیکہ وہ اصل ہیں فواصل کی رعایت کی وجہ سے ہے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اَمْسِمْ بِتَحْقِيقِ الْهَمَزَتَيْنِ وَاَبْدَالِ الثَّانِيَةِ اَلِفَا لَهُ قَبْلُ اَنْ اَذِنَ اَنَا لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَيْتُمْ مُعَلِّمُكُمْ الَّذِي عَلَّمَكُمْ السِّحْرَ فَلَا قَطْعَ اَيْدِيكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافِ حَالٍ بِمَعْنَى مُخْتَلِفَةً اَيِ الْاَيْدِي الْيُمْنَى وَالْاَرْجُلِ الْيُسْرَى وَلَا وَصْلَكُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ اَيِ عَلَيْهَا وَلَتَعْلَمَنَّ اَيْنَا يَعْنِي نَفْسَهُ وَرَبِّ مُوسَى اَشَدُّ عَذَابًا وَاَبْقٰ اَدْوَمُ عَلَى مُخَالَفَتِهِ قَالُوا لَنْ نُؤْتِيَكَ نَخْتَارُكَ عَلَى مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ الدَّالَّةِ عَلَى صِدْقِ مُوسَى وَالَّذِي فَطَرَنَا خَلَقْنَا قَسَمًا وَاَعْطٰ عَلَى مَا فَاَقِضْ مَا اَنْتَ قَاضٍ اَيِ اصْنَعْ مَا قُلْتُمْ اِنَّمَا تَقْضِي هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا السُّبُّ عَلَى الْاِتْسَاعِ اَيِ فِيهَا وَيُجْزٰى عَلَيْهِ فِي الْآخِرَةِ اِنَّا اَمَّا بِرَبِّنَا لَا تُغْفِرُكَ خَطِيئَاتِكَ الْاِشْرَاقِ وَغَيْرِهِ وَمَا اَكْرَهْنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ تَعَلُّمًا وَعَمَلًا لِمُعَارَضَةِ مُوسَى وَاللّٰهُ خَيْرٌ مِنْكَ قَوَابًا اِذَا اطِيعَ وَاَبْقٰ مِنْكَ عَذَابًا اِذَا عُصِيَ قَالَ تَعَالٰى اِنَّهٗ مِنْ يَّاتٍ رَبِّهٖ مُجْرِمًا كَافِرًا كَفِرْعَوْنُ فَاِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا فَيَسْتَرْحِقُ وَلَا يَنْجِيْهُ حَيَاةُ تَنْفَعُهُ وَمَنْ يَّاتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ الْفَرَائِضَ وَالْمَوَافِلَ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلٰى جَمْعُ غُلِيَا مُؤْنَتْ اَعْلٰى جَنَّتْ عَدْنٍ اَيِ اِقَامَةِ بَيَانٍ لَهُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خُلْدِيْنَ فِيهَا وَذٰلِكَ جَزَاؤُا مَنْ تَزَكٰى وَتَطَهَّرَ مِنَ الذُّنُوْبِ .

**ترجمہ:** فرعون نے کہا تم میری اجازت کے بغیر ہی اس پر ایمان لے آئے اَمْسِمْ دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے کو الف سے بدل کر بلاشبہ وہ تمہارا بڑا گروہ ہے جس نے تم کو سحر سکھایا ہے میں تم سب کے ہاتھ پیر جانب مخالف سے کٹواتا ہوں خلاف حال ہے معنی میں مختلفہ کے ہے یعنی داہنے ہاتھوں کو اور بائیں پیروں کو اور تم سب کو بھوروں کے تنوں پر لٹکادوں گا فی جُدُوعِ النَّخْلِ اَيِ عَلَیْہَا اور تم کو پتہ چل جائے گا کہ ہم دونوں یعنی مجھ میں اور موسیٰ کے رب میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیر پا ہے، یعنی کس کی مخالفت شدید ہے اور دیر پا ہے ان لوگوں نے صاف جواب دیدیا کہ ہم تجھ کو بھی ترجیح نہ دیں گے اختیار نہ کریں گے بمقابلہ ان دلائل کے جو موسیٰ کی صداقت پر دلالت کرنے والے ہم کو ملے ہیں اور بمقابلہ اس ذات کے جس نے ہم کو پیدا کیا اور قسمیہ ہے یا ما جاءنا پر عطف ہے سو تیرا جو جی چاہے کہ یعنی جو تو نے کہا ہے کہ ڈال اور تو بجز اس کے کہ کچھ کر سکتا ہے وہ اسی دنیا میں کر سکتا ہے اور (الحیوة کا) نصب توسع کے طور پر ہے اِی فیہا اور

(اللہ) اس پر آخرت میں جزاء دے گا ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ ہماری شرک وغیرہ کی خطاؤں کو معاف کر دے اور اس سحر کو بھی معاف کر دے کہ جس کے سیکھنے اور عملی طور پر موسیٰ کا مقابلہ کرنے کے لئے تو نے ہم کو مجبور کیا ہے اور اللہ بہتر ہے تجھ سے اجر کے اعتبار سے جب اس کی اطاعت کی جائے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے تجھ سے عذاب کے اعتبار سے جب اس کی نافرمانی کی جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا بات یہ ہے کہ جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم یعنی کافر ہو کر آئے گا جیسا کہ فرعون تو بے شک اس کے لئے جہنم ہے نہ اس میں مرے گا کہ راحت پائے اور نہ زندہ رہے گا ایسی زندگی کہ جس سے اس کو نفع ہو اور جو شخص اس کے پاس مومن ہو کر حاضر ہوگا اور اس نے نیک اعمال یعنی فرائض و نوافل کئے ہوں گے تو یہی ہیں وہ لوگ جن کے لئے اونچے درجات ہیں علیٰ علیا کی جمع ہے اور اعلیٰ کا مؤنث ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے یعنی اقامت کے قابل باغات ہیں جَنَّتُ عَدْنٍ، دَرَجَاتُ الْعُلَىٰ کا بیان ہے کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے یہ انعام ہے اس شخص کا جو گناہوں سے پاک ہوا۔

### تَحْقِیْقِ وَتَرْکِیْبِ تَسْمِیْلِ وَتَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: اٰمَنْتُمْ لَہٗ ہمزہ استفہام انکاری تو بیخ کے لئے ہے، اور حفص کے نزدیک اَمَنْتُمْ جملہ خبریہ کے طور پر استعمال ہوا ہے اَمَنْتُمْ کا صلہ لام لایا گیا ہے اس لئے کہ اَمَنْتُمْ اَتَّبَعْتُمْ کے معنی کو تضمن ہے، دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ پہلا استفہامیہ ہے اور ثانی فاعل کلمہ ہے اصل میں جمع مذکر حاضر ہے اَمَنْتُمْ بروزن اَتَّبَعْتُمْ دوسرے ہمزہ کو قاعدہ کے مطابق الف سے بدلا پھر اس پر ہمزہ استفہام داخل کیا گیا، اب کلمہ میں دو ہمزے غیر منقلبہ ہو گئے، اب خواہ تحقیق ہمزتین کے ساتھ پڑھیں یا ہمزہ استفہام کے حذف کے ساتھ پڑھیں مفسر علام کا وابدال الثانية الفاً کہنا غیر ظاہر ہے اس لئے کہ ثانیہ تو قراءت میں بغیر ابدال کے باقی ہے، البتہ ابدال الثالثة درست ہے۔

قَوْلُهُ: مِنْ خِلَافٍ مِنْ اِبْتَدَیْہِ ہے اور خلاف مختلفہ کے معنی میں ہو کر حال ہے اِی اَقْطَعُہَا مَخْتَلِفَاتٍ۔  
قَوْلُهُ: فِی جَذْوَعِ النَّخْلِ اِی عَلَیْہَا اس میں اشارہ ہے کہ فِی بِمعنی علی ہے وَلَتَعْلَمُنَّ میں لام قسمیہ ہے اِیْنَا مَبْتَدَآءُ اَشَدُّ وَاَبْقٰی معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر اور مبتداء خبر سے مل کر لتعلمُنَّ کا مفعول قائم مقام دو مفعولوں کے علی مخالفتہ کا تعلق اشدُّ وَاَبْقٰی دونوں سے ہے وَالَّذِی فَطَرَنَا وَاُوَاغَرْتُمِیْہِ ہو تو موصول صلہ سے مل کر قسم اور لا تُؤْثِرْکَ علی الحق جواب قسم محذوف اِی وحق الذی فطرنا لا تُؤْثِرْکَ علی الحق اور اگر وادعاطفہ ہو تو معطوف علیہ مَا جَاءَنَا ہوگا اِی لَنْ تُؤْثِرْکَ علی الذی جَاءَنَا وَلَا الذی فَطَرَنَا فَاَقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ بِہِ جواب تہدید ہے ہذہ الحیوۃ الدنیا ہذہ مبدل منہ الحیوۃ بدل یہ حذف حرف جر کی وجہ سے اِتْسَاعًا منصوب ہے تقدیر عبارت یہ ہے اِنَّمَا تَقْضٰی فِی ہذہ الحیوۃ الدنیا فِی کو حذف کر دیا جس کی وجہ سے منصوب ہو گیا۔

قَوْلًا: اِنَّمَا مَا فِي دُجُجٍ جَائِزٍ هِيَ اُولَ جَبِيهٍ كَمَا فَعَلَ بِرِائٍ كَدُخُولٍ كُجَائِزٍ كَرْنِ كَلْنِ هِيَ اُولَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا تَقْضَى كَاظْرَفٍ هِيَ اُولَ تَقْضَى كَاْمَفْعُولٍ مَحْذُوفٍ هِيَ اِي تَقْضَى غَرَضُكَ دُوسْرِي جَبِيهٍ كَمَا مَصْدَرِيهٍ اِسْمُ اِنَّ هُوَ اُولَ ظَرْفٍ خَبْرٌ هُوَ، تَقْدِيرٌ عِبَارَتٍ يَهْوِي اِنَّ قَضَائِكَ فِي هَذِهِ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا تِسْرِي جَبِيهٍ يَهْوِي هِيَ كَمَا مَعْنَى الَّذِي مَوْصُولُ اِسْمِ اِنَّ تَقْضِيهِ اِسْ كَاَصْلِهِ عَاذٌ مَحْذُوفٍ اِي اِنَّ الَّذِي تَقْضِيهِ كَائِنٌ فِي الْحَيَوةِ الدُّنْيَا (جَمَل) وَمَا اَكْرَهْتَنَا كَاعْطَفَ خَطَايَانَا پَرِ هِيَ، تَا كَهْمَا رِي خَطَاوُنْ اُولَ اسْ عَمَلٌ مَحْرُومٌ مَعَاذٌ كَرْدِ جَسْ پَرِ تُونِ هَمْ كُوجُورُ كِيَا مِنْ الْمَسْحَرِ عَلَيْهِ كِي ضَمِيرٌ سِي يَا مَا مَوْصُولٌ سِي حَالٌ هُوَ سَكْتَا هِيَ، مِنْ بَيَانِ جَسْ كَلْنِ يَهْوِي هِيَ سَكْتَا هِيَ۔

قَوْلًا: قَالَ تَعَالَى سِي اِشَارَةٌ كَرْدِيَا كَه اِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ جَمْلَةٌ مَسْتَانِفَةٌ هِيَ اِسْ كَلْنِ سَا حُرُوفُ كَا كَلَامٌ تَهَا اُولَ يَهْوِي اللّٰهُ سَجَانَةٌ كَا كَلَامٌ هِيَ خَالِدِيْنٌ مَنْ كَلْنِ مَعْنَى كِي رِعَايَتٌ سِي جَمْعٌ لَّا يَأْيَا كِيَا هِيَ۔

## تَفْسِيرٌ وَتَشْرِيحٌ

قَالَ آمَنَّا لَهُ: جَب جَادُ وُجُورُنْ نِي دِي كَا كَه مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَا عَصَا حَقِيقَتٌ مِي اِثْرُ دِهَانِ كَرَانِ كَلْنِ خِيَالِي سَانِيُونْ كُونْ كَلْنِ كِيَا، تُو چُونَكَه يَه جَادُ كَلْنِ مَاهِرُ اُولَ جَادُ كِي حَقِيقَتٌ سِي وَاقِفٌ تَه تُو اَن كُو يَقِيْنٌ هُوَ كِيَا كَه يَه كَامٌ جَادُ كَلْنِ ذُرِيْعَةٌ نِيْسٌ هُوَ سَكْتَا اُولَ يَه بِلَا شَبِيهٍ خُدَائِيْ مَعْجَزَه هِيَ اِسْ لَنْ جَادُ وُجُورُنْ مِي گَر گِيْنِ اُولَ بَرَسَرِ عَامِ اَعْلَانِ كَرْدِيَا كَه هَمْ مُوسَى اُولَ هَارُونِ كَلْنِ رُبِ پَرِ اِيْمَانِ لِي آئِي، بَعْضُ رَوَايَاتِ مِي يَه يَهِي هِيَ كَه جَادُ وُجُورُنْ نِي اِسْ وَاقِتٌ تِي كَبِيْرٌ سِي سِرْ نِيْسٌ اِثْهَا يَا جَب تِي كَلْنِ اللّٰهُ تَعَالَى نِي جَنّتِ مِي اِنْ كَا مَقَامٌ نَه دَكْهَادِيَا، اِسْ وَاقِعَه سِي فِرْعَوْنِ كِي بَرَسَرِ عَامِ بَهْتِ رِسْوَالِيْ هُوِيْ تُو اِسْ نِي اِنْ خِفَتٌ كُو كَمِ كَرْنِ كَلْنِ تَهْدِيْدٌ اَمِيْزٌ لِيْجِيْ مِي كَلْنِ كَه اِسْ تَمِ مِي رِي اِجَازَتِ كَلْنِ بَغِيْرُ كِي بَغِيْرُ مُوسَى اُولَ اسْ رُبِ پَرِ اِيْمَانِ لِي آئِي“ اِسْ جَمْلَه سِي لُوگوں كُو يَه تَا ثَرٌ يَهِي دِيْنَا مَقْصُودٌ تَهَا كَه مِي رِي اِجَازَتِ كَلْنِ بَغِيْرُ كِي كَلْنِ قَوْلِ وَفَعْلِ كَا كُوِيْ اَعْتِبَارٌ نِيْسٌ هِيَ، اُولَ لُوگوں كُو مَخَالِطٌ مِي اُلْنِيْ اُولَ اَصْلِ حَقِيقَتٌ سِي تُوْجِهٌ پِثَانِيْ كَلْنِ اِنْ جَادُ وُجُورُنْ پَرِ يَه اِزَامٌ يَهِي لَغَا دِيَا كَه اَبِ مَعْلُومٌ هُوَا كَه تَمِ مُوسَى كَلْنِ شَا گَرْدِ هُوَا وُجُورُنْ تَمِ سَبِ كَا بَرَا اِسْتَاذِ هِيَ اِسِي تَمِ كُو جَادُ وُجُورُنْ سَكْهَا يَا هِيَ اُولَ اِسْتَاذِ شَا گَرْدُوں نِي مَلِ كَرِ سَازِشِ كِي هِيَ اُولَ طِيْ شَدَه پَرِ وُجُورُنْ كَلْنِ مَطَابِقِ شَا گَرْدُوں نِي اِنْ پَرِ اِيْمَانِ لِي هِيَ كَبِيْرٌ بِمَعْنَى مَعْلَمٌ يَهِي لَفْتِ عَرَبِ مِي مُسْتَعْمَلٌ هِيَ، كَسَائِيْ نِي كَلْنِ هِيَ كَه جَبِ بِيْرَا پِيْ مَعْلَمٌ (اِسْتَاذِ) كَلْنِ پَاسِ سِي آتَا هِيَ تُو كَهْتَا هِيَ جَنّتُ مَنْ عِنْدَ كَبِيْرِيْ فِرْعَوْنِ نِي يَه جَمْلَه اِنَّه لَكَبِيْرٌ كَمِ الَّذِي عَلَّمَكُمْ السَّحْرَ بَا وُجُودِ كِيْهِ فِرْعَوْنِ كُو يَهِي مَعْلُومٌ تَهَا كَه اِنْ كَلْنِ دَرْمِيَانِ اِسْتَاذِيْ وَشَا گَرْدِيْ كَا كُوِيْ تَعْلُقٌ نِيْسٌ هِيَ مگر پَهْرُ يَهِي لُوگوں كُو مَخَالِطٌ مِي اُلْنِيْ اُولَ لُوگوں كُو مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ پَرِ اِيْمَانِ لَانِيْ كَلْنِ سِي رُو كْنِيْ كَلْنِ يَه بَاتِ قَصْدٌ كَلْنِي۔

فَلَا قِطْعَنٌ يَه تَمِ مَحْذُوفٌ كَا جَوَابٌ هِيَ تَقْدِيرٌ عِبَارَتٍ يَه هِيَ وَعَزْتِيْ وَكَبِيْرَائِيْ لَا فَعْلَنٌ بِكُمْ ذَلِكْ فِرْعَوْنِ نِي تَمِ كَلْنِ كَرِ كَا كَمَا نَه اِنْدَازِ مِي سَخْتِ سَزَا كِي دَهْكِيْ دِيْتِيْ هُوِيْ كَلْنِ تَمِ سَبِ كَلْنِ جَانِبِ مَخَالِفِ سِي هَاتِه پَرِ كَا ثِ دُوں گَا تَا كَه تَمِ دُوسَرُوں كَلْنِ لِيْ عَمْرَتِ كَا نَمُونَه بَنِ جَاوَا، اُولَ كُوِيْ دُوسَرَا مُوسَى پَرِ اِيْمَانِ لَانِيْ كِي جَسَارَتِ نَه كَرِ سَكِيْ اُولَ سَا تَه يَهِي يَه يَهِي كَلْنِ دِيَا كَه تَمِ كُو اِسِي حَالَتِ

میں کھجور کے تنوں پر لٹکا دوں گا تا کہ بھوکے پیاسے تمہاری جان نکل جائے فی جذوع النخل میں فی بمعنی علی ہے اور علی کے بجائے فی کے استعمال میں یہ مصلحت ہے کہ استقرا اور دوام کو ظاہر کرنا ہے یعنی تم اسی حالت میں ایک مدت تک لٹکے رہو گے، جیسا کہ مطروف کا استقرا ظرف میں ہوتا ہے۔

قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا الْخِجَادُ وَگروں نے فرعون کی دھمکی سن کر اپنے ایمان پر بڑی چٹنگی کا ثبوت دیا کہنے لگے ہم تجھے یا تیرے کسی قول کو ان بینات و معجزات پر ترجیح نہیں دے سکتے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ہمارے سامنے آچکے ہیں نیز خالق کائنات کو چھوڑ کر تجھے اپنا رب نہیں مان سکتے حضرت عکرمہ کی روایت کے مطابق بینات سے مراد جنت کے وہ مقامات عالیہ اور نعم غالیہ بھی ہو سکتی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے جادو گروں کو سجدہ کی حالت میں مشاہدہ کرایا تھا، اور ساتھ ہی جادو گروں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تو نے ہمیں سزا دی بھی تو وہ سزا اسی چند روزہ زندگی تک محدود رہے گی مرنے کے بعد تو تیرا ہمارے اوپر کوئی قبضہ نہیں رہے گا بخلاف حق تعالیٰ کے کہ اس کا قبضہ مرنے سے پہلے بھی ہے اور مرنے کے بعد بھی لہذا اسی کی سزا کی فکر مقدم ہے۔

إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لانے کی غرض بیان کرتے ہوئے جادو گروں نے کہا ہم اس لئے ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سابقہ گناہوں کو معاف فرمادے اور جادو کے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے عمل کو بھی معاف فرمادے جس پر تو نے ہم کو مجبور کیا ہے، یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جادو گر تو موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لئے خوشی خوشی آئے تھے حتیٰ کہ فرعون سے انعام و اکرام کے بارے میں سودے بازی بھی کی تھی کہ اگر ہم موسیٰ کے مقابلہ میں کامیاب ہو گئے تو ہمیں کیا انعام ملے گا فرعون نے انعام و اکرام سے نوازنے نیز مزید براں اپنے مصاحبین میں شامل کرنے کا وعدہ بھی کر لیا تھا پھر جادو گروں کا یہ کہنا کہ تو نے ہمیں موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لئے مجبور کیا تھا کہاں تک درست ہو سکتا ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ یہ جادو گر ابتداء تو برضا و رغبت اپنی خوشی سے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لئے آئے تھے مگر مقابلہ سے پہلے جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو خود اعتمادی کے ساتھ خوف خدا کی نصیحت کی تو جادو گر پیغمبرانہ خود اعتمادی اور پرتا شیر نصیحت سن کر تذبذب میں پڑ گئے اور موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے سے کترانے لگے چنانچہ جب جادو گروں نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشورہ کیا تو یہ لوگ مختلف الرائے ہو گئے، بعض ان کو جادو گر کہتے تھے اور بعض انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کی باتیں پیغمبرانہ معلوم ہوتی ہیں لہذا ان کا مقابلہ کرنا درست نہیں ہے فرعون کو جب ان کے تذبذب کا علم ہوا تو ان کو مجبور کیا اور مزید لالچ بھی دیا جس کی وجہ سے وہ مقابلہ کے لئے آمادہ ہو گئے۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ فرعون کو کانہوں کے ذریعہ جب یہ معلوم ہوا کہ ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھ پر تیری حکومت ختم ہو جائے گی اور اس نوعیت کے اس کے پاس علوم اور معجزات ہوں گے تو فرعون نے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے ملک میں جادو کی تعلیم کو جبری اور لازمی قرار دیدیا تھا جس کی وجہ سے جادو گروں کا یہ کہنا کہ تو نے ہمیں جادو پر مجبور کیا ہے صحیح اور درست ہے۔ (روح)



## آسیہ علیہا السلام فرعون کی بیوی کا ایمان:

تفسیر قرطبی میں ہے کہ حق و باطل کے اس معرکہ کے وقت فرعون کی بیوی آسیہ برابر خیر رکھتی رہیں کہ انجام کیا ہوا جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ موسیٰ اور ہارون غالب آگئے تو فوراً ہی اس نے بھی اعلان کر دیا کہ میں بھی موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لاتی ہوں، فرعون کو جب اپنی بیوی آسیہ کے ایمان کا علم ہوا تو حکم دیا کہ ایک بھاری پتھر اس کے اوپر گرا دیا جائے، آسیہ نے جب یہ دیکھا تو آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور اللہ سے فریاد کی حق تعالیٰ نے پتھر اس کے اوپر گرنے سے پہلے ہی اس کی روح قبض کر لی اور پتھر مردہ جسم پر گرا۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَا اِلَى مُوسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ بِهِمَزَةٍ قَطْعٍ مِنْ اَسْرٰى اَوْ بِمُزَةٍ وَضَلَّ وَكَسَرَ النُّونَ مِنْ سَرٰى لُغَتَانِ اٰى سِرُّ بِهِمْ لَيْلًا مِنْ اَرْضٍ بِضَرْ قَاضِرْبٍ اِجْعَلْ لَهُمْ بِالضَّرْبِ بَعْضَاكَ طَرِيقًا فِى الْبَحْرِ يَسٰى اٰى يَابَسًا فَانْتَحَلَ مَا اَمَرَ بِهِ وَاَيَسَّسَ اللّٰهُ الْاَرْضَ فَمَرُّوْا فِيْهَا لَا تَخَفْ دَرَكًا اٰى اَنْ يُذْرَكَ فِرْعَوْنُ وَلَا تَخْشٰى غَرَقًا فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ يَجْنُوْهُمْ وَهُوَ مَعَهُمْ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ اِي الْبَحْرِ مَا عَشِيَهُمْ ۝ مَا غَرَقَهُمْ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ بِدَعَائِهِمْ اِلَى عِبَادَتِهِ وَمَا هٰذِى ۝ بَلْ اَوْقَعَهُمْ فِى السَّهْلٰكِ خِلَافَ قَوْلِهِ وَمَا اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ يٰبَنِيْ اِسْرٰٓءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوْكُمْ فِرْعَوْنَ يََاغْرَقُ ۝ وَوَعَدْنَا لَكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْاَيْمَنِ فَنُوتِيْ مُوسٰى التَّوْرَةَ لِلْعَمَلِ بِهِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْنَا الْكِتٰبَ الْمَنْ وَالسَّلٰوٰى ۝ هُمَا التَّرَنُّجَيْنِ وَالطَّيْرُ السَّمَٰوِيُّ بِتَخْفِيْفِ الْمِيْمِ وَالْقَصْرِ وَالْمُنَادٰى مَنْ وُجِدَ مِنَ الْيَهُودِ رَسَمَ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخُوطِبُوْا بِمَا اُنْعِمَ بِهِ عَلٰى اٰجِدَادِهِمْ رَسَمَ النَّبِيِّ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ تَوْطِيَةً يَقُوْلُهُ تَعَالٰى لَهُمْ كَلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ اٰى الْمُنْعَمَ بِهِ عَلَيْكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ بَاَنْ تَكْفُرُوْا الْمُنْعَمَ بِهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ بِكُسْرِ الْحَاۤءِ اٰى يَجِبُ وَيَضْمِيْهَا يَنْزِلُ وَمَنْ يَحِلَّ عَلَيْهِ غَضَبِيْ بِكُسْرِ اللّٰمِ وَضْمِيْهَا فَقَدْ هَوٰى ۝ سَقَطَ فِى النَّارِ وَلِاِنِّ لَنَعْقَابُ لِمَنْ تَابَ مِنَ الشِّرْكِ وَاٰمَنَ وَحَدَّ اللّٰهُ وَعَمِلَ صٰلِحًا يَصْدُقُ بِالْفَرْضِ وَالنَّفْلِ ثُمَّ اَهْتَدٰى ۝ يَاسْتَمْرَارِهِ عَلٰى مَا ذَكَرَ اِلَى مَوْتِهِ وَمَا اَعَجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ لِمَجِيْ بِنِعَادِ اَخَذِ التَّوْرَةَ لِيُْمُوْسٰى ۝ قَالَ هُمْ اَوْلَآءِ اٰى بِالْقُرْبِ مَبْنٰى يَآئُوْنَ عَلَى اَشْرٰى وَعَجَلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۝ عَنِيْ اٰى زِيَادَةُ عَلٰى رِضَاكَ وَقَبْلَ الْجَوَابِ اَتٰى بِالْاِعْتِذَارِ بِحَسَبِ ظَنِّهِ وَتَخَلَّتِ الْمَظْنُوْنَ كَمَا قَالَ تَعَالٰى فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ اٰى بَعْدَ فِرَاقِكَ لَهُمْ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۝ فَعَبَدُوا الْعِجْلَ فَرَجَعَ مُوسٰى اِلَى قَوْمِهِ غَضَبًا مِّنْ جِهَتِهِمْ اَسْفَاةً شَدِيْدَةَ الْحُزْنِ .

**ترجمہ:** اور ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ اَسْرَ ہمزہ قطعی کے ساتھ ہے اَسْرَی سے ماخوذ ہے، یا ہمزہ وصل اور نون کے کسرہ کے ساتھ ہے اور سَرَی سے ماخوذ ہے یہ دلالت ہیں، مطلب یہ کہ بنی اسرائیل کو رات کے وقت مصر سے لیکر نکل جاؤ پھر ان کے لئے عصا مار کر دریا میں خشک راستہ بنا دینا یَبَسَّا بمعنی یابسًا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے امتثال امر کیا اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو خشک کر دیا لہذا سب لوگ وہاں سے نکل گئے، نہ تو تم کو تعاقب کا اندیشہ ہوگا کہ فرعون تم کو پکڑ لے اور نہ تم کو غرق ہونے کا خوف ہوگا چنانچہ فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا حال یہ کہ وہ خود بھی ان کے ساتھ تھا، چنانچہ دریا ان پر چھا گیا جیسا کہ چھانے کو تھا پھر ان کو غرق کر دیا، اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا ان کو اپنی عبادت کی دعوت دیکر اور ان کو سیدھی راہ نہ دکھائی بلکہ ان کو ہلاکت میں ڈال دیا اپنے قول وَمَا اهْدِیْکُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ کے برخلاف اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمہارے دشمن فرعون سے اس کو غرق کر کے نجات دی اور ہم نے تم سے طور کی دائیں جانب آنے کا وعدہ کیا کہ ہم موسیٰ کو تورات دیں گے اس پر عمل کرنے کے لئے اور ہم نے تمہارے لئے مَنّ اور سلویٰ نازل کیا اور وہ ترنجبین اور بٹیر ہیں سمسانی میم کی تخفیف اور قصر کے ساتھ ہے اور (یا بنی اسرائیل) میں منادی وہ یہود ہیں جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے اور وہی ان نعمتوں کے مخاطب ہیں جو ان یہود پر کی گئی تھیں جو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے اللہ تعالیٰ کے قول تَکَلُّوْا مِنْ طَیِّبَاتِ الْخَبْرِ کی تمہید کے لئے ہم نے جو پاکیزہ چیزیں تم کو دی ہیں ان سے کھاؤ یعنی ان چیزوں کو جو بطور انعام تم کو دی گئی ہیں اور اس میں حد (شرعی) سے تجاوز نہ کرو اس طریقہ سے کہ معمم کی ناشکری کرنے لگو کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا غضب تمہارے اوپر واقع ہو جائے حاکم کے کسرہ کے ساتھ یعنی لازم ہو جائے اور حاکم کے ضمہ کے ساتھ یعنی نازل ہو جائے اور جس پر میرا غضب نازل ہو جائے یَحْلِلْ لام کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ ہے تو بلاشبہ وہ آگ میں گر گیا اور بے شک میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا ہوں جنہوں نے شرک سے توبہ کر لی اور اللہ کی وحدانیت پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے عمل صالح فرض اور نفل دونوں پر صادق آتا ہے (یا) (فرض اور نفل کے ذریعہ ایمان کی) تصدیق کرتا ہے اس وقت یُصَدِّق پڑھا جائے گا) اور پھر مذکورہ چیزوں پر موت تک قائم بھی رہے (اللہ نے کہا) اے موسیٰ اپنی قوم کو چھوڑ کر جلدی آنے کا کیا سبب ہوا؟ تورات لینے کے وقت کے آجانے کی وجہ سے حضرت موسیٰ نے جواب دیا وہ یہ رہے میرے پیچھے یعنی میرے قریب ہی آرہے ہیں اور اے میرے پروردگار میں آپ کے پاس جلدی چلا آیا کہ آپ مجھ سے زیادہ خوش ہوں گے یعنی تیری زیادہ رضامندی حاصل کرنے کے لئے اور جواب سے پہلے اپنے گمان کے اعتبار سے عذر بیان کر دیا اور گمان خلاف واقعہ ثابت ہوا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری قوم کو تو ہم نے تمہارے ان کو چھوڑ کر چلے آنے کے بعد ایک فتنہ میں مبتلا کر دیا اور ان کو تو سامری نے گمراہ کر دیا جس کی وجہ سے وہ گائے پرستی میں مبتلا ہو گئے غرض موسیٰ علیہ السلام ان کی وجہ سے غصہ اور سخت رنج میں بھرے ہوئے واپس آئے۔

## تحقیق و ترکیب تیسہیل و تفسیری فوائد

**قَوْلٌ:** وَلَقَدْ اَوْحَيْنَا الْخ یہ عطف قصہ علی القصہ کے قبل سے ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس رسول بنا کر بھیجنے کا قصہ مع معجزات کے بیان فرمایا اور ثانیاً فرعون اور اس کے لشکر کے عبرت ناک انجام کا قصہ بیان فرمایا اس طرح یہ عطف قصہ علی القصہ ہے۔

**قَوْلٌ:** طَرِيقًا اِضْرِب کا مفعول یہ ہے اس لئے کہ اِضْرِب اِجْعَل کے معنی کو مضمّن ہے جیسا کہ مفسر رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِ نے اشارہ کر دیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اِضْرِب کا مفعول یہ محذوف ہو تقدیر یہ ہوگی اِضْرِبْ مَوْضِعَ طَرِيقِ اس صورت میں اِضْرِب کی نسبت طریق کی جانب مجازاً ہوگی موضع کو حذف کر کے طریق کو اس کے قائم مقام کر دیا اِضْرِبْ لَہُمْ طَرِيقًا ہو گیا طریق سے مراد جس طریق ہے اس لئے کہ بنی اسرائیل کے قبیلوں کی تعداد کے اعتبار سے بارہ راستے بنائے تھے یَبَسُّا مصدر ہے مصدر کا حمل طریق پر مبالغہ ہے یا مصدر ہے پہلے لفظ ذات محذوف ہے ای ذات یَبَسُّ اور اگر بآ کے سکون کے ساتھ یَبَسُّا ہو تو صیغہ صفت کا ہوگا ای یابَسُّا لا تَخَافُ رَفْع کے ساتھ حمزہ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِ کے علاوہ تمام قراء کی یہی قراءت ہے اس صورت میں یہ جملہ متانفہ ہوگا اس وقت اس کا کوئی محل اعراب نہ ہوگا، یا اِضْرِبْ کی ضمیر فاعل سے حال ہے، ای اِضْرِبْ لَہُمْ طَرِيقًا حال کو نك غیر خائف اور حمزہ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِ نے جزم کے ساتھ پڑھا ہے اس وجہ سے کہ لا ناہیہ ہے تَخَفُ اس کی وجہ سے مجزوم ہے۔

**قَوْلٌ:** وَلَا تَخْشَى یہ باتفاق قراء الف کے ساتھ ہے رفع کی صورت میں لَا تَخَافُ پر عطف ظاہر ہے اور جزم کی صورت میں لَا تَخْشَى کا عطف لَا تَخَفُ پر ہوگا اور علامت جزم لَا تَخْشَى میں حذف الف ہوگی اور موجودہ الف اشباع کا ہوگا جو کہ فو اصل کی رعایت کے لئے لایا گیا ہے۔

**قَوْلٌ:** بِجُنُودِہِ یہ موضع حال میں ہے اور مفعول ثانی محذوف ہے ای فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ عِقَابًا وَمَعہِ جُنُودُہِ اور یہ بھی کہا گیا کہ اَتَّبَعَ بِمَعْنَى اَتَّبَعَ ہے اس صورت میں بِجُنُودِہِ کی باتعدیہ کے لئے ہوگی۔

**قَوْلٌ:** وَهُوَ مَعَهُمْ کے اضافہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ جَارِ اَتَّبَعَهُمْ کا صلہ نہیں ہے بلکہ موضع حال میں ہے اور اَتَّبَعَهُمْ کا مفعول ثانی محذوف ہے اور معنی یہ ہیں اَتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ نَفْسُہُ مَعِ جُنُودِہِ اور بیضاوی میں ہے والمعنی فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ نَفْسُہُ وَمَعہِ جُنُودُہِ فَحُذِفَ الْمَفْعُولُ الثانی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بجنودہ میں بازائدہ ہے ای اَتَّبَعَهُمْ جُنُودُہِ وَہُو مَعَهُمْ فَعَشِيَّتُهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَّتُهُمْ ای غرقہم مِّنَ الْيَمِّ مَا غَرَقَهُمْ سمندر کی موجوں کی ہولنا کی کو ظاہر کرنے کے لئے ابہام رکھا گیا ہے یعنی وہ موجیں ہولنا کی میں ایسی تھیں کہ ان کی ہولنا کی کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

**قَوْلٌ:** فَنُودِيَ مُوسَى التَّوْرَةَ لِلْعَمَلِ بِہَا کے اضافہ کا مقصد اس سوال کا جواب ہے کہ وعدہ تو موسیٰ علیہ السلام سے تھا نہ کہ قوم سے تو پھر وواعدنا کم میں وعدہ کی نسبت قوم کی طرف کیوں کی گئی ہے؟ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ موسیٰ کو تورات



سے دودھ اور دوسری سے شہد اور تیسری سے گھی نکلتا تھا، موسیٰ الذی ربّہ فرعون مرسل، موسیٰ الذی ربّہ جبرائیل کافر، قرطبی کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ سامری ہندوستان کا رہنے والا تھا جو کہ گائے کی پوجا کرتا تھا (مزید تفصیل کے لئے لغات القرآن جلد سوم تالیف مولانا عبدالرشید نعمانی کی طرف رجوع کریں)۔

**قَوْلُهُ:** موسیٰ علم معروف ہے بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر ہیں ان کی والدہ کا نام یوحناث تھا، اور والد کا نام عمران تھا، کہا جاتا ہے کہ عبرانی زبان میں مُو پانی کو کہتے ہیں اور ششی درخت کو کہتے ہیں عربی میں شین کو سین سے بدل دیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیدائش کے بعد چونکہ لکڑی کے ایک تابوت میں بند کر کے سمندر میں ڈال دیا گیا تھا اس لئے موسیٰ نام ہو گیا۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ جِبْرِیْلُ وَفَرْعَوْنُ اور فرعون کیوں و باطل کے معرکہ میں شکست فاش ہو گئی اور بنو اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں جمع ہو گئے تو اب اللہ تعالیٰ نے ان کو یہاں سے ہجرت کا حکم دیا چونکہ فرعون کو غرق کرنا تھا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا کی جانب کا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا تا کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کرے اور غرق دریا ہو، حالانکہ شام ہو کر فلسطین کا خشکی کا بھی راستہ تھا، موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر شام کی جانب سے بھی جاسکتے تھے مگر مصلحت دریا کی طرف سے تھی اسی لئے یہ راستہ اختیار کیا، چونکہ فرعون کے تعاقب اور دریا میں غرق ہونے کا خطرہ تھا اس لئے دونوں خطروں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مطمئن کر دیا گیا۔

اس آیت کے تحت مفسرین حضرات نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے یہ بات بھی لکھی ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ جب تم مصر سے جانے لگو تو میرا تابوت بھی ساتھ لیجانا، جب بنو اسرائیل ہجرت کرنے لگے تو خیال آیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو ساتھ لے لیں مگر کسی کو حضرت یوسف علیہ السلام کا مدفن معلوم نہیں تھا، البتہ ایک بڑھیا کو معلوم تھا، اس سے معلوم کر کے تابوت ہمراہ لے لیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بڑھیا سے کہا کہ جو تجھے مانگنا ہے، مانگ لے، بڑھیا نے کہا میں چاہتی ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں، جب دیکھا کہ فرعون نہ تو ایمان لاتا ہے اور نہ بنی اسرائیل کو آزاد کرنے پر آمادہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو خاموشی سے لیکر نکل جانے کا حکم فرمایا۔

تفسیر روح المعانی میں یہ تفصیل بھی ہے، کہ اسرائیلیوں نے ہجرت سے پہلے یہ شہرت کر دی تھی کہ کل ہماری عید ہے ہم عید منانے کے لئے باہر جائیں گے اور اس بہانے سے قبیلوں سے کچھ زیورات عاریتاً لے لئے تھے کہ آکر واپس کر دیں گے بنی اسرائیل کی اس وقت کتنی تعداد تھی روایات مختلف ہیں چھ اور سات لاکھ تک بیان کی گئی ہے، چونکہ یہ سب اسرائیلی روایات ہیں ہو سکتا ہے کہ ان میں کچھ مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہو، مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اسرائیلیوں کی تعداد لاکھوں سے کم نہیں تھی، اس لئے کہ ان کے بارہ قبیلے تھے اور ہر قبیلہ میں بڑی تعداد میں افراد تھے، موسیٰ علیہ السلام رات کے ابتدائی حصہ میں اپنی قوم بنی

اسرائیل کو لے کر دریائے قلزم کی طرف نکل گئے۔

فرعون کو جب اسرائیلیوں کے اس طرح سے نکل جانے کی اطلاع ملی تو اس نے فوجوں کو جمع کیا جن میں ستر ہزار سیاہ گھوڑے تھے اور صرف مقدمۃ الجیش میں سات لاکھ سوار تھے، جب بنی اسرائیل نے آگے دریا اور پیچھے فوجی سیلاب دیکھا تو گھبرا اٹھے، اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے انا لمدد کون ہم تو پکڑے گئے موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا اِنَّ مَعِيَ رَبِّی سَيَهْدِیْہُمْ کہ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھے ضرور راستہ دے گا پھر بحکم ربانی دریا پر اپنا عصا مارا جس کی وجہ سے دریا میں خشک بارہ راستے بن گئے بنی اسرائیل کے چونکہ بارہ قبیلے تھے ہر قبیلہ ایک راستہ سے بخیر و خوبی و اطمینان کے ساتھ نکل گیا، جب فرعون اور اس کا لشکر دریا کے کنارے پہنچا تو یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر سہم گیا کہ اسرائیلیوں کے لئے کس طرح دریا میں راستے بن گئے مگر فرعون نے لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے کہا کہ یہ سب کچھ میری ہیبت کا کرشمہ ہے مگر دل ہی دل میں گھبرا رہا تھا اور دریائی راستوں میں داخل ہونے کے بارے میں تذبذب کا شکار تھا اس وقت فرعون ایک گھوڑے پر سوار تھا، حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے گھوڑے کے سامنے آئے گھوڑا بے قابو ہو گیا اور فرعون کو لیکر دریا میں داخل ہو گیا اس کے پیچھے فرعونی لشکر بھی دریا میں داخل ہو گیا جب اسرائیلی دریا پار ہو گئے اور فرعون پورا لشکر دریا میں داخل ہو گیا تو حق تعالیٰ نے دریا کو روانی کا حکم دیدیا جس کی وجہ سے سب غرق دریا ہو گئے، یہی مطلب ہے فَعَشِیْہُمْ مِّنَ الیمِّ مَا عَشِیْہُمْ کا۔

وَوَاعَدْنَا نَحْمَ جَانِبَ الطُّورِ الایمن فرعون سے نجات اور دریا میں پار ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے اور ان کے واسطے سے تمام بنی اسرائیل سے یہ وعدہ فرمایا کہ وہ کوہ طور پر داہنی جانب چلے آئیں تاکہ موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کی جائے اور بنی اسرائیل خود بھی اس شرف ہمکلامی کا مشاہدہ کر لیں۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّٰ وَ السَّلْوٰی یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب بنی اسرائیل دریا عبور کر کے آگے بڑھے اور ایک مقدس شہر میں داخل ہونے کا حکم ملا، انہوں نے خلاف ورزی کی اس کی یہ سزا دی گئی کہ اسی وادی میں جس کو وادی تہ کہتے ہیں قید کر دیئے گئے اور چالیس سال تک اسی وادی میں بھٹکتے رہے اس سزا کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے ان پر قید کے زمانہ میں بھی طرح طرح کے انعامات ہوتے رہے انہی میں سے من و سلویٰ کا انعام تھا۔

قَوْلُہُمْ: وَالْمَنَادِی مِّنْ وُّجَدِ النِّخِ یا بنی اسرائیل میں منادی ہر وہ یہودی ہے جو آپ ﷺ کے زمانہ میں تھا اور ذکر ان نعمتوں کا کیا گیا ہے جو آپ ﷺ کے زمانہ میں موجود یہودیوں کے آباء و اجداد پر جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھے گویا کہ یہ تمہید ہے اللہ تعالیٰ کے قول کُلُّوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمُ النِّخِ کی اس لئے کہ اگر حقیقت میں منادی موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے یہودیوں اور حقیقت میں بھی روئے سخن ان کی طرف ہو تو کُلُّوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمُ النِّخِ کہنا صحیح نہیں رہے گا، اس لئے کہ جو لوگ صدیوں سال پہلے مر چکے ہیں ان کو کھانے پینے کا حکم کرنا اور ان کو سرکشی سے ممانعت کرنا غیر معقول بات ہے۔

وَمَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ جب بنی اسرائیل دریا میں اور فرعون سے نجات پانے کے بعد آگے بڑھے تو ان کا بت پرستوں کی ایک ہستی پر گزر ہوا تو ان کی عبادت کا طریقہ ان کو بہت پسند آیا تو موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہمارے لئے بھی کوئی محسوس خدا بنادیتجئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے احقانہ سوال کے جواب میں فرمایا کہ تم بڑے جاہل ہو یہ بت پرست تو سب ہلاک ہونے والے ہیں ان کا طریقہ باطل ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ وعدہ فرمایا کہ اپنی قوم کے ساتھ کوہ طور پر آجائیے تو ہم آپ کو اپنی کتاب تورات عطا کریں گے جو آپ کے اور آپ کی قوم کے لئے دستور العمل ہوگی، مگر عطائے تورات سے پہلے آپ مسلسل تیس دن کے روزے رکھیں، اور پھر اس مقدار میں دس دن کا اضافہ کر کے چالیس کر دیئے گئے، اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کی طرف روانہ ہو گئے اور شوق کی زیادتی کی وجہ سے اپنی قوم کو یہ تاکید و وصیت کر کے کہ تم میرے پیچھے چلے آؤ میں آگے جا کر عبادت اور روزوں میں مشغول ہوتا ہوں، جس کی مقدار مجھے تیس روزے بتلائی گئی ہے، میری غیبت میں ہارون میرے نائب اور خلیفہ ہوں گے، حضرت ہارون اور بنی اسرائیل اپنی رفتار سے چلتے رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جلدی کر کے آگے چلے گئے اور خیال یہ تھا کہ قوم کے لوگ بھی کوہ طور کے قریب ہی پہنچ گئے ہوں گے مگر وہاں سامری کا فتنہ گوسالہ پرستی پیش آگیا جس کی وجہ سے پیچھے پیچھے آنے کا معاملہ رک گیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا وَمَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ، مقصد استفہام نہیں ہے گویا استفہام کا ہے بلکہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ آپ کے منصب رسالت کا تقاضہ یہ تھا کہ آپ قوم کے ساتھ رہتے اور ان پر نظر رکھتے، آپ کی غفلت کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم کو سامری نے گمراہ کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اس سوال کا جواب سابق میں گزر چکا ہے۔

قَالَ يَقَوْمُ أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعَدًّا حَسَنًا ۚ أَی صِدْقًا أَنَّهُ يُعْطِيكُمْ النُّورَ أَفْطَالَ عَلَيْكُمْ الْعَهْدُ مُدَّةٌ مُفَارَقَتِي إِيَّاكُمْ أَمَرَدْتُمْ أَنْ يَحُلَّ يَجِبَ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَبِّكُمْ بِعِبَادَتِكُمُ الْعِجْلَ فَأَخْلَفْتُمْ مَوْعِدِي ۖ وَتَرَكْتُمُ الْمَجِيئَ بَعْدِي قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ ۚ بَلْ مَلَكْنَا سُلْتُ الْمِثْمِ أی بِقُدْرَتِنَا أَوْ بِأَمْرِنَا وَلَكِنَّا حَمَلْنَا بَفْتَحِ النَّهْءِ مُخَفَّفًا وَبِضَمِّهَا وَكُسْرِ الْمِثْمِ مُشَدَّدًا أَوْ زِلًا أَثْقَالًا مِّنْ زِينَةِ الْقَوْمِ أی حُلِيِّ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اسْتَعَارَهَا مِنْهُمْ بَنُو إِسْرَائِيلَ بَعْلَةً غُرْسٍ فَبَقِيَتْ عِنْدَهُمْ فَقَدْ فَتَنَاهَا طَرَحْنَاهَا فِي النَّارِ بِأَمْرِ السَّامِرِيِّ فَكَذَلِكَ كَمَا أَلْقَيْنَا آفَى السَّامِرِيِّ ۖ مَا مَعَهُ مِنْ حُلِيِّهِمْ وَمِنَ التُّرَابِ الَّذِي أَخَذَهُ مِنْ أَثَرِ حَافِرِ فَرَسِ جِبْرِئِيلَ عَلَى الْوَجْهِ الْآتِي فَخَرَجَ لَهُمْ عَجَلًا صَاغَهُ لَهُمْ مِنَ الْعِجْلِ جَسَدًا لَّحْمًا وَدَمًا لَهُ نَحْوُ أَيْ صَوْتٌ يُسْمَعُ أَيْ اِنْقَلَبَ كَذَلِكَ بِسَبَبِ التُّرَابِ الَّذِي أَثَرُ الْحَيَاةِ فِيمَا يُوضَعُ فِيهِ وَوَضَعَهُ بَعْدَ صَوْغِهِ فِي فَمِهِ فَقَالُوا أَيْ السَّامِرِيُّ وَأَتْبَاعُهُ هَذَا إِلَهُكُمْ وَاللَّهُ مُوسَىٰ فَتَسَيَّ ۖ مُوسَىٰ رَبُّهُ هُنَا وَذَهَبَ يَطْلُبُهُ قَالَ تَعَالَى أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّ مُحَفَّفَةً مِنَ التَّجْمِيلَةِ وَإِسْمُهَا مَخْدُوفٌ أَيْ أَنَّهُ لَا يَرْجِعُ الْعِجْلُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا أَيْ لَا يَرُدُّ لَهُمْ جَوَابًا وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا أَيْ دَفَعَهُ وَلَا نَفْعًا ۖ أَيْ جَلَبَهُ فَكَيْفَ يَتَّخِذُ لَهَا.

**ترجمہ:** موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میری قوم کیا تم سے میرے رب نے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ یعنی سچا وعدہ، یہ کہ وہ تم کو تورات عطا کرے گا، کیا تم پر میری جدائی کا زمانہ زیادہ طویل ہو گیا تھا؟ یا تم کو یہ منظور ہوا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب واجب ہو جائے، تمہارے پچھڑے کی عبادت کرنے کی وجہ سے کہ تم نے میرے وعدہ کی خلاف ورزی کی کہ تم نے میرے پیچھے پیچھے آنے کو ترک کر دیا تو انہوں نے کہا ہم نے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی اپنے اختیار سے نہیں کی مَلِكِنَا کے میم میں تینوں حرکتیں درست ہیں، یعنی اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے (خلاف ورزی نہیں کی) لیکن قوم کے زیورات کا بوجھ جو ہم پر لا دیا گیا تھا ہم نے اس کو آگ میں ڈال دیا حَمَلْنَا فَتْحَہ اور فَتْحَہ میم مخفف کے ساتھ اور حا کے ضمہ اور کسرہ میم مشدد کے ساتھ یعنی حَمَلْنَا یعنی فرعون کی قوم (قبط) کے زیورات کا بوجھ جس کو بنی اسرائیل نے قبطیوں سے عید کے موقع پر عاریتاً لے لیا تھا پھر وہ انہی کے پاس رہ گیا، اور ہم نے ان زیورات کو سامری کے کہنے سے آگ میں ڈال دیا پس اسی طرح یعنی جس طرح ہم نے ڈالا تھا سامری نے بھی جو اس کے پاس ان کے زیورات تھے اور وہ مٹی جو اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے کھر کے نیچے سے لے لی تھی (آئندہ) مذکور طریقہ کے مطابق ڈال دی پھر اس نے ان لوگوں کے لئے ایک پچھڑا بنایا یعنی زیورات کا قالب (ڈھانچہ) بنایا کہ اس کے لئے گوشت اور خون بھی تھا اور اس کی بیل کے مانند آواز بھی یعنی سنی جانے والی آواز اور یہ انقلاب اس مٹی کی وجہ سے ہوا جس کی تاثیر حیات تھی جس میں اس کو ڈال دیا جائے اور اس مٹی کو سامری نے قالب کو ڈھالنے کے بعد اس کے منہ میں ڈال دیا چنانچہ سامری اور اس کے متبعین نے کہا یہ ہے تمہارا اور موسیٰ کا خدا موسیٰ تو اپنے خدا کو یہاں بھول گئے اور اس کو تلاش کرنے چلے گئے کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ وہ پچھڑا ان کی کسی بات کو نہیں لوٹا سکتا یعنی ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا اَلَا (یہ اُن اور لا سے مرکب ہے) اُنْ خَفَفَہُ عَنْ الثَّقِيلِہِ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی اِنَّہُ اور نہ ان کے کسی ضرر کا مالک ہے کہ اس کو دفع کر سکے اور نہ نفع کا کہ اس کو حاصل کر سکے پھر کس طرح اس کو معبود بنایا جاسکتا ہے۔

### تحقیق و تزکیہ تسمیل و تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ:** اِنَّهُ يُعْطِيْكُمْ النُّوْرَ اَیہ جملہ یَعْدُ کم کا مفعول ثانی ہے اور کُم مفعول اول ہے اور وَعَدًا جَسَنًا مفعول مطلق ہے۔  
**قَوْلُهُ:** اَفْطَالَ عَلَیْکُمْ الْعَهْدُ گو سالہ پرستی اور میری مخالفت پر تم کو کس چیز نے آمادہ کیا؟ یا تو طویل زمانہ تک میری مفارقت نے حالانکہ ایسا نہیں ہوا یا اس بات نے کہ تمہارا مقصد ہی غضب الہی کو دعوت دینا ہے؟ یہ بھی نامناسب ہے اس لئے کہ کسی عاقل کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ غضب الہی کو دعوت دے فَاَخْلَفْتُمْ مَوْعِدِی حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے یہ وعدہ لیا تھا کہ تم میرے پیچھے پیچھے کوہ طور پر آ جاؤ گے مگر قوم نے وعدہ خلافی کی اور گو سالہ پرستی میں مبتلا ہو گئی۔

**قَوْلُهُ:** عَلَی الْوُجْهِ الْاٰتِی اس جملہ کا تعلق وَمِنْ التُّرَابِ سے ہے اِی اَلْقَى التُّرَابَ عَلَی الْوُجْهِ الْاٰتِی اور وجہ آتی



یہ ہے وَالْقَىٰ فِيهَا اَنْ اخذ قُبْضَةً مِّنْ تُرَابٍ فَاَخْرَجَ اس کا عطف وَاصْلُهُم السامری پر ہے یہ خدا کا کلام ہے۔  
**قَوْلُهُ**: جَسَدًا یہ العجل سے حال ہے ای اَخْرَجَ لَهُمْ صُورَةً عَجَلٍ حَالٍ كَوْنُهَا جَسَدًا۔  
**قَوْلُهُ**: لَحْمًا وَدَمًا کا اضافہ اس بات کو بتانے کے لئے کیا ہے کہ جَسَد کہتے ہیں اس کو جو گوشت پوست سے بنا ہو خُوَارُ بِل کی آواز کو کہتے ہیں یعنی یہ انقلاب ماہیت اس مٹی کے ڈالنے کی وجہ سے ہوئی، بسبب التراب ای بسبب وضع التراب مضاف محذوف ہے مفسر علام کا ووضعه کے اضافہ کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ سب سے پہلے وضع مضاف محذوف ہے۔

**قَوْلُهُ**: فَنَسِیَ اس کا فاعل موسیٰ بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ مفسر رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی نے صراحت کر دی ہے لہذا یہ سامری کا کلام ہوگا اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کو یہاں بھول گئے ہیں اور اس کو کوہ طور پر تلاش کرنے گئے ہیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے نَسِیَ کا فاعل سامری ہو اس صورت میں یہ خدا کا کلام ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ سامری اپنے رب کو بھول گیا جس کی وجہ سے اس نے یہ حرکت کر ڈالی، اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ سامری اس بات پر استدلال کرنا بھول گیا کہ پتھر معبود نہیں ہو سکتا اور اس کی دلیل آئندہ آنے والا قول اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا ہے اَلَّا اصل میں اَنَّهُ لَا تھ، اَنَّ کو مخفف کر کے اَنَّ کیا اور ہضمیر اسم کو حذف کر دیا اور نون کو لام میں ادغام کر دیا اَلَّا ہو گیا بعض حضرات نے یسرجع نصب کے ساتھ پڑھا ہے مگر اس میں ضعف ہے اس لئے کہ اُن ناصبہ افعال یقین کے بعد واقع نہیں ہوتا اور رویۃ پہلی صورت میں علمیہ ہے اور دوسری صورت میں بصریہ دَفْعُہ محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ مضاف محذوف ہے۔

**قَوْلُهُ**: جَلْبَهُ اس سے بھی مضاف محذوف کی طرف اشارہ کرنا ہے۔  
**قَوْلُهُ**: لَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا اس کا عطف لَا يَرْجِعُ پر ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

اَلَمْ يَعِدْكُمْ بِكُمْ وَعَدًا حَسَنًا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رنج و غم کے عالم میں واپس آ کر قوم سے خطاب کیا اولاً ان کو خدا کا وعدہ یاد دلایا جس کے لئے وہ قوم کو لیکر طور کی جانب ایمن کی طرف چلے تھے، کہ یہاں پہنچ کر اللہ اپنی کتاب ہدایت عطا فرمائیں گے جس کے ذریعہ دین و دنیا کے تمام مقاصد پورے ہوں گے۔

اَفْطَالَ عَلَیْكُمْ الْعَهْدُ یعنی اللہ کے اس وعدہ پر کوئی بڑی مدت بھی نہیں گزری کہ جس میں تمہارے بھول جانے کا احتمال ہو یا زمانہ دراز تک وعدہ کا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو گئے ہو اس لئے مجبوراً دوسرا طریقہ اختیار کر لیا ہو۔

اَمْ اَرَدْتُمْ اَنْ یَّحِلَّ الْخ یعنی بھول جانے یا انتظار سے تھک جانے کا کوئی احتمال نہیں تو اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ تم نے خود ہی اپنے قصد و اختیار سے اپنے رب کے غضب کو دعوت دی، اور مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کر بیٹھے قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو وعدہ کیا تھا وہ یا تو یہ تھا کہ ہم آپ کی واپسی تک اللہ کی عبادت اور اس کی طاعت پر قائم رہیں گے یا

یہ وعدہ تھا کہ ہم آپ کے پیچھے پیچھے کوہ طور پر آرہے ہیں لیکن راستہ میں رک کر گوسالہ پرستی شروع کر دی۔

قالوا مَا أَخْلَفْنَا النِّحَ لَفْظِ مُلْكٍ، مُلْكٌ دُونُوكِ مَعْنٰی تَقْرِیْبًا اِیْكَ هٰی هِیْنَ، مُطْلَبٌ یِّهْ هَے كِهْ هَمْ نَے گوسالہ پرستی اِپْنِے قَصْدًا وَ اِخْتِیَارَے سَے نَہِیْنِ كِی بَلْكَ سَامَرِی كَے عَمَل كُود كِیْھ كر هَمْ مَجْبُور هُوكَے، ظَاہِرْ هَے كِهْ اِن كَا یِهْ دَعْوٰی غَلْط اُور بَے بِنِیَاد تھَا وَ هُودَا پْنِے اِرَادَہ اُور اِخْتِیَارِ هٰی سَے گوسالہ پرستی مِیْنِ مِثْلًا هُوءَے تھَے، سَامَرِی نَے تُو صَرْف اِتْنَا كَہَا تھَا كِهْ مُوسٰی تَم سَے تِیْس دِن كَا وَعْدَہ كَر كَے گَئے تھَے اَب اِن كُوزِیَادَہ دِن هُوكَے مَعْلُوم هُوتَا هَے مُوسٰی ؑ تَم سَے نَارَاض هُوكَے هِیْنِ اُور نَارَاضِی كِی وَجِہ یِهْ مَعْلُوم هُوتِی هَے كِهْ تَم جَوْ قَبْطِیُوكِ كَا زِیُور عَارِیْتَا لَے كَر آئے هُودَا وَاپَس نَہِیْنِ كَیَا یِهْ اِن كُو پَسَنْد نَہِیْنِ هَے اِس لَے كِهْ تَمھَا رَے لَے یِهْ مَال بَالْكِل حَرَام هَے لٰہٰذَا تَم اِیْسَا كَرُوكِهْ یِهْ مَال مَجْھَہ دِیْدُوكِ مِیْنِ اِس كُوجَلَا دُوكِ گَا چِنَا نِچَہ سَب نَے تَمَام زِیُورَات سَامَرِی كُودِیْدِیْے اِس نَے وَہ تَمَام زِیُورَات اِیْك كُڑھ مِیْنِ ڈَال كَر پَگْھَلَا دِیْے اُور اِپْنِے پَاس جُوزِیُورَات تھَے وَہ بَھِی اِسی مِیْنِ ڈَال دِیْے اُور سَا تھَہِی وَہ مِثِی بَھِی ڈَال دِی جُو حَضْرَت جِبْرَا ئِیْل ؑ كَے گھُڑے كَے پِیْر كَے نِیچَے سَے اُٹھَا ئِی تھِی جِس كِی وَجِہ سَے وَہ نِچْھُڑَا بُولَے لَگا اُور اِسْرَائِیْلِیُوكِ نَے اِس كِی پَرَسْتِش شَرْع كَر دِی۔

حضرت موسٰی ؑ كِی واپسی مِیْنِ تَاخِیْر كِی اَصْل وَجِہ یِهْ تھِی كِهْ اللہ تَعَالٰی نَے اَوَّلَاتِیْس رُوزَے كُودِھُودَا پَر آ كَر رَكْھنے كَے لَے كَہَا تھَا پھِر اِن مِیْنِ دَس دِن كَا اُور اَضَافَہ كَر دِیَا جِس كِی وَجِہ سَے واپسی مِیْنِ تَاخِیْر هُوكِی۔

وَلِكِنَّا حُمِلْنَا اَوْزَارًا۔ اَوْزَارٌ وَزْرٌ كِی جَمْع هَے جِس كَے مَعْنٰی بُوجھ كَے هِیْنِ اِنْسَان كَے گِنَاہ بَھِی قِیَامَت كَے رُوز اِس پَر بُوجھ بِنَا كَر لَادَے جَا ئِیْس گَے اِس لَے گِنَاہ كُود زَر كَہَا گِیَا هَے اُور زِیْنَةُ سَے مَرَادُ زِیُور اُور قُوم سَے مَرَادُ قَبْطِی، اِن زِیُورَات كُو اُوزَار (گِنَاہ) اِس لَے كَہَا گِیَا هَے كِهْ یِهْ زِیُورَات عَارِیْتَا لَے گَئے تھَے اِن كَے مَالْكُوكِ وَاپَس كَرْنِے چَا ہِیْنِ تھَے چُونَكِہ وَاپَس نَہِیْنِ كَے اِس لَے اِن كُود زَر (گِنَاہ) كَہَا گِیَا هَے، حَدِیْثُ فُتُون مِیْنِ هَے كِهْ ہَارُون ؑ نَے بَھِی لُوكُوكِ كُوزِیُورَات كَے گِنَاہ هُونِے پَر مُتَنَبِّہ كِیَا تھَا، اِیْك رَوَا یِْت مِیْنِ یِهْ بَھِی هَے كِهْ سَامَرِی نَے اِپْنَا مَقْصِد نَكَا لَے كَے لَے وَہ اِیْك كُڑھ مِیْنِ ڈُودَا دِیَا تھَا تَا كِهْ اِس كُو پَگْھَلَا كَر نِچْھُڑَا بِنَا سَكَے۔

مَسْئَلَتُہ: یِہَاں یِهْ سَوَال پِیْدَا هُوتَا هَے كِهْ جُوكَا فِرْنِہ مَسْلَمَانُوكِ كَا ذِمِی هَے اُور نہ اِن سَے كُوءِی مَعَاہِدَہ هَے جِن كُوفِتْہَاہَا كِی اِصْطِلَاح مِیْنِ كَا فِرْحَر بِی كَہتَے هِیْنِ اِن كَے اِمْوَال تُو مَسْلَمَانُوكِ كَے لَے مَبَاحُ الاَصْل اِشْیَاہ كِی طَرَح حَلَال هِیْنِ پھِر ہَارُون ؑ نَے اِن كُو وَزَر كِیْسَے قَرَار دِیَا؟ اُور اِن كُو كُڑھ مِیْنِ ڈَالنے كَا حَكْم كِیْسَے دِیَا؟ اِس كَا اِیْك جَوَاب تُو مُشْہُور هَے جُوعَامَۃُ الْمُفْسِرِیْنِ نَے لَكْھَا هَے كِهْ كَفَار حَرْبِی كَا مَال لِیْنَا اِگر چَہ مَسْلَمَان كَے لَے جَا ئِزْ هَے مَگْر وَہ مَال غَنِیْمَت كَے حَكْم مِیْنِ هَے اُور مَال غَنِیْمَت كَا حَكْم شَرِیْعَتِ اِسْلَام سَے پِہْلَے یِهْ تھَا كِهْ كَا فِرُوكِ كَے قَبْضَہ سَے نَكَال لِیْنَا تُو جَا ئِزْ تھَا مَگْر مَسْلَمَان كَے لَے اِس كَا اِسْتِعْمَال جَا ئِزْ نَہِیْنِ تھَا مَگْر اِس مَال كُوجَم كَر كَے ثِیْلَہ وَغِیْرَہ پَر رَكھ دِیَا جَا تھَا اُور آسْمَانِی آگ اِس كُو آ كَر جَلَا جَاتِی تھِی یِهْ اِن كَے جِہَاد كَے مَقْبُول هُونِے كِی عِلَامَت تھِی، آنْخَضْرَت ﷺ كِی شَرِیْعَت مِیْنِ مَال غَنِیْمَت كُوحَلَال كَر دِیَا گِیَا جِیْسَا كِهْ صَحِیْح مُسْلِم كِی حَدِیْث مِیْنِ صِرَاحَت مَوْجُود هَے۔

## فائدہ عظیمہ:

فقہی نکتہ نظر سے اس مسئلہ کی تحقیق امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب السیر اور اس کی شرح سرخسی میں بیان کی گئی ہے وہ بہت اہم اور اقرب الی الصواب ہے وہ یہ کہ کافر حربی کا مال بھی ہر حال میں مال غنیمت نہیں ہوتا بلکہ اس کی شرط یہ ہے کہ باقاعدہ جہاد و قتال کے ذریعہ بزور شمشیر ان سے حاصل کیا جائے اسی لئے شرح سیر میں مغالبہ بالحرارہ کو شرط قرار دیا ہے اور اگر جہاد و قتال کے ذریعہ حاصل نہ ہو اس کو مال غنیمت نہیں کہیں گے بلکہ اس کو مال فئی کہتے ہیں مگر اس کے حلال ہونے میں ان کافروں کی رضا اور اجازت شرط ہے جیسے کوئی اسلامی حکومت ان پر کوئی ٹیکس عائد کر دے اور وہ راضی ہو کر یہ ٹیکس دیدیں تو یہ حلال ہوگا۔

مذکورہ صورت میں قبیلوں سے لئے ہوئے مال مذکورہ دونوں قسموں میں سے ایک قسم میں بھی داخل نہیں ہیں، کیونکہ یہ عاریتاً لئے گئے تھے اس لئے اسلامی شریعت کی رو سے بھی یہ مال ان کے لئے حلال نہ تھا۔

ہجرت کے موقع پر آپ ﷺ کے پاس اہل مکہ کی بہت سی امانتیں تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان کی امانتوں کو واپس کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں چھوڑا تھا اور حکم دیا تھا کہ جس کی امانت ہے اس کو واپس کر دی جائے، اس مال کو آپ ﷺ نے مال غنیمت کے تحت حلال قرار نہیں دیا۔

فقد فنہا یعنی ہم نے ان زیورات کو بھینک دیا، حدیث فتون کی رو سے یہ عمل حضرت ہارون علیہ السلام کے حکم سے کیا گیا اور بعض روایات میں ہے کہ سامری نے ان کو بہکا کر زیورات گڑھے میں ڈلوادیئے، دونوں باتیں جمع ہو جائیں تو یہ بھی کوئی مستبعد نہیں۔

فَكَذَلِكَ أَلْقَى السَّامِرِيُّ حَدِيثَ فَتُونٍ فِي مَذْكَورِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کے سب زیورات گڑھے میں ڈلوادیئے اور اس میں آگ جلوادی تو سامری بھی مٹھی بند کئے ہوئے پہنچا اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا میں بھی ڈال دوں، حضرت ہارون علیہ السلام نے یہ سمجھا کہ اس کے ہاتھ میں بھی کوئی زیور ہوگا فرمایا ڈال دو، اس وقت سامری نے حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا میں جب ڈالوں گا کہ جب آپ یہ دعا کر دیں کہ جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ پورا ہو جائے ہارون علیہ السلام کو اس کا کفر و نفاق معلوم نہیں تھا مدعا کر دی، اب جو اس نے اپنے ہاتھ سے ڈالا تو وہ زیور کے بجائے مٹی تھی جس کو اس نے جبرائیل امین کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر اٹھا لیا تھا کہ جس جگہ اس کا قدم پڑتا ہے وہیں مٹی میں نشو و نما اور آثار حیات پیدا ہو جاتے ہیں جس سے اس نے یہ سمجھا کہ اس مٹی میں آثار حیات رکھے ہوئے ہیں شیطان نے اس کو اس پر آمادہ کر دیا کہ اس کے ذریعہ ایک پچھڑا زندہ کر کے دکھا دے، بہر حال مٹی کی یا حضرت ہارون علیہ السلام کی دعا کی تاثیر سے یہ پچھڑا بن کر بولنے لگا، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ سامری نے پچھلے ہوئے زیورات سے پچھڑے کا ایک ڈھانچہ بنادیا تھا اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی مٹی ڈالنے کی وجہ سے اس میں جان پیدا ہو گئی اور وہ بیلوں کی طرح بولنے لگا، یہ روایات قرطبی میں مذکور ہیں اھ ظاہر ہے کہ اسرائیلی

روایات ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا مگر ان کو غلط کہنے کی بھی دلیل موجود نہیں۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ قَبْلُ اِیْ قَبْلِ اَنْ یَّرْجِعَ مُوسٰی لِقَوْمِہٖ اِنَّمَا فِیْ نَفْسِہِمْ اِیْمَانٌ وَّ اِنْ رَکِبُوا الرَّحْمٰنَ فَاتَّبِعُوْنِیْ فِیْ عِبَادَتِہٖ ۝۱۰ وَاطِیْعُوْا اَمْرِیْ ۝۱۱ فِیْہَا قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْہِ عٰکِفِیْنَ عَلٰی عِبَادَتِہٖ مُّقِیْمِیْنَ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوسٰی ۝۱۲ قَالَ مُوسٰی بَعْدَ رُجُوْعِہٖ یٰہٰرُوْنَ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ۝۱۳ بِعِبَادَتِہٖ ۝۱۴ اِلَّا تَتَّبِعَنِ لَا زَآئِدَۃَ اَقْصَیْتَ اَمْرِیْ ۝۱۵ بِاِقَامَتِکَ بَیْنَ مَنْ یَّعْبُدُ غَیْرَ اللّٰہِ قَالَ ہٰرُوْنَ یٰاَبْنُوْمُرَّ بِکَسْرِ الْمِیْمِ وَفَتْحِہَا اَرَادَ اُنِّیْ وَذِکْرُہَا اَعْطَفَ لِقَلْبِہٖ لَا تَاْخُذْ بِالْحَقِیْقِیْ وَکَانَ اَخَذَہَا بِشِمَالِہٖ وَلَا بِرَاسِیْ وَکَانَ اَخَذَ شَعْرَہٗ بِیَمِیْنِہٖ غَضَبًا اِنِّیْ خَشِیْتُ لَوْ اَتَّبَعْتُکَ وَلَآبَدٌ اَنْ یَّتَّبِعَنِیْ جَمْعٌ مِّنْ لَّمْ یَّعْبُدِ الْعِجْلَ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ وَتَغْضَبُ عَلَیْ وَلَمْ تَرْقُبْ تَسْتَظِرُّ قَوْلِیْ ۝۱۶ فِیْمَا رَاَیْتِہٖ فِیْ ذٰلِکَ قَالَ فَمَا خَطْبُکَ شَانَکَ الدَّاعِیْ اِلَیْ مَا صَنَعْتَ یٰسَآمِیْرِیْ ۝۱۷ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِہٖ بِالْبَآءِ وَالتَّآءِ اِیْ عَلِمْتُ مَا لَمْ یَعْلَمُوْہُ فَقَبَضْتُ قَبْضَۃً مِّنْ تُرَابٍ اَثَرَ خَافِرٍ فَرَسَ الرَّسُوْلِ جِبْرِیْلَ فَنَبَذْتُہَا اَلْقِیْتُہَا فِیْ صُوْرَةِ الْعِجْلِ الْمُصَاغِ وَکَذٰلِکَ سَوَّلَتْ رَیْیْتُ لِیْ نَفْسِیْ ۝۱۸ وَآلَقٰی فِیْہَا اَنْ اَخْذَ قَبْضَۃً مِّنْ تُرَابٍ مَا ذِکْرَ وَاَلْقِیَہَا عَلٰی مَا لَا رُوْحَ لَہٗ یَصِیْرُ لَہٗ رُوْحٌ وَرَاٰیْتُ قَوْمَکَ طَلَبُوْا مِنْکَ اَنْ تَجْعَلَ لَہُمْ اِلٰہًا فَحَدَّثْتَنِیْ نَفْسِیْ اَنْ یَّکُوْنَ ذٰلِکَ الْعِجْلُ اِلٰہَہُمْ قَالَ لَہٗ مُوسٰی فَاذْہَبْ مِنْ بَیْنِنَا فَاِنَّ لَکَ فِی الْحَیٰوۃِ اِیْ مُدَّةَ حَیَاتِکَ اَنْ تَقُوْلَ لِمَنْ رَاٰیْتِہٖ لَا مَسَاسَ اِیْ لَا تَقْرُبْنِیْ فَکَانَ یَہِیْمُ فِی الْبَرِیَّةِ وَاِذَا مَسَّ اَحَدًا اَوْ مَسَّہٗ اَحَدٌ حُمًا جَمِیْعًا وَلَآ لَکَ مَوْعِدًا لِّعَذَابِکَ لَنْ تُخْلَفَۃَ بِکَسْرِ اللّٰمِ اِیْ لَنْ تَغِیْبَ عَنْہُ وَیَفْتَحِہَا اِیْ بَلْ تُبْعَثْ اِلَیْہِ وَانْظُرْ اِلَی الْاِلٰہِ الَّذِیْ ظَلَمْتَ اَصْلَہٗ ظَلَمْتَکَ بِاَلَمَیْنِ اَوَّلُہُمَا مَكْسُوْرَةٌ وَخُدِفَتْ تَخْفِیْفًا اِیْ دُمْتُ عَلَیْہِ عَآکِفًا اِیْ مُقِیْمًا تَعْبُدَہٗ لَنَحْرِقَنَّہٗ بِالنَّارِ ثُمَّ لَنَنْدِیْفَنَّہٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ۝۱۹ لَنَذْرِیْنَہٗ فِیْ ہَوَآءِ الْبَحْرِ وَفَعَلَ مُوسٰی بَعْدَ ذٰلِکَ مَا ذَکَرِہٖ اِنَّمَا اِلٰہُکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ وَسِعَ کُلُّ شَیْءٍ عِلْمًا ۝۲۰ تَمِیْزُ مَحْوُلٍ مِّنَ الْفَاعِلِ اِیْ وَسِعَ عِلْمُہٗ کُلُّ شَیْءٍ کَذٰلِکَ اِیْ کَمَا قَضَضْنَا عَلَیْکَ ہٰذِہِ الْقِصَّةَ نَقْصُ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَآءِ اَخْبَارٍ مَّاقَدَسَبَقَ مِنْ الْاَمَمِ وَقَدْ اَتٰیْنٰکَ اَعْطٰیْنٰکَ مِنْ لَّدُنَّا مَنْ عِنْدِنَا ذِکْرًا ۝۲۱ قُرَآنًا مِّنْ اَعْرَضَ عَنْہُ فَلَمْ یُؤْمِنْ بِہٖ فَاِنَّہٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیَمَۃِ وِزْرًا ۝۲۲ جَمَلًا ثَقِیْلًا مِّنَ الْاِثْمِ خُلِدَیْنِ فِیْہٗ اِیْ فِیْ عَذَابِ الْوَرْدِ وَسَاءَ لَہُمْ یَوْمَ الْقِیَمَۃِ جَمَلًا ۝۲۳ تَمِیْزُ مُفَسِّرٍ لِلْمُضْمِرِ فِیْ سَاءَ وَالْمَخْصُوصُ بِالذَّمِّ مَحْذُوْفٌ تَقْدِیْرُہٗ وَزُرْہُمْ وَاللَّیْبَانُ وَیُبْدَلُ مِنْ یَوْمِ الْقِیَمَۃِ یَوْمٌ یُّفْتَحُ فِی الصُّوْرِ الْقُرْنِ النَّفْخَ الثَّآنِیَ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ الْکَافِرِیْنَ یَوْمَ یَذْرَآۤہُمْ غِیُوْنُہُمْ مَعَ سَوَادٍ وَجُوْہِہُمْ یَتَحَافَیْوْنَ بَیْنَهُمْ یَتَسَاوَوْنَ اِنْ مَا لَبِثْتُمْ فِی الدُّنْیَا اِلَّا عَشْرًا ۝۲۴ مِّنَ الدَّیَالِیْ بِآیَآئِہَا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ فِیْہِ ذٰلِکَ اِیْ لَیْسَ کَمَا قَالُوْا اِذْ یَقُوْلُ اَمَّا لَہُمْ اَعْدَلُ لَہُمْ طَرِیْقَۃٌ فِیْہِ اِنْ لَبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا ۝۲۵ یَسْتَغْلُوْنَ لُبُّہُمْ فِی الدُّنْیَا

جَدًّا لِمَا يُعَايِنُونَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ أُنْوَاسِهَا .

**ترجمہ:** اور ہارون علیہ السلام نے ان سے پہلے یعنی موسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے سے پہلے کہہ دیا تھا اے میری

قوم تم اس گوسالہ کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے ہو اور بلاشبہ تمہارا رب تو رحمن ہے لہذا تم اس کی عبادت کرنے میں

میری اتباع کرو اور عبادت کے معاملہ میں میری بات مانو ان لوگوں نے جواب دیا ہم تو اسی پر جے رہیں گے یعنی اسی کی عبادت

پر قائم رہیں گے موسیٰ کے ہمارے پاس واپس آنے تک موسیٰ علیہ السلام نے واپسی کے بعد فرمایا اے ہارون جب تم نے ان کو

دیکھا کہ یہ گمراہ ہو گئے پھڑے کی عبادت کی وجہ سے تو میرے پاس چلے آنے سے کیا امر مانع ہوا؟ اَلَا تَتَذَكَّرُ فِي مَا لَزَامَكَ

ہے سو کیا تو نے میرے کہنے کے خلاف کیا؟ غیر اللہ کی بندگی کرنے والوں میں مقیم رہ کر ہارون علیہ السلام نے کہا اے میرے ماں

جائے بھائی میری ڈاڑھی نہ پکڑ یا ابنِ اُمِّ میم پر کسرہ اور فتح کے ساتھ ہے اور اُمِّ سے مقصد اُمّی ہے (کی حذف کر دی گئی ہے

یعنی منادی مرخم ہے) اور یا اُمِّ کا ذکر کرنا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل کو زیادہ مہربان کرنے والا ہے، نہ یہ کہ حضرت ہارون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماں شریک (اخیانی) بھائی تھے اور (موسیٰ علیہ السلام) نے اپنے بائیں ہاتھ سے ڈاڑھی پکڑ لی تھی

اور نہ سر کے (بال) پکڑ اور موسیٰ علیہ السلام نے غصہ میں اپنے داہنے ہاتھ سے ان کے سر کے بال پکڑ لئے تھے مجھے تو یہ اندیشہ

ہو گیا تھا کہ اگر میں آپ کے پیچھے چلا آتا تو ضروری بات تھی کہ ایک جماعت جس نے گوسالہ پرستی نہیں کی تھی میرے ساتھ آتی تو

آپ کہتے ہیں کہ تو نے بنی اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیا اور آپ مجھ پر غصہ ہوتے اور تو نے میری بات کا لحاظ نہ رکھا اس

معاملہ میں جو تو نے دیکھا (یعنی میں اصلاح کے لئے کہہ کر گیا تھا اور تو نے قوم میں تفریق ڈال دی) (پھر موسیٰ علیہ السلام اصل

مجرم) کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے تو سامری نے جواب دیا مجھے وہ چیز نظر آئی جو دوسروں کو نظر

نہیں آتی تَبْصُرُوا یا اور تا کے ساتھ ہے یعنی جو بات میرے علم میں آئی دوسروں کے علم میں نہیں آئی پھر میں نے اس فرستادے

(یعنی جبرائیل کے گھوڑے کے) نقش قدم سے ایک مٹھی (خاک) بھر لی پھر میں نے وہ مٹھی خاک اس ڈھلے ہوئے پھڑے

کے قالب میں ڈال دی اور میرے دل کو یہی بات پسند آئی اور میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ میں مذکورہ خاک میں سے ایک

مٹھی خاک لوں اور اس ایک مٹھی خاک کو اگر بے جان چیز میں ڈال دوں تو اس میں جان پڑ جائے گی اور میں نے تیری قوم کو دیکھا

تھا کہ اس نے تجھ سے مطالبہ کیا تھا کہ تو ان کے لئے کوئی معبود بنادے تو میرے دل نے مجھے سمجھایا کہ یہ پھڑا ان کا معبود

ہو سکتا ہے موسیٰ نے فرمایا تو ہمارے درمیان سے چلا جا دنیوی زندگی میں تیری یہ سزا ہے کہ تو زندگی بھر ہر اس شخص سے جس کو تو

دیکھے گا کہے گا کہ مجھے نہ چھو نہ یعنی میرے قریب نہ آنا چنانچہ وہ جنگلوں میں بھٹکتا پھرتا تھا اور جب وہ کسی کو چھو لیتا تھا یا اسے کوئی

چھو لیتا تھا تو دونوں بخار میں مبتلا ہو جاتے تھے اور ایک وعدہ تیرے لئے عذاب کا اور ہے تو ہرگز نہ بچے گا تَخْلِفُهُ لَام کے کسرہ

کے ساتھ یعنی تو اس سے نہ بچ سکے گا، اور فتح لام کے ساتھ یعنی تجھ کو اس عذاب تک ضرور پہنچایا جائے گا اور تو اپنے اس معبود کو دیکھ

کہ جس کی عبادت پر توجہ ہوا تھا ظَلُمْتُ اسکی اصل ظَلِمْتُ دو لاموں کے ساتھ تھی اول ان میں کا مکسور جس کو تخفیفاً حذف کر دیا گیا اور معنی اس کے دُؤْمْتُ کے ہیں یعنی تو اس کی بندگی میں ہمیشہ لگا رہا ہم اس کو آگ میں جلادیں گے اور پھر ہم اس کو ریزہ ریزہ کر کے دریا میں اڑادیں گے یعنی اس کو ہم دریا کی فضا میں اڑادیں گے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ذبح کرنے کے بعد ایسا ہی کیا پس تمہارا معبود (حقیقی) تو اللہ ہی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم ہر شی کو حاوی ہے عِلْمًا تیز ہے فاعل سے منقول ہوئی ہے (اور تقدیر عبارت یہ ہے) اِی وَسَعَ عِلْمُهُ کُلَّ شَیْءٍ یعنی جس طرح ہم نے آپ کو یہ قصہ سنایا ہم اسی طرح آپ کو سابقہ امتوں کی خبریں بھی سناتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ یعنی قرآن دیا ہے اور جو شخص اس سے اعراض کرے گا اس پر ایمان نہ لائے گا تو وہ قیامت کے دن گناہوں کا بڑا بھاری بوجھ اٹھائے گا اور وہ گناہوں کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ ان کے لئے قیامت کے روز برا ہوگا حِمْلًا تیز ہے جو کہ ساء کی ضمیر کی تفسیر کر رہی ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے اس کی تقدیر وَزَرَهُمْ ہے اور (لہم) میں لام بیانیہ ہے اور یَوْمَ یَنْفَخُ فی الصُّورِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ سے بدل ہے (اور صور سے مراد) سینک ہے اور نفخ سے مراد فحشہ ثانیہ ہے اور ہم اس روز مجرموں کا فروں کو جمع کریں گے اس حال میں کہ وہ گربہ چشم ہوں گے یعنی ان کے چہروں کے سیاہ ہونے کے ساتھ ان کی آنکھیں بھی کرجی (نیلی) ہوں گی آپس میں خفیہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں گے کہ تم لوگ دنیا میں صرف دس دن رات رہے ہو گے ہم خوب جانتے ہیں قیام کی اس (مدت) کو جس قیام کی مدت کے بارے میں یہ دس دن کی بات کہیں گے یعنی بات ایسی نہیں ہے جو یہ کہیں گے جبکہ ان میں کا اس معاملہ میں سب سے زیادہ صائب الرائے یوں کہے گا کہ تم تو صرف ایک ہی روز (قبر میں) رہے ہو یہ لوگ دنیا میں اپنے قیام کی مدت کو نہایت قلیل سمجھیں گے جب آخرت میں اس کی ہولناکیوں کا مشاہدہ کریں گے۔

### حَقِیقَتِ تَرْکِیْبِ تَسْبِیْلِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلٌ: وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ، وَلَقَدْ مِثْلُ لَامِ تَسْمِیَہِ اِی وَاللّٰہِ لَقَدْ نَصَحَ هَارُونُ وَنَبَّہَ عَلٰی حَقِیْقَةِ الْاَمْرِ مِنْ قَبْلِ رَجْوِ مَوْسٰی اِلَيْهِمْ۔  
قَوْلٌ: اِنَّمَا فَبِتْنُتُمْ بِہِ یعنی تم پچھڑے کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا کر دیئے گئے ہو اِنَّمَا کلمہ حصر سے جو حصر مستفاد ہو رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پچھڑا تمہارے فتنہ کا سبب بنا ہے، نہ کہ ہدایت کا، یہ مطلب نہیں ہے کہ تم پچھڑے کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہوئے ہو نہ کسی اور وجہ سے۔

قَوْلٌ: رَبَّکُمْ الرَّحْمٰنُ یہاں خاص طور پر رحمن کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لایا گیا کہ معلوم ہو جائے کہ اگر صدق دل سے توبہ کر لی جائے تو وہ توبہ قبول کر لیتا ہے اس لئے کہ وہ رحمن ہے۔

**قَوْلًا**؛ اَنْ لَا تَتَّبِعَنَّ لَازِئِدَہ ہے جیسا کہ اَنْ لَا تَسْجُدْ میں لَازِئِدَہ ہے تاکید کے لئے ہے اَنْ لَا تَتَّبِعَنَّ، مَنَعَ کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے اور مَنَعَكَ میں کاف مفعول اول ہے اِذْ رَاَیْتَهُمْ مَنَعَ کا ظرف ہے ای اُی شَیْءٍ مَنَعَكَ حِیْنَ رُؤِیْتِكَ لِضَلَالِهِمْ مِنْ اِتِّبَاعِی۔

**قَوْلًا**؛ اَفْعَصِیْتَ میں ہمزہ استفہام انکاری تونیخ کے لئے ہے اور فاعل عطفہ مقدر پر عطف کے لئے ہے۔

**قَوْلًا**؛ وَكَانَ اَخَذَ شَعْرَةَ اِی شَعْرَ رَاسِہ۔

**قَوْلًا**؛ وَلَمْ تَرْقُبْ کا عطف ان تقول پر ہے یعنی اس ڈر سے کہ تو کہے گا کہ میں نے قوم میں تفریق کر دی اور اس ڈر سے کہ تو کہے گا کہ تو نے میری بات کا پاس لحاظ نہیں کیا۔

**قَوْلًا**؛ بِالْبِیَاءِ اِی لَمْ یَبْصُرُوْا اِی بنو اسرائیل وبالتاء اِی اَنْتَ وَقَوْمُكَ۔

**قَوْلًا**؛ الْمَصَاغِ الْاَصْحَ الْمَصُوغِ کما فی بعض النسخ۔

**قَوْلًا**؛ فَقَبَضْتُ قَبْضًا معنی مٹھی بھرنا، اور بعض نسخوں میں فَقَبَضْتُ قَبْضًا صَادِمَہلہ کے ساتھ ہے چٹکی بھرنا۔

**قَوْلًا**؛ مِنْ اَثَرِ الرَّسُولِ اِی مِنْ مَحَلِّ اَثَرِ حَافِرِ فَرَسِ الرَّسُولِ یعنی جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے نقش قدم کی جگہ سے۔

**قَوْلًا**؛ وَاُلْقِیَ فِیْہَا اس کا عطف سَوَّلْتُ لِیْ نَفْسِی پر عطف تفسیری ہے یعنی میرے نفس نے مجھے یہ بات سمجھائی اور میرے قلب میں یہ بات ڈالی گئی کہ میں اس مٹی میں سے ایک چٹکی اس میں ڈال دوں تو اس بے جان میں جان پڑ جائے گی۔

**قَوْلًا**؛ لَا مِسَاسَ یہ باب مفاعلہ کا مصدر منصوب ہے یعنی نہ کوئی تجھے چھوئے اور نہ تو کسی کو چھوئے۔

**قَوْلًا**؛ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا مَوْعِدًا مصدر ہے اور معنی میں وَعْدًا کے ہے۔

**قَوْلًا**؛ لَنَنْسِفَنَّہُ جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ ہم اس کو ہوا میں ضرور اڑا دیں گے (ض)۔

**قَوْلًا**؛ اِنَّمَا اِلٰھُکُمُ اللّٰہُ الخ یہ جملہ متانفہ ہے اور یہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کا اختتام ہے۔

**قَوْلًا**؛ کَذٰلِکَ نَقْصُ عَلَیْکَ الخ یہ بھی جملہ متانفہ ہے یہ حضور ﷺ کی تسلی اور تکثیر معجزات کے لئے ہے کَذٰلِکَ نَقْصُ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے اِی نقص قصصًا کَذٰلِکَ۔

**قَوْلًا**؛ مَنْ اَعْرَضَ عَنْہُ کی تفسیر فلم یؤمن بہ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ یہاں اعراض سے مراد انکار ہے۔

**قَوْلًا**؛ فِیْہِ اِی فِیْ عَذَابِ الْوِزْرِ اس میں حذف مضاف کی طرف اشارہ ہے۔

**قَوْلًا**؛ خَالِدِیْنِ یَحْمِلُ کی ضمیر سے حال ہے جو کہ مَنْ کی طرف لوٹ رہی ہے یَحْمِلُ میں لفظ اور خَالِدِیْنِ میں مَنْ کے

معنی کی رعایت سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

قَوْلُهُ: زُرْقًا یہ المجرمین سے حال ہے ازرق کی جمع ہے صفت مشبہ ہے اس کے معنی ہیں گربہ چشم جسے گرجا کہتے نیلی آنکھوں والا، یتخافتون زُرْقًا کی ضمیر سے حال ہے۔

قَوْلُهُ: اَعْدَلُھُمْ اَعْدَل سب سے زیادہ صحیح رائے رکھنے والا، یہ صحیح رائے اقرب الی الصواب کے اعتبار سے نہیں کہا ہے، بلکہ اقرب الی الہول کے اعتبار سے اَعْدَل کہا ہے یعنی اس کے قول میں اس دن کی ہولناکی کا زیادہ اظہار ہے۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْح

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ جب بنی اسرائیل گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے اور حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خلافت و نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے قوم کو بڑے حکیمانہ انداز سے سمجھایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر تشریف لیجانے کے بعد قوم تین فرقوں میں تقسیم ہو گئی ایک فرقہ حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ رہا، گوسالہ پرستی کو گمراہی سمجھا ان کی تعداد بارہ ہزار بتلائی گئی ہے (کذافی القرطبی) باقی دو فرقے گوسالہ پرستی میں تو بتلا ہو گئے مگر فرق اتنا رہا کہ ایک فرقہ نے کہا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام آکر منع کریں گے تو ہم باز آجائیں گے مگر تیسرا فرقہ گوسالہ پرستی پر اس قدر پختہ ہو گیا تھا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی منع کریں گے تو ہم نہیں چھوڑیں گے بلکہ موسیٰ علیہ السلام بھی اسی گوسالہ کو اپنا معبود بنالیں گے ہارون علیہ السلام نے جب ان دونوں فرقوں کا یہ جواب سنا تو اپنے ہم عقیدہ بارہ ہزار لوگوں کو لیکر ان سے الگ تو ہو گئے مگر رہنے اور قیام کی جگہ وہی رہی گویا کہ تینوں فرقوں میں اشتراک مکانی باقی رہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آکر اولاً تو بنی اسرائیل کو خطاب کیا جس کی تفصیل سابقہ آیات میں گزر چکی ہے پھر حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر ان پر سخت ناراضی کا اظہار کیا حتیٰ کہ ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے اور فرمایا جب ان بنی اسرائیل کو تم نے دیکھ لیا کہ گمراہی اور شرک میں مبتلا ہو گئے تو تم نے میرا اتباع کیوں نہیں کیا؟ اور میرے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی؟

مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمُ الْخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ اتباع سے مراد یہ کہ جب تم نے قوم کی حالت دیکھی تو تم کو کوہ طور پر میرے پاس آنے سے کیا امر مانع ہوا؟ اور بعض مفسرین نے اتباع سے یہ مراد لی ہے کہ جب بنی اسرائیل گمراہ ہو گئے تھے تو تم نے ان کا مقابلہ کیوں نہیں کیا اس لئے کہ اگر میں موجود ہوتا تو یقیناً ان سے جہاد کرتا جب تم میرے نائب اور خلیفہ تھے تو تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ حضرت ہارون علیہ السلام نے ادب کی پوری رعایت رکھتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نرم کرنے کے لئے یا ابن اُم سے خطاب فرمایا اور کہا میں آپ کا بھائی ہی تو ہوں کوئی غیر یا دشمن تو نہیں ہوں



اس لئے آپ پہلے میرا عذر سنیں اس کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام نے عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ السَّخِیْہُ مَجْہُ خَطْرَہُ یہ ہو گیا کہ اگر آپ کی آمد سے پہلے ان لوگوں کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ کرنے پر اقدام کرتا یا ان کو چھوڑ کر بارہ ہزار ساتھیوں کو اپنے ساتھ لیکر آپ کے پاس آگیا ہوتا تو بنی اسرائیل میں تفرقہ پیدا ہو کر خانہ جنگی کی شکل پیدا ہو جاتی، اور آپ نے چلتے وقت مجھے یہ ہدایت فرمائی تھی اِخْلَفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلَحْ، میں اس اصلاح کا مقتضایہ سمجھا تھا کہ ان میں تفرقہ پیدا نہ ہونے دوں ممکن ہے کہ آپ کے واپس آنے کے بعد یہ سب سمجھ جائیں اور ایمان اور توحید پر واپس آجائیں، قرآن کریم میں دوسری جگہ سورہ اعراف میں حضرت ہارون علیہ السلام کے عذر میں یہ قول بھی آیا ہے اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنِیْ یعنی بنی اسرائیل نے مجھے کمزور سمجھا اس لئے کہ میرے ساتھی دوسروں کے مقابلہ میں بہت کم تھے قریب تھے کہ مجھے قتل کر دیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی ذمہ داری پوری طرح نبھائی اور قوم کو سمجھانے میں کسی مدد انت یا سستی سے کام نہیں لیا لیکن معاملہ کو اس حد تک نہیں جانے دیا کہ خانہ جنگی شروع ہو جائے، کیونکہ ہارون علیہ السلام کے قتل کا مطلب پھر ان کے حامیوں اور مخالفوں میں خونی تصادم ہوتا اور بنی اسرائیل دو گروہوں میں بٹ جاتے، حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ خود موقع پر موجود نہیں تھے اس لئے صورت حال کی نزاکت ان کے سامنے نہیں تھی اس بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو سخت سست کہا لیکن پھر اصل دشمن کی طرف متوجہ ہوئے، مذکورہ دونوں عذر ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ عذر سنا تو ہارون علیہ السلام کو چھوڑ دیا اور اصل مجرم اور فساد کے بانی سامری کی طرف متوجہ ہوئے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ یَسَامِرُیْ اور فرمایا اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے؟ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ تو سامری نے جواب دیا کہ میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں، سامری حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پہچانتا تھا اس لئے کہ سامری بھی اسی سال پیدا ہوا تھا جس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور وہ اسرائیلی لڑکوں کو قتل کرنے کا سال تھا، سامری کی والدہ نے جلادوں کے قتل کے ڈر سے پہاڑ کی ایک غار میں چھپا دیا تھا وہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کی پرورش فرمائی تھی جس کی وجہ سے سامری حضرت جبرائیل علیہ السلام سے مانوس تھا (کما فی روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) چنانچہ جب جبرائیل علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو سامری نے پہچان لیا اور ان کے گھوڑے کے نقش قدم سے اس کی عجیب و غریب تاثیر دیکھ کر ایک مٹھی خاک اٹھالی اور اس کی عجیب و غریب تاثیر سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ اگر اس کو بے جان شے میں ڈال دیا جائے تو اس میں جان پڑ جائے گی چنانچہ بنی اسرائیل سے حاصل کردہ زیورات سے جو بچھڑے کا ایک ڈھانچہ (قالب) تیار کیا تھا اس کے منہ میں اس خاک میں سے ایک چٹکی خاک ڈال دی جس کی وجہ سے وہ بچھڑے کی طرح بولنے لگا، یہ پوری تفصیل روح المعانی سے ملخصاً ماخوذ ہے، اور اس تفسیر پر ظاہر پرستوں نے جو اعتراضات کئے

ہیں ان سب کا جواب بھی مذکور ہے۔

فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَوةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کے لئے دنیوی زندگی میں یہ سزا تجویز کی کہ سب لوگ اس سے بائی کاٹ (مقاطعہ) کریں کوئی شخص بھی اس سے کسی قسم کا سروکار نہ رکھے، مذکورہ سزا ہو سکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قانونی طور پر نافذ کی ہو جس کی پابندی ہر شخص پر ضروری ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی بددعاء سے اس میں یہ کیفیت پیدا ہو گئی ہو کہ نہ وہ کسی کو چھو سکے اور نہ دوسرا اس کو چھو سکے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعاء سے اس میں یہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ اگر یہ کسی کو ہاتھ لگا دے یا کوئی دوسرا اس کو ہاتھ لگا دے تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا اس ڈر اور خوف کی وجہ سے وہ انسانوں سے دور جنگلوں میں مارا مارا پھرتا رہتا تھا جب وہ کسی شخص کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھتا تو دور ہی سے چلانے لگتا تھا لَا مِسَاسَ یعنی کوئی مجھے نہ چھوئے۔

لَذَحَرَ قَتْلَهُ یعنی ہم اس کو آگ میں جلا دیں گے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ پھڑاسونے چاندی کے زیورات کا ڈھلا ہوا تھا تو اس کو آگ میں جلانے کی کیا صورت ہوگی، جواب یہ ہے کہ اولاً تو خود اس بات میں اختلاف ہے کہ پھڑے میں آثار حیات پیدا ہونے کے بعد بھی وہ چاندی سونے ہی کا رہا یا اس کی حقیقت تبدیل ہو کر گوشت پوست اور خون کا بن گیا (جیسا کہ مفسر علام کی رائے ہے) تب تو اس کے جلانے کا مطلب ظاہر ہے اور اگر وہ چاندی سونے ہی کا رہا تو اس کے جلانے کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کو سوہان سے گھس کر ذرہ ذرہ کر دیا جائے گا، یا کسی اکسیری (کیمیادی) دوا کے ذریعہ اس کو خاستر کر دیا جائے گا جیسا کہ زمانہ قدیم سے سونے اور چاندی بلکہ ہر دھات کو کشتہ کر کے خاک کر دی جاتی ہے۔

كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ اس سورت میں اصل بیان توحید، رسالت اور آخرت کے مسائل کا ہے، انبیاء علیہم السلام کے واقعات اسی سلسلہ میں بیان ہوئے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے اس کے ضمن میں آپ ﷺ کی رسالت کا اثبات بھی ہے اسی اثبات کا ایک یہ حصہ بھی ہے، جو آئندہ آیات میں بیان ہوا ہے کہ ان واقعات اور قصص کا اظہار ایک نبی امی کی زبان سے خود دلیل نبوت و رسالت ہے جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا اسی طرح ہم تیرے سامنے پہلے کے گزرے ہوئے لوگوں کے قصے اور وارداتیں بیان فرما رہے ہیں تاکہ آپ لوگوں کو سنائیں اور وہ آپ کے لئے دلیل نبوت ثابت ہوں اس لئے کہ ہزار ہا سال پہلے کے واقعات کا علم صرف وحی الہی ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے خاص طور پر ایک امی شخص کو۔

وَيَسْأَلُكَ عَنِ الْجِبَالِ كَيْفَ تَكُونُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَقُلْ لَهُمْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۖ بَانَ يُفَتِّتُهَا كَالرَّمْلِ السَّائِلِ ثُمَّ يَبْطِيزُهَا بِالرِّيَّاحِ ۖ فَيَذَرُهَا قَاعًا مُنَبَّسَطًا ۖ صَفْصَفًا ۖ مُسْتَوِيًا ۖ لَا تَرَىٰ فِيهَا جَبَلًا ۖ اِنْخِفَاضًا ۖ وَلَا اَمْتًا ۖ اِرْتِفَاعًا ۖ يَوْمَئِذٍ

ای یَوْمَ إِذَا نُسِفَتِ الْجِبَالُ یَتَّبِعُونَ اِی النَّاسِ بَعْدَ الْقِیَامِ مِنَ الْقُبُورِ الدَّاعِیَ اِلِی الْمَحْشَرِ بِصَوْتِهِ وَهُوَ اِسْرَافِیلُ یَقُولُ هَلُمُّوْا اِلِی عَرْشِ الرَّحْمٰنِ لَا عِوَجَ لَهٗ اِی لَا یَتَّبِعُهُمْ اِی لَا یَقْدِرُوْنَ اَنْ لَا یَتَّبِعُوْا وَخَشَعَتِ سَكَنَتْ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا سَمْعَ الْاَهْمَسَا ۝ صَوْتُ وَطِی الْاَقْدَامِ فِی ثَقْلِهَا اِلِی الْمَحْشَرِ كَصَوْتِ اُخْفَافِ الْاِبِلِ فِی مَسْنَتِهَا یَوْمَیْذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اَحَدًا اِلَّا مَنْ اِذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ اَنْ یَّشْفَعَ لَهٗ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ۝ بِاَنْ یَّقُولَ لَا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا لَیْنِ اَیْدِیْهِمْ مِنْ اُمُورِ الْاٰخِرَةِ وَمَا خَلْفَهُمْ مِنْ اُمُورِ الدُّنْیَا وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝ لَا یَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ وَعَنْتِ الْوُجُوْهُ خَاضَعًا لِلْحِیِّ الْقَیُّوْمِ اِی اللّٰهُ وَقَدْ خَابَ خَسِرَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝ شِرْكًَا وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ الطَّاعَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یُخِفُ ظُلْمًا بِزِیَادَةٍ فِی سَبَابِہٖ ۝ وَلَا هَضْمًا ۝ یَنْقُصُ مِنْ حَسَنَاتِہٖ وَكَذٰلِكَ مَعْطُوفٌ عَلٰی كَذٰلِكَ نَقُصُّ اِی بِشَلْ اِنْزَالٍ مَا ذٰکِرَ اَنْزَلْنٰہُ اِی الْقُرْآنَ ۝ قَوْلًا عَرَبِیًّا وَصَرَفْنَا کَرْرُنَا فِیْہِ مِنَ الْوَعْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ الشِّرْكَ اَوْ یُحَدِّثُ الْقُرْآنَ لَهْمُ ذِکْرًا ۝ بِهَلَاکِ مَنْ تَقَدَّسَتْہُمْ مِنَ الْاُمَمِ فِیَعْلَمُوْنَ فَتَعٰلٰی اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ ۝ عَمَّا یَقُولُ الْمُشْرِکُوْنَ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ اِی بِقِرَاءَتِہٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقَضٰی اِلَیْکَ وَحِیْہٗ ۝ اِی یَفْرُغُ جِبْرِیْلُ مِنْ اِبْلَآغِہٖ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۝ اِی بِالْقُرْآنِ فَکَلَّمَا اَنْزَلَ عَلَیْہِ شَیْءٌ مِّنْہٗ زَادَہٗ عِلْمُہٗ وَلَقَدْ عَہَدْنَا اِلٰی اٰدَمَ وَصَّیْنَاہُ اَنْ لَا یَاْکُلَ مِنَ الشَّجَرَةِ مِنْ قَبْلِ اِی قَبْلِ اَکْلِہٖ مِنْہَا فَتَسٰی تَرَکَ عَہْدَنَا وَلَمْ یَحْذَرِ الْعَذَابَ ۝ جَزْمًا وَصَبْرًا عَمَّا نَهٰیْنَاہُ عَنْہُ ۝

ج

**ترجمہ:** اور (بعض) لوگ آپ سے پہاڑوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا کیا حال ہوگا؟ آپ فرمادیجئے میرا رب ان کو ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں منتشر کر دے گا اس طریقہ سے کہ (اولاً) ان کو ریگ رواں کے مانند ریزہ ریزہ کرے گا پھر ان کو ہوا کے ذریعہ اڑا دے گا، پھر زمین کو ایک ہموار میدان کر کے رکھ دے گا کہ اے (مخاطب) تو اس میں نشیب و فراز نہ دیکھے گا اس دن یعنی جس دن پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے تو لوگ قبروں سے نکلنے کے بعد محشر کی جانب بلانے والے کی آواز کے پیچھے ہو لیں گے اور وہ (داعی) اسرافیل علیہ السلام ہیں، کہیں گے رحمن کے سامنے پیش ہونے کے لئے آؤ اس میں کوئی کجی نہ ہوگی یعنی ان کی اتباع میں، مطلب یہ کہ کسی کو اتباع نہ کرنے پر قدرت نہ ہوگی اور تمام آوازیں رحمن کے سامنے پست ہو جائیں گی تو تو بجز پاؤں کی آہٹ کے کچھ نہ سنے گا (یعنی) محشر کی جانب چلنے کی رگڑ کی آواز کے علاوہ جیسا کہ چلتے وقت اونٹوں کے قدموں کی آواز ہوتی ہے اس دن کسی کو سفارش فائدہ نہ دے گی، بجز اس شخص کے کہ جس کے لئے (سفارش) کی رحمن نے اجازت دیدی ہو اور اس کی بات کو پسند کیا ہو اس طرح کہ وہ لا الہ الا اللہ کہے وہ جانتا ہے آنے والے آخرت کے تمام امور کو اور دنیا کے گذرے ہوئے تمام امور کو اور اس کی معلومات کو ان کا علم احاطہ نہیں کر سکتا یعنی ذات خداوندی کا کوئی علمی احاطہ نہیں

کر سکتا اور (اس دن) الحی القیوم یعنی اللہ کے سامنے تمام چہرے جھکے ہوئے ہوں گے، اور ایسا شخص تو (ہر طرح) ناکام رہے گا جو ظلم شرک لیکر آئے گا اور جس نے نیک اعمال کئے ہوں گے اور وہ مومن بھی ہوگا تو اس کو ظلم کا کوئی اندیشہ نہ ہوگا بایں طور کہ اس کے گناہوں میں اضافہ کر دیا جائے اور نہ نقصان کا بایں طور کہ اس کی نیکیوں میں کمی کر دی جائے اور اسی طرح اس کا عطف کذلک نقص پر ہے، یعنی ماسبق میں مذکور نازل کرنے کے مانند اس قرآن کو عربی کا قرآن نازل کیا اور اس میں ہم نے طرح طرح سے وعیدیں بیان کیں تاکہ وہ شرک سے ڈر جائیں یا یہ قرآن ان کے لئے گزشتہ قوموں کی ہلاکت سے نصیحت (کا سامان) پیدا کرے جس سے یہ لوگ عبرت حاصل کریں سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے ان باتوں سے برتر ہے جو یہ مشرک کہتے ہیں اور آپ قرآن پڑھنے میں اس کے آپ پر مکمل ہونے سے پہلے جلدی نہ کیجئے یعنی جبرائیل علیہ السلام کے نازل کرنے سے فراغت سے پہلے اور یہ دعا کیجئے کہ اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما دیجئے یعنی قرآن کے ذریعہ چنانچہ جب بھی آپ پر قرآن کا کچھ حصہ نازل ہوتا ہے تو اس سے آپ کے علم میں اضافہ ہوتا اور ہم نے پہلے ہی یعنی کھانے سے پہلے آدم کو تائید کی حکم دیا تھا کہ اس درخت سے نہ کھائیں تو آدم بھول گئے اور ہمارے عہد سے غفلت ہو گئی اور ہم نے ان کو پختہ ارادہ والا نہ پایا یعنی جس چیز سے ہم نے ان کو روکا تھا (اس میں) پختہ اور صابر نہ پایا۔

### تحقیق و ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: نَسَفًا مصدر (ض) بکھیر کر اڑا دینا صَفَصَفًا چٹیل میدان، ہموار زمین (اسم) اَمْتًا ثیلہ، نشیب و فراز۔

قَوْلُهُ: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ اى حال الجبال مضاف محذوف ہے، مفسر علام نے کیف تکون سے حذف مضاف کی طرف اشارہ کیا ہے اس لئے کہ سوال ثنی سے نہیں بلکہ اس کے احوال سے ہوا کرتا ہے، بعض حضرات نے بطور استہزاء آپ ﷺ سے روز قیامت پہاڑوں کی حالت کے بارے میں سوال کیا تھا جیسا کہ ابن منذر اور ابن جریر نے کہا کہ بعض قریش نے آپ ﷺ سے معلوم کیا تھا کہ قیامت کے دن ان پہاڑوں کا کیا حال ہوگا؟ تو اس کے جواب میں مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

قَوْلُهُ: فَقُلْ فِيْ فاء شرط مقدر کے جواب میں ہے اى اِنْ سَأَلُوْكَ فَقُلْ اس صورت میں کسی سائل کے سوال کا جواب نہ ہوگا۔

قَوْلُهُ: فَيَذَرُهَا كِضْمِرٍ میں دواختال ہیں ① یہ کہ جبال کی طرف راجع ہو اس صورت میں مضاف محذوف ہوگا اى وَيَذَرُ مراکز الجبال ② یہ کہ ھا ضمیر ارض کی طرف راجع ہو جو کہ صراحۃً ماقبل میں مذکور نہیں ہے مگر دلالت حال کی وجہ سے مقدر

بان لیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ کے قول مَاتَرَكَ عَلَى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ، قَاعًا يَذْرُهَا كَامْفَعُولِ ثَانِي ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور يَذْرُ تَصِيْرُ کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے متعدی بدو مفعول ہوگا ہا ضمیر مفعول اول ہے، قَاعًا حال ہونے کی وجہ سے بھی منصوب ہو سکتا ہے اس صورت میں صَفْصَفًا قَاعًا کی صفت اول ہوگی اور لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا قَاعًا کی صفت ثانی ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔

قَوْلُهُ: الداعی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ داعی سے مراد حضرت اسرافیل ہیں جیسا کہ مفسر علام کی رائے ہے، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ داعی حضرت جبرائیل علیہ السلام ہوں گے یہی قول راجح ہے البتہ نافع حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے۔

قَوْلُهُ: لَا عِوَجَ لَهُ لَهُ کی ضمیر میں تین احتمال ہیں ① مرجع اتباع مصدر محذوف ہے جو کہ يتبعون سے مفہوم ہے ② ضمیر داعی کی طرف راجع ہے یعنی داعی کی دعوت میں کوئی کمی نہیں ہوگی بلکہ تمام مخلوق باسانی سنے گی ③ کلام میں قلب ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے لَا عِوَجَ لَهُمْ عَنهُ۔  
قَوْلُهُ: هَمْسًا هَمْسٍ پست آواز۔

قَوْلُهُ: إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ اس میں تین صورتیں ہیں ① مَنْ منصوب ہے تَنْفَعُ کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے ② محل میں رفع کے ہے اور شفاعت سے بدل ہے اس صورت میں حذف مضاف ضروری ہوگا، تقدیر عبارت یہ ہوگی لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا شَفَاعَةُ مَنْ أَذِنَ لَهُ ③ شفاعت سے استثناء ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اس صورت میں مستثنیٰ متصل اور منقطع دونوں ہو سکتا ہے۔

قَوْلُهُ: لَا يَعْلَمُونَ مفسر علام نے اس کلمہ سے اشارہ کر دیا کہ علمًا مفعول مطلق ہے اور يُحِيطُونَ يَعْلَمُونَ کے معنی میں ہے ای لا يعلمون علمًا اور اگر يحيطون اپنے معنی میں ہو تو علمًا نسبت سے تمیز بھی ہو سکتا ہے۔

قَوْلُهُ: وَعَنْتَ (ن) عَنْوًا ذَلِيلٌ ہونا، پست ہونا۔

قَوْلُهُ: وَقَدْ خَابَ حال بھی ہو سکتا ہے اور جملہ متانفہ بھی۔

قَوْلُهُ: هَضْمًا (ض) هَضْمًا تَوُزْنَا، کم کرنا۔

قَوْلُهُ: كَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ كَافٍ مصدر محذوف کی صفت ہے اُنْزَلْنَاهُ اِنْزَالًا مِثْلَ ذَلِكَ۔

قَوْلُهُ: عَزَمًا ای جزمًا پختہ ارادہ عزمًا، نَجِدُ بِمَعْنَى نَعْلَمُ کا مفعول ہے۔

قَوْلُهُ: لَهُ يَأْتُو عَزَمًا سے حال ہے یا نَجِدُ سے متعلق ہے، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ آیت کے معنی لَمْ نَجِدْ لَهُ قَصْدًا کہ ہیں، یعنی قصد انہیں کھایا بلکہ نسیاناً کھایا۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحِ

## رَبط آیات:

سورہ طہ میں اصل بیان توحید و رسالت کا ہے انبیاء علیہم السلام کے واقعات اس سلسلہ میں بیان ہوئے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تو بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے اور اس کے ضمن میں رسالت محمدیہ ﷺ کا اثبات بھی ہے، اسی اثبات رسالت محمدیہ ﷺ کا یہ حصہ ہے جو ان آیات میں بیان ہوا ہے اس لئے کہ ان واقعات اور قصص کا اظہار جو ہزار ہا سال پہلے ہو چکے ہیں ایک امی کی زبان سے دلیل نبوت نہیں تو اور کیا ہے؟

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ اے نبی بعض لوگ قیامت کا حال سن کر آپ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا؟ آپ فرما دیجئے میرا رب ان کو ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں اڑا دیگا یعنی جن پہاڑوں کو تم بہت زیادہ مضبوط اور مستحکم سمجھ رہے ہو میرے رب کی قدرت کے سامنے ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور زمین کو ایسا ہموار اور صاف کر دے گا کہ اس میں کہیں نشیب و فراز نہ رہے گا، اور خوف اور دہشت کے مارے لوگوں کی آوازیں دب جائیں گی اور قدموں کی آہٹ کے علاوہ کوئی آواز سنائی نہیں دے گی، ایسے ہولناک وقت میں کسی کی شفاعت بھی کام نہ آئے گی ہاں البتہ اللہ تعالیٰ جس کو شفاعت کی اجازت دیدیں اور جس کے لئے دیدیں تو شفاعت سے فائدہ ہو سکتا ہے۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ صحیح حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ابتداء وحی میں جب جبرائیل امین کوئی آیت لے کر آتے تھے اور آپ ﷺ کو سنا تے تو آپ ان کے ساتھ آیت کو پڑھنے کی کوشش کرتے کہیں ایسا نہ ہو کہ یاد سے نکل جائے اس میں آپ کو مشقت زیادہ ہوتی تھی لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ کی سہولت کے لئے فرمایا آپ کو پڑھنے میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ زبان کو حرکت دینے کی ضرورت ہے یاد کرنا دینا ہماری ذمہ داری ہے آپ تو صرف اطمینان سے سنا کیجئے اور یہ دعا کیا کیجئے کہ اے میرے پروردگار آپ میرے علم میں اضافہ فرما دیجئے، آپ ﷺ کی مخصوص دعاؤں میں سے ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ اَنْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ بِمَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ (ابن ماجہ)

وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلَى اٰدَمَ يَہاں عَهِدْنَا اَمْرًا یا وَصَّيْنَا کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو تاکید کی طور پر بتا دیا تھا کہ شیطان تم دونوں کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے اور فرمایا دیکھو اس درخت کے

قریب بھی مت جانا کھانا تو درکنار، باقی پوری جنت کے باغات اور نعمتیں تمہارے لئے کھلی پڑی ہیں ان کو جس طرح چاہو استعمال کرتے رہو، مگر آدم علیہ السلام بھول گئے، ان میں ارادہ کی پختگی نہ پائی گئی، یہاں نسیان سے مراد ترک ہے جو کہ نسیان کے لازم معنی ہیں اس لئے نسیان جس کو بھول کہتے ہیں اس پر مواخذہ نہیں ہوتا، آپ ﷺ نے بھی فرمایا ہے رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَاءُ وَالذَّنِّيَّانِ اور قرآن کریم میں بھی فرمایا گیا ہے لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا مگر یہاں نسیان سے یہ معروف نسیان مراد نہیں ہے بلکہ یہاں مراد بیدار مغزی سے کام نہ لینا اور ان اسباب کا اختیار نہ کرنا ہے جن کو اختیار کر کے انسان بھول اور خطاء سے بچ سکتا ہے، انبیاء علیہم السلام چونکہ حق تعالیٰ کے خاص مقربین ہوتے ہیں ان سے اتنی بات پر مواخذہ ہو سکتا ہے کہ ان اسباب اختیار یہ سے کیوں کام نہیں لیا جن کے ذریعہ اس بھول سے بچ سکتے تھے یہ بات اگرچہ کوئی جرم عظیم نہیں ہے مگر بقول حضرت جنید بغدادی رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى حسنات الابراہیم سیدنا المقربین صالحین اور نیک لوگوں کے بہت سے نیک اعمال مقربان بارگاہ الہی کے حق میں سیدنا اور لغزش قرار دی جاتی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا یہ واقعہ اول تو قبل نبوت کا ہے جس میں کسی گناہ کا صدور انبیاء سے بعض علماء اہل سنت کے نزدیک عصمت انبیاء کے خلاف نہیں دوسرے یہ درحقیقت بھول ہے جو گناہ نہیں مگر حضرت آدم علیہ السلام کے مقام بلند کے لحاظ سے اس کو بھی ان کے حق میں لغزش قرار دیا گیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب بھی ہوا اور ان کو متنبہ کرنے کے لئے اس لغزش کو ”عصیان“ سے تعبیر کیا گیا جیسا کہ آئندہ آئے گا۔

دوسرا لفظ ”عزم“ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا عزم کے معنی پختہ ارادہ کے ہیں آدم علیہ السلام حکم ربانی پر عمل کرنے کا پختہ ارادہ کئے ہوئے تھے مگر شیطانی وسوسہ کی وجہ سے اس قصد کی مضبوطی میں فرق آ گیا ان میں بغاوت اور سرکشی کا جذبہ نہیں تھا، یہ بھول اور ضعف ارادہ سے ہونے والی غلطی تھی جو کہ عصمت اور کمال نبوت کے منافی نہیں ہے اس لئے ایسی غلطی کے بعد انسان فوراً نادم اور شرمندہ ہو کر خدا کی طرف رجوع ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام جب متنبہ ہوئے تو فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور میں جھک گئے اور اس قدر ندامت کے آنسو بہائے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ معاف فرمادیا بلکہ نبوت و رسالت جیسے بلند مقام پر بھی فائز فرمادیا۔

فَاتَّبَعْنَا: حضرت علی رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى نے فرمایا ہے کہ دس چیزیں نسیان پیدا کرتی ہیں ① غم کی کثرت ② گدی پر چھپنے لگوانا ③ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا ④ کھٹے سیب کھانا ⑤ دھنیا کا (بکثرت) استعمال ⑥ چوہے کا جھوٹا استعمال کرنا ⑦ قبر کے کتبات پڑھنا ⑧ مصلوب کو دیکھنا ⑨ تارکول لگے ہوئے دواؤں کے درمیان چلنا ⑩ جوں کو زندہ چھوڑنا (تم کلام علی رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى) واعلم من اشد اسباب النسيان

العصيان فنسال الله العصمة والحفظ. (روح البیان)

وَ اذْكُرْ اذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبٰلِیْسَ ۚ وَهُوَ اَبُوۤ الْجَنِّ كَانَ یُصْحَبُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَیَعْبُدُ اللّٰهَ مَعَهُمْ  
 اٰبٰی ﴿۱﴾ عَنِ السُّجُوْدِ اٰدَمَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ فَقُلْنَا اَیَّدُمَرَاۤنَ هٰذَا عَدُوْكَ وَلَزَوْجُكَ حَوَّاءُ بِالْمَدِّ فَلَاۤ اُخْرٰی جَنَّتُمَا مِنْ  
 الْجَنَّةِ فَتَشَفٰی ﴿۲﴾ تَتَعَبُ بِالْحَرْثِ وَالزَّرْعِ وَالْحَصٰدِ وَالطَّحْنِ وَالْخَبْرِ وَغَیْرِ ذٰلِكَ وَاقْتَصَرَ عَلٰی شَقَاہِ لِاَنَّ الرَّجُلَ  
 یَسْعٰی عَلٰی زَوْجَتِهٖ اِنَّ لَكَ اَلَا تَجُوۡعُ فِیْہَا وَلَا تَعْرِی ۙ وَاَنَّكَ یَفْتَحُ الْہِمَزَ وَکَسْرُہَا عَطْفًا عَلٰی اِسْمِ اِنَّ وَجُمْلَتِہَا  
 لَا تَقْطَعُوْا فِیْہَا تَغَطُّشُ وَلَا تَضْحٰی ﴿۳﴾ لَا یَخْضُلُ لَكَ حَرُّ شَمْسِ الضُّحٰی لِاِنْتِفَآءِ الشَّمْسِ فِی الْجَنَّةِ  
 قُوْسُوْسٌ اِلَیْہِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یَاۤاَدَمُ هَلْ اَدْرٰکُ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ اٰی الَّتِیْ یَخْلُدُ مِنْ یَّا کُلِّ مِنْہَا وَمُلٰکِ اِلٰہِی ۙ ﴿۴﴾  
 لَا یَفْنٰی وَہُوَ لَا زِمُ الْخُلُوْدِ فَاکْلا اٰدَمُ وَحَوَّاءُ مِنْہَا فَبَدَتْ لَہُمَا سَوَآئِہُمَا اٰی ظَہَرَ لِکُلِّ مِنْہُمَا قُبْلَہُ وَقَبْلُ  
 الْاٰخِرِ وَذُبْرَہُ وَسَمِی کُلُّ مِنْہُمَا سَوَآةٌ لِاَنَّ اِنْکِشَافَہُ یَسُوْءُ صَاحِبَہُ وَطَفَقَا یُخَصِّفٰنِ اَخْذَا یُلْزِقٰنِ  
 عَلَیْہُمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ لِیَسْتَبْرَاہُ وَعَصٰی اَدَمَ رَبِّہُ فَعَوٰی ﴿۵﴾ بِالْاَکْلِ مِنْ الشَّجَرَةِ ثُمَّ رَجَعَتْہُ رَبُّہُ قَرْبَہُ فَتَابَ عَلَیْہِ  
 قَبْلَ تَوْبَتِہُ وَهَدٰی ﴿۶﴾ اٰی ہِدَہُ اِلَی الْمَدَآوِمَةِ عَلٰی التَّوْبَةِ قَالَ لَہِیْطَا اٰی اَدَمُ وَحَوَّاءُ بِمَا اِسْتَمَلْتُمَا عَلَیْہِ مِنْ  
 دُرِّیْتُمَا مِنْہَا مِنْ الْجَنَّةِ جَمِیْعًا بَعْضُکُمْ بَعْضُ الدُّرِّیَّةِ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ مِنْ ظُلْمِ بَعْضِہُمْ بَعْضًا فَاَمَّا فِیْہِ اِذْغَامُ  
 نُوْنٍ اِنْ الشَّرْطِیَّةُ فِی مَا الرَّآئِدَةُ یَاۤاَتِیْکُمْ مَتٰی هَدٰی فَمِنْ اَتْبَعَ هٰذَاۤی اٰی الْقُرْآنَ فَلَا یَضِلُّ فِی الدُّنْیَا  
 وَلَا یَشْفٰی ﴿۷﴾ فِی الْاٰخِرَةِ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذٰلِکَۤی اٰی الْقُرْآنَ فَلَمْ یُؤْمِنْ بِہِ فَاِنَّ لَہُ مَعِیْشَةً ضَنْکًا بِالتَّنْوِیْنِ مَضَدَّرُ  
 بِمَعْنٰی ضَبِّقَہُ وَفُسِّرَتْ فِی حَدِیْثٍ بِعَذَابِ الْکَافِرِ فِی قَبْرِہِ وَنَحْشَرُہُ اٰی الْمُعْرِضَ عَنِ الْقُرْآنِ یَوْمَ الْقِیَمَةِ  
 اَعْمٰی ﴿۸﴾ اٰی اَعْمٰی النَّصْرَ اَوْ الْقُلْبَ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا ﴿۹﴾ فِی الدُّنْیَا وَعِنْدَ الْبَعْثِ قَالَ  
 الْاَمْرُ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیْتُنَا فَنَسِیْتَهَا تَرَکْتَهَا وَلَمْ تُؤْمِنْ بِہَا وَکَذٰلِکَ یَسْیَاۤنِکَ اٰیْتُنَا الْیَوْمَ تُسْئَلٰی ﴿۱۰﴾ تَرَکَ  
 فِی النَّارِ وَکَذٰلِکَ وَیَمَثَلُ جَزَآئِنَا مَنْ اَعْرَضَ عَنِ الْقُرْآنِ تَجَزٰی مِنْ اَسْرَفَ اَشْرَکَ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِاٰیٰتِ رَبِّہِ  
 وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ مِنْ عَذَابِ الدُّنْیَا وَعَذَابُ الْقَبْرِ وَالْبَقٰی ﴿۱۱﴾ اَذْوَمُ اَقْلَمَ یَهْدٰی یَتَبٰیۤنُ لَہُمْ لِكْفَارِ مَكَّةَ کَمَرُ  
 خَبْرِیَّةٍ مَّفْعُوْلُ اَهْلَکُنَا اٰی کَثِیْرًا اِنْہَا کُنَا قَبْلَہُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ اٰی الْاَسْمِ الْمَاضِیَّةِ بِتَکْذِیْبِ الرُّسُلِ یَعْمُوْنُ  
 حَالٌ مِنْ ضَمِیْرِ لَہُمْ فِی مَسٰکِیْہِمُ فِی سَفَرِہِمُ اِلَی الشَّمَامِ وَغَیْرِہَا فِیَعْتَبِرُوْا وَمَا ذٰکِرٌ مِنْ اَخْذِ اِنْہَا لَکَ مِنْ فِعْلِہِ  
 الْخَالِیْ عَنْ حَرْفِ مَضَدَّرِیْ لِرِعَایَةِ الْمَعْنٰی لَا مَانِعَ مِنْہُ لَآنَ فِیْ ذٰلِکَ اٰیٰتٍ لِّعِبْرًا اَوَّلٰی اللّٰہِ ﴿۱۲﴾ لِذَوِی الْعُقُوْلِ

**ترجمہ:** اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے وہ جنوں کا باپ تھا فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اور ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا تھا آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا میں اس سے



افضل ہوں پھر ہم نے آدم سے کہا بلاشبہ یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے حواء مد کے ساتھ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تم کو جنت سے نکلوا دے پھر تم مصیبت میں یعنی جو تنے، بونے، کانٹے اور پیسے اور پکانے وغیرہ کی مشقت میں پڑ جاؤ (یہاں) آدم کی مصیبت کے بیان پر اکتفاء کیا ہے (بیوی کو شریک نہیں کیا) اس لئے کہ زوجہ کے لئے کسب معاش کی ذمہ داری اس کے شوہر کی ہوتی ہے اور یہاں تمہارے لئے یہ آرام ہے کہ یہاں تم نہ بھوکے ہو گے اور نہ ننگے اور نہ یہاں پیاسے ہو گے اَنَّاكَ ہمزہ کے فتح کے ساتھ اور اس کے کسرہ کے ساتھ اِنَّ کے اسم اور اس کے جملہ پر عطف کرتے ہوئے اور نہ دھوپ میں تپو گے یعنی نہ دوپہر کو گرمی لاحق ہوگی اس لئے کہ جنت میں سورج نہیں ہوگا پھر شیطان نے آدم کو بہکایا اور کہا اے آدم! میں تم کو ہمیشگی کا درخت نہ بتا دوں یعنی ایسا درخت کہ جو اس کو کھائے گا وہ ہمیشہ جنت میں رہے گا اور ایسی بادشاہی کہ کبھی اس میں ضعف نہ آئے گا یعنی فنا نہ ہوگی اور یہ خلود کے لازم (معنی) ہیں چنانچہ آدم و حواء نے اس درخت سے کچھ کھا لیا تو ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کی قبل اور دُبر ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہو گئی، شرم گاہ کو سَوَاءٌ سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ شرم گاہ کا کھل جانا صاحب شرم گاہ کے لئے (تکلیف دہ اور) بری بات ہوتی ہے اور دونوں اپنے اوپر جنت کے (درختوں) کے پتے چپکانے لگے تاکہ دونوں اس کے ذریعہ ستر پوشی کریں اور آدم سے اپنے رب کی خطا ہو گئی درخت سے کچھ کھانے کی وجہ سے بہک گئے پھر اس کے رب نے اس کو منتخب کر لیا یعنی مقرب بنا لیا سو اس کی طرف متوجہ ہوئے یعنی ان کی توبہ قبول فرمائی اور ہدایت فرمائی یعنی توبہ پر ہمیشہ قائم رکھا (اللہ تعالیٰ) نے ارشاد فرمایا تم دونوں یعنی آدم و حواء مع تمہاری اس ذریت کے جن پر تم مشتمل ہو جنت سے نکل جاؤ تمہاری اولاد بعض بعض کی دشمن ہوگی بعض کے بعض پر ظلم کرنے کی وجہ سے فَاِِمَّا اس میں اِنْ شرطیہ کے نون کو مازاندہ میں ادغام کر دیا گیا ہے پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت پہنچے تو (جو شخص) میری اس ہدایت یعنی قرآن کی اتباع کرے گا تو وہ نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں شقی ہوگا اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا یعنی قرآن سے کہ اس پر ایمان نہ لائے گا تو اس کی زندگی تنگی میں رہے گی ضَنْكَا تنوین کے ساتھ ضَبِقَةُ کے معنی میں مصدر ہے اس کی تفسیر حدیث شریف میں عذاب قبر سے کی گئی ہے اور قیامت کے دن ہم اس قرآن سے اعراض کرنے والے کو اندھا اٹھائیں گے یعنی آنکھوں یا دل کا اندھا تو وہ کہے گا اے میرے رب آپ نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ میں تو آنکھوں والا تھا دنیا میں بھی اور بعثت کے وقت بھی ارشاد ہوگا معاملہ ایسا ہی ہونا تھا ہماری آیات تیرے پاس پہنچی تھیں مگر تو نے ان کو بھلادیا ترک کر دیا اور ان پر ایمان نہیں لایا اور اسی طرح یعنی جس طرح تو نے ہماری آیتوں کو بھلادیا آج تجھ کو بھلادیا جائے گا یعنی جہنم میں چھوڑ دیا دیا جائے گا اور اسی طرح یعنی اس شخص کی سزا کے مانند جس نے قرآن سے اعراض کیا (ہر) اس شخص کو سزا دیں گے جس نے (حد) سے تجاوز کیا شرک کر کے اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور واقعی آخرت کا عذاب

دنیا اور عذاب قبر سے بڑا سخت اور بڑا دیر پا ہے دائمی ہے کیا ان مکہ کے کافروں کو اس سے بھی ہدایت نہیں ہوتی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی گزشتہ امتوں کو رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کر دیا کم خبر یہ ہے، اہل کنا کا مفعول ہے یعنی ہمارا ہلاک کرنا بکثرت واقع ہوا حال یہ ہے کہ ان کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ بھی شام وغیرہ کے سفر کے دوران چلتے پھرتے ہیں کہ اس سے عبرت حاصل کریں اہل کنا مذکور سے بغیر کسی حرف مصدری کے اہلاک مصدر مراد لینا معنی کی رعایت کی وجہ سے ممنوع نہیں ہے اس (امر مذکور) میں عقلمندوں کے لئے عبرت کے واسطے کافی دلائل ہیں۔

### تحقیق و ترکیب تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: **وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا** یہ قصہ قرآن کریم کی سات سورتوں میں مذکور ہے، اس قصہ کا عطف ماقبل پر عطف سبب علی المسبب کے قیل سے ہے اس لئے کہ یہ قصہ ہی عداوت ابلیس کا سبب ہوا تھا۔

قَوْلُهُ: **إِلَّا ابْلِيسَ** مفسر علام کی یہ عادت ہے کہ جہاں مستثنیٰ منقطع ہوتا ہے وہاں **إِلَّا** کی تفسیر لکن سے کرتے ہیں مگر یہاں چونکہ دونوں کا احتمال تھا اس لئے **إِلَّا** کی تفسیر لکن سے نہیں کی اور کماں يصحب الملائكة بڑھا کر اشارہ کر دیا کہ یہ مستثنیٰ متصل بھی ہو سکتا ہے اس لئے اب مطلب یہ ہوگا کہ حاضرین نے سجدہ کیا مگر حاضرین میں سے ابلیس نے نہیں کیا اور وہو ابو الجن کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ مستثنیٰ منقطع ہے اس لئے کہ جن ملائکہ میں داخل نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: **أَبَىٰ عَنِ السُّجُودِ** یہ ماسبق کی تاکید کے لئے ہے اس لئے کہ ابلیس کا انکار استثناء ہی سے سمجھ میں آرہا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جملہ استثناء کی علت ہو یعنی سجدہ نہ کرنے کی وجہ ابلیس کا استکبار و استنکاف تھا اس صورت میں ابی کا مفعول محذوف ماننا جائز نہ ہوگا ورنہ تو تعلیل الشیء بنفسہ لازم آئے گی بلکہ اس صورت میں ابی فعل لازم ہوگا اور معنی اظہر الإساءة عن المطاوعة ہوں گے۔

قَوْلُهُ: **فَقُلْنَا** اس جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے اِی ادخلنا آدم الجنة فقلنا له یا آدم۔

قَوْلُهُ: **حَوَاءَ** یہ اُخوی صیغہ صفت کی مؤنث ہے سبزی یا سرخی مائل۔

قَوْلُهُ: **فَتَشَقَّى** یہ جواب نہیں ہے (س) شقاوة مصدر ہے جس کے معنی بدبختی کے ہیں یہ مضارع واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے شقاوت سعادت کی ضد ہے جس طرح سعادت کی دو قسمیں ہیں دنیوی و اخروی اسی طرح شقاوت کی بھی دو قسمیں ہیں شقاوت دنیوی و اخروی، پھر دنیوی کی چند قسمیں ہیں ان میں سے یہاں مشقت اور تعب میں پڑنے کے معنی مراد ہیں جیسے بولا جاتا ہے شَقِيتُ فِی کَذَا مجھے اس میں بڑی مشقت اٹھانی پڑی۔

قَوْلُهُ: **اِقْتَصِرْ عَلٰی شَقَاہِ** یہ ایک سوال کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ درخت کے قریب جانے سے دونوں کو منع فرمایا فلا

تقرباً ہذا الشجرة تو شقاوت اور محنت کا تعلق بھی دونوں سے ہونا چاہئے حالانکہ فَتَشْقَى میں شقاوت کی نسبت آدم عَلَيْهِ السَّلَام کی طرف کی ہے ایک جواب تو یہ ہے چونکہ نان نفقہ کی ذمہ داری شوہر پر ہوتی ہے نہ کہ بیوی پر، محنت مشقت کر کے کما کر لانا شوہر کی ذمہ داری ہے نہ کہ بیوی کی اس لئے شقاوت کی نسبت آدم کی طرف کی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ فواصل کی رعایت کی وجہ سے ایسا کیا ہے مراد دونوں ہیں مگر تغلیباً عورت کو مرد کے تابع کر دیا ہے۔ (روح البیان)

**قَوْلُهُ: صَنْكَا تَنَك (ک) صَنْكَا تَنَك** ہونا صَنْكَا مَعِيْنَةُ کی صفت ہے مبالغۃً مصدر کو صفت لایا گیا ہے۔  
**يَسْأَلُ: موصوف اور صفت میں مطابقت نہیں ہے؟**

**جَوَابُهُ: صَنْكَا** چونکہ مصدر ہے اور مصدر میں تذکیر و تانیث برابر ہوتی ہے لہذا صَنْكَا کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

**قَوْلُهُ: عَنِ الْقُرْآنِ** مفسر علام عن القرآن کے بجائے عن الهداية فرماتے تو زیادہ مناسب ہوتا۔

**قَوْلُهُ: وَنَحْشُرُهُ** جملہ متانفہ ہے اور اگر را کے سکون کے ساتھ ہو تو قائم مقام جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہوگی تو الی حرکات کی وجہ سے بھی را مجزوم ہو سکتی ہے اَعْمَى حال ہے نحشرہ کی ضمیر سے۔

**قَوْلُهُ: اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ** ہمزہ محذوف پر داخل ہے فاعطف ہے جس کے ذریعہ محذوف پر عطف کیا گیا ہے تقدیر عبارت یہ ہے اَعْمُوا فَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ علامہ محلی نے يَهْدِ کی تفسیر يَتَبَيَّن سے کر کے اشارہ کر دیا کہ يَهْدِ فعل لازم ہے اور معنی یہ ہیں اَعْمُوا فَلَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ اِهْلَاكُنَا كَثِيرًا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ اور اَهْلَكُنَا کا مفعول بہ کَمُ مقدم ہے اور اس کم کی تیز محذوف ہے اور من القرون تیز کی صفت ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے ای کم اهلکنا کائنات من القرون۔

**قَوْلُهُ: يَمْشُونَ** علامہ محلی نے یمشون کو قبلہم کی ضمیر سے حال قرار دیا ہے اور بعض مفسرین نے اَهْلَكُنَا کی هُمْ ضمیر سے حال قرار دیا ہے، مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، حال یہ ہے کہ وہ اپنے مکانوں میں چلتے پھرتے تھے۔

**قَوْلُهُ: وَمَا ذَكَّرَ** مبتداء ہے اور مِنْ الْاِخْلَادِ اس کا بیان ہے اور لِرَعَايَةِ الْمَعْنَى اخذ مذکور کی علت ہے اور لَا مَنَاعَ مِنْهُ مبتداء کی خبر ہے، مطلب یہ ہے کہ فعل مذکور (اهلکنا) سے بغیر حرف مصدری کے معنی کی رعایت کی وجہ سے مصدر اخذ کرنے سے کوئی شئی مانع نہیں ہے۔

اسی بات کو سوال و جواب کی صورت میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں (سوال) اَهْلَكُنَا سے اِهْلَاكُ مصدر مراد لینا کس طرح درست ہے، جبکہ فعل پر کوئی ایسا حرف بھی داخل نہیں ہے کہ جو اس کو مصدر کے معنی میں کر سکے؟ (جواب) معنی کی رعایت کے لئے بغیر حرف مصدری کے بھی مصدر مراد لیا جاسکتا ہے۔

**قَوْلُهُ: فِي ذَلِكَ اٰیٰی فِی الْاِهْلَاكِ**

**قَوْلُهُ: نَهٰی جَمْعُ نَهٰیةٍ** بمعنی عقل۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ خَلِّقُوْا اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ کے بعد تمام فرشتوں کو اور ان کے ضمن میں ابلیس کو بھی، کیونکہ اس وقت ابلیس فرشتوں کے ساتھ جنت میں رہتا تھا یہ حکم دیا گیا کہ سب آدم کو سجدہ تمجید کریں، تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ابلیس نے انکار کر دیا، جس کی وجہ دوسری آیت میں تکبر بیان کی گئی ہے خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ اس تکبر کی وجہ سے ابلیس کو ملعون کر کے جنت سے نکال دیا گیا، حضرت آدم اور حواء کے لئے جنت کے سب باغات کے دروازے کھول دیئے گئے اور ہر چیز کے استعمال کی اجازت دیدی گئی، صرف ایک معین درخت کے لئے یہ ہدایت دیدی گئی کہ اس درخت کی کوئی چیز بھی نہ کھانا بلکہ اس کے قریب بھی نہ جانا، واقعہ کی پوری تفصیل سورہ بقرہ اور اعراف کی آیتوں میں آچکی ہے، یہاں تو اللہ تعالیٰ نے اپنا وہ ارشاد ذکر فرمایا ہے جو اس عہد کو محفوظ رکھنے اور اس پر قائم رہنے کے سلسلہ میں فرمایا کہ دیکھو شیطان ابلیس تم دونوں کا دشمن ہے جیسا کہ واقعہ سجدہ کے وقت ظاہر ہو چکا ہے، ایسا نہ ہو کہ وہ کسی مکر و حیلہ سے تم سے اس عہد کی خلاف ورزی کرادے، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تم جنت سے نکالے جاؤ فَلَا يَخْصِرُ جَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی یعنی یہ شیطان کہیں تمہیں جنت سے نہ نکلوا دے جس کی وجہ سے تم مصیبت میں اور مشقت میں پڑ جاؤ لفظ تشقٰی شقاوت سے مشتق ہے، یہ دو معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے ایک شقاوتِ آخرت اور دوسرے شقاوتِ دنیا یعنی جسمانی مشقت و مصیبت اس جگہ یہی معنی مراد ہیں، اس لئے کہ پہلے معنی میں کسی پیغمبر کے لئے تو کیا کسی نیک مسلمان کے لئے بھی نہیں بولا جاسکتا، اسی لئے فرما نے اس شقاوت کی تفسیر یہ کی ہے کہ هُوَ يَأْكُلُ مِنْ كُلِّ يَدِيْهِ یعنی اپنے ہاتھوں کی محنت سے خوراک حاصل کرنا (قرطبی) مفسرین نے لکھا ہے کہ امام قرطبی نے اس جگہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائے تو جبرائیل علیہ السلام نے جنت سے کچھ دانے گندم، چاول وغیرہ کے لا کر دیئے کہ ان کو زمین میں کاشت کرو اور اس کے بعد جب کھیتی تیار ہو جائے تو اس کو کاٹو غلہ نکالو پھر اس کو پیسو غرضیکہ روٹی وغیرہ بنانے کی ترکیب بھی بتادی اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے روٹی تیار کی پہاڑ پر کھانے کے لئے روٹی لیکر بیٹھے تھے کہ روٹی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور پہاڑ سے لڑھک کر زمین پر گر گئی، آدم اس کے پیچھے چلے اور بڑی محنت سے اس کو واپس لائے تو اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے آدم! آپ کا اور آپ کی اولاد کا رزق زمین پر اسی طرح محنت و مشقت سے حاصل ہوگا۔

(قرطبی)

بیوی کا نان نفقہ ضرور یہ شوہر کے ذمہ ہے:

آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ شیطان تم دونوں کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ شیطان تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے، مگر آخر آیت میں لفظ فتشقی کو مفرد استعمال فرمایا، بیوی کو اس میں شریک نہیں کیا اور نہ بمقتضائے مقام فتشقیہا کہا جاتا، امام قرطبی نے اس سے

یہ مسئلہ نکالا ہے کہ بیوی کی ضروریات زندگی شوہر کے ذمہ ہیں ان کے حصول میں جو محنت و مشقت ہو اس کا تنہا شوہر ذمہ دار ہے اسی لئے فتنہ قسی مفرد کا صیغہ لا کر اشارہ کر دیا کہ زمین پر اترنے کے بعد حواء کی ضروریات زندگی کی تحصیل حضرت آدم علیہ السلام کی ذمہ داری ہے، امام قرطبی نے فرمایا کہ آیت سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا جو نفقہ مرد پر واجب ہے وہ صرف چار چیزیں ہیں کھانا پینا اور لباس و مسکن اس کے علاوہ جو کچھ شوہر خرچ کرتا ہے وہ تبرع ہے، اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی کے علاوہ جس کا بھی نفقہ کسی پر واجب ہوگا اس میں صرف یہی چار چیزیں ہیں۔

اٰھْبَطْکَ مِنْہَا جَمِیْعًا یہ خطاب حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس دونوں کو بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں بعض کم لبعض عدو کا مضمون واضح ہے اس لئے کہ دنیا میں جا کر بھی شیطان کی انسان دشمنی جاری رہے گی، اور اگر یہ کہا جائے کہ شیطان کو تو اس واقعہ سے پہلے ہی جنت سے نکال دیا گیا تھا اب اس کو اس خطاب میں شریک کرنے کا کیا مطلب ہے؟ دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ مذکورہ خطاب حضرت آدم اور حواء ہی کو ہو، اس صورت میں باہمی عداوت سے مراد ابن آدم کے اندر باہمی اختلاف و عداوت مراد ہوگی، اولاد کے باہمی اختلاف و عداوت سے ماں باپ کی زندگی بھی تلخ ہو جاتی ہے۔

فَاِنَّ لَّہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا الخ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اس کی زندگی تنگ ہوگی اور قیامت میں اس کو اندھا کر کے اٹھایا جائے گا پہلا عذاب تو اس کو دنیا ہی میں مل جائے گا اور اندھا ہونے کا عذاب قیامت میں ہوگا۔

## دنیا میں زندگی تلخ ہونے کا مطلب:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں معیشت کی تنگی تو کفار و فجار کے لئے مخصوص نہیں ہے مومنین اور صالحین کو بھی پیش آتی ہے بلکہ انبیاء کو سب سے زیادہ شدید مصائب اس دنیا میں اٹھانے پڑتے ہیں، صحیح بخاری اور تمام کتب حدیث میں بروایت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وغیرہ یہ حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی بلائیں اور مصیبتیں سب سے زیادہ انبیاء پر سخت ہوتی ہیں ان کے بعد جو جس درجہ کا صالح اور ولی ہے اسی کی مناسبت سے اس کو تکلیفیں پہنچتی ہیں اس کے بالمقابل عموماً کفار کو خوشحالی اور عیش و عشرت میں دیکھا جاتا ہے پھر قرآن کا یہ ارشاد کہ ان کی معیشت تنگ ہوگی آخرت کے لئے ہو سکتا ہے دنیا میں خلاف مشاہدہ معلوم ہوتا ہے، اس کا صاف اور بے غبار جواب تو یہ ہے کہ یہاں دنیا کے عذاب سے قبر کا عذاب مراد ہے، قبر (برزخ) میں ان کی زندگی تنگ کر دی جائے گی خود قبر بھی ان کے لئے اس قدر تنگ کر دی جائے گی کہ ان کی پسلیاں توٹنے لگیں گی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث منقول ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے معیشت ضنک کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ اس سے مراد قبر کا عالم ہے۔ (یعنی عالم برزخ)۔

حضرت سعید بن جبیر نے تنگی کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ ان سے قناعت کا وصف سلب کر لیا جائے گا اور دنیا کی حرص بڑھادی جائے گی (مظہری) جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے پاس کتنا ہی مال و دولت جمع ہو جائے اس کو کبھی قلبی سکون نصیب نہیں ہوگا، ہمیشہ مال بڑھانے کی فکر اور اس میں نقصان کا خطرہ اس کو بے چین رکھے گا، اور یہ بات عام مالداروں میں مشاہد اور معروف ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کے پاس سامان راحت تو بہت ہے مگر جس کا نام راحت اور سکون قلبی ہے وہ نہیں ہے۔

أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ اسْتِفْهَامَ تَقْرِیْعٍ وَتَوْبِیْحٍ کے لئے ہے، جملہ ماقبل کی تاکید کے لئے مستأنفہ ہے اور یَهْدِ کا فاعل بعد میں آنے والا جملہ ہے یعنی کم اَهْلَكْنَا النِّخ اور اَهْلَكْنَا کا مفعول محذوف ہے ای اَهْلَكْنَا هُمْ صاحب جلالین نے اسی کو اختیار کیا ہے، مگر بصریین نے اس ترکیب کا انکار کیا ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک جملہ فاعل نہیں ہوتا مگر ان کے علاوہ نے جائز قرار دیا ہے۔

بعض حضرات نے یَهْدِ کی ضمیر فاعل کو ہدیٰ کی طرف راجع کیا ہے جو کہ یَهْدِ کے ضمن میں مذکور ہے اور ہدیٰ سے مراد قرآن یا رسول ہے اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کیا قرآن یا رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کو یہ ہدایت نہیں دی اور اس سے باخبر نہیں کیا کہ تم سے پہلے کتنی امتیں اور جماعتیں اپنی نافرمانی کی وجہ سے عذاب خداوندی میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو چکی ہیں جن کے گھروں اور زمینوں میں اب تم چلتے پھرتے ہو۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ضمیر فاعل قرآن یا رسول کے بجائے اللہ کی طرف راجع ہو اور معنی یہ ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہدایت نہیں دی، بعض حضرات نے یَمْشُونَ کو لُھُم کی ضمیر سے حال قرار دینے کے بجائے القرون سے حال قرار دیا ہے، مطلب یہ ہوگا کہ کیا کفار مکہ نے ہمارے امم سابقہ کو ہلاک کرنے سے بھی ہدایت نہیں لی حال یہ کہ وہ قومیں اپنے مکانوں میں چلتی پھرتی تھیں اور عیش و عشرت کے مزے لیتی تھیں۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ بِتَأْخِيرِ الْعَذَابِ عَنْهُمْ إِلَى الْآخِرَةِ لَكَانَ الْإِهْلَاكُ لِرِجَالٍ لَّا رِمَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَآجَلٍ مُّسَمًّى ۖ مَضْرُوبٌ لَهُ مَعْطُوفٌ عَلَى الضَّمِيرِ الْمُسْتَتِرِ فِي كَانَ وَقَامَ الْفَضْلُ بِخَبَرِهَا مَقَامَ التَّأْكِيدِ فَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ مَسْنُوعٌ بِأَيَّةِ الْقِتَالِ وَسَيِّحٌ صَلَّى بِمَحْمَدٍ ﷺ حَالٌ أَيْ مُتَلَبِّسًا بِهِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ صَلَوةُ الصُّبْحِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا صَلَوةُ الْعَصْرِ وَمِنْ أَنَاءِ اللَّيْلِ سَاعَاتِهِ قَسِيحٌ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ عَطَفْتُ عَلَى مَحَلٍّ مِنْ أَنَاءِ الْمَنْصُوبِ أَيْ صَلَّى الظُّهْرَ لِأَنَّ وَقْتُهَا يَدْخُلُ بِزَوَالِ الشَّمْسِ فَهُوَ طَرَفُ النِّصْفِ الْأَوَّلِ وَطَرَفُ النِّصْفِ الثَّانِي لَعَلَّكَ تَرْضَى ۖ بِمَا تُعْطَى مِنَ الثَّوَابِ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَاهُمْ أَزْوَاجًا

أَصْنَافًا مِّمَّهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا زَيَّنَّهَا وَبَهَجَتْهَا لِنَفْسِهِمْ فِيهَا بَانَ يَطْغَوْنَ وَوَرِيقَ رَيْثِكَ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا  
أُوتُوهُ فِي الدُّنْيَا وَأَبْقَى ۝ أَدْرُمُ وَأَمْرَاهُكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ إِصْبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ نَكَلَفَكَ رِزْقًا لِنَفْسِكَ  
وَلَا لِغَيْرِكَ نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى ۝ لِأَهْلِهَا وَقَالُوا أَيُّ الْمُسْرِكُونَ لَوْلَا هَلَا يَأْتِينَا مُحَمَّدٌ  
بِآيَةٍ مِنْ رَبِّهِ بِمَا يَقْتَرِحُونَهُ أَوْ كَلَّمَ تَأْتِيهِم بِالْبَاءِ وَالْيَاءِ بَيِّنَةٌ بَيَانُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۝ الْمُشْتَمِلُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ  
مِنْ أَنْبَاءِ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَإِبْلَاكِهِمْ بِتَكْذِيبِ الرُّسُلِ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِهِ قَبْلَ مُحَمَّدٍ  
الرُّسُولِ لَقَالُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ رَبَّنَا لَوْلَا هَلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنُتَّبِعَ آيَاتِكَ الْمُرْسَلِ بِهَا مِنْ قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ  
فِي الْقِيَمَةِ وَنَخْزَى ۝ فِي جَهَنَّمَ قُلْ لَهُمْ كُلٌّ مِمَّا وَمِنْكُمْ مُتَرَبِّصٌ مَسْتَنْظِرٌ مَا يَقُولُ إِلَيْهِ الْأَمْرُ فَتَرَبَّصُوا  
فَسَتَعْلَمُونَ فِي الْقِيَمَةِ مَنْ أَصْحَابُ الصِّرَاطِ الطَّرِيقِ السَّوِيِّ الْمُسْتَقِيمِ وَمَنْ اهْتَدَى ۝ مِنَ الضَّلَالَةِ أَنْحَنُ أَمْ أَنْتُمْ .

تَرْجُمہ

**ترجمہ:** اگر تیرے رب کی بات (حکم ازلی) یعنی ان سے عذاب کو قیامت تک مؤخر کرنے کی بات پہلے سے طے شدہ اور وقت معین نہ ہوتا تو ہلاکت دنیا ہی میں (فوری طور پر) آجپتی مُسْمٰی مضروب لہ کے معنی میں ہے (یعنی مقرر کردہ) اور اَجَلُ مُسْمٰی کا عطف کَانَ کے اندر ضمیر مستتر پر ہے اور کان کی خبر کا فصل تاکید کے قائم مقام ہے، سو آپ ان باتوں پر صبر کیجئے یہ حکم آیت قتال سے منسوخ ہے، اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے رہئے اور نماز پڑھتے رہئے یعنی ایسی تسبیح کرتے رہئے کہ جو حمد پر مشتمل ہو طلوع شمس سے پہلے فجر کی نماز اور غروب شمس سے پہلے عصر کی نماز اور رات کے اوقات میں تسبیح بیان کیجئے یعنی مغرب اور عشاء کی نماز پڑھئے اور دن کے اطراف میں اور اطراف النہار کا عطف من آناء اللیل کے محل پر ہے جو منصوب ہے یعنی ظہر کی نماز پڑھئے اس کا وقت زوال شمس سے داخل ہوتا ہے اور وہ (نہار) کے نصف اول کا (آخری) اور نصف ثانی کا (ابتدائی) کنارہ ہے تاکہ آپ عطا کردہ ثواب سے خوش ہوں اور آپ ہرگز ان چیزوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جن سے ہم نے کافروں کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے بایں طور کہ وہ سرکشی کریں یہ (محض) دنیوی زندگی کی زینت اور رونق ہے، اور جنت میں تیرے رب کا عطیہ اس سے جو ان کو دنیا میں دیا گیا ہے بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے اور اپنے متعلقین کو نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے اور ہم آپ سے معاش کا سوال نہیں کرتے یعنی ہم آپ کو اپنے لئے اور دوسروں کے لئے معاش کا مکلف نہیں بناتے رزق تو آپ کو ہم دیں گے اور انجام یعنی جنت تو اہل تقویٰ کے لئے ہے اور مشرک کہتے ہیں کہ محمد ہمارے پاس اپنے رب کے پاس سے وہ نشانی کیوں نہیں لاتے جس کا وہ مطالبہ کرتے ہیں اَوَلَمْ يَأْتِهِمُ تَاوْرًا کہ ساتھ ہے کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کا بیان نہیں پہنچا وہ (بیان) کہ قرآن اس پر مشتمل ہے اور وہ بیان امم ماضیہ کی خبریں اور رسولوں کی

تکذیب کی وجہ سے ان کو ہلاک کرنے کی خبریں ہیں اور اگر ہم ان کو محمد ﷺ کی آمد سے پہلے کسی عذاب کے ذریعہ ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ قیامت کے دن یوں کہتے اے ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تھا؟ کہ ہم اس کے لائے ہوئے آپ کے احکام پر چلتے قبل اس کے کہ ہم قیامت میں جہنم میں ذلیل اور رسوا ہوتے تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ ہم اور تم سب کے سب منتظر ہیں کہ انجام کیا ہوتا ہے؟ اور انتظار کر لو عنقریب قیامت کے دن تم کو معلوم ہو جائے گا کہ راہ راستی والے کون ہیں؟ اور ضلالت سے بچ کر کون ہدایت پر پہنچا؟ ہم یا تم (یعنی ہر ایک انجام کا منتظر ہے پس تم بھی انتظار میں رہو)۔

### تحقیق و تکرید کے تسبیہ و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ الْخَ اگر اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں آپ ﷺ کے اکرام میں آپ کی امت سے عام عذاب کی تاخیر مقدر نہ ہو چکی ہوتی تو ام ماضیہ کے مانند اس امت پر بھی عام عذاب نازل ہو گیا ہوتا، لہذا یہ تاخیر امہال ہے نہ اہمال، تاکہ کفار بقیہ عمر میں گزشتہ کوتاہیوں کی تلافی کر سکیں۔

قَوْلُهُ: معطوف علی الضمیر المستتر فی کان مطلب یہ ہے کہ واجِلٌ مُسَمًّى کا عطف کان کی ضمیر مستتر پر ہے، تقدیر عبارت یہ ہے مکان الإهلاك والاجل المعین لہ لزماً اور لزماً مصدر بمعنی لازماً ہے۔

سُؤَالٌ: اهلاك اور اَجَلٌ مُسَمًّى دونوں کَانَ کے اسم ہیں تو اس کی خبر بھی تثنیہ ہونی چاہئے لہذا لَزَامًا کے بجائے لازمین ہونی چاہئے۔

جَوَابٌ: لزماً اگرچہ یہاں لازماً کے معنی میں ہے مگر اصل میں مصدر ہے لہذا اس کا تثنیہ کے معنی میں استعمال درست ہے۔

قَوْلُهُ: قام الفصل یہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف ہوتا ہے تو ضمیر مرفوع کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل کے ذریعہ ضروری ہوتی ہے، یہاں کان کی ضمیر مستتر اهلاك پر اَجَلٌ مُسَمًّى کا عطف ہو رہا ہے حالانکہ یہاں ضمیر مستتر کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل کے ذریعہ نہیں ہے، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عطف کے جواز کی ایک صورت اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ضمیر منفصل کے علاوہ اگر اور کسی چیز کا فصل واقع ہو جائے تب بھی عطف درست ہو جاتا ہے، یہاں کان کی خبر لزماً کا فصل آنے کی وجہ سے عطف درست ہو گیا ہے۔

قَوْلُهُ: وَاَجَلٌ مُسَمًّى اَجَلٌ کے مرفوع ہونے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں ایک تو یہی کہ اَجَلٌ کا عطف کان کی ضمیر مستتر پر ہو، مفسر علام نے اسی کو اختیار کیا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ اَجَلٌ کا عطف کلمۃ پر ہو اور لولا کے تحت میں داخل ہو، تقدیر عبارت یہ ہوگی



لولا كلمة وأجل مسمى لكان العذاب لازماً لهم.

**قَوْلُهُ:** فاصبر على ما يقولون، فاصبر میں فاجزائیہ ہے شرط محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ای اذا كان الامر على ما ذكر من ان تاخير عذابهم ليس باهمال بل هو امهال وهو لازم لهم البتة فاصبر على ما يقولون من كلمات الكفر۔ من آناء الليل آناء جمع انا بمعنى وقت اور من بمعنى فی ای فی آناء الليل.

**قَوْلُهُ:** وأطراف النهار ای صل اطراف النهار من آناء الليل کے محل پر عطف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور من آناء الليل فسبح کی وجہ سے منصوب ہے وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ کا عطف فاصبر پر ہے۔

**قَوْلُهُ:** ازواجاً متعناً کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور بہ کی ضمیر مجرور جو کہ مآ کی طرف راجع ہے سے حال واقع ہونے کی وجہ سے بھی ازواجاً منصوب ہو سکتا ہے۔

**قَوْلُهُ:** زهرة الحیوة الدنيا زهرة کے منصوب ہونے کی چند وجوہ ہو سکتی ہیں ① متعناً کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے مفعول اول ازواجاً ہے اور متعناً چونکہ اعطینا کے معنی کو متضمن ہے اس لئے متعدی بدو مفعول ہوگا ② ازواجاً سے بدل ہونے کی وجہ سے یا تو حذف مضاف کے ساتھ ای ذوی زهرة یا ③ مبالغۃً فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہو جس پر متعناً دلالت کر رہا ہے ای جعلنا زهرة ④ منصوب علی الذم ای اذم زهرة الحیوة الدنيا ان کے علاوہ پانچ وجوہ نصب کی اور بھی ہو سکتی ہیں جن کو اختصاراً ترک کر دیا گیا۔

**قَوْلُهُ:** بَانَ يَطْعَوْنَ باسیہ ہے ای نَفَيْنَهُمْ بِسَبَبِ طُعْيَانِهِمْ.

**قَوْلُهُ:** بَهْجَةً رَوْقٍ خوبصورتی (س، ف، ک)۔

**قَوْلُهُ:** يَقْتَرِحُونَهُ اقْتِرَاحٍ خواہش کرنا، تجویز پیش کرنا، مطالبہ کرنا۔

**قَوْلُهُ:** أَوْ لَمْ يَأْتِهِمْ ہمزہ محذوف پر داخل ہے اور واو عاطفہ ہے ای أَعْمُوا وَلَمْ تَأْتِهِمْ.

**قَوْلُهُ:** وَلَوْ أَنَا أَهْلُكُمْ یہ جملہ متنافہ ہے ماقبل کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

**قَوْلُهُ:** فَتَنَّبَعْ لَوْلَا استفہامیہ کا جواب ہے اَنْ مقدر کی وجہ سے منصوب ہے ای فَاَنْ نَدْبَعْ.

**قَوْلُهُ:** مَنْ أَصْحَابُ الصِّرَاطِ مبتداء خبر ہیں، علامہ محلی نے مَنْ اِهْتَدَى کی تفسیر مِنَ الضَّلَالَةِ سے کر کے اصحاب

الصراط السوئی اور مَنْ اِهْتَدَى میں فرق کی جانب اشارہ کر دیا، اصحاب الصراط وہ لوگ ہیں جو شروع ہی سے ہدایت پر

ہوں جیسے آپ ﷺ اور وہ لوگ جو اسلام کی حالت میں بالغ ہوئے جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اور وَمَنْ اِهْتَدَى وہ

لوگ جن پر کفر کا زمانہ گذرا اور بعد میں اسلام لائے وَمَنْ اِهْتَدَى میں مَنْ استفہامیہ ہے اور محل خبر میں بھی ہو سکتا ہے

الصراط پر عطف کرتے ہوئے ای اصحاب من اهدى.

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحِ

لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ يَهْ مَشْرُكِينَ وَمُكَذِّبِينَ مَكَدِيكَيْتُمْ نَهَيْتُمْ عَنْ اَنْ سَابِقُ كُنْ اَمْتِيْنِ كَذِبِكِي هِيْنَ جِنِّ كِيْ يَهْ جَانِشِيْنِ هِيْنَ اَوْرِيْ اِنْ كِيْ رَهَانْشِ كَا هُوْنِ سِيْ كَذِرْ كَرَا تِيْ جَاتِيْ هِيْنَ، اَنْهِيْنَ هِم اِس تَكْذِيْبِ كِيْ وَجْهِيْ سِيْ هِلَاكِ كَرِچَكِيْ هِيْنَ، جِنِّ كِيْ عِبْرَتِ نَاكِ اَنْجَامِ مِيْنِ اَهْلِ عَقْلِ وَدَانْشِ كِيْ لِيْ بَرْيِ نَشَانِيَاں هِيْنَ، لِيَكِنْ يِه اَهْلِ مَكِهْ اِنْ سِيْ اَكْهِيْصِيْ بَنْدِ كُنِيْ هُوِيْ اَنْهِيْ كِيْ رُوْشِ اِيْنَاِيْ هُوِيْ هِيْنَ، اِكْر اللّٰهُ نِيْ پِهْلِيْ سِيْ يِه فَيْصَلِهْ نِيْ كِيَا هُوْتَا كِه وَه اَتْمَامِ حِجْتِ كِيْ بَغِيْرِ اَوْر اِس مَدْتِ كِيْ اَنِيْ سِيْ پِهْلِيْ جُوْده مِهْلَتِ كِيْ لِيْ كِيْ قَوْمِ كُو عَطَا فرماتا هِيْ كِيْ كُو هِلَاكِ نِهِيْ كَرْتَا تُو فَوْرَا نِهِيْ عَذَابِ اَلْهِيْ اُچْهِنْتَا اَوْر يِه هِلَاكْتِ سِيْ دُو چَارِ هُو چَكِيْ هُوْتِيْ، مَطْلَبِ يِه هِيْ كِه تَكْذِيْبِ رِسَالَتِ كِيْ بَا وَجُوْدَا اِكْر اِنْ پَرَا بْتِكِ عَذَابِ نِهِيْ اِيَا تُو يِه نِيْ سَبْجِيْصِيْ كِه آئِنْدِه بَهِيْ نِهِيْ اِيْ گَا، بَلَكِهْ اَبْهِيْ اِنْ كُو اللّٰهُ كِيْ طَرْفِ سِيْ مِهْلَتِ مَلِيْ هُوِيْ هِيْ جِيْسا كِه وَه هِر قَوْمِ كُو دِيْتَا هِيْ، مَدْتِ مِهْلَتِ خْتَمِ هُو جَانِيْ كِيْ بَعْد اِنْ كُو عَذَابِ اَلْهِيْ سِيْ بَچَانِيْ وَالا كُوِيْ نِه هُو گَا۔

فَاَصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُوْنَ اَهْلِ مَكِهْ جَوَا اِيْمَانِ سِيْ بَهَا گُنِيْ كِيْ طَرْحِ طَرْحِ كِيْ حِيْلِيْ بَهَانِيْ تَلَاْشِ كَرْتِيْ تَحِيْ اَوْر رَسُوْلِ اللّٰهُ ﷺ كُو بَرِيْ الْقَابِ سِيْ يَادِ كَرْتِيْ تَحِيْ كُوِيْ سَا حِرْ كِهْتَا تَحَا تُو كُوِيْ كَا ذِبْ كِه كَرِپَا رَتَا تَحَا تُو كُوِيْ كَا هِنْ نَامِ رَكْهْتَا تَحَا تُو كُوِيْ شَا عِرِ كِيْ لَقْبِ سِيْ نَوَا زِتَا تَحَا جِسِ سِيْ اُپ ﷺ كُو فَطْرِيْ طُوْرِ پَر بَرْيِ تَكْلِيْفِ هُوْتِيْ تَحِيْ، قُرْآنِ كَرِيْمِ نِيْ اِنْ اَذِيْتُوْنِ كَا عِلَاجِ دُو طَرِيْقَه سِيْ تَجْوِيْزِ فرمایا هِيْ اَوْلِ يِه كِه اِنْ كِيْ كِهْنِيْ كِيْ طَرْفِ تُوْجِهْ نِيْ دِيْ بَلَكِهْ صَبْرِ كَرِيْ، دُوسْرِيْ چِيْزِ اللّٰهُ كِيْ عِبَادَتِ مِيْنِ مَشْغُوْلِ رِيْ هِيْنَ، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ مِيْنِ اِسِيْ دُوسْرِيْ عِلَاجِ كِيْ طَرْفِ اِشَارَهْ كِيَا گِيَا هِيْ۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ تَسْبِيْحِ كِيْ مَعْنِيْ اللّٰهُ كِيْ پَا كِيْ بِيَانِ كَرْنِيْ كِيْ هِيْنَ اَوْر يِه عَامِ هِيْ اِس سِيْ زَبَانِيْ تَسْبِيْحِ وَتَحْمِيْدِ بَهِيْ مَرَادِ هُو سَكْتِيْ هِيْ اَوْر نَمَازِ بَهِيْ مَرَادِ هُو سَكْتِيْ هِيْ اِس لِيْ كِه نَمَازِ قَوْلِيْ اَوْر فَعْلِيْ دُونُوْنِ قِسْمِ كِيْ تَسْبِيْحِ پَر مُشْتَمَلِ هُوْتِيْ هِيْ بَعْضِ مَفْسَرِيْنِ نِيْ آئِنْدِه اِيْتِ سِيْ نَمَازِ كِيْ پَانْچِ اَوْقَاتِ مَرَادِ لِيْ هِيْنَ، اَوْر دِيْگِرِ حَضْرَاتِ نِيْ مَطْلَقًا وَقْتِ مَرَادِ لِيَا هِيْ، اِيْعْنِيْ هِر وَقْتِ ذِكْرِ لِسَانِيْ مِيْنِ مَشْغُوْلِ رِهْنَا مَرَادِ هِيْ۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِس اِيْتِ مِيْنِ اِكْر چِيْ خُطَابِ اُپ ﷺ كُو هِيْ مَكْرَمِ اَدَامَتِ هِيْ، اِس كَا خِلَاصَهْ يِه هِيْ كِه مَالِدِ اَرُوْنِ اَوْر سِرْمَا يِه دَارُوْنِ كُو قِسْمِ قِسْمِ كِيْ دِيْنُوِيْ رُوْنِقِ اَوْر طَرْحِ طَرْحِ كِيْ نَعْمَتِيْنِ حَاصِلِ هِيْنَ، اُپ اِنْ كِيْ طَرْفِ مَطْلَقًا تُوْجِهْ نِيْ كِيْجِيْ، يِه سَبِ نَعْمَتِيْنِ فَاْنِيْ اَوْر چَنْدِ رُوْزِهْ هِيْنَ، اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى نِيْ اُپ كُو اَوْر اُپ كِيْ ذَرِيْعَهْ مَوْئِيْنِ كُو جُو نَعْمَتِيْنِ عَطَا فرمائيْ هِيْنَ وَه كَا فَرُوْنِ كِيْ اِنْ چَنْدِ رُوْزِهْ رُوْنِقِ حِيَا تِ سِيْ بَدْرِ جِهَا بَهْتَرِ هِيْنَ۔

حدیث ایلاء میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ ایک کھڑی

چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور بے سروسامانی کا یہ عالم ہے کہ گھر میں چڑے کی دو چیزوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آگئے، نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا عمر کیا بات ہے؟ روتے کیوں ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ کس طرح آرام و راحت کی زندگی گزار رہے ہیں اور آپ کا باوجود اس بات کے کہ آپ افضل المخلوق ہیں یہ حال؟ فرمایا عمر کیا تم اب تک شک میں ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے آرام کی چیزیں دنیا ہی میں دیدی گئی ہیں یعنی آخرت میں ان کے لئے کچھ نہیں۔ (بخاری شریف سورۃ تحریم، مسلم باب الایلاء)

ابن ابی حاتم نے بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

إِنَّ أَخَوْفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا.

مجھے تم لوگوں کے بارے میں جس چیز کا سب سے زیادہ خوف اور خطرہ ہے وہ دنیا کی دولت اور زینت ہے جو تم پر کھول دی جائے گی۔ (ابن کثیر)

کاشفی نے مذکورہ آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں ابورافع سے ایک روایت نقل فرمائی ہے جس کا حاصل حسب ذیل ہے، ابورافع فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک مہمان آپ ﷺ کے پاس آیا، اتفاق سے گھر میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی کہ جس سے مہمان کی خاطر تواضع کی جاسکتی، حضرت ابورافع فرماتے ہیں کہ مجھے آپ ﷺ نے ایک یہودی کے پاس بھیجا، اور فرمایا کہ یہودی سے کہنا محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمارے گھر مہمان آیا ہے اور گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے کہ مہمان کی تواضع کی جاسکے، لہذا اتنی مقدار (دوصاع) آٹا ادھار فروخت کر دو، ماہِ رجب کے شروع میں قیمت ادا کر دی جائے گی، ابورافع فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کا پیغام یہودی کو پہنچا دیا، یہودی نے جواب دیا ہم ادھار معاملہ نہیں کرتے ہاں البتہ کوئی چیز رہن رکھ دو تو دے سکتے ہیں، ابورافع فرماتے ہیں کہ میں نے پوری صورت حال آپ ﷺ سے عرض کر دی، آپ نے فرمایا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَمِينٌ فِي السَّمَاءِ وَأَمِينٌ فِي الْأَرْضِ اگر وہ میرے ساتھ معاملہ کرتا تو میں اس کا حق ادا کر دیتا چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی زرہ عنایت فرمائی اور میں نے وہ زرہ یہودی کے یہاں رہن رکھ کر دو صاع آٹا لے لیا، اس پر یہ آیت آپ ﷺ کی تسلی کے لئے نازل ہوئی۔ (روح البیان)

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ اس آیت میں اہل سے مراد پوری امت ہے جس میں خاص اپنے اہل و عیال اور متعلقین بھی داخل ہیں، بظاہر اس آیت میں دو حکم ہیں ایک اپنے اہل و عیال کو نماز کی تاکید اور دوسرے خود پابندی، دراصل بات یہ ہے کہ انسان کی خود اپنی نماز کی پابندی کے لئے ضروری ہے کہ گھر کا ماحول دیندار ہو اور اہل خانہ اور متعلقین نماز کے پابند ہوں، اس لئے کہ اگر ماحول اس کے خلاف ہو تو طبعی طور پر انسان خود بھی کوتاہی کا شکار ہو جاتا ہے، جب مذکورہ آیت نازل

ہوئی تو آپ ﷺ روزانہ صبح کو نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاطمہ کے مکان پر جا کر آواز دیتے تھے ”اَلصَّلٰوۃ الصَّلٰوۃ“۔ (قرطبی)

لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا لِّغْنٰی ہِمِّ تَمِّ سے یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ تم اپنا اور اپنے اہل و عیال کا رزق اپنے زور علم و عمل سے پیدا کرو بلکہ یہ معاملہ ہم نے اپنے دست قدرت میں رکھا ہے، انسان زیادہ سے زیادہ کسب معاش کے اسباب کو اختیار کر سکتا ہے اس کے آگے کچھ نہیں کر سکتا، ایک کاشتکار زمین کو قابل کاشت بنا کر اس میں بیج ڈال دیتا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا، آگے پورا کام قدرت کا ہے چاہے اس کو آگے اور بار آور کرے یا زمین ہی میں سڑا کر مٹی کر دے، غرضیکہ روزی کا مسئلہ قدرت نے اپنے اختیار میں رکھا ہے البتہ جو شخص عبادت خداوندی میں مشغول ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے یہ بار محنت بھی آسان فرما دیتے ہیں۔ (ترمذی)

فَسَتَعْلَمُوْنَ الخ یعنی آج تو اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو زبان دی ہوئی ہے ہر ایک اپنے طریقہ اور اپنے عمل کو بہتر اور صحیح ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے لیکن یہ دعویٰ کچھ کام آنے والا نہیں۔

بہتر اور صحیح طریقہ وہی ہو سکتا ہے جو اللہ کے نزدیک مقبول اور صحیح ہو اور اس کا پتہ قیامت کے روز سب کو لگ جائیگا کہ کون غلطی اور گمراہی پر تھا اور کون صحیح اور سیدھے راستہ پر؟

﴿مَتَّ﴾

سُورَةُ الْأَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ هِيَ ثِنْتَا عَشْرَةَ آيَةً وَسَبْعٌ وَكُتِبَتْ

سُورَةُ الْأَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَاحِدٌ أَوْ اثْنَتَا عَشْرَةَ آيَةً.

سورہ انبیاء مکی ہے ایک سو گیارہ یا ایک سو بارہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ اقْتَرَبَ قَرَبٌ لِلنَّاسِ أَبْلَ مَكَّةَ مُنْكَرِي الْبَغْثِ حَسَابُهُمْ  
يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۝ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ۝ عَنِ التَّائِبِ لَهُ بِالْإِيمَانِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحَدَّثٍ  
شَيْئًا فَشَيْئًا أَيْ لَفْظُ قُرْآنٍ إِلَّا أَسْمَعُوهُمْ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝ يَسْتَهْزِءُونَ لَأَهِيَّةٌ غَافِلَةٌ قُلُوبُهُمْ عَنْ مَعْنَاهِ  
وَأَسْرُو النَّجْوَى ۝ أَيْ الْكَلَامَ الَّذِي ظَلَمُوا ۝ بَدَلٌ مِنْ وَادٍ وَأَسْرُوا النَّجْوَى هَلْ هَذَا أَيْ مُحَمَّدٌ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلَكُمْ  
فَمَا يَأْتِي بِهِ سِحْرٌ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ تَتَّبِعُونَهُ ۝ وَأَنْتُمْ تَبْصُرُونَ ۝ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ سِحْرٌ قُلْ لَهُمْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ كَانُوا  
فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ لِمَا أَسْرَوْهُ الْعَلِيمُ ۝ بِهِ بَلٌّ لِلْإِنْتِقَالِ مِنْ غَرَضٍ إِلَى آخِرٍ فِي الْمَوَاضِعِ الثَّلَاثَةِ قَالُوا  
فِيمَا أَتَى بِهِ مِنَ الْقُرْآنِ هُوَ أَضْعَافُ أَحْلَافٍ أَخْلَاطُ رَأْيَا فِي النَّوْمِ بَلْ أَفْتَرَاهُ اخْتَلَقَهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۝ فَمَا أَتَى بِهِ  
شِعْرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ۝ كَالنَّاقَةِ وَالْعَصَا وَالْبَدِّ قَالَ تَعَالَى مَا آمَنْتَ قَبْلَهُمْ مِنْ قُرْبَةٍ أَيْ أَهْلُهَا  
أَهْلُكُمَا بِتَكْذِيبِهَا مَا أَتَاهَا مِنَ الْآيَاتِ أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ۝ لَا وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِي ۝ وَفِي قِرَاءَةِ بِالنُّونِ  
وَكُسْرِ الْحَاءِ إِلَيْهِمْ لَا مَلَائِكَةَ فَسَلُّوا أَهْلَ الذِّكْرِ الْعُلَمَاءَ بِالتَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ لَأَنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ ذَلِكَ  
فَانَّهُمْ يَعْلَمُونَهُ وَأَنْتُمْ إِلَى تَضَدِّيقِهِمْ أَقْرَبُ مِنْ تَضَدِّيقِ الْمُؤْمِنِينَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَمَا جَعَلْنَاهُمْ أَيْ الرُّسُلَ جَسَدًا بِمَعْنَى أَجْسَادٍ لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ بَلْ يَأْكُلُونَهُ وَمَا كَانُوا خُلْدِيْنَ ۝ فِي الدُّنْيَا  
ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ بِأَنْجَائِهِمْ فَانْجِيهِهُمْ وَمَنْ نَشَاءُ أَيْ الْمُصَدِّقِينَ لَهُمْ وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ ۝ الْمُكْذِبِينَ لَهُمْ  
لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ يَا مُعَشَّرُ قُرَيْشٍ كِتَابًا فَيُؤْذِكُمْ ۝ لَاحَ لَانَهُ بَلَّغْتُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ فَتُؤْمِنُونَ بِهِ.

**ترجمہ:** لوگوں (یعنی) منکرین بعث اہل مکہ کے لئے ان کا حساب (یعنی) قیامت کا دن قریب آگیا پھر بھی وہ

اس سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اس پر ایمان کے ذریعہ تیاری سے اعراض کئے ہوئے ہیں ان کے رب کے پاس سے ان

کے پاس کوئی نئی نصیحت بتدریج نہیں آتی (یعنی الفاظ قرآنی) مگر یہ کہ یہ لوگ اس کو کھیل کود میں استہزاء کے طور پر سنتے ہیں حال یہ ہے کہ ان کے قلوب اس کے معانی سے غافل ہوتے ہیں اور ان ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشیاں کیں الذین ظلموا أَسْرَوْا کے واؤ سے بدل ہے کہ یہ یعنی محمد ﷺ تمہارے جیسا ہی انسان ہے لہذا جو کچھ یہ پیش کرتا ہے وہ سحر ہے پھر بھی تم جادو کی بات سننے کے لئے اس کے پاس جاؤ گے؟ حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ سحر ہے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ میرا رب ہر بات کو (خواہ) وہ آسمان میں ہو یا زمین میں جانتا ہے اور جس بات کو یہ چھپا رہے ہیں اس کو خوب سننے والا اور جاننے والا ہے بَلَّ ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف انتقال کے لئے تینوں مقامات میں (یعنی جادو کہنے پر اکتفاء نہیں کیا) بلکہ آپ جو قرآن لیکر آئے اس کے بارے میں کہا یہ پریشان خیالات ہیں یعنی خواب میں دیکھے ہوئے پر اگندہ خیالات کا مجموعہ ہے بلکہ اس کو افتراء کیا ہے (یعنی) گھڑ لیا ہے بلکہ یہ تو شاعر ہے لہذا جو چیز یہ پیش کرتا ہے وہ شعر ہے لہذا (ان کو چاہئے) کہ ہمارے پاس کوئی بڑی نشانی لائیں جیسا کہ پہلے پیغمبر (نشانیاں دیکر) بھیجے گئے تھے مثلاً ناقہ اور عصا اور ید بیضاء، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان سے پہلے جو بستی یعنی بستی والے ایمان نہیں لائے ہم نے ان کو ان آیات کی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کر دیا سو کیا یہ لوگ ایمان لے آئیں گے؟ نہیں ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے جن کے پاس وحی بھیجی جاتی تھی اور ایک قراءت میں نون اور حاک کے کسرہ کے ساتھ ہے (یعنی ہم وحی بھیجا کرتے تھے) نہ کہ فرشتوں کو اگر تم کو یہ بات معلوم نہ ہو تو اہل ذکر یعنی انجیل اور تورات کے علماء سے معلوم کر لو، اس لئے کہ وہ اس بات کو جانتے ہیں اور تم ان کی تصدیق کے زیادہ قریب ہو بہ نسبت محمد ﷺ پر ایمان لانے والوں کے اور ہم نے ان رسولوں کے ایسے جسم نہیں بنائے کہ جو کھانا نہ کھاتے ہوں بلکہ کھاتے ہیں جسد بمعنی اجساد ہے اور یہ حضرات دنیا میں ہمیشہ نہیں رہے پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اس کو سچا کر دیا یعنی پورا کر دیا یعنی ہم نے ان کو اور ان کی تصدیق کرنے والوں میں سے جس کو چاہا نجات دی اور حد سے گزرنے والوں یعنی ان کی تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کر دیا اے قریش کے لوگو! ہم تمہارے پاس ایسی کتاب بھیج چکے ہیں جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے اس لئے کہ وہ تمہاری زبان میں ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے کہ اس پر ایمان لے آؤ۔

## تَحْقِيقُ تَرْكِيْبِ تَسْمِيْلٍ وَ تَفْسِيْرِي فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: اقْتَرَبَ قَرُبَ (س، ک) نزدیک آجانا اقْتَرَبَ کی تفسیر قرب سے کر کے اشارہ کر دیا ہے کہ اقْتَرَبَ اور قُرْبَ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔

قَوْلُهُ: لِلنَّاسِ کی تفسیر اہل مکہ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ اطلاق الجنس علی البعض کے قبیل سے ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ آئندہ جو صفات بیان کی جا رہی ہیں وہ مکہ کے مشرکوں پر صادق آرہی ہیں، ورنہ تو حساب ہر شخص کا قریب آگیا ہے۔

قَوْلٌ: حَسَابُهُمْ اِی وقت حَسَابُهُمْ مضاف محذوف ہے۔

قَوْلٌ: وَهُمْ فِی غَفْلَةٍ مَعْرُضُونَ یہ جملہ حالیہ ہے اِی قُرْبَ وقت حَسَابُهُمْ وَالْحَال اَنْهُمْ غَافِلُونَ مَعْرُضُونَ هُمْ مبتداء مَعْرُضُونَ اس کی خبر۔

قَوْلٌ: فِی غَفْلَةٍ مَعْرُضُونَ کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے اِی اَعْرَضُوا غَافِلِیْنَ اور مبتداء کی خبر ثانی بھی ہو سکتی ہے۔

قَوْلٌ: تَاهَبْ، اَهَبْ وَتَاهَبْ بمعنی تیار ہونا، آمادہ ہونا۔

قَوْلٌ: مَا یَأْتِیْهِمْ مِنْ ذِکْرِ یہ ماقبل کی علت ہے مِنْ ذِکْرِ میں مِنْ فاعل پر زائد ہے۔

قَوْلٌ: لَفْظُ الْقُرْآنِ مفسر علام نے لفظ القرآن کا اضافہ کر کے اس شبہ کو زائل کر دیا کہ یہاں ذکر سے مراد قرآن ہے اور قرآن اللہ کا کلام اور اس کی خاص صفت ہے اور اللہ کی ذات کے مانند اس کی صفات بھی قدیم ہیں تو پھر اس کو محدث کیوں کہا گیا ہے؟

جَوَابٌ: جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن الفاظ منزله کے اعتبار سے حادث ہے اور اپنے مدلول و معنی کے اعتبار سے قدیم ہے۔

قَوْلٌ: وَاسْرَوْا النَّجْوٰی الَّذِیْنَ ظَلَمُوا اَسْرَوْا کے واؤ سے بدل ہے اور محل میں رفع کے ہے اور الَّذِیْنَ ظَلَمُوا، ہم مبتداء محذوف کی خبر بھی ہو سکتی ہے اِی هُمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا اور اگر اَعْنٰی مقدر مان لیا جائے تو الَّذِیْنَ ظَلَمُوا محلاً منصوب ہوگا، اِی اَعْنٰی الَّذِیْنَ ظَلَمُوا۔

قَوْلٌ: هَلْ هٰذَا الْخَبْرُ یہ النجوى سے بدل ہے یعنی ان ظالموں کی خفیہ گفتگو یہ تھی کہ یہ ہمارے جیسا بشر ہی ہے هَلْ هٰذَا الْاَلْاٰ بشرٌ مِثْلُكُمْ وَاَنْتُمْ تَبْصِرُوْنَ تاتون کی ضمیر سے حال ہے علامہ محلی نے کائنات کا اضافہ کر کے اشارہ کر دیا کہ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ الْقَوْلُ سے حال ہے۔

قَوْلٌ: اَضْعَافُ اَحْلَامٍ یہ هٰذَا یا هُوَ مبتداء محذوف کی خبر ہے جیسا کہ علامہ محلی نے هُوَ مقدر مان کر اشارہ کر دیا ہے اور جملہ ہو کر قالوا کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے اَضْعَافٌ بمعنی اخلاط جمع ضعیف وہ پراگندہ خیالات جن کو انسان خواب میں دیکھتا ہے۔

قَوْلٌ: فَلَيَاْتِنَا بَآیَةٌ یہ شرط محذوف کی جزاء ہے جو کہ سیاق و سباق سے مفہوم ہے اِی کَأَنَّهُ قَلِیلٌ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ کَمَا قُلْنَا بل کان رسولاً من عند اللّٰهِ فَلَيَاْتِنَا بَآیَةٌ۔

قَوْلٌ: کَمَا اُرْسِلَ الْاَوَّلُونَ یہ آیہ کی صفت ہے اِی اِئْتِنَا بَآیَةٌ کَائِدَةٌ مِثْلُ الْآیَةِ الَّتِیْ اُرْسِلَ بِهَا الْاَوَّلُونَ۔

قَوْلٌ: اَهْلَکْنٰهَا قَرْیَةً کی صفت ہے اَفْهَمُ یُؤْمِنُوْنَ کے بعد لا مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ اَفْهَمُ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے۔

قَوْلٌ: یُوْحٰی بِالْبَآئِءِ مَبْنٰی لِلْمَفْعُولِ اِلَیْهِمْ نَائِبٌ فَاعِلٌ وَفِی قِرَآءَةِ نُوحٰی بِالنُّونِ وَکَسَرَ الْحَآءِ اس صورت میں مفعول محذوف ہوگا اِی نُوحٰی اِلَیْهِمْ الْاَمْرَ وَالنَّهٰی اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یہ جملہ شرطیہ ہے اس کی جزاء فاسئلوہم

محذوف ہے سابقہ جملہ حذف جزاء پر دلالت کر رہا ہے یعنی تم اہل کتاب کی بات کی تصدیق کو اولیت دو گے بخلاف ان لوگوں کی بات کی تصدیق کے جو محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اس لئے کہ اہل کتاب اسلام دشمنی میں تمہارے ہمنوا اور شریک ہیں۔  
**قَوْلُهُ:** أَقْرَبُ مِنْ تَصْدِيقِ الْمُؤْمِنِينَ اصل میں مِنْ تَصْدِيقِ الْمُؤْمِنِينَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ ہے جَسَدًا بمعنی اجسادًا یہ اشارہ ہے کہ جَسَدًا مفرد بمعنی اجسادًا ہے یا اس سے پہلے مضاف محذوف ہے ای ذوی جسد جسدًا یا تو اس وجہ سے منصوب ہے کہ جَعَلْنَا كَامِفْعُول ثانی ہے اگر جعل بمعنی صیر ہو اور اگر جَعَلَ بمعنی خلق ہو تو جَعَلْنَا ہم کی ضمیر ہم سے حال واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔

**قَوْلُهُ:** لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ جسدًا کی صفت ہے دراصل یہ جملہ مشرکین کے اس قول کا رد ہے کہ وہ کہتے تھے مالِ ہذا الرسول یا کل الطعام۔  
**قَوْلُهُ:** لَقَدْ أَنْزَلْنَا لَقَدْ میں لام قسمیہ ہے ای وَاللَّهِ لَقَدْ۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

اِفْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ سورۃ انبیاء بالاتفاق کی ہے اس میں ایک سو گیارہ آیات ہیں چونکہ اس سورت میں متعدد انبیاء علیہم السلام کے واقعات مذکور ہوئے ہیں، اسی وجہ سے اس سورت کا نام سورۃ الانبیاء رکھا گیا ہے، سورۃ کہف سورۃ مریم سورۃ طہ اور سورۃ انبیاء نزول کے اعتبار سے ابتدائی سورتوں میں سے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ میری قدیم دولت اور کمائی ہیں جن کی میں ہمیشہ حفاظت کرتا ہوں۔

حساب کے وقت کے قریب ہونے سے قیامت کا دن مراد ہے جو ہر گھڑی قریب سے قریب تر ہو رہا ہے، اور ہر وہ چیز جو آنے والی ہے وہ قریب ہی ہوتی ہے ”کل ما هو آتٍ فهو قریب“ اور ہر انسان کی موت بجائے خود اس کے لئے قیامت ہے اس لئے کہ ہر انسان کا حساب قبر ہی سے شروع ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں گزرے ہوئے زمانہ کے اعتبار سے بھی قیامت قریب ہے، اس لئے کہ گذشتہ زمانہ کے اعتبار سے آئندہ زمانہ کم ہی ہے حدیث شریف میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ گذشتہ زمانہ کی مقدار باقی زمانہ کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسا کہ صبح سے لیکر عصر کے وقت تک اور بقیہ زمانہ کی مقدار ایسی ہے جیسا کہ عصر سے غروب تک کا وقت، مقصد اس آیت سے غفلت شعار لوگوں کو متنبہ کرنا ہے جس میں مومن اور کافر سب داخل ہیں کہ دنیا کی خواہشات میں مشغول ہو کر اس حساب کے دن کو نہ بھلائیں کیوں کہ اس کو بھلا دینا ہی تمام خرابیوں اور برائیوں کی جڑ ہے۔

مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرِ الْخَبَرِ یہ آخرت اور عذاب قبر سے غفلت کرنے والوں کا مزید بیان ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کی کوئی نئی آیت نازل ہوتی ہے اور ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے تو وہ اس کا استہزاء کرتے ہیں اور انہی مذاق میں اڑا دیتے ہیں، آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن کی آیات سننے کے وقت یہ اپنے کھیل اور شغل میں اسی طرح لگے رہتے ہیں کہ قرآن کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ اس میں تدبر و غور و فکر کرتے ہیں۔



اَفْتَاتُونَ السَّحَرَ وَانْتُمْ تُبْصِرُونَ یعنی یہ لوگ آپس میں سرگوشی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ شخص جو خود کو نبی اور رسول کہتا ہے یہ تو ہم جیسا انسان ہے کوئی فرشتہ تو ہے نہیں کہ ہم اس کی بات مان لیں، مطلب یہ کہ ان کو نبی کا بشر ہونا قابل قبول نہیں تھا جیسا کہ خود کو مسلمان کہلانے والے بعض فرقے بھی محمد ﷺ کی بشریت سے انکار کرتے ہیں۔

قرآن چونکہ اپنی حلاوت و بلاغت کے اعلیٰ مقام پر ہے جس کی تاثیر کا کوئی کافر بھی انکار نہیں کر سکتا تھا اس لئے مشرکین مکہ کے سرداروں نے یہ صورت نکالی کہ اس کلام کو سحر اور جادو قرار دیں اور پھر لوگوں کو اسلام سے روکنے کے لئے یہ کہیں کہ جب تم سمجھ گئے کہ یہ جادو ہے اور اس کلام کا سنانے والا جادو گر ہے تو پھر اس کے پاس جانا اور اس کا کلام سننا دانشمندی کے خلاف ہے، شاید مشرکین مکہ نے رازدارانہ طور پر یہ گفتگو اس لئے کی ہو کہ اگر مسلمان سن لیں گے تو ان کی احقانہ تلبیس کا پول کھول دیں گے۔

اضغاث، ضُغْبُث کی جمع ہے مختلف قسم کی گھاس کا مٹھا اسی مناسبت سے اضغاث ان خوابوں کو کہتے ہیں جن میں کچھ نفسانی اور شیطانی خیالات شامل ہو جاتے ہیں یعنی ان منکرین نے اول تو قرآن کو جادو کہا پھر پریشان خیالات کہنے لگے پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر کہنے لگے کہ یہ تو خدا پر افتراء اور بہتان ہے، پھر کہنے لگے یہ کوئی شاعر شخص ہے اس کے کلام میں شاعرانہ خیالات ہیں، خدا کے پیغمبر محمد ﷺ نے جواب دیا میرا پروردگار ہر اس بات کو جو زمین اور آسمان میں ہے بخوبی جانتا ہے اور تمام بندوں کی گفتگو سنتا ہے اور ہر ایک کے عمل کو دیکھتا ہے، لہذا تم جو جھوٹ بک رہے ہو اسے وہ سن رہا ہے اور میری سچائی کو اور جو دعوت تمہیں دے رہا ہوں اس کی حقیقت کو خوب جانتا ہے۔

فَلْيَا تَنَّا بآيَةٍ تو مشرکین کہنے لگے اگر یہ واقعی نبی ہے تو ہمارے طلب کئے ہوئے معجزے دکھلائیں اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ پچھلی امتوں میں اس کا بھی تجربہ اور مشاہدہ ہو چکا ہے کہ جس طرح کا معجزہ انہوں نے طلب کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ہاتھوں پر وہی معجزہ سامنے کر دیا مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لائے اور منہ مانگے معجزے کو دیکھنے کے بعد بھی جو قوم ایمان سے گریز کرے اس کے لئے اللہ کا قانون یہ ہے کہ دنیا ہی میں عذاب نازل کر کے ختم کر دی جاتی ہے اور چونکہ امت مرحومہ کو حق تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اعزاز میں دنیا کے عام عذاب سے محفوظ کر دیا ہے اس لئے ان کے مطلوبہ معجزات دکھلانا مصلحت نہیں اَفْهَمُ يَوْمُنَّ کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ منہ مانگے معجزات دیکھ کر بھی یہ ایمان لے آئیں گے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی اس لئے مطلوبہ معجزہ نہیں دکھایا جاتا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ یعنی جتنے بھی ہم نے نبی اور رسول بھیجے وہ سب مرد اور انسان تھے نہ کوئی غیر انسان کبھی نبی آیا اور نہ غیر مرد، گویا کہ نبوت انسانوں کے ساتھ اور انسانوں میں سے مردوں کے ساتھ خاص رہی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی اس لئے کہ نبوت بھی ان فرائض میں سے ہے کہ جو عورت کے طبعی اور فطری دائرہ عمل سے خارج ہے۔

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ میں اہل ذکر سے اس جگہ علماء تورات اور علماء انجیل مراد ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے تھے، مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو پچھلے انبیاء کا بشر اور مرد ہونا معلوم نہیں ہے تو علماء تورات و انجیل سے معلوم کر لو۔



کلمتی (یا تنبیہ کے لئے ہے) یعنی ہماری ہلاکت بے شک ہم کفر کے ذریعہ ظلم کرنے والے تھے پھر تو انہی کلمات کی رٹ لگاتے رہے اور انہی کلمات کو دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے ان کو حَصِيد کر دیا یعنی درانتی سے کٹی ہوئی کھیتی کے مانند کر دیا اس لئے کہ وہ سب تہ تیغ کر دیئے گئے اور بچھی ہوئی آگ کے مانند مردہ کر دیا جیسا کہ آگ بجھ جاتی ہے جب اس کو گل کر دیا جائے اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے کھیتے ہوئے نہیں بنایا یعنی بے فائدہ کام کرنے والے کے مانند نہیں بنایا بلکہ اس انداز پر بنایا کہ ہماری قدرت پر دلالت کریں اور ہمارے بندوں کے لئے نافع ہوں اور اگر ہم کو کھیل تماشا کے طور پر بنانا مقصود ہوتا یعنی (کھلونا) جس سے تفریح طبع مقصود ہو مثلاً بیوی اور بچہ تو اسے اپنے پاس سے ہی بنالیتے یعنی (اس مقصد کے لئے) اپنے پاس سے حورو ملائکہ کا انتخاب کر لیتے، اگر ہم کو ایسا کرنا ہوتا لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا لہذا اس کا ارادہ بھی نہیں کیا بلکہ ہم حق ایمان کو باطل یعنی کفر پر پھینک مارتے ہیں تو وہ بھیجہ نکال دیتا ہے (یعنی) نیست و نابود کر دیتا ہے تو وہ دفعۃً دم توڑ دیتا ہے زاهق بمعنی ذاہب ہے اور دَمْعُهُ کے (معنی) اصل میں دماغ پر ضرب لگانے کے ہیں (یعنی سر کو بی کرنے کے) حال یہ ہے کہ وہ ضرب مہلک ہو اور تمہارے لئے اے کفار مکہ ہلاکت (یعنی) عذاب شدید ہے ان باتوں کی وجہ سے کہ جن کے ساتھ تم اللہ کو متصف کرتے ہو (یعنی) بیوی یا بچہ اور زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کی ملک ہے اور جو فرشتے اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے مَنْ عِنْدَهُ مُبْتَدِئُ ہے اور لایستکبر و ن اس کی خبر ہے اور نہ وہ تھکتے ہیں (بلکہ) شب و روز اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور تسبیح سے (ذرا بھی) سستی نہیں کرتے پس وہ تسبیح ان کے لئے، ہمارے لئے سانس کے مانند ہے کہ ہم کو اس سانس سے کوئی عمل نہیں روکتا کیا ان لوگوں نے زمین کی مخلوق مثلاً پتھر، سونا اور چاندی سے معبود بنارکھے ہیں کیا وہ یعنی معبودان باطلہ مردوں کو زندہ کرتے ہیں؟ نہیں اور معبود وہی ہو سکتا ہے جو مردوں کو زندہ کر سکے اگر ان دونوں یعنی آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو یہ دونوں فاسد ہو جاتے یعنی اپنے نظام مشاہد سے نکل جاتے (یعنی درہم برہم ہو جاتے) ان کے درمیان ٹکراؤ کی وجہ سے عادت کے مطابق تعدد حکام کے وقت کسی شئی میں ٹکراؤ اور عدم اتفاق کی وجہ سے (یعنی دنیوی حکام میں بھی عادت اور دستور یہی ہے کہ جب مساوی حیثیت کے چند حکام جمع ہو جاتے ہیں تو ان کے درمیان کسی نہ کسی بات میں ضرور اختلاف ہوتا ہے جو ٹکراؤ کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور چونکہ کوئی کسی سے کم نہیں ہوتا اس لئے وہ شئی درہم برہم ہو جاتی ہے) پس اللہ عرش کرسی کا رب خالق ہے ہر اس چیز سے پاک ہے جو یہ کافر بیان کرتے ہیں، یعنی کفار، شرک وغیرہ جن صفات سے اس کو متصف کرتے ہیں (پاک ہے) وہ اپنے کاموں کے لئے جواب دہ نہیں اور وہ اپنے افعال کے بارے میں جواب دہ ہیں۔

### تَحْقِيقُ تَرْكِيكِ تَسْبِيحٍ وَتَفْسِيرُ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ؛ کَمْ خبر یہ ہے اور قَصَمْنَا کا مفعول مقدم ہے مِنْ قَرَبَةٍ کَمْ خبر یہ کی تیز ہے قَصَمْنَا (ض) ماضی جمع متکلم معروف قَصَمْنَا توڑنا، ریزہ ریزہ کر دینا، توڑ پھوڑ کر رکھ دینا، ہلاک کرنا قریہ سے یمن کا ایک قریہ مراد ہے جس کا نام ”حضوراء“

تھا اللہ تعالیٰ نے اس قریہ والوں کی طرف حضرت موسیٰ بن میثا بن یوسف بن یعقوب کو نبی بنا کر مبعوث کیا تھا اور بعض حضرات نے ام سابقہ مثلاً قوم نوح و لوط و صالح وغیرہ بھی مراد لی ہیں مگر اول قول رائج ہے۔

قَوْلُهُ: كَانَتْ ظَالِمَةً يَهْ قَرِيَةً كِي صَفْت هـ۔

قَوْلُهُ: أَحْسُوا اِي ادر كُوا بِالْحَوَاسِ۔

قَوْلُهُ: اِذَا هُمْ يَرْكُضُونَ اِذَا مَفَاجَاتِيَه هـ هُم مَبْتَدَاء يَرْكُضُونَ اس كِي خَبَر هـ الر كَض ضَرْب الدَابَّة بِالرَجَل (اِيڑھ لگانا) يِهََا مراد هـ تيزي سـ بھَا گنا اِذَا يَرْكُضُونَ كَا ظَرْف هـ۔

قَوْلُهُ: اسْتَهْزَا اس لَفْظ سـ اِي ك سَوَال مَقْدَر كَا جَوَاب دِيَا هـ۔

يَسْأَلُ: سَوَال يِه هـ كـ مَلَا نَكـ كَذِب وَغِيْرَه سـ مَعْصُوم يِه تُو پُھْرَا نِهْوَ نـ خِلَاف وَاقِعہ بات كِيوں كہي؟ كـ تَم اِپنـ سَامَان آسُو دِگي اور مَكَانُوں كِي ظَرْف لُوث آو حَالَا نَكـ مَلَا نَكـ كُو مَعْلُوم تھَا كـ اِن مِيں سـ اِي ك بھي بچنـ والا نِهِيں هـ۔

جَوَابُ: جَوَاب كَا خِلَاصَه يِه هـ كـ يِه اِنِهْوَ نـ اسْتَهْزَا كہَا جِيْسَا كـ دُوسْرِي جگہ فرمایا گيا هـ ذُق اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ۔

قَوْلُهُ: مَسَا كِنَكُمْ اس كَا عَطْف مَآر هـ تَلَك الْكَلِمَات سـ مَرَاد اِن كَا قَوْل يَا وَيَلْنَا اِنَّا كُنَّا ظَالِمِيْنَ هـ۔

قَوْلُهُ: لَا عِْبِيْنَ يِه خَلْقْنَا كِي ضَمِيْر فَاعِل سـ حَال هـ۔

قَوْلُهُ: دَعَا هُمْ اِي دُعَا ئِهْم وَنَدَا ئِهْم۔ مَنَاجِلُ جَمْع مَنَجَل كِهِيْت كَا ئَنـ كَا آله (دِرَانَتِي) حَصِيْدًا مَصْدَر مَعْْنَى مَحْصُود كِي هُوئی كِهِيْت، مَصْدَر چُونكـ وَاحِد تَشْبِيْه جَمْع سَب پَر بُولَا جَا تَا هـ اس لئـ حَصِيْدًا كُو جَمْع نِهِيں لَا يَا گيا۔

قَوْلُهُ: خَامِدِيْنَ، جَعَلْنَا هُمْ كِي ضَمِيْر هُمْ سـ حَال هـ حَصِيْدًا خَامِدِيْنَ دُونُوں كَا مَجْمُوعہ مَبْزُل مَفْعُول وَاحِد كـ هـ لِهَذَا يِه اِعْتِرَاض خَتْم هُو گيا كـ جَعَلَ مَتَعَدِي سـ مَفْعُول نِهِيں هُو تَا اور يِهَا مَتَعَدِي سـ مَفْعُول هـ خَامِدِيْنَ خَمَدَتِ النَّار سـ مُشْتَق هـ جَبـ آگ كِي لُطِيں بَجھ جَا ئِيں اِسي سـ خَمَدَتِ الْحُمَى مُشْتَق هـ جَبـ بَخَار كِي تيزي كـم هُو جَا ئـ اور هَمَدَتِ النَّار اس وَقْت بولتـ يِه جَبـ آگ بالكل بَجھ كر رَا كھ هُو جَا ئـ۔

قَوْلُهُ: لَا عِْبِيْنَ مَا خَلَقْنَا مِيں مَقْصُود نَفِي لَا عِْبِيْنَ هـ اس لئـ كـ نَفِي جَب مَقْيَد پَر دَا خِل هُو تِي هـ تُو قَيْد كِي نَفِي هُو تِي هـ لِهَذَا مَا خَلَقْنَا مِيں تَخْلِيْق كِي نَفِي مَقْصُود نِهِيں هـ بلكـ لَا عِْبِيْنَ كِي نَفِي مَقْصُود هـ۔

قَوْلُهُ: لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَتَّخِذَ لِهَوْا كَا لَا تَخْذَنَا مِنْ لَدُنَّا جَوَاب هـ، تَالِي كِي نَقِيْض كَا اسْتِثْنَاء مَقْدَم كِي نَقِيْض كَا نَتِيْجہ دِي تَا هـ لِهَذَا عِبَارَت اس طَرَح هُو گي لَوْ تَعَلَّقَتْ اِرَادَتُنَا بِاتِّخَاذِ اللّٰهُ لَا تَخْذَنَا مِنْ عِنْدِنَا لَكِنَّا لَمْ نَتَّخِذْهُ فَلَمْ تَتَعَلَّقْ بِه اِرَادَتُنَا۔

قَوْلُهُ: اِنْ كُنَّا فَاعِلِيْنَ اِنْ شَرْطِيَه هـ اور جَوَاب شَرْط مَحْذُوف هـ تَقْدِيْر عِبَارَت يِه هـ اِن كُنَّا فَاعِلِيْنَ اَرَدْنَا مَفْسَر عِلَام نـ اِپنـ قَوْل لَكِنَّا لَمْ نَفْعَلْهُ سـ نَقِيْض تَالِي كِي ظَرْف اِشَارَه كيا هـ، اور فَلَمْ نُرِدْهُ كَا اِضَا فہ كر كـ اس بات كِي ظَرْف اِشَارَه كر دِيَا كـ اِنْ شَرْطِيَه هـ، اِنْ كُنَّا فَاعِلِيْنَ مِيں اِن نَافِيَه بھي هُو سَكْتَا هـ، اِي مَا كُنَّا فَاعِلِيْنَ۔

قَوْلُهُ: مِمَّا تَصِفُونَ مَفْسَر عِلَام نـ بـ كَا اِضَا فہ كر كـ اِشَارَه كر دِيَا كـ مِمَّا مِيں مَا مَوْصُولَه هـ اور تَصِفُونَ جملہ هُو كر اس

کا صلہ ہے اور عائد بہ محذوف ہے، مامصدر یہ بھی ہو سکتا ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی وَلِكُمُ الْوَيْلُ مِنْ أَجْلِ وَصْفِكُمْ آيَاهُ بِمَا لَا يَلِيْقُ مِمَّا تَصِفُوْنَ استقر کے متعلق ہے ای استقر لكم الويل من اجل ما تصفون اللہ بہ مما لا يليق بعزتہ۔  
**قَوْلُهُ** : مَنْ عِنْدَهُ اِی مَكْرُمٌ عِنْدَهُ۔

**قَوْلُهُ** : لَا يَسْتَحْسِرُونَ (استفعال) جمع مذکر غائب منفی وہ نہیں تھکتے۔

**قَوْلُهُ** : لَا يَفْتُرُونَ (ن) جمع مذکر غائب منفی، سستی نہیں کرتے۔

**قَوْلُهُ** : اِتَّخَذُوا آلِهَةً كَاَنَّهُمْ مُّسْتَعِينُونَ مفسر علام نے کائنۃ مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ من الارض کائنۃ کے متعلق ہو کر آلہۃ کی صفت ہے اور اتخذوا کا مفعول ثانی بھی ہو سکتا ہے اور من الارض اتخذوا فعل کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔

**قَوْلُهُ** : لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا لَوْ حرف شرط ہے اور کان تامہ شرط ہے آلہۃ اس کا فاعل ہے اور فیہما کان کے متعلق ہے اور الا بمعنی غیر آلہۃ کی صفت ہے اس کا اعراب مابعد میں ظاہر ہوا ہے۔

**قَوْلُهُ** : لَفَسَدَتَا جواب شرط ہے۔

فعل شرط کو مقدم اور جواب شرط کو تالی کہتے ہیں تالی کی نفیض کا استثناء مقدم کی نفیض کا نتیجہ دیتا ہے مطلب یہ ہوا لکنہما لم تفسدا فلم یکن فیہما آلہۃ غیر اللہ۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِنْ آیات میں جن بستیوں کی تباہی کا ذکر ہے، بعض مفسرین نے اس سے قوم شمود و قوم عاد کی بستیاں مراد لی ہیں، اور بعض نے یمن کی حضوراء اور قلابہ بستیوں کو اس کا مصداق قرار دیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ایک رسول بھیجا تھا جس کے نام میں روایات مختلف ہیں بعض نے موسیٰ بن میشا اور بعض نے شعیب بیان کیا ہے مگر یہ شعیب علیہ السلام مدین والے شعیب علیہ السلام نہیں ہیں ان کے علاوہ کوئی اور ہیں ان بستی والوں نے اللہ کے رسول کو قتل کر دیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک کا فر بادشاہ بخت نصر کو مسلط کر دیا جس نے پوری قوم کو تہ تیغ کر دیا، قرآن سے دوسرا قول راجح معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ قوم نوح اور قوم شمود و عاد وغیرہ کو صاعقہ اور صیحه وغیرہ کے عذاب کے ذریعہ ہلاک کیا گیا تھا اور ان بستی والوں کو عذاب کے سلسلہ میں قصمنا کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں کاٹ کر رکھ دینا اور یہ تلوار کے ذریعہ ہوگا، لہذا اس سے بخت نصر کا عذاب مراد ہے جس نے ان بستی والوں کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔

جب بستی والوں نے عذاب کے آثار کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور بخت نصر کی آمد کا علم ہوا تو بستی چھوڑ کر بھاگنے لگے تو فرشتوں نے بطور استہزاء کہا بھاگو نہیں اپنے مکانات اور جہاں تم کو آسودگی دی گئی تھی اور جہاں تم نے عیش کیا تھا، مزے اڑائے تھے وہیں رہو! یعنی جب عذاب الہی سامنے آ گیا تو چاہا کہ وہاں سے نکل بھاگیں اور بھاگ کر جان بچالیں، اس وقت تکوینی طور

پر زبان حال سے یا فرشتوں نے کہا بھاگتے کہاں ہو ٹھہرو اور ادھر ہی واپس چلو جہاں عیش کیا کرتے تھے اور جہاں بہت سے سامان نعم جمع کر رکھے تھے شاید وہاں کوئی تم سے پوچھے کہ جناب وہ مال و دولت اور زور و قوت کا نشہ کیا ہوا؟ اور وہ سامان عیش کہاں گیا؟ یا یہ کہ آپ بڑے آدمی تھے جن کی ہر موقع پر پوچھ ہوتی تھی اب بھی وہیں چلے بھاگنے کی ضرورت نہیں تاکہ لوگ اپنے مہمات میں آپ سے مشورہ کر سکیں اور آپ کی رائے دریافت کر سکیں۔ (یہ سب باتیں تہمنا کہی گئی ہیں)۔

جب عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تب اپنے جرموں کا اعتراف کیا اور برابر یہی چلاتے رہے کہ بے شک ہم ظالم اور مجرم ہیں وہ کلمہ جس کی وہ رٹ لگا رہے تھے یا وَلَوْلَا اِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ تھا لیکن۔

اب پچھتائے کیا ہوتے ہیں جب چڑیاں چمک گئیں کھیت یہ وقت قبولیت تو بے گناہ تھا، اعتراف اور ندامت سب بیکار ثابت ہوئیں، آخر اس طرح ختم کر دیئے گئے جیسے کھیتی ایک دم کاٹ کر ڈھیر کر دی جاتی ہے یا آگ میں جلتی ہوئی لکڑی بجھ کر راکھ رہ جاتی ہے۔ (العیاذ باللہ)۔ (فوائد عثمانی)

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَالْخَلْقَ لَعْنَىٰ هُمْ نَزَعْنَا فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا لَكُمْ بِعَاقِبِينَ ہمارے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ اس کی تخلیق میں بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں ہیں، اسی طرح جن بستیوں کو تباہ و برباد کیا گیا ان کا تباہ کرنا بھی عین حکمت تھا۔

اگر ہم کو تفریح طبع ہی مقصود ہوتی تو اپنے پاس سے ہی کچھ چیزیں بنا لیتے اور اپنا شوق پورا کر لیتے اتنی لمبی چوڑی کائنات بنانے کی کیا ضرورت تھی؟

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ الْخَلْقَ لَعْنَىٰ هُمْ نَزَعْنَا فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا لَكُمْ بِعَاقِبِينَ ہمارے مقصد یہ ہے کہ یہاں حق و باطل کی جو معرکہ آرائی اور خیر و شر کے درمیان جو تصادم ہے اس میں ہم حق اور خیر کو غالب اور باطل اور شر کو مغلوب کریں، چنانچہ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں جس سے باطل کا سر پاش پاش ہو کر بھیجہ نکل جاتا ہے اور چشم زدن میں باطل بے نام و نشان اور نیست و نابود ہو جاتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ دنیا محض کھیل تماشہ نہیں بلکہ میدان کارزار ہے جہاں حق و باطل کی جنگ ہوتی ہے حق حملہ آور ہو کر باطل کے سر کو پھل ڈالتا ہے اور رب کی جانب جو بے سرو پا باتیں منسوب کرتے ہو مثلاً یہ کہ یہ کائنات ایک کھیل ہے اور ایک کھلنڈرے کا فضول شوق ہے وغیرہ وغیرہ، یہ سب باتیں تمہاری ہلاکت کا باعث ہیں، اس لئے کہ اسے کھیل تماشہ اور عبث سمجھنے کی وجہ سے تم حق سے گریز اور باطل کو اختیار کرنے میں کوئی تامل اور خوف محسوس نہیں کرتے جس کا نتیجہ بالآخر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہے۔

فرشتے باوجود مقربین بارگاہ ہونے کے شیخی اور تکبر نہیں کرتے، اپنے پروردگار کی بندگی اور غلامی پر فخر کرتے ہیں، وظائف عبودیت ادا کرنے میں کبھی سستی یا کاپلی کو راہ نہیں دیتے، شب و روز اس کی تسبیح اور یاد میں لگے رہتے ہیں نہ تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں بلکہ تسبیح و ذکر ہی ان کی غذا ہے جس طرح ہم ہر وقت سانس لیتے ہیں اور دوسرے کام بھی کرتے رہتے ہیں، یہی

کیفیت ان کے ذکر و تسبیح کی ہے۔

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے کعب احبار سے پوچھا کہ فرشتوں کو تسبیح کرنے کے سوا اور کوئی کام نہیں، اگر ہے تو پھر دوسرے کاموں کے ساتھ ہر وقت تسبیح کیسے جاری رہتی ہے؟ کعب نے فرمایا اے میرے بھتیجے کیا تمہارا کوئی کام اور مشغلہ سانس لینے سے روکتا ہے اور کام کرنے میں خلل اور مانع ہوتا ہے؟ فرشتوں کے لئے تسبیح ایسی ہے جیسا کہ انسانوں کے لئے سانس۔

**سُؤَال:** جو کام زبان کے علاوہ دیگر اعضاء سے ہوتے ہیں ان میں اور تسبیح لسانی میں کوئی تمنا و تضاد نہیں ہے، مگر زبان سے بیک وقت دو قسم کے کام کیسے ہو سکتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا ظاہر ہے کہ کاررسالت کی انجام دہی میں زبان کو استعمال کی بھی ضرورت پڑتی ہے تو اس وقت وہ تسبیح کا عمل کیسے جاری رکھ سکتے ہیں، دوسری جگہ فرمایا گیا ہے اُولَئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ ظاہر ہے کہ ملعونین پر اللہ اور فرشتوں کی لعنت کا تقاضہ یہ ہے کہ لعنت کرتے وقت تسبیح کا کام موقوف رہے۔

**جَوَاب:** جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں کے اعضاء متعدد ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت جبرائیل امین کے چھ سوا زو بتائے گئے ہیں، اسی طرح فرشتوں کی زبانیں بھی ایک سے زیادہ ہو سکتی ہیں، لہذا اب کوئی تضاد باقی نہیں رہا۔

اَمْ اتَّخَذُوا آلِهَةً الْخ یعنی یہ مشرکین کس قدر جاہل اور احمق ہیں کہ معبود بھی بنایا تو ایسی چیزوں کو کہ جن کے اندر نہ زندہ کرنے کی قدرت ہے اور نہ مارنے کی، حالانکہ معبود کے لئے اس قدرت کا ہونا ضروری ہے، معبود وہی ہو سکتا ہے کہ مخلوق کی موت و حیات اس کے قبضہ و قدرت میں ہو۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ یہ تو حید کی دلیل عادی ہے جو عام عادات کے اعتبار پر مبنی ہے اور تعدد الہ کے ابطال پر نہایت پختہ اور واضح دلیل ہے، اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ عبادت کامل تذلل کا نام ہے، اور کامل تذلل صرف اسی ذات کے سامنے اختیار کیا جاسکتا ہے جو اپنی ذات و صفات میں ہر طرح کامل ہو۔

اس دلیل عادی کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر زمین اور آسمانوں میں دو خدا ہوں اور دونوں مالک و مختار ہوں تو ظاہر یہ ہے کہ دونوں کے احکام پورے پورے زمین و آسمان میں نافذ ہونے چاہئے اور عادتاً یہ ممکن نہیں کہ جو حکم ایک دے دوسرا بھی وہی حکم دے یا جس چیز کو ایک پسند کرے دوسرا بھی وہی پسند کرے اس لئے کبھی نہ کبھی اختلاف رائے اور اختلاف احکام ہونا ناگزیر ہے، اور جب دو خداؤں کے احکام زمین و آسمان میں مختلف ہوئے تو نتیجہ ان دونوں کا فساد کے سوا کیا ہوگا؟ مثلاً ایک خدا چاہے کہ اس وقت دن ہو اور دوسرا چاہے کہ رات ہو ایک چاہے کہ بارش ہو اور دوسرا چاہے کہ نہ ہو تو دونوں کے متضاد احکام کس طرح جاری ہوں گے، اور اگر ایک مغلوب ہو گیا تو وہ مالک و مختار نہ رہا جو خدا نہیں ہو سکتا، اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ دونوں مشورہ کر کے احکام جاری کیا کریں تو اس میں کیا بعد ہے؟ اس کے جواب کے سلسلہ میں یہاں صرف اتنا سمجھنا کافی ہے کہ اگر دونوں مشورہ کے پابند ہوئے کہ ایک دوسرے کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کر سکے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ان میں سے ایک بھی مالک و مختار نہ ہو لہذا دونوں ناقص ہیں اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا، غالباً اگلی آیت لَا يُسْأَلُ

عما یفعل وہم یسئلون میں اسی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، جو کسی قانون کا پابند ہو اور جس کے اعمال و افعال پر کسی کو مواخذہ کرنے کا اختیار ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا، اگر دو خدا ہوں اور دونوں مشورہ کے پابند ہوں تو ہر ایک کو دوسرے سے سوال کرنے اور ترک مشورہ پر مواخذہ کرنے کا حق ہے جو خود منصب خدائی کے منافی ہے۔

أَمَّا تَخَذُوا مِنْ دُونِهِ تَعَالَىٰ أَى سِوَاهُ اللَّهِ فِيهِ اسْتِفْهَامٌ تَوْبِيخٌ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكَ وَلَا سَبِيلَ إِلَيْهِ هَٰذَا إِذْ كَرَّمْنَا مَعِيَ أَى اُمْتِی وَهُوَ الْقُرْآنُ وَذِكْرُنَا مِنْ قَبْلُ مِنَ الْأَمَمِ وَهُوَ التَّوْرَةُ وَالْإِنْجِيلُ وَغَيْرُهُمَا مِنْ كُتُبِ اللَّهِ لَيْسَ فِی وَاحِدٍ مِنْهَا أَنْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا يَمَّا قَالُوا تَعَالَىٰ عَنْ ذَٰلِكَ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ أَى تَوْحِيدَ اللَّهِ فَهُمْ مُعْرِضُونَ ۝ عَنِ النَّظَرِ الْمُوصِلِ إِلَيْهِ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِيْهِ فِي قُرْآنٍ وَبِالنُّونِ وَكُسِرَ الْحَاءُ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝ اِی وَحْدُونِی وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ سُبْحَنَهُ بَلْ بِهِمْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۝ عِنْدَهُ وَالْعُبُودِيَّةُ تُنَافِی الْوِلَادَةَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ لَا يَأْتُونَ بِقَوْلِهِمْ إِلَّا بَعْدَ قَوْلِهِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ۝ اِی بَعْدَهُ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ اِی مَا عَمِلُوا وَمَا بِهِمْ غَابِلُونَ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ رَضِيَ تَعَالَىٰ اِنْ يُشْفَعُ لَهُ وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ تَعَالَىٰ مُشْفِقُونَ ۝ اِی خَائِفُونَ وَمَنْ يَقُولُ مِنْهُمْ لَنْ نَّأْتِيَ اللَّهَ مِنْ دُونِهِ اِی اللَّهُ اِی غَيْرِهِ وَهُوَ إِبْلِيسُ دَعَا إِلَىٰ عِبَادَةِ نَفْسِهِ وَأَمَرَ بِطَاعَتِهَا فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ كَذَٰلِكَ كَمَا نَجْزِيهِ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝ اِی الْمُشْرِكِينَ.

**تَرْجُمہ:** کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور معبود بنائے ہیں؟ اس میں استفہام تو بیخی ہے ان سے کہہ دو کہ لاؤ اس بات (یعنی اتحادِ الہ پر) اپنی دلیل پیش کرو ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے (نہ عقلی نہ نقلی) یہ میرے ساتھیوں کی کتاب موجود ہے یعنی میری امت کی اور وہ قرآن ہے اور مجھ سے پہلی امتوں کی (کتابیں) موجود ہیں اور وہ تورات و انجیل وغیرہ ہیں اللہ کی کتابوں میں سے، ان میں سے کسی میں بھی یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیگر معبود ہیں جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں، اللہ تو اس سے وراۃ الوراہ ہے بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے یعنی اللہ کی توحید کو اسی وجہ سے حق تک پہنچانے والی دلیل سے اعراض کر رہے ہیں آپ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف بھی یہی وجہ بھیجی گئی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں لہذا میری بندگی کرو یعنی میری توحید کا اقرار کرو، ایک قراءت میں یوحی کے بجائے نُوحِی ہے نون کے ساتھ اور حاء کے کسرہ کے ساتھ یہ مشرک کہتے ہیں کہ رحمن نے فرشتوں میں سے اولاد بنا رکھی ہے اس کی ذات پاک ہے بلکہ وہ تو اس کے باعزت بندے ہیں اور عبودیت ولادت کے منافی ہے وہ اس سے بڑھ کر بات نہیں کرتے یعنی وہ از خود کوئی بات نہیں کرتے مگر اجازت کے بعد اور وہ اس کے حکم کے بعد اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ ان کے اگلے پچھلے تمام امور سے واقف ہے



یعنی جو کر چکے ہیں اور جو آئندہ کریں گے اور وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اس کے کہ جس کے لئے اللہ راضی ہو کہ اس کی سفارش کی جائے اور وہ خدا تعالیٰ کی ہیبت سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں یعنی خائف رہتے ہیں اگر ان میں سے کوئی بھی کہے کہ میں خدا کے سوا معبود ہوں وہ ابلیس ہے جس نے اپنی بندگی کی دعوت دی اور اپنی طاعت کا حکم دیا تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے ہم ایسی ہی جیسی کہ اس کو سزا دیں گے ظالموں یعنی مشرکوں کو بھی سزا دیں گے۔

تحقیق و ترکیب تسہیل و تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ: اَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اِمًّا** استفہام توہینی بمعنی بل ہے اور ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال کے لئے ہے، یعنی تعدد الہ کے بطلان کو ثابت کرنے کے بعد اتحاد الہ متعددہ کے بطلان کو ظاہر فرما رہے ہیں۔

**قَوْلٌ:** ہذا ذِکْرُ مَنْ مَعِيَ وَذِکْرُ مَنْ قَبْلِي ہذا اسم اشارہ مبتداء ہے مشارالیه کتب سماویہ ہیں، ہذا مبتداء کی دو خبریں ہیں، خبر اول سے قرآن مراد ہے اور خبر ثانی سے قرآن کے علاوہ کتب سماویہ مراد ہیں، جیسا کہ مفسر علام نے اشارہ کیا ہے۔

**قَوْلُهُ: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ** یہ ماقبل کے مضمون کی تاکید ہے۔

**قَوْلُهُ:** قَالُوا کی ضمیر فاعلی عرب کے بعض فرقوں کی طرف راجع ہے جو کہ ملائکہ کے بارے میں خدا کی بیٹیاں ہونے کے قائل تھے، ان میں مشہور یہ ہیں ① خزاعہ ② جہینۃ ③ بنو سلمہ ④ بنو ملیح۔

**قَوْلُهُ: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ** الخ یہ جملہ مستأنفہ ہے ماقبل کی علت اور مابعد کی تمہید ہے۔

**قَوْلُهُ: وَمَنْ يُقِلْ مِنْهُمْ** ملائکہ کا یہ قول بالفرض والتقدیر ہے ورنہ فرشتوں میں معصیت کی صلاحیت نہیں ہے، اور اگر یقل کا فاعل ابلیس کو قرار دیا جائے تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ وہ درحقیقت ملائکہ میں سے نہیں ہے اور دوسری خرابی یہ لازم آئے گی کہ ابلیس نے کبھی الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ وہ تو **عَبَدَ الْمَلَائِكَةَ** تھا البتہ رحمت خداوندی سے مایوس ہو گیا ہے وَاَعْرَضَ بِطَاعَتِهَا کا مطلب یہ ہے کہ اس نے لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ وہ اس کی بات مانیں اور توحید کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کریں، یہی اس کا اپنی بندگی اور اطاعت کی طرف بلانا ہے۔

**قَوْلُهُ:** فَذَلِكَ نَجْوِيهِ ذَلِكَ مبتداء ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے اور نَجْوِيهِ اس کی خبر ہے اور پورا جملہ جواب شرط ہونے کی وجہ سے محلاً مجزوم ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

قرآن میں اور اس سے قبل کی دیگر کتابوں میں صرف ایک ہی معبود کی الوہیت و ربوبیت کا ذکر ملتا ہے لیکن یہ مشرکین حق کو تسلیم

کرنے کے لئے تیار نہیں اور بدستور توحید سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ خدا کے واحد اور معبود برحق ہونے کی میرے پاس عقلی اور نقلی اور واقعاتی دلیلیں موجود ہیں عقلی دلیل کی طرف لو کان فیہما آلہۃُ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا سے اشارہ کر دیا اور نقلی دلیل کی طرف وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا نُوْحٰی اِلَیْہِ اَنّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنَ سے اشارہ کر دیا یعنی واقعہ یہ ہے کہ آپ سے پہلے جتنے بھی ہم نے رسول بھیجے ہیں ان سب کا بھی یہی پیغام تھا کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں ہی بندگی کے لائق ہوں اور تمہارے پاس اگر کوئی عقلی یا نقلی دلیل ہو تو اس کو پیش کرو قُلْ هَاتُوْا بُرْہَانَکُمْ۔

لَا یَسْبِقُوْنَہُ بِالْقَوْلِ الخ اس آیت سے مشرکین کے الملائکۃ بذات اللہ کے دعوے کی تردید ہے، یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد تو کیا ہوتے وہ تو ایسے خائف اور مودب رہتے ہیں کہ نہ قول میں اللہ سے سبقت کرتے ہیں نہ عمل میں کبھی اس کا خلاف کرتے ہیں، قول میں سبقت نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک حق تعالیٰ ہی کی طرف سے اشارہ نہ ہو خود کوئی کلام نہیں کرتے، اس آیت میں چھوٹوں کے لئے بڑوں کے ادب کی تعلیم کی طرف بھی اشارہ ہے۔

وَمَنْ یَقُلْ مِنْهُمْ اَگر مَنْ سے مراد ملائکہ کا، فرد مراد ہے تو علی سبیل الفرض ہوگا اس کا وقوع ضروری نہیں، مطلب یہ ہے کہ بالفرض اگر فرشتہ ایسی بات کہے تو ہم اس کو بھی جہنم کی سزا دیں گے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ ابلیس مراد ہو اس لئے کہ وہ بھی فرشتوں میں شامل تھا مگر اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ ابلیس نے کبھی بھی الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ کبھی اپنی بندگی کی دعوت دی تو پھر مفسر علام کا یہ فرمانا کہ ابلیس نے اپنی عبادت کی طرف لوگوں کو بلایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی بندگی کی دعوت کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو اپنی اتباع اور بات ماننے کی دعوت دی تھی اسی کو شیطان کی عبادت سے تعبیر کر دیا گیا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد صاحب سے کہا تھا یَا اَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطَانَ حَالَا نَکَہُ اَزْ شَیْطَانِ کِی بَندِگِی نَہِیْں کَرتا تھا بلکہ شَیْطَانِ کے کہنے اور بہکانے سے بتوں کی بندگی کرتا تھا، بے چون و چرا شیطان کی بات ماننے کو ہی شیطان کی بندگی کہا گیا ہے۔

اَوَلَمْ یَبَوا و تَرَکَہَا یَرِ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا اِی سَدًّا بِمَعْنٰی مَسْدُوْدَةٌ فَفَتَقْنٰہُمَا اِی جَعَلْنَا السَّمَاءَ سَبْعًا وَالْاَرْضَ سَبْعًا اَوْ فَتَقُ السَّمَاءُ اَنْ کَانَتْ لَا تُمَطِّرُ فَاُمَطَّرَتْ وَفَتَقُ الْاَرْضُ اَنْ کَانَتْ لَا تُنْبِتُ فَاُنْبِتَتْ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ النَّاٰزِلِ مِنَ السَّمَاءِ وَالنَّاعِ مِنَ الْاَرْضِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ نَبَاتٍ وَغَیْرَہِ اِی فَالْمَآءِ سَبَبٌ لِحَیَوَتِہٖ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵﴾ بِتَوْحِیْدِیْ وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ جَبَالًا ثَوَابِتَ اَنْ لَا تَیْمِیْدَ تَتَحَرَّکَ بِہُمْ وَجَعَلْنَا فِیْہَا اِی الرَّوَاسِیَ فِجَاۡجًا مَسَالِکَ سُبُلًا بَدَلُ اِی طُرُقًا نَافِذَةً وَاسِعَةً لِّعَلَّہُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۶﴾ اِلَی مَقَاصِدِہُمْ فِی الْاَسْفَارِ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا لِّلْاَرْضِ کَالسَّقْفِ لِلْبَیْتِ مَحْفُوْظًا عَنِ الْوُقُوْعِ وَہُمْ عَنْ اٰیٰتِہَا مِنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنُّجُوْمِ مَعْرِضُوْنَ ﴿۷﴾ لَا یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْہَا فِیَعْلَمُوْنَ اَنْ خَالَقَہَا لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَہُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَیْلَ وَالنَّہَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ تَنْوِیْنُہٗ عِوَضٌ عَنِ الْمُضَافِ اِلَیْہِ مِنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

وَتَابِعِهِ وَهُوَ النُّجُومُ فِي فَلَكٍ اِى مُسْتَدِيرٍ كَالطَّائِفَةِ فِي السَّمَاءِ **يَسْبَحُونَ** ۝ يَسِيرُونَ بِسُرْعَةٍ كَالسَّابِحِ فِي الْمَاءِ وَلِلشَّيْبِ بِهِ اَتَى بِضَمِيرٍ جَمْعٌ مَنْ يَغْفُلُ وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ الْكُفَّارُ اَنْ مُحَمَّدًا سَيَمُوتُ وَمَا جَعَلْنَا لِلْبَشَرِ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اِى الْبَقَاءِ فِي الدُّنْيَا اَفَايُنُ مَتَّ فَهُمُ الْخُلْدُونَ ۝ فِيهَا لَا فَالْجُمْلَةُ الْاٰخِرَةُ مَحَلُّ الْاِسْتِفْهَامِ الْاِنْكَارِى كُلُّ نَفْسٍ ذٰئِقَةُ الْمَوْتِ فِي الدُّنْيَا وَنَبَلُّوْكُمْ نَخْتَبِرْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ كَفَقْرٍ وَغِنًى وَنَقَمٍ وَصِحَّةٍ فَتَنَةٌ مَفْعُولٌ لَهُ اِى لِنَنْظُرَ اَتَصْبِرُونَ وَتَشْكُرُونَ اَوَلَا وَاَلَيْنَا تَرْجِعُونَ ۝ فَيَجَازِيكُمْ وَاَذَارَاكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اِنْ مَا يَتَّخِذُونَكَ الْاَهْزَاوَا اِى مَهْزُوًا بِهِ يَقُولُونَ اَهَذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اِلَهَكُمْ اِى يَعْنِيهَا وَهُمْ يَذْكُرُ الرَّحْمٰنَ لَهُمْ هُمْ تَاكِيدٌ كَفَرُونَ ۝ بِهِ اِذَا قَالُوا مَا نَعْرِفُهُ وَنَزَلَ فِي اِسْتِعْجَالِهِمُ الْعَذَابَ خُلُقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ اِى اَنَّهُ لِكثْرَةِ عَجَلِهِ فِي اَحْوَالِهِ كَاَنَّهُ خُلِقَ مِنْهُ سَاوِرِيْكُمْ اِلٰهً مَوَاعِيدُ بِالْعَذَابِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ فِيهِ فَاَرَاهُمُ الْقَتْلَ يَبْذُرُ وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ بِالْقِيَامَةِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فِيهِ قَالَ تَعَالٰى لَو يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكْفُوْنَ يَدْفَعُوْنَ عَنْ وُجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝ يُمْنَعُونَ مِنْهَا فِي الْقِيَمَةِ وَجَوَابٌ لَوْ مَا قَالُوا ذَلِكَ بَلْ تَأْتِيْهِمُ الْقِيَمَةُ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ تُحِيرُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ۝ يُمْسَلُونَ لِتَوْبَةٍ اَوْ مَعْدَرَةٍ وَلَقَدْ اَسْتَهْزِئُ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فِيهِ تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَاقَ نَزَلَ بِالَّذِيْنَ سَخَرُوْا مِنْهُمْ مَا كَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ وَهُوَ الْعَذَابُ فَكَذَا يَجِيْقُ بِمَنْ اِسْتَهْزَأَ بِكَ.

**ترجمہ:** کیا کافر یہ نہیں جانتے کہ آسمان اور زمین (منہ) بند تھے؟ اَوَلَمْ میں واو اور ترک واو دونوں ہیں رَتَقًا بمعنی سداً ہے اور سداً بمعنی مَسْدُوْدًا ہے پھر ہم نے ان کو کھول دیا یعنی سات آسمان اور سات زمین بنا دیں یا فتن سماء کا مطلب یہ ہے کہ آسمان سے بارش نہیں ہوتی تھی پھر بارش ہونے لگی، اور فتن ارض کا مطلب یہ ہے کہ زمین اگاتی نہیں تھی پھر اگانے لگی اور ہم نے آسمان سے برسنے والے اور زمینی چشموں سے نکلنے والے پانی سے ہر جاندار کو بنایا گھاس وغیرہ کو لہذا پانی ہر جاندار کے لئے سبب حیات ہے پھر بھی میری توحید پر ایمان نہیں لاتے اور ہم نے زمین پر ثابت رہنے والے پہاڑ بنائے تاکہ وہ مخلوق کو لیکر (اضطرابی) حرکت نہ کرے اور ہم نے ان میں یعنی پہاڑوں میں کشادہ راستے بنادیئے سُبُلًا، فجاءًا سے بدل ہے یعنی آ رہا کشادہ راستے تاکہ لوگ سفر کے دوران اپنی منزل مقصود تک رسائی حاصل کر سکیں اور ہم نے آسمان کو زمین کے لئے گرنے سے محفوظ چھت بنا دیا جیسا کہ گھر کی چھت ہوتی ہے اور یہ لوگ (آسمان میں موجود) شمس و قمر کی نشانیوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں یعنی آسمان کی نشانیوں میں غور و فکر نہیں کرتے تاکہ ان کو اس بات کا علم ہو جائے کہ اس کا خالق وہ ہے کہ جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ وہ ذات ہے کہ اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند بنائے کُلُّ کی تین مضاف الیہ یعنی شمس و قمر

کے عوض میں ہے اور مضامین الیہ کے تابع کے عوض میں ہے اور وہ نجوم ہیں ان میں سے ہر ایک فلک میں یعنی چکی کے مانند اپنے آسمانی مدار میں تیر رہا ہے یعنی تیزی سے چل رہا ہے جیسا کہ تیرنے والا پانی میں تیزی سے چلتا ہے اور تیرنے والے کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ سے یَسْبَحُونَ وادون کے ساتھ جمع لائے ہیں جو کہ ذوی العقول کے لئے ہے اور جب کافروں نے یہ کہا کہ محمد عنقریب مر جائیں گے تو وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ نازل ہوئی یعنی ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کو دوام یعنی دنیا میں دائمی بقا عطا نہیں کی، پس اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ دنیا میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے؟ نہیں، جملہ اخیرہ (یعنی فَاِنْ مِتَّ) ہمزہ استفہام انکاری کے محل میں ہے ہر جاندار کو دنیا میں موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تم کو پرکھنے کے لئے بری اور اچھی حالت مثلاً فقر اور غنا اور مرض اور صحت سے آزمائیں گے فِتْنَةً مفعول لہ ہے یعنی تاکہ ہم دیکھیں کہ تم صبر و شکر کرتے ہو یا نہیں، اور تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے تو ہم تم کو بدلہ دیں گے اور یہ کافر جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کا مذاق اڑانے لگتے ہیں یعنی آپ کا مذاق بناتے ہیں، اور آپس میں کہتے ہیں کہ کیا یہی صاحب ہیں وہ جو تمہارے معبودوں کا ذکر برائی سے کیا کرتے ہیں؟ اور یہ لوگ رحمان کے ذکر کے منکر ہیں جبکہ ان لوگوں نے کہا ہم رحمن کو نہیں جانتے اور ان کے عذاب کو جلدی طلب کرنے کے بارے میں آیت خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ نازل ہوئی یعنی انسان اپنے احوال کے بارے میں عجالت پسندی کی وجہ سے گویا کہ عجالت (کے مادہ) سے بنا ہوا ہے، ہم عنقریب آپ کو اپنی نشانیاں یعنی میرے عذاب کے وعدے دکھائے دیتے ہیں لہذا اس بارے میں مجھ سے جلدی مت کرو چنانچہ ان کو بدر میں قتل کا عذاب دکھا دیا اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ وہ قیامت کا وعدہ کب آئے گا، اگر تم عذاب کے وعدے میں سچے ہو، کاش کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی کہ جب یہ کافر آگ کو نہ اپنے آگے سے روک سکیں دفع کر سکیں گے اور نہ پیچھے سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی یعنی وہ قیامت کے دن عذاب سے نہیں بچائے جائیں گے اور لَوْ کا جواب ماسالوا ذلک ہے بلکہ قیامت ان کو ایک دم آ لے گی سوان کو بدحواس متحیر کر دے گی پھر نہ ان کو اس کے ہٹانے کی قدرت ہوگی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی یعنی توبہ یا عذر خواہی کی مہلت نہ دی جائے گی آپ سے پہلے جو پیغمبر گزر چکے ہیں ان کے ساتھ بھی تمسخر کیا گیا اس میں آپ ﷺ کے لئے تسلی ہے، سوہمی کرنے والوں کو بھی اس چیز نے گھیر لیا (نازل ہوگئی) جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے اور وہ عذاب ہے لہذا اسی طریقہ سے (عذاب) ان لوگوں کو بھی آگھرے گا جو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

## تَحْقِيقُ وَتَرْكِيْبُ تَسْبِيْحٍ وَتَفْسِيْرِيْ فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: اَوَلَمْ يَرَوْا هَمْزُ فَعْلٍ مَحْذُوفٍ پُرْدَا ضَلَّہ اور وَاوِ عَاطِفَہ کے ذریعہ یَرَوْا کا محذوف پر عطف ہے، تقدیر عبارت یہ ہے اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا وَلَمْ يَعْلَمُوا اَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا، کانتا حشینیہ کا صیغہ ہے حالانکہ اس کی ضمیر سموات والارض کی طرف راجع ہے جو کہ جمع ہیں لہذا مرجع اور ضمیر میں مطابقت نہیں ہے۔

**جَوَابُ:** دونوں یا دو جنس مراد ہیں، اس لئے کہ آسمان ایک نوع ہے اور زمین دوسری نوع ہے اور رویت سے رویت قلبی مراد ہے، واو کے ساتھ اور ترک واو کے ساتھ دونوں قراءتیں ہیں۔

**قَوْلُهُ:** رَتَقًا كَانَتْ اى خبر ہے مصدر ہونے کی وجہ سے مفرد استعمال ہوئی ہے، مبالغہ جمل بھی درست ہے اور مضاف محذوف مان کر بھی جمل درست ہے اى ذوی رَتَقٍ اى کانتا شیئاً واحداً مفسر علام نے بمعنی مسدودۃً مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے رَتَقًا (ن) مصدر ہے منہ بند، ملا ہوا، جڑا ہوا، یہاں مصدر اسم مفعول یا اسم فاعل کے معنی میں ہے فَتَقًا (ن، ض) پھاڑنا، کھولنا، الگ کرنا۔

**قَوْلُهُ:** وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اِگر جَعَلَ بمعنی صَيَّرَ ہو تو متعدی بدو مفعول ہوگا، اور جار مجرور اپنے متعلق محذوف نَاشِئاً یا مَتَسَبِّباً سے متعلق ہو کر مفعول ثانی مقدم ہوگا اور كُلَّ شَيْءٍ مفعول اول مؤخر ہوگا تقدیر عبارت یہ ہوگی وَجَعَلْنَا نَاشِئاً مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اور اِگر جعل بمعنی خَلَقَ ہو تو متعدی بیک مفعول ہوگا اور وہ کل شئی حَیّ ہے اور من الماء جار مجرور سے مل کر جعلنا کے متعلق ہے۔

**قَوْلُهُ:** رَوَّاسِيٍّ رَوَّاسِيٍّ جمع رَاسِيٍّ اور اسی بمعنی راسخ و ثابت اور مختار میں ہے کہ جبال ثابت کو بھی رَاسِيٍّ کہتے ہیں، رَسَا الشَّيْءُ سے ماخوذ ہے جبکہ شئی ثابت اور مستقر ہو جائے، مفسر علام نے لَا مقدر مانا ہے تاکہ ان تسمیداً بَہَا کا علت بننا صحیح ہو جائے، اس لئے کہ پہاڑوں کا قیام عدم تحرک کے لئے ہے نہ کہ تحرک کے لئے فَجَاجًا دو پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستہ فجاج کا واحد فَجٌّ ہے جیسے سہام کا واحد سَهْمٌ ہے۔

**قَوْلُهُ:** وَلِلتَّشْبِيهِ بِهِ اَتَى بِضَمِيرٍ جَمْعٍ مَنْ يَعْقِلُ اس پوری عبارت کے اضافہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔  
**يَسْبُحُونَ:** يَسْبُحُونَ کا فاعل شمس و قمر اور نجوم ہیں جو کہ غیر ذوی العقول ہیں ان کے لئے جمع مؤنث غائب کا صیغہ ہونا چاہئے نہ کہ جمع مذکر غائب کا اور واؤ نون کے ساتھ جمع تو ذوی العقول کی لائی جاتی ہے نہ کہ غیر ذوی العقول کی۔

**جَوَابُ:** جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ شمس و قمر کی طرف يَسْبُحُونَ کی نسبت کی گئی ہے اور سَبَحَ یعنی تیرنا ذوی العقول کا فعل ہے تو اس مناسبت سے يَسْبُحُونَ کو واؤ نون کے ساتھ لایا گیا ہے، عدم الخلود کو بشر کے ساتھ خاص کیا حالانکہ دیگر ذی روح بلکہ کائنات کی کسی شئی کے لئے خلود فی الدنیا نہیں ہے، جواب یہ ہے کہ ان کا سوال بھی آپ ﷺ کے لئے موت کی توقع بشر ہونے کی حیثیت ہی سے تھی۔

**قَوْلُهُ:** فَالْجُمْلَةُ الْاٰخِرَةُ محل الاستفهام الانکاری اس عبارت کا مقصد بھی ایک شبہ کا ازالہ ہے، شبہ یہ ہے کہ ہمزہ استفہام انکاری فَاِنْ مُتَّ پر داخل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی موت کا بھی انکار ہے اور ان کے خلود کا بھی، حالانکہ مقصد ان کے خلود کا انکار ہے، جواب کا ماحصل یہ ہے کہ ہمزہ دراصل جملہ اخیرہ ہی پر داخل ہے مگر چونکہ ہمزہ صدارت کلام کو چاہتا ہے اس لئے اس کو جملہ کے شروع میں لایا گیا ہے ورنہ اصل تقدیر عبارت یہ ہے اَفْهَمُ الْخٰلِدُوْنَ اِنْ مُتَّ كُلُّ نَفْسٍ ذٰئِقَةُ

المَوْتِ نفس سے مراد نفسِ ناطقہ ہے اور موت سے مراد قوتِ حیوانیہ کا زوال اور روح کا جسد سے انفصال ہے اور ذائقہ سے مراد یہاں ادراک بالقوة الذائقة نہیں ہے اس لئے کہ موت مطعومات کے قبیل سے نہیں ہے بلکہ مطلقاً ادراک مراد ہے، اور ادراک سے بھی موت کے مبادیات مثلاً آلام وغیرہ کا ادراک مراد ہے اس لئے کہ موت کا ادراک دخول فی الجسد سے پہلے ممکن نہیں ہے اور دخول کے بعد انسان مردہ ہو جاتا ہے اس وقت ادراک ممکن نہیں رہتا۔

قَوْلِهِ: فِتْنَةً اس کے منصوب ہونے کی تین وجہ ہو سکتی ہیں ① نَبَلَوْكُمْ کا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے ② مصدر موضع حال میں واقع ہونے کی وجہ سے ای نَبَلَوْكُمْ فَاتِنِينَ ③ نَبَلَوْكُمْ کا مفعول مطلق بغیر لفظ ہونے کی وجہ سے اس لئے کہ نَبَلَوْ اور فِتْنَةً دونوں متحد المعنی ہیں وَإِذَا رَأَوْكَ الَّذِينَ كَفَرُوا اس جملہ کا عطف ماسبق میں وَأَسْرُوا النَّجْوَى پر ہے، اور شرط ہے أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ اس کی جزاء ہے جزاء سے پہلے يقولون مقدر ہے اور إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا شرط جزاء کے درمیان جملہ معترضہ ہے اور هُزُوًا مصدر مفعول کے معنی میں ہے وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمَنِ هُمْ كَافِرُونَ اول ہم مبتداء ہے ثانی ہم اس کی تاکید ہے کافرون اس کی خبر ہے اور بِذِكْرِ الرَّحْمَنِ کافرون سے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے ہم کافرون بِذِكْرِ الرَّحْمَنِ اور وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمَنِ الخ جملہ حالیہ ہونے کی وجہ سے محل منصوب ہے، مفسر رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى نے لَهُمْ کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ذکر مصدر کی اضافت رحمن کی جانب یہ اضافت مصدر الی الفاعل ہے، اور بعض حضرات نے اضافت مصدر الی المفعول بھی کہا ہے اس وقت تقدیر عبارت و ذکر ہم الرحمن بالتوحید ہوگی۔ (جمل)



حضرت مسیح و عزیر وغیرہ کو خدا کا شریک یا فرشتوں اور مسیح کو خدا کی اولاد کہا گیا ان گمراہ کن عقائد کی تردید واضح دلائل کے ساتھ آئی ہے جس کا مخالفین کے پاس کوئی جواب نہ تھا ایسے موقع پر جب مخالف جہت اور دلیل سے مغلوب ہو جاتا ہے تو جھنجلاہٹ میں بے تکی اور بے جوڑ باتیں کرنے لگتا ہے، اسی کا نتیجہ تھا کہ مشرکین مکہ اس کی تمنا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی جلد وفات ہو جائے جیسا کہ بعض روایات میں ہے، قرآن عزیز نے بھی ان کے اس مقولہ کو ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے آپ کی موت کی تمنا اور خواہش کا اظہار کیا ہے، مذکورہ آیت میں حق تعالیٰ نے ان کی اس بیہودہ تمنا اور آرزو کے دو جواب دیئے ہیں وہ یہ کہ اگر ہمارے رسول ﷺ کی جلد ہی وفات ہوگئی تو تمہیں کیا فائدہ پہنچے گا؟ اگر تمہارا مقصد یہ ہے کہ جب ان کی موت ہو جائے گی تو ہم لوگوں کو بتلائیں گے کہ یہ نبی اور رسول نہیں تھے ورنہ تو موت نہ آتی تو اس کا یہ جواب دیا کہ جن انبیاء کی نبوت کو تم بھی مانتے ہو کیا ان کو موت نہیں آئی؟ جب ان کی موت سے ان کی نبوت اور رسالت میں کوئی فرق نہیں آیا تو آپ ﷺ کی موت سے آپ کی نبوت کے خلاف کوئی پروپیگنڈہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اور اگر تمہارا مقصد آپ ﷺ کی وفات سے اپنا غصہ ٹھنڈا کرنا ہے تو یاد رکھو کہ موت کا یہ مرحلہ تمہیں بھی درپیش ہے آخر تمہیں بھی مرنا ہے پھر کسی کی موت سے خوش ہونے کے کیا معنی؟

اگر بمراد عدو جائے شادمانی نیست کہ زندگانی ما نیز جاودانی نیست

(سعدی)

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ یعنی ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، یہاں ہر نفس سے نفوس ارضیہ مراد ہیں یعنی زمینی جانداروں کو موت آنا لازمی ہے، نفوس ملائکہ اس میں داخل نہیں ہیں، قیامت کے دن فرشتوں کو بھی موت آئے گی یا نہیں اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ ایک لحظہ کے لئے تو سب پر موت طاری ہو جائے گی خواہ انسان اور نفوس ارضیہ ہوں یا فرشتے اور نفوس سماویہ، بعض مفسرین نے کہا ہے فرشتے اور جنت کے حور و غلمان اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(روح المعانی)

ذائقة الموت سے اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ ہر نفس موت کی خاص تکلیف محسوس کرے گا کیونکہ مزہ چکھنے کا محاورہ ایسے ہی موقع پر استعمال ہوتا ہے۔

وَنَبْلُوهُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً یعنی خیر و شر کے ذریعہ ہم انسان کی آزمائش کرتے ہیں، شر سے مراد ہر خلاف طبع چیز ہے، جیسے بیماری، رنج و غم اور فقر و فاقہ اور خیر سے اس کے بالمقابل ہر مرغوب طبع چیز ہے جیسے صحت و عافیت، خوشی و راحت مذکورہ دونوں قسم کی چیزیں اس دنیا میں آزمائش کیلئے دی جاتی ہیں یعنی اس بات کی آزمائش کرنا مقصود ہوتا ہے کہ خلاف طبع امور پر صبر کر کے اس کا حق ادا کرتا ہے یا نہیں اسی طرح مرغوب خاطر چیزوں پر شکر کر کے اس کا حق ادا کرتا ہے یا نہیں۔

خلق الانسان من عجل الخ یہ کفار کے مطالبہ عذاب کے جواب میں ہے، مطلب یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں جس طرح کچھ کمزوریاں ہیں ان میں سے ایک کمزوری عجلت کی بھی ہے اور جو چیز طبیعت اور جبلت میں داخل ہوتی ہے عرب اس کو اسی عنوان سے تعبیر کرتے ہیں یعنی یہ شخص اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جیسے اگر کسی کے مزاج میں غصہ غالب ہو تو کہا جائے گا کہ یہ غصہ



کا بنا ہوا آدمی ہے، چنانچہ کفار کی جلد بازی کا نتیجہ غزوہ بدر وغیرہ میں کفار کو کھلی آنکھوں دکھادیا۔

قُلْ لَهُمْ مَن يَكْلُوهُمْ يَحْفَظُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَنِ مَن عَذَابِهِ إِن نَزَلَ بِكُمْ أَى لَا أَحَدٌ يَفْعَلُ ذَلِكَ وَالْمُحَاطَبُونَ لَا يَخَافُونَ عَذَابَ اللَّهِ لِانْكَارِهِمْ لَهُ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ أَى الْقُرْآنِ مُعْرِضُونَ ۝ لَا يَتَفَكَّرُونَ فِيهِ أَمْرٌ فِيهَا مَعْنَى الْهَمْزَةِ الْإِنْكَارِ أَى أَلْهَمَ اللَّهُ تَمْنَعُهُمْ مِمَّا يَسُوُّهُمْ مِّنْ دُونِنَا أَى أَلْهَمَ مِنْ يَمْنَعُهُمْ مِنْهُ غَيْرُنَا لَا لَا يَسْتَطِيعُونَ أَى الْإِلَهَةُ نَصَرَ أَنْفُسَهُمْ فَلَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَا هُمْ أَى الْكُفَّارُ مِمَّا مِنْ عَذَابِنَا يَصْحَبُونَ ۝ يُجَارُونَ يُقَالُ صَحَبَكَ اللَّهُ أَى حَفَظَكَ وَأَجَارَكَ بَلْ مَتَّعْنَا هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ بِمَا أَنْعَمْنَا عَلَيْهِمْ حَتَّى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ فَاغْتَرَبُوا بِذَلِكَ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّ آتَى الْأَرْضَ نَقْصًا أَرْضُهُمْ نَقْصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا بِالْفَتْحِ عَلَى النَّبِيِّ أَفْهَمُ الْغُلَبُونَ ۝ لَا بَلِ النَّبِيُّ وَأَصْحَابُهُ قُلْ لَهُمْ إِنَّمَا أَنْذَرُكُمْ بِالْوَحْيِ مِنَ اللَّهِ لَا مِنْ قَبْلِ نَفْسِي وَلَا يَسْمَعُ الصَّمَدُ الدُّعَاءَ إِذَا بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْيَاءِ مَا يُنْذَرُونَ ۝ أَى هُمْ لِيَتْرَكِهِمُ الْعَمَلُ بِمَا سَمِعُوهُ مِنَ الْإِنذَارِ كَالصَّمِ وَلَكِنْ مَسَّتْهُمْ فَحَصَةٌ وَقَعَةٌ خَفِيفَةٌ مِنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يَا لَتَنَبِيٍّ وَبَلَا كُنَّا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ بِالْإِشْرَافِ وَتَكْذِيبِ مُحَمَّدٍ وَنَضْعِ الْمَوَازِينِ الْقِسْطِ ذَوَاتِ الْعَدْلِ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ أَى فِيهِ فَلَا تَظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا مِنْ نَقْصِ حَسَنَةٍ أَوْ زِيَادَةِ سَيِّئَةٍ وَإِنْ كَانَ الْعَمَلُ مَثْقَالَ زَرَّةٍ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا أَى بِمَوْزُونِهَا وَكُنْ بِنَا حُسْبِينَ ۝ مُخَصِّنٌ فِي كُلِّ شَيْءٍ وَلَقَدْ أَتَيْنَا مُوسَى وَهَارُونَ الْقُرْقَانَ أَى التَّوْرَةَ الْفَارَقَةَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَضِيَاءَ بِهَا وَذِكْرًا أَى عِظَةً بِهَا لِلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ عَنِ النَّاسِ أَى فِي الْخَلَاءِ عَنْهُمْ وَهُمْ مِنَ السَّاعَةِ أَى أَبْوَالِهَا مُشْفِقُونَ ۝ أَى خَائِفُونَ وَهَذَا أَى الْقُرْآنُ ذِكْرٌ مُبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ۝ الْإِسْتِفْهَامُ فِيهِ لِلتَّوْبِخِ.

**تَرْجُمہ:** اے محمد ﷺ ان تم سحر کرنے والوں سے کہئے رحمان کے عذاب سے رات اور دن کون ہے جو تمہاری نگرانی حفاظت کرتا ہے اگر تم پر عذاب نازل ہونے لگے (اللہ کے سوا) ایسا کوئی نہیں کرتا، اور یہ مخاطبین عذاب الہی سے نہیں ڈرتے اس عذاب کے منکر ہونے کی وجہ سے بلکہ یہ لوگ اپنے رب کے ذکر یعنی قرآن سے اعراض کرتے ہیں یعنی اس میں غورو فکر نہیں کرتے اَم اس میں ہمزہ معنی انکاری کے لئے ہے کیا ان کے پاس ہمارے علاوہ ایسے معبود ہیں جو ان کو (ان کی تکلیف) عذاب سے بچائیں؟ یعنی کیا ان کے پاس ہمارے علاوہ کوئی ایسی ذات ہے جو ان کو عذاب سے بچا سکے کوئی نہیں وہ معبودان (باطلہ) خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے تو وہ ان کی کیا حفاظت کر سکیں گے اور نہ وہ کفار ہمارے عذاب سے بچائے جائیں گے

صَحَبَكَ اللَّهُ بولا جاتا ہے یعنی اللہ تیری حفاظت کرے اور تجھ کو (آفات) سے بچائے ہم نے ان کو اور ان کے آباء و اجداد کو ان پر اپنی نعمتوں کے ذریعہ خوب ساز و سامان عطا کئے یہاں تک کہ (اسی حالت) میں ان پر زمانہ دراز گزر گیا چنانچہ اسی وجہ سے وہ دھوکے میں پڑ گئے کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم ان کی زمین کا قصد کر رہے ہیں یعنی (ان کی) زمین کو چاروں طرف سے گھساتے چلے جا رہے ہیں آپ ﷺ کو غلبہ عطا کر کے سو کیا یہ لوگ غالب آئیں گے نہیں بلکہ آپ ﷺ اور ان کے اصحاب (ہی) غالب رہیں گے) آپ ان سے کہہ دیجئے میں تو تم کو اللہ کی جانب سے نہ کہ اپنی جانب سے وحی کے ذریعہ آگاہ کرتا ہوں اور یہ بہرے بات نہیں سنتے جب ان کو آگاہ کیا جاتا ہے دونوں ہمزوں کو محقق کر کے اور ثانی ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ ہمزہ اوری کے درمیان یعنی بہرے کے مانند سنی ہوئی تنبیہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے (گویا کہ حقیقت میں یہ بہرے ہیں) اگر ان کو تیرے رب کے عذاب کا ایک ہلکا سا جھونکا لگ جائے تو پکار اٹھیں ہائے ہماری کبھی یعنی ہماری ہلاکت واقعی ہم شرک اور محمد ﷺ کی تکذیب کی وجہ سے خطا وار تھے اور ہم قیامت کے دن درست میزان عدل قائم کریں گے تو کسی پر اصلاً ظلم نہ کیا جائے گانیکوں کو کم کر کے یا گناہوں میں اضافہ کر کے اور اگر عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو تو بھی ہم اس کو یعنی موزون کو حاضر کر دیں گے اور ہم ہر چیز کا حساب لینے والے کافی ہیں اور یہ بات بالکل سچ ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو تورات فرقان یعنی تورات حق و باطل اور حلال و حرام کے درمیان فرق کرنے والی اور ان پر ہیز گاروں کے لئے نصیحت کی کتاب عطا فرمائی جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ لوگ قیامت یعنی اس کی ہولناکیوں سے بھی ڈرتے ہیں اور یہ قرآن بھی کثیر الفائدہ نصیحت ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے پھر بھی تم اس کے منکر ہو؟ اس میں استفہام تو بیخ کے لئے ہے۔

### تَحْقِيقُ وَتَرْكِيْبُ تَسْهِيْلٍ وَتَفْسِيْرِي فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: يَكْلَنُكُمْ (ف، س) مضارع واحد مذکر غائب مصدر كَلَّ كَلًّا كِلَالَةً حفاظت کرنا۔  
 قَوْلُهُ: إِلَهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِنْ دُونِنَا مِنْ دُونِنَا، إِلَهَةٌ کی صفت ہے کلام میں تقدیم و تاخیر ہے، تقدیر عبارت یہ ہے إِلَهَةٌ مِنْ دُونِنَا تَمْنَعُهُمْ۔  
 قَوْلُهُ: مِمَّا يَسُوءُ هُمْ ان چیزوں سے جو ان کو تکلیف پہنچائیں لَا يُصْحَبُونَ (س) جمع مذکر غائب منفی مجہول، ان کا ساتھ نہیں دیا جائے گا، وہ بچائے نہیں جائیں گے۔  
 قَوْلُهُ: الْمَوَازِينَ الْقِسْطُ موازن کو جمع، بیان عظمت کے لئے لائے ہیں ورنہ میزان ایک ہی ہوگی یا مَائُوْزُنُ کے اعتبار سے جمع لائی گئی ہے یعنی چونکہ اعمال کثیرہ اور اعمال کے انواع کثیرہ تو لے جائیں گے اس لئے جمع لایا گیا ہے قِسْطُ کو مفرد لایا گیا ہے حالانکہ موازن کی صفت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ القسطن مصدر ہے اور مصدر کا اطلاق واحد اور جمع سب پر یکساں ہوتا ہے، مفسر علام نے لیوم القیامۃ کی تفسیر فیہ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ لام بمعنی فی ہے۔

**قَوْلُهُمْ**: شَيْئًا يَأْمُرُ ثَانِي ہے یا تظلم کے مفعول مطلق کی صفت ہے ای لا تظلم ظلمًا شَيْئًا۔  
**قَوْلُهُ**: وَإِنْ كَانَ کے بعد العمل کو مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ کان ناقصہ ہے اس کے اندر ضمیر ہے جو کان کا اسم ہے اور وہ عمل ہے اور **مِثْقَالَ** اس کی خبر ہے اور نافع نے **مِثْقَالَ** رفع کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں کان تامہ ہوگا۔  
**قَوْلُهُ**: بِالْغَيْبِ، يَخْشَوْنَ کی ضمیر سے حال ہے ای يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ غَائِبِينَ عَنِ النَّاسِ یعنی جب وہ تنہائی میں ہوتے ہیں تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں مِنَ السَّاعَةِ کے بعد اَهْوَالِهَا مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ مضاف محذوف ہے اور قیامت سے ڈرنے کا مطلب اس کی ہولناکی سے ڈرنا ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحِ

**قُلْ مَنْ يَكْلَلُكُمْ الْخ** یعنی تمہارے جو کرتوت ہیں وہ تو ایسے ہیں کہ دن رات کی کسی بھی گھڑی میں تم پر عذاب آ سکتا ہے، اس عذاب سے رات دن تمہاری کون حفاظت کرتا ہے؟ کیا اللہ کے سوا بھی کوئی اور ہے جو عذاب الہی سے تمہاری حفاظت کر سکے؟ وَلَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُونَ کے معنی ہیں وَلَا هُمْ يُجَارُونَ مِنْ عَذَابِنَا نہ وہ خود ہی ہمارے عذاب سے محفوظ ہیں، یعنی وہ خود اپنی مدد پر اور عذاب الہی سے بچنے پر قادر نہیں ہیں، پھر ان کی طرف سے ان کی مدد کیا ہو سکتی ہے اور وہ انہیں عذاب سے کس طرح بچا سکتے ہیں۔

**بَلْ مَتَّعْنَاهُمْ الْخ** یعنی ان کی کلاعات اور حفاظت اور بتوں کا عجز اور بیچارگی ایسی چیز نہیں کہ جس کو یہ لوگ سمجھ نہ سکیں اصل بات یہ ہے کہ پشتہ پاشت سے یہ لوگ بے فکری کی زندگی گزار رہے ہیں کوئی جھٹکا عذاب الہی کا نہیں لگا جس کی وجہ سے مغرور اور غفلت کے نشہ میں چور ہو کر حق تعالیٰ کے پیغام اور پیغمبروں کی نصیحت قبول کرنے سے منہ موڑ لیا ہے أَفَلَا يَسْرَوْنَ یعنی عرب میں اسلام پھیلنے لگا ہے اور کفر گھٹنے لگا ہے آہستہ آہستہ وہاں کی زمین کافروں پر تنگ ہوتی جا رہی ہے ان کی حکومتیں اور سرداریاں ٹوٹی جا رہی ہیں، کیا ایسے کھلے ہوئے آثار و قرائن دیکھ کر بھی انہیں اپنا انجام نظر نہیں آتا، کیا ان مشاہدات کے باوجود اس کے امیدوار ہیں کہ یہ لوگ پیغمبر ﷺ اور مسلمانوں پر غالب ہوں گے، اگر چشمِ عبرت ہے تو چاہئے کہ عقل سے کام لیں اور قرآن و احوال سے مستقبل کا اندازہ کریں، کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان کے گرد و پیش کی بستیاں انبیاء کی تکذیب و عداوت کی سزا میں تباہ کی جا چکی ہیں وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ قُلْ إِنَّمَا أَنْذَرُكُمْ الْخ یعنی ہمارا کام وحی الہی کے موافق نصیحت سنا دینا اور انجام سے آگاہ کر دینا ہے، دل کے بہرے اگر اس پکار کو نہ سنیں تو ہمارا قصور نہیں وہ خود اپنے بہرے پن کا خمیازہ بھگتیں گے وَلَئِنْ مَسَّنَهُمْ الْخ یعنی یہ لوگ جو بہرے بنے ہوئے ہیں یہ صرف اس وقت تک ہے کہ ذرا زور سے کھٹکھٹائے نہ جائیں اگر عذاب الہی کی ذرا سی بھٹک ان کے کان میں پڑ گئی یا خدا کے قہر و انتقام کی ادنیٰ سی بھاپ ان کو چھو گئی تو آنکھ کان سب کھل جائیں گے اس وقت بدحواس ہو کر چلائیں گے کہ بے شک ہم بھاری مجرم تھے جو ایسی بھختی آئی۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ الْخ یعنی رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہو عدل و انصاف کی ترازو میں تلے گا ادھر ادھر

ضائع نہ ہوگا، نہ کسی پر ظلم زیادتی کی جائے گی، رتی رتی کا حساب ہوگا۔

تَذَكُّرًا: موازن میں ان کی جمع ہے ہو سکتا ہے کہ بہت سی ترازو ہوں جو مختلف قسم کے اعمال کو تولنے کے لئے الگ الگ قسم کی ہوں جیسا کہ دنیا میں ہر چیز کو تولنے اور ناپنے کی الگ قسم کی ترازو ہوتی ہے، سیال اشیاء کے لئے الگ اور جامد کے لئے الگ پھر سیال میں بھی مختلف چیزوں کے لئے الگ الگ ترازو ہوتی ہیں، یا ایک ہی ترازو ہو مگر مختلف قسم کے اعمال کو تولنے کا کام دے اس وجہ سے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہو۔

كُفًى بِنَا حَاسِبِينَ کا مطلب ہے کہ ہمارا حساب آخری اور فیصلہ کن ہوگا جس کے بعد کوئی دوسرا حساب لینے والا نہیں ہوگا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُسْدَهُ مِنْ قَبْلُ ۖ اٰی هٰدٰهُ قَبْلَ بُلُوْغِهٖ وَكُنَّا بِهٖ عَلٰمِيْنَ ۝ اٰی بَاْنَةُ اٰهْلِ لٰذٰلِكَ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمٰثِيْلُ الْاَصْنََامُ الَّتِي اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝ اٰی عَلٰی عِبَادَتِهَا مُقِيْمُوْنَ قَالُوْا وَجَدْنَا اٰبَاۡنَا لَهَا عٰكِدِيْنَ ۝ فَاَقْتَدَيْنَا بِهٖمْ ۝ قَالَ لَهُمْ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ لِعِبَادَتِهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ بَیِّنٌ قَالُوْا اٰجِئْنَا بِاَلْحَقِّ فِیْ قَوْلِكَ هٰذَا اَمْرًاۢتٌ مِنَ اللّٰعِيْنَ ۝ فِیْہِ قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ الْمُسْتَحِقُّ لِلْعِبَادَةِ رَبُّ مٰلِكِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ۚ خَلَقَهُنَّ عَلٰی غَیْرِ مِثَالِ سَبَقٍ ۚ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ اِلٰہِیُّ قُلْتُمْ مِّنَ الشّٰہِدِيْنَ ۝ بِہِ وَتَاللّٰہِ لَا کِیْدَ لَاصْنَٰمَکُمْۢ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَجَعَلَهُمْۢ بَعْدَ ذٰلِکَ اِلٰہَیْہُمْ الّٰی مُجْتَمِعِہُمْ فِیْ یَوْمٍ عِیدٍ لَّہُمْ جُذُوْا بِضَمِّ الْجِیمِ وَکَسْرِهَا فَتَآتَا بِفَاسٍ الْاَکْبَرِ اَلْہُمْ عَلٰی الْفَاسِ فِیْ غُتْقِہِ لَعَلَّهُمْ اِلَیْہِ اٰی الْکَبِیْرِ یَرْجِعُوْنَ ۝ فِیْرُوْنَ مَافَعَلَ بَغِیْرَہِ قَالُوْا بَعْدَ رُجُوْعِہُمْ وَرُؤِیْتِہُمْ مَا فَعَلَ مِّنْ فَعَلٍ هٰذَا اِلٰہَتِنَا اِنَّہٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فِیہِ قَالُوْا اٰی بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ سَمِعْنَا قَتٰی یَذْکُرْہُمْ اٰی یُعِیْبُہُمْ یُقَالُ لَہٗ اِبْرٰہِیْمٌ ۝ قَالُوْا فَاتَّوٰیہِ عَلٰی اَعْمٰیۡنِ النَّاسِ اٰی ظَاہِرًا لَّعَلَّهُمْ یَشْہَدُوْنَ ۝ عَلَیْہِ اَنّٰہُ الْفَاعِلُ قَالُوْا لَہٗ بَعْدَ اِتِّیَانِہٖ عَاۡنَتٌ بِتَحْقِیْقِ السَّمَزَتٰیۡنِ وَاِبْدَالِ الثَّانِیَةِ اِلْفَا وَتَسْہِیْلِہَا وَاِذْخَالِ اِلْفِ بَیۡنِ الْمُسْہَلَةِ وَالْاُخْرٰی وَتَرْکِہِ فَعَلَتْ هٰذَا اِلٰہَتِنَا یَا اِبْرٰہِیْمُ ۝ قَالَ سَاکُنَا عَنْ فِعْلِہٖ بَلْ فَعَلْہٗ کَیْرُہُمْ هٰذَا فَاَسْأَلُوْہُمْ عَنْ فَاَعِلِہٖ اِنْ کَاۡنُوْا یَنْطِقُوْنَ ۝ فِیہِ تَقْدِیْمُ جَوَابِ الشَّرْطِ وَفِیْمَا قَبْلَہٗ تَعْرِیضٌ لَّهُمْ بِاَنَّ الصَّنَمَ الْمَعْلُوْمَ عِجْزُہٗ عَنْ الْفِعْلِ لَا یَكُوْنُ اِلَہًا فَرَجَعُوْا اِلٰی اَنْفُسِہُمْ بِالتَّفْکْرِ فَقَالُوْا لَاۤ اَنْفُسِہُمْ اِنَّکُمْ اَنْتُمْ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اٰی بَعَادَتِکُمْ مِّنْ لَا یَنْطِقُ ثُمَّ رُکِّسُوْا بِسَنِ اللّٰہِ عَلٰی رُؤُوسِہُمْ اٰی رُدُّوْا اِلٰی کُفْرِہِمْ وَقَالُوْا وَاللّٰہِ لَقَدْ عَلَّمْتُمْ مَا هُوَ لَا یَنْطِقُوْنَ ۝ اٰی تَبًّا وَتُبْحًا قَالَ لَقَدْ عَلَّمْتُمْ مِّنْ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکُمْ شَیْئًا وَلَا یَضُرُّکُمْ ۝ اٰی لَکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوۡنَ مِّنْ دُوۡنِ اللّٰہِ اٰی غَیْرِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اٰی ہٰذِہٖ الْاَصْنََامُ لَا تَسْتَحِقُّ الْعِبَادَةَ وَلَا تَصْلُحُ لَهَا وَاِنَّمَا یَسْتَحِقُّہَا اللّٰہُ تَعَالٰی .

**ترجمہ:** اور ہم نے پہلے ہی ابراہیم کو یعنی سن بلوغ کے پہنچنے سے پہلے ہوشمندی عطا فرمائی تھی اور ہم اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ وہ اس کا اہل ہے جبکہ اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا یہ مورتیاں (بت) جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟ یعنی ان کی بندگی میں لگے ہوئے ہو تو سب نے جواب دیا ہم نے اپنے آباء و اجداد کو انہیں کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے لہذا ہم نے انہی کی اقتداء اختیار کی ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا پھر تو تم اور تمہارے آباء ان کی بندگی کرنے کی وجہ سے کھلی گمراہی میں ہو، تو کہنے لگے کیا تم اپنے اس قول میں ہم سے سچ بات کہتے ہو؟ یا اس بات میں (یوں ہی) مذاق کر رہے ہو؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا نہیں، بلکہ تمہارا رب جو کہ مستحق عبادت ہے وہ رب مالک ہے زمین اور آسمانوں کا جس نے ان کو بغیر کسی سابق نمونے کے پیدا فرمایا اور میں تو اس بات پر جو میں نے کہی ہے گواہ ہوں (قائل ہوں) اور خدا کی قسم میں تمہارے بتوں کے ساتھ تمہارے چلے جانے کے بعد ضرور ایک چال چلوں گا تو ان کے اپنی عید کے دن اپنے میلے میں چلے جانے کے بعد ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جُذَاذًا جیم کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ، تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر ان میں کے بڑے کو (چھوڑ دیا) اور تیرا اس کی گردن میں لٹکا دیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں ان کے (میلے) سے لوٹنے اور ان کے ساتھ جو حرکت کی گئی تھی اس کو دیکھنے کے بعد کہنے لگے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ شخص اس معاملہ میں ظالموں میں سے ہے تو ان لوگوں نے آپس میں کہا ہم نے ایک نوجوان کو جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے ان بتوں کی تنقیص (برائی) کرتے سنا ہے تو وہ لوگ کہنے لگے تو اچھا اس کو سب کے سامنے برسرِ عام حاضر کرو تاکہ لوگ اس کے خلاف اس بات کی گواہی دیں کہ یہی ہے (یہ حرکت) کرنے والا شخص تو اس کے آنے کے بعد لوگوں نے اس سے معلوم کیا کہ کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے اے ابراہیم؟ اپنے فعل سے سکوت اختیار کرتے ہوئے کہا نہیں بلکہ ان کے اس بڑے (گرو) نے کی ہے، یہ حرکت کرنے والے کے بارے میں ان ہی سے معلوم کرو اگر یہ بول سکتے ہوں؟ اس میں جواب شرط مقدم ہے اور ماقبل میں مشرکین کیلئے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بت جن کا عاجز عن الفعل ہونا معلوم اور متعین ہے وہ معبود نہیں ہو سکتے، چنانچہ یہ لوگ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریر سن کر) سوچ میں پڑ گئے اور اپنے دلوں میں کہنے لگے تم ہی درحقیقت ظالم ہو ایسی چیز کی بندگی کر کے جو بول بھی نہ سکے پھر ان کی کھوپڑی اوندھی ہو گئی (یعنی جہل و عناد کی طرف پلٹ گئے) یعنی اپنے کفر کی طرف پلٹ گئے، اور کہنے لگے واللہ (اے ابراہیم) تم تو جانتے ہی ہو کہ یہ بولنے پر قادر نہیں ہیں یعنی پھر تم ہم کو ان سے سوال کرنے کیلئے کیوں کہتے ہو؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ تو کیا خدا کو چھوڑ کر یعنی اس کے عوض ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو کہ جو تم کو رزق وغیرہ کا کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی اور اگر تم ان کی عبادت نہ کرو تو تم کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی تف ہے تم پر، فاکے فتح اور کسرہ کیساتھ مصدر کے معنی میں یعنی تَبَّأْ وَقُبْحًا (کے معنی میں) اور

ان پر بھی جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو کیا تمہیں اتنی سی بھی عقل نہیں؟ یعنی یہ بت عبادت کے مستحق نہیں اور نہ معبود بننے کی ان میں صلاحیت ہے عبادت کا مستحق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

## تحقیق و ترکیب تسبیح و تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ:** وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ وَاجْعَلْ لَنَا دِينًا إِسْلَامًا اِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ رُشْدٌ صلاحیت، ہوشیاری، ہدایت، حسن تدبیر مِنْ قَبْلُ مضاف الیہ محذوف ہے اَنْ قَبْلُ بُلُوْغِهِ، قبلہ کی ضمیر حضرت موسیٰ و عیسیٰ و محمد ﷺ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے، التماثل جمع تمثال پتھر یا دھات وغیرہ کی مورتی عَاكِفُونَ جمع عَاكِف ملازم، محکم، مجاور۔

**قَوْلُهُ:** لَهَا عَاكِفُونَ، عَاكِف کا صلہ علی آتا ہے لیکن یہاں لام استعمال ہوا ہے مفسر علام نے اشارہ کر دیا کہ لام بمعنی علی ہے اور اگر عاکف متضمن بمعنی عابد لیا جائے تو اس وقت لام صلہ لانا درست ہوگا اور اگر لام تعدیہ کے بجائے اختصاص کے لئے لے لیا جائے تو عاکف کا صلہ لام لانا بھی صحیح ہوگا جیسا کہ قالوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ میں عابدین کا صلہ لام استعمال ہوا ہے۔

**قَوْلُهُ:** فَجَعَلَهُمْ فِيْ هِمِّ ضَمِيرٌ مَذْكُورٌ ذِي الْعُقُولِ کے لئے مشرکین کے گمان کے اعتبار سے استعمال ہوئی ہے۔  
**قَوْلُهُ:** جُذَاذًا مصدر ہونے کی وجہ سے جمع نہیں لایا گیا اور بعض حضرات نے جُذَاذًا کو جُذَاذَة کی جمع کہا ہے جیسا کہ زُجَاجُ زُجَاجَة کی جمع ہے، اور بعض حضرات نے جُذَاذًا مصدر بمعنی معذور کے لیا ہے۔

**قَوْلُهُ:** مَنْ فَعَلَ هَذَا مَنْ مبتداء ہے اور فَعَلَ هَذَا اس کی خبر ہے اور اِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِيْنَ جملہ متانفہ ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مَنْ موصولہ اپنے صلہ سے ملکر مبتداء اور اِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِيْنَ اس کی خبر۔

**قَوْلُهُ:** سَمِعْنَا فِتْنًا يَذْكُرُ، سَمِعْنَا، چونکہ ایسی شئی پر داخل ہے کہ جو مسوع نہیں ہو سکتی اور وہ فِتْنٌ ہے اس لئے کہ فِتْنٌ دیکھنے کی چیز ہے نہ کہ سننے کی ایسی صورت میں سَمِعَ متعدی بدو مفعول ہوتا ہے، لہذا یہاں سَمِعْنَا متعدی بدو مفعول ہے مفعول اول فِتْنٌ ہے اور یذکر ہم جملہ ہو کر مفعول ثانی ہے، اور اگر سَمِعَ شئی مسوع پر داخل ہو تو متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسا کہ تو کہے سَمِعْتُ کلام زید۔

**قَوْلُهُ:** يَقَالُ لَهُ اِبْرَاهِيمُ یہ فِتْنٌ کی صفت ثانیہ ہے ابراہیم کے مرفوع ہونے کی چند وجوہ ہو سکتی ہیں اول، یقال کا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے یقال له ابراہیم ای یُسَمَّى له ابراہیم اس صورت میں ابراہیم سے مراد لفظ ابراہیم ہوگا نہ کہ مسمی ابراہیم، دوسری وجہ یہ ہے کہ ابراہیم مبتداء محذوف کی خبر ہو ای یقال له هذا ابراہیم، یا ابراہیم مبتداء ہو اور اس کی خبر محذوف ہو ای یقال له ابراہیم فاعل ذلك۔

قَوْلُهُمْ: کبیر ہم ہذا، ہذا کبیر ہم سے بدل ہے یا صفت ہے۔

قَوْلُهُمْ: نُكْسُوا عَلٰی رُءُوسِهِمْ جمہور کی قراءت میں نُكْسُوا مبنی للمفعول ہے یعنی ان کی کھوپڑی الٹ دی گئی اور الٹنے والا اللہ تعالیٰ ہے، مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریر سے بتوں کا عاجز اور بے بس ہونا سمجھ میں آ گیا تھا اور قریب تھا کہ حق کی طرف رجوع کریں مگر ان کی کھوپڑی پھر گئی جس کی وجہ سے کفر کی طرف پلٹ گئے، مفسر علام نے مِنَ اللّٰهِ کا اضافہ فرما کر اسی قراءت کی طرف اشارہ کیا ہے اور شاذ قراءت میں نَكْسُوا نون کے فتح اور کاف کی تشدید کے ساتھ مبنی للفاعل بھی ہے اس صورت میں نَكْسُوا کے فاعل خود مشرکین ہوں گے اور مطلب یہ ہوگا کہ مشرکین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدلل تقریریں کر شر مندگی اور ندامت کی وجہ سے سر جھکا لیا مگر کچھ دیر کے بعد کفر کی طرف پلٹ گئے۔

قَوْلُهُمْ: قَالُوا وَاللّٰهِ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ لَقَدْ عَلِمْتُمْ ہم محذوف کا جواب ہے۔

قَوْلُهُمْ: اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ فاعاطفہ ہے معطوف علیہ فعل محذوف ہے جس پر ہمزہ داخل ہے تقدیر عبارت یہ ہے اَجْهَلْتُمْ فَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

وَلَقَدْ اَتَيْنَا اِبْرٰهیمَ رُسُلَهُ مِنْ قَبْلُ، مِنْ قَبْلُ سے مراد یا تو یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو رشد (ہدایت یا ہوشمندی) دینے کا واقعہ آپ ﷺ اور موسیٰ و ہارون علیہ السلام سے پہلے کا ہے یا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا کرنے سے پہلے ہی ہوشمندی عطا کر دی گئی تھی، اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ بلوغ سے پہلے ہی آپ کو ہوشمندی اور صلاحیت عطا کر دی گئی تھی اور ہم اپنے علم ازلی کے اعتبار سے اس بات کو جانتے تھے کہ وہ اس رشد کا اہل ہے اور وہ اس کا صحیح استعمال کرے گا، جبکہ اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟ یعنی ذرا ان کی اصلیت اور حقیقت کو بیان کرو آخر پتھر کی خود تراشیدہ مورتیاں خدا کس طرح بن گئیں قَالُوا وَجَدْنَا اَبَانًا الخ یعنی عقل اور فطرت اور نقل معتد بہ کی کوئی شہادت ہماری تائید میں نہیں ہے نہ سہی لیکن سب سے بڑی اور بھاری دلیل بت پرستی کے حق و صواب ہونے کی یہ ہے کہ اوپر سے ہمارے باپ دادا انہیں کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں پھر ہم اپنے بڑوں کا طریقہ کیسے چھوڑ دیں۔

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس دلیل سے تمہاری حقانیت اور عقلمندی ثابت نہیں ہوئی البتہ یہ ثابت ہوا کہ تمہارے باپ دادا بھی تمہاری طرح گمراہ اور بے وقوف تھے جنکی کو رائے تقلید میں تم گمراہ ہو رہے ہو۔ پوری قوم کے عقیدہ کے خلاف ابراہیم علیہ السلام کی ایسی سخت اور مدلل گفتگو سن کر ان میں بالکل مچ گئی کہنے لگے کیا سچ مچ تیرا عقیدہ یہی ہے یا نہی اور دل لگی کرتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا، میرا عقیدہ ہی یہ ہے اور میں پورے یقین اور بصیرت کے ساتھ اس کی شہادت دیتا ہوں کہ میرا اور تمہارا سب کا رب وہی ایک خدا ہے جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے۔

حضرت ابراہیم نے آہستہ سے کہا کہ تمہارے چلے جانے کے بعد تمہارے بتوں کا علاج کر دوں گا، یہ بات حضرت ابراہیم

ﷺ نے یا تو اپنے دل میں کہی یا کمزور قسم کے لوگوں کے سامنے آہستہ سے کہی، یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ زبانی نہی عن المنکر تو میں کر چکا اب نہی عن المنکر فعلی کروں گا، چنانچہ جب قوم جشن منانے کے لئے میلے میں باہر چلی گئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موقع کو غنیمت سمجھ کر سب بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور صرف بڑے بت کو جو جسم و جشہ کے اعتبار سے سب سے بڑا تھا چھوڑ دیا اور کلہاڑی اس کے گلے میں لٹکا دی، تاکہ وہ لوگ جب واپس آ کر یہ صورت حال دیکھیں تو قدرتی طور پر ان کا خیال اس بڑے بت کی طرف ہو، یا الزام اس کی طرف رجوع کرایا جاسکے، چنانچہ جب وہ لوگ میلے سے واپس آئے تو بڑا حیرت انگیز منظر دیکھا کہ سب بت ٹوٹے پڑے ہیں اور کلہاڑی بڑے بت کے گلے میں لٹکی ہوئی ہے تو کہنے لگے یہ گستاخی اور بے ادبی کی حرکت ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے کی ہے؟ یقیناً جس نے یہ حرکت کی ہے بڑا ظالم اور بے رحم ہے، چنانچہ بعض ان لوگوں نے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقولہ تَالِهَ لَا كِبْدًا اَصْنَامُكُمْ سنا ہوگا کہنے لگے وہ نو جوان ابراہیم (علیہ السلام) ہے نا، وہ ہمارے بتوں کے خلاف باتیں کرتا ہے معلوم ہوتا ہے یہ اسی کی کارستانی ہے۔

پھر سب کہنے لگے اس کو مجمع عام کے سامنے لاؤ تاکہ سب لوگ دیکھیں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجمع عام میں لایا گیا اور ان سے معلوم کیا گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ کام تو اس بڑے بت نے کیا ہے اگر یہ (ٹوٹے ہوئے بت) بول سکتے ہیں تو انہی سے معلوم کرو یہ خود ہی اپنے توڑنے والے کو بتا دیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات بطور تعریض و تبکیت کہی تاکہ لوگ یہ جان لیں کہ جو نہ بول سکتا ہو اور اپنی مصیبت کی فریاد بھی نہ کر سکتا ہو اور نہ خود اپنا دفاع کر سکتا ہو بلکہ بڑا بڑا مار کھاتا رہے وہ معبود نہیں ہو سکتا۔

ایک حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول بل فعلہ کبیر ہم کو لفظ کذب سے تعبیر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے دو اللہ کے لئے ایک انی سقیم اور دوسرا بل فعلہ کبیر ہم ہذا اور تیسرا حضرت سارہ کو اپنی بہن کہنا (صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً) زمانہ حال کے بعض مفسرین نے مرزا قادیانی اور کچھ دوسرے مستشرقین سے مغلوب مسلمانوں نے اس حدیث کو صحیح السند ہونے کے باوجود اس لئے غلط اور باطل کہہ دیا ہے کہ اس سے حضرت خلیل اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت ہوتی ہے اور سند کے تمام راویوں کو جھوٹا کہہ دینا اس سے بہتر ہے کہ خلیل اللہ کو جھوٹا قرار دیا جائے، کیونکہ وہ قرآن کے خلاف ہے لیکن ان کی یہ رائے صحیح نہیں ہے، یقیناً حقیقت کے اعتبار سے انہیں جھوٹ نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ تو یہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ذو معنیں لفظ بولا جائے کہ متکلم اس کا ایک معنی مراد لے اور مخاطب دوسرے معنی سمجھے، دینی ضرورت اور مصلحت کے لئے تو یہ درست ہے، ظلم سے بچنے کے لئے باتفاق فقہاء بالکل جائز ہے۔

تو یہ شیعوں کے تقیہ سے بالکل مختلف چیز ہے، تقیہ میں صریح جھوٹ بولا جاتا ہے اور اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے، تو یہ میں صریح جھوٹ نہیں ہوتا بلکہ جس معنی سے متکلم بول رہا ہے وہ بالکل صحیح ہوتے ہیں، جیسے اسلامی رشتہ سے بیوی اور شوہر کا بھائی بہن ہونا، سفر ہجرت کے دوران جب کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی گرفتاری کے لئے سوانٹ انعام رکھا ہوا تھا، ایک شخص کا راستہ



میں ملنا اور حضرت ابوبکر صدیق سے آپ ﷺ کے بارے میں دریافت کرنا کہ یہ کون ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق کا ردِ جمل یہودیسی السبیل تو یہ کہ طور پر فرمانا، یہودیسی السبیل کے دو معنی ہیں دینی رہنمائی کرنے والا اور سفر کے لئے رہبری کرنے والا، حضرت ابوبکر کا مقصد آخرت اور دینی رہبری تھی اور مخاطب نے سفر کی رہبری سمجھا اسی کو تو یہ کہتے ہیں صحابہ اور اسلاف کی زندگی میں اس قسم کی صدا ہا مثالیں آپ کو مل سکتی ہیں۔

حدیث شریف میں بھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بارے میں کذبات ثلاثہ کا ذکر ہے، ان کا پہلا کذب فعلہ کبیر ہم ہذا ہے اس کی بہت سی توجیہات کی گئی ہیں مگر ان میں سب سے صاف اور بے غبار توجیہ یہ ہے کہ یہ اسناد مجازی کے قبیل سے ہے، عربی میں اس کی بہت سی مثالیں مذکور ہیں مثلاً انبت الربیع البقل چونکہ موسم ربیع بقل کو اگانے کا بظاہر سبب ہے اس لئے انبات کی نسبت بقل کی جانب کر دی گئی ہے، ورنہ حقیقت میں انبات اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، دوسری مثال بنی الامیر المدینہ ہے چونکہ امیر کے حکم سے مدینہ کی تعمیر ہوئی ہے اس لئے بناء کی نسبت امیر کی جانب کر دی گئی ہے ورنہ بنانے والے تو درحقیقت معمار اور بنائین ہیں، اسی طرح فعلہ کبیر ہم ہذا میں بھی اسناد مجازی ہے، چونکہ مشرکوں نے بڑے بت کو خدا کا درجہ دے رکھا تھا اور رات دن اس کی بندگی کرتے تھے تو گویا کہ بتوں کو توڑنے پر اس بڑے بت نے ہی آمادہ کیا گویا کہ بڑا بت ہی ان بتوں کو توڑنے کا سبب بنا اسی سمیت کی وجہ سے فعل کی نسبت بڑے بت کی طرف کر دی گئی ہے، دوسرا انسی سقیم ہے سقیم کے معنی جس طرح بیماری کے آتے ہیں اسی طرح دلی رنج و غم کے بھی آتے ہیں، اس میں شک کی کیا گنجائش ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اپنی قوم کی گمراہی کو دیکھ کر کس قدر رنجیدہ اور غم زدہ ہوں گے لہذا آپ کا انسی سقیم کہنا اپنی جگہ درست اور بالکل صحیح تھا، تیسرا حضرت سارہ کو بہن بتانا تو یہ بھی کوئی خلاف واقعہ بات نہیں تھی اس لئے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ دونوں آپس میں دینی اور اسلامی بھائی بہن تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی وضاحت بھی کر دی تھی کہ میں نے ظالم بادشاہ کے سامنے تم کو اپنی بہن بتایا ہے لہذا تم بھی اس کے خلاف نہ کہنا اور ہم دونوں دینی اور اسلامی بھائی ہیں، ظالم بادشاہ کی دست درازی اور اس کے شل ہونے نیز حضرت سارہ کو صحیح سلامت رخصت کرنے کے واقعہ کے لئے تفسیر کی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

حدیث میں کذبات ثلاثہ کا ذکر جس ضمن میں آیا ہے وہ بھی قابل غور ہے اور وہ ہے میدانِ محشر میں اللہ کے روبرو جا کر سفارش کرنے سے اس لئے گریز کرنا کہ ان سے دنیا میں تین موقعوں پر لغزش کا صدور ہوا ہے درانحالیکہ وہ لغزشیں نہیں ہیں یعنی حقیقت اور مقصد کے اعتبار سے وہ جھوٹ نہیں ہے مگر اللہ کی عظمت اور جلال کی وجہ سے اتنے خوف زدہ ہوں گے کہ یہ باتیں جھوٹ کے ساتھ ظاہری مماثلت کی وجہ سے قابل گرفت نظر آئیں گی گویا کہ حدیث کا مقصد حضرت ابراہیم کو جھوٹا ثابت کرنا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کیفیت کا اظہار ہے جو قیامت کے دن خشیتِ الہی کی وجہ سے ان پر ظاری ہوگی۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے فوائد عثمانی میں بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا کی توجیہ اس طرح فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے علی السبیل الفرض فَعَلَهُ کبیر ہم ہذا فرمایا تھا جیسا کہ مناظروں میں ہوتا ہے یعنی مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ اس بڑے گرو گھنٹال نے جو صحیح سالم کھڑا ہے اور توڑنے کا

آلہ بھی اس کے پاس موجود ہے یہ کام کیا ہوگا، لیجئے بحث و تحقیق کے وقت بطور الزام و تہکیت میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ بڑے بت نے سب چھوٹوں کو توڑ ڈالا اب آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ ایسا نہیں ہوا کیا دنیا میں ایسا ہوتا نہیں ہے کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلیوں کو نگل جاتی ہے، اور بڑے بادشاہ چھوٹی سلطنتوں کو تباہ کر ڈالتے ہیں، اس لئے فیصلہ کی بہتر صورت میرے اور تمہارے درمیان یہ ہے کہ تم خود اپنے معبودوں ہی سے دریافت کر لو کہ یہ ماجرا کس طرح ہوا اگر یہ کچھ بول سکتے ہیں، تو کیا ایسے اہم معاملہ میں بول کر میرے جھوٹ سچ کا فیصلہ نہ کر دیں گے، مذکورہ تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا کہنا خلاف واقعہ خبر دینے کے طور پر نہ تھا جسے حقیقت جھوٹ کہا جائے بلکہ ان کی تجلیل و تحیق کے لئے ایک فرضی احتمال کو بصورت دعویٰ لیکر بطور تعریض و الزام کلام کیا تھا جیسا کہ عموماً بحث و مناظرہ میں ہوتا ہے توڑ پھوڑ کو بڑے بت کی جانب منسوب کرنے میں ایک مصلحت دینی یہ تھی کہ شاید لوگوں کو اس طرف توجہ ہو جائے کہ شاید اس بڑے بت کو اس پر غصہ آگیا ہو کہ میرے ساتھ عبادت میں ان چھوٹے بتوں کو کیوں شریک کیا جاتا ہے اگر یہ خیال ان کے دلوں میں پیدا ہو تو حید کا راستہ کھل جاتا ہے کہ جب ایک بڑا بت چھوٹے بتوں کی شرکت گوارا نہیں کرتا تو رب العالمین ان پتھروں کی شرکت اپنے ساتھ کیسے گوارہ کرے، اسی طرح بعض احادیث میں اس پر لفظ ”کذب“ کا اطلاق صورتاً کیا گیا ہے، مفسرین نے اس کے علاوہ اس کی توجیہ میں اور بھی کئی محمل بیان کئے ہیں۔

فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ پھر وہ سوچ میں پڑ گئے، اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ واقعتاً تم ہی ظالم ہو ان بے زبان پتھروں کو پوجنے سے کیا حاصل؟ جو مصیبت کے وقت خود اپنی مدد بھی نہ کر سکیں اور پڑے ہوئے اپنے ہاتھ پیر تڑواتے رہیں جو خود اپنی مدد نہ کر سکے، وہ دوسروں کی کیا مدد کر سکتا ہے گویا کہ حق کی ایک کرن ان کے دل میں روشن ہوئی مگر پھر تسویل شیطانی کی وجہ سے پلٹ گئے اور کفر و ضلالت کو حق و ہدایت پر ترجیح دینے لگے، اور کہنے لگے کہ تو جان بوجھ کر ہم سے ایسی ناممکن بات کا مطالبہ کیوں کرتا ہے کہیں پتھر بھی بولتے ہیں؟ جب مشرکوں نے اپنے بتوں کی بے بسی اور عاجزی کا اقرار کر لیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گرفت کرنے اور الزام دینے کا موقع مل گیا، اور فرمایا پھر تو تم کو ڈوب مر جانا چاہئے کہ جو بت اس قدر مجبور و بے بس ہوں کہ ایک لفظ نہ بول سکتے ہوں اور کسی آڑے وقت میں کچھ کام نہ آسکتے ہوں ایسے بے اختیار بتوں کو خدا کی کار درجہ دینا کس قدر حماقت اور بے عقلی کی بات ہے، کیا تم اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟؟؟۔

قَالُوا احْرِقُوْهُ اٰی اٰبرٰہِیْمَ وَاَنْصُرُوْا الْاِلٰہَ تَکُمُ اٰی بَتَحْرِیْقِہٖ اِنَّ کُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ۝ نَضْرَتْہَا فَجَمَعُوْا لَہٗ الْحَطَبَ الْکَثِیْرَ وَاَصْرَمُوْا النَّارَ فِیْ جَمِیْعِہٖ وَاَوْتَقُوا اِبْرٰہِیْمَ وَجَعَلُوْہُ فِیْ مَنْجَنِیقٍ وَّرَمَوْہُ فِی النَّارِ قَالَ تَعَالٰی قُلْنَا اِنَّا لَکُوْنُ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ ۝ فَلَمْ تَحْرِقْ مِنْہٗ غَیْرَ وِثَاقِہٖ وَذَبْہَبَتْ حَرَارَتُہَا وَبَقِیَتْ اِضَآئَتُہَا وَبَقُوْہُ سَلَامًا سَلِمَ مِنَ الْمَوْتِ بِبَرْدِہَا وَاَرَادُوْا بِہٖ کِیْدًا فَجَعَلْنٰہُمْ الْاٰخِرِیْنَ ۝ وَنَجَّیْنٰہُ وَلَوْطَا اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ وَہُوَ التَّحْرِیْقُ بَرَّکْنَا فِیْہَا لِلْعٰلَمِیْنَ ۝ بِکَثْرَةِ الْاَنْہَارِ وَالْاَشْجَارِ وَبِیَ الشَّمَامِ نَزَلَ اِبْرٰہِیْمُ



نے لوط کو (بھی) مخاصمین کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے حکم دیا اور علم عطا کیا، اور ہم نے اس کو اس بستی یعنی اس بستی والوں سے جو گندے کام کرتے تھے یعنی لواطت اور (راہ گیروں) کو ڈھیلے مارنا اور مرغ بازی کرنا وغیرہ وغیرہ اور تھے بھی وہ برے فاسق لوگ سوئے مصدر ہے سَاءَ ؕ سَرَّهٗ ؕ لَقِیْضٌ ہے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا اس طریقہ سے کہ ہم نے اس کو اس کی قوم سے نجات دی بے شک وہ نیکو کار لوگوں میں سے تھا۔

## تَحْقِیْقِ تَرْکِیْبِ تَفْسِیْرِی فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: اِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِیْنَ، نُصَرَّتْهَا كَاِضَافَةٍ كَرَكَةِ اِثَارَةٍ كَرَدِیَا كَه فَاعِلِیْنَ كَا مَفْعُولٍ مَحْذُوفٍ هَیْ، اِنْ كُنْتُمْ یَیْ شَرْطِ هَیْ جَوَكَه جَزَاءٌ سَیْ مُسْتَعْنًی هَیْ مَاقِلٍ پَر اِعْتِمَادِ كَرَتَیْ هَوَیْ كَوْنِیْ بَرْدًا اِیْ ذَاتِ بَرْدٍ سَلَامًا فَعْلٌ مَقْدَرٌ كَا مَفْعُولٍ مَطْلُوقٌ هَیْ اِیْ سَلَمْنَا سَلَامًا اَوْر سَلَامًا سَیْ پَهْلَیْ هَیْ مَضَافٌ مَحْذُوفٌ هَوَسْكَتَا هَیْ اِیْ ذَاتِ سَلَامٍ، بَرْدًا و سَلَامًا مِیْن مَضَافٌ كَو حَذْفِ كَرَكَةِ مَضَافِ اِلَیْهِ كَو اِسْ كَیْ قَاثِمٌ مَقَامٌ كَرَدِیَا۔

قَوْلُهُ: مِنْ الْعِرَاقِ اَخْرَجَ فَعْلٌ مَحْذُوفٌ كَیْ مُتَعَلِّقٌ هَیْ نَافِلَةٌ بَرُوْزَنْ عَافِیَةً مَصْدَرٌ هَیْ یَیْ یَعْقُوبٌ سَیْ حَالِ هَیْ اَوْر وَهَبْنَا فَعْلٌ كَا مَفْعُولٍ مَطْلُوقٌ بَغِیْر لَفْظِ هَیْ هَوَسْكَتَا هَیْ اِثْمَةٌ ثَانِیْ، هَمْزٌ مِیْن جَمْهُورِ كَیْ زَرْدِیْ كَیْ تَسْهِیْلٌ هَیْ گَوَابِدَالِ هَیْ جَاَزٌ هَیْ، مُفَسِّرٌ عَلَامٌ نَیْ فَعْلٌ الْخَیْرَاتِ كِیْ تَفْسِیْرٌ اِنْ تَفْعَلُ وَغِیْرَه سَیْ كَرَكَةِ اِثَارَةٍ كَرَدِیَا كَه اَصْلُ تَرْكِیْبِ اَنْ تُفْعَلَ الْخَیْرَاتِ وَاَنْ تُقَامَ الصَّلَاةُ وَاَنْ تُؤْتَى الزَّكَاةُ هَیْ اِسْ لَیْ كَه مَوْحِیْ (مَا اَمْرٌ بِه) صِیْغَةُ اَمْرِ كَیْ ذَرِیْعَةٌ هَوَتَا هَیْ نَه كَه مَصْدَرٌ كَیْ ذَرِیْعَةٌ اِقَامَ الصَّلَاةُ اِقَامَةُ الصَّلَاةُ كَیْ بَجَایْ اِقَامَ الصَّلَاةُ فَرَمَا یَا تَا عُدُوْرَه كَو تَخْفِیْفًا حَذْفٌ كَرَدِیَا هَیْ۔

قَوْلُهُ: لَوْ طَا فَعْلٌ مَحْذُوفٌ كِیْ وَجْهٌ سَیْ مَنصُوبٌ هَیْ اَوْرِیْهَیْ مَا ضَمَّرَ عَامِلَةٌ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ كَیْ قَبْلُ سَیْ هَیْ تَقْدِیْرٌ عِبَارَتٌ یَیْ هَیْ اَتَيْنَا لَوْ طَا اَتَيْنَاهُ. مِنْ الْقَرْیَةِ اِسْ قَرْیَةٍ كَا نَامٌ سَدُومٌ تَهَا جَوَكَه مَوْتَفَكَه مِیْن بَرْدِیْ اَبَادِیْ تَهْیِ۔

## تَفْسِیْرٌ وَتَشْرِیْحٌ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حجت تمام کر دی اور ان کی ضلالت و گمراہی کو ایسے طریقہ سے ان پر واضح کر دیا کہ وہ لا جواب ہو گئے تو چونکہ وہ توفیق و ہدایت سے محروم تھے اور کفر و شرک نے ان کے دلوں کو بے نور کر دیا تھا، اس لئے بجائے اس کے کہ وہ شرک سے تائب ہوتے الٹا ابراہیم علیہ السلام کے خلاف سخت اقدام پر آمادہ ہو گئے اور اپنے معبودوں کی دہائی دیتے ہوئے انہیں آگ میں بھونک دینے کی تیاری شروع کر دی، تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری قوم اور نمرود نے متفق ہو کر یہ فیصلہ کر لیا کہ ان کو آگ میں جلا دیا جائے چنانچہ شہر کے تمام لوگ لکڑی وغیرہ جمع کرنے کے کام میں ایک مہینہ تک لگے رہے اور پھر اس میں آگ سلگا کر ایک ہفتہ تک اس کو دھونکتے رہے یہاں تک کہ اس کے شعلے فضاء آسمانی میں اتنے بلند ہو گئے کہ اگر کوئی پرندہ اس پر گزرے تو جل جائے، اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا پروگرام بنایا گیا مگر کس

طرح ڈالا جائے؟ اتنے بڑے الاؤ میں ڈالنا تو دور کی بات تھی اس کے قریب جانا بھی آسان نہیں تھا، چنانچہ شیطان نے ان کو مغیبت (گوپھیا) میں رکھ کر پھینکنے کی تدبیر بتائی، جس وقت اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے سمندر میں پھینکنے جارہے تھے تو تمام فرشتے بلکہ زمین آسمان اور ان کی تمام مخلوق چیخ اٹھی کہ یارب آپ کے خلیل پر کیا گزر رہی ہے، حق تعالیٰ نے ان سب کو ابراہیم علیہ السلام کی مدد کرنے کی اجازت دیدی فرشتوں نے مدد کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے وہ میرا حال دیکھ رہا ہے جبرائیل امین نے عرض کیا کہ آپ کو میری کسی مدد کی ضرورت ہے تو میں خدمت انجام دینے کے لئے تیار ہوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ حاجت تو ہے مگر آپ کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ آگ کے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر برد و سلام ہونے کی یہ صورت بھی ممکن ہے کہ آگ آگ ہی نہ رہی ہو بلکہ ہوا میں تبدیل ہوگئی ہو مگر ظاہر یہ ہے کہ آگ اپنی حقیقت میں آگ ہی رہی ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آس پاس کے علاوہ دوسری چیزوں کو جلاتی رہی بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جن رسیوں میں باندھ کر آگ میں ڈالا گیا تھا ان رسیوں کو بھی آگ ہی نے جلا کر ختم کیا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بدن مبارک تک کوئی آچ نہ نہیں آئی۔

اخرج ابن جرير عن معتمر بن سليمان عن بعض اصحابه قال جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لئے باندھ کر تیار کر دیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا ابراہیم اَلْكَ حَاجَةً اے ابراہیم کیا تم کو کچھ حاجت ہے؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا اَمَّا اَلِيكَ فَلَا اَبْنٰ ابْنِ شَيْبَةَ اور ابن جریر اور ابن منذر نے کعب سے نقل کیا ہے مَا اَحْرَقَتِ النَّارُ مِنْ اِبْرَاهِيمَ اِلَّا وَثَاقَهُ یعنی آگ نے ابراہیم علیہ السلام کے بندھنوں کے علاوہ کسی شے کو نہیں جلا یا۔

احمد وابن ماجہ وابن حبان وغیرہ نے حضرت عائشہ رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو گرگٹ کے علاوہ کوئی جانور ایسا نہیں تھا کہ جس نے آگ بجھانے کی کوشش نہ کی ہو، گرگٹ ہی ایک ایسا جانور تھا کہ جو آگ کو بھڑکانے کے لئے پھونک مار رہا تھا، فامر رسول اللہ ﷺ بقتله تو آپ ﷺ نے اس کے قتل کرنے کا حکم فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو سب سے پہلا کلمہ جو ابراہیم علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلا وہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل تھا، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت کیا ہے لو لم يتبع بردها سلاماً لمات ابراہیم من بردها یعنی اگر برداً کے ساتھ سلاماً نہ کہا جاتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سردی سے مر جاتے۔

تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں سات روز رہے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے عمر بھر ایسی راحت نہیں ملی جتنی ان سات دنوں میں حاصل تھی۔ (مظہری)



رِقَابِ الْغَنَمِ وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْتَفِعُ بِدَرَبِهَا وَنُسْلِهَا وَصُوفِهَا إِلَى أَنْ يَغُودَ الْحَرْثُ كَمَا كَانَ بِإِصْلَاحِ صَاحِبِهَا فَيُرَدُّهَا إِلَيْهِ فَقَهَّمَهَا إِيَّاهُ الْحَكُومَةُ سُلَيْمَانُ وَحُكْمُهُمَا بِاجْتِهَادٍ وَرَجَعَ دَاوُدُ إِلَى سُلَيْمَانَ وَقِيلَ بَوْحِي وَالشَّانِي نَاسِخٌ لِلْأَوَّلِ وَكَلَّا بَيْنَهُمَا أَتَيْنَا حُكْمًا نُبُوَّةً وَعِلْمًا بِأُمُورِ الدِّينِ وَسَخَرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ كَذَلِكَ سَخَرْنَا لِلنَّبِيِّينَ مِنْهُ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَنْشَأَ لَهُ وَكُنَّا فَعِلِينَ ۝ تَسْخِيرَ نَسِيحِهِمَا مَعَهُ وَإِنْ كَانَ عَجَبًا عِنْدَكُمْ إِيَّاهُ مُجَابِبَةً لِلنَّبِيِّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعَلِمْنَاهُ صَنْعَةَ الْبُيُوتِ وَهِيَ الدِّزْعُ لِأَنَّهَا تُلْبَسُ وَهِيَ أَوَّلُ مَنْ صَنَعَهَا وَكَانَتْ قَبْلَهَا صَفَائِحُ لَكُمْ فِي جُمْلَةِ النَّاسِ لِنُحْصِنَكُمْ بِالنُّونِ لِلَّهِ وَبِالتَّحْتَانِيَةِ لِدَاوُدَ وَبِالْفُوقَانِيَةِ لِلْيُوسُفَ ۝ قَدْ بَأْسَكُمْ حَرْبَكُمْ مَعَ أَغْدَائِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ ۝ وَسَلِّمْنَا الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمِينَ ۝ يَا أَيُّهَا الْمَكَّةَ مَا يُعْطِيهِ سُلَيْمَانُ يَدْعُوهُ إِلَى الْخُضُوعِ لِرَبِّهِ فَقَعَلَهُ تَعَالَى عَلَى مُقْتَضَى عِلْمِهِ وَسَخَرْنَا مِنَ الشَّيْطَانِ مَنْ يَعُصُونَ لَهُ يَدْخُلُونَ فِي الْبَحْرِ فَيُخْرِجُونَ مِنْهُ الْجَوَاهِرَ لِسُلَيْمَانَ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَلِكَ إِيَّاهُ سِوَى الْغُوصِ مِنَ الْبِنَاءِ وَغَيْرِهِ وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِينَ ۝ مَنْ أَنْ يُفْسِدُوا مَا عَمِلُوا لِأَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا فَرَّغُوا مِنْ عَمَلٍ قَبْلَ اللَّيْلِ أَفْسَدُوهُ إِنْ لَمْ يُشْتَغَلُوا بِغَيْرِهِ.

**ترجمہ:** اور یاد کیجئے نوح علیہ السلام کے اس وقت کو جب کہ انہوں نے اپنی قوم کے لئے ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام سے پہلے اپنے قول رَبِّ لَا تَذَرُ الْخَلْقَ کے ذریعہ بددعا فرمائی تو ہم نے ان کی دعا قبول کی تو ہم نے ان کو اور ان کے اہل کو جو کہ اس کی کشتی میں (سوار) ہوئے کرب عظیم یعنی غرق ہونے سے اور اس کی قوم کے اس کی تکذیب کرنے سے نجات دی اور ہم نے اس کی مدد کی یعنی اس کی حفاظت کی اس قوم سے جس نے ہماری ان آیتوں کی تکذیب کی جو اس کی رسالت پر دلالت کرتی تھیں تاکہ برائی کے ساتھ اس تک رسائی نہ ہو سکے یقیناً وہ برے لوگ تھے پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا اور داؤد اور سلیمان یعنی ان کے قصہ کا ذکر کیجئے اور وا ذکر داؤد اور سلیمان سے اِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ بدل ہے، جبکہ وہ کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے وہ کھیتی یا تو غلہ کی تھی یا انگور کی جبکہ ایک قوم کی بکریاں اس میں جا گھسی تھیں یعنی چرواہے کے بغیر رات کو چر گئی تھیں اس طریقہ سے کہ اس میں پھیل گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے اس میں دو کے لئے جمع کی ضمیر کا استعمال ہوا ہے، داؤد علیہ السلام نے کھیتی والے کے لئے (نقصان) کے عوض بکریوں کا فیصلہ کیا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ کھیتی والا بکریوں کے دودھ اور ان کی نسل اور ان کی اون سے فائدہ اٹھائے یہاں تک کہ کھیتی بکریوں والے کی اصلاح سے اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آئے تو کھیتی کا مالک بکریاں بکریوں کے مالک کو واپس کر دے، تو ہم نے سلیمان علیہ السلام کو فیصلہ کی سمجھ عطا فرمائی اور دونوں کا فیصلہ اجتہاد سے تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام

کے فیصلہ کی طرف رجوع فرمایا اور کہا گیا ہے کہ دونوں کے فیصلے وحی کے ذریعہ تھے لیکن ثانی فیصلہ اول کے لئے ناخ ہے، اور ہم نے دونوں کو حکم یعنی نبوت اور امور دین کا علم عطا کیا تھا اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا کہ وہ تسبیح کیا کرتے تھے اور اسی طرح پرندوں کو بھی تسبیح کے لئے داؤد علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا یعنی ان کے حکم کے تابع کر دیا تھا کہ جب وہ سستی محسوس کرتے تھے تو ان کو تسبیح کا حکم دیتے تھے داؤد علیہ السلام کے ساتھ دونوں کی تسبیح خوانی کو مسخر کرنے والے ہم ہی تھے، اگرچہ داؤد علیہ السلام کے حکم پر (ان دونوں کا) لبیک کہنا تمہارے نزدیک عجیب تھا اور ہم نے تمہارے نفع کے لئے منجملہ دیگر لوگوں کے داؤد علیہ السلام کو مخصوص لباس سازی کا ہنر سکھایا اور وہ زرہ تھی (اس کو لبوس کہا جاتا ہے) اس لئے کہ وہ پہنی جاتی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے زرہ بنائی اور اس سے قبل لوہے کی پلیٹوں کا رواج تھا تاکہ ہم تم کو دشمن کے ساتھ جنگ میں ایک دوسرے کی زد سے بچائیں لِنُحْصِنَکُمْ اگر نون کے ساتھ ہو تو لِنُحْصِنَکُمْ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہوگی اور یائے تحتانیہ کے ساتھ ہو تو ضمیر حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف راجع ہوگی اور اگر تائے فوقانیہ کے ساتھ ہو تو ضمیر لبوس کی طرف راجع ہوگی، تو اے اہل مکہ کیا تم میری نعمتوں کے، رسولوں کی تصدیق کر کے شکر گزار بنو گے یعنی رسولوں کی تصدیق کر کے میرا شکر ادا کرو اور ہم نے تابع کر دیا سلیمان علیہ السلام کے تیز ہوا کو اور دوسری آیت میں رُخَاء ہے یعنی نرم ہوا کو یعنی تیز رفتار اور سست رفتار (دونوں قسم کو تابع کر دیا) ان کے ارادہ کے مطابق وہ ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور وہ شام ہے اور ہم ہر چیز سے باخبر ہیں اور اے اہل مکہ! ان تمام چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ علم بھی ہے کہ وہ سلیمان علیہ السلام کو جو کچھ عطا کر رہا ہے وہ سلیمان علیہ السلام کو اپنے رب کے حضور خشوع و خضوع کی دعوت دے گا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقتضائے علم کے مطابق عمل کیا اور ہم نے بعض ایسے شیاطین کو تابع کر دیا تھا کہ جو سلیمان کے لئے دریا میں غوطہ لگاتے تھے اور دریا سے سلیمان کے لئے جواہرات نکالتے تھے اور اس کے یعنی غوطہ خوری کے علاوہ تعمیر وغیرہ کا کام بھی کرتے تھے اور ان کی نگرانی کرنے والے ہم ہی تھے اس بات سے کہ جو کچھ وہ تیار کریں اس کو خراب نہ کر دیں، اس لئے کہ ان کا یہ معمول تھا کہ جب وہ رات آنے سے پہلے کام سے فارغ ہو جاتے تھے تو اگر ان کو دوسرے کام میں مشغول نہ کیا جاتا تو جو کچھ کیا ہوا کام ہوتا تھا اس کو خراب کر دیتے تھے۔

## تَحْقِیْقِ تَرْکِیْبِ تَسْبِیْحِ تَفْسِیْرِی فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: نَوْحًا اس کے منصوب ہونے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں ① اس کا عطف لوطًا پر ہو اس صورت میں اس کا عامل ناصب وہی ہوگا جو لوطًا کا ہے اور وہ آئینہ محذوف ہے جس کی تفسیر آئینہ مذکور کر رہا ہے اور اسی طرح داؤد و سلیمان میں بھی ہوگا اور تقدیر عبارت یہ ہوگی و نَوْحًا آئینہ حکما و داؤد و سلیمان آئیناھما حکمًا اس صورت میں اِذْ نَادَى نَوْحًا سے بدل الاشتمال ہوگا ② اِذْ کَرِ فَعْل محذوف اس کا ناصب ہو، جیسا کہ صاحب جلالین نے اشارہ کیا ہے نَوْحًا سے پہلے



مضاف محذوف ہے ای اذکر قصتہ اس صورت میں اذ نادای مضاف محذوف کی وجہ سے منصوب ہوگا ای خَبَرَہم الواقع فی وقت کان کُنْتَ وَکُنْتَ۔

قَوْلٌ: مَنْ قَبْلُ ای قبل ہؤلاء المذکورین، حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور ساڑھے نو سو سال تک قوم کو تبلیغ کی اور طوفان کے بعد ساٹھ سال بقید حیات رہے، اس حساب سے آپ کی عمر مبارک ایک ہزار پچاس سال ہوئی اذ نادای نو حّا سے بدل الاشتمال ہے نادای کی تفسیر دعا علی قومہ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ نادای بمعنی دعا علیہ ہے جو کہ بددعاء کے لئے مستعمل ہے۔

قَوْلٌ: وَنَصْرَنَاهُ کی تفسیر منعناہ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ نَصَرَ، مَنَعَ کے معنی کو متضمن ہے جس کی وجہ سے اس کا صلہ مِنْ لانا درست ہے ورنہ تو نصر کا صلہ علی آتا ہے۔

قَوْلٌ: اَنْ لَا یَصِلَ اِلَیْہِ ای لِمَّا لَا یَصِلُ اِلَیْہِ بسوء یہ منعناہ کی علت ہے وَ اذکر داؤد وسلیمان حضرت داؤد علیہ السلام سو سال بقید حیات رہے، حضرت داؤد اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان پانچو اہتر سال کا وقفہ ہے، اور حضرت سلیمان پانچو اٹھ سال بقید حیات رہے اور حضرت سلیمان اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان ایک ہزار سات سو سال کا فاصلہ ہے۔ (حمل)

قَوْلٌ: زَرَعَ غُلَّةٌ کی کھیتی کَرَّمَ اُگور کی کھیتی۔

قَوْلٌ: نَفَسَتْ النَفْسُ الرَعِی بِاللَّیْلِ بلا راع بغیر چرواہے کے بکریوں کا رات میں کھیتی کو چر کر خراب کر دینا بسابہ (ض، ن، س) اور هَمَلٌ کہتے ہیں دن میں بغیر چرواہے کے کھیتی کو چر کر خراب کر دینا، لِحُكْمِهِمْ میں تثنیہ کے بجائے جمع کی ضمیر یا تو مجازاً استعمال ہوتی ہے یا اقل جمع کے طور پر رقاب الغنم ای عوضاً عما فات من حرثہ۔

قَوْلٌ: یُسَبِّحَنَّ الْجِبَالُ سے حال ہے ای مسبحۃ اور بعض حضرات نے جملہ متانفہ بھی کہا ہے گویا کہ کسی سائل نے سوال کیا کیف سخرھن؟ فقال یُسَبِّحَنَّ۔

قَوْلٌ: وَالطَّيْرُ الْجِبَالُ پر عطف کی وجہ سے بھی منصوب ہو سکتا ہے اور مفعول معد کی وجہ سے بھی، بعض قراءتوں میں وَالطَّيْرُ مرفوع بھی ہے، اس صورت میں یا تو یہ مبتداء ہوگا اور اس کی خبر محذوف ہوگی ای وَالطَّيْرُ مسخرات ایضاً یُسَبِّحَنَّ کی ضمیر پر عطف ہوگا لیکن اس صورت میں ضمیر منفصل کے ذریعہ تاکید یا فصل ضروری ہوگا مگر یہ بصرین کے نزدیک ہے کوئین کے نزدیک ضروری نہیں ہے۔

قَوْلٌ: لَا مُرَہِ بہ مصدر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے اور مفعول محذوف ہے ای لَا مُرَہِ داؤد لہمَا بہ ای بالتسبیح اذا وَجَدَ داؤد فَتَرَةً یعنی داؤد علیہ السلام جب ذکر تسبیح میں سستی محسوس کرتے تھے تو پہاڑوں اور پرندوں کو تسبیح کرنے کا حکم فرماتے تھے تاکہ ذکر تسبیح کی فضا قائم ہو کر نشاط پیدا ہو جائے اور سستی ختم ہو جائے صَفَائِحُ جمع صَفِیحَۃ ہر چوڑی چیز، پتھر کی ہویا لوہے کی لَحْمٌ عَلَمْنَا کے متعلق ہے اور کَانَ محذوف سے متعلق ہو کر لُبُوسُ کی صفت بھی ہو سکتی ہے ای لُبُوسُ

کائن لکم پہلی صورت میں لام تعلیل کے لئے ہوگا ای علمناہ لاجلکم اور لیحصنکم اعادۂ جار کے ساتھ بدل ہوگا ای لکم لاحصانکم اور دوسری صورت میں علمنا سے متعلق ہوگا۔

قَوْلُهُ: فِی جَمَلَةِ النَّاسِ اِی مَعَ جَمَلَةِ النَّاسِ، مِنْ جَمَلَةِ النَّاسِ سے اس شبہ کا جواب ہے کہ لکم کے مخاطب اہل مکہ ہیں حالانکہ اہل مکہ حضرت داؤد کے زمانہ میں موجود بھی نہیں تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسی نعمت ہے کہ جو بعد میں منجملہ دیگر لوگوں کے اہل مکہ کو بھی پہنچی۔

قَوْلُهُ: بِحَسَبِ ارَادَتِهِ اس عبارت کے اضافہ کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ یہاں ریح کی صفت عاصفۃ لائی گئی ہے جس کے معنی ہیں تیز ہوا اور دوسری آیت میں رُخَاءٌ کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں نرم ہوا، دونوں میں تنافی اور تضاد معلوم ہوتا ہے، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہوا کی شدت اور رخاء حضرت سلیمان علیہ السلام کے ارادہ کے مطابق ہوتی تھی جیسا حکم فرماتے ہوا ویسی ہی چلتی تھی۔

قَوْلُهُ: مِنْ ذَلِكَ عِلْمُهُ تَعَالٰی یہ خبر مقدم ہے اور علمہ بأن ما یعطیہ الخ مبتداء مؤخر ہے۔  
قَوْلُهُ: مِنْ یَغُوصُونَ لَهُ، مَنْ مَوْصُولٌ اور مَوْصُوفٌ دونوں ہو سکتا ہے اور الریح پر عطف ہونے کی وجہ سے جملہ ہو کر محلاً منصوب ہوگا ای سخرنا له الریح عاصفۃً وَمِنْ یَغُوصُونَ لَهُ اور یَغُوصُونَ كُوجَع لَنَا مَنْ کے معنی کی رعایت کی وجہ سے ہے۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

وَنُوحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ، مِنْ قَبْلُ سے مراد ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام سے پہلے ہونا مراد ہے، اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کی نداء (بدعاء) کا ذکر مجملہً و اشارۃً آیا ہے، اس کا بیان سورہ نوح میں صراحۃً اور تفصیلاً آیا ہے، اور وہ یہ ہے رَبِّ لَا تَذَرْ عَلٰی الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِیْنَ ذِیَّارًا یعنی اے میرے پروردگار روئے زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو نہ چھوڑ، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا اس طرح قبول فرمائی، کہ پوری قوم کو غرق طوفان کر دیا، مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ کرب عظیم سے مراد کیا ہے؟ کرب عظیم سے یا تو وہ عمومی طوفان مراد ہے جس میں پوری قوم غرق ہوئی اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات ملی یا کرب عظیم سے وہ یذائیں مراد ہیں جو طوفان سے پہلے ان کی قوم ان کو اور ان کے مومن ساتھیوں کو پہنچاتے تھے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے استجبنا له فَنَجَّیْنَاهُ وَاَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ سے بیان فرمایا ہے۔

وَ اِذْ كَرَّ دَاوُدُ وَ سَلِیْمٰنُ حضرات مفسرین نے یہ قصہ اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک شخص کی بکریاں دوسرے شخص کے میت میں رات کے وقت جا گھسیں اور اس کی کھیتی کو چر کر صاف کر دیا تو وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس اپنا مقدمہ لیکر آئے حضرت داؤد علیہ السلام جو کہ پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ حکمران بھی تھے، یہ فیصلہ دیا کہ بکریاں کھیت والے کے حوالہ کر دی جائیں کہ اس کے نقصان کی تلافی ہو جائے، غالباً بکریوں کی قیمت کھیت کے نقصان کے برابر تھی، یہ دونوں مدعی اور مدعی علیہ حضرت

داؤد علیہ السلام کی عدالت سے واپس ہوئے تو داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تمہارے مقدمہ کا کیا فیصلہ ہوا؟ ان لوگوں نے فیصلہ سنایا حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں اس مقدمہ کا فیصلہ کرتا تو کچھ اور ہوتا جو فریقین کے لئے زیادہ نافع اور مفید ہوتا جب حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ بات معلوم ہوئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام سے معلوم کیا کہ وہ فیصلہ کیا ہے جو دونوں فریق کے لئے اس فیصلہ سے بہتر ہے؟ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ تمام بکریاں کھیت والے کو دیدیں کہ وہ ان کے دودھ اور اون وغیرہ سے فائدہ اٹھائے اور کھیت بکریوں والے کے حوالہ فرمادیں کہ وہ کھیت میں کاشت کر کے کھیت کی اصلاح کرے اور جب کھیت اپنی سابقہ حالت پر آجائے تو کھیت کھیت والے کو اور بکریاں بکریوں والے کو دلوادیں، حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ فیصلہ پسند آیا اور فرمایا بس اب فیصلہ یہی رہنا چاہئے۔

امام تفسیر مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام دونوں کے فیصلے اپنی جگہ درست ہیں، حقیقت اس کی یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو فیصلہ فرمایا تھا وہ ضابطہ کا فیصلہ تھا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو فرمایا وہ درحقیقت مقدمہ کا فیصلہ نہیں تھا بلکہ فریقین میں صلح کرانے کا ایک طریقہ تھا، اور قرآن میں وَالصُّلْحُ خَيْرٌ کا ارشاد وارد ہوا ہے، اس لئے یہ دوسری صورت اللہ کے نزدیک پسندیدہ ٹھہری۔ (مظہری)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قاضیوں کو ہدایت دے رکھی تھی کہ جب آپ کے پاس دونوں فریقوں کا مقدمہ آئے تو پہلے ان دونوں میں رضامندی کے ساتھ صلح کرانے کی کوشش کریں اگر یہ ناممکن ہو جائے تو اپنا شرعی فیصلہ جاری کریں، اور حکمت اس کی یہ ارشاد فرمائی کہ حاکمانہ عدالتی فیصلے سے وہ شخص جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہو دب تو جاتا ہے مگر ان دونوں کے درمیان بغض و عداوت کا بیج قائم ہو جاتا ہے جو دو مسلمانوں میں نہیں ہونا چاہئے، بخلاف مصالحت کی صورت کے کہ اس سے دلوں کی منافرت بھی دور ہو جاتی ہے۔ (از معین المحکام بحوالہ معارف القرآن)

فیصلہ کرنے کے بعد قاضی کا فیصلہ بدلا جاسکتا ہے یا نہیں، یا کسی کے جانور دوسرے آدمی کی جان یا مال کو نقصان پہنچا دیں تو فیصلہ کیا ہونا چاہئے؟ ان سب مسائل فقہیہ کی تفصیل کیلئے قرطبی یا معارف القرآن کی طرف رجوع کریں۔

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ الْآيَةِ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کے تسبیح پڑھنے کا یہ مقصد نہیں کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح پڑھتے تو اس کی آواز بازگشت پہاڑوں سے سنائی دیتی تھی اس لئے کہ یہ بات تو ہر شخص کے ساتھ ہو سکتی ہے پھر داؤد علیہ السلام کی کیا خصوصیت رہی؟ حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اس صفت کو قرآن کریم نے بطور خاص ذکر کیا ہے اور بطور معجزہ کے بتایا ہے اور معجزہ کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ پرندوں اور پہاڑوں میں حیات و شعور ہو بلکہ بطور معجزہ ہر غیر ذی شعور میں بھی شعور پیدا ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ تحقیق بھی ہے کہ پہاڑوں اور پتھروں میں بھی ان کی حیثیت کے بقدر شعور موجود ہے۔

إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ یعنی یہ تفہیم، ایتائے حکم اور تسخیر ان سب کے کرنے والے ہم ہی تھے اس لئے ان میں کسی کو تعجب یا انکار

کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

وَعَلَّمَآهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ الْآيَةِ حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کی صنعت سکھانے کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس سے دو فرشتے انسانی شکل میں گزرے ایک نے دوسرے سے کہا، داؤد کیا ہی خوب شخص تھا اگر بیت المال سے اپنا خرچ نہ لیتا، تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ یا اللہ العالمین تو مجھے کوئی ایسی صنعت سکھا دے جس کے ذریعہ میں اپنی روزی کما سکوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی پسندیدہ لوہے کی صنعت سکھائی اور ان کے لئے لوہے کو موم کے مانند نرم کر دیا وہ بغیر گرم کئے جس طرح چاہتے لوہے کو موڑ لیتے تھے، حلقہ اور کڑی دار زرہ سب سے اول حضرت داؤد علیہ السلام ہی نے بنائی اگرچہ پلیٹ اور تختوں کی شکل میں زرہ کا استعمال پہلے سے بھی تھا۔

وَلَسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی جہادی گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے عصر کی نماز قضا ہوگئی تو ان کو بہت غم و غصہ ہوا اور چونکہ بظاہر گھوڑے قضاء صلوٰۃ کا سبب ہوئے تھے، جس کی وجہ سے آپ کو الغضب للہ کے قاعدہ سے گھوڑوں پر غصہ آیا جس کی وجہ سے آپ نے گھوڑوں کو ذبح کر دیا، اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے بجائے ان سے بھی تیز رفتار چیز یعنی ہوا کو آپ کے حکم کے تابع کر دیا، یعنی جس طرح پہاڑ اور پرندے ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے مسخر کر دیئے گئے تھے اسی طرح ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا گیا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے اعیان سلطنت سمیت تخت پر بیٹھ کر جہاں چاہتے مہینوں کی مسافت ساعتوں اور لمحوں میں طے کر کے وہاں پہنچ جاتے، ہوا آپ کے تحت کوڑا کر لے جاتی۔

وَمِنَ الشَّيْطَانِ الْآيَةِ یعنی جنات بھی حضرت سلیمان کے تابع تھے جو ان کے حکم سے سمندروں میں غوطے لگاتے اور موتی اور جواہرات نکال لاتے اسی طرح دیگر عمارتی کام بھی انجام دیتے جو آپ چاہتے تھے۔

وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِينَ مفسرین نے اس کے دو مطلب بیان فرمائے ہیں ایک تو وہی ہے جو ترجمہ کے ضمن میں بیان ہوا ہے اور جس کی مفسر علام نے بھی صراحت کی ہے وہ یہ کہ رات آنے سے پہلے اگر وہ کام سے فارغ ہو جاتے تو کیا ہوا کام خراب کر دیتے تھے، اس کے لئے یہ ضروری ہوتا تھا کہ اگر رات آنے سے پہلے وہ مفوضہ کام سے فارغ ہو جائیں تو ان کو دوسرا کام سپرد کر دیا جائے، دوسرا مطلب مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ باوجودیکہ جنات میں سرکشی اور نافرمانی کا عنصر زیادہ ہوتا ہے جس کا مقتضی تھا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نافرمانی کریں یا خود حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کو گزند پہنچائیں مگر ہم ہی ان کو قابو میں کئے ہوئے تھے جس کی وجہ سے وہ حکم عدولی و گزند پہنچانے پر قادر نہیں ہوتے تھے۔

وَ اذْكُرْ اَيُّوبَ وَيَبْدُلْ مِنْهُ اِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ لَمَّا اَنْتَبَسٰ بِفَقْدِ جَمِيعِ مَالِهٖ وَوَلَدِهٖ وَتَمَزِيْقِ جَسَدِهٖ وَهَجْرِ جَمِيعِ النَّاسِ لَهٗ اِلَّا زَوْجَتَهٗ سَبِيْنٌ ثَلَاثًا اَوْ سَبْعًا اَوْ ثَمَانِي عَشْرَةَ وَضَيَّقَ عَيْشُهٗ اَتٰی بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ بِتَقْدِيرِ الْبَاءِ مَسْنَى الضَّرِّ اِی الْبِسْطَةِ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِيْمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ بِدَاۡئِهٖ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَاَتَيْنَاهُ اَهْلَهٗ

أُولَٰئِكَ الذُّكُورُ وَالْأُنَاثُ بِأَن أُحْيُوا لَهُ وَكُلٌّ مِنَ الصِّفَتَيْنِ ثَلَاثٌ أَوْ سَبْعٌ وَمِنْهُمْ مَعَهُمْ مِنْ زَوْجَتِهِ وَرِيدَ فِي شَبَابِهَا وَكَانَ لَهُ أَنْدَرُ لِلْقَمَحِ وَأَنْدَرُ لِلشَّعِيرِ فَبَعَثَ اللَّهُ سَخَابَتَيْنِ أَفْرَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى أَنْدَرِ الْقَمَحِ الذَّهَبِ وَالْأُخْرَى عَلَى أَنْدَرِ الشَّعِيرِ الْوَرَقِ حَتَّى فَاضَ رَحْمَةً مَفْعُولٌ لَهُ مِنْ عِنْدِنَا صِفَةً وَذَكَرَى لِلْعَبِيدِينَ ۝ لِيُصْبِرُوا فَيُتَابُوا وَ أَذْكَرَ لِمُسْمِعِيلَ وَادْرِيسَ وَذَا الْكُفْلِ كُلٌّ مِنَ الصِّبْيَانِ ۝ عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ وَعَنْ مَعَاصِيهِ وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا مِنَ النَّبُوَّةِ إِنَّهُمْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ لَهَا وَسَمِيَ ذَا الْكُفْلِ لِأَنَّهُ تَكَفَّلَ بِصِيَامِ جَمِيعِ نَهَارِهِ وَبِقِيَامِ جَمِيعِ لَيْلِهِ وَأَنْ يَقْضَى بَيْنَ النَّاسِ وَلَا يَغْضَبَ فَوْفَى ذَلِكَ وَقِيلَ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا وَ أَذْكَرَ ذَا التُّونِ صَاحِبَ الْخُوتِ وَهُوَ يُؤْنَسُ بِنِ مَتَّى وَيُبَدَّلُ مِنْهُ إِذَا ذَهَبَ مُغَاضِبًا لِقَوْمِهِ أَيْ غَضَبَانِ عَلَيْهِمْ بِمَا قَاسَى مِنْهُمْ وَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فِي ذَلِكَ فَظَنَّ أَنَّ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ أَيْ نَقْضَى عَلَيْهِ مَا قَضَيْنَا مِنْ حَبْسِهِ فِي بَطْنِ الْخُوتِ أَوْ نُضَيِّقَ عَلَيْهِ بِذَلِكَ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ ظُلْمَةُ اللَّيْلِ وَظُلْمَةُ الْبَحْرِ وَظُلْمَةُ بَطْنِ الْخُوتِ أَنْ أَيْ بَانَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فِي ذَهَابِي مِنْ بَيْنِ قَوْمِي بِلَا إِذْنٍ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ وَكَذَلِكَ كَمَا أَنْجَيْنَاهُ نُجًى الْمُؤْمِنِينَ ۝ مِنْ كَرِيمِهِمْ إِذَا اسْتَعَاثُوا بِنَادَاعِيْنِ وَ أَذْكَرَ زَكْرِيَّا وَيُبَدَّلُ مِنْهُ إِذَا نَادَى رَبَّهُ بِقَوْلِهِ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا أَيْ بِلَا وَلَدٍ يَرِثُنِي وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ۝ الْبَاقِي بَعْدَ فَنَاءِ خَلْقِكَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ إِذْءَاهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يُحْيِي وَلَدًا وَاصْلَخْنَا لَهُ زَوْجَةً فَاتَتْ بِالْوَلَدِ بَعْدَ عَقْمِهَا إِنَّهُمْ أَيْ مَنْ ذَكَرَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ كَانُوا يُسْرِعُونَ يَبَادِرُونَ فِي الْخَيْرَاتِ الطَّاعَاتِ وَيَدْعُونَ رَعْبًا فِي رَحْمَتِنَا وَرَهْبًا مِنْ عَذَابِنَا وَكَانُوا لَنَا خَشِعِينَ ۝ مُتَوَاضِعِينَ فِي عِبَادَتِهِمْ وَ أَذْكَرَ مَرْيَمَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا حَفِظَتْهُ مِنْ أَنْ يُنَالَ فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا أَيْ جِبْرِيلَ حَيْثُ نَفَخَ فِي جَيْبِ دُرْعِمَا فَحَمَلَتْ بَعِيسَى وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ۝ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ وَالْمَلَائِكَةِ حَيْثُ وَلَدَتْهُ مِنْ غَيْرِ فَعَلِ إِنَّ هَذِهِ أَيْ مِلَّةَ الْإِسْلَامِ أُمَّتُكُمْ دِينَكُمْ أَيُّهَا الْمُخَاطَبُونَ أَيْ يَجِبُ أَنْ تَكُونُوا عَلَيْهَا أُمَّةً وَاحِدَةً ۝ حَالٌ لَازِمَةٌ وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ۝ وَحَدُّونَ وَقَطَّعُوا أَيْ بَعْضُ الْمُخَاطَبِينَ أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ أَيْ تَفَرَّقُوا أَمْرَ دِينِهِمْ مُتَخَالِفِينَ فِيهِ وَهُمْ طَوَائِفُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى قَالَ تَعَالَى كُلُّ الْبَنَاتِ رَجْعُونَ ۝ أَيْ فَنَجَازِيهِ بِعَمَلِهِ .

ع

**ترجمہ:** اور یاد کر ایوب علیہ السلام کی حالت کو اِذْ نَادَى رَبَّهُ، اُیُوب سے بدل ہے، جبکہ ان کو ان کے تمام مال واولاد کو ہلاک کر کے اور ان کے جسم کو پارہ پارہ کر کے اور ان کی بیوی کے علاوہ تمام لوگوں کے ان کو تین سالوں یا سات سالوں یا : ہارہ سالوں تک چھوڑ دینے اور ان کو تنگ زندگی کے ذریعہ آزمایا گیا اِنْسِ ہمزہ کے فتح اور با کی تقدیر کے ساتھ ہے، یعنی اس

وقت کو یاد کرو جب ایوب علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھ کو تکلیف لاحق ہوگئی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو جو تکلیف تھی وہ دور کر دی اور ہم نے ان کو ان کے اہل یعنی اولاد ذکور اور اناث عطا کئے اس طریقہ سے کہ وہ زندہ کر دیئے گئے دونوں جنسیں (مذکر و مؤنث) تین تین تھے یا سات سات اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی ان کی بیوی سے اور ان کی بیوی پر شباب لوٹا دیا گیا، اور ان کا ایک کھلیان گندم کا تھا اور ایک جو کا، تو اللہ تعالیٰ نے دو بدلیاں بھیجیں ایک بدلی نے گندم کے کھلیان پر سونا برسایا اور دوسری نے جو کے کھلیان پر چاندی برسائی یہاں تک کہ بہہ پڑے اپنی خصوصی رحمت کی وجہ سے رَحْمَةً آتِيْنَهُ كَامِفْعُولٍ لَّہِ ہے اور مِنْ عِنْدِنَا (کائنات) سے متعلق ہو کر رَحْمَةً کی صفت ہے اور بندگی کرنے والوں کی نصیحت کے لئے تاکہ صبر کریں پس ان کو ثواب عطا کیا جائے، اور اسماعیل و ذوالکفل علیہ السلام کا تذکرہ کیجئے یہ سب صابرین میں سے تھے اللہ کی اطاعت پر اور اس کی معصیت سے باز رہنے پر اور ہم نے ان سب حضرات کو اپنی رحمت یعنی نبوت میں داخل کر لیا تھا اور ان میں اس (نبوت) کی صلاحیت تھی اور ذوالکفل کا ذوالکفل اس وجہ سے نام رکھا گیا کہ انہوں نے دن میں روزہ رکھے کو اور پوری رات نماز پڑھنے کو اور اس بات کو کہ لوگوں کے درمیان مقدمات کا فیصلہ کریں گے اور غصہ نہ کریں گے لازم کر لیا تھا چنانچہ انہوں نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا، کہا گیا ہے کہ ذوالکفل نبی نہیں تھے اور ذوالنون یعنی مچھلی والے کا تذکرہ کیجئے اور وہ یونس بن مثنیٰ ہیں اور اِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا ذَا النُّونِ سے بدل ہے یعنی اس وقت کو یاد کرو کہ جب مچھلی والا اپنی قوم سے ان کی طرف سے تکلیف اٹھانے کی وجہ سے ناراض ہو کر چل دیا حالانکہ اس کو جانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی تو اس نے یہ سمجھا کہ ہم بغیر اجازت چلے جانے پر کچھ دارو گیر نہ کریں گے یعنی مچھلی کے پیٹ میں قید کرنے کا جو فیصلہ ہم نے کر لیا ہے وہ نہ کریں گے، یا اس کی وجہ سے ہم اس پر تنگی نہ کریں گے آخر کار وہ اندھیروں میں پکارا تھا یعنی رات کی ظلمت اور دریا کی ظلمت اور مچھلی کے پیٹ کی ظلمت سے کہ اے الہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ظالموں میں سے ہو گیا بغیر اجازت قوم کے درمیان سے چلے جانے کی وجہ سے تو ہم نے اس کی دعا سن لی اور مذکورہ کلمات دعا کی بدولت اس کو غم سے نجات دیدی اور جس طرح اس کو بچا لیا اسی طرح ہم ایمان والوں کو ان کے کرب سے بچا لیا کرتے ہیں جب وہ ہم سے دعا کرتے ہوئے فریاد کرتے ہیں اور زکریا کا تذکرہ کرو اِذْ نَادَى رَبَّهُ زَكْرِيَّا سے بدل واقع ہے، جب اس نے اپنے رب کو رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا کے الفاظ سے پکارا یعنی اے میرے پروردگار تو مجھے تنہا یعنی بلا ولد کے جو میرا وارث ہو نہ چھوڑ دے اور تو سب سے بہتر وارث ہے یعنی تیری تمام مخلوق کے فنا ہونے کے بعد تو ہی باقی رہنے والا ہے تو ہم نے اس کی دعا کو قبول کر لیا اور ہم نے اس کو بچی لڑکا عطا کیا اور ہم نے اس کے لئے اس کی بیوی کو درست کر دیا اور بانجھ رہنے کے بعد اس نے بچہ جنا اور بے شک وہ لوگ یعنی وہ انبیاء جن کا ذکر ہوائیک کاموں یعنی طاعتوں میں جلدی سبقت کرتے تھے اور وہ ہم کو امید و بیم یعنی ہماری رحمت کی امید اور ہمارے عذاب کے خوف کے ساتھ ہم کو پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے یعنی اپنی عبادت میں خشوع و خضوع کرنے والے تھے اور بی بی مریم کا بھی تذکرہ کیجئے جس نے اپنی ناموس کی حفاظت کی یعنی اس تک

رسائی دینے سے اس کی حفاظت کی اور ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی یعنی جبرائیل علیہ السلام نے اس طریقہ سے کہ اس کے گریبان میں پھونک ماردی چنانچہ بی بی مریم عیسیٰ علیہا السلام سے حاملہ ہو گئیں اور ہم نے خود ان کو اور ان کے بیٹے کو عالم والوں یعنی انسانوں اور جنات اور فرشتوں کے لئے نشانی بنا دیا اس لئے کہ انہوں نے مرد کے بغیر بچہ جنابے شک یہ یعنی ملت اسلامیہ اے مخاطبوا! تمہاری ایک ہی ملت ہے تمہارے لئے ضروری ہے کہ اسی پر قائم رہو امۃً واحدةً حال لازمہ ہے اور میں تم سب کا رب ہوں لہذا میری ہی بندگی کرو یعنی میری توحید کے قائل ہو جاؤ مگر بعض مخاطبین نے آپس میں اپنے دین میں فرقہ بندی کر لیں یعنی اپنے دینی معاملہ میں اختلاف کرنے کی وجہ سے متفرق ہو گئے اور وہ یہود و نصاریٰ کے گروہ تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب کے سب ہماری طرف لوٹنے والے ہیں یعنی ہم ان میں سے ہر ایک کے عمل کا بدلہ دیں گے۔

### تَحْقِيقُ تَرْكِيْبِ تِسْمِيْلٍ وَ تَفْسِيْرِي فَوَائِدُ

قَوْلًا: وَاذْكُرْ أَيُّوبَ وَيَنْدُلْ مِنْهُ إِذْ نَادَى رَبَّهُ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَيُّوبَ یعنی اس کے مضاف محذوف سے بدل ہے ای خبرِ ایوب سے۔

قَوْلًا: لَمَّا ابْتُلِيَ نَادَىٰ كَيْفَ تَمُوتُ کے متعلق ہے۔

قَوْلًا: وَضِيقَ عَيْشِهِ اور ضِيقُ بِنِ الْمَفْعُولِ پڑھا جائے تو ابْتُلِيَ پر عطف ہوگا، اور ضِيقُ مصدر پڑھا جائے تو فقد پر عطف ہوگا اور با کے تحت ہوگا ای ابْتُلِيَ بِضِيقِ عَيْشِهِ۔

قَوْلًا: سَنِينَ ثَلَاثًا یہ ابْتُلِيَ کا ظرف ہے۔

قَوْلًا: اَنْدَرُ بَرْوَزَن بَنْدَرُ كَهْلِيَان (ج) اَنْدَرُ اَهْلُ شَامِ كِي زَبَانِ مِيں بَيْدَرُ بَرْوَزَن خَيْبَرُ کہتے ہیں موضع الذی يُدَاسُ فِيْهِ الطَّعَامُ۔

قَوْلًا: رَحْمَةً يَهْ آتِيْنَاهُ كَامْفَعُولٍ لَهْ ہے، اور فَعْلٌ مَقْدَرٌ كَامْفَعُولٍ مطلق بھی ہو سکتا ہے ای رَحْمَتَاهُ رَحْمَةٌ (والاول اظهر)۔

قَوْلًا: مِنْ عِنْدِنَا رَحْمَةً كِي صِفَتٌ ہے ای رَحْمَةً كَانَتْ مِنْ عِنْدِنَا اور ذِكْرُ الْعَابِدِيْنَ مِيں عَابِدِيْنَ كِي تَخْصِيصُ اس لئے ہے کہ اس قسم کے واقعات سے عابدین ہی منتفع ہوتے ہیں۔

قَوْلًا: لِيَصْبِرُوا ای كَمَا صَبَرَ أَيُّوبَ فَائِيْبٌ۔

قَوْلًا: وَاَدْخَلْنَاهُمْ كَاعْطَفَ فَعْلٌ مَقْدَرٌ ہے ای فَاَعْطَيْنَاهُمْ ثَوَابَ الصَّابِرِيْنَ وَاَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا۔

قَوْلًا: وَذَا الْكِفْلِ ان کا نام بشر ابن ایوب علیہ السلام ہے اور ذَا الْكِفْلِ ان کا لقب ہے۔

قَوْلًا: ذَا النُّونِ یہ لقب ہے اصل نام یونس بن مثنیٰ بروزن ششی ہے چونکہ یونس علیہ السلام چند ایامِ مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے اسی وجہ سے ان کا لقب ذوالنون ہو گیا۔





جمعیت کے معنی موجود ہیں اور امة واحده سے بھی یہی سمجھ میں آرہا ہے گویا کہ اُمَّةً واحِدَةً، امتکم کے لئے معنی کے اعتبار سے لازم ہے۔

قَوْلُهُمْ: وَهُمْ طَوَائِفُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اس کی تخصیص کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ مسلمانوں میں بھی تہتر فرقے ہوں گے۔

قَوْلُهُمْ: وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ تَقَطَّعُوا قَطْعُوا کے معنی میں ہے اور أَمْرُهُمْ اس کا مفعول بہ ہے اور أَمْرُهُمْ کے معنی فی امرہم کے ہیں۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

### حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ:

حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں اسرائیلی روایات بڑی طویل ہیں، ان میں سے جن کو محدثین نے تاریخی درجہ میں قابل اعتماد سمجھا ہے وہ نقل کی جاتی ہیں، قرآن مجید سے تو صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کو کوئی شدید مرض لاحق ہو گیا تھا جس پر وہ صبر کرتے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس مرض سے نجات ملی اور یہ کہ اس بیماری کے زمانہ میں ان کی اولاد واجباب سب غائب ہو گئے خواہ موت کی وجہ سے یا اور کسی دوسری وجہ سے پھر حق تعالیٰ نے ان کو صحت وعافیت عطا فرمائی اور جتنی اولاد تھی وہ سب ان کو دیدی بلکہ اتنی ہی اور بھی دیدی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ کے بعض اجزاء تو مستند احادیث میں موجود ہیں، زیادہ تر تاریخی روایات ہیں، خازن نے کہا ہے کہ ایوب علیہ السلام روم کے باشندہ تھے اور ان کا نسب عیص بن اٰحق علیہ السلام سے ملتا ہے ان کی والدہ لوط بن ہاران کی اولاد میں سے تھیں جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادہ تھے حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ابتداء میں ہر قسم کے مال و دولت زمین جائیداد مکانات اور سوار یوں نیز اولاد و خشم و خدم سے نوازا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبرانہ آزمائش میں مبتلا کیا جس کی وجہ سے یہ سب چیزیں ختم ہو گئیں اور جسم میں بھی کوئی شدید قسم کی بیماری لگ گئی جس کی وجہ سے زبان اور قلب کے سوا کوئی حصہ صحیح سالم نہیں بچا اس حالت میں بھی زبان و قلب کو اللہ کی یاد میں مشغول رکھتے تھے اور اس کا شکر ادا کرتے رہتے تھے، اس شدید بیماری کی وجہ سے عزیزوں اور دوستوں اور بڑوسیوں نے ان کو الگ کر کے آبادی سے باہر ڈال دیا ان کے پاس ان کی بیوی جن کا نام رحمت بنت افراسیم بن یوسف بن یعقوب تھا کے سوا کوئی نہیں جاتا تھا، بعض حضرات نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا نام لیا بنت میثا بن یوسف بتایا ہے، وہی ان کی خبر گیری کرتی تھی، حضرت ایوب علیہ السلام آبادی سے دور کوڑے پکڑے کی جگہ سات سال اور چند ماہ پڑے رہے، بعض مفسرین نے اٹھارہ سال بیان کئے ہیں کبھی جزع فزع یا حرف شکایت زبان پر نہیں آیا، نیک بیوی نے عرض بھی کیا کہ آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے، اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ تکلیف دور ہو جائے تو فرمایا کہ

میں نے ستر سال صحیح تندرست اللہ کی بے شمار نعمت و دولت میں گزارے ہیں کیا اس کے مقابلہ میں سات سال بھی مصیبت کے گزارنے مشکل ہیں، پیغمبرانہ عزم و ضبط اور صبر و ثبات کا یہ عالم تھا کہ دعا کرنے کی بھی ہمت نہیں کرتے تھے کہ کہیں صبر کے خلاف نہ ہو جائے، بالآخر کوئی سبب پیش آیا کہ جس نے ان کو دعا کرنے پر مجبور کر دیا اور یہ دعا صرف دعا ہی تھی کوئی بے صبری نہیں تھی حق تعالیٰ نے ان کے کمال صبر پر اپنے کلام میں مہر ثبت فرمادی ہے، فرمایا اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب ایوب علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور ان کو حکم ہوا کہ زمین پر اڑھ لگائیے یہاں سے صاف پانی کا چشمہ پھوٹے گا اس سے غسل کیجئے اور اس کا پانی پیجئے تو یہ تمام مرض ختم ہو جائے گا، حضرت ایوب علیہ السلام نے اس کے مطابق کیا تو پورا بدن یکا یک اپنی سابقہ اصلی حالت پر آ گیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت کا لباس بھیج دیا وہ زیب تن فرمایا، اور اس کوڑے پکڑے سے الگ ہو کر ایک طرف بیٹھ گئے زوجہ محترمہ حسب عادت ان کی خبر گیری کے لئے آئیں تو ان کو اپنی جگہ نہ پا کر رونے لگیں، ایوب علیہ السلام جو ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے ان کو نہیں پہچانا اس لئے کہ حالت بدل چکی تھی، انہیں سے پوچھا کہ اے خدا کے بندے کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ بیمار جو یہاں پڑا رہتا تھا کہاں چلا گیا؟ کیا کتوں اور بھیڑیوں نے اسے کھالیا، یہ سب سن کر حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ہی ایوب ہوں مگر زوجہ محترمہ نے اب بھی نہیں پہچانا اور کہا اللہ کے بندے کیا آپ مجھ سے تسخر کرتے ہیں تو ایوب علیہ السلام نے پھر فرمایا غور سے دیکھو میں وہی ایوب ہوں اللہ نے میری دعا قبول فرمائی اور میرا بدن درست فرمادیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کا مال و دولت بھی ان کو واپس دیدیا اور اولاد بھی اور اولاد کی تعداد کے برابر مزید اولاد بھی دیدی۔

(ابن کثیر مع الحذف والاضافہ)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے سات لڑکے اور سات لڑکیاں تھیں اس ابتلاء کے زمانہ میں یہ سب فوت ہو گئے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت عطا فرمادی ان کو بھی دوبارہ زندہ کر دیا اور ان کی اہلیہ سے اتنی ہی اولاد پیدا ہو گئی جس کو قرآن کریم نے و مثلهم معهم فرمایا ہے، ثعلبی نے کہا ہے یہ قول ظاہر آیت قرآن کے ساتھ اقرب ہے۔

(قرطبی)

وَ اذْکُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ حَقَّ سِجَانِہِ وَ تَعَالٰی نے صبر ایوب کا تذکرہ فرمایا اس کے ساتھ ان حضرات کے صبر کا بھی تذکرہ فرمادیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کا خود کو زنج کے لئے بخوشی پیش کر دینا ایک عظیم ابتلاء و آزمائش تھی جس میں آپ کامیاب رہے حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک سو تیس سال بقید حیات رہے جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا اس وقت اسماعیل علیہ السلام کی عمر ۸۳ سال تھی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے برادر خورد اسحاق علیہ السلام آپ سے چودہ سال چھوٹے تھے اور ۱۸۰ سال کی عمر پائی۔ (حمل)

اور حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے جدا مجد ہیں حضرت آدم علیہ السلام کے انتقال سے سو سال قبل پیدا ہوئے تھے، یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے انتقال کے وقت حضرت ادریس کی عمر سو سال تھی آدم کی وفات کے ۲۰۰ سال بعد

مبعوث ہوئے اور بعثت کے بعد ایک سو پچاس سال زندہ رہے اس طرح آپ نے ۴۵۰ سال عمر پائی حضرت نوح اور حضرت ادریس کے درمیان ایک ہزار سال کا زمانہ ہے۔ (حمل)

ذا الکفل یہ لقب ہے اصل نام بشر ہے کہا گیا ہے کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں، چونکہ انہوں نے دن میں روزہ رکھنا اور رات کو قیام کرنا اور کسی پر غصہ نہ کرنے کو اپنے ذمہ لازم کر لیا تھا اسی مناسبت سے ان کا لقب ذوالکفل ہو گیا، کہا گیا ہے کہ ذوالکفل نبی نہیں تھے بلکہ عبد صالح تھے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ نبی تھے اور قرآن کے اسلوب سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ قرآن کریم نے انبیاء کو شمار کراتے ہوئے درمیان میں ان کا ذکر بھی کیا ہے اس کے علاوہ اس سورت کا نام ہی سورۃ الانبیاء ہے، مگر بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی نہیں تھے بلکہ مرد صالح تھے امام تفسیر ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت یسح کا نبی ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے حضرت یسح جب بوڑھے اور ضعیف ہو گئے تو چاہا کہ کسی کو اپنا خلیفہ بنا دیں جو دینی امور میں ان کی نیابت کا کام انجام دے۔

اس مقصد کے لئے حضرت یسح نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کیا کہ اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں مگر اس کے لئے تین شرطیں ہیں جو شخص ان شرائط کا جامع ہوگا اس کو خلیفہ بناؤں گا، وہ تین شرطیں یہ ہیں وہ ہمیشہ روزہ رکھتا ہو رات کو عبادت کے لئے بیدار رہتا ہو اور کبھی غصہ نہ کرتا ہو، مجمع میں سے ایک ایسا غیر معروف شخص کھڑا ہوا جس کو لوگ حقیر سمجھتے تھے اور کہا کہ میں اس کام کے لئے حاضر ہوں حضرت یسح علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کیا تم یہ تینوں کام کرتے ہو جواب دیا میں ان تینوں کاموں کا عامل ہوں، غالباً حضرت یسح علیہ السلام کو اس کی بات کا یقین نہ آیا پھر دوسرے روز اسی طرح مجمع سے خطاب فرمایا مگر سب حاضرین خاموش رہے اور وہی شخص پھر کھڑا ہو گیا تو مجبوراً حضرت یسح علیہ السلام نے ان کو اپنا خلیفہ نام زد کر دیا، جب شیطان نے دیکھا کہ ذوالکفل اس میں کامیاب ہو گئے تو اپنے اعوان شیطان سے کہا کہ جاؤ کسی طرح اس شخص پر اثر ڈالو کہ یہ کوئی ایسا کام کر بیٹھے کہ جس کی وجہ سے اس کا یہ منصب سلب ہو جائے، اعوان شیطان نے عذر کر دیا کہ وہ ہمارے قابو میں آنے والا نہیں ہے، شیطان نے کہا اچھا تم اس کو میرے اوپر چھوڑ دو اس سے میں خود نمٹ لوں گا، ذوالکفل اپنی عادت کے مطابق دن کو روزہ رکھتے اور رات بھر بندگی خدا میں جاگتے رہتے تھے صرف دو پہر کو تھوڑی دیر آرام کرتے تھے، ایک روز شیطان دو پہر کو ان کے قیلولہ کے وقت آیا اور دروازہ پر دستک دی یہ بیدار ہو گئے اور فرمایا کون ہے؟ شیطان نے کہا میں ایک بوڑھا مظلوم ہوں ذوالکفل نے دروازہ کھول دیا شیطان نے اندر پہنچ کر ایک طویل داستان بیان کرنی شروع کر دی اور ایک شخص کے ساتھ اپنے نزاع کا تفصیل سے ذکر کیا، یہاں تک کہ آرام کا وقت ختم ہو گیا، حضرت ذوالکفل نے فرمایا جب میں کچہری میں بیٹھوں تو میرے پاس آنا میں تمہارا حق دلوا دوں گا، جب ذوالکفل باہر تشریف لائے تو عدالت میں اس کا انتظار کرتے رہے مگر اس کو نہیں پایا، جب دو پہر کو قیلولہ کے لئے گھر تشریف لے گئے اور آرام کے لئے ابھی لیٹے ہی تھے کہ یہ شخص آیا اور دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا، معلوم کیا کون ہے؟ جواب دیا ایک مظلوم بوڑھا شخص ہے انہوں نے پھر دروازہ کھول دیا اور فرمایا کہ کیا میں نے کل تم سے نہیں کہا تھا کہ کچہری میں آنا، بوڑھے نے جواب دیا حضرت میرے مخالف بڑے خبیث لوگ ہیں جب انہوں نے دیکھا کہ آپ فیصلہ کے لئے اپنی مجلس میں بیٹھے ہیں اور میں حاضر

ہوں تو آپ ان کو میرا حق دینے پر مجبور کر دیں گے، تو اس وقت ان لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہم تیرا حق دیتے ہیں پھر جب آپ مجلس سے اٹھ گئے تو انکار کر دیا، حضرت ذوالکفل نے پھر اس سے یہی فرمایا کہ اب جاؤ اور جب میں مجلس عدالت میں بیٹھوں تو آنا آج بھی دوپہر کا سارا وقت ختم ہو گیا اور آرام کا موقع نہ ملا جب باہر مجلس عدالت میں تشریف لے گئے تو اس بوڑھے کا انتظار کرتے رہے مگر بوڑھا شخص نہ آیا، اس طرح دوپہر کو آرام کئے بغیر دو روز گزر گئے جب تیسرا روز ہوا تو نیند کا بہت زیادہ غلبہ تھا اپنے اہل خانہ سے کہہ دیا کہ آج کسی کو اندر نہ آنے دینا، یہ بوڑھا پھر تیسرے روز اسی طرح آیا اور دروازہ پر دستک دینا چاہا تو لوگوں نے منع کر دیا تو ایک روشندان کے ذریعہ اندر داخل ہو گیا اور اندر پہنچ کر دروازہ بجانا شروع کر دیا، تیسرے روز بھی ذوالکفل کی نیند خراب ہو گئی اور دیکھا کہ ایک شخص گھر کے اندر ہے اور دروازہ بدستور بند ہے، اس سے معلوم کیا تو کس طرح اندر آ گیا اس وقت ذوالکفل نے پہچان لیا کہ یہ شیطان ہے اور فرمایا کیا تو خدا کا دشمن ابلیس ہے؟ اس نے اقرار کر لیا اور کہنے لگا کہ تو نے مجھے ہر تدبیر میں ناکام کر دیا کبھی میرے جال میں نہیں آیا، اب میں نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح تجھے غصہ دلا دوں تاکہ تو اپنے اقرار میں جھوٹا ہو جائے جو سچ نبی کے ساتھ کیا ہے اس لئے میں نے یہ سب حرکتیں کیں، اسی واقعہ کی وجہ سے ان کو ذوالکفل کا خطاب دیا گیا کیونکہ ذوالکفل کے معنی ہیں ایسا شخص جو اپنے عہد اور ذمہ داری کو پورا کرے۔ (ابن کثیر بحوالہ معارف القرآن)

وَ اذْکُرْ ذَا النُّونِ ذَا النُّونِ اور صاحب الحوت یہ دونوں حضرت یونس علیہ السلام کے لقب ہیں اس کے معنی ہیں مچھلی والا، حضرت یونس علیہ السلام کو چونکہ چند روز مچھلی کے پیٹ میں رہنا پڑا تھا اس لئے ان کا لقب ذوالنون یا صاحب الحوت پڑ گیا، اصل نام یونس ہے اور والد صاحب کا نام مثنیٰ بروزن ششی ہے بعض حضرات نے مثنیٰ ان کی والدہ کا نام بتایا ہے، جیسا کہ ابن کثیر نے فرمایا ہے اس صورت میں ان کی نسبت ماں کی طرف ہوگی جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ان کی والدہ مریم کی طرف ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کو موصل کی ایک بستی نینوا کی طرف لوگوں کو ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا، حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایمان اور عمل صالح کی دعوت دی مگر قوم تہمید اور سرکشی پر اتر آئی اور ایمان لانے سے صاف انکار کر دیا حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر اور تین دن کے اندر اندر عذاب آنے کی دھمکی دیکر بستی سے نکل گئے اب قوم کو فکر ہوئی کہ اب عذاب آ ہی جائے گا، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب کے بعض آثار نمایاں بھی ہو گئے تھے، تو قوم نے اپنے شرک و کفر سے توبہ کی اور تمام مرد اور عورت جانور اور بچے توبہ و استغفار کے لئے جنگل میں نکل گئے اور حق تعالیٰ کے حضور خوب گریہ و زاری کی اور عذاب سے پناہ بھی طلب کی اللہ تعالیٰ نے ان کی الحاج و زاری کو دیکھ کر ان کی توبہ کو قبول کر لیا اور عذاب بھی ٹال دیا۔

جب حضرت یونس علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ قوم صحیح سلامت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب ٹال دیا ہے تو ان کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ میں تین روز کے اندر اندر عذاب کی دھمکی دے کر آیا ہوں اور عذاب آیا نہیں ہے لہذا لوگ مجھے جھوٹا خیال کریں گے جس کی وجہ سے اب میری دعوت ان پر اثر نہ کرے گی بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قوم میں جھوٹے کی سزا قتل

تھی لہذا حضرت یونس علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ قوم مجھے قتل کر دے گی اسی اندیشہ کے پیش نظر حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم میں واپس جانے کے بجائے دوسری جگہ ہجرت کرنے کا ارادہ کر لیا راستہ میں ایک دریا پڑتا تھا دریا عبور کرنے کے لئے کشتی میں سوار ہو گئے اتفاق سے کشتی گرداب میں پھنس گئی، ملاحوں نے اپنے تجربہ کی بنیاد پر کہا کہ کشتی میں کوئی ایسا شخص ہے جو اپنے مولیٰ سے فرار ہو کر آیا ہے، ملاحوں نے مفروضہ کو متعین کرنے کے لئے قرعہ اندازی کی بار بار قرعہ اندازی کرنے کے باوجود قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام ہی نکلا ملاحوں نے مجبور ہو کر حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک مچھلی کو حکم دیا کہ یونس کو فوراً اپنے پیٹ میں رکھ لے اور فرمایا کہ وہ اس کی غذا نہیں ہے، بلکہ چند روز کے لئے قید خانہ ہے حضرت یونس علیہ السلام باختلاف روایات تین دن، سات دن، بیس دن، چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں رہے، اسکے بعد مچھلی کو حکم ہوا کہ دریا کے کنارے پر ڈال دے، چنانچہ مچھلی نے کنارے پر ڈال دیا ادھر اللہ تعالیٰ نے ان کی غذا کا یہ انتظام کیا کہ ایک پہاڑی بکری کو حکم دیا کہ دونوں وقت ان کو دودھ پلا دیا کرے چنانچہ بکری حکم کے مطابق دونوں وقت دودھ پلاتی رہی یہاں تک کہ آپ تندرست ہو گئے۔

(ملخصاً من الحلال فی سورة الصافات بحوالہ حمل)

و كذلك ننجى المؤمنين یعنی جس طرح یونس علیہ السلام کو غم اور مصیبت سے نجات دی، اسی طرح ہم سب مومنین کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرتے ہیں جبکہ وہ صدق و اخلاص کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوں، ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ذوالنون کی وہ دعا جو انہوں نے نطن ماہی میں کی تھی یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ جو مسلمان اپنے کسی مقصد کے لئے ان کلمات کے ساتھ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں گے۔

(رواہ احمد والترمذی والحاکم، مظہری)

وَ اذْکُرْ زَکْرِيَا حضرت زکریا علیہ السلام کا بڑھاپے میں اولاد کے لئے دعا کرنا اور اللہ کی طرف سے اس کا عطا کیا جانا، اس کی ضروری تفصیل سورہ طہ میں گذر چکی ہے، یہاں بھی اس کی طرف اشارہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی بانجھ تھیں ہم نے اس کے اس نقص کا ازالہ کر کے اسے ایک نیک بچہ عطا فرمایا، اور اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ قبولیت دعا کے لئے ضروری ہے کہ ان باتوں کا اہتمام کیا جائے جن کا بطور خاص یہاں ذکر کیا گیا ہے مثلاً الحاج و زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا و مناجات، نیکی کے کاموں میں سبقت، امید و بیم کے ملے جلے جذبات کے ساتھ رب کو پکارنا اور اس کے سامنے عاجزی اور خشوع کا اظہار۔

یہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا تذکرہ ہے جو پہلے گذر چکا ہے:

اُمّة سے یہاں دین یا ملت مراد ہے یعنی تمہارا دین یا ملت ایک ہی ہے اور وہ دین دین تو حید ہے جس کی دعوت تمام انبیاء نے دی ہے اور ملت اسلام ہے جو تمام انبیاء کی ملت رہی ہے۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ ۖ اِی جُحُودَ لِسَعِيهِ ۚ وَلَنَالَهُ كِتَابٌ ۙ ۞۱۴۱ بَانَ نَاسِرَ الْحَفَظَةِ بِكُتِبِهِ  
فَنَجَازِيهِ عَلَيْهِ وَحَرَّمَ عَلَى قَرِيْبَةٍ اَهْلُهَا اُرِيْدَ اَنْهَلَهَا اَلْهَمَّ لَا زَائِدَةٌ يَرْجِعُوْنَ ۙ ۞۱۴۲ اِی مُنْتَبِعَ رُجُوعِهِمْ اِلَى الدُّنْيَا  
حَتَّى غَايَةِ لَا مُنْتَبَاعَ رُجُوعِهِمْ اِذَا فُتِحَتْ بِالْتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْدِ يَاجُوجُ وَمَاجُوجُ ۙ ۞۱۴۳ بِالسَّهْمَةِ وَتَرْكِهِ اِسْمَانِ  
اَعْجَمِيَّانِ لِقَبِيْلَتَيْنِ وَيُقَدَّرُ قَبْلَهُ مُضَافٌ اِی سَدُّهُمَا وَذَلِكَ قُرْبَ الْقِيَمَةِ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ۙ ۞۱۴۴  
يَنْسِلُونَ ۙ ۞۱۴۵ اَقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۙ ۞۱۴۶ فِی ذَلِكَ الْیَوْمِ لِيَشِدَّ بِهِ  
يَقُولُونَ يَا لَيْتَنِيهِ وَلَیْنَا هَلَاكُنَا قَدْ كُنَّا فِی الدُّنْيَا فِی غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا الْیَوْمِ بَلْ كُنَّا ظَالِمِیْنَ ۙ ۞۱۴۷ اَنْفُسَنَا  
بِتَكْذِیْبِنَا الرُّسُلِ اِنَّكُمْ يَا اَهْلَ مَكَّةَ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِی غِیْرِهِ مِنْ الْاَوْثَانِ حَصْبُ جَهَنَّمَ  
وَقُوْدُهَا اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ ۙ ۞۱۴۸ دَاخِلُونَ فِیْهَا لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ الْاَوْثَانُ اِلٰهَةً كَمَا زَعَمْتُمْ مَا وَرَدُوهَا دَخَلُوهَا  
وَكُلُّ مِنَ الْعَابِدِیْنَ وَالْمَعْبُودِیْنَ فِیْهَا خَالِدُوْنَ ۙ ۞۱۴۹ لَهُمْ لِعَابِدِیْنَ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَهُمْ فِیْهَا لَا یَسْمَعُوْنَ ۙ ۞۱۵۰ شَيْئًا  
لِیَشِدَّةٍ غَلْبَانِهَا وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ اِنَّ الزَّبْعْرٰی عَبْدُ غَزِیْرٍ وَالمَسِیْحُ وَالمَلَائِكَةُ فَهَمَّ فِی النَّارِ عَلٰی مُقْتَضٰی مَا  
تَقَدَّمَ اِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِرَاتَا الْمَنْزِلَةِ الْحُسْنٰی ۙ ۞۱۵۱ وَمِنْهُمْ مَنْ ذَكَرَ اُولَئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۙ ۞۱۵۲  
لَا یَسْمَعُوْنَ حِسِیْسَهَا صَوْتَهَا وَهُمْ فِی مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ مِنَ النَّعِیْمِ خَالِدُوْنَ ۙ ۞۱۵۳ لَا یَحْزَنُهُمُ الْفَرْغُ الْاَكْبَرُ وَهُوَ  
اَنْ یُؤَسَّرَ بِالْعَبْدِ اِلَى النَّارِ وَتَتَلَقَّهُمْ تَسْتَقْبِلُهُمُ الْمَلَائِكَةُ ۙ ۞۱۵۴ عِنْدَ خُرُوجِهِمْ مِنَ الْقُبُورِ یَقُولُونَ لَهُمْ  
هَذَا یَوْمُكُمْ الَّذِی كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۙ ۞۱۵۵ فِی الدُّنْيَا یَوْمَ مَنْصُوبٍ بِاَذْكَرٍ مُّقَدَّرًا قَبْلَهُ نَظَّوْی السَّمَاءِ كَطَيِّ السَّجِلِ اِسْمُ  
مَلَكَ لِلْكِتَابِ صَحِیْفَةِ اِبْنِ اٰدَمَ عِنْدَ مَوْتِهِ وَالْلَّامُ زَائِدَةٌ اَوْ السَّجِلَ الصَّحِیْفَةُ وَالكِتَابُ بِمَعْنٰی الْمَكْتُوبِ بِهِ  
وَالْلَّامُ بِمَعْنٰی عَلٰی وَفِی قِرَاءَةِ لِلْكِتَابِ جَمْعًا كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ عَنْ غَدَمٍ نُّعِیدُهُ ۙ ۞۱۵۶ بَعْدَ اِعْدَابِهِ فَالْكَافُ  
مُتَعَلِّقَةٌ بِنُعِیْدٍ وَضَمِیْرُهُ غَائِذٌ اِلَى اَوَّلٍ وَمَا مَصْدَرِيَّةٌ وَعَدَّا عَلَيْنَا ۙ ۞۱۵۷ مَنْصُوبٌ بِوَعْدِنَا مُّقَدَّرًا قَبْلَهُ وَهُوَ مُؤَكَّدٌ  
لِمَضْمُونٍ مَا قَبْلَهُ اِنَّا كُنَّا فَاعِلِیْنَ ۙ ۞۱۵۸ مَا وَعَدْنَا وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزُّبُورِ بِمَعْنٰی الْكِتَابِ اِی كُتِبَ اللّٰهُ الْمَنْزِلَةُ  
مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ بِمَعْنٰی اَمْ الْكِتَابِ الَّذِی عِنْدَ اللّٰهِ اَنَّ الْاَرْضَ اَرْضُ الْجَنَّةِ یَرِثُهَا عِبَادِی الصَّالِحُونَ ۙ ۞۱۵۹ غَامٌ  
فِی كُلِّ صَالِحٍ اِنَّ فِی هَذَا الْقُرْآنِ لَبَلَاغًا كِفَايَةً فِی دُخُولِ الْجَنَّةِ لِقَوْمٍ عِبِدِیْنَ ۙ ۞۱۶۰ عَابِدِیْنَ بِهِ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ يَا  
مُحَمَّدُ اِلَّا رَحْمَةً اِلَى الرُّحَمَۃِ لِلْعَالَمِیْنَ ۙ ۞۱۶۱ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ بِكَ قُلْ اِنَّمَا یُوحٰی اِلَیَّ اَنْمَالُ اللّٰهِ وَوَاحِدٌ ۙ ۞۱۶۲ اِی  
مَا یُوحٰی اِلَیَّ فِی اَمْرِ الْاِلٰهِ الْاَوْحَادِیَّةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۙ ۞۱۶۳ مُنْقَادُونَ لِمَا یُوحٰی اِلَیَّ مِنْ وَحْدَانِیَّتِهِ  
اِلَا سِفْهَهُمُ بِمَعْنٰی الْاَمْرِ فَاِنْ تَوَلَّوْا عَنْ ذَلِكَ فَقُلْ اَذْنَبْتُكُمْ اَعْلَمْتُكُمْ بِالْحَرْبِ عَلٰی سَوَاءٍ ۙ ۞۱۶۴ حَالٌ مِنَ الْفَاعِلِ  
وَالْمَفْعُولِ اِی مُسْتَوِیْنِ فِی عِلْمِهِ لَا اَسْتَبْدُ بِهِ دُونَكُمْ لِتَتَابَعُوا وَلَٰنَ مَا اَذْرٰی اَقْرَبَ اَمْ یُعِیْدُ مَا تُوَعَّدُونَ ۙ ۞۱۶۵ مِنْ

الْعَذَابِ أَوْ الْقِيَمَةِ الْمُشْتَمِلَةِ عَلَيْهِ وَإِنَّمَا يَعْلَمُهُ اللَّهُ إِنَّهُ تَعَالَى يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ مِنْكُمْ وَمَنْ غَيْرُكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ۝ أَنْتُمْ وَغَيْرُكُمْ مِنَ السِّرِّ وَإِنَّمَا أَدْرِي لَعَلَّهُ أَيُّ مَا أُعَلِّمْتُكُمْ بِهِ وَلَمْ يُعْلَمْ وَقْتُهُ فِتْنَةً اخْتِبَارًا لَكُمْ لِيُرَى كَيْفَ صَنَعْتُمْ وَمَتَاعٌ تَمْتَنِعُ إِلَى حِينٍ ۝ أَيُّ انْقِضَاءِ أَجَالِكُمْ وَهَذَا مُقَابِلُ لِلأَوَّلِ الْمُتَرَجِّحِي بِلَعَلِّ وَلَيْسَ الثَّانِي مَخْلًا لِلتَّرَجُّحِي قُلْ وَفِي قِرَاءَةِ قَالَ رَبِّ احْكُمْ بَيْنِي وَبَيْنَ مُكَذِّبِي بِالْحَقِّ بِالْعَذَابِ لَهُمْ أَوْ النَّصْرِ عَلَيْهِمْ فَعَذِّبُوا بَدْرَ وَأُحُدَ وَالْأَخْزَابَ وَحُنَيْنَ وَالْخَنْدَقَ وَنُصِرَ عَلَيْهِمْ وَرَبَّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ ۝ مَنْ كَذَّبَكُمْ عَلَى اللَّهِ فِي قَوْلِكُمْ اتَّخَذَ وَلَدًا وَعَلَىٰ فِي قَوْلِكُمْ سَاحِرٌ وَعَلَىٰ الْقُرْآنِ فِي قَوْلِكُمْ شَيْعُرٌ.

**ترجمہ:** تو شخص نیک عمل کرے اور وہ مومن بھی ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہیں کی جائے گی یعنی انکار نہیں کیا جائے گا اور ہم اس کی سعی کو لکھ لیتے ہیں یعنی ہم فرشتوں کو اس کے لکھنے کا حکم دیتے ہیں سو ہم اس کو اس کی سعی کا بدلہ دیں گے اور حرام ہے اس بستی پر یعنی بستی والوں پر جن کو ہم نے ہلاک کر دیا ہے یہ کہ وہ لوٹ کر آئیں یعنی ان کا دنیا کی طرف لوٹ کر آنا ممتنع ہے اور لا یرجعون میں لازائدہ ہے، یہاں تک کہ یہ امتناع رجوع کی غایت ہے کھول دیئے جائیں یا جوج اور ما جوج فُتِحَتْ تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے، یا جوج ما جوج ہمزہ کے ساتھ اور ترک ہمزہ کے ساتھ دو قبیلوں کے دو عجمی نام ہیں اور ان سے قبل مضاف محذوف ہے ای سُدُّهُمَا اور یہ قرب قیامت میں ہوگا اور وہ ہر بلندی یعنی ٹیلے سے تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے آئیں گے اور سچا وعدہ یعنی قیامت کا دن قریب آگاہ ہوگا شان یہ ہے کہ اس وقت کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور سخت دن میں کہیں گے ہائے افسوس (ہماری ہلاکت) ہم تو دنیا میں اس دن سے غفلت میں تھے بلکہ رسولوں کی تکذیب کر کے ہم ظالم تھے اے اہل مکہ تم اور خدا کے علاوہ بت وغیرہ جن کی تم بندگی کرتے ہو جہنم کا ایندھن بنو گے اور تم سب اس (جہنم) میں وارد داخل ہو گے اگر یہ بت (حقیقی) معبود ہوتے جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور عابدین و معبودین سب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور ان عابدین کے لئے جہنم میں چیخ پکار ہوگی اور وہ جہنم میں اس کے شدت جوش کی وجہ سے کچھ نہ سن سکیں گے، اور نازل ہوئی (آئندہ) آیت جب کہ ابن زبیری نے کہا تھا کہ عزیر اور مسیح اور ملائکہ علیہم السلام کی (بھی) بندگی کی گئی ہے لہذا ما سبق کے بیان کے مطابق وہ بھی جہنم میں ہوں گے البتہ وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے درجات عالیہ مقدر ہو چکے ہیں اور انہیں میں سے وہ لوگ بھی ہیں جن کا ذکر کیا گیا وہ لوگ جہنم سے دور رکھے جائیں گے وہ تو جہنم کی آہٹ (آواز) تک نہ سنیں گے اور وہ ہمیشہ اپنی من پسند نعمتوں میں ہوں گے اور ان کو بڑی گھبراہٹ بھی غم زدہ نہ کر سکے گی اور وہ اس وقت ہوگی جب بندہ کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہوگا، اور فرشتے ان سے ملاقات کریں گے یعنی قبروں سے نکلتے وقت ان کا استقبال کریں گے اور ان سے کہیں گے یہی ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا یَوْمَ سے پہلے اذکر

مقدر کی وجہ سے یوم منصوب ہے، اور وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ جس دن ہم آسمان کو اس طرح پلیٹ دیں گے جس طرح نجل نامی فرشتہ انسان کے مرنے کے بعد اس کے اعمال نامہ کو پلیٹ دیتا ہے لیسکذاب میں لام زائدہ ہے یا نجل سے مراد صحیفہ ہے اور کتاب مکتوب بہ کے معنی میں ہے اور لام بمعنی علی ہے یعنی جس طرح کاغذ کو مکتوب جانب سے پلیٹ دیا جاتا ہے اور ایک قراءت الکُتُب ہے جمع کے ساتھ، جیسے ہم اول دفعہ عدم سے وجود میں لائے اس کو معدوم کرنے کے بعد اس کا اعادہ کریں گے کاف نعید سے متعلق ہے اور اس کی ضمیر اول کی طرف راجع ہے اور ما مصدریہ ہے (یہ) ہمارے ذمہ وعدہ ہے ہم اپنے وعدہ کو ضرور (پورا) کریں گے وَعْدًا اپنے ماقبل وعدنا محذوف کی وجہ سے منصوب ہے اور یہ اپنے ماقبل کے مضمون کی تاکید کرنے والا ہے، اور ہم زبور یعنی (مطلق) آسمانی کتابوں میں ذکر یعنی لوح محفوظ میں لکھنے کے بعد جو کہ اللہ کے پاس ہے لکھ چکے ہیں کہ اس سرزمین جنت کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے اور یہ خوشخبری ہر نیک بندے کے بارے میں ہے بلاشبہ اس قرآن میں جنت میں داخل ہونے کے لئے کافی نصیحت ہے عابدین یعنی اس پر عمل کرنے والوں کے لئے اور اے محمد ﷺ! ہم نے آپ کو تمام جہان والوں یعنی جن اور انس کے لئے رحمت بنا کر یعنی رحمت کے لئے بھیجا ہے آپ کہہ دیجئے میرے پاس تو یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے یعنی الوہیۃ کے معاملہ میں میرے پاس تو وحدانیت الہ کی وحی بھیجی جاتی ہے سو کیا تم سر تسلیم خم کرنے والے یعنی اس کی وحدانیت کی وحی جو میری طرف کی جاتی ہے کیا تم اس کے تابع فرمان ہو؟ استفہام بمعنی امر ہے پھر بھی اگر یہ لوگ اس سے سرتابی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تم کو واضح طور پر عذاب سے خبردار کر چکا ہوں علی سواہ فاعل اور مفعول دونوں سے حال ہے یعنی اس کے علم کے بارے میں دونوں برابر ہیں نہ یہ کہ تنہا میں ہی واقف ہوں تم نہیں تاکہ تم تیاری کرو اور میں یہ نہیں جانتا کہ جس عذاب یا قیامت کا جو عذاب پر مشتمل ہوگی تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہی آگئی ہے یا ابھی دور ہے اس بات کو تو اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو تمہارے اور دوسروں کے ظاہر اور قول و فعل سے واقف ہے اور ان رازوں سے بھی واقف ہے جن کو تم اور دیگر لوگ چھپاتے ہو اور مجھے اس بات کا بھی علم نہیں یعنی جس بات کی میں نے تم کو خبر دی اور اس کا وقت نہیں بتایا گیا ممکن ہے کہ تمہارے لئے آزمائش ہو تاکہ وہ دیکھے کہ تمہارے اعمال کیسے ہیں اور ایک محدود یعنی موت تک فائدہ پہنچانا ہو اور یہ (یعنی متاع الی حین) اول یعنی جس کی لَعْل سے ترجی کی گئی ہے (اور وہ لعلہ فتنۃ) کے بالمقابل ہے اور ثانی ترجی کا محل نہیں ہے، قُل اور ایک قراءت میں قال ہے کہہ اے میرے پروردگار میرے اور میری تکذیب کرنے والوں کے درمیان حق یعنی ان کے عذاب کا یا ان پر غلبہ کا فیصلہ کر دے چنانچہ بدر اور احزاب اور حنین و خندق میں عذاب میں مبتلا کئے گئے اور ان پر غلبہ عطا کیا گیا اور ہمارا رب بڑا مہربان ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے ان باتوں کے مقابلہ میں جن کو تم بنایا کرتے ہو اور وہ اللہ پر تمہارا بہتان ہے تمہارے قول اتخذ وَلَدًا میں، اور مجھ پر (بہتان) ہے تمہارے قول سَاحِرٌ میں، اور قرآن پر بہتان ہے تمہارے قول شِعْرٌ میں۔



تحقیق و ترکیب تسهیل و تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ:** فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِمَّا زَادَهُ يُاتِي بَعْضِيَهِهُ هُوَ كُفْرَانٌ مصدر ہے بمعنی کُفْرٌ۔

**قَوْلًا:** کما بدأنا تقدیر کلام یہ ہے کہ کما بدأنا کل شیء فی اول خلقه كذلك نعید کل شیء، کل شیء بدأنا کا مفعول مقدر ہے اور اول خلق طرف ہے اور نعید کی ضمیر کل شیء کی طرف راجع ہے۔

**قَوْلًا:** للرحمة اس کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ رحمة مفعول لہ ہے اور رحمة مبالغة حال ہونے کی وجہ سے بھی منصوب ہو سکتا ہے۔

**قَوْلًا:** والخذق خندق سہوا لکھا گیا ہے اس لئے کہ احزاب اور خندق ایک ہی ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

ان لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کر لیا مگر اس کی سزا ضرور بھگتنی پڑے گی لہذا سزا بھگتنے کے لئے ہمارے پاس ضرور آئیں گے آنے کے بعد ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ضرور ملے گا، لہذا جو شخص نیک عمل کرتا ہوگا اور ایمان والا بھی ہوگا تو اس کی محنت اکارت جانے والی نہیں اور ہم اس کو لکھ بھی لیتے ہیں۔

اور ہم نے جو کُلُّ الْيَنَّا رَاجِعُونَ کہا ہے اس میں منکرین کو اس لئے شبہ ہے کہ اب تک کسی کو زندہ کر کے حساب کتاب نہیں لیا گیا تو یہ شبہ بالکل وہی ہے کیونکہ رجوع موعود کے لئے ہم نے ایک خاص وقت معین کر رکھا ہے لہذا جب تک وہ وقت نہیں آتا اس وقت تک تو یہ بات ہے کہ جن بستیوں کو ہم فنا کر چکے ہیں ان کے لئے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ دنیا میں حساب کتاب کے لئے لوٹ کر آجائیں مگر یہ عدم رجوع ابدی نہیں ہے جیسا کہ منکرین سمجھتے ہیں بلکہ صرف اس وقت موعود کے نہ آنے تک ہے یہاں تک کہ جب وہ وقت موعود آ پہنچے گا جس کی ابتدائی علامت یہ ہوگی یا جوج ماجوج جواب سد سکندری میں بند ہیں کھول دیئے جائیں گے اور وہ غایت کثرت کی وجہ سے ہر بلندی سے اترتے ہوئے معلوم ہوں گے یعنی جدھر دیکھو وہی نظر آئیں گے اور وہ رجوع اور بعث کا سچا وعدہ قریب ہی آ پہنچا ہوگا تو بس اس کے واقع ہوتے ہی یہ قصہ ہوگا کہ منکرین کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور وہ یوں کہتے نظر آئیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی ہم اس حالت سے غفلت میں تھے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ رسول کی تکذیب کر کے ہم ہی قصور وار تھے۔

انکم وماتعبدون من دون الله الآية یعنی تم اور تمہارے معبود بجز اللہ کے جن کی دنیا میں ناجائز عبادت ہوئی ہوگی سب کے سب جہنم کا ایندھن بنیں گے، اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ناجائز عبادت تو حضرت مسیح اور عزیر اور فرشتوں کی بھی کی گئی ہے تو سب کے سب جہنم میں جانے کا کیا مطلب ہوگا؟

اس کا جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دیا ہے، ایک روز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ

قرآن کی ایک آیت ایسی ہے جس میں لوگ شبہات کرتے ہیں مگر عجیب اتفاق ہے کہ اس کے متعلق لوگ مجھ سے سوال نہیں کرتے معلوم نہیں کہ شبہات کا جواب ان لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے اس لئے سوال نہیں کرتے یا انہیں شبہ اور جواب کی طرف التفات ہی نہیں ہوا لوگوں نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ آیت انکم وماتعبدون الآیۃ ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو کفار قریش کو سخت ناگواری ہوئی تو کہنے لگے اس میں تو ہمارے معبودوں کی سخت توہین کی گئی ہے، یہ لوگ (اہل کتاب کے ایک عالم) ابن الزبیری کے پاس گئے اور اس سے شکایت کی اس نے کہا کہ اگر میں وہاں موجود ہوتا تو ان کو اس کا جواب دیتا ان لوگوں نے دریافت کیا آپ کیا جواب دیتے؟ اس نے کہا میں ان سے کہتا کہ نصاریٰ حضرت مسیح کی اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں ان کے بارے میں آپ کیا کہیں گے کیا نعوذ باللہ وہ جہنم میں جائیں گے، کفار قریش یہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ واقعی یہ بات تو ایسی ہے کہ محمد ﷺ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو آگے آتی ہے إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحَسَنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ یعنی جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ جہنم سے دور رہیں گے اور اسی ابن زبیری کے متعلق قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ہے وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ یعنی جب ابن زبیری نے حضرت ابن مریم کی مثال پیش کی تو آپ کی قوم کے لوگ قریش خوشی سے شور مچانے لگے۔

لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فزع اکبر سے مراد صور کا فزع ثانیہ ہے جس سے سب مردے زندہ ہو کر حساب کے لئے کھڑے ہوں گے بعض حضرات نے فزع اولیٰ کو فزع اکبر کہا ہے، ابن عربی کا قول یہ ہے کہ فحیات تین ہوں گے پہلا فزع فزع ہوگا جس سے ساری دنیا کے لوگ گھبرا اٹھیں گے اسی کو یہاں فزع اکبر کہا گیا ہے، دوسرا فزع صق ہوگا جس سے سب مرجائیں گے اور فنا ہو جائیں گے، تیسرا فزع بعث ہوگا جس سے سب مردے زندہ ہو جائیں گے اس کی شہادت میں مسند ابویعلیٰ اور بیہقی، عبد بن حمید، ابوالشیخ، ابن جریر طبری وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ (مظہری، معارف القرآن)

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ یعنی جس طرح کاتب لکھنے کے بعد اوراق یا رجسٹر لپیٹ کر رکھ دیتا ہے، جیسے دوسرے مقام پر فرمایا (وَالسَّمَوَاتِ مَطْوِيَاتٍ بِيَمِينِهِ) (الزمر) آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے، سجل کے معنی صحیفہ یا رجسٹر کے ہیں، لِّلْكِتَابِ میں لام بمعنی علیٰ اور کتاب بمعنی مکتوب، مطلب یہ ہے کہ کاتب کے لئے لکھے ہوئے کاغذات کو لپیٹ لینا جس طرح آسان ہے اسی طرح اللہ کے لئے آسمان کی وسعتوں کو اپنے ہاتھ میں سمیٹ لینا کوئی مشکل نہیں۔

زبور سے مراد یا تو زبور ہی ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور ذکر سے مراد پند و نصیحت، یا پھر زبور سے مراد گذشتہ آسمانی کتابیں مراد ہیں اور ذکر سے مراد لوح محفوظ ہے، یعنی پہلے تو لوح محفوظ میں یہ بات درج ہے اس کے بعد آسمانی کتابوں میں بھی یہ بات لکھی جاتی رہی ہے کہ زمین کے وارث نیک بندے ہوں گے، زمین سے بعض مفسرین کے نزدیک ارض جنت مراد ہے، اور بعض کے نزدیک ارض کفار مراد ہے، یعنی اللہ کے نیک بندے زمین میں اقتدار کے مالک ہوں گے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان جب تک اللہ کے نیک بندے رہے وہ دنیا میں با اقتدار اور سرخرو رہے اور آئندہ بھی جب کبھی وہ اس صفت کے حامل ہوں گے اس وعدہ الہی کے مطابق زمین کا اقتدار انہی کے پاس ہوگا اس لئے مسلمانوں کی محرومی اقتدار کی موجودہ صورت کسی اشکال کا باعث نہ ہونی چاہئے، یہ وعدہ صالحیت عباد کے ساتھ مشروط ہے۔ (اذا فات الشروط فات المشروط) کے مطابق مسلمان جب اس صفت سے محروم ہوں گے تو اقتدار سے بھی محروم ہوں گے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ الْحَجِّ نِسْفَتْهُمْ فِي سَبْعِينَ آيَةً وَعَشْرًا

سُورَةُ الْحَجِّ مَكِّيَّةٌ إِلَّا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ الْآيَتِينَ أَوْ الْهَذَانِ

خَصْمَانِ السِّتِّ آيَاتِ فَمَدَنِيَّاتٍ وَهِيَ أَرْبَعٌ أَوْ خَمْسٌ أَوْ سِتٌّ

أَوْ سَبْعٌ أَوْ ثَمَانٌ وَسَبْعُونَ آيَةً.

سورہ حج مکی ہے مگر وہ لوگ جو اللہ کو آیتیں یا ہذان خصمان

چھ آیتیں یہ مدنی ہیں اور کل آیات ۷۴ یا ۷۵ یا ۷۶ یا ۷۷ یا ۷۸ ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ائْتُوا اللَّهَ وَغَيْرَهِمُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ائْتُوا اللَّهَ  
بِأَن تَطِيعُوهُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ ائْتِيَتْ بِالشَّكَّةِ الشَّدِيدَةِ لِلْأَرْضِ الَّتِي يَكُونُ بَعْدَهَا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا  
الَّذِي هُوَ قُرْبُ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ فِي إِزْعَاجِ النَّاسِ هُوَ نَوْعٌ مِنَ الْعِقَابِ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ بِسَبَبِهَا  
كُلُّ مَرْضِعَةٍ بِالْفِعْلِ عَمَّا أَرْضَعَتْ ائْتُوا تَنْسَاهُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ ائْتِيَتْ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَى  
مِنْ شِدَّةِ الْخَوْفِ وَمَا هُمْ بِسُكَرَى مِنَ الشَّرَابِ وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝ فَهُمْ يَخَافُونَهُ وَنَزَلَ فِي النَّصْرِ  
بِالنَّارِ وَجَمَاعَةٌ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ قَالُوا الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللَّهِ وَالْقُرْآنُ أَسَاطِيرُ  
الْأَوَّلِينَ وَانْكُرُوا الْبَعْثَ وَأَحْيَاءُ مَنْ صَارَ تُرَابًا وَيَتَّبِعُ فِي جَدَالِهِ كُلُّ شَيْطَانٍ مُرِيدٍ ۝ ائْتُوا مُتَمَرِّدٍ  
كُتِبَ عَلَيْهِ فُضِيَ عَلَى الشَّيْطَانِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ ائْتِ بَعْدَهُ فَإِنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ يَدْعُوهُ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ ۝  
ائْتُوا النَّارَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ائْتُوا اللَّهَ وَغَيْرَهِمُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ائْتُوا اللَّهَ وَغَيْرَهِمُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ائْتُوا اللَّهَ  
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ خَلَقْنَا ذُرِّيَّتَهُ مِنْ نُطْفَةٍ مِنْ ثَمَرٍ عُلُقَةٍ وَهِيَ الدَّمُ الْجَائِدُ ثُمَّ مِنْ مَضْغَةٍ وَهِيَ لُحْمَةٌ  
قَدَرُهَا يُضْمَعُ مَخْلَقَةٌ مُصَوَّرَةٌ تَامَةُ الْخَلْقِ وَغَيْرُ مَخْلَقَةٍ ائْتِ غَيْرُ تَامَةِ الْخَلْقِ لَسِينٌ لَكُمْ كَمَالٌ قُدْرَتَنَا  
لِتَسْتَدِلُّوا بِهَا فِي ابْتِدَاءِ الْخَلْقِ عَلَى إِعَادَتِهِ وَلِتَقَرَّرَ مُسْتَانِفٌ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى وَقَدْ

خُروجہ ثُمَّ نَخْرِجُكُمْ مِنْ بَطْنِ امْهَتِكُمْ طِفْلاً بِمَعْنَى اطفالاً ثُمَّ نَعْمِرُكُمْ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّ كُمْ اِى الْكَمَالِ وَالْقُوَّةَ وَهُوَ مَا بَيْنَ الثَّلَاثِينَ اِلَى الْارْبَعِينَ سَنَةً وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى يَمُوتُ قَبْلَ بُلُوغِ الْأَشَدِّ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ اِلَى اَرْدَلِ الْعُمُرِ أَحْسَنِهِ مِنَ الْهَرَمِ وَالْخَرَفِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئاً قَالَ عِكْرِمَةُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَصِرْ بِهَذِهِ الْحَالَةِ وَتَرَى الْأَمْرَضَ هَامِدَةً يَابِسَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَخَبَّكَتْ وَرَبَتْ ارْتَفَعَتْ وَزَادَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ زَائِدَةٍ كُلُّ زَوْجٍ صَنِبَ بِهِيْجٌ ۝ حَسَنٌ ذَلِكَ الْمَذْكُورُ مِنْ بَدْءِ خَلْقِ الْإِنْسَانِ اِلَى آخِرِ أَحْيَاءِ الْأَرْضِ بِأَنَّ سَبَبَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الثَّابِتُ الدَّائِمُ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَى وَأَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ شَكٍّ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝ وَنَزَلَ فِي أَبِي جَهْلٍ وَمِنْ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى مَعَهُ وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ ۝ لَهُ نُورٌ مَعَهُ ثَلَاثِي عَظْفِهِ خَالَ اِى لَاوَى عُنُقِهِ تَكْبَرًا عَنِ الْإِيمَانِ وَالْعِطْفِ الْجَانِبِ عَنْ يَمِينٍ اَوْ شِمَالٍ لِيُضِلَّ بِنَفْسِهِ الْبِئْسَ وَضَمَّهَا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ دِينِهِ لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ عَذَابٌ فَقُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَذَابَ الْخَرْقِ ۝ اِى الْإِحْرَاقِ بِالنَّارِ وَيُقَالُ لَهُ ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتَ يَدَكَ اِى قَدَّمْتَهُ غَيْرَ عَنْهُ بِهِمَا دُونَ غَيْرِ بِهِمَا لِأَنَّ أَكْثَرَ الْأَفْعَالِ تُزَاوِلُ بِهِمَا وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَالِمٍ اِى بِذِي ظُلْمٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ فَيُعَذِّبُهُمْ بِغَيْرِ ذَنْبٍ.

ج

**ترجمہ:** سب سے زیادہ مہربان بہت رحم والے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے مکہ وغیرہ کے لوگو اپنے رب یعنی اس کے عذاب سے ڈرو بایں طور کہ اس کی اطاعت کرو، بے شک قیامت کا زلزلہ یعنی زمین کی شدید حرکت جو کہ مغرب کی جانب سے طلوع شمس سے قبل ہوگی، اور وہ قرب قیامت میں ہوگا، لوگوں کو بے قرار کرنے (خوف زدہ کرنے) میں بڑی بھاری چیز ہوگی، وہ عذاب کی ایک قسم ہوگی، جس روز تم اس کو دیکھو گے اس (زلزلہ) کی وجہ سے بالفعل ہر دودھ پلانے والی عورت دودھ پیتے پیتے بچہ کو فراموش کر دے گی، یعنی بھول جائے گی، اور ہر حمل والی یعنی حاملہ اپنے حمل کو ساقط کر دے گی اور (اے مخاطب) تو لوگوں کو شدت خوف کی وجہ سے نشہ کی سی حالت میں دیکھے گا حالانکہ وہ شراب کی وجہ سے نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا جس کی وجہ سے لوگ خوف زدہ ہوں گے، اور نضر بن حارث اور ایک جماعت کے بارے میں آئندہ آیت نازل ہوئی، اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ کے بارے میں بے علمی کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں (اور) کہتے ہیں فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور قرآن پچھلے لوگوں کے گھڑے ہوئے قصے ہیں، اور وہ بعث کے منکر ہیں، اور مٹی ہونے کے بعد زندہ ہونے کے منکر ہیں، اور اس جھگڑے میں ہر سرکش شیطان کے پیچھے ہو لیتے ہیں اور شیطان کی بابت یہ بات لکھی جا چکی ہے یعنی اس کے بارے میں فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ جو کوئی اس کی رفاقت کرے گا یعنی اس کی اتباع کرے گا تو وہ اس کو گمراہ کر دے گا، اور اس کو عذاب نار کی طرف لے جائے گا، اے مکہ کے لوگو اگر تم دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں شک میں ہو (تو ذرا غور کرو) ہم نے تم کو

یعنی تمہاری اصل آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر آدم کی ذریت نطفہ منی اور پھر علقہ سے اور وہ خون بستہ ہے اور پھر لوتھڑے سے اور وہ چبائے جانے کی مقدار گوشت کا ٹکڑا ہے (بوٹی) کہ خلقت کے اعتبار سے پوری بھی ہوتی ہے اور ادھوری بھی ہوتی ہے تاکہ ہم تم پر اپنی کمال قدرت کو ظاہر کر دیں تاکہ تم ابتداً تخلیق پر قدرت سے اعادہ تخلیق پر استدلال کرو و نُقِرَ جملہ مستانفہ ہے، اور ہم رحم مادر میں جس کو چاہتے ہیں ایک معین مدت یعنی پیدائش کے وقت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر ہم تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں اور طفلاً، اطفالاً کے معنی میں ہے پھر تم کو عمر دیتے ہیں تاکہ تم بھرپور جوانی کو یعنی کمال اور قوت کو پہنچ جاؤ اور وہ تیس سے چالیس سال کے درمیان ہے اور بعض تم میں کے وہ بھی ہیں جو بالغ ہونے سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں اور بعض تم میں سے وہ ہیں جو ٹکی عمر کو پہنچا دیئے جاتے ہیں یعنی بڑھاپے کی وجہ سے عمر کے گھٹیا مرحلہ اور فساد عقل کی منزل کو پہنچ جاتے ہیں (جس کا اثر یہ ہوتا ہے) کہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد بے خبر ہو جاتے ہیں (حضرت) عکرمہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن خوانی کا شغف رکھتا ہے وہ اس حالت کو نہیں پہنچتا، اور اے مخاطب تو دیکھتا ہے زمین کو کہ خشک ہے اور جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ہلتی ہے یعنی حرکت کرتی ہے اور ابھرتی ہے مرتفع اور زیادہ ہوتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما نباتات اگاتی ہے یہ جو مذکور ہوا ابتداءً آفرینش انسان سے اشیاء ارض تک اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی ثابت اور دائم ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور ہر شئی پر قادر ہے اور قیامت یقیناً آنے والی ہے اس میں ذرہ برابر شک نہیں اور اللہ تعالیٰ قبر والوں کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ آیت البوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ کے بارے میں بدون واقفیت اور بدون دلیل کے کہ جو اس کے پاس ہو اور بغیر کسی روشن کتاب کے جو اس کے لئے ہو اور اس کتاب کے ساتھ نور (وحی) ہو پہلو تہی کرتے ہوئے (یہ یسجد کی ضمیر سے) حال ہے، یعنی ایمان سے متکبرانہ طور پر گردن موڑتے ہوئے اور عطف دائیں یا بائیں جانب کو کہتے ہیں، لِيَصُلَّ یا کے فتح اور ضمہ کے ساتھ تاکہ اللہ کے راستہ یعنی اس کے دین سے بہکادے ایسے شخص کے لئے دنیا میں رسوائی (کا) عذاب ہے چنانچہ یوم بدر میں قتل کیا گیا اور قیامت کے دن بھی ہم اسے جلنے یعنی آگ میں جلانے کا عذاب چکھائیں گے، اور یہ تیرے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے یعنی ان اعمال کا جو تو نے کئے شخص (ذات) کو ید سے تعبیر کیا ہے نہ کہ دیگر اعضاء سے اس لئے کہ اکثر اعمال کا صدور ہاتھوں ہی سے ہوتا ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے کہ ان کو بغیر کسی جرم کے سزا دے۔

### تَحْقِيقُ حَرْكِيَّةِ تَسْمِيلِ وَتَفْسِيرِي فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: زَلْزَلَةُ السَّاعَةِ قیامت کے دن کا زلزلہ اس میں اضافت الی الظرف کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ یا سارق اللیل میں، اور یہ اتساعاً ہے۔

قَوْلُهُ: الَّتِي يَكُونُ بَعْدَهَا طُلُوعُ الشَّمْسِ مفسر علام کا مقصد اس عبارت کے اضافہ سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا

ہے کہ یہ زلزلہ دنیا ہی میں ہوگا اور مغرب کی جانب سے سورج کا طلوع ہونے سے پہلے ہوگا، اور اسی قول کی تائید اللہ تعالیٰ کے قول ”تذہل کل مریضة عما ارضعت“ سے بھی ہوتی ہے۔

قَوْلٌ: بالفعل کا مطلب ہے دودھ پلانے کی حالت جب کہ ماں بچہ کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتی ہے ایسی حالت میں اس شدید زلزلہ کو دیکھ کر اپنے بچہ سے غافل ہو جائے گی، عَمَّا ارضعت میں ماصدریہ بھی ہو سکتا ہے ای عن ارضاعها اور موصولہ بھی ہو سکتا ہے ای عن الذی ارضعته۔

قَوْلٌ: یوم ترونها یوم کے نصب میں چند وجوہ ہیں ① تذہل کی وجہ سے منصوب ہے ② اذکر فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے ③ الساعة سے بدل ہے ④ عظیم کی وجہ سے منصوب ہے۔

قَوْلٌ: تذہل ترونها کی ضمیر سے حال ہے اور رویت بصری مراد ہے۔

قَوْلٌ: ولكن عذاب اللہ شدید یہ محذوف سے استدراک ہے فہذہ الاحوال المذكورہ لیست بشدیدیہ ولكن عذاب اللہ شدید، لكن کا مابعد ما قبل کے مخالف ہوا کرتا ہے۔

قَوْلٌ: وجماعة جماعت سے مراد ابو جہل اور ابی بن خلف وغیرہ ہیں۔

قَوْلٌ: کمال قدرتنا اس عبارت کو مقدر ماننے کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ یہ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ کا مفعول محذوف ہے۔

قَوْلٌ: طفلاً یہ نخر حکم کی کم ضمیر سے حال ہے اور طفلاً چوں کہ مصدر ہے جس کی وجہ سے معنی میں جمع کے ہے جیسا کہ مفسر علام نے اشارہ کر دیا ہے۔

قَوْلٌ: ارذل العمر گھٹیا اور نا کارہ عمر، خَرَفَ دونوں کے فتح کے ساتھ، کبر سن کی وجہ سے فساد عقل، جس کو اردو میں ”سٹھیا“ کہتے ہیں۔

قَوْلٌ: لِكَيْلَا يَعْلَمَ اس کا تعلق يُرَدُّ سے ہے۔

قَوْلٌ: هَامِدَةٌ یہ هَمَدَتِ النار سے مشتق ہے، اس کے معنی ہیں بجھ جانا۔

قَوْلٌ: ذلک بان اللہ اس میں تین وجوہ اعراب ہو سکتی ہیں ① ذلک مبتداء اور مابعد اس کی خبر اور مشار الیہ ما قبل میں تخلیق بنی آدم وغیرہ ہے، ② ذلک مبتداء محذوف کی خبر ہے، ای الامر ذلک ③ ذلک فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے، ای فعلنا ذلک بسبب ان اللہ هو الحق۔

قَوْلٌ: یجادل فی اللہ الخ یعنی یہ شخص اللہ کی ذات و صفات میں مجادلہ کرتا ہے حالانکہ نہ اس کے پاس علم ہے اور نہ دلیل اور نہ اس کے پاس کوئی روشن کتاب ہے کہ اس کو وحی کی تائید حاصل ہو، یعنی دلیل عقلی اور نقلی کے بغیر ہی خدا کی ذات و صفات کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے، وأن الساعة آتیة، وأنه یحی الموتی کی تاکید ہے۔

قَوْلٌ: ونزل فی ابی جہل اس کا نام عمرو بن ہشام ہے اور ابو جہل کنیت ہے، اس کی ایک کنیت ابو الحکم بھی ہے، ومن



يُجَادِلُ فِي اللَّهِ كاعطف پہلے مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بغيرِ علم پر ہے۔  
 قَوْلُهُ: نُورٌ مَعَهُ مَعَهُ کا تعلق کتاب سے ہے ای ولا وحی کائن مَعَهُ۔  
 قَوْلُهُ: حَالِ ثَانِي عطفہ یجادل کی ضمیر سے حال ہے اور لیضل کا تعلق یجادل سے ہے۔  
 قَوْلُهُ: عَذَابُ الْحَرِيقِ یہ اضافت موصوف الی الصفات کے قبیل سے ہے ای العذاب المحرق۔  
 قَوْلُهُ: ای بَدَى ظلم یہ اشارہ ہے کہ ظلام جو کہ مبالغہ کا صیغہ ہے ذی ظلم (اسم فاعل) کے معنی میں ہے۔

## تَفْسِيرٌ وَتَشْرِیْحٌ

سابقہ سورۃ سے ربط:

سورۃ انبیاء کے اختتام پر بعث بعد الموت کا ذکر تھا، اس سورۃ کو حق سبحانہ تعالیٰ نے قیامت اور اس کی ہولناکی کے بیان سے شروع فرمایا ہے، تاکہ انسان تقویٰ اختیار کرے جو کہ راہی آخرت کے لئے بہترین زاد راہ ہے، فرمایا یا ایہا الناس اتقوا ربکم۔

سورۃ حج کی خصوصیات:

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دونوں قسم کی روایتیں منقول ہیں، جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ سورۃ آیات مکیہ اور مدنیہ سے مخلوط ہے، قرطبی نے اسی کو رائج قرار دیا ہے۔  
 اس سورۃ کے عجائب میں سے یہ بات ہے کہ اس کی آیات کا نزول بعض کارات میں بعض کا دن میں، بعض کا سفر میں اور بعض کا حضر میں اور بعض کا مکہ میں اور بعض کا مدینہ میں اور بعض کا حالت جنگ و جہاد میں اور بعض کا صلح و امن کی حالت میں ہوا ہے اور اس میں بعض آیات ناسخ ہیں اور بعض منسوخ اور بعض محکم ہیں اور بعض متشابہ۔

زلزلہ قیامت کب ہوگا؟

قیامت قائم ہونے اور لوگوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد یا اس سے پہلے، بعض نے کہا ہے کہ یہ قیامت سے پہلے اسی دنیا میں ہوگا اور قیامت کی آخری علامت میں شمار ہوگا جس کا ذکر قرآن مجید کی بہت سی آیات میں ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ زلزلہ حشر و نشر برپا ہونے کے بعد ہوگا، حقیقت یہ ہے کہ دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، اس زلزلہ قیامت کی جو کیفیت آگے آیت میں ذکر کی گئی ہے کہ تمام حمل والی عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور دودھ پلاتی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی، اگر یہ زلزلہ اسی دنیا میں وقوع قیامت سے پہلے ہے تو ایسا واقعہ پیش آنے میں کوئی اشکال نہیں اور حشر و نشر کے بعد ہے تو اس کی توجیہ یہ

ہوگی کہ جو عورتیں جس حالت میں مری ہوں گی، ان کا حشر اسی حالت میں ہوگا اور جن کا انتقال دودھ پلانے کی حالت میں ہوا ہوگا، وہ اسی طرح بچہ کے ساتھ اٹھائی جائیں گی، اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ آیت میں مجاز مراد ہے حقیقت سے اس کا تعلق نہیں ہے یعنی جس طرح ”یَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا“ میں دن کی درازی مراد ہے اسی طرح یہاں روز قیامت کی ہولناکی مراد ہے، اگر حقیقی معنی مراد لئے جائیں تب بھی کوئی استحالہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَجَادِلُ فِي اللَّهِ يَأْتِيهِ نَظْرُ بَنِ حَارِثَ كَ بَارِے میں نازل ہوئی ہے جو بڑا جھگڑا لوتھا، فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں اور قرآن کو گذشتہ لوگوں کے افسانے کہا کرتا تھا اور بعث بعد الموت کا منکر تھا۔

إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ مِنْ نَظْفَةٍ اس آیت میں بطنِ مادر میں انسان کی تخلیق کے مختلف درجات کا ذکر ہے، اس کی تفصیل صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کا مادہ رحمِ مادر میں چالیس روز تک جمع رہتا ہے پھر چالیس روز کے بعد علقہ یعنی منجمد خون بن جاتا ہے پھر چالیس ہی دن میں وہ مضغہ یعنی گوشت بن جاتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے اور اس کے متعلق چار باتیں اسی وقت فرشتہ کو لکھوا دی جاتی ہیں ① یہ کہ اس کی عمر کتنی ہے ② یہ کہ رزق کتنا ہے ③ عمل کیا کرے گا ④ یہ کہ بد بخت ہوگا یا خوش بخت (قرطبی) ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب نطفہ مختلف ادوار سے گزرنے کے بعد مضغہ بن جاتا ہے تو جو فرشتہ ہر انسان کی تخلیق پر مامور ہے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتا ہے یا رب مخلقة او غیر مخلقة یعنی اس نطفہ سے آپ کا انسان کو پیدا کرنا مقدر ہے یا نہیں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب ملتا ہے کہ یہ غیر مخلقہ ہے تو رحم اس کو ساقط کر دیتا ہے اور اگر حکم ہوتا ہے کہ یہ مخلقہ ہے تو پھر فرشتہ سوال کرتا ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ اور شقی ہے یا سعید؟ اور اس کی عمر کیا ہے؟ اور اس کا عمل کیا ہے؟ اور کہاں مرے گا؟ یہ سب باتیں اسی وقت فرشتہ کو بتلا دی جاتی ہیں۔ (ابن کثیر)

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمُرِ یعنی وہ عمر کہ جس میں انسان کے عقل و شعور اور حواس میں خلل آنے لگے، نبی کریم ﷺ نے ایسی عمر سے پناہ مانگی ہے نسائی شریف میں بروایت سعد رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ حسب ذیل الفاظ پر مشتمل یہ دعا بکثرت مانگتے تھے اور راوی حدیث حضرت سعد یہ دعا اپنی سب اولاد کو یاد کر دیتے تھے، وہ دعا یہ ہے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ (قرطبی)

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ أَيْ شَكٍّ فِي عِبَادَتِهِ شُبَّهَ بِالْحَالِ عَلَىٰ حَرْفٍ جَبَلٍ فِي عَدَمِ ثَبَاتِهِ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ صَحَّةٌ وَسَلَامَةٌ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ إِظْمَانٌ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ مِحْنَةٌ وَسَقَمٌ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ أَيْ رَجَعَ إِلَى الْكُفْرِ خَيْرَ الدُّنْيَا بِفَوَاتٍ مَا أَمَلَهُ مِنْهَا وَالْآخِرَةُ بِالْكَفْرِ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ⑤ الْبَيْنُ يَذْمُوْنَ يَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنَ الصَّنَمِ مَا لَا يَضُرُّهُ أَنْ لَمْ يَعْبُدْهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ أَنْ

عَبْدُهُ ذَٰلِكَ الدُّعَاءُ هُوَ الصَّلَاةُ الْبَعِيدَةُ ۝ عَنِ الْحَقِّ يَدْعُو لِمَنْ اللّٰمُ زَائِدَةٌ صُرَّةٌ لِّعِبَادَتِهِ أَقْرَبُ مِنْ تَفْعِهِ  
 إِنْ نَفَعَ بِتَحِيلِهِ لَيْسَ الْمَوْلَىٰ بُهْوَىٰ النَّاصِرُ وَلَيْسَ الْعَشِيرَةُ ۝ اِی الصَّاحِبُ هُوَ وَغَقِبَ ذِکْرُ الشَّائِكِ  
 بِالْخُسْرَانِ بِذِکْرِ الْمُؤْمِنِينَ بِالثَّوَابِ فِی ۝ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الْغُرُفِ وَالنَّوَافِلِ  
 جَدَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝ مِنْ أَكْرَامٍ مَنْ يَطِيعُهُ وَابْهَاتَةٌ مِنْ يَعْصِيهِ  
 مَنْ كَانَ يَطْلُبُ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ اِی مُحَمَّدًا نَبِيَّهِ فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ بِحَبْلِ إِلَى السَّمَاءِ اِی  
 سَقَفِ بَيْتِهِ يَشْدُ فِيهِ وَفِي غُنْفِهِ ثُمَّ لِيَقْطَعْ اِی لِيَخْتَنِقَ بِهِ بِأَنْ يَقْطَعَ نَفْسَهُ مِنَ الْأَرْضِ كَمَا فِي الصَّحَاحِ  
 فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُدْهِبُ كَيْدُهُ فِی عَدَمِ نُصْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَغِيظُ ۝ مِنْهَا الْمَعْنَى فَلْيَخْتَنِقْ  
 غَيْظًا مِنْهَا فَلَا بُدَّ مِنْهَا وَكَذَٰلِكَ اِی مِثْلَ أَنْزَلْنَا الْآيَاتِ السَّابِقَةَ أَنْزَلْنَاهُ اِی الْقُرْآنَ الْبَاقِي اِی آيَاتِ بَيِّنَاتٍ  
 ظَاهِرَاتٍ حَالٍ ۝ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ۝ بُدَاهِ مَعْطُوفٍ عَلَى بَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ اِی الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَبِهِمُ  
 الْيَهُودُ وَالصَّابِئِينَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۝ إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۝ بِإِذْخَالِ  
 الْمُؤْمِنِينَ الْجَنَّةَ وَغَيْرِهِمُ النَّارَ ۝ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ غَمْلِمٌ ۝ شَهِيدٌ ۝ عَالَمٌ بِهِ عِلْمٌ مُشَابِهَةٌ أَلَمْ تَرَ تَعْلَمُ  
 أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالْدَّوَابُّ اِی يَخْضَعُ لَهُ  
 بِمَا يُرَادُ مِنْهُ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَبِهِمُ الْمُؤْمِنُونَ بِزِيَادَةِ عَلَى الْخُضُوعِ فِی سَجُودِ الصَّلَاةِ وَكَثِيرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ  
 وَبِهِمُ الْكَافِرُونَ لِأَنَّهُمْ أَبَوْا السَّجُودَ الْمُتَوَقَّفَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ يُشَقِّبْهُ فَمَالَهُ مِنْ مُكْرِمٍ مُسْعِدٍ  
 إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۝ مِنْ الْإِبَاهَةِ وَالْإِكْرَامِ هَذَانِ خَصْمَيْنِ اِی الْمُؤْمِنُونَ خَصْمٌ وَالْكَافِرُ الْخَمْسَةُ خَصْمٌ  
 وَهُوَ يُطْلَقُ عَلَى الْوَاحِدِ وَالْجَمَاعَةِ اِخْتَصَمُوا فِی رَأْيِهِمْ اِی فِي دِينِهِ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ شَوَابِكُ رُمْحٍ  
 اِی يَلْبَسُونَهَا يَعْنِي أُحْطِطَتْ بِهِمُ النَّارُ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ۝ الْمَاءُ الْبَالِغُ نِهَآيَةِ الْحَرَارَةِ  
 يُصْهَرُ بِهِ يَذَابُ مَا فِي بُطُونِهِمْ مِنْ سُخُومٍ وَغَيْرِهَا وَتَشْوِي بِهِ الْجُلُودُ ۝ وَلَهُمْ مَقَامِعٌ مِنْ حَدِيدٍ ۝  
 لِيَضْرِبَ رُءُوسَهُمْ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا اِی النَّارِ مِنْ عَمْرِ يَلْحَقُهُمْ بِهَا اِعْيِدُوا فِيهَا رُدُّوا إِلَيْهَا  
 بِالْمَقَامِعِ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ اِی الْبَالِغُ نِهَآيَةِ الْإِحْرَاقِ.

۲۴

۲۵

**تَرْجُمَہ:** اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اللہ کی بندگی ایک کنارے پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں یعنی اس کی عبادت تذبذب کے ساتھ کرتے ہیں شک کے ساتھ عبادت کرنے والے کی حالت کو عدم ثبات میں اس شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو پہاڑ کے کنارے پر کھڑا ہو، لہذا اگر اس کو کوئی خیر پہنچ گئی یعنی اس کے جان و مال میں صحت و سلامتی تو اس دین پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی آفت یعنی اس کی جان و مال میں محنت اور مرض لاحق ہو گیا تو وہ منہ اٹھا کر چل دیتا ہے یعنی کفر کی

جانب پلٹ جاتا ہے، جس دنیا کے ملنے کی امید تھی اس کے نہ ملنے کی وجہ سے دنیا کا نقصان ہوا اور کفر کی وجہ سے آخرت کا نقصان ہوا، یہی کھلا نقصان ہے اللہ کو چھوڑ کر بت کی بندگی کرتا ہے، اگر اس کی بندگی نہ کی جائے تو وہ اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اگر اس کی بندگی کرے تو اس کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا یہ بندگی انتہا درجہ کی حق سے گمراہی ہے ایسے کی بندگی کر رہا ہے کہ اس کی عبادت کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے بالفرض اگر اس کے خیال کے مطابق نفع ہو، لَمَنْ میں لام زندہ ہے، یقیناً ایسا مولیٰ یعنی ناصر برا ہے اور وہ برار نیک ہے، شک کرنے والے کے نقصان کے ذکر کے بعد مومنین کے ثواب کا ذکر فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے اعمال صالحہ فرائض و نوافل کے (قبیل) سے کئے ہوں گے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس میں نہریں جاری ہوں گی اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے خواہ اس کی اطاعت کرنے والے کا اکرام ہو یا اس کے نافرمان کی اہانت ہو اور جو شخص یہ خیال کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ کی دنیا و آخرت میں مدد نہ کرے گا تو ایسے شخص کو چاہئے کہ اونچائی پر ایک رسہ باندھ لے، یعنی اپنے گھر کی چھت میں رسے کا (ایک سرا) باندھ لے اور (دوسرا) سر اپنی گردن میں باندھ لے، پھر اس سے اپنا گلا گھونٹ لے خود کشی کر لے بایں طور کہ اپنا سانس دنیا سے منقطع کر لے (صحاح میں ایسا ہی ہے) پھر غور کرے آیا اس کی یہ تدبیر خود کشی آپ ﷺ کی عدم نصرت کے بارے میں اس چیز کو ختم کر سکتی ہے جس نے اس کو غصہ میں ڈال رکھا ہے، آیت کے معنی یہ ہیں اس کی وجہ سے خود کشی کر لینی چاہئے، اور محمد ﷺ کی نصرت ضروری ہے اور اسی طرح یعنی جس طرح آیات سابقہ کو ہم نے نازل کیا ہے باقی قرآن کو بھی نازل کیا ہے حال یہ ہے کہ واضح آیتیں ہیں آیات انزال لہاء کی ضمیر سے حال ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو ہدایت نصیب فرماتے ہیں اور اِنَّ اللّٰہَ یُہْدِی الخ کا عطف انزال لہاء کی ہ پر ہے (تقدیر عبارت یہ ہے انزلنا القرآن وَاَنْزَلْنَا اَنَّ اللّٰہَ یُہْدِی مَنْ یَّرِیدُ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مومنین اور وہ لوگ جنہوں نے یہودیت اختیار کی اور وہ یہود ہیں اور صابئین جو کہ یہود ہی کی ایک جماعت ہے اور نصاریٰ اور مجوسی اور مشرکین اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان قیامت کے روز مومنین کو جنت اور غیر مومنین کو جہنم میں داخل کر کے فیصلہ کر دے گا بے شک اللہ تعالیٰ ان کے اعمال میں سے ہر چیز سے واقف ہے یعنی اس کو علم مشاہدہ حاصل ہے اے مخاطب کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور زمینوں میں ہیں اور خمس و قمر ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے بھی یعنی ہر ایک اس کے حکم کے تابع ہے اس بات میں جو اس سے مطلوب ہے اور بہت سے آدمی بھی (عاجزی کرتے ہیں) اور وہ مومنین ہیں، سجدہ صلوٰۃ میں (عام) خضوع پر زیادتی کے ساتھ اور بہت سے ایسے ہیں کہ جن پر عذاب کا استحقاق ثابت ہو گیا ہے اور وہ کافر ہیں اس لئے کہ انہوں نے اس سجدہ کا انکار کر دیا جو ایمان پر موقوف ہے، اور جس کو خدا ذلیل کرے شقی کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں یعنی سعید کرنے والا نہیں، اللہ اہانت اور اکرام سے جو چاہتا ہے کرتا ہے یہ دو فریق ہیں مومنین ایک فریق ہیں اور کفار خمسہ دوسرا فریق اور خصم کا اطلاق واحد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے، انہوں نے اپنے رب یعنی اس کے دین کے بارے میں جھگڑا کیا ہے سو کافروں کے لئے آگ کے کپڑے بیونت

کر کاٹے جائیں گے اس کو پہنیں گے یعنی آگ ان کا احاطہ کرے گی اور ان کے سروں پر ماء جمیم یعنی نہایت شدید گرم پانی بہایا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کی سب چیزیں پگھلا دی (گلا دی) جائیں گی چربی وغیرہ، اور کھالیں اس گرم پانی کی وجہ سے بھون دی جائیں گی، اور ان (کی سزا) کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہیں یعنی ان کے سروں پر مارنے کے لئے اور جب بھی اس آگ سے ان کو غم لاحق ہونے کی وجہ سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے ہتھوڑوں کے ذریعہ اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا جلنے کا عذاب چکھو یعنی جو جلانے کی انتہائی حد کو پہنچا ہوگا۔

## تَحْقِيقُ تَرْكِيبِ تَسْمِيْلٍ وَ تَفْسِيْرِ فَوَائِدِ

**قَوْلُهُ:** عَلٰی حَرْفِ يَ يَعْبُدُ كِي ضَمِيرُ فَاعِلٍ مِنْ يَدْعُو اَيْ يَعْبُدُ مُتَنَزِّلًا۔  
**قَوْلُهُ:** شَبَّهَ بِالْحَالِ عَلٰی حَرْفِ جَبَلٍ فِي عَدَمِ ثَبَاتِهِ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آیت میں استعارہ تمثیلیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آیت میں اس کی حالت کو جو بغیر یقین و اعتقاد کے ساتھ اسلام میں داخل ہوا ہو تزلزل اور عدم ثبات میں اس شخص کے حال کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو کسی شے کے کنارے پر کھڑا ہو ہر وقت اس کو بے اطمینانی کی کیفیت رہتی ہے۔  
**قَوْلُهُ:** مَا اَمَلَهُ يَ ماضی کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور اَمَلٌ بمعنی امید بھی ہو سکتا ہے۔  
**قَوْلُهُ:** اللّٰمُ زَائِدَةٌ لَّمَنْ پر لام زائدہ ہے اور مَنْ يَدْعُو کا مفعول ہے ضَرَّهٖ مبتداء ہے اور اَقْرَبُ اپنے متعلق سے مل کر اس کی خبر ہے اور پھر جملہ ہو کر مَنْ موصولہ کا صلہ ہے اور موصول صلہ سے ملکر يَدْعُو کا مفعول بہ ہے۔  
**قَوْلُهُ:** بِعِبَادَتِهِ اَيْ بِسَبَبِ عِبَادَتِهِ۔  
**قَوْلُهُ:** لِبَيْتِ الْمَوْلٰى هُوَ، هُوَ مَخْصُوصٌ بِالْذَمِّ ہے، الذَّامِرُ مَوْلٰى کی تفسیر ہے، اسی طرح الصَّاحِبُ، الْعَشِيرُ کی تفسیر ہے اور هُوَ مَخْصُوصٌ بِالْذَمِّ ہے قول المفسر بالخسران متلبّسًا محذوف سے متعلق ہو کر شاك سے حال ہے و كذا يقال فيما بعده، قول المفسر بذكر المومنين عَقَّبَ سے متعلق ہے قوله تعالى اِنَّ اللّٰهَ يَدْخِلُ الَّذِيْنَ الْخ ذَكَرْتَنِي كِي صِفَتِ ہے اِي الذِّكْرُ الْكَائِنُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ، قول المفسر من اكرام مَنْ يُطِيبُهُ الْخ اس میں لف وشر غیر مرتب ہے بنصرہ میں ضمیر محمد ﷺ کی طرف راجع ہے معبود فی الذہن ہونے کی وجہ سے، السماء سر کے اوپر جو شئی ہو اس کو سماء کہہ سکتے ہیں، مقولہ ہے کل ما هو علی رأسه فهو سماء۔  
**قَوْلُهُ:** فَلْيَمْدِدْ مَنْ كَانَ میں مَنْ اِغْرَطِيْہُ ہو تو فليمدد اس کی جزا ہوگی اور اِغْرَ مَنْ موصولہ ہو تو فليمدد میں مشابہ جزاء ہونے کی وجہ سے ہوگی۔

**قَوْلُهُ:** بِانْ يَفْطَعُ نَفْسَهُ نَفْسَهُ کا اضافہ کر کے اشارہ کر دیا کہ لِيَقْطَعَ کا مفعول محذوف ہے من الارض ارض سے مراد حیات دنیوی ہے جب کہ نَفْسُهُ فَا کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے اور اِغْرَ نَفْسَهُ فَا کے سکون کے ساتھ ہو تو اس صورت میں نفس سے

مراد خود اس کی ذات ہوگی، اور ارض سے مراد زمین ہوگی، مطلب یہ ہوگا کہ چھت وغیرہ میں رسی کا ایک سر باندھ لے اور دوسرا سر اپنی گردن میں باندھ لے اور کسی چیز پر کھڑے ہو کر زمین سے اپنا تعلق ختم کر لے تاکہ پھندے سے دم گھٹ کر اس کی موت واقع ہو جائے، مَا یَغِیْظُ مِنْهَا، منها، ما کا بیان ہے اور مراد اس سے نصرت ہے، مَا یَغِیْظُ میں ما موصولہ بمعنی الذی ہے، یغیظ اس کا صلہ ہے عائد اس میں محذوف ہے، اور موصول صلہ سے مل کر یَذْهَبَنَّ کا مفعول ہے تقدیر عبارت یہ ہے هَلْ یَذْهَبَنَّ کَبِدُهُ الشَّیْءَ الَّذِیْ یَغِیْظُهُ وَهُوَ نَصْرَةُ النَّبِیِّ ﷺ، یغیظہ میں ضمیر فاعل الذی اسم موصول کی طرف راجع ہے، اور ضمیر مفعول من کان یظن کی طرف راجع ہے۔

قَوْلًا: یَغِیْظُ مِنْهَا اِیْ مِنْ اَجْلِهَا۔

قَوْلًا: فَلَا یَذْهَبُ مِنْهَا اِیْ مِنَ النَّصْرَةِ تَقْدِیْرُ عبارت یہ ہے فَلِیُخْتَلِقَ لِاَنَّهُ لَا یَذْهَبُ مِنَ النَّصْرَةِ۔

قَوْلًا: حَالٌ یعنی لفظ آیات انزلناہ کی ضمیر سے حال ہے اور بیانات آیات کی صفت ہے۔

قَوْلًا: هَذَا کا اضافہ اشارہ ہے یُرِیْدُ کے مفعول محذوف کی طرف۔

قَوْلًا: وَاِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ اِسْ کا عطف انزلناہ کی ضمیر پر ہے، اِیْ انزلناہ وَاَنْزَلْنَا اِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مِنْ یُرِیْدُ۔

قَوْلًا: وَکَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ کا عطف یسجد کے فاعل یعنی مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ پر ہے، یعنی تگوتی اور اضطراری خضوع کے علاوہ بعض انسان اختیار یعنی سجدہ وغیرہ کے ذریعہ بھی خضوع کرتے ہیں۔

قَوْلًا: هٰذَا اِنْ خَصْمَانِ اوپر چھ فریقوں کا ذکر ہوا ہے ان میں ایک فریق مومن ہے اور بقیہ پانچ کافر ہیں، اس طریقہ سے کل دونوع ہیں، ایک فریق مومن اور دوسرا کافر، اسی وجہ سے خصمان بصیغہ تثنیہ کہا گیا ہے، فریق مومن کے مقابل پانچ فریقوں کو خصم واحد کے صیغہ سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ خصم مصدر ہے اور مصدر کا اطلاق واحد اور جماعت دونوں پر ہوتا ہے۔

قَوْلًا: اِخْتَصَمُوْا یہاں جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے اس لئے کہ فریق چند افراد پر مشتمل ہوتا ہے، لہذا فریق لفظ کے اعتبار سے واحد اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے، جیسے قوم ورہط۔

قَوْلًا: فِیْ دِیْنِهِ یہ اشارہ ہے کہ مضاف محذوف ہے۔

قَوْلًا: وَتَشْوِیْ بِهٖ الْجُلُوْدُ اس میں اشارہ ہے کہ جلود فعل محذوف کی وجہ سے مرفوع ہے، اس لئے کہ ماضی بطور نہم پر عطف درست نہیں کیوں کہ جلد پھٹنے کی چیز نہیں ہے۔

قَوْلًا: وَلَهُمْ مَّقَامِعٌ، لہم کی ضمیر میں دواختال ہیں اول یہ کہ الذین کفروا کی طرف راجع ہو اس صورت میں لام استحقاق کے لئے ہوگا اور دوسرا احتمال یہ کہ ہم ضمیر زبانیہ (دوزخ کے داروغہ) کی طرف راجع ہوگی اور یہ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے۔

قَوْلًا: الْمَقَامِعُ جمع مُقَمِعَةٍ تھوڑا۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحِ

## شان نزول:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ اِس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بخاری اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں مقیم ہو گئے تو بعض ایسے لوگ بھی آکر مسلمان ہو جاتے تھے کہ جن کے دل میں ایمان کی پختگی نہیں ہوتی تھی، اگر اسلام لانے کے بعد اس کی اولاد مال میں ترقی ہو گئی تو کہتا تھا کہ یہ دین اچھا ہے اور اگر اس کے خلاف ہوا تو کہتا تھا کہ یہ برادرین ہے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ یہ لوگ ایمان کے ایک کنارہ پر کھڑے ہوتے ہیں اگر ان کو ایمان کے بعد دنیوی راحت و سامان مل گیا تو اسلام پر جم گئے اور اگر وہ بطور آزمائش کسی تکلیف و پریشانی میں مبتلا ہو گئے تو دین سے پھر گئے۔

حرف کے معنی کنارہ کے ہیں، جس طرح کنارہ پر کھڑے ہونے والے کو قرار وثبات نہیں ہوتا اسی طرح جو شخص دین کے بارے میں شک و ریب اور تذبذب کا شکار رہتا ہے اس کا حال بھی یہی ہے، ایسے شخص کو دین پر استقامت نصیب نہیں ہوتی، کیونکہ اس کی نیت صرف دنیوی مفادات کی ہوتی ہے، حاصل ہوتے رہیں تو ٹھیک بصورت دیگر وہ پھر آبائی دین یعنی کفر و شرک کی طرف لوٹ جاتا ہے، اس کے برخلاف جو سچے مسلمان ہوتے ہیں اور ایمان و یقین سے سرشار ہوتے ہیں وہ عسرویسر کی پرواہ کئے بغیر دین پر قائم رہتے ہیں، نعمتوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں تو شکر ادا کرتے ہیں اور اگر تکلیفوں سے دوچار ہوتے ہیں تو صبر کرتے ہیں۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ الْآيَةُ اِس آیت کے دو مطلب بیان کئے گئے، ایک یہ کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد نہ کرے کیونکہ اس کے غلبہ اور فتح سے اس کو تکلیف ہوتی ہے تو وہ اپنے گھر کی چھت میں رسی لٹکا کر اپنے گلے میں اس کا پھندا لیکر اپنا گلا گھونٹ لے، شاید یہ خودکشی اسے غیظ و غضب سے بچالے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو دیکھ کر اپنے دل میں پاتا ہے اس صورت میں سماء سے مراد گھر کی چھت ہوگی، دوسرے معنی یہ ہیں کہ ایسا شخص ایک رسد لیکر آسمان پر چڑھ جائے اور آسمان سے جو مدد اور وحی آتی ہے اس کا سلسلہ ختم کر دے (اگر وہ کر سکتا ہے) اور دیکھے کہ کیا اس کے بعد اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا؟ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے مفہوم کو پسند کیا ہے اور شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مفہوم کو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مذکورہ برحق اور باطل فرقوں کے درمیان قیامت کے دن عملی فیصلہ فرما دیں گے اور یہ فیصلہ حاکمانہ اختیارات کے زور پر نہیں ہوگا، بلکہ عدل و انصاف کے مطابق ہوگا، کیونکہ وہ باخبر ہستی ہے اسے ہر چیز کا علم ہے۔

الْكَرَّ اَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ الْآيَةُ اِس آیت میں تمام مخلوقات خواہ زندہ ذی روح ہوں یا جمادات و نباتات سب کا حق سبحانہ تعالیٰ کے لئے مطیع اور فرمانبردار ہونا بعنوان سجدہ بیان فرما کر بنی نوع انسان کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں، ایک مطیع و فرمانبردار سجدہ

میں سب کے ساتھ شریک اور دوسری قسم سرکش و باغی سجدہ کرنے سے منحرف، اور تابع فرمان ہونے کو سجدہ کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا ترجمہ ”عاجزی کرنے سے“ کیا ہے تاکہ مخلوق کی ہر نوع اور ہر قسم کو شامل ہو جائے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا سجدہ اس کے مناسب حال ہوتا ہے، انسان کا سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے، دوسری مخلوقات کا سجدہ اپنی اپنی خدمت جس کے لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے، اس کو انجام دینے کا نام ہے۔

### تمام مخلوق کے فرمانبردار ہونے کی حقیقت:

تمام کائنات کا اپنے خالق کے زیر حکم اور تابع مشیت ہونا ایک تو تکوینی اور تقدیری طور پر غیر اختیاری ہے جس سے مخلوق کا کوئی فرد مومن ہو یا کافر نباتات میں سے ہو یا جمادات میں سے مستثنیٰ نہیں، اس حیثیت سے سب کے سب یکساں طور پر حق تعالیٰ کے زیر حکم و مشیت ہیں، جہاں کا کوئی ذرہ یا پہاڑ اس کے اذن و مشیت کے بغیر کوئی ادنیٰ حرکت نہیں کر سکتا۔

دوسری طاعت و فرمانبرداری اختیاری ہے کوئی مخلوق اپنے قصد و اختیار سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرے اس سے مومن و کافر کا فرق ہوتا ہے کہ مومن اطاعت شعار و فرمانبردار ہوتا ہے، کافر اس سے منحرف اور منکر ہوتا ہے یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ اس میں سجدہ اور اطاعت سے مراد صرف تکوینی و تقدیری اطاعت نہیں بلکہ اختیاری اور ارادی اطاعت ہے، کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اختیاری اور ارادی اطاعت تو صرف ذوی العقول یعنی جن و انسان وغیرہ میں ہو سکتی ہے، حیوانات، نباتات، جمادات میں عقل و شعور ہی نہیں ہوتا تو پھر قصد و ارادہ کہاں اور اطاعت اختیاری کیسی؟ کیونکہ قرآن کریم کی بے شمار نصوص اور تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ عقل و شعور اور قصد و ارادہ سے کوئی مخلوق خالی نہیں، کمی بیشی کا فرق ہے، انسان اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور کا کامل درجہ عطا فرمایا ہے اور اسی لئے ان کو امر و نواہی کا مکلف بنایا گیا ہے، اس کے علاوہ باقی مخلوقات میں سے ہر نوع اور ہر صنف کو اس صنف کی ضرورت کے مطابق عقل و شعور دیا گیا ہے، انسان کے بعد سب سے زیادہ عقل و شعور حیوانات میں ہے، اس کے بعد نباتات میں، تیسرے درجہ میں جمادات میں، حیوانات کا عقل و شعور تو عام طور پر محسوس کیا جاتا ہے، نباتات کا عقل و شعور بھی ذرا سا غور کرنے سے پہچان لیا جاتا ہے لیکن جمادات کا عقل و شعور اتنا کم اور مخفی ہے کہ عام انسان اس کو نہیں پہچان سکتے، مگر ان کے خالق و مالک نے خبر دی ہے کہ وہ بھی عقل و شعور نیز قصد و ارادہ کے مالک ہیں۔

قرآن کریم نے آسمان اور زمین کے بارے میں فرمایا ہے ”قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ“ یعنی جب اللہ نے آسمان اور زمین کو حکم دیا کہ تم کو ہمارے تابع فرمان رہنا ہے اپنی خوشی سے فرمانبرداری اختیار کرو ورنہ جبراً و حکماً تابع رہنا ہی ہے تو آسمان اور زمین نے عرض کیا کہ ہم اپنے ارادے اور خوشی سے اطاعت اور فرمانبرداری قبول کرتے ہیں، اور دوسری جگہ پہاڑوں کے پتھروں کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے ”وَإِنَّ مِنْهَا لَمَنْ يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ“ یعنی بعض پتھر ایسے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف کے مارے اوپر سے نیچے لڑھک جاتے ہیں، اسی طرح احادیث کثیرہ میں پہاڑوں کی باہم گفتگو اور دوسری مخلوقات میں عقل و شعور کی شہادتیں بکثرت ملتی ہیں، اس لئے اس آیت میں فرمانبرداری کو سجدہ کے لفظ سے





مردوں کے لئے دنیا میں پہننا حرام ہے، لؤلؤ جر کے ساتھ، یعنی نگن سونے اور موتیوں سے بنے ہوں گے، اس طریقہ سے کہ موتی سونے میں جڑے ہوئے ہوں گے اور لؤلؤ انصب کے ساتھ بھی ہے اَسَاوِرَ کے محل پر عطف ہونے کی وجہ سے اور ان کو دنیا میں کلمہ طیب کی ہدایت کردی گئی تھی، اور وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے اور ان کو اس راستہ کی ہدایت کردی گئی تھی جو لائق تعریف ہے یعنی اللہ کا پسندیدہ راستہ اور اس کا دین ہے بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور اللہ کے راستہ سے یعنی اس کی اطاعت سے اور مسجد حرام سے جس کو ہم نے قربان گاہ اور عبادت گاہ کر دیا، تمام لوگوں کے لئے اس میں مقیم اور مسافر سب برابر ہیں، جو بھی وہاں ظلم کے ساتھ بے راہ روی اختیار کرے گا تو ہم اس شخص کو دردناک عذاب یعنی اس کا بعض حصہ چکھائیں گے، بالحاد میں باز آئے ہیں، بظلم ای بسبب الظلم بایں طور کہ کسی غیر مشروع چیز کا ارتکاب کرے گا اگرچہ خادم کو سب و شتم ہی کیوں نہ ہو، اور اسی نُذِفْہ کے لفظ سے اِنَّ کی خبر اخذ کی جائے گی ای نُدِفْہُمْ مِنْ عَذَابِ اَلِیْمِ۔

### تَحْقِیْقِ وَتَحْرِیْکِ تَسْبِیْلِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلًا: مِنْ اَسَاوِرَ مَنْ تَعْصِیْہ ہے ای بعض الاساور، من بیان یہ بھی ہو سکتا ہے اور زائدہ بھی، اور من من ذہب میں بیان کے لئے ہے۔

قَوْلًا: الْاَسَاوِرَ اَسْوِرَہ کی جمع ہے، اور اَسْوِرَہ سِوَارُ کی جمع ہے، بمعنی نگن، سُورَ ضمہ اور فتح دونوں لغت میں، لؤلؤ جر کے ساتھ اَسَاوِرَ پر عطف ہوگا اور لؤلؤ انصب کے ساتھ اَسَاوِرَ کے محل پر عطف ہوگا ای یُحَلُّونَ لؤلؤا چونکہ لؤلؤ الف کے ساتھ لکھا ہے، لہذا انصب رسم الخط کے مقتضی کے مطابق ہوگا۔

قَوْلًا: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ ، یَصُدُّوْنَ کے اعراب میں تین وجہ ہو سکتی ہیں ① یصدون کا عطف کفروا پر ہو، اس صورت میں یہ اعتراض ہوگا کہ مضارع کا عطف ماضی پر درست نہیں ہے، اس کے تین جواب ہیں اول جواب مضارع سے بعض اوقات حال یا استقبال کے معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ اس سے استمرار مراد ہوتا ہے، جس میں ماضی بھی شامل ہے، دوسرا جواب، مضارع ماضی کی تاویل میں ہے، تیسرا جواب، مضارع اپنے حال پر ہے، البتہ ماضی بمعنی مستقبل ہے، یصدون کے اعراب کی دوسری وجہ یَصُدُّوْنَ کَفَرُوْا کی ضمیر فاعل سے حال ہے، مگر یہ ظاہر البطلان ہے، اس لئے کہ مضارع مثبت اگر حال واقع ہو تو اس پر واؤ داخل نہیں ہوتا حالانکہ یہاں واؤ موجود ہے، یصدون کے اعراب کی تیسری وجہ، یصدون میں اِنَّ کی خبر پر واؤ زائدہ ہے، تقدیر عبارت یہ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ اور واؤ کی زیادتی کو فہم کا مذہب ہے۔

قَوْلًا: مِنْسَکَا یہ جعلناہ کے مفعول زمانی کی طرف اشارہ ہے۔

قَوْلًا: سَوَاءً جعلناہ کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور سواء بمعنی مستویاً ہوگا، اور العاکف اس کے زیر مرفوع ہے، اور سواء حال ہونے کی وجہ سے بھی منصوب ہو سکتا ہے، جمہور نے سواء کو مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع

پڑھا ہے، اس کی خبر عاکف ہے یا اس کا عکس ہے۔

قَوْلُهُ: وَمَنْ يَرِدْ فِيهِ بِالْحَادِ بِظَلَمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ الْيَمِّ يَرُدُّ كَامُفْعُولٍ تَعْيِمُ كِي غَرَضٍ سَعِ مَحْذُوفٍ هِيَ تَقْدِيرُ عِبَارَتٍ يَهْ

ہے، وَمَنْ يَرِدْ فِيهِ مَرَادًا، الْحَادِ لَغْتٌ مِثْلُ عَدُولٍ اَوْ مِثْلَانِ عَنْ الْحَقِّ كُو كِهْتِے ہيں۔

قَوْلُهُ: مِنْ هَذَا اَيُّ نُدُقْهُ لَعْنِي نُدُقْهُ كَلَفْظٍ سَعِ اِنَّ كِي خَبَرِ مَحْذُوفٍ كُو سَمْجَا جَا سَكْتَا هِيَ اَوْرُوهُ نُدُقْهُمُ مِنْ عَذَابِ الْيَمِّ هِيَ۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

سابقہ آیات میں جہنمیوں کا ذکر تھا، اِنَّ اللّٰهَ يَدْخُلُ اِلَیْهِمُ اَلْذِّیْنَ اٰمَنُوْا سے مقابلہ کے طور پر جنتیوں کا اور ان نعمتوں کا تذکرہ ہے جو اہل ایمان کے لئے مہیا کی جائیں گی، يُحَلِّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ الْخِجْنِیُّوْا كُو کنگن پہنائے جائیں گے، یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ کنگن پہننا عورتوں کا کام اور ان کی زیبائش ہے، مردوں کے لئے نہ صرف یہ کہ زیبائش اور آرائش نہیں ہے بلکہ معیوب بھی سمجھا جاتا ہے، جواب یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کی یہ امتیازی شان رہی ہے کہ سر پر تاج اور ہاتھوں میں کنگن رکھتے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سراقہ بن مالک کو جبکہ وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور سفر ہجرت میں آپ ﷺ کو گرفتار کرنے کے لئے نکلے تھے جب ان کا گھوڑا باذن خداوندی زمین میں دھنسن گیا اور سراقہ نے توبہ کی تو آنحضرت ﷺ کی دعا سے گھوڑا نکل گیا، آپ ﷺ نے اس سراقہ بن مالک سے وعدہ فرمایا تھا کہ کسریٰ شاہ فارس کے کنگن مال غنیمت میں مسلمانوں کے پاس آئیں گے اور وہ تمہیں پہنائے جائیں گے۔ چنانچہ جب فاروق اعظم کے زمانہ میں ملک فارس فتح ہوا اور شاہ کسریٰ کے یہ کنگن دیگر اموال غنیمت کے ساتھ آئے تو سراقہ بن مالک نے مطالبہ کیا تو ان کو دیدیئے گئے، خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح سر پر تاج پہننا عام مردوں کا رواج نہیں شاہی اعزاز ہے اسی طرح ہاتھوں میں کنگن بھی شاہی اعزاز سمجھے جاتے ہیں، اس لئے اہل جنت کو کنگن پہنائے جائیں گے یہ کنگن سونے، چاندی اور موتی تینوں قسم کے بھی ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سونے چاندی کے کنگنوں میں موتی جڑے ہوئے ہوں۔

مردوں کے لئے ریشم کے کپڑوں کا حکم آیت مذکورہ میں ہے کہ جنت میں جنتیوں کا لباس حریر (ریشم) کا ہوگا، مطلب یہ ہے کہ ان کے تمام ملبوسات اور فرش اور پردے وغیرہ ریشم کے ہوں گے جو دنیا میں سب سے بہتر لباس سمجھا جاتا ہے اور جنت کا ریشم ظاہر ہے کہ دنیا کے ریشم سے صرف نام کی شرکت رکھتا ہے ورنہ اس کی عمدگی اور بہتری کو دنیوی ریشم سے کوئی نسبت نہیں، ضرورت شرعی (مثلاً حالت جنگ میں یا بطور علاج کسی ماہر طبیب کے تجویز کرنے کی وجہ سے) کے علاوہ اگر مرد ریشمی کپڑا پہنے گا تو اس کے لئے احادیث میں وعیدیں وارد ہوئی ہیں، تفسیر کی کتابوں کی طرف رجوع کریں، مثلاً تفسیر مظہری، قرطبی وغیرہ۔

امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں ریشمی لباس پہنے گا وہ آخرت میں محروم رہے گا، اور جو دنیا میں شراب پیئے گا وہ آخرت کی شراب سے محروم رہے گا اور جو دنیا میں سونے چاندی کے برتنوں میں کھائے پیئے گا وہ آخرت میں سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھائے گا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تینوں

(قرطبی بحوالہ نسائی)

چیزیں اہل جنت کے لئے مخصوص ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا میں یہ کام کئے اور توبہ نہیں کی وہ جنت کی ان تینوں چیزوں سے محروم رہیگا اگرچہ جنت میں داخل بھی ہو جائے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دنیا میں شراب پی، پھر اس نے توبہ نہیں کی وہ آخرت میں جنت کی شراب سے محروم رہے گا۔ (قرطبی)

شبہ: یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جب ایک شخص جنت میں داخل کر لیا گیا پھر اگر وہ کسی چیز سے محروم کیا گیا تو اس کو حسرت اور افسوس رہے گا اور جنت اس کی جگہ نہیں، وہاں کسی شخص کو کسی شے کا غم اور افسوس نہ ہونا چاہئے، اور اگر یہ حسرت اور افسوس نہ ہو تو پھر اس محرومی کا کوئی فائدہ نہیں رہتا، اس کا جواب قرطبی نے اچھا دیا ہے کہ اہل جنت کے جس طرح مقامات اور درجات مختلف متفاوت اعلیٰ اور ادنیٰ ہوں گے ان کے تفاوت کا احساس بھی سب کو ہوگا مگر اس کے ساتھ ہی حق سبحانہ تعالیٰ اہل جنت کے قلوب ایسے بنادے گا کہ ان میں حسرت و افسوس کسی چیز کا نہ ہوگا۔

وَهُدُّوْا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے، بعض نے فرمایا قرآن مراد ہے (قرطبی) صحیح یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنِ سَبِیْلِ اللّٰهِ سَبِیْلِ اللّٰهِ سے مراد اسلام ہے، معنی آیت کے یہ ہیں کہ یہ لوگ خود تو اسلام سے دور ہیں ہی دوسروں کو بھی اسلام سے روکتے ہیں والمسجد الحرام یہ ان کا دوسرا گناہ ہے کہ مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں، مسجد حرام دراصل اس مسجد کا نام ہے جو بیت اللہ کے گرد بنی ہوئی ہے اور یہ حرم مکہ کا ایک اہم جز ہے، لیکن بعض مرتبہ مسجد حرام بول کر پورا حرم بھی مراد لیا جاتا ہے، جیسا کہ خود اسی واقعہ یعنی مسلمانوں کو عمرہ کے لئے حرم میں داخل ہونے سے روکنے کی جو صورت پیش آئی وہ یہی تھی کہ کفار مکہ نے آپ کو صرف مسجد میں جانے سے نہیں بلکہ حدود حرم میں داخل ہونے سے روک دیا تھا جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور قرآن کریم نے اس واقعہ میں مسجد حرام کا لفظ بمعنی مطلق حرم استعمال فرمایا ہے ”وَصُدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ“۔

## حرم مکہ میں تمام مسلمانوں کے مساوی حق کا مطلب:

اس بات پر پوری امت اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ مسجد حرام اور حرم شریف کے وہ تمام حصے جن سے افعال حج کا تعلق ہے جیسے صفا وروہ اور ان کے درمیان کا میدان جس میں سعی ہوتی ہے اسی طرح منی کا پورا میدان، عرفات کا پورا میدان اور میدان مزدلفہ یہ زمینیں پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے وقف ہیں کسی شخص کی ذاتی ملکیت ان پر نہ کبھی ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے، اس کے علاوہ مکہ مکرمہ کے عام مکانات اور باقی حرم کی زمینیں ان کے متعلق بھی بعض ائمہ فقہاء کا یہی قول ہے، کہ وہ بھی وقف عام ہیں، ان کا فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا حرام ہے، ہر مسلمان ہر جگہ ٹھہر سکتا ہے، مگر دوسرے فقہاء کا مختار مسلک یہ ہے کہ مکہ کے مکانات ملک خاص ہو سکتے ہیں ان کی خرید و فروخت اور ان کو کرایہ پر دینا جائز ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے

صفوان بن امیہ کا مکان مکہ مکرمہ میں خرید کر اس کو محرموں کے لئے قید خانہ بنایا تھا، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس میں دو روایتیں منقول ہیں ایک پہلے قول کے مطابق اور دوسری دوسرے قول کے مطابق اور فتویٰ دوسرے قول پر ہے (کذا فی روح المعانی) مسجد حرام سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خاص مسجد حرام مراد ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے، امام مالک و ابوحنیفہ و ثوری و محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پورا حرم مراد ہے، اس کا قرینہ ”العاکف فیہ“ ہے اس لئے کہ قیام نفس مسجد میں نہیں ہوتا بلکہ منازل میں ہوتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی پورے حرم کو مسجد ہی سمجھتے تھے، اسی وجہ سے مکہ کی زمین کو فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا مکروہ سمجھتے تھے، امام صاحب سے بھی ایک روایت ایسی ہی منقول ہے، ایک قول امام صاحب کا اس کے برعکس بھی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالْحَادِ بِظُلْمٍ، الْحَادِ كَالْمَعْنَى لَفْتٍ فِي سِيدِ هَمَزٍ رَاسْتَهُ مِنْ هِثْ جَانِبِهِ كَيْفَ هِيَ الْحَادِ مِنْ مَرَادِ مَجَاهِدٍ وَقَوَاهُ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کفر و شرک ہے، مگر دوسرے مفسرین نے اس کو اپنے عام معنی میں قرار دیا ہے جس میں ہر گناہ اور ہر نافرمانی داخل ہے، جو چیزیں شریعت میں ممنوع اور حرام ہیں وہ سبھی جگہ گناہ اور موجب عذاب ہیں، حرم کی تخصیص اس بنا پر کی گئی ہے کہ جس طرح حرم مکہ میں نیکی کا ثواب بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے اسی طرح گناہ کا عذاب بھی بڑھ جاتا ہے، اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک تفسیر یہ بھی منقول ہے کہ حرم کے علاوہ دوسری جگہوں میں محض گناہ کا ارادہ کرنے سے گناہ نہیں لکھا جاتا جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے اور حرم میں صرف پختہ ارادہ کر لینے پر بھی گناہ لکھا جاتا ہے، قرطبی نے بھی تفسیر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی نقل کی ہے اور اس تفسیر کو صحیح کہا ہے۔

وَ اذْكُرْ اِذْ بَوَّأْنَا بَيْنَنَا وَاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ لِيَبَيِّنَہٗ وَ كَانَ قَدْ رُفِعَ زَمَنُ الطُّوفَانِ وَ اَمَرْنَاهُ اَنْ لَا تَشْرِكَ بِي شَيْئًا وَ ظَهَرَ بَيِّنَاتٍ مِنَ الْاَوْثَانِ لِلظَّالِمِيْنَ وَالْقَائِمِيْنَ الْمُقِيمِيْنَ بِہٖ <sup>۱۰</sup> وَ التَّرْكَعُ الشُّجُوْدُ <sup>۱۱</sup> جَمْعُ رَاكِعٍ وَ سَاجِدٍ اِی الْمَصْلٰی وَ اِذْ نَادٰی فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ فَنَادٰی عَلٰی جَبَلٍ اَبٰی قُبَيْسٍ يٰ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ بَنٰی بَيْتًا وَ اَوْجَبَ عَلَیْكُمْ الْحَجَّ اِلَیْهِ فَاجِیْبُوْا رَبَّكُمْ وَ التَّفَتُّ بِوُجْهِہٖ یَمِیْنًا وَ شِمَالًا وَ شَرْقًا وَ غَرْبًا فَاجَابَہٗ كُلُّ مَنْ كُتِبَ لَہٗ اَنْ یَّحُجَّ مِنْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَ اَرْحَامِ الْاُمَّهَاتِ لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ وَ جَوَابُ الْاَمْرِ یَا تُوَكَّلُ رِجَالًا مُّشَاةً جَمْعُ رَاجِلٍ كَقَائِمٍ وَ قِیَامٍ وَ رُكْبَانًا عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ اِی بَعِیْرٍ مَّهْزُولٍ وَ هُوَ یُطْلَقُ عَلٰی الذَّكَرِ وَ الْاُنْثٰی یَا تٰتٰی اِی الضُّوَابِرُ حَمَلًا عَلٰی الْمَعْنٰی مِنْ كُلِّ فَحٍّ عَمِیقٍ <sup>۱۲</sup> طَرِیْقٌ بَعِیْدٌ لِّیَشْہَدُوْا اِی یَحْضُرُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ فِي الدُّنْیَا بِالْبِتَّارَةِ اَوْ فِی الْاٰخِرَةِ اَوْ فِیہِمَا اَقْوَالٌ وَ یَذْكُرُوْا اَسْمَ اللّٰہِ فِيْ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمَةٍ اِی عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ اَوْ یَوْمِ عَرَفَةِ اَوْ یَوْمِ النَّحْرِ اِلٰی الْاٰخِرِ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ اَقْوَالٌ عَلٰی مَا رَمَزَ قَهْمٌ مِنْ بَہِیْمَةِ الْاَنْعَامِ الْاِبِلِ وَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ التِّی تَنْحَرُ فِی یَوْمِ الْعِیدِ وَ مَابَعْدَہٗ مِنْ الْہِدَايَا وَ الضَّحَايَا فَكُلُوْا مِنْہَا اِذَا كَانَتْ مُسْتَحَبَّةً

وَأَطَعُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۝ اى الشدید الفقر ثُمَّ لِيَقْضُوا قَتْلَهُمْ اى يُزِيلُوا أَوْسَاحَهُمْ وَشَعَثَهُمْ  
 كَطُولِ الظُّفْرِ وَلْيُؤَفُّوا بِالْتَخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ نُدُورَهُمْ بَيْنَ الْهَدَايَا وَالضَّحَايَا وَلْيَطُوفُوا طَوَافَ  
 الْإِفَاضَةِ بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ اى الْقَدِيمِ لِأَنَّهُ أَوَّلُ بَيْتٍ وَضِعَ ذَلِكَ خَبْرُ مَبْتَدَأٍ مُقَدَّرِ اى الامر او الشأن  
 ذَلِكَ الْمَذْكُورِ وَمَنْ يُعْظَمَ حُرْمَتُ اللَّهِ بِى مَا لَا يَجِلُّ انْتِهَاهُ فَهُوَ اى تَعْظِيمُهَا خَيْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ فِى  
 الْآخِرَةِ وَاجِلَّتْ لَكُمْ الْآنْعَامُ أَكْلًا بَعْدَ الذَّبْحِ الْأَمَائِشِلُ عَلَيْكُمْ تَحْرِيمُهُ فِى حُرْمَتِ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةِ  
 الْآيَةِ فَالْإِسْتِثْنَاءُ مُنْقَطِعٌ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مُتَّصِلًا وَالتَّحْرِيمُ لِمَا عَرَضَ بَيْنَ الْمَوْتِ وَنَحْوِهِ  
 فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ بَيْنَ الْبَيْنَانِ اى الَّذِى هُوَ الْأَوْثَانُ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۝ اى الْبَيْتِ  
 فِى تَلْبِيسِهِمْ أَوْ شَهَادَةِ الزُّورِ حَقَّاءَ اللَّهِ مُسْلِمِينَ عَادِلِينَ عَنْ كُلِّ سِوَى دِينِهِ غَيْرِ مُشْرِكِينَ بِهِ تَاكِدٌ لِمَا  
 قَبْلَهُ وَبِهِمَا خَالَانِ مِنَ الْوَاوِ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ سَقَطٌ مِنَ السَّمَاءِ فَتُخَفِّطُهُ الظُّيُورُ اى تَأْخُذُهُ بِسُرْعَةٍ  
 أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ اى تُسْقِطُهُ فِى مَكَانٍ سَحِيقٍ ۝ بَعِيدٍ اى فَهُوَ لَا يُرْجَى خَلَاصُهُ ذَلِكَ يُقَدَّرُ قَبْلَهُ الْأَمْرُ  
 مُبْتَدَأٌ وَمَنْ يُعْظَمَ شَعَائِرُ اللَّهِ فَإِنَّهَا اى فَإِنَّ تَعْظِيمَهَا وَهِيَ الْبُذُنُ الَّتِى تُهْدَى لِلْحَرَمِ بَانَ تُسْتَحْسَنُ  
 وَتُسْتَسَمَّنُ مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝ مِنْهُمْ وَسُمِّيَتْ شَعَائِرُهَا بِمَا يُعْرَفُ بِهِ أَنَّهَا هَذِي كَطَعْنِ حَدِيدَةٍ  
 بِسَنَابِهَا لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَرْكُوبِهَا وَالْحَمَلِ عَلَيْهَا مَا لَا يَضُرُّهَا إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى وَقَدْ نَحَرِبَهَا ثُمَّ مَجَلَّهَا اى  
 مَكَانَ جَلِّ نَحْرِبَهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ اى عِنْدَهُ وَالْمَرَادُ الْحَرَمُ جَمِيعُهُ.

۱۱

**ترجمہ:** اور اس واقعہ کا ذکر کیجئے جب ہم نے ابراہیم کو خانہ کعبہ کی جگہ کی نشاندہی کر دی تاکہ اس کی تعمیر کریں اور  
 بیت اللہ کو طوفان (نوح) کے زمانہ میں اٹھالیا گیا تھا، اور ہم نے اس کو یہ حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، اور میرے  
 گھر کو بتوں سے طواف کرنے والوں کے لئے اور قیام اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا، رُتَح جمع راحع اور  
 سُجُود جمع ساجد اور مرد نماز پڑھنے والے ہیں، اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دے، چنانچہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے  
 (نے) جبل ابی قیس پر چڑھ کر اعلان فرمایا ”اے لوگو! تمہارے رب نے ایک گھر بنایا ہے اور تمہارے اوپر اس کا حج کرنا واجب کیا  
 ہے لہذا تم اپنے رب کی ندا پر لبیک کہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چہرے کو دائیں بائیں اور شرقاً و غرباً گھمایا، چنانچہ  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر مردوں کی پشت سے اور عورتوں کے ارحام سے ہر اس شخص نے لبیک کہا کہ جس کی قسمت  
 میں حج لکھا ہوا تھا ”لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ“ اور جواب امر ”يَا تَوَكُّرْ جَالًا“ ہے رجالاً کے معنی پایادہ کے ہیں اور رجال راجل کی  
 جمع ہے جیسے قائم کی جمع قیام ہے، چلے آئیں گے لوگ تیرے پاس پیدل اور سوار ہو کر دبلے اونٹوں پر، ضامر دبلے اونٹ کو کہتے

ہیں اس کا اطلاق نروادہ دونوں پر ہوتا ہے آئیں گی وہ اونٹنیاں دور دور از راستہ سے یا تین بصیغہ جمع ضامر کے معنی کی رعایت کی وجہ سے لایا گیا ہے تاکہ تجارت کے ذریعہ اپنے دنیوی فوائد کے لئے یا اخری فوائد کے لئے اپنے منافع کی جگہ حاضر ہوں یہ تین قول ہیں اور (اس لئے آویں) تاکہ ایام مقررہ یعنی عشرہ ذی الحجہ یا یوم عرفہ یا یوم نحر میں ایام تشریق کے آخری دن تک، یہ تین قول ہیں، ان چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے ان کو دیئے ہیں وہ اونٹ اور گائے اور بکریاں ہیں جو کہ یوم نحر میں اور اس کے بعد ہدایا اور سخایا میں سے ذبح کی جاتی ہیں پس تم خود بھی کھاؤ اگر وہ مستحب ہوں اور صاحب فقر کو یعنی شدید حاجت مند کو کھلاؤ پھر ان کو چاہئے کہ اپنا میل کچیل دور کریں، یعنی میل کچیل اور پراگندگی مثلاً بڑھے ہوئے ناخن (وغیرہ) دور کریں اور ہدی اور قربانی کے جانوروں کو (ذبح) کر کے نذر پوری کریں وَلْيُوفُوا فَاقًا کی تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے، اور بیت عتیق کا طواف افاضہ (زیارت) کریں یعنی قدیم گھر کا، اس لئے کہ وہ پہلا گھر ہے جو بنایا گیا ذلک مبتداء محذوف کی خبر ہے (تقدیر عبارت یہ ہے) الامر ذلک المذکور یا الشان ذلک المذکور یعنی مذکورہ بات تو پوری ہوئی اور جو شخص اللہ کی محترم چیزوں کی تعظیم کرے گا اور وہی وہ چیزیں ہیں کہ جن کی بے حرمتی جائز نہیں تو ان کی تعظیم اس کے حق میں اس کے رب کے نزدیک آخرت میں بہتر ہے اور تمہارے لئے جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد حلال کر دیا گیا ہے باستثناء ان جانوروں کے کہ جن کی حرمت تم کو حرمت علیکم المیتة (الایۃ) میں بتادی گئی ہے سو یہ مستثنیٰ منقطع ہے اور اس کا مستثنیٰ متصل ہونا بھی جائز ہے اور حرمت موت وغیرہ کے لاحق ہونے کی وجہ سے ہے سو تم گندگی سے جو کہ وہ بت ہیں کنارہ کش رہو من بیان یہ ہے یعنی رجس جو کہ وہ بت ہیں اور جھوٹی بات سے بچتے رہو یعنی شرک فی التلبیہ سے اور جھوٹی گواہی سے بچتے رہو اس طور سے کہ اللہ کی طرف جھکے رہو تابع فرمان رہو، اس کے دین کے علاوہ ہر چیز سے اعراض کرتے رہو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ یہ ماقبل کی تاکید ہے اور یہ دونوں (حلفاء اور غیر مشرکین) اجتنبوا کے واؤ سے حال ہیں اور جس شخص نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا پھر یا تو پرندے اس کو اچک لیں گے یعنی جلدی سے اس کو پکڑ لیں گے یا ہو اس کو دور دراز جگہ پر ڈال دے گی اور مکان بعید یہ ہے کہ اس کی خلاصی کی توقع نہیں کی جاسکتی، یہ سن لیا ذلک سے پہلے الامر مبتداء محذوف اور سنو جو شخص شعائر اللہ کی عزت و حرمت کرے گا بے شک ان کی تعظیم ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے ہے اور وہ، وہ بدنہ ہیں جو حرم کی جانب سے بطور ہدی بھیجے جاتے ہیں، اور شعائر اللہ کی تعظیم کی صورت یہ ہے کہ ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرے اور ان کو (کھلا پلا کر) فرہ کرے، اور ان (قربانی کے جانوروں) کو شعائر اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے کوئی ایسی علامت لگادی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ پہچانے جاتے ہیں جیسا کہ ان کی کوہان میں نیزہ سے زخم لگادینا اور تمہارے لئے ان میں وقت مقرر یعنی ذبح ہونے تک کچھ منافع ہیں، مثلاً ان پر سوار ہونا اور ان پر کسی ایسی چیز کا لادنا کہ جو ان کے لئے مضرت رساں نہ ہو پھر ان کا مقام یعنی ان کے قربان کرنے کی جگہ بیت اللہ کے قریب ہے اور مراد پورا حرم ہے۔

## تحقیق و تفسیر تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ:** بَوَّانَا، بَوَّانَا تَبَوُّنَةً سے ماضی جمع متکلم ہے، ہم نے جگہ دی ہے، زجاج نے کہا ہے بَوَّانَا کے معنی بَيْنَانَا لہ مکان البيت لِبَيْنَانَا ویکون مباءة لہ مفسر علام نے بَوَّانَا کی تفسیر بَيْنَانَا سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ لاِبْرَاهِيمَ میں لام زائدہ نہیں ہے بلکہ بطور صلہ تعدیہ کے لئے ہے اور اگر بَوَّانَا، انزلنا کے معنی میں ہو تو لام کو زائدہ ماننا پڑے گا اس لئے کہ بَوَّانَا اس وقت متعدی بنفسہ ہے۔

**قَوْلُهُ:** امْرَئَاهُ کی تقدیر سے اشارہ کیا ہے کہ اُن لا تشرك به محذوف کا معمول ہے اور اس محذوف کا عطف بَوَّانَا پر ہے، وَطَهَّرَ بَيْنَتِي اس سے پہلے امرنا یا قلنا محذوف ہے۔

**قَوْلُهُ:** یا تاتوک خطاب کا صیغہ یا تو اس وجہ سے استعمال فرمایا ہے کہ حجاج کی بیت اللہ میں حاضری حضرت ابراہیم ہی کے اعلان کے نتیجہ میں ہوتی ہے، یا پھر مضاف محذوف ہے ای یا تو ابیتک اور بیت کی اضافت کاف خطاب کی جانب تعمیر کی وجہ سے ہے۔

**قَوْلُهُ:** ضَامِرٌ دہلا جس کی کمر بٹلی ہو یہ ضمور سے مشتق ہے تضمیر کہتے ہیں گھوڑے کو فرہ کرنے کے بعد دوڑا کر دہلا کر ناتا کہ وہ تیز رفتار ہو جائے۔

**قَوْلُهُ:** یا نَبین یہ جمع کا صیغہ ہے ضامر کی صفت ہے حالانکہ ضامر مفرد ہے، کل ضامر جمع کے معنی میں ہے معنی ہی کی رعایت کی وجہ سے یا نَبین بصیغہ جمع لایا گیا ہے ورنہ تو یاتی واحد نہ کر غائب کا صیغہ لانا چاہئے تھا۔

**قَوْلُهُ:** لِیَشْهَدُوا اس کا تعلق اَذِّن اور یأتوک دونوں سے ہو سکتا ہے ثانی ظاہر ہے۔

**قَوْلُهُ:** اِذَا کَانَتْ مُسْتَحَبَّةٌ امام شافعی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کے یہاں چونکہ ضحایا واجبہ سے مالدار کے لئے کھانا درست نہیں ہے، اس لئے مفسر علام نے اِذَا کَانَتْ مُسْتَحَبَّةٌ کا اضافہ فرمایا امام ابوحنیفہ رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کے نزدیک سوائے دم جنایت کے مالداروں کے لئے کھانا جائز ہے، جیسے دم متع اور دم قران۔

**قَوْلُهُ:** طَوَافُ الْاَفَاضَةِ یہ طواف رکن ہے، اسی کو طواف زیارت بھی کہتے ہیں اس کو افاضہ اس لئے کہا کہ اس کا وقت عرفات سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔

**قَوْلُهُ:** الْبیت العتیق عتیق دو معنی میں مستعمل ہے اول بمعنی قدیم چونکہ عبادت خانہ کے طور پر بیت اللہ کو سب سے اول بنایا گیا تھا، اس لئے اس کو عتیق یعنی قدیم کہنا درست ہے اور دوسرے معنی، آزاد کے ہیں یعنی عتیق بمعنی معق حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ اس کو جابرہ کے تسلط سے آزاد کر دیا ہے، اس لئے اس کو عتیق کہا گیا ہے، اب رہا حجاج بن یوسف کا تسلط تو وہ حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بیت اللہ سے نکالنے کے لئے تھا نہ کہ بیت اللہ کو منہدم کرنے کے ارادہ سے مقصد پورا ہونے کے بعد حجاج نے دوبارہ بیت اللہ کی تعمیر کرا دی تھی، اور بعض حضرات نے عتیق کے معنی کریم کے بھی بیان



کئے ہیں، ای البیت الکریم۔ (حمل)

قَوْلُهُ: تحریمہ تحریمہ کے اضافہ کا مسد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ یُتَلٰی کا نائب فاعل محذوف ہے، مفسر علام اگر تحریمہ محذوف ماننے کے بجائے آیت التحریم محذوف مانتے تو زیادہ بہتر ہوتا اس لئے کہ متلو آیت تحریم ہے نہ کہ تحریم۔

قَوْلُهُ: فالاستثناء منقطع الا ما یُتَلٰی علیکم یہ مستثنیٰ منقطع ہے اس لئے کہ مستثنیٰ جو کہ السمیتۃ والدم ولحم الخنزیر الآیۃ مستثنیٰ منہ جو کہ الانعام کی جنس سے نہیں ہے لہذا یہ مستثنیٰ منقطع ہے اور مستثنیٰ متصل بھی ہو سکتا ہے بایں طور کہ الا ما یُتَلٰی علیکم میں ما سے مراد وہ مردار ہے جو عارض موت کی وجہ سے مر گیا ہو یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا، اس صورت میں چونکہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہے لہذا مستثنیٰ متصل ہوگا۔

قَوْلُهُ: حُنَفَاء یہ اجتناب کی ضمیر واؤ سے حال ہے۔

قَوْلُهُ: شعائر اللہ شعائر اعلام اعمال حج کو کہتے ہیں اس کا واحد شعیرۃ یا شعارۃ ہے اور مشاعر مواضع المناسک کے معنی میں ہے۔

قَوْلُهُ: ھی البدن سیاق پر حمل کرتے ہوئے شعائر کی تفسیر بُدُن سے کی ہے، بہتر یہ تھا کہ اس کو عام رکھتے جو دیگر شعائر کو بھی شامل ہو جاتا۔

قَوْلُهُ: مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوبِ مِنْہُمْ منہم کا اضافہ کر کے اشارہ کر دیا کہ مَنْ یُعَظِّمُ میں مَنْ موصولہ ہے اور مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوبِ جملہ ہو کر صلہ ہے جس میں عائد کا ہونا ضروری ہے اور وہ منہم ہے۔

قَوْلُهُ: طَعْنٌ نیزہ سے زخم لگانا سنام اونٹ کی کوہان کو کہتے ہیں۔

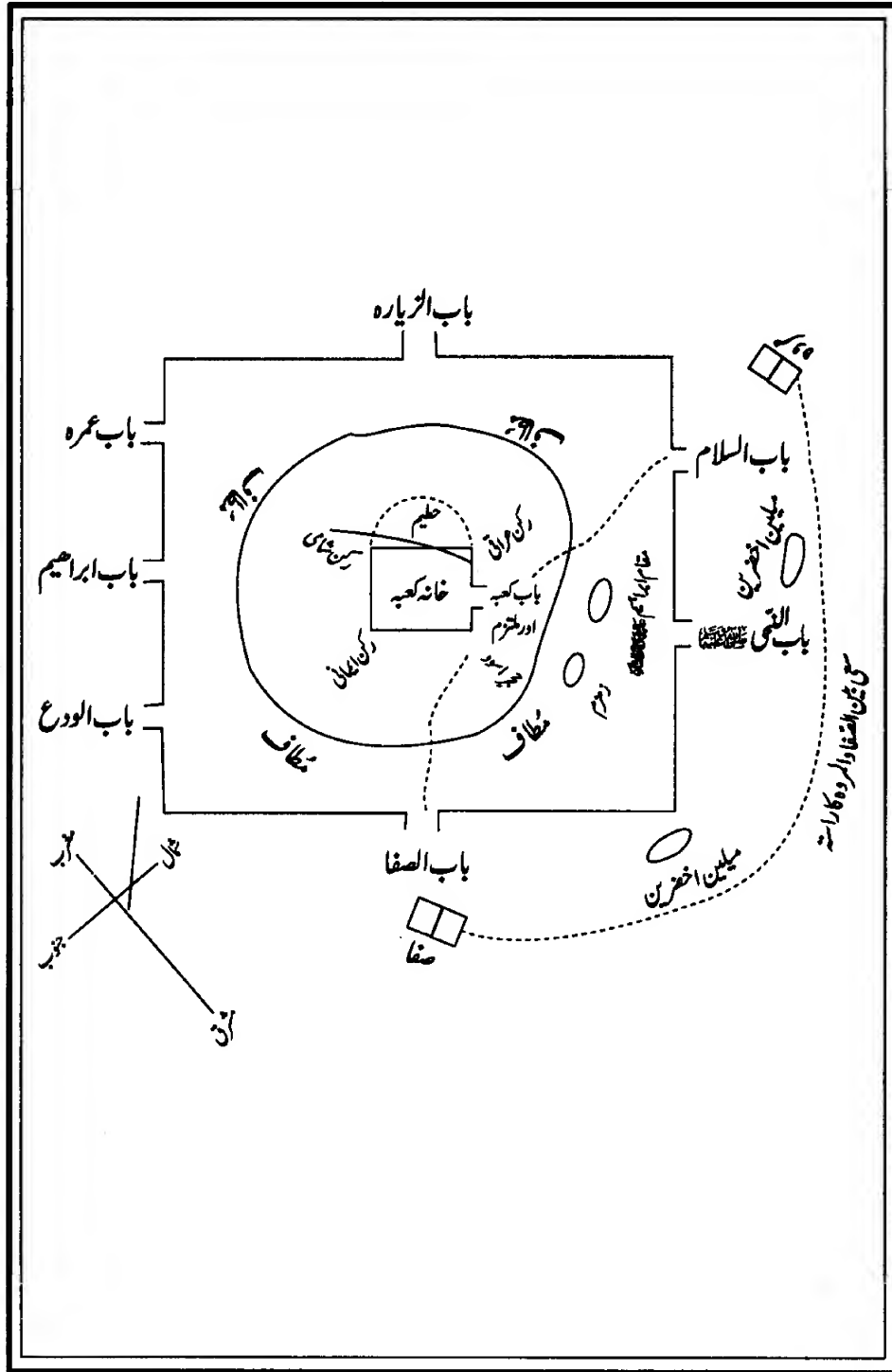
قَوْلُهُ: کسر کو بھا یہ امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک بغیر حالت اضطراری کے سوار ہونا درست نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: المراد الحرم قرب شی کو عین شی کا حکم دیدیا گیا ہے، اس لئے کہ ہدی بیت اللہ میں ذبح نہیں کی جاتی بلکہ حدود حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے نہ کہ بیت اللہ یا مسجد حرام میں، امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کے نزدیک ہدی کا حدود حرم میں ذبح ہونا ضروری ہے۔

قَوْلُهُ: مَحَلُّهَا الی البیت العتیق یعنی ہدایا اور ضحایا کے ذبح کر نیکی جگہ بیت اللہ کے قریب ہے یعنی حدود حرم میں خواہ مکہ میں ہو یا مئیی میں۔



## نقشہ خانہ کعبہ



## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيعُ

## بناء بیت اللہ کی ابتداء:

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ اس سے پہلی آیت میں مسجد حرام اور حرم سے روکنے والوں کے لئے شدید عذاب اور وعید شدید آئی ہے، آگے کی آیت میں بیت اللہ کے فضائل اور عظمت کا بیان ہے بَوَّأُ لغت میں ٹھکانہ دینے کو کہتے ہیں، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل کو ملک شام سے ہجرت کرا کر مکہ میں قیام پذیر کر دیا، اور مقام بیت اللہ کی نشاندہی بھی فرمادی تاکہ از سر نو اس کی تعمیر کی جاسکے، بیت اللہ کا وجود اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کے ساتھ ساتھ ہوا تھا مگر طوفان نوح میں اس کو اٹھالیا گیا، اور پھر وہ مدتوں تک بے نشان رہا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کے قریب قیام پذیر ہو گئے اور بیت اللہ کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ الہ العالمین تو مجھے مقام بیت اللہ کی نشاندہی فرمادے، کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک زوردار ہوا بھیجی جس کی وجہ سے بیت اللہ کی بنیادیں ظاہر ہو گئیں، ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ بیت اللہ کے بقدر ایک بدلی آئی اور مقام بیت اللہ پر سایہ فگن ہو گئی اس میں ایک سر نمودار ہوا جو یہ نداء کرتا تھا، اے ابراہیم تم میری حدود کے مطابق بیت اللہ کی تعمیر شروع کرو، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی کے مطابق بیت اللہ کی تعمیر فرمائی (جمل) آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”سب سے پہلی مسجد جو روئے زمین پر تعمیر ہوئی وہ مسجد حرام (بیت اللہ) ہے اور اس کے چالیس سال بعد مسجد اقصیٰ تعمیر ہوئی“۔

(مسند احمد ۵/۱۵۰، ۱۶۶، ۱۶۷، و مسلم کتاب المساجد)

قَوْلُهُ: أَنْ لَا تَشْرِكَ بِي شَيْئًا یہ شیعاً یہ بناء بیت اللہ کی غرض کا بیان ہے، یعنی اس میں صرف میری عبادت کی جائے، مشرکین نے جو اس میں صداہت سجا رکھے ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں یہ ظلم عظیم ہے۔

قَوْلُهُ: وَطَهَّرْ بَيْنِي حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ میرے گھر کو آپ ظاہری اور باطنی ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھئے، بیت اللہ چونکہ محض چہار دیواری کا نام نہیں ہے بلکہ اس قطعہ ارضی کا نام ہے جہاں بیت اللہ بنا ہوا ہے لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بیت اللہ کی جگہ کو بھی پاک رکھئے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خطاب اگرچہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو ہے مگر مراد آئندہ آنے والی امت ہو۔

وَإِذْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرضیت حج کے اعلان کا حکم ہوا تو حضرت ابراہیم نے عرض کیا، یہاں تو جنگل ہے۔ جہاں آبادی ہے وہاں میری آواز کس طرح پہنچے گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کی ذمہ داری صرف اعلان کرنے کی ہے پوری دنیا میں پہنچانے اور پھیلانے کی ذمہ داری ہماری ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقام ابراہیم پر اور ایک روایت میں ہے کہ جبل ابی قیس پر کھڑے ہو کر

دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر یمنیٰ و شمالاً، شرقاً و غرباً ہر طرف یہ نداء کی کہ اے لوگو! تمہارے رب نے اپنا گھر بنایا ہے اور تم پر اس کا حج فرض کیا تم سب اس کے حکم کی تعمیل کرو، اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ بطور معجزہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پوری دنیا میں پہنچادی بلکہ ان تک بھی پہنچادی جو ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، بلکہ اصلا بآباء یا ارحام امہات میں تھے اور جس روح نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہا اور جتنی مرتبہ کہا وہ ضرور بیت اللہ میں حاضر ہوگا۔

### حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نداء کی تاثیر:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز کو جو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں تک پہنچایا تھا اس کی تاثیر قیامت تک کے لئے قائم ہوگئی اور وہ ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْجِعُوا إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمُ الْوَجَدُ الْحَقُّ“ یعنی اطراف عالم سے لوگ بیت اللہ کی طرف چلے آویں گے کوئی پیادہ تو کوئی سوار اور سواری سے آنے والے بھی دور دراز ملکوں سے آئیں گے، جس کی وجہ سے ان کی سواریاں بھی لاغر ہو جائیں گی چنانچہ ہزار ہا سال گذر چکے ہیں مگر بیت اللہ کی طرف آنے والوں کی یہی کیفیت ہے۔

لِيَسْهَلُوا مَنَافِعَ لَهُمْ یعنی ان کی یہ حاضری خود انہی کے منافع کے لئے ہے لفظ منافع کو نکرہ لانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں دینی منافع تو بے شمار ہیں ہی دنیوی منافع بھی بے شمار ہیں، دوسرا فائدہ یہ بتلایا گیا ہے کہ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ (الآیۃ) تاکہ وہ اللہ کا نام لیں ایام معلومات میں ان چوپایوں پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کئے ہیں، اس میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قربانی کے گوشت اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد پر نظر نہ ہونی چاہئے بلکہ اصل چیز اللہ کا ذکر ہے جو ان دنوں میں جانور قربان کرنے کے وقت جانوروں پر لیا جاتا ہے اصل روح عبادت یہی ہے قربانی کا گوشت حلال کر دیا گیا یہ مزید انعام ہے، ایام معلومات سے وہی ایام مراد ہیں جن میں قربانی جائز ہے یعنی ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخیں اور چونکہ مار ذقہم من بہیمۃ الانعام کے الفاظ عام ہیں اس میں ہر طرح کی قربانی داخل ہے، خواہ واجب ہو یا مستحب۔

فَكُلُوا مِنْهَا یہاں کھو اگرچہ بھینغہ امر آیا ہے مگر مراد اس سے اباحت و جواز ہے جیسا کہ قرآن میں ”إِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا“ میں شکار کا حکم بمعنی اجازت ہے۔

مَنْعَتُهُ: زمانہ حج میں مختلف وجوہ کی بنا پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں ان میں ایک قسم وہ ہے جو کسی جرم کی سزا کے طور پر واجب ہوتی ہے، مثلاً حرم کے خلاف یا احرام کے خلاف کوئی عمل کر لیا، اس کی جزاء میں کسی جانور کی قربانی واجب ہوتی ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے، اس قربانی کو اصطلاح فقہ میں دم جنایت کہتے ہیں، اس میں کچھ تفصیل ہے بعض ممنوعات کے کر لینے سے گائے یا اونٹ ہی کی قربانی کرنا ضروری ہوتی ہے اور بعض کے لئے بکرانہ کافی ہو جاتا ہے، بعض میں صدقہ سے ہی کام چل جاتا ہے، یہ سب مسائل فقہ کی کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں، جو قربانی دم جنایت کے طور پر واجب ہوتی ہے، وہ صرف فقراء و مساکین کا حق ہے، اس کا گوشت نہ خود کھانا درست ہے اور نہ مالداروں کے لئے، باقی قسمیں خواہ واجب ہوں یا نفل اس

میں دم تریخ اور دم قرآن بھی داخل ہے، ان سب کا گوشت سب کے لئے کھانا درست ہے اس آیت میں اسی کا بیان ہے، اور کم از کم ایک تہائی حصہ فقراء و مساکین کو دیدیا جائے اسی امر مستحب کا بیان آیت کے اگلے جملہ میں اس طرح فرمایا ہے ”وَاطْعَمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ“ مطلب یہ کہ قربانی کے گوشت میں سے فقیر اور تنگ دست لوگوں کو بھی کھلانا اور دینا مستحب ہے۔

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ اِحرام باندھنے کے بعد چونکہ حجامت نہیں بنواتے اور نہ ناخن وغیرہ لیتے ہیں اور زیادہ دل کر غسل بھی نہیں کر سکتے، جس کی وجہ سے بدن پر میل پچیل جم جاتا ہے جو کہ ایک عاشقانہ اور مستانہ کیفیت ہے، اب دس تاریخ کو یہ تمام قصے تمام ہو جاتے ہیں، حجامت بنوا کر غسل کر کے سلے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں اور طواف زیارت کو جاتے ہیں اور جس کو ذبح و قربانی کرنی ہوتی ہے وہ پہلے ہی کر لیتا ہے، اور منتیں پوری کرنے سے یہ مراد ہے کہ اللہ کے نام کی جو نذر مانی ہو اس کو پورا کرے اور اقرب الی الصواب نذر سے مراد مناسک حج ہیں۔

## افعال حج میں ترتیب کا درجہ:

افعال حج کی جو ترتیب قرآن اور حدیث میں آئی ہے اسی ترتیب سے حج کے ارکان ادا کرنا کم از کم سنت ضرور ہے، واجب ہونے میں اختلاف ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی اور امام مالک رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کے نزدیک واجب ہے جس کے خلاف کرنے سے دم واجب ہوتا ہے، امام شافعی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کے نزدیک سنت ہے، اس لئے ان کے نزدیک ترتیب ماثور کے خلاف کرنے سے اجر و ثواب میں کمی واقع ہو جاتی ہے مگر دم واجب نہیں ہوتا، حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی حدیث میں ہے ”مَنْ قَدَّمَ شَيْئًا مِنْ نَسَكِهِ اَوْ اَخَّرَ فَلْيَهْرِقْ دَمًا“ رواہ ابن ابی شیبہ موقوفاً و هو فی حکم المرفوع (مظہری) یعنی جس شخص نے افعال حج میں سے کسی کو مقدم یا مؤخر کیا تو اس پر دم دینا لازم ہے، یہ روایت طحاوی نے بھی مختلف طرق سے نقل کی ہے۔

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ اس سے طواف زیارت مراد ہے جو دسویں تاریخ کو رمی جمرہ اور قربانی سے فارغ ہونے کے بعد کیا جاتا ہے، یہ حج کا دوسرا رکن ہے پہلا رکن وقوف عرفہ ہے۔

احلت لكم الانعام الا ما يتلى عليكم انعام سے مراد اونٹ، گائے، بکرا، مینڈھا، دنبہ وغیرہ ہیں، یہ جانور حالت احرام میں بھی حلال ہیں اور الا ما يتلى سے جن جانوروں کو مستثنیٰ کرنے کا ذکر ہے ان کا بیان دوسری آیت میں آیا ہے، وہ مردار جانور اور موقوفہ اور جس پر اللہ کا نام قصد ترک کر دیا گیا ہو یا جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو یہ سب ہمیشہ کے لئے حرام ہیں حالت احرام ہو یا نہ ہو۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اٰی جَمَاعَةٍ مُّؤْمِنَةٍ سَلَفَتْ قَبْلَكُمْ جَعَلْنَا مَنَسَكًا بِفَتْحِ السِّینِ مُصَدَّرٌ وَبِكَسْرِهَا اسْمُ مَكَانٍ اٰی ذَبَحَا قُرْبَانًا اَوْ مَكَانَهُ لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْاَنْعَامِ عِنْدَ ذَبْحِهَا فَاَلِھِکُمُ اللّٰهُ وَاحِدٌ فَلَا

أَسْلَمُوا۟ ۖ إِنْقَادًا لِوَيْسَارِ الْمُخْبِتِیْنَ ۖ الْمُطِیْعِیْنَ الْمَتَوَاضِعِیْنَ ۚ الَّذِیْنَ إِذَا ذُكِّرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ خَافَتْ قُلُوبُهُمْ وَالضُّبُرِیْنَ عَلَى مَاۤ أَصَابَهُمْ مِنَ الْبَلَایَا وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ فِیْ أَوْقَاتِهَا وَمِقَارَ زَقَاتِهِمْ یَنْفِقُونَ ۝ یَتَصَدَّقُونَ وَالَّذِیْنَ جَمَعَ بَدَنُهُ وَهَبِی الْإِبِلُ جَعَلَهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ۖ أَعْلَامٌ دِیْنِهِ لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ ۖ نَّفْعٌ فِی الدُّنْیَا كَمَا تَقْدَمُ وَأَجْرٌ فِی الْعُقْبَى ۖ فَادْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا عِنْدَ نَحْرِهَا صَوَاقٌ قَائِمَةٌ عَلَى ثَلَاثِ مَعْقُولَةٍ الْبَیْضِیِّ السَّرِیِّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا سَقَطَتْ إِلَى الْأَرْضِ بَعْدَ النَّحْرِ وَهُوَ وَقْتُ الْأَكْلِ مِنْهَا فَكُلُوا مِنْهَا ۖ إِنْ شِئْتُمْ وَأَطْعُمُوا الْقَانِعَ الَّذِی یَقْنَعُ بِمَا یُعْطَى وَلَا یَسْأَلُ وَلَا یَتَعَرَّضُ ۖ وَالْمُعْتَزُّ السَّائِلَ أَوْ الْمَتَعَرِّضُ كَذٰلِكَ ۖ إِنْ شِئْتُمْ ۚ ذٰلِكَ التَّنْخِیْرُ سَخَّرَهَا لَكُمْ ۖ بَانَ تَنْحَرُ وَتَرْكَبُ ۖ وَإِلَّا لَمْ تُطَقْ ۖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ ۚ إِنْعَامَیْ عَلَیْكُمْ لَنْ یُنَالَ اللّٰهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا ۖ اِی لَا یُرْفَعَانِ اِلَیْهِ ۖ وَلٰكِنْ یُنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ ۖ اِیْ یُرْفَعُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ الْعَمَلُ الصَّالِحُ الْخَالِصُ ۚ لِهٖ مَعَ الْاِیْمَانِ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكْبِرُوا اللّٰهَ عَلَى مَا هَدٰكُمْ ۚ اَرٰشَدَكُمْ لِمَعَالِمِ دِیْنِهِ وَمَنَاسِبِکَ حَاجِبِ ۚ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِی الْمُؤَحِّدِیْنَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ یُدْفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا غَوَآثِلَ الْمُشْرِکِیْنَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ ۚ فِی اٰمَانَتِهِ کُفُوٌ ۚ لِیُعْظِمَتْ بِهِ الْمَشْرِکُونَ الْمَعْنٰی اَنَّهُ یُعَاقِبُهُمْ ۚ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

**تَرْجُمہ:** اور ہم نے ہر امت کے لئے یعنی مومن جماعت کے لئے جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں قربانی کرنا اس لئے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپایوں پر بوقت ذبح اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے تھے مَنْسُکًا سین کے فتح کے ساتھ مصدر ہے اور کسرہ سین کے ساتھ اسم مکان ہے، یعنی بطور قربانی ذبح کرنا، یا مقام ذبح، سو تمہارا معبود ایک ہی خدا ہے سو اسی کے تابع فرمان رہو، اور آپ اطاعت کرنے والوں یعنی تواضع اختیار کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو ایسے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے قلوب ڈرجاتے ہیں اور جوان مصیبتوں پر کہ ان پر پڑتی ہیں صبر کرتے ہیں، اور جو نماز کی ان کے اوقات میں پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ خیرات کرتے ہیں اور بُذْن، بَذْنَةُ کی جمع ہے اور وہ اونٹ ہے اور بدنہ کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے شعائر یعنی اس کے دین کی علامت بنادیا اور ان جانوروں میں تمہارے لئے خیر یعنی دنیوی نفع ہے جیسا کہ سابق میں گزر چکا اور آخرت بھی ہے سو تم ان پر نحر کے وقت اللہ کا نام لیا کرو، حال یہ کہ وہ تین پیروں پر کھڑے ہوں اور بایاں ہاتھ بندھا ہوا ہو پس جب وہ اپنی کسی کروٹ گریں یعنی جب وہ نحر کے بعد زمین پر گر پڑیں (اور ان کی روح پرواز کر جائے) تو وہ وقت ان میں سے کھانے کا ہے ان میں سے کھاؤ اگر تم چاہو اور ایسے قانع کو بھی کھلاؤ کہ اس کو جو کچھ دیدیا جائے اس پر قناعت کرتا ہے اور نہ وہ سوال کرتا ہے اور نہ تعرض کرتا ہے اور معتز کو بھی کھلاؤ یعنی جو سوال کرتا ہو یا تعرض کرتا ہو اور اسی طرح یعنی تسخیر مذکور کے مانند ہم نے تمہارے لئے ان جانوروں کو مسخر کر دیا بایں طور کہ (اے مخاطب) تو ان کو ذبح کرے اور ان پر سواری کرے ورنہ تو (یہ) تیرے بس کی بات نہیں تھی تاکہ تم اپنے اوپر میرے انعام کا شکریہ ادا کرو،

اللہ کے پاس ان جانوروں کا گوشت اور ان کا خون نہیں پہنچتا یعنی یہ دونوں چیزیں اللہ تک نہیں پہنچائی جاتیں ہاں البتہ تمہارا تقویٰ اس تک پہنچتا ہے یعنی ایمان کے ساتھ تمہارا نیک اور اللہ کے لئے خالص عمل اس تک پہنچتا ہے اور اسی طرح ان جانوروں کو تمہارے زیر حکم کر دیا تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، اس بات پر کہ تم کو توفیق عطا کی یعنی تم کو اپنے دین کے شعائر ادا کرنے اور اپنے حج کے مناسک ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اے محمد ﷺ محسنین یعنی موحدین کو اس بات کی خوشخبری دیدو کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دفاع کرے گا، مشرکین کی مصیبت سے اللہ تعالیٰ کسی امانت میں خیانت کرنے والے اس کی نعمت کی ناشکری کرنے والے کو پسند نہیں کرتا اور وہ مشرک ہیں معنی یہ ہیں کہ وہ ان کو سزا دے گا۔

### تَحْقِیْقُ شَرْکِیِّ تَسْبِیْلِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلًا: مَنْسَكًا فتح سین کے ساتھ مصدر ہے، قربانی کرنا، اور سین کے کسرہ کے ساتھ اسم مکان ہے یعنی قربان گاہ، مَنْسَكًا مَنْسَكٌ اور نَسَكٌ عربی زبان میں کئی معنی میں بولا جاتا ہے ① جانور کی قربانی ② تمام افعال حج ③ عبادت، یہاں تینوں معنی مراد ہو سکتے ہیں، مجاہد وغیرہ نے اس جگہ نَسَكٌ کو قربانی کے معنی میں لیا ہے، اس پر معنی یہ ہوں گے قربانی کا حکم جو اس امت کو دیا گیا ہے کوئی نیا حکم نہیں ہے، پہلی امتوں کو بھی یہ حکم دیا گیا تھا، قتادہ نے دوسرے معنی لئے ہیں اس صورت میں آیت کی مراد یہ ہوگی کہ افعال حج جس طرح اس امت پر عائد کئے گئے ہیں پچھلی امت پر بھی حج فرض تھا، ابن عرفہ نے تیسرے معنی مراد لئے ہیں اس صورت میں آیت کی مراد یہ ہوگی کہ ہم نے اللہ کی عبادت پچھلی تمام امتوں پر فرض کی تھی۔

قَوْلًا: ذَبْحًا قرباناً یہ معنی مصدری کی وضاحت ہے اور قرباناً ذبحاً مصدر کا مفعول بہ ہے او مکانہ یہ دوسرے معنی یعنی اسم مکان کی وضاحت ہے۔

قَوْلًا: الْمُطِيعِينَ الْمُتَوَاضِعِينَ مطیعین محبتین کے لازم معنی کا بیان ہے اور متواضعین اصل معنی کا بیان ہے، اس لئے کہ اخبات پست زمین میں اترنے کو کہتے ہیں۔

قَوْلًا: بُوهِی الابل یہ امام شافعی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کا قول ہے امام ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کے نزدیک اہل اور بقر دونوں پر بدنہ کا اطلاق درست ہے اور یہی قول لغت اور شرع کے موافق ہے، قاموس میں ہے البدنة من الابل والبقر سنن ابی داؤد اور نسائی میں حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے فرمایا کہ ہم جب آنحضرت ﷺ کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو آپ نے ہم کو اہل اور بقر میں سے ہر ایک بدنہ میں سات کے شریک ہونے کا حکم فرمایا اور صحیح مسلم میں حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہم بدنہ کو سات کی طرف سے ذبح کرتے تھے، سوال کیا گیا اور بقر (گائے) میں، تو فرمایا وہ بھی بدنہ ہی ہے۔

(حاشیہ جلالین اختصاراً)

قَوْلًا: صَوَافٍ جمع صَافٍ بمعنی قائمات وَجَبَتْ بمعنی سقطت، وَجِبَ الحائط سے مشتق ہے دیوار گر گئی، مراد ٹھنڈا ہو جانا۔

قَوْلًا، فكلوا منها ان شئتم، ان شئتم کا اضافہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کلو امر وجوب کے لئے نہیں ہے بلکہ اباحت اور بیان جواز کے لئے ہے۔

قَوْلًا، غوائل، غوائل کو محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ یدافع کا مفعول محذوف ہے۔

قَوْلًا، علی ما ہد اکم میں ما مصدریہ بھی ہو سکتا ہے ای علی ہدایتہ ای اکم اور موصولہ بھی ہو سکتا ہے، ای علی ما ہد اکم الیہ علی کا تعلق لتکبروا اللہ سے ہے اور تکبروا تشکروا کے معنی کو متضمن ہے تاکہ اس کا صلہ علی کے ساتھ درست ہو جائے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ یعنی نیاز و عبادت کے طور پر جانور کی قربانی ہر آسمانی دین میں عبادت قرار دی گئی ہے اگر یہ عبادت غیر اللہ کی نیاز کے طور پر کرو گے تو مشرک ہو جاؤ گے، جس سے بہت پرہیز کرنا چاہئے، موحّد کا کام یہ ہے کہ قربانی صرف اسی کے نام پر کرے جس کے نام پر قربانی کرنے کا تمام شرائع میں حکم ہے اور ان لوگوں کو رضائے الہی کی بشارت سنا دیجئے جو صرف اسی ایک خدا کا حکم مانتے ہیں اسی کے سامنے جھکتے ہیں اسی پر ان کا دل جمتا ہے اور اسی کے جلال و جبروت سے ڈرتے رہتے ہیں، اور مصائب و شدائد کو صبر و استقلال سے برداشت کرتے ہیں اور کوئی بڑی سے بڑی مصیبت اور تکلیف ان کے قدموں کو راہ حق سے نہیں ڈمگاتی۔

صَوَافِّ تین پیروں پر کھڑا کر کے چوتھے کو باندھ کر یہ صورت صرف اونٹوں کے لئے مستحب ہے اونٹوں کو لٹا کر ذبح کرنا بھی درست ہے اور دیگر جانوروں کو لٹا کر ہی ذبح کرنا بہتر ہے، زمین پر پہلو کے بل گرنے کا مطلب ہے ان کا ٹھنڈا ہو جانا اس لئے کہ روح نکلنے سے پہلے مذبح کا کوئی حصہ کاٹ کر کھانا درست نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے مَا قَطَعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهُوَ مَيْتَةٌ (ابوداؤد کتاب الصيد، ترمذی شریف ابواب الصيد)۔

إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا اس آیت کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ ماقبل میں ان افعال کا ذکر تھا جو حج میں کئے جاتے ہیں اور مشرکین نے آپ ﷺ کو حدیبیہ کے سال عمرہ سے روک دیا تھا اور جو مومنین مکہ میں تھے ان کو ایذا پہنچاتے تھے، یہ آیت مسلمانوں کی تسلی کے لئے نازل فرمائی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُقْتَلُونَ اِیَ لِّلْمُؤْمِنِينَ اِنْ يُقَاتِلُوا وَهَـذِهِ اَوَّلُ آیَةِ نَزَلَتْ فِی الْجِهَادِ بِاَنَّهُمْ اِیَ بِسَبَبِ اَنَّهُمْ ظَلَمُوا بِظُلْمِ الْکَافِرِیْنَ اِیَّاهُمْ وَاَنَّ اللَّهَ عَلَیْهِمْ لَقَدِیْرٌ اَلَّذِیْنَ اَخْرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ فِی الْاِخْرَاجِ مَا اَخْرَجُوا اِلَّا اَن يَقُوْلُوْا اِیَ بِقَوْلِهِمْ رَبَّنَا اللَّهُ وَحْدَهُ وَهَـذَا الْقَوْلُ حَقٌّ وَالْاِخْرَاجُ بِهٖ اِخْرَاجٌ بِغَیْرِ حَقٍّ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضُهُمْ بِذَلِّ بَعْضٍ مِنَ النَّاسِ بِبَعْضٍ لَّهَدَمَتْ بِالتَّشْدِیْدِ لِّلْتَّكْثِیْرِ وَبِالتَّخْفِیْفِ



صَوَامِعُ لِلرُّبَّانِ وَيَبِيعُ كَنَائِسُ لِلنَّصَارَى وَصَلَوَاتُ كَنَائِسُ لِلْيَهُودِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَمَسْجِدٌ لِلْمُسْلِمِينَ يُذَكِّرُ فِيهَا  
 اِى الْمَوَاضِعِ الْمَذْكُورَةِ اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَتَنْقَطِعُ الْعِبَادَاتُ بِخَرَابِهَا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ اِى يَنْصُرُ دِينَهُ  
 اِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَلَى خَلْقِهِ عَزِيزٌ مَنِيعٌ فِى سُلْطَانِهِ وَقُدْرَتِهِ الَّذِي اِنْ مَكَتُمْ فِي الْاَرْضِ يَنْصُرِيْكُمْ عَلَى عَدُوِّكُمْ  
 اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَامْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ جَوَابُ الشَّرْطِ وَهُوَ وَجُوبُهُ صِلَةُ الْمَوْصُولِ  
 وَيُقَدَّرُ قَبْلَهُ بِهُمْ مُبْتَدَأُ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ اِى اِلَيْهِ مَرْجِعُهَا فِى الْآخِرَةِ اِنْ يَكْذِبُوكَ تَسْلِيَةً لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ تَانِيَتْ قَوْمٌ بِإِغْتَابِ الْمَعْنَى وَعَادُ قَوْمُ يَهُودٍ وَثَمُودُ قَوْمٌ صَالِحٌ  
 وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ قَوْمٌ شَعْبٌ وَكَذَّبَ مُوسَى كَذْبَهُ الْقَبِيْطُ لِقَوْمِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ اِى كَذَّبَ  
 بِئُولَاءِ رُسُلِهِمْ فَلَمْ أَتُوهُمْ بِهَيْبَةٍ فَامْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ اَمْسَلْتُهُمْ بِتَاخِيرِ الْعِقَابِ لَهُمْ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ بِالْعَذَابِ  
 فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرٌ اِى اِنْكَارِى عَلَيْهِمْ بِتَكْذِيبِهِمْ يَابِلًا كَيْسَهُمُ وَالِاسْتِفْهَامُ لِلتَّقْرِيرِ اِى هُوَ اَوَّاقِعُ مَوْقِعِهِ فَكَأَيِّنْ  
 اِى كَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَفِى قِرَاءَةِ اَهْلِكَانَهَا اِى اِهْلَاسِهَا بِكُفْرِهِمْ فَهِيَ خَاوِيَةٌ سَاقِطَةٌ عَلَى  
 عُرُوشِهَا سُقُوفُهَا وَكَمْ مِنْ بَلَدٍ مُّعْتَظِلَةٍ مَتْرُوكَةٍ بِمَوْتِ اِهْلِهَا وَقَصِيرٍ مُشِيدٍ رَفِيعٌ خَالٌ بِمَوْتِ اِهْلِهِ أَفَلَمْ يَسِيرُوا  
 اِى كَفَارُ مَكَّةَ فِي الْأَرْضِ فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا مَا نَزَلَ بِالْمَكْذِبِينَ قَبْلَهُمْ بِهَا أَوَّادَانِ يَسْمَعُونَ بِهَا اِخْبَارَهُمْ  
 بِالْإِبْلَاقِ وَخَرَابِ الدِّيَارِ فَيَعْتَبِرُوا فَلَهَا اِى الْقِصَّةُ لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِى فِي الصُّدُورِ تَاكِدُ  
 وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ بِإِنْزَالِ الْعَذَابِ فَانْجِزْهُ يَوْمَ بَدْرٍ وَلَا يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ مِنْ أَيَّامِ الْآخِرَةِ  
 بِالْعَذَابِ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ بِالتَّأَنِّ وَالْيَأْسِ فِي الدُّنْيَا وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ  
 أَخَذْتُهَا الْمَرَادُ اِهْلُهَا وَالِى الْمَصِيرِ الْمَرْجِعُ.

ج

**تَرْجُمہ:** اجازت دیدی گئی ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے یعنی مومنین کو، یہ کہ وہ قتال کریں اور یہ پہلی آیت ہے جو (اجازت قتال) کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس سبب سے کہ وہ مظلوم ہوئے کافروں کے ان پر ظلم کرنے کی وجہ سے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں جو اپنے گھروں سے بلا وجہ نکالے گئے یعنی ان کے اخراج کی کوئی وجہ نہیں تھی محض اتنی بات پر نکالے گئے کہ ان کا کہنا تھا کہ ہمارا رب اللہ وحدہ لا شریک ہے اور یہ قول حق ہے اور اس کی وجہ سے نکالنا ناحق نکالنا ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ دفع نہ کرتا رہتا، بعضہم، الناس سے بدل البعض ہے تو راہبوں کے غلوٹ خانے لہذا مت تشدید کے ساتھ ہے کثرت کو بیان کرنے کے لئے اور تخفیف کے ساتھ بھی ہے اور نصاریٰ کے عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے عبرانی میں صلوٰۃ عبادت خانہ کو کہتے ہیں اور مسلمانوں کی مسجدیں مسمار کردی جاتیں جن میں یعنی مذکورہ مواضع میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے اور ان مقامات کے ویران ہو جانے کی وجہ سے عبادت منقطع

ہو جاتیں، اور بے شک اللہ اس کی مدد کرے گا جو اس کی یعنی اس کے دین کی مدد کرے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر قوی ہے اپنی سلطنت اور قدرت میں غالب ہے یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں ان کے دشمن پر ان کو غلبہ دے کر تو یہ لوگ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیکی کا حکم کریں اور برائی سے منع کریں، اور اقاموا الصلوٰۃ سے آخر تک جواب شرط ہے اور شرط اور جواب شرط مل کر موصول ہے الذین کا، اور الذین موصول اپنے صلہ سے مل کر، ہم مبتداء محذوف کی خبر ہے اور تمام کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے یعنی آخرت میں وہ تمام امور کا مرجع ہے اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں یہ نبی کریم ﷺ کو تسلی دینا ہے تو ان لوگوں سے پہلے قوم نوح قوم معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے اور عاد جو کہ قوم ہود تھی اور ثمود جو کہ صالح کی قوم تھی اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اصحاب مدین جو کہ قوم شعیب تھی (اپنے اپنے نبیوں کی) تکذیب کر چکی ہیں، اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی کاذب قرار دیا گیا موسیٰ کی تکذیب قبطیوں نے کی نہ کہ ان کی قوم بنی اسرائیل نے، یعنی ان لوگوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی، لہذا آپ کے لئے ان انبیاء کے طریقہ میں نمونہ ہے تو میں نے ان کافروں کو مہلت دی یعنی ان کے عذاب کو مؤخر کر کے ان کو مہلت دی پھر میں نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا تو میرا عذاب ان پر کیسا ہوا ان کی تکذیب کی وجہ سے ان کو ہلاک کر کے اور استفہام تقریر کے لئے ہے یعنی میرا عذاب بر محل و بر موقع واقع ہوا، غرضیکہ کتنی ہی بستیاں ہیں کہ جن کو میں نے ہلاک کر یا اور ایک قراءت میں ہم نے ان کو ہلاک کر دیا (یعنی ایک قراءت میں اہلکتمہا ہے اور ایک قراءت میں اہلکناھا ہے، اور حال یہ ہے کہ وہ بستیاں ظالم تھیں یعنی ان بستیوں کے باشندے اپنے کفر کی وجہ سے ظالم تھے، اور اب وہ بستیاں اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی بے کار کنوئیں یعنی بستی والوں کی ہلاکت کی وجہ سے متروک پڑے ہوئے ہیں اور کتنے ہی عالی شان محل خالی پڑے ہیں بستی والوں کے ہلاک ہو جانے کی وجہ سے، کیا یہ لوگ یعنی مکہ کے کافر ملک میں چلتے پھرتے نہیں ہیں کہ ان کے قلوب ایسے ہو جائیں کہ ان کے ذریعہ اس (عذاب) کو جو ان سے پہلے تکذیب کرنے والوں پر نازل ہوا سمجھیں یا ان کے کان ایسے ہو جائیں کہ ان کے ذریعہ ان کی ہلاکت اور ان کے گھروں کی بربادی کی خبروں کو سنیں بعد ازاں عبرت حاصل کریں بات یہ ہے آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں بلکہ وہ قلوب اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں فی الصدور، قلوب کی تاکید ہے، یہ لوگ آپ سے عذاب کے بارے میں جلدی کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرنے کے اپنے وعدہ کا خلاف نہ کرے گا، چنانچہ یوم بدر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو پورا فرما دیا اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن آخرت کے دنوں میں سے عذاب کی وجہ سے ہزار سال کے برابر ہے تمہارے شمار کے اعتبار سے دنیا میں یعدون یا اور تاء کے ساتھ ہے اور بہت سی بستیاں ہیں کہ جن کو میں نے مہلت دی تھی حال یہ ہے کہ وہ ظالم تھیں پھر میں نے ان بستیوں کو پکڑ لیا، اور مراد بستی سے بستی والے ہیں اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

تحقیق و ترکیب تسہیل و تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ: اِذْ لِّلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ اِذْ** کا ماذون فیہ محذوف تھا مفسر علام نے اُن یُقَاتِلُوْا کہہ کر اس کو ظاہر کر دیا اور حذف پر یُقَاتِلُوْنَ دلالت کر رہا ہے، آنحضرت ﷺ کو ستر سے کچھ زیادہ آیات میں جہاد سے منع کرنے کے بعد ہجرت کے بعد یہ پہلی آیت ہے جس میں جہاد کی اجازت دی گئی ہے، یہ دن صحابہ کے لئے گویا کہ عید کا دن تھا، ایک قراءت میں یُقَاتِلُوْنَ مبنی للفاعل بھی ہے مومنین کو قبل القتال مقاتل یا تو مایول کے اعتبار سے کہا گیا ہے یا اس لئے کہ مومنین کا قتال کا ارادہ تھا۔

**قَوْلُهُ**؛ بَأَنَّهُمْ ظَلَمُوا میں باسیم یہ گویا کہ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مومنین کو قتال کی اجازت کی وجہ، ان پر ظلم کا کیا جانا ہے، امام رازی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی نے فرمایا ہے اَنْ يُقَاتِلُوْا کا مطلب اَنْ يُقَاتِلُوْا فِی الْمُسْتَقْبَلِ ہے اس صورت میں یہ اعتراض ختم ہو جائے گا کہ یہ سورت مکی ہے اور جہاد کی اجازت مدینہ میں نازل ہوئی ہے، وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس آیت میں اشارہ کے طور پر نصرت کا وعدہ ہے۔

**قَوْلٌ**؛ ہم الذین آخر جُوا مفسر علام نے ہم مقدر مان کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اسم موصول مبتداء محذوف کی صفت ہے، اس کے علاوہ بھی چند اور وجہ اعراب ہو سکتے ہیں ① موصول اول کی صفت یا بیان یا بدل ہونے کی وجہ سے محلاً مجرور ہو سکتا ہے ② اعنی یا اَمَدُحْ وغیرہ محذوف کی وجہ سے جملہ ہو کر منصوب بھی ہو سکتا ہے۔

**قَوْلِهِ**، إِلَّا أَنْ يَقُولُوا الْآيَةُ مُفسر علام نے ما آخر جوا محذوف مان کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ متشبی متصل ہے، ای ما أخر جوا بشی من الاشياء الا بقولهم ربنا الله یعنی مکہ سے مومنین کے نکالے جانے کا کوئی سبب نہیں تھا جو ان کو نکالنے کا موجب ہو سوائے اس کے کہ انہوں نے ربنا الله کہا، اور یہ سبب موجب اخراج نہیں بلکہ یہ تو سبب استقرار و تمکین ہے یہ دراصل مدح بما يشبه الذم کے قبیل سے ہے یعنی جو شئی سبب مدح ہے وہ ان کے نزدیک سبب ذم ہے، جیسا کہ نابغہ کے قول میں ہے۔

لَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُؤْفَاهُمْ  
بِهِنَّ فُلُوسٌ مِنْ قِرَاعِ الْكُتَابِ

مجھ میں ایک عیب ہے بڑا کہ وفادار ہوں میں

اَلَا اَنْ يَقُولُوا يَه مُشْتَقُّ مُنْقَطَعٌ بھى ھو سکتا ھے اس لئے کہ مُشْتَقُّ جو اَلَا اَنْ يَقُولُوا ھے مُشْتَقُّ مِنْہُ جو کہ بغیر حق ھے کی جنس سے نہیں ھے، مگر مُشْتَقُّ مُنْقَطَعٌ مانا درست نہیں ھے اس لئے کہ اگر یوں کہیں اَلَّذِیْنَ اَخْرَجُوا مِنْ دِیَارِہِمُ اَلَا اَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللّٰہُ تو یہ درست نہیں ھے اسی وجہ سے مفسر علام نے عامل محذوف مان کر مُشْتَقُّ متصل بنا دیا ھے ای ما اَخْرَجُوا بِشَیْءٍ مِنَ الْاَشْیَاءِ اَلَّا بِقَوْلِہُمْ رَبَّنَا اللّٰہُ اور مضارع بمعنی ماضی ھے مفسر علام نے اَنْ يَقُولُوا کی تفسیر

بقولہم سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان مصدر یہ ہے اور ان یقولوا، قول کے معنی میں ہے اور بقولہم میں باسیہ ہے۔

**قَوْلًا:** وَلَوْلَا دَفَعَ اللَّهُ النَّاسَ الْآيَةَ لَوْلَا اتِّعَاعِيہ ہے اور لَهْدَمْتُ جواب لولا ہے، دَفَعَ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بَعْضًا مبتداء ہے موجود محذوف اس کی خبر ہے اور دَفَعَ اللَّهُ میں اضافت مصدر الی الفاعل ہے تقدیر عبارت یہ ہے لَوْلَا دَفَعَ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بَعْضًا موجود لَهْدَمْتُ صَوَامِعُ (الایہ) صَوَامِعُ صومعة کی جمع ہے، خلوتخانہ جس میں راہب تنہائی میں ریاضت و عبادت کرتا ہے وَبِيعُ جمع بیعة نصاریٰ کے جماعت خانے جس میں اجتماعی طور پر عبادت کرتے ہیں، صَلَوَاتُ جمع صلوة، عبرانی زبان میں یہود کے عبادتخانوں کو صَلُوتَا کہتے ہیں۔

**قَوْلًا:** وَتَنْقُطُ الْعِبَادَاتُ اس کا عطف لَهْدَمْتُ پر ہے۔

**قَوْلًا:** الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ اس میں بھی وہ تمام صورتیں ممکن ہیں جو سابق موصول میں بیان ہو چکی ہیں مذکورہ صورتوں کے علاوہ اس میں یہ صورت بھی درست ہے کہ مَنْ يَنْصُرُهُ مِنْ بَدَلٍ ہو اِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ شرط ہے اور أَقَامُوا الصَّلَاةَ مع اپنے معطوفات جزاء ہے، شرط اپنی جزاء سے مل کر الذين کا صلہ ہے، موصول اپنے صلہ سے مل کر ہم مبتداء محذوف کی خبر ہے اور ہم سے مراد ماذون لهم فی القتال ہیں اور وہ مہاجرین ہیں اور یہ آیت اخبار بالغیب کے قبیل سے ہے، اس لئے کہ اس آیت میں مہاجرین کے ان اوصاف کی خبر دی گئی ہے کہ جن پر وہ زمین پر قدرت اور حکومت دینے کے بعد ہوں گے۔

**قَوْلًا:** وَكَذَّبَ مُوسَىٰ یہاں ماسبق کے برخلاف طرز بیان کو بدل دیا بایں طور کہ معروف کے صیغہ کے بجائے مجهول کا صیغہ اختیار فرمایا اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ان کی قوم نے نہیں کی تھی بلکہ فرعون کی قوم قبط نے کی تھی بخلاف دیگر انبیاء مذکورین کی تکذیب کے کہ خود ان کی قوم نے کی تھی۔

**قَوْلًا:** فَأَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ اس میں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر اختیار فرمایا ہے تاکہ ان کی صفت کفر پر صراحت ہو جائے ورنہ تو فَأَمَلَيْتُهُمْ بھی کہا جاسکتا تھا، نکیر بمعنی عذاب مصدر بمعنی انکار ہے جیسے نذیر بمعنی انداز ہوتا ہے۔

**قَوْلًا:** بِتَكْذِيبِهِمْ یہ انکاری کا مفعول ہے اور باہلا کہم انکاری سے متعلق ہے، اور استفہام تقریری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مخاطبوں کو میرے عذاب کے برحمل ہونے کا اقرار کرنا چاہئے۔

**قَوْلًا:** فَكَأَيِّنْ آيَةٍ بمعنی کم خبر یہ مبتداء ہے اور من قریہ تمیز ہے اور أَهْلَكْنَاهَا اس کی خبر ہے، کَايِّنْ دراصل کَايٍ تھا قرآنی رسم الخط میں تنوین کو بصورت نون لکھا گیا، کَايِّنْ ہمیشہ خبری صورت میں استعمال ہوتا ہے یہ لفظ مبہم طور پر کثرت پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے، ابہام کو دور کرنے کے لئے اس کے بعد بطور تمیز کوئی لفظ ضرور مذکور ہوتا ہے عموماً اس کی تمیز من کے ساتھ آتی ہے، جیسے کَايِّنْ من قریہ۔ کَايِّنْ ہمیشہ آغاز کلام میں آتا ہے اس کی خبر ہمیشہ مرکب ہوتی ہے، بعض اوقات کَايِّنْ استفہام کے لئے بھی آتا ہے، اور ایک قراءت میں اھلکنا ہے اور کَايِّنْ محل نصب میں بھی ہو سکتا ہے اھلکنا کی دلالت کی وجہ سے،

اور وہی ظالمہ جملہ حالیہ ہے ای اہلہا محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ مضاف محذوف ہے۔

قَوْلُهُ: وَكَمَرٍ مِنْ بَنِي مَعْطَلٍ مفسر علام نے کم محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ بنو کا عطف قریتہ پر ہے۔

قَوْلُهُ: أَفَلَمْ يَسِيرُوا حمزہ، محذوف پر داخل ہے اور فاعل عطفہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے أَغْفَلُوا فَلَمْ يَسِيرُوا وَكَأَيِّنْ یہاں واؤ کے ساتھ لائے ہیں اور ماقبل میں فکائن فا کے ساتھ لائے ہیں اس لئے کہ ماقبل میں فالانا مناسب ہے، اس لئے کہ اس کے ماقبل فکیف کان میں فا ہے اور یہاں واؤ مناسب ہے اس لئے کہ ماقبل میں واو ہے وَلَنْ يَخْلَفَ اللَّهُ وَعَدَهُ۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

کفار کے ساتھ جہاد کا پہلا حکم:

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر کفار کے مظالم کا یہ حال تھا کہ کوئی دن خالی نہ جاتا تھا کہ کوئی مسلمان دست ستم سے زخمی اور چوٹ کھایا ہو نہ آتا ہو، قیام مکہ کے دور میں مسلمانوں کی تعداد بھی خاصی ہو چکی تھی وہ کفار کے ظلم و جور کی آپ سے شکایت کرتے اور ان سے قتال کی اجازت مانگتے تھے، رسول اللہ ﷺ جواب میں فرماتے صبر کرو مجھے ابھی قتال کی اجازت نہیں دی گئی، یہ سلسلہ دس سال تک اسی طرح جاری رہا۔ (قرطبی بحوالہ معارف)

جہاد کی اجازت کے اس آیت میں دو مقصد بیان کئے گئے ہیں مظلومیت کا خاتمہ اور اعلاء کلمۃ اللہ، اس لئے کہ اگر مظلومین کی مدد اور دادرسی نہ کی جائے تو پھر دنیا میں زور آور کمزوروں کو اور باوسائل بے وسیلوں کو جینے ہی نہ دیں، جس کی وجہ سے زمین میں فساد برپا ہو جائے، اسی طرح اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش کر کے باطل کی سرکوبی نہ کی جائے تو باطل کے غلبہ سے دنیا کا امن و سکون غارت ہو جائے اور اللہ کی عبادت کرنے والوں کے لئے کوئی عبادت خانہ باقی نہ رہے۔

صوامع صومعہ کی جمع ہے نصاریٰ کے تارک الدنیا راہبوں کی مخصوص عبادت گاہ کو کہا جاتا ہے جس کو خلوت خانہ بھی کہہ سکتے ہیں اور بیع بیعت کی جمع ہے، بڑے کنبہ کو کہتے ہیں جہاں نصاریٰ جمع ہوتے ہیں، اور صلوات صلوت کی جمع ہے، یہودیوں کے عبادت خانہ کو کہتے ہیں، مساجد مسجد کی جمع ہے مسلمانوں کے عبادت خانہ کو کہتے ہیں۔

خلفاء راشدین کے حق میں قرآن کی پیشین گوئی اور اس کا ظہور:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنْهُمْ فِي الْأَرْضِ اس آیت میں الذین ان لوگوں کی صفت ہے جن کا ذکر اس سے پہلی آیت میں الذین اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقِّ کے عنوان سے آیا ہے، یعنی وہ لوگ کہ جن کو ان کے گھروں سے بلا وجہ نکالا گیا، ان لوگوں کے بارے میں آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ان کو زمین میں اقتدار دیدیا جائے تو یہ لوگ اپنے اقتدار کو ان کاموں میں صرف کریں گے، کہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور نیک کاموں کی طرف لوگوں کو



فَحَزَنَ فُلسَلَى بِهَذِهِ الْآيَةِ لِيُظْمِنَ فَيَنْسَخَ اللَّهُ يُبْطِلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَتَهُ يُثَبِّتُهَا وَاللَّهُ عَلِيمٌ  
بِالْقَاءِ الشَّيْطَانِ مَا ذُكِرَ حَكِيمٌ ۝ فِي تَمْكِينِهِ مِنْهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً بَخْنَةً  
لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ شَكٌّ وَنِفَاقٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ أَى الْمَشْرُكِينَ عَنْ قُبُولِ الْحَقِّ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ  
الْكَافِرِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝ خِلَافِ طَوِيلٍ مَعَ النَّبِيِّ وَالْمُؤْمِنِينَ حَيْثُ جَرَى عَلَى لِسَانِهِ ذِكْرُ آلِهِمْ  
بِمَا يُرْضِيهِمْ ثُمَّ أَبْطَلَ ذَلِكَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أَوْثَقُوا الْعِلْمَ التَّوْحِيدَ وَالْقُرْآنَ أَنَّهُ أَى الْقُرْآنِ  
الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِمْ فَخَبِثَ تَظْمِنٌ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝  
أَى دِينِ الْإِسْلَامِ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرَّةٍ شَكٌّ مِنْهُ أَى الْقُرْآنِ بِمَا أَلْقَاهُ الشَّيْطَانُ عَلَى لِسَانِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَبْطَلَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَى سَاعَةُ مَوْتِهِمْ أَوْ الْقِيَمَةُ فَجَاءَهُ  
أَوْيَاتُهُمْ عَذَابٌ يَوْمَ عَقِيمٍ ۝ يَوْمٌ بَدْرٍ لَا خَيْرَ فِيهِ لِلْكَفَّارِ كَالرَّيْحِ الْعَقِيمِ الَّتِي لَا تَأْتِي بِخَيْرٍ أَوْ يَوْمٌ  
الْقِيَمَةِ لَا لَيْلَ لَهُ أَلَمْ تَكُنْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَمَا تَضَمَّنْهُ مِنَ الْإِسْتِقْرَارِ نَاصِبٌ لِلظُّرْفِ  
يُحْكَمُ بَيْنَهُمْ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْكَافِرِينَ بِمَا بَيَّنَّ بَعْدَهُ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي حَبْطِ النَّعِيمِ ۝  
فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ شَدِيدٌ بِسَبَبِ كُفْرِهِمْ.

**تَرْجُمہ:** آپ اعلان کر دیجئے کہ اے لوگو! یعنی مکہ والو! تم کو واضح طور پر دے دیا ہوں اور اہل ہونے کے لئے (سابقہ) گناہوں کی  
بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے وہ جنت ہے، اور وہ لوگ جو ہماری آیات میں یعنی قرآنی آیات کے ابطال کے درپے رہتے  
ہیں عاجز کرنے کے لئے ان لوگوں کو جنہوں نے اتباع کی ہے نبی ﷺ کی یعنی ان کی طرف عاجز ہونے کی نسبت کرنے کے  
لئے، اور روکتے ہیں ان کو ایمان سے یا ہم کو عاجز گمان کرتے ہوئے ان کی گرفت سے، اور ایک قراءت میں معاصرین بمعنی  
مسابقین ہے یعنی ہمارے بارے میں یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ (ہماری گرفت سے) بے وقوف کا انکار کر کے نکل  
بھاگیں گے، یہی ہیں دوزخی اور ہم نے آپ کے قبل کوئی رسول، رسول وہ نبی ہوتا ہے جس کو تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو اور کوئی نبی یعنی  
جس کو تبلیغ کا حکم نہ دیا گیا ایسا نہیں بھیجا کہ جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب بھی اس نے کچھ پڑھا ہو اور شیطان نے اس کے  
پڑھنے میں ایسی چیز (شبہ) نہ ڈالی ہو کہ جو قرآن نہیں ہے اور وہ ایسا شبہ ہو کہ جس سے مرسل الہیم خوش ہوں، اور رسول اللہ ﷺ  
نے سورہ نجم میں قریش کی مجلس میں اَفْرَأَيْتُمْ اَللَّاتِ وَالْعُزَّى وَمَنَاثَ الْفَلَاسَةِ الْاُخْرٰی کے بعد لائے آپ کی زبان پر  
القَاءِ شَيْطَانِي كِي وَجْهٍ سَلَكَ الْغُرَانِيقِ الْعَلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتَرْتَجٰی پڑھا (ترجمہ) یہ اونچے درجہ کی دیویاں ہیں، ان کی  
شفاعت کی یقیناً امید کی جاتی (مشرکین مکہ) اس سے بہت خوش ہوئے، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس واقعہ کی

خبر دی جو شیطان نے آپ کی زبان مبارک پر القاء کر دیا تھا، تو آپ رنجیدہ ہوئے تو آپ کو آئندہ آیت کے ذریعہ تسلی دی گئی تاکہ آپ مطمئن ہو جائیں اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو نیست و نابود کر دیتا ہے پھر اپنی آیات کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ القاء شیطانی سے بخوبی واقف ہے جس کا سابق میں ذکر ہو چکا ہے، اور اللہ حکیم ہے اپنی طرف سے شیطان کو قدرت دینے میں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ القاء شیطانی کو ان لوگوں کے لئے آزمائش بنادے جن کے قلوب میں شک و نفاق کا مرض اور ان کے قلوب سخت ہیں یعنی مشرکین کے قلوب قبول حق کے بارے میں سخت ہیں اور واقعی یہ ظالم کافر لوگ بڑی گمراہی میں ہیں یعنی نبی اور مومنین کے ساتھ طویل گمراہی میں ہیں اس لئے کہ آپ کی زبان مبارک پر ان کے معبودوں کا ایسا ذکر جاری ہو گیا جس نے ان کو خوش کر دیا، پھر اس ذکر کو باطل قرار دیا اور تاکہ وہ لوگ کہ جن کو توحید اور قرآن کا علم دیا گیا ہے جان لیں کہ وہ یعنی قرآن تیرے رب کی جانب سے حق ہے تو اس پر ایمان لے آئیں پھر ان کے قلوب اس پر مطمئن ہو جائیں اور واقعی ایمان والوں کو اللہ راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے یعنی دین اسلام کی جانب اور کافر لوگ قرآن کے بارے میں ہمیشہ شک میں مبتلا رہیں گے، اس شبہ کی وجہ سے کہ شیطان نے آپ ﷺ کی زبان پر القاء کیا پھر اس کو (اللہ نے) باطل کر دیا، یہاں تک کہ ان پر دفعتاً قیامت آجائے یعنی موت کی گھڑی یا (واقعی) قیامت اچانک آجائے، یا ان پر کسی منحوس دن کا عذاب آجائے اور وہ بدر کا دن تھا کہ جس میں کافروں کے لئے کوئی خیر نہیں تھی، جیسا کہ ریح عقیق کوئی خیر نہیں لاتی یا یوم عقیق سے مراد قیامت کا دن ہے کہ اس کے لئے رات نہیں ہوگی اور بادشاہی اس دن یعنی قیامت کے دن صرف اللہ کے لئے ہوگی اور جو لفظ استقر کے معنی کو متضمن ہے وہی ظرف (یومئذ) کا ناصب ہوگا اور وہ ان کے یعنی مومنین اور کافرین کے درمیان اس کے ذریعہ فیصلہ کر دے گا جس کو بعد میں بیان کیا ہے، سو جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور نیک عمل کئے ہوں گے تو وہ اللہ کے فضل سے نعمتوں کی جنت میں ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی ہوگی تو ان لوگوں کے لئے ان کے کفر کے سبب شدید ذلت کا عذاب ہوگا۔

## تَحْقِیْقِ شُرْکِیِّیِّ تَسْمِیْلِیِّ تَفْسِیْرِیِّ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اءِ مُحَمَّدٌ ﷺ آپ ان طلب عذاب کے بارے میں جلدی کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ میں تو صاف صاف ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں تعیل یا تاخیر عذاب میں میرا کوئی دخل نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: بَابِطَالِهَا کے اضافہ کا مقصد حذف مضاف کی طرف اشارہ ہے ای سَعُوا فِیْ اِبْطَالِ آيَاتِنَا، بَابِطَالِهَا میں با بمعنی فی ہے معجزین یہ سَعُوا کی ضمیر سے حال ہے اور مَنْ اَتَّبَعَ النَّبِيَّ، معجزین کا مفعول ہے، یا معجزین کا مفعول اللہ ہے ای معجزین اللہ مطلب یہ ہے کہ ہماری آیات کے ابطال میں سعی کرتے ہیں ہم کو اپنی گرفت سے عاجز مان کر، اور ایک قراءت میں معجزین ہے بمعنی سابقین (مفاعله) یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ ہماری پکڑ سے نکل



بھاگیں گے، اور مسابقت کا مطلب یہ ہے کافر اللہ کے عذاب سے فرار کی سعی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرنے، نہ بھاگنے دینے میں مسابقت کرتا ہے۔

قَوْلُهُ: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ (الآية) وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ کے بعد یہ آپ ﷺ کو دوسری تسلی ہے مِنْ قَبْلِكَ میں مِنْ ابتداء غایت کے لئے ہے اور مِنْ رَسُولٍ میں مِنْ زائدہ ہے۔

قَوْلُهُ: إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ، اِذَا تَمَنَّى شرط ہے اور الْقَى الشَّيْطَانُ فِي امْنِيَّتِهِ اس کی جزاء ہے، اور جملہ شرطیہ ہو کر نبی سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے وَمَا أَرْسَلْنَا نَبِيًّا إِلَّا حَالُهُ هَذِهِ اور مثنیٰ منقطع ہونے کی وجہ سے بھی منصوب ہو سکتا ہے۔

قَوْلُهُ: الْعَرَانِيقُ اس کا واحد غِرْنُوقُ بروزن فردوس ہے اور بعض نے غِرْنُوقُ بروزن عُصْفُور کہا ہے، مرغِ آبی کو کہتے ہیں۔

قَوْلُهُ: فَيَنْسَخُ اللَّهُ نَسْخًا سے نسخ لغوی مراد ہے نہ کہ اصطلاحی، نسخ کے معنی زائل کرنے اور مٹانے کے ہیں۔

قَوْلُهُ: لِيَجْعَلَ کے لام میں ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم کے متعلق ہے ای ثمر بحکم اللہ آیاتہ ليجعل اور واللہ علیم حکیم جملہ معترضہ ہے، یہ بھی احتمال ہے کہ ليجعل ينسخ کے متعلق ہو۔

قَوْلُهُ: وَالْقَاسِيَةِ بِمَعْنَى الْقِسْوَةِ سَخَتْ دَل، القاسية میں الف لام موصول کا ہے اور اس کا عطف الذین فی قلوبہم پر ہے۔

قَوْلُهُ: وَإِنَّ الظَّالِمِينَ اسم ظاہر کو یہاں زیادتی قباحت کو بیان کرنے کے لئے اسم ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے اصل میں اِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ کا عامل ناصب استقر یا اس کے ہم معنی فعل محذوف ہے۔

قَوْلُهُ: يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ جملہ متانفہ ہے یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے مَاذَا يَصْنَعُ بِهِمْ؟ فقيل يحكم بينهم اور جملہ حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔

قَوْلُهُ: بِمَا بَيَّنَّ بَعْدَهُ اِی فالذین آمنوا وعملوا الصلحٰت مبتداء ہے فی جنت النعیم اس کی خبر ہے ای مستقرون فیہا اسی طرح والذین کفروا وکذبوا بآیتینا مبتداء ہے اور فاولئک لہم عذاب مہین جملہ ہو کر اس کی خبر ہے، اول خبر پر فائدہ داخل کرنا اور ثانی خبر پر فساد داخل کرنا یہ بتانے کے لئے ہے کہ جنت میں داخلہ اعمال کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ اللہ کے فضل و کرم کی وجہ سے ہوگا، اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مفسر علام نے فضلاً من اللہ کا اضافہ کیا ہے، بخلاف عذاب جہنم کے اس کا ترتب اعمال ہی پر ہوگا اسی لئے فاولئک پر فائدہ جزائیہ داخل کی گئی۔ (حمل)

## تَفْسِيرٌ وَتَشْرِیْحٌ

قل یا ایہا الناس قرآن کریم میں عام طور پر یٰٰایہا الناس سے مشرکین مکہ کو خطاب ہوتا ہے، چنانچہ یہاں بھی مشرکین مکہ میں سے وہ لوگ مراد ہیں جو آنحضرت ﷺ سے عذاب کے جلدی آنے کا مطالبہ کرتے تھے، چونکہ مشرکین مکہ نزول عذاب کے

منکر تھے اس لئے نزول عذاب کی وعید کو محض ڈراوا سمجھتے تھے اسی لئے وہ آپ ﷺ سے عذاب کے جلدی لانے کا بار بار تقاضا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے محمد ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ میں تو واضح طور پر ڈرانے والا ہوں میرا کام آگاہ اور ہوشیار کر دینا ہے، عذاب لے آنا میرے قبضہ میں نہیں ہے، یہ تو خدا ہی کے قبضہ کی بات ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو جزاء اور بدکاروں کو سزا دیں گے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ اِنَّ الْفَاظَ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اور نبی دونوں کا مفہوم الگ الگ ہے، دونوں میں فرق کیا ہے؟ اس میں اقوال مختلف ہیں مشہور اور واضح بات یہ ہے کہ نبی تو اس کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت قوم کی اصلاح کے لئے عطا کیا گیا ہو اور اس کو تبلیغ رسالت کی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو اور اس کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آئی ہو خواہ اس کو کوئی مستقل کتاب یا شریعت دی گئی ہو یا کسی پہلے نبی ہی کی کتاب یا شریعت کی تبلیغ کے لئے مامور ہو، پہلے کی مثال حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور خاتم الانبیاء محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور دوسرے کی مثال حضرت ہارون علیہ السلام کی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب اور شریعت کی تبلیغ و تعلیم پر مامور تھے، اور رسول وہ ہے کہ جسے مستقل شریعت اور کتاب ملی ہو، اس سے معلوم ہوا کہ ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں، اب رہا فرشتہ کو رسول کہنا تو یہ اصطلاحی معنی میں نہیں ہے بلکہ لغوی معنی میں ہے لہذا وہ اس کے منافی نہیں ہے۔

اِذَا تَمَتَّنِي اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِیْ اَمْنِيَّتِهٖ، تمَنّٰی اس جگہ قرأ کے معنی میں ہے اور اَمْنِيَّة کے معنی قراءت کے ہیں، ابوحیان نے بحر محیط میں اور بہت سے دوسرے حضرات نے اسی کو اختیار کیا ہے، کتب حدیث میں اس جگہ ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جو واقعہ غرائیق کے نام سے معروف ہے یہ واقعہ جمہور محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ہے، بعض حضرات نے اس کو موضوع، ملحدین و نادقہ کی ایجاد قرار دیا ہے اور جن حضرات نے اس واقعہ کو کچھ معتبر مانا ہے تو اس کے ظاہری الفاظ سے جو شبہات قرآن و سنت کی قطعیت پر عائد ہوتے ہیں ان کے مختلف جوابات دیئے ہیں، لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس آیت کی تفسیر اس واقعہ پر موقوف نہیں ہے۔

مفسرین کی ایک جماعت نے مذکورہ آیت کے شان نزول میں واقعہ غرائیق بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز آپ ﷺ مشرکین مکہ کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، آپ پر سورہ نجم کا نزول ہوا، آپ ﷺ نے سورہ نجم پڑھی شروع کی، جب آپ اَفْرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ الثَّلَاثِ الْاُخْرٰی پر پہنچے تو القاء شیطانی سے آپ کی زبان مبارک پر تلك الغرانيق العلیٰ وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتَرْتَجٰی جاری ہو گیا جب قریش نے یہ کلمات سنے تو بہت خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے قراءت جاری رکھی حتیٰ کہ سورت کے ختم تک تلاوت فرمائی اور جب آخر میں آپ نے سجدہ کیا تو مجلس کے حاضرین نے بھی سجدہ کیا، اس واقعہ کے بعد مشرکین خوشی خوشی منتشر ہو گئے اور کہنے لگے کہ آج محمد ﷺ نے ہمارے معبودوں کی ستائش فرمائی، چنانچہ جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا آپ نے یہ کیا کیا؟ آپ نے تو لوگوں کو وہ سنا دیا جو میں آپ کے پاس اللہ کی طرف سے لے کر نہیں آیا، آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ سے سخت رنج ہوا اور شدید خوف زدہ بھی ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے

مذکورہ آیت نازل فرمائی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ معاملہ تھا آپ کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ ہر رسول اور نبی کے ساتھ ہوا ہے لہذا رنجیدہ ہونے کی کوئی بات نہیں ہے، مگر یہ واقعہ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہے بلکہ اس کا بطلان کتاب اللہ سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ وقال اللہ تعالیٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ امام بیہقی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے اس قصہ کے بارے میں فرمایا ہذہ القصۃ غیر ثابتۃ من جہۃ النقل امام ابن خزیمہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے فرمایا اِنَّ ہذہ القصۃ من وضع الزنادقۃ بعض مفسرین نے قصہ غرائق کے ساتھ جوشہ سے مہاجرین کے واپس ہونے کا قصہ بھی لگا دیا ہے، جس کی مزید تفصیل آپ سورہ نجم میں انشاء اللہ ملاحظہ فرمائیں گے کہ تمنی کے معنی قرء کے ہیں اور معنی القی الشیطان فی أمنيته ای فی تلاوتہ و قراءتہ کے ہیں ابن جریر نے کہا کہ یہ قول تاویل کلام کے زیادہ مشابہ ہے، آیت کے حاصل معنی یہ ہیں کہ شیطان نے مشرکین کے کانوں میں بغیر اس کے کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک پر مذکورہ کلمات جاری ہوں خود ہی مذکورہ کلمات ڈال دیئے۔ (فتح القدیر) اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کردہ کلمات کو مٹا دے گا، اور اپنی آیات کو محکم کر دے گا۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَى طَاعَتِهِ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ ثُمَّ قَاتَلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا ۚ بِهِ رِزْقُ الْجَنَّةِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُ وَحْيُ الرُّزْقِ ۚ قِينَ ۝ اَفْضَلُ الْمُعْطِينَ ۝ لِيَدْخُلَنَّهُمْ مَدْخَلًا بِضَمِّ الْمِيمِ وَفَتْحِهَا أَى إِدْخَالًا أَوْ مَوْضِعًا يَرْضَوْنَهُ ۚ وَهُوَ الْجَنَّةُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ ۚ بِنَبِيَّتِهِمْ ۚ حَلِيمٌ ۝ عَنْ عِقَابِهِمْ، الْأَمْرُ ذَلِكَ ۚ الَّذِي قَضَيْنَا عَلَيْكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ جَازَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ ۚ ظَلَمًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ أَى قَاتَلَهُمْ كَمَا قَاتَلُوهُ فِي الشَّهْرِ الْمُحَرَّمِ ثُمَّ رُغِيَ عَلَيْهِ مِنْهُمْ أَى ظَلَمَ بِإِخْرَاجِهِ مِنْ مَنَزِلِهِ لِيَنْصُرَهُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ ۚ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ عَفْوٌ ۝ لَهُمْ عَنْ قِتَالِهِمْ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ ذَلِكَ النِّصْرُ ۚ بِأَنَّ اللَّهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ أَى يُدْخِلُ كُلًّا مِنْهُمَا فِي الْآخَرِ بِأَن يَزِيدَ بِهِ وَذَلِكَ مِنْ أَثَرِ قُدْرَتِهِ الَّتِي بِهَا النَّصْرُ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ ۚ دُعَاءُ الْمُؤْمِنِينَ بِصِيَرٍ ۚ بِهِمْ حَيْثُ جَعَلَ فِيهِمُ الْإِيمَانَ فَاجَابَ دُعَاؤَهُمْ ذَلِكَ النَّصْرُ ۚ أَيْضًا بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الثَّابِتُ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ بِالْبِائِ وَالنَّاءِ يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ ۚ وَهُوَ الْأَصْنَامُ هُوَ الْبَاطِلُ الزَّائِلُ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ أَى الْعَالِي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ بِقُدْرَتِهِ الْكَبِيرِ ۝ الَّذِي يُصَغِّرُ كُلَّ شَيْءٍ سِوَاهُ ۚ أَلَمْ تَرَ تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ۚ بِالنَّبَاتِ وَبِهَذَا مِنْ أَثَرِ قُدْرَتِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ فِي إِخْرَاجِ النَّبَاتِ بِالْمَاءِ خَيْرٌ ۚ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ عِنْدَ تَأْخِيرِ الْمَطَرِ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ عَلَى جِهَةِ الْمَلِكِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ ۚ عَنْ عِبَادِهِ الْحَمِيدُ ۚ لَاؤَلِيَّاهُ.

**ترجمہ:** اور جن لوگوں نے راہِ خدا میں ترکِ وطن کیا یعنی اس کی طاعت میں مکہ سے مدینہ کی طرف (ہجرت کی) پھر وہ شہید کر دیئے گئے یا اپنی موت مر گئے اللہ تعالیٰ ان کو بہترین رزق عطا فرمائے گا، وہ جنت کا رزق ہے، بے شک اللہ تعالیٰ سب دینے والوں سے بہتر دینے والا ہے، یعنی عطا کرنے والوں میں بہتر عطا کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ایسی جگہ پہنچائے گا کہ وہ اس کو پسند کریں گے اور وہ جنت ہے مُذَخَّلًا مِم کے ضمہ کے ساتھ اور اس کے فتح کے ساتھ، داخل کرنا یا داخل کرنے کی جگہ اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں سے واقف ہے ان کو سزا دینے کے معاملہ میں حلیم ہے، بات ایسی ہے جیسی کہ ہم نے تم کو سنائی، اور جس مومن نے بدلہ لیا (ظالم سے) اسی کے برابر جو (ظلمِ مشرکین کی جانب سے) اس کے ساتھ کیا گیا تھا، یعنی ان کے ساتھ اسی طرح قتال کیا جس طرح انہوں نے ماہِ محرم میں مومنین کے ساتھ قتال کیا تھا، پھر اس کے ساتھ زیادتی کی جائے مشرکین کی جانب سے یعنی اس کو اس کے گھر سے نکال کر اس پر ظلم کیا گیا، تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ مومنین کو بہت معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے، شہرِ حرام میں ان کے قتال کرنے کو اور یہ مدد اس وجہ سے ہوگی کہ بے شک اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے یعنی ایک کو دوسرے میں داخل کر دیتا ہے بایں طور کہ ہر ایک میں اضافہ کر دیتا ہے اور یہ ایلا ج اس کی قدرت کی دلیل ہے جس کے ذریعہ نصرت ہوتی ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ مومنین کی دعا کو سننے والا ہے اور ان کے احوال کو دیکھنے والا ہے اس طریقہ پر کہ ان کو مومن بنایا پھر ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور یہ نصرت بھی اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی معبودِ برحق ہے اور بلاشبہ جس کو یہ لوگ یا تم لوگ اس کو چھوڑ کر پکارتے ہو اور وہ بت ہیں وہ باطل ہے زائل ہونے والا ہے اور بلاشبہ اللہ ہی ہر شئی پر عالی ہے اپنی قدرت کے اعتبار سے اور ایسا عظمت والا ہے کہ اس کے سوا اس کی عظمت کے سامنے ہر شئی ذلیل ہے کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش برسائی جس سے زمین نباتات کے ذریعہ سرسبز ہو گئی اور یہ اس کی قدرت کا اثر ہے، بے شک اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعہ نباتات پیدا کرنے میں اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اور بارش کی تاخیر کی صورت میں جو خیالات بندوں کے دلوں میں آتے ہیں ان سے باخبر ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کی ملک ہے اور بے شک اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کا محتاج نہیں اور اپنے اولیاء کی تعریف کا سزاوار ہے۔

### تَحْقِيقُ وَتَرْكِيْبُ لِسَبِيْلِ تَفْسِيْرِي فَوَائِدِ

**قَوْلًا:** والدینِ ہاجر وابتداء ہے لِيَرْزُقْنَهُمُ اللّٰهُ اس کی خبر ہے وَالْدِّينَ هَاجَرُوا اگرچہ الَّذِيْنَ آمَنُوا میں داخل ہیں، مگر ان کی عظمتِ شان کی وجہ سے خاص طور پر ان کا ذکر کیا گیا ہے گویا کہ یہ تخصیص بعد التعمیم کے قبیل سے ہے، لِيَرْزُقْنَهُمُ قسمِ محذوف کا جواب ہے اِی واللّٰہ لیرزقنہم قسم اور جواب قسمِ مل کر جملہ ہو کر وَالْدِّينَ هَاجَرُوا کی خبر ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ قسمیہ مبتداء کی خبر واقع ہو سکتا ہے رِزْقًا حَسَنًا لِيَرْزُقْنَهُمُ کامفعول ثانی ہے اور لیرزقنہم کامفعول

مطلق برائے تاکید بھی ہو سکتا ہے۔

**قَوْلُهُ**؛ خَيْرُ الرَّاٰقِیْنَ کے بعد افضل المعطین کے اضافہ کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ خیرُ اسم تفصیل، اسم تفصیل ہی کے معنی میں ہے قرآن پاک میں عام طور پر اسم تفصیل اسم فاعل کے معنی میں ہوتا ہے مگر یہاں ایسا نہیں ہے، اول تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا رزق مخصوص ہے جس پر کوئی دوسرا قادر نہیں ہے، اور رزق میں یہی اصل ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بظاہر غیر اللہ جو رزق دیتا ہے وہ اللہ ہی کے عطا کردہ رزق میں سے دیتا ہے، تیسری بات یہ کہ غیر اللہ جو رزق دیتا ہے اس کا مقصد طلب عوض ہوتا ہے کم از کم اجر آخرت ہی سہی، اور اللہ تعالیٰ کا جو رزق ہوتا ہے وہ محض بطور احسان ہوتا ہے۔

**قَوْلُهُ**؛ لَیْذِخْلَنَّهُمْ یہ لَیْزُ قَلْبُهُمْ سے بدل بھی ہو سکتا ہے اور جملہ متانفہ بھی۔

**قَوْلُهُ**؛ مُدْخَلًا یہ باب افعال کا مصدر ہے ای اِذْخَلَ وَاُذْخِلَ اس صورت میں یہ لَیْذِخْلَنَّهُمْ کا مفعول مطلق ہوگا اور اس کا مفعول بہ محذوف ہوگا ای لَیْذِخْلَنَّهُمُ الْجَنَّةُ اِذْخَالَ یَرْضُونَهُ اور فتح میم کے ساتھ ظرف مکان ہوگا ای موضع دخول اس صورت میں مُدْخَلًا ہی لَیْذِخْلَنَّهُمْ کا مفعول فیہ ہوگا ای لَیْذِخْلَنَّهُمْ مَكَانًا یَرْضُونَهُ۔

**قَوْلُهُ**؛ ذٰلِكَ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے ای الامرُ ذٰلِكَ یعنی مومنین و کافرین سے جو وعدے ہیں وہ اپنی جگہ پر صحیح اور برحق ہیں، جب ایک کلام سے دوسرے کلام کی طرف انتقال مطلوب ہوتا ہے تو اس وقت الامرُ ذٰلِكَ بولتے ہیں۔

**قَوْلُهُ**؛ وَمَنْ عَاقَبَ یہ تعاقب سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں مجبئ الشئ بعد الشئ ای جازاً۔

**قَوْلُهُ**؛ اِی قَاتَلَهُمْ کَمَا قَاتَلُوْهُ فِی الشَّہْرِ الْمَحْرَمِ مفسر کے اس قول میں آیہ کے شان نزول کی طرف اشارہ ہے، مقاتل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی نے کہا ہے کہ مذکورہ آیت مشرکین مکہ میں سے ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ جن کی مذہبیٹر مسلمانوں کی ایک جماعت سے ہو گئی تھی، حالانکہ ابھی ماہ محرم کے ختم ہونے میں دو روز باقی تھے مشرکین نے یہ سمجھتے ہوئے کہ اصحاب محمد شہر حرام میں قتال کو ناپسند کرتے ہیں حملہ کر دیا، مسلمانوں نے شہر حرام میں جنگ نہ کرنے کے لئے مشرکین کو قسم دی مگر انہوں نے ایک نہ سنی، مجبوراً مسلمان بھی ان کے مقابلہ میں ڈٹ گئے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین پر غلبہ عطا فرمایا، شہر حرام میں قتال کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے دل میں ایک قسم کی خلش اور وسوسہ باقی تھا اگرچہ مسلمانوں نے بدرجہ مجبوری شہر حرام میں قتال کیا تھا، اسی وسوسہ کو زائل کرنے کے لئے مذکورہ آیت نازل ہوئی، ظلم کا بدلہ لینے کو عاقب کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، یہ مجازاً مشاکلت کے طور پر کیا گیا ہے، جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ میں کہا گیا ہے، یا یہ تسمیۃ السبب باسم السبب کے قبیل سے ہے، یعنی مشرکین کا ظلم ان سے انتقام لینے کا سبب بنا۔

**قَوْلُهُ**؛ وَمَنْ عَاقَبَ مبتداء ہے لَیَنْصُرُنَّہُ اس کی خبر ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب مَنْ موصولہ ہو اور یہ بھی صحیح ہے کہ مَنْ شرطیہ ہو اور لَیَنْصُرُنَّہُ اس کی جزاء ہو۔

قَوْلًا: ذَلِكِ النَّصْرُ مُبْتَدَأٌ هُوَ اَوْ بِانِ اللّٰهُ يُولِجُ اللَّيْلَ (الآية) اس کی خبر ہے۔

قَوْلًا: ذَلِكِ مِنْ اَثَرِ قُدْرَتِهِ یعنی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنا یہ اس کی قدرت کا اثر ہے، اس لئے کہ نصرت قدرت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

قَوْلًا: فَتُصْبِحُ رُفَعُ کے ساتھ اس کا عطف اَنْزَلَ پر ہے، اس صورت میں بہ عائد محذوف ہوگا ای فَتُصْبِحُ بہ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فاسمیہ ہونہ کہ عاطف اس صورت میں تقدیر عائد کی ضرورت نہ ہوگی۔

يَنْوَالُ: فَتُصْبِحُ جواب امر واقع ہے لہذا اس کو منصوب ہونا چاہئے حالانکہ فَتُصْبِحُ مرفوع ہے۔

جَوَابُ: یہ استفہام تقریری بمعنی خبر ہے یعنی المرئ قد رأیت کے معنی میں ہے اور استفہام بمعنی خبر امر کا جواب نہیں ہوتا۔ اب رہا یہ سوال کہ صیغہ ماضی کے بجائے مضارع کا صیغہ استعمال کرنے کی کیا وجہ ہے؟ یعنی فَتُصْبِحُ کے بجائے فَاضْبَحْتُ کیوں نہیں کہا؟

جَوَابُ: یہ ہے کہ مضارع کا صیغہ بقاء اثر مطر پر دلالت کرتا ہے جو کہ مطلوب اور محمود ہے بخلاف ماضی کے صیغہ کے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا اس سے پہلے عام مؤمنین کے انجام کا ذکر تھا، اب یہاں ایک ممتاز جماعت کا خصوصی ذکر فرمایا یعنی جو لوگ خدا کے راستہ میں اپنا گھر یا چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے خواہ وہ لڑائی میں شہید ہوں یا طبعی موت میں دونوں صورتوں میں اللہ کے یہاں ان کی خاص مہمانی ہوگی، کھانا پینا، رہنا سہنا سب ان کی مرضی کے موافق ہوگا، اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ وہ کس چیز سے راضی ہوں گے، اور کن لوگوں نے خالص اللہ کے لئے اپنا گھر یا ترک کیا ہے، ایسے مجاہدین و مہاجرین کی فروگزاشتوں پر حق تعالیٰ تحمل فرمائیں گے، اور شانِ غفور سے کام لیں گے، علیم و حلیم کی صفات اسی غرض کے لئے ذکر کی گئی ہیں۔

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ یعنی مظلوم اگر ظالم سے واجبى بدلہ لے لے پھر از سر نو ظالم اس پر زیادتی کرے تو وہ پھر مظلوم باقی رہے گا، حق تعالیٰ پھر اس کی مدد فرمائیں گے جیسا کہ اس کا دستور ہے کہ وہ مظلوم کی حمایت کرتا ہے وَاَتَقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيَسَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ۔

بہ ترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعاء کردن اجابت از در حق بہر استقبال می آید

ذَلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ ماقبل کی آیت میں مظلوموں کی نصرت کا ذکر تھا اور نصرت وہی کر سکتا ہے جو نصرت پر قادر ہو اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ذکر فرما رہے ہیں، یعنی جو اللہ تعالیٰ اتنی بڑی قدرت والا ہے کہ رات دن کو الٹ پلٹ کرنا اور ان کو گھٹانا بڑھانا اسی کے ہاتھ میں ہے، اسی کے تصرف سے کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں، پھر کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ وہ ایک مظلوم قوم یا شخص کی مدد کر سکے، بلکہ ظالموں پر غالب اور مسلط کر دے اس آیت میں اس



مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يَنْزَلْ بِهِ هُوَ الْأَصْنَامُ سُلْطَانًا حُجَّةٌ وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ إِنَّهَا الْبَہُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ بِالْإِشْرَافِ  
مِنْ نَصِيرٍ ۝ يَمْنَعُ عَنْهُمْ عَذَابَ اللَّهِ وَإِذْ أَتَيْنَاهُمْ عَلَىٰ بُرْهَانٍ مِنَ الْقُرْآنِ بَيِّنَاتٍ ظَاهِرَاتٍ حَالٌ  
تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرُ أَيْ الْإِنْكَارَ لَهَا أَيْ أَثَرُهُ مِنَ الْكَرَابَةِ وَالْعَبُوسِ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ  
يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا أَيْ يَقَعُونَ فِيهِمْ بِالْبَطْشِ قُلْ أَفَأَنْتُمْ تُبَشِّرُونَ ذُلِكُمْ أَيْ بِأَكْرَهُ إِلَيْكُمْ مِنَ الْقُرْآنِ  
الْمَتْلُوِّ عَلَيْكُمْ هُوَ الْكَارُ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنْ مَصِيرَهُم إِلَيْهَا وَبُئْسَ الْمَصِيرُ ۝

۱۱۳

**ترجمہ:** (اے مخاطب) کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کاموں میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو  
حیوانات میں سے اور کشتیوں کو کہ وہ دریا میں بار برداری اور سواری کے لئے اس کے حکم سے چلتی ہیں، اور وہی آسمانوں کو زمین پر  
گرنے سے تھامے ہوئے ہے (یا تھامے ہوئے ہے تاکہ نہ گرے کہ سب ہلاک ہو جائیں) ہاں مگر یہ کہ گرنے کا حکم ہو جائے  
بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر تسخیر و امساک میں بڑی شفقت اور رحمت فرمانے والا ہے وہ وہی ہے جس نے تم کو زندگی دی پیدا کر کے  
پھر تم کو موت دے گا تمہاری مدت عمر پوری ہونے کے بعد پھر تم کو زندہ کرے گا بعثت کے وقت واقعی مشرک انسان خدا کی نعمتوں  
کا اس کی توحید کو ترک کر کے بڑا ناشکرا ہے اور ہم نے ہر امت کے لئے ایک طریقہ بندگی کا یعنی شریعت مقرر کر دی ہے وہ اسی  
(طریقہ) شریعت پر عامل تھے مَنْسُکًا سین کے فتح اور کسرہ کے ساتھ ہے تو لوگوں کو چاہئے کہ ذبح کے معاملہ میں آپ سے  
نزاع نہ کریں اور فَلَا يُنَازِعُكَ سے لَا تُنَازِعُهُمْ مراد ہے (یعنی مضارع منفی سے نہیں) اس لئے کہ انہوں نے کہا تھا کہ جس کو  
اللہ نے قتل کیا ہو وہ کھائے جانے کے زیادہ لائق ہے اس سے کہ جس کو خود تم نے قتل کیا ہے اور آپ اپنے رب یعنی اس کے دین  
کی طرف دعوت دیتے رہئے، بلاشبہ آپ صحیح دین پر ہیں اور اگر یہ لوگ دین کے معاملہ میں آپ سے جھگڑا کرتے رہیں تو آپ  
کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے وہ تم کو اس کی سزا ضرور دے گا، (عدم قتال کی) یہ ہدایت آپ کو  
جہاد کا حکم دینے سے پہلے کی ہے، اے مومنو اور کافرو! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اس بات کا فیصلہ کر دے گا  
جس میں تم اختلاف کر رہے ہو اس طریقہ پر کہ دونوں فریقوں میں سے ہر فریق دوسرے فریق کے برخلاف کہتا ہے (اے  
مخاطب) کیا تو نہیں جانتا یہ استفہام تقریری ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو جانتا ہے یقیناً یہ جو کچھ  
مذکور ہوا لوح محفوظ میں محفوظ ہے بے شک یہ یعنی مذکور کا علم اللہ کے لئے آسان ہے اور مشرک اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسی  
چیزوں کی بندگی کرتے ہیں جن کے بارے میں اس نے کوئی حجت نازل نہیں کی وہ بت ہیں اور نہ ان کے پاس اس کی کوئی  
دلیل ہے کہ یہ معبود ہیں اور شرک کے ذریعہ ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار نہ ہوگا کہ ان سے عذاب کو باز رکھ سکے اور  
جب ان لوگوں کو ہماری واضح قرآنی آیتیں سنائی جاتی ہیں بیانات بمعنی ظاہرات حال ہے تو آپ ان کافروں کے  
چہروں پر ناگواری کے آثار دیکھتے ہیں یعنی ان آیتوں کے انکار (کے انکار) جو کہ وہ کراہت اور ترشروئی ہے ایسا معلوم



ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر حملہ کر دیں گے جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنا تے ہیں یعنی قریب ہے کہ سختی سے پکڑ کر لیں، آپ کہہ دیجئے کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ ناگوار چیز بتلا دوں؟ یعنی تم کو قرآن سنانے سے بھی زیادہ ناگوار چیز، وہ دوزخ ہے اس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہوا ہے یہ کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

## تَحْقِيقُ وَتَرْكِيْبُ تَسْبِيْلٍ وَتَفْسِيْرِيْ فَوَائِدُ

**قَوْلُهُ:** اَلَمْ تَرَ تَعْلَمَنَّ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ تَرَاوِيْحًا، یہ رویت سے مشتق ہے لَمْ داخل ہونے کی وجہ سے آخر سے ی حرف علت ساقط ہوگئی تَرَ کی تفسیر تَعْلَمَنَّ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ رویت سے رویت قلبی مراد ہے سَخَّرَ یہ تَسْخِيْر سے ماضی کا صیغہ ہے بمعنی ذَلَّلْ مسخر کرنا، کام میں لگانا، بس میں کرنا، زبردستی کسی خاص کام میں لگا دینا۔

**قَوْلُهُ:** وَالْفَلَكَ، مافی الارض پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔

**قَوْلُهُ:** مِنْ (اَنْ) او لَدَلًا (تَقَع) اس عبارت سے مفسر علام کا مقصد اَنْ تَقَع کے اعراب کی طرف اشارہ کرنا ہے، اَنْ تَقَع یا حَل جریں ہے اور حرف جر محذوف ہے اِی مِنْ اَنْ تَقَع اور تَقَع اَنْ مصدر یہ کی وجہ سے وقوع کے معنی میں ہے یا محل نصب میں ہے یا تو اس لئے کہ السَّمَاء سے بدل ہے بدل الاشتمال اِی یَمْنَعُ وَقَوْعَهَا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے بصریین کے نزدیک تقدیر عبارت یہ ہے یَمْسُكُ السَّمَاءُ كِرَاهَةً اَنْ تَقَع اور کوفیین کے نزدیک تقدیر عبارت یہ ہے یَمْسُكُ السَّمَاءُ لَدَلًا تَقَع مفسر علام نے احتمال اول اور ثالث کو ذکر کیا ہے۔

**قَوْلُهُ:** اِلَّا بِاِذْنِهِ یہ متشبی مفرغ ہے عموم احوال سے مگر یہاں یہ شبہ ہوگا کہ متشبی مفرغ کلام موجب میں واقع نہیں ہوتا اور یہاں متشبی منہ جو کہ یَمْسُكُ السَّمَاء ہے کلام موجب ہے، اس شبہ کا جواب یہ ہوگا کہ یَمْسُكُ السَّمَاء اِنْ تَقَع عَلٰی الْاَرْضِ قُوْتٌ مِّنْ نَّفْسٍ کے ہے تقدیر عبارت یہ ہے لَا یَتَرُكُهَا تَقَع فِیْ حَالَةٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ اِلَّا فِیْ حَالَةٍ کَوْنِهَا مُتَلَبِّسَةً بِمَشِیَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی، بِاِذْنِهِ میں بلا ملاستہ کے لئے ہے۔

**قَوْلُهُ:** هُوَ الَّذِیْ اَحْیَاكُمْ قَالَ الْجَنِّیْدُ قَدَسَ سِرُّهُ اَحْیَاكُمْ بِمَعْرِفَةِ ثَمَرِ یُمِیْنُكُمْ بِاَوْقَاتِ الْعَقْلَةِ وَالْفَتْوَةِ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ بِالْجَذْبِ بَعْدَ الْفَتْوَةِ۔

**قَوْلُهُ:** لِکُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا یہاں امت سے وہ امت مراد ہے جس کے پاس ملت آسمانی اور کسی نبی کی شریعت ہو نہ کہ مشرکین و کفار، اس پر لفظ جَعَلْنَا دلالت کر رہا ہے مفسر علام نے منک کی تفسیر شریعت سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اَلنَّسِیْکَ بمعنی عبادت سے ماخوذ ہے لہذا مَنْسَکًا کو موضع عبادت یا وقت عبادت پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور اسی معنی پر نَابِکُوْهُ دلالت کر رہا ہے اگر موضع یا وقت کے معنی مراد ہوتے تو نَابِکُوْن فِیْہِ کہا جاتا، اس لئے کہ عامل ظرف کی ضمیر کی طرف متعدی ہوتا ہے۔

**قَوْلُهُ:** لَا یَنْزِلُ عَنْکَ کی تفسیر لَا تُنْزِلُ عَنْهُمْ سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مقصد آپ ﷺ کو دیگر اہل مل کے

ساتھ منازعت سے منع کرنا ہے اور یہ بطور کنایہ ہے اس لئے کہ منازعت طرفین سے ہوتی ہے، آپ کو ترک نزاع کے حکم سے مقصد ان کی باتوں کی طرف التفات نہ کرنے کا حکم کرنا ہے اور جب آپ ان کی باتوں کی طرف التفات نہ کریں گے تو منازعت خود ہی ختم ہو جائے گی، ایک فریق کو منع کرنا یہ کنایہ فریق ثانی کو منع کرنا ہے۔

**قَوْلُهُمْ**؛ فی الامر مفسر علام نے امر سے ذبیحہ مراد لیا ہے خطیب نے کہا ہے کہ یہ آیت بدیل بن ورقاء اور بشر بن سفیان اور یزید بن حمیس کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب انہوں نے اصحاب رسول ﷺ سے کہا تھا مالکم تا کلون مما تقتلون ولا تا کلون مما قتله اللہ تعالیٰ یعنی تم خود مار کر کھا جاتے ہو اور خدا کا مارا ہوا (مردار) نہیں کھاتے ہو مفسر علام کافی الامر کی تشریح و نزاع سے کرنا مقام کے موافق نہیں ہے بلکہ یہاں مطلقاً احکام شریعت مراد ہیں ورنہ تو اس سے لازم آئے گا کہ سابقہ امتوں میں مردار کھانا مشروع تھا۔

**قَوْلُهُمْ**؛ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ ماموصولہ ہے اور یبعدون کا مفعول بہ ہے۔

**قَوْلُهُمْ**؛ یکاؤنَ یسطونَ یہ جملہ حالیہ ہے یا تو الذین سے مگر اس صورت میں یہ اعتراض ہوگا کہ الذین مضاف الیہ ہے اور مقصود مضاف ہوتا ہے تو مضاف الیہ سے حال واقع ہونا کس طرح درست ہوگا، جواب یہ ہے کہ مضاف چونکہ مضاف الیہ کا جز ہے لہذا مضاف الیہ سے حال واقع ہونا درست ہے یا پھر وجوہ سے حال ہے اور وجہ سے صاحب وجہ مراد ہوگا، مفسر علام نے یسطون کی تفسیر بطش سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یسطون، یبطشون کے معنی کو متفہم ہے، یہی وجہ ہے کہ یسطون کا صلہ با درست ہے ورنہ تو یسطون کا صلہ علی آتا ہے۔

**قَوْلُهُمْ**؛ هو النار، النار ہو مبتداء محذوف کی خبر ہے، اس صورت میں وقف ذلکم پر ہوگا اور یہ بھی جائز ہے کہ النار مبتداء اور وعدھا اللہ اس کی خبر اس صورت میں وقف الذین کفروا پر ہوگا۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ (الآیہ) یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری یا کسی کی کیا پرواہ تھی، مگر پھر بھی اس کی شفقت اور مہربانی دیکھو کہ کس طرح خشکی اور تری کی چیزوں کو تمہارے تابع کر دیا پھر اس نے اپنے دست قدرت سے آسمان چاند سورج اور ستاروں کو اس فضاء ہوائی میں بغیر کسی ظاہری کھجے یا ستون کے تھام رکھا ہے جو اپنے محور اور مدار سے ایک انچ نہیں ہٹ سکتے اور نہ ہٹیں گے جب تک کہ اس کا حکم نہ ہو الا باذنہ کا استثناء محض اثبات قدرت کی تاکید کے لئے ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ واقعہ قیامت کی طرف اشارہ ہو۔  
وهو الذی احیاکم اسی طرح جو قوم کفر و جہل کی وجہ سے روحانی موت مرچکی تھی اس کو ایمان اور معرفت کی روح سے زندہ کرے گا۔

لِکُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا یہاں امت سے ہر وہ امت مراد ہے جو ملت سماوی کے تابع ہو یعنی ہر امت کے لئے شریعت الگ الگ متعین کی گئی ہے جس امت کے لئے جو قانون شریعت متعین کیا گیا ہے اس کے لئے اسی پر عمل کرنا لازم

ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک امت ہے ان کی شریعت تورات تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ تک ایک امت ہے ان کا قانون شریعت انجیل تھی آپ ﷺ کی بعثت کے بعد سے قیام قیامت تک ایک امت ہے، اس کے لئے قانون شریعت اور دستور العمل قرآن کریم ہے لہذا ان امتوں کو چاہئے کہ آپ سے احکام شریعت میں تنازع نہ کریں یہ خیال کرتے ہوئے کہ ان کی شریعت باقی ہے حالانکہ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد سابقہ تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں، تشریح مذکور کی روشنی میں مفسر علام کا فلاینا ذلک فی الامر کی تفسیر امر الذبیحة السخ سے کرنا سابقہ تشریح سے مطابقت نہیں رکھتا، اس لئے کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ اکل میتہ شرائع سابقہ کے منجملہ احکام سے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے بعض امتوں کے لئے مشروع کیا، حالانکہ بات یہ نہیں ہے لہذا آیت کی تشریح جو سابق میں کی گئی ہے وہی مناسب معلوم ہوتی ہے۔

وہذا قبل الامر بالقتال یعنی وَإِنْ جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ منسوخ ہے آیت قتال سے، یہ ایک قول ہے، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ آیت محکم ہے (منسوخ نہیں ہے) اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ان کے ساتھ بحث و مباحثہ ترک کرو اور معاملہ کو اللہ اعلم کہہ کر اللہ کے حوالہ کرو۔

ويعبدون من دون الله سب سے بڑا ظلم اور نا انصافی یہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے، ایسے ظالموں اور نا انصافوں کو خوب یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے شرکاء مصیبت پڑنے پر ان کے کچھ کام نہ آئیں گے اور نہ اور کوئی اس وقت مدد کرے گا۔

وَعَذَابُهَا الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَذَابُهُمْ مُتَعَدٍ بِدُفْعٍ هَذَا ضَمِيرُ مَفْعُولٍ ثَانِي مُقَدَّمٌ هِيَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَفْعُولُ أَوَّلِ مُؤَخَّرٍ هِيَ، اس کا عکس بھی درست ہے، مفسر علام نے اپنے قول بَأَنَّ مَصِيرَهُمُ إِلَيْهَا سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اس لئے کہ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا كَوْمًا مَّوْعِدًا اور النَّارَ كَوْمًا مَّوْعِدًا قرار دیا ہے۔

**يَا أَيُّهَا النَّاسُ** اى اهل مكة ضَرْبٌ مَثَلٍ فَاسْتَمِعُوا لَهُٓ وَهُوَ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ اى  
غيره وِبِهِمُ الْاَضْنَامَ لَنْ يَخْلُقُوْا ذُبَابًا اسْمُ جُنْسٍ واحده ذُبَابَةٌ يَقَعُ عَلَى الْمَذَكِرِ وَالْمَوْثِدِ  
**وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ** اى لِخَلْقِهٖ وَإِنْ يُسَلِّبُهُمْ الدَّبَابُ شَيْئًا بِمَا عَلَيْهِمْ مِنَ الطَّيْبِ وَالزَّعْفَرَانِ الْمُطَّلَخِينَ بِهِ  
**لَا يَسْتَفِيدُوْهُ** يَسْتَزِدُّوْهُ مِنْهُٕ لِيُعْجَزِيَهُمْ فِكَيْفَ يَعْبُدُونَ شُرَكَاءَ اللَّهِ تَعَالَى هَذَا امْرٌ مُّسْتَعْرَبٌ غَيْرٌ عَنْهُ  
بِضَرْبٍ مَّثَلٍ صَغَفَ الظَّالِمُ الْعَابِدُ وَالْمَطْلُوبُ ﴿٥﴾ الْمَعْبُودُ مَا قَدَّرُوا لِلَّهِ عَظُمُوهُ حَقٌّ قَدِّرُمْ عَظَمَتِهِ إِذْ  
أَشْرَكُوا بِهِ مَا لَمْ يَمْتَنِعْ مِنَ الذُّبَابِ وَلَا يَنْتَصِفُ سِنَّہٗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٦﴾ غَالِبُ اللَّهِ يُصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ  
رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ رُسُلًا نَزَلَ لِمَا قَالَ الْمُشْرِكُونَ أَنْزِلْ عَلَيهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ لِمَقَالَاتِهِمْ  
بَصِيرٌ ﴿٧﴾ بِمَنْ يَّتَجَذَّدُوْهُ رُسُلًا كَجَبْرِیْلِ وَمِیکَائِیلَ وَأِبْرَاهِیمَ وَمُحَمَّدٍ وَغَیْرِهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَسَلَّم  
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ اى مَا قَدْ سُوءُوا وَمَا خَلَّفُوا اوَمَا عَمِلُوا وَسَاءِبِهِمْ عَامِلُونَ بَعْدُ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

وَاللّٰهُ يُرْجِعُ الْأُمُورَ ۝ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا اِىَّ صَلُّوْا وَعَبُدُوا رَبَّكُمْ وَجِدُوْهُ  
 وَافْعَلُوا الْخَيْرَ كَصِلَةِ الرَّحِمِ وَمَسْكَرِ الْاَخْلَاقِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ تَفُوزُوْنَ بِالْبَقَاءِ فِى الْجَنَّةِ  
 وَجَاهِدُوا فِى سَبِيلِ اللّٰهِ لِاقَامَةِ دِيْنِهِ حَقَّ جِهَادِهِ بِاسْتِغْفَرَاغِ الطَّاقَةِ فِيْهِ وَنَصَبُ حَقِّ عَلَى الْمَصْدَرِ  
 هُوَ اجْتِبَاكُمْ اخْتَارَكُمْ لِدِيْنِهِ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرْجٍ اِى ضَيْقٍ بِأَنْ سَمَّاهُ عِنْدَ  
 الضَّرُورَاتِ كَالْقَصْرِ وَالتَّيْمِمْ وَأَكْلِ الْمَيْتَةِ وَالْفَطْرِ لِلْمَرَضِ وَالسَّفَرِ مَلَّةً أَيْبَكُمْ مَنْصُوبَ بَنْزَعِ الْخَافِضِ  
 الْكَافِ إِبْرَاهِيْمَ عَطَفَ بَيَانِ هُوَ اِى اللّٰهُ سَمَّيْتُمْ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلِ اِى قَبْلِ هَذَا الْكِتَابِ وَفِي هَذَا اِى  
 الْقُرْآنَ لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَنَّهُ بَلَّغَكُمْ وَتَكُوْنُوْا اَنْتُمْ شَهِدَةً عَلَى النَّاسِ اَنْ رُّسِلْتُمْ  
 بَلَّغْتُمْ فَأَقِيْمُوا الصَّلَاةَ ذَاوُسُوْا عَلَيْهَا وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ ثِقُوْا بِهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ نَاصِرُكُمْ  
 وَتُسَوِّلُوْا اُمُورَكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى سَوِيْعَمَ النَّصِيْرُ ۝ اِى النَّاصِرُ هُوَ لَكُمْ

۱۷۰

**ترجمہ:** اے لوگو! یعنی مکہ والو ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو اور وہ بات یہ ہے کہ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو یعنی بندگی کرتے ہو غیر اللہ کی وہ بت ہیں وہ ایک مکھی کو تو پیدا کر ہی نہیں سکتے ذباب اسم جنس ہے اس کا واحد ذبابہ ہے اس کا اطلاق مذکر اور مؤنث دونوں پر ہوتا ہے گو اس تخلیق کے لئے سب کے سب جمع ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کچھ چھین لیجائے اس میں سے جو ان پر خوشبو اور زعفران لگی ہوئی ہے (جس میں وہ لتھڑے ہوئے ہوتے ہیں) تو اس کو وہ ان سے واپس نہیں لے سکتے ان کے عاجز ہونے کی وجہ سے، پھر کیوں بندگی کرتے ہیں (ان کی) اللہ کا شریک سمجھ کر یہ بات چونکہ عجیب ہے اسی لئے اس کو ضرب مثل سے تعبیر کیا گیا ہے ایسا طالب عابد بھی ضعیف اور مطلوب معبود بھی ضعیف ان لوگوں نے جیسی اللہ کی تعظیم کرنی چاہئے تھی ویسی نہ کی جب کہ اس کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرایا کہ جو مکھی سے (اپنی) حفاظت نہیں کر سکتے اور نہ اس سے اپنا حق لے سکتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے جس کو چاہتا ہے پیغام رسانی کے لئے منتخب کر لیتا ہے (یہ آیت) اس وقت نازل ہوئی جب مشرکوں نے کہا کہ کیا ہم میں سے اسی پر ذکر (قرآن) نازل کیا گیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو سننے والا جاننے والا ہے اس کو کہ جس کو رسول بناتا ہے جیسا کہ (فرشتوں میں سے) جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کو (انسانوں میں سے) ابراہیم علیہ السلام اور محمد ﷺ وغیرہ کو وہ ان کی آئندہ اور گزشتہ حالتوں کو خوب جانتا ہے یعنی جو (اعمال) آگے بھیج چکے ہیں اور جو (اعمال) پیچھے چھوڑ آئے ہیں اور جو اعمال کر چکے ہیں اور جو آئندہ کریں گے اور تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے اے لوگو! گور کو کیا کرو اور سجدہ کیا کرو یعنی نماز پڑھا کرو اور اپنے رب کی بندگی کیا کرو یعنی اس کی توحید کا عقیدہ رکھو اور نیک کام کیا کرو جیسا کہ صلہ رحمی اور اچھے اخلاق امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے یعنی جنت میں دائمی بقاء کے ساتھ کامیاب ہو جاؤ گے اور اللہ کے

کام میں اس کے دین کے قیام کے لئے خوب کوشش کیا کرو، اپنی پوری کوشش کو اس میں صرف کر کے اور حق کا نصب مصدریہ کی وجہ سے ہے اس نے تم کو اپنے دین کے لئے منتخب کیا ہے اور تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی نہیں رکھی اس طریقہ پر کہ ضرورت کے وقت دین کو آسان کر دیا جیسا کہ قصر اور تیمم اور اکل میتہ اور مریض و مسافر کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت تمہارے باپ ابراہیم کی ملت کے مانند ملے حرف جرکاف کو حذف کرنے کی وجہ سے منصوب ہے ابراہیم ابیکم سے عطف بیان ہے اس نے یعنی اللہ نے تمہارا نام پہلے ہی سے (یعنی اس کتاب کے نزول) سے پہلے ہی مسلمان رکھا ہے اور اس میں بھی یعنی قرآن میں بھی تاکہ رسول تمہارے لئے قیامت کے دن گواہ ہوں کہ اس نے تم کو پیغام پہنچا دیا اور تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو کہ ان کے رسولوں نے (پیغام) ان کے پاس پہنچا دیا تم لوگ نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑو یعنی اسی پر بھروسہ کرو وہ تمہارا مولیٰ یعنی مددگار اور تمہارا کارساز ہے سو کیسا اچھا کارساز ہے وہ؟ اور تمہارے لئے کیسا اچھا ناصر ہے؟

### تَحْقِیْقِ شَرِّکِیْنِ تَسْبِیْلِ تَفْسِیْرِیْ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ ائِ اهْل مَكَّةَ اس آیت کا تعلق ماقبل کی آیت و یعبدون من دون اللہ (الآیۃ) سے ہے، اس آیت میں خطاب اگرچہ اہل مکہ سے ہے مگر مراد ہر وہ شخص ہے جو غیر اللہ کی بندگی کرتا ہے، ضَرْبَ مَثَلٍ، مثلاً سے مراد امر عجیب ہے، اور وہ امر عجیب شرک و بت پرستی کی حماقت کو ایک واضح مثال سے بیان کرنا ہے کہ یہ بت جن کو تم اپنا کارساز سمجھتے ہو یہ تو ایسے بے کس اور بے بس ہیں کہ سب مل کر بھی ایک مکھی جیسی حقیر چیز پیدا نہیں کر سکتے اور پیدا کرنا تو بڑا کام ہے تم روزانہ ان کے سامنے مٹھائی اور کھانوں کے چڑھاوے چڑھاتے ہو اور رکھیاں ان کو کھا جاتی ہیں ان سے اتنا تو ہوتا نہیں کہ مکھیوں سے اپنی چیز ہی کو بچالیں یہ تمہیں کسی آفت سے کیا بچائیں گے اسی لئے آخر آیت میں ان کی اس جہالت اور بے وقوفی کو ان الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے ضعف الطالب والمطلوب.

قَوْلُهُ: وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ يَهْ جملہ کل حال میں واقع ہے، اِی انتقلی خلقهم الذباب علی کل حال وَلَوْ فِیْ حَالِ اجتماعهم.

قَوْلُهُ: وَإِنْ يَسْلُبُهُمُ الذَّبَابُ شَيْئًا يَسْلُبُ متعدی بدو مفعول ہے مفعول اول هُمْ اور ثانی شَيْئًا ہے مُلَطَّخُونَ یہ لَطَخَ سے مشتق ہے آلودہ کرنا ملنا، التحیرنا ملطخون دراصل طیب والزعفران کی صفت سببی ہے لہذا ملطخون کے بجائے ملطخین ہونا چاہئے جیسا کہ ظاہر ہے۔ (جمل)

قَوْلُهُ: عَبَّرَ عَنْهُ بِضَرْبِ مَثَلٍ یہ اس سوال کا جواب ہے کہ ضربِ مثل کے نام سے جو بیان کیا گیا وہ مثل نہیں ہے تو پھر اس کو مثل کیوں کہا گیا ہے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ واقعہ عجیبہ نیز عمدہ اور عجیب و غریب مضمون کو بھی مثل سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

قَوْلُهُ: وَمِنَ النَّاسِ رُسُلًا رُسُلًا محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ آیت میں حذف ہے ثانی کو اول پر قیاس کرتے ہوئے

رُسلًا کو حذف کر دیا گیا ہے۔

قَوْلًا: حَقَّ جِهَادُهُ اصل میں جِهَادًا حَقًّا ہے یہ اضافت الصفت الی الموصوف کے قبیل سے ہے۔

قَوْلًا: هُوَ اِی اللّٰهُ سَمَّكُمْ الْمُسْلِمِیْنَ هُوَ کے مرجع میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس کا مرجع ابراہیم ہوں اور دوسرا یہ کہ اس کا مرجع اللّٰهُ ہو مفسر علام نے هُوَ کے بعد اللّٰہ محذوف مان کر ثانی احتمال کو رائج قرار دیا اور قرینہ وفی هَذَا الْقُرْآن ہے اس لئے کہ قرآن میں مسلمان نام رکھنا یہ اللّٰہ کا کام ہے نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔

## تَفْسِیْرٌ وَتَشْرِیْحٌ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اِی اہل مکہ یہ توحید کے مقابلہ میں شرک کی شاعت و قباحت ظاہر کرنے کے لئے مثال بیان فرمائی ہے جس کو کان لگا کر سننے اور سمجھنے کے لئے غور و فکر کرنا چاہئے تاکہ ایسی ذلیل اور رکیک حرکت سے باز رہو، اور مثلاً سے یہاں مثل سائر مراد نہیں ہے بلکہ عمدہ اور عجیب و غریب مضمون بیان کرنا مراد ہے، کبھی جو کہ بہت ہی ادنیٰ اور حقیر جانور ہے جن چیزوں میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ انفرادی طور پر تو کیا سب مل کر بھی اتنی قدرت نہیں رکھتے کہ ایک کبھی پیدا کر سکیں یا کبھی ان کے چڑھاوے وغیرہ میں سے کچھ لیجائے تو اس سے واپس لے سکیں ان کو خالق السموات والارضین کے ساتھ معبودیت اور خدائی کی کرسی پر بٹھا دینا کس قدر بے حیائی اور حماقت اور شرمناک گستاخی ہے، سچ تو یہ ہے کہ کبھی بھی کمزور اور کبھی سے زیادہ ان کے بت کمزور اور بتوں سے زیادہ ان کا پوجنے والا کمزور جس نے ایسی حقیر اور کمزور چیز کو اپنا معبود اور حاجت روا بنالیا۔

## سورہ حج کا سجدہ سجدہ تلاوت ہے یا نہیں؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (الآیہ) سورہ حج میں ایک آیت تو پہلے گزر چکی ہے جس پر سجدہ تلاوت کرنا بالاتفاق واجب ہے۔ اس آیت پر جو یہاں مذکور ہے سجدہ تلاوت کے وجوب میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری رحمہم اللہ کے نزدیک اس آیت پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے، کیونکہ اس آیت میں سجدہ کا ذکر رکوع وغیرہ کے ساتھ آیا ہے جس سے نماز کا سجدہ ہونا ظاہر ہے، جیسے واسجدی وارکعی مع الراکعین میں سب کا اتفاق ہے کہ سجدہ نماز مراد ہے اسی طرح آیت مذکورہ پر بھی سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے، امام شافعی رحمہم اللہ، امام احمد رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک اس آیت پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہے ان حضرات کی دلیل ایک حدیث ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ سورہ حج کو دوسری سورتوں پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دو سجدہ تلاوت ہیں، امام اعظم رحمہم اللہ کے نزدیک اس روایت کے ثبوت میں کلام ہے۔

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ جِهَادُہ جہاد اور مجاہدہ کسی مقصد کی تحصیل میں اپنی پوری کوشش اور طاقت صرف کرنے کو کہتے ہیں اس میں کفار کے ساتھ قتال میں اپنی امکانی طاقت صرف کرنا بھی شامل ہے اور دیگر دینی امور میں محنت و مشقت برداشت کرنا اور امکانی طاقت و قوت صرف کرنا بھی داخل ہے، اسی طرح خواہشات نفسانی کے مقابلہ میں کوشش کرنا بھی جہاد میں شامل ہے، امام

بغوی وغیرہ نے اس قول کی تائید میں ایک حدیث بھی حضرت جابر بن عبد اللہ سے نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام کی ایک جماعت جو جہاد کفار کے لئے گئی ہوئی تھی واپس آئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا قَدْ مَنَّ خَیْرٌ مُّقْدَمٌ مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلٰی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ قَالَ (ای الراوی) مجاہدۃ العبد بھواہ رواہ البیہقی وقال هذا اسناد فیہ ضعف یعنی تم لوگ خوب واپس آئے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف یعنی اپنے نفس کی خواہشات بے جا کے مقابلہ کا جہاد اب بھی جاری ہے، اس روایت کو بیہقی نے روایت کیا ہے مگر کہا ہے کہ اس کی اسناد ضعیف ہے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ یعنی اللہ تعالیٰ نے دین کے معاملہ میں تمہارے اوپر کوئی نہیں تنگی رکھی، بعض حضرات نے دین میں تنگی نہ ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس دین میں ایسا کوئی گناہ نہیں کہ جو توبہ سے معاف نہ ہو سکے اور عذاب آخرت سے خلاصی کی کوئی صورت نہ نکل سکے، بخلاف پچھلی امتوں کے کہ ان میں بعض گناہ ایسے بھی تھے کہ جو توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تنگی سے مراد وہ سخت اور شدید احکام ہیں جو بنی اسرائیل پر عائد کئے گئے تھے جن کو قرآن کریم میں اِصْرٌ اور اغلال سے تعبیر کیا گیا ہے اس امت پر کوئی ایسا حکم فرض نہیں کیا گیا، بعض حضرات نے فرمایا کہ تنگی سے مراد وہ تنگی ہے کہ انسان جس کو برداشت نہ کر سکے اس دین میں کوئی حکم ایسا نہیں کہ جو فی نفسہ ناقابل برداشت ہو، باقی رہی تھوڑی بہت مشقت تو وہ دنیا کے ہر کام میں ہوتی ہے۔

لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ (الآیۃ) یعنی آپ محشر میں گواہی دیں گے کہ میں نے اللہ کے احکام اس امت کو پہنچادیئے تھے اور امت محمدیہ اس کا اقرار کرے گی مگر دوسرے انبیاء جب یہ کہیں گے تو ان کی امتیں مکر جائیں گی اس وقت امت محمدیہ شہادت دے گی کہ بے شک تمام انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو اللہ کے احکام پہنچادیئے تھے، دوسری امتوں کی طرف سے ان پر یہ جرح ہوگی، کہ ہمارے زمانہ میں تو تمہارا (یعنی امت محمدیہ) کا وجود بھی نہیں تھا تو یہ ہمارے معاملہ میں گواہ کیسے بن سکتے ہیں امت محمدیہ کی طرف سے ان کی جرح کا جواب یہ ہوگا کہ بے شک ہم موجود نہیں تھے مگر ہم نے یہ بات اپنے رسول محمد ﷺ سے سنی ہے جن کی صداقت میں کوئی شک و شبہ نہیں اس لئے ہم یہ گواہی دے سکتے ہیں تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی، یہ مضمون اس حدیث کا ہے جس کو بخاری وغیرہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (معارف)

سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ بِأَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ آيَةً وَفِيهَا

سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَثَمَانٌ أَوْ تِسْعَ عَشْرَةَ آيَةً.

سورہ مؤمنون مکی ہے، اور ایک سو اٹھارہ یا ایک سو انیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ قَدْ لَسْتُ خَفِيْقٍ أَفْلَحَ ۝ فَازَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ يُتَوَاضِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مِنَ الْكَلَامِ وَغَيْرِهِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝ مُؤَدُّونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِقُرُوبِهِمْ حَافِظُونَ ۝ عَنِ الْحَرَامِ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ أَى السَّرَارَىٰ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ أَى مِنَ الزَّوْجَاتِ وَالسَّرَارَىٰ كَالِاسْتِمْنَاءِ بِيَدِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعُدْوَنَ ۝ الْمُتَجَاوِزُونَ إِلَىٰ مَا لَا يَحِلُّ لَهُمْ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ جَمْعًا وَمُفْرَدًا وَعَهْدُهُمْ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللَّهِ مِنْ صَلَوةٍ وَغَيْرِهَا رَعُونَ ۝ حَافِظُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ جَمْعًا وَمُفْرَدًا يُحَافِظُونَ ۝ يُقِيمُونَهَا فِي أَوْقَاتِهَا أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ لَا غَيْرُهُمْ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُوَ جَنَّةٌ أَعْلَى الْجَنَانِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ فِى ذَلِكَ إِشَارَةٌ إِلَى الْمَعَادِ وَيُنَاسِبُهُ ذِكْرُ الْمَبْدِإِ بَعْدَهُ ۝ وَاللَّهُ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ آدَمَ مِنْ سُلَالَةٍ نَسَبِيٍّ مِنْ سُلَالَتِ الشَّيْءِ مِنَ الشَّيْءِ أَى اسْتَخْرَجْتَهُ مِنْهُ وَهُوَ خَلَاصَتُهُ مِنْ طِينٍ ۝ مُتَعَلِّقٌ بِسُلَالَةٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ أَى الْإِنْسَانَ نَسْلَ آدَمَ نَظْفَةً مَبْنِيًّا فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ۝ هُوَ الرَّحْمَ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً دَنَسًا جَابِدًا ۝ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً لَحْمَةً قَدَرًا مَا يُمَضَّعُ ۝ فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ۝ وَفِى قِرَاءَةِ عِظْمًا فِي الْمَوْضِعَيْنِ وَخَلَقْنَا فِي الْمَوَاضِعِ الثَّلَاثَةِ بِمَعْنَى صَيَّرْنَا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ بِنَفْخِ الرُّوحِ فِيهِ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ أَى الْمُقَدِّرِينَ وَمُمَيِّزُ أَحْسَنَ مَخْدُوفٍ لِلْعِلْمِ بِهِ أَى خَلَقًا ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تُبْعَثُونَ ۝ لِلْحِسَابِ وَالْجَزَاءِ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ۝ أَى سَمَوَاتٍ جَمْعُ طَرِيقَةٍ لِأَنَّهَا طُرُقُ الْمَلَائِكَةِ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ تَخْتَهَا غُفْلِينَ ۝ أَنْ تَسْقُطَ عَلَيْهِمْ فَتُهْلِكُهُمْ بَلْ نُسْكِنُهَا كَأَيِّ يُمَسِّكُ السَّمَاءُ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً يَقْدِرُ مِنْ كِفَايَتِهِمْ فَأَسْكَنَهُ فِي الْأَرْضِ ۝ وَأَنَا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَدْرُونَ ۝ فَيَمُوتُونَ مَعَ ذَوَاتِهِمْ عَطْشًا فَأَنشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّتٍ مِنْ نَجِيلٍ وَأَعْنَابٍ ۝ بِمَا أَكْثَرَ فَوَاكِهِ الْعَرَبِ لَكُمْ فِيهَا أَفْوَكَهٌ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ صَيِّفًا



وَشِتَاءٍ وَانْشَاءٍ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ جَبَلٍ بِكُسْرٍ السَّيْنِ وَفَتَحَهَا وَشَمْعَ الصَّرْفِ لِلْعَلَمِيَّةِ وَالتَّانِيثِ  
 لِنَبْتِغَةِ تَنْبَتٍ مِنَ الرَّبَاعِيِّ وَالثَّلَاثِيِّ بِالذَّهْنِ النَّبَاءُ زَائِدَةٌ عَلَى الْأَوَّلِ وَمُعَدِّيَّةٌ عَلَى الثَّانِي وَبَنَى شَجَرَةً  
 الزَّيْتُونِ وَصَبَّغَ لِلْأَكْلِيِّينَ ۝ غَطَفْتُ عَلَى الدُّبْنِ أَيْ إِذَا مَا يُضْبَعُ اللَّقْمَةُ بَغْمِيسَهَا فِيهِ وَبَوِ الزَّيْتِ وَإِنَّ لَكُمْ فِي  
 الْأَنْعَامِ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ لَعِبْرَةً عِظَةً تَعْتَبِرُونَ بِهَا تُسَفِّكُمُ بَفَتْحِ النُّونِ وَضَمِّهَا مِمَّا فِي بَطُونِهَا أَيْ اللَّيْنِ  
 وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ مِنَ الْأَصْوَابِ وَالْأَوْبَارِ وَالْأَشْعَارِ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَعَلَيْهَا أَيْ الْإِبِلِ وَعَلَى الْفَالِكِ  
 عِ ۝ أَيْ السُّفُنِ تَحْمِلُونَ ۝

**ترجمہ:** بلاشبہ وہ مومنین کامیاب ہوئے جو اپنی نمازوں میں تواضع اختیار کرنے والے ہیں، قَدْ تحقیق کے لئے ہے اور جو لغو باتوں وغیرہ سے اعراض کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور جو حرام سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں لیکن اپنی بیبیوں سے یا ان عورتوں سے جن کے وہ مالک ہیں یعنی باندیوں سے کیونکہ ان کے پاس آنے میں (جماع کرنے میں) ان پر کوئی الزام نہیں ہاں جو ان کے علاوہ یعنی بیبیوں اور باندیوں کے علاوہ مثلاً استمناء بالید کا طالب ہو تو ایسے لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں یعنی ایسی چیز کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں جو ان کے لئے حلال نہیں ہے اور جو اپنی امانتوں کی امانات جمع اور مفرد دونوں قراءتیں ہیں آپسی (معاملات) اور اپنے اور اللہ کے درمیان عہد و پیمان (مثلاً) نماز وغیرہ کی حفاظت کرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی صلوات جمع اور مفرد دونوں قراءتیں ہیں، ان کے اوقات میں پابندی کے ساتھ قائم کرنے والے ہیں ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں نہ کہ دوسرے جو فردوس کے وارث ہوں گے وہ اعلیٰ درجہ کی جنت ہے (اور) وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اس (آیت) میں معاد (انجام) کی جانب اشارہ ہے اس کے بعد مبداء کا ذکر مناسب ہے، قسم ہے ہماری ذات کی کہ ہم نے انسان آدم کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا اور سُلَالَةُ سَلَّتْ الشَّيْءَ مِنَ الشَّيْءِ سے ماخوذ ہے یعنی میں نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا اور وہ جوہر مٹی کا خلاصہ ہے، مِنَ الطِّينِ کا تعلق سُلَالَةُ سے ہے، پھر ہم نے انسان یعنی نسل آدم کو نطفہ منی سے بنایا جو کہ ایک محفوظ جگہ میں رہا وہ رحم ہے پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوٹھڑا (یعنی) بستہ خون بنایا، پھر ہم نے خون کے اس لوٹھڑے کو چبائے جانے کے لائق (چھوٹی) گوشت کی بوٹی بنادیا پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا، اور ایک قراءت میں دونوں جگہوں پر (عظام کے بجائے) عظم ہے، اور خَلَقْنَا تینوں جگہوں پر صَدْرُنَا کے معنی میں ہے پھر ہم نے اس کو اس میں روح پھونک کر ایک دوسری ہی مخلوق بنادیا سو کیسی شان ہے اللہ کی جو تمام صنائع سے بڑھ کر صالح ہے اور خالقین بمعنی مقدرین (اندازہ کرنے والا) ہے اور أَحْسَنَ کی تیز خلقاً اس کے معلوم (متعین) ہونے کی وجہ سے محذوف ہے پھر تم اس کے بعد بالیقین مرنے والے ہو پھر تم یقیناً اس کے بعد قیامت کے دن حساب اور جزاء کے لئے اٹھائے جانے والے ہو اور ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے طرائق بمعنی

آسمان ہے اور طرائق طریقة کی جمع ہے اس لئے کہ آسمان فرشتوں کے راستہ ہیں اور ہم آسمان کے نیچے مخلوق سے بے خبر نہ تھے کہ آسمان ان کے اوپر گر جائے پس وہ ہلاک ہو جائیں بلکہ ہم آسمانوں کو تھامے ہوئے ہیں جیسا کہ ایک آیت میں ہے يُمسكُ السَّمَاءُ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ اور ہم نے (مناسب) مقدار کے ساتھ بقدر کفایت آسمان (بادل) سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس (پانی) کو زمین پر ٹھہرا دیا اور ہم اس (پانی) کو معدوم کر دینے پر بھی قادر ہیں سوسب کے سب مع اپنے جانوروں کے پیاس سے مر جائیں پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے مذکورہ دونوں چیزیں عرب میں بکثرت پیدا ہونے والے میوے (پھل) ہیں ان میں سے تم کھاتے بھی ہو گرمی اور سردیوں میں اور ہم نے ایک درخت پیدا کیا جو سیناء پہاڑ میں پیدا ہوتا ہے سَيْنَاءُ سین کے کسرہ اور فتح دونوں کے ساتھ ہے اور غیر منصرف مانا گیا ہے علیت کی وجہ سے اور بقعہ کے معنی میں ہونے کی وجہ سے تانیث کے پائے جانے کے سبب سے جو اگتا ہے تیل لئے ہوئے تَنْبُثُ میں رباعی اور ثلاثی دونوں درست ہیں، پہلی (یعنی رباعی کی) صورت میں باز آمدہ ہے، اور دوسری (یعنی ثلاثی کی) صورت میں باتعدیہ کے لئے ہے اور وہ زیتون کا درخت ہے اور کھانے والوں کے لئے سالن لئے ہوئے اس کا عطف الدهن پر ہے یعنی سالن جو رنگ دیتا ہے لقمہ کو اس میں ڈبونے کی وجہ سے اور وہ تیل ہے اور تمہارے لئے موسیٰوں میں یعنی اونٹ گائے اور بکریوں میں عبرت ہے، یعنی نصیحت ہے کہ جن سے تم عبرت حاصل کر سکتے ہو، کہ ہم تم کو ان کے جوف کی چیز میں سے یعنی دودھ پینے کے لئے دیتے ہیں نَسْقِيكُمْ نون کے ضمہ اور فتح دونوں کے ساتھ ہے اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اِنْ اَنْزَلْنَاهُ سَالِماً کے بالوں سے اور گائے (وغیرہ) کے بالوں سے اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور اونٹوں پر اور کشتیوں پر (سوار ہو کر) کودے پھرتے ہو۔

### تَحْقِيقُ حَرْكِيكِ تَسْمِيْلٍ وَتَفْسِيْرِي فَوَائِدٍ

قَوْلُهُ؛ قَدْ تَحْقِيقُ کے لئے ہے یعنی قد جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اثبات پر دلالت کرتا ہے اسی وجہ سے ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے اور متوقع کو ثابت کر دیتا ہے مومنین چونکہ فضل خداوندی کے امیدوار تھے اس لئے ان کی بشارت کو قَدْ شروع فرمایا، اور چونکہ اس بشارت کا وقوع یقینی ہے اس لئے ماضی کے صیغہ سے تعبیر فرمایا۔

قَوْلُهُ؛ أَفْلَحَ فلاح لغت میں مقصد میں کامیابی اور کمروہات سے نجات کو کہتے ہیں (کمانی ابی سعود) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ فلاح بقاء فی الخیر کو کہتے ہیں۔

قَوْلُهُ؛ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ زکوٰۃ معنی مصدری یعنی زکوٰۃ ادا کرنے اور مال زکوٰۃ کو کہتے ہیں یہاں معنی مصدری مراد ہیں اس لئے کہ فاعل معنی حدثی کا ہوتا ہے نہ کہ محل فعل کا، یعنی وہ لوگ کامیاب ہوئے جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اب رہا یہ سوال کہ اداء زکوٰۃ کے سلسلہ میں معروف تعبیر مثلاً ايتَاءَ الزَّكَاةِ، يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ يَأْتُوا الزَّكَاةَ کو چھوڑ کر لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ کی تعبیر کیوں

اختیار فرمائی، جواب یہ ہے کہ للزکوة فاعلون بھی کلام عرب میں مستعمل ہے، امیہ بن ابی صلت نے کہا الْمُطْعَمُونَ الطَّعَامَ فِی السَّنَةِ اللَّزْمَةُ وَالْفَاعِلُونَ لِلزَّكَاةِ (روح البیان) دوسرا جواب یہ ہے کہ فواصل کی رعایت مقصود ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہاں عین زکوة بھی مراد ہو سکتی ہے مگر مضاف محذوف ماننا ہو گا ای وَالَّذِينَ هُمْ لِتَادِيَةِ الزَّكَاةِ فَاعِلُونَ۔

قَوْلُهُ: وَالَّذِينَ هُمْ لِقُرْوِهِمْ حَفِظُونَ اس آیت سے حرمت متعہ پر استدلال کیا ہے، أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْمَتْعَةِ فَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ قَالَ فَمَنْ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَهُوَ عَادٍ، وَرَوَى عَنْ ابْنِ أَبِي مَلِيكَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ الْمَتْعَةِ فَقَالَتْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمُ الْقُرْآنُ، ثُمَّ قَرَأَتِ الْآيَةَ قَالَتْ فَمَنْ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ غَيْرَ مَا زَوْجَهُ اللَّهُ أَوْ مَلَكَ يَمِينَهُ فَقَدْ عَدَا۔

قَوْلُهُ: اِی مِنْ اَزْوَاجِهِمْ اس میں اشارہ ہے کہ علی بمعنی من ہے۔

قَوْلُهُ: اَوْ مَا مَلَكَتْ مَا سے مراد باندیاں ہیں مَنْ کی بجائے مَا سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عورتیں ناقصات العقول ہوتی ہیں اور خاص طور پر جو مملوکہ بھی ہوں لہذا مشابہہ بالہائم ہونے کی وجہ سے مَا سے تعبیر فرمایا ہے مَا مَلَكَتْ اپنے عموم کی وجہ سے اگرچہ غلام اور باندی دونوں کو شامل ہے مگر یہاں صرف باندیاں ہی مراد ہیں اس لئے کہ مالکین کا اپنے غلام سے وطی کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے غیر ملومین میں اس طرف اشارہ ہے کہ اسی کو مقصد بنا لینا کوئی قابل ستائش بات نہیں ہے ہاں البتہ انسانی طبعی ضرورت کو پورا کرنے کی حد تک اجازت ہے۔

قَوْلُهُ: كَالِاسْتِمْنَاءِ بِالْبَيْدِ امام مالک رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْہُ اور شافعی رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْہُ نیز ابو حنیفہ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْہُ کے نزدیک استمناء بالید حرام ہے امام احمد بن حنبل رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْہُ نے فرمایا کہ تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے ① زنا میں مبتلا ہونے کے اندیشہ کے پیش نظر ② مہر ادا کرنے یا باندی خریدنے کی استطاعت نہ رکھنے کی صورت میں ③ یہ اپنے ہاتھ سے ہونہ کہ اجنبی یا اجبیہ کے ہاتھ سے۔ (حاشیہ جلالین)

قَوْلُهُ: سَرَادَى سُرِّيَّةَ کی جمع ہے بمعنی باندی، یہ سُرَّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی جماع یا اخفا کے ہیں اس لئے کہ بسا اوقات انسان باندی کے ساتھ ہم بستری اپنی آزاد بیوی سے مخفی رکھنا چاہتا ہے اسی لئے اس کو سُرَّیہ کہتے ہیں یا پھر سرور سے مشتق ہے جس کے معنی خوشی کے ہیں چونکہ مالک باندی سے خوش ہوتا ہے اس لئے اس کو سُرَّیہ کہتے ہیں۔

قَوْلُهُ: فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ یہ استثناء کی علامت ہے۔

قَوْلُهُ: اُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ لَا غَيْرَ هُمْ، لَا غَيْرَ هُمْ کا اضافہ جملہ معرفۃ الطرفین سے حصر مستفاد کو ظاہر کرنا ہے، جملہ جب معرفۃ الطرفین ہو جیسا کہ مذکورہ جملہ ہے تو اس سے حصر مستفاد ہوتا ہے، نیز طرفین کے درمیان ضمیر ہم یہ بھی حصر پر دلالت کرتی ہے، یہاں حصر سے حصر اضافی مراد ہے نہ کہ حقیقی، اس لئے کہ یہ بات ثابت ہے کہ مذکورہ اشخاص کے علاوہ مثلاً بچے اور مجانین

وغیرہ بھی جنت میں داخل ہوں گے اور اگر حصر حقیقی مراد ہو تو جنت الفردوس کے اعتبار سے ہوگا یعنی جنت الفردوس میں مذکورہ اشخاص ہی داخل ہوں گے گو دیگر جنتوں میں دیگر اشخاص بھی داخل ہوں گے۔

قَوْلُهُ: وَيُنَاسِبُهُ ذِكْرُ الْمَبْدَأِ بَعْدَهُ اس عبارت کے اضافہ کا مقصد اس آیت اور سابقہ آیت کے درمیان مناسبت ربط کو بیان کرنا ہے۔

قَوْلُهُ: وَاللَّهُ لَقَدْ خَلَقَنَا لَفْظِ اللَّهِ کو محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ واؤ قسمیہ ہے اور لفظ میں لام جواب قسم پر داخل ہے۔  
قَوْلُهُ: جَعَلْنَاهُ اَي الْاِنْسَانِ نَسْلَ آدَمَ، ہ ضمیر ماقبل میں مذکور انسان کی طرف راجع ہے مگر مراد نسل آدم ہے اور انسان سے جو کہ مرجع ہے، آدم مراد ہے غرضیکہ یہاں کلام میں صنعت استخدا م ہے، صنعت استخدا م اس کو کہتے ہیں کہ مرجع سے ایک معنی مراد ہوں اور مرجع کی طرف لوٹنے والی ضمیر سے دوسرے معنی مراد ہوں۔

قَوْلُهُ: وَاِنْسَانًا شَجَرَةً، انشانا محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ شجرۃ کا عطف جئات پر ہے۔  
قَوْلُهُ: اَحْسَنُ الْخَالِقِينَ اَي الْمَقْدَرِينَ، المقدرین کے اضافہ کا مقصد اس شبہ کو دور کرنا ہے کہ اسم تفصیل مشارکت کا تقاضہ کرتا ہے حالانکہ خدا کے سوا کوئی خالق نہیں ہے تو جواب دیا کہ خلق سے مراد تقدیر و تصویر ہے نہ کہ ایجاد و تخلیق لہذا اب کوئی اعتراض نہیں۔

قَوْلُهُ: لِلْعِلْمِ بِہ چونکہ لفظ خالقین خلقا پر دلالت کرتا ہے لہذا اس قرینہ کی وجہ سے تمیز کو حذف کر دیا۔  
قَوْلُهُ: فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقُ فَوْق سے مراد مطلقاً علو ہے نہ کہ انسانوں کے سروں کے اوپر اس لئے کہ جس وقت آسمانوں کو پیدا کیا گیا تھا اس وقت انسان موجود نہیں تھا تو پھر فوقکم کہنا کس طرح درست ہے، معلوم ہوا فوقکم سے مطلقاً علو مراد ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحِ

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ لفظ فلاح قرآن و سنت میں بکثرت استعمال ہوا ہے اذان و اقامت میں بھی پانچوں وقت مسلمانوں کو صلاح و فلاح کی طرف دعوت دی جاتی ہے، فلاح کے معنی یہ ہیں کہ ہر مراد حاصل ہو اور ہر تکلیف دور ہو، اور یہ ظاہر ہے کہ مکمل فلاح کہ ایک مراد بھی ایسی نہ رہے کہ جو پوری نہ ہو اور ایک بھی تکلیف ایسی نہ ہو کہ دور نہ ہو یہ دنیا میں کسی بڑے سے بڑے انسان کے بس میں نہیں چاہے دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ وقت اقلیم کا مالک ہی کیوں نہ ہو، یا بڑے سے بڑا رسول اور پیغمبر ہی کیوں نہ ہو اس دنیا میں یہ ممکن نہیں کہ کوئی چیز خلاف طبع پیش نہ آئے اور ہر خواہش ہر وقت پوری ہو جائے، یہ متاع گراں مایہ تو ایک دوسرے عالم یعنی آخرت ہی میں جنت میں مل سکتی ہے، البتہ اکثری حالات کے اعتبار سے فلاح دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرما سکتے ہیں، آیات مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے کا وعدہ ان مؤمنین سے کیا ہے جن میں وہ سات صفات موجود ہوں جن کا ذکر ان آیات کے اندر آیا ہے۔

## فلاح کے لئے مؤمن کامل کے سات اوصاف:

### پہلا وصف:

سب سے پہلا وصف تو مؤمن ہونا ہے، ایمان کے اصل الاصول اور بنیادی اصول ہونے کی وجہ سے الگ ذکر فرمایا ہے (پہلا وصف) نماز میں خشوع و خضوع ہے، خشوع کے لغوی معنی قلب و جوارح میں سکون کا ہونا یعنی دل اللہ کی طرف مائل اور اعضاء بدن میں سکون ہو عبث اور فضول حرکتیں نہ کرے، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نماز کے وقت اپنے بندے کی طرف برابر متوجہ رہتا ہے جب تک وہ دوسری طرف التفات نہ کرے جب بندہ دوسری طرف التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے رخ پھیر لیتے ہیں (رواہ احمد والنسائی وغیرہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں اپنی ڈاڑھی سے کھیل رہا ہے تو آپ نے فرمایا لو خشع قلبُ هذا لخشعت جوارحہ (رواہ حاکم والترمذی بسند ضعیف) یعنی اگر اس شخص کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی سکون ہوتا۔

(مظہری)

### نماز میں خشوع کا درجہ:

امام غزالی و قرطبی اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک نماز میں خشوع فرض ہے اگر پوری نماز بغیر خشوع کے گذر جائے تو نماز ادا ہی نہ ہوگی، دیگر بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خشوع نماز کی روح ہے اس کے بغیر نماز بے جان ہوتی ہے مگر رکن کی حیثیت سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ خشوع کے بغیر نماز ہی درست نہ ہوگی، اس کا اعادہ ضروری ہوگا، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خشوع صحت صلوٰۃ کے لئے موقوف علیہ نہیں ہے ہاں البتہ قبولیت صلوٰۃ کے لئے موقوف علیہ ہو سکتا ہے۔

### دوسرا وصف:

لغو سے پرہیز کرنا ہے، لغو کے معنی فضول کلام یا فضول کام کے ہیں یعنی جس میں کوئی فائدہ نہ ہو لغو کا اعلیٰ درجہ یعنی معصیت اور گناہ سے اجتناب لازم ہے، اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ نہ مفید ہو اور نہ مضر، اس کا ترک کم از کم اولیٰ اور موجب مدح ہے، آپ ﷺ نے فرمایا من حسن اسلام المرأة ان لا یعنیه یعنی انسان کا اسلام جب اچھا ہوتا ہے جب وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔

## تیسرا وصف زکوٰۃ:

زکوٰۃ کے معنی لغت میں پاک کرنے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں مال کا ایک مخصوص حصہ کچھ شرائط کے ساتھ صدقہ کرنا ہے، اور قرآن کریم میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے، اس آیت میں یہ معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں، اس پر یہ شبہ کہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے، اس کا جواب ابن کثیر اور دیگر مفسرین وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ اصولی طور پر زکوٰۃ کی فرضیت مکہ ہی میں ہو چکی تھی، سورہ منزل جو بالاتفاق مکی ہے اس میں اَقِمْوُا الصَّلٰوةَ کے ساتھ اَتُوا الزَّكٰوةَ کا ذکر موجود ہے، مگر اس کے نصاب کی تفصیلات اور سرکاری طور پر اس کے وصول کرنے کا نظام ہجرت کے بعد ہوا ہے، بعض حضرات نے یہاں زکوٰۃ کے لغوی معنی مراد لئے ہیں یعنی تزکیہ نفس اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں زکوٰۃ سے اصطلاحی معنی مراد لئے گئے ہیں وہاں اِيتَاءُ الزَّكٰوةِ، يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ، وَاَتُوا الزَّكٰوةَ کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے یہاں عنوان بدل کر لِلزَّكٰوةِ فَاَعْلَمُونَ کی تعبیر اختیار فرمائی ہے، یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں زکوٰۃ کے اصطلاحی معنی مراد نہیں ہیں اگر یہاں زکوٰۃ کے اصطلاحی معنی مراد لئے جائیں تو بغیر تاویل کے نہیں ہو سکتا لہذا یہاں تزکیہ نفس ہی مراد ہوگا یعنی اپنے نفس کو رذائل سے پاک صاف کرنا تو وہ بھی فرض ہی ہے کیونکہ شرک، ریاء، تکبر، حسد، بغض وغیرہ رذائل سے نفس کو پاک کرنا تزکیہ کہلاتا ہے۔

## چوتھا وصف:

شرمگاہ کی حفاظت حرام ہے، وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ اِلَّا عَلَىٰ اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ یعنی وہ لوگ جو اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے علاوہ سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی ناجائز شہوت رانی نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کے لئے بھی فلاح کی ضمانت ہے فانہم غیر مملومین اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس ضرورت کو ضرورت کے درجہ میں رکھنا چاہئے، مقصد زندگی نہیں بنانا چاہئے ایسا کرنے والا قابل ملامت نہیں۔

فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُونَ یعنی منکوحہ بیوی یا شرعی باندی سے شرعی قاعدے سے قضاء شہوت کرنے کے علاوہ کوئی صورت حلال نہیں ہے اس میں زنا بھی داخل ہے اور جو عورت اس پر شرعاً حرام ہے اس سے نکاح بھی بجکم زنا ہے، اسی طرح متعہ نیز اپنی بیوی سے حالت حیض و نفاس میں یا غیر فطری طور پر جماع کرنا بھی اس میں داخل ہے یعنی کسی مرد یا جانور سے شہوت پوری کرنا بھی اور جمہور کے نزدیک استمناء بالید بھی۔ (بیان القرآن، قرطبی بحوالہ معارف)

## پانچواں وصف:

امانت کا حق ادا کرنا وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ اَمَانَتٌ کے لغوی معنی ہر اس چیز کو شامل ہیں جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو اور اس پر اعتماد و بھروسہ کیا گیا ہو اس کی قسمیں چونکہ بے شمار ہیں اسی لئے مصدر ہونے کے باوجود صیغہ جمع کے ساتھ لایا

گیا ہے تاکہ امانت کی تمام قسموں کو شامل ہو جائے خواہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے حقوق اللہ سے متعلق تمام فرائض و واجبات کا ادا کرنا اور تمام محرمات و مکروہات سے اجتناب کرنا اور حقوق العباد سے متعلق امانات میں مالی امانت تو مشہور و معروف ہے ہی، اس کے علاوہ کسی نے کوئی راز کی بات کسی سے کہی اور ظاہر کرنے سے منع کر دیا یہ بھی امانت ہے بغیر شرعی اذن کے کسی کار از ظاہر کرنا امانت میں خیانت ہے، اسی طرح مزدور و ملازم کو جو کام سونپا گیا ہے اس کے لئے جتنا وقت صرف کرنا طے کیا گیا ہے اس کو اس کام میں لگانا بھی امانت ہے، کام کی چوری یا وقت کی چوری خیانت ہے۔

### چھٹا وصف:

وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ عہد پورا کرنا، ایک عہد تو وہ ہوتا ہے جو طرفین سے ہوتا ہے اس کو عرف میں معاہدہ کہتے ہیں اس کو پورا کرنا فرض اور اس کے خلاف کرنا غدر اور دھوکا ہے، دوسرا وہ جس کو وعدہ کہتے ہیں مثلاً کسی کو کچھ دینے یا کسی کام کے کرنے کا وعدہ کر لے اس کا پورا کرنا بھی شرعاً لازم ہے، حدیث شریف میں ہے الْعِدَّةُ دَیْنٌ یعنی وعدہ ایک قسم کا قرض ہے، جس طرح قرض کی ادائیگی واجب ہے وعدہ پورا کرنا بھی واجب ہے بلا عذر شرعی اس کا خلاف کرنا گناہ ہے فرق دونوں میں یہ ہے کہ معاہدہ کو پورا کرانے کے لئے فریق ثانی کو بذریعہ عدالت بھی مجبور کر سکتا ہے یک طرفہ وعدہ کو پورا کرنے کے لئے بذریعہ عدالت مجبور نہیں کر سکتا، دیائے اس کا بھی پورا کرنا لازم ہے۔ (معارف)

### ساتواں وصف:

نماز کو وقت پر آداب و حقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرنا، دنیوی معاملات میں پڑ کر عبادت الہی سے غافل نہ ہونا، یہ ہیں مومنین مصلحین کی سات صفات، یہ بات قابل غور ہے کہ ان سات اوصاف کو شروع بھی نماز سے فرمایا اور ختم بھی نماز پر کیا گیا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نماز خدا تعالیٰ کے نزدیک کس قدر اہم ہے اگر نماز کو پابندی اور آداب کی رعایت کے ساتھ پڑھا جائے تو باقی اوصاف اس میں خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔

اولئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ اوصاف مذکورہ کے حاملین کو اس آیت میں جنت الفردوس کا وارث فرمایا گیا ہے لفظ وارث میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح مورث کا مال اس کے وارث کو پہنچنا ضروری ہے اسی طرح ان اوصاف کے حاملین کا جنت میں داخل ہونا یقینی و ضروری ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ اللہ تعالیٰ نے عبادت کی ترغیب اور عبادت پر جنت الفردوس کے وعدہ کے بعد مبداء کو بیان فرمایا سابقہ آیت میں معاد کا ذکر فرمایا تھا مبداء اور معاد میں مناسبت ظاہر ہے۔

قَوْلُهُمْ: وَلَقَدْ، لَقَدْ قسم محذوف کا جواب ہے اِی وَاللّٰہُ لَقَدْ.

قَوْلُهُمْ: سُلَالَةٍ، بمعنی خلاصہ، جوہر۔

قَوْلًا: طین گیلی مٹی، مطلب یہ ہے کہ زمین کے خاص اجزاء نکال کر اس سے انسان کو پیدا کیا گیا، انسان کی تخلیق کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی ابتداء اس مٹی کے خلاصہ سے ہوئی اس لئے ابتدائی تخلیق کو مٹی کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس کے بعد ایک انسان کا نطفہ دوسرے انسان کی تخلیق کا سبب بنا، اگلی آیت ثم جعلناه نطفة میں اسی کا بیان ہے۔

## تخلیق انسانی کے سات مدارج:

آیات مذکورہ میں تخلیق انسانی کے سات مدارج ذکر کئے گئے ہیں سب سے پہلے سُلَّةٌ مِّنْ طِینٍ دوسرے دور میں نطفة تیسرے دور میں علقۃ چوتھے دور میں مضغۃ پانچویں دور میں عظام یعنی ہڈیاں چھٹے دور میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانا۔

## ساتواں دور: تخلیق کا ہے یعنی روح پھونکنے کا:

ثم انشأناه خلقًا آخر بنفخ الروح..... خلقًا آخر کی تفسیر حضرت ابن عباس، مجاہد، شعبی، عکرمہ، ضحاک، ابوالعالیہ وغیرہ نے نفخ روح سے فرمائی ہے، اس روح سے روح حیوانی مراد ہے، روح حیوانی جسم لطیف مادی شئی ہے جو جسم انسانی کے ہر ہر جز میں سمایا ہوا ہوتا ہے، اطباء اور فلاسفہ اسی کو روح کہتے ہیں اس کی تخلیق بھی تمام اعضاء انسانی کی تخلیق کے بعد ہوتی ہے، اس لئے اس کو لفظ ثم سے تعبیر کیا گیا ہے، اور روح حقیقی جس کا تعلق عالم ارواح سے ہے جس کو قرآنی اصطلاح میں امر رب کہا گیا ہے وہیں سے لا کر اس روح حیوانی کے ساتھ اس کا کوئی رابطہ حق تعالیٰ اپنی قدرت سے پیدا فرمادیتے ہیں، جس کی حقیقت کا پہچانا انسان کے بس کی بات نہیں ہے، اس روح حقیقی کی تخلیق تو تمام انسانوں کی تخلیق سے بہت پہلے ہے، انہیں ارواح کو حق تعالیٰ نے ازل میں جمع کر کے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ فرمایا اور سب نے بلی کے لفظ سے ربوبیت کا اقرار کیا، البتہ اس کا تعلق جسم انسانی کے ساتھ تخلیق اعضاء انسانی کے بعد ہوتا ہے اس جگہ اگر نفخ روح سے یہ مراد لیا جائے کہ روح حیوانی کے ساتھ روح حقیقی کا تعلق اس وقت قائم فرمایا گیا تو یہ بھی ممکن ہے اور درحقیقت حیات انسان اسی روح حقیقی سے متعلق ہے جب یہ تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو روح حیوانی بھی اپنا کام چھوڑ دیتی ہے اسی کو موت کہا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ أَطِيعُوهُ وَوَحِّدُوهُ مَا لَكُمْ مِّنَ الْغَيْرِ وَهُوَ اسْمُ مَا وَمَا قَبْلَهُ الْخَيْرُ  
وَمِنْ زَائِدَةٍ أَفَلَا تَتَّقُونَ تَخَافُونَ عُقُوبَتَهُ بَعِيدَاتِكُمْ غَيْرُهُ فَقَالَ الْمَلَكُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَا تَبِاعِهِمْ  
مَا هَذَا إِلَّا بُشْرَاكُمْ يَرْيدُ أَنْ يَفْضَلَ عَلَيْكُمْ بَانَ يَكُونُ مَتَّبِعًا وَأَنْتُمْ أَتْبَاعُهُ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ لَا يُعْبَدَ غَيْرُهُ  
لَأَنْزَلَ مَلَكُهُ بِذَلِكَ لَا بُشْرًا مَّا سَمِعْنَا بِهَذَا الَّذِي دَعَا إِلَيْهِ نُوحٌ مِنَ التَّوْحِيدِ فِي آيَاتِنَا الْأَوَّلِينَ ٥ اِى الْأَسْمِ  
الْمَاضِيَةِ إِنَّهُ هُوَ مَا نُوحِ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جَنَّةٌ حَالَةٌ جُنُونَ فَتَرَبَّصُوا بِهِ إِنْ تَنْظُرُوهُ حَتَّىٰ حِينٍ ٦ إِلَىٰ زَمَنِ مَوْتِهِ قَالَ



نوح رَبِّ انصُرْنِي عَلَيْهِمْ بِمَا كَذَّبُونِ ۝ اِی بَسَبَب تَكْذِیْبِهِمْ اِیْاِیْ بَانَ تُهْلِكُهُمْ قَالَ تَعَالٰی مُجِیْبًا دُعَاۡهُ فَاوْحٰیۡنَاۤ اِلَیْهِ اَنْ اَصْنَعْ الْفُلْكَ السَّفِیْنَةَ بِاَعْمٰیۡنَا بِمَرَاۤیْۡۤنَا وَحِفْظِنَا وَوَحٰیۡنَاۤ اَمْرًاۤ اِنَّاۤ اِبْهَلَاۤ كِهِمْ وَفَارَ التَّنْوٰرُۚ لِحَبّٰزِ الْمَآءِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَآمَةً لِّنُوحٍ فَاسْلُكْ فِیْهَا اِیْ اَدْخِلْ فِی السَّفِیْنَةِ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭیْنٍ ذَكَرٍ وَاُنْثٰی اِیْ مِنْ كُلِّ اَنْوَاعٍۭمَا اَتْنِیْنِ ذَكَرًا وَاُنْثٰی وَهُوَ مَفْعُوْلٌ وَبِیْنِ مُتَعَلِّقٍ بِاسْلُكْ وَفِی الْقِصَّةِ اِنَّ اللّٰهَ حَسْبِرَ لِنُوحٍ السِّبَآعَ وَالطَّیْرَ وَغَیْرَهُمَا فَجَعَلَ یَضْرِبُ بِیَدِیْهِ فِیْ كُلِّ نَوْعٍ فِیَقْعُ یَدُهُ الِیْمْنٰی عَلٰی الذَّكَرِ وَالِیْسْرٰی عَلٰی الْاُنْثٰی فِیَحْمِلُهُمَا فِی السَّفِیْنَةِ وَفِی قِرَآءَةِ كُلِّ التَّنْوِیْنِ فَرْوَجِیْنِ مَفْعُوْلٌ وَاَتْنِیْنِ تَاكِیْدٌ لِّهٖ وَاهْلَاكَ اِیْ زَوْجَتَهُ وَاَوْلَادَهُ الْاَمِنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ بِالْاِبْهَالِ وَهُوَ زَوْجَتُهُ وَوَلَدُهُ كُنْعَانُ بِخِلَافِ سَامَ وَحَامَ وَیَافِیْ فَحَمَلَهُمْ وَزَوْجَاتِهِمْ ثَلَاثَةً وَفِی سُورَةِ هُوْدٍ وَسِنْ اَمِنْ وَمَا اَمِنْ مَعَهُ اِلَّا قَلِیْلٌ قِیْلُ كَانُوْا سِتَّةَ رِجَالٍ وَنِسَاؤُهُمْ وَقِیْلُ جَمِیْعٌ مِّنْ كَانَ فِی السَّفِیْنَةِ ثَمَانِیَّةٌ وَسَبْعُوْنَ یُصْفُهُمْ رِجَالٌ وَنِصْفُهُمْ نِسَاءٌ وَلَا تَخْطُبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِیْ كَفَرُوْا بِتَرْكِ اِبْهَالِ كِهِمْ اَلَهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ فَاِذَا اسْتَوٰیۡتَ اِغْتَدَلْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَی الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجَّسَنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ ۝ الْكَافِرِیْنَ وَاِبْهَالِ كِهِمْ وَقُلْ عِنْدَ نَزْوِلِكَ مِنَ الْفُلْكِ رَبِّۤ اَنْزَلْنِیْۤ اَنْزِلًاۤ بِضَمِّهِ الْمِیْمِ وَفَتْحِ الرَّآیْ مَصْدَرٌ اَوْ اِسْمٌ مَّكَانٌ وَیَفْتَحُ الْمِیْمِ وَكَسْرِ الرَّآیِ مَكَانُ النُّزُوْلِ مُبَرَّكًا ذٰلِكَ الْاَنْزَالُ اَوْ الْمَكَانُ وَاَنْتَ خَیْرُ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ مَا ذَكَرَ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ الْمَذْكُوْرِ مِنْ اَمْرِ نُوحٍ وَالسَّفِیْنَةِ وَاِبْهَالِ الْكَفَارِ لَاۤیٰتٍ دَلٰلَاتٌ عَلٰی قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَلَآنْ مُّخَفَّفَةٌ مِّنَ الثَّقِیْلَةِ وَاِسْمُهَا ضَمِیْرُ الشَّانِ كُنَّا الْمُبْتَلِیْنَ ۝ مُخْتَبِرِیْنَ قَوْمَ نُوْحٍ بِاَرْسَالِهِ اِلَیْهِمْ وَوَعْظِهِ ثُمَّ اَنْشَأْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرْنَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ۝ لَهُمْ عَاذٌ فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًاۤ مِنْهُمْۤ هُوْدًا اِنْ اِیْۤ اَبَانَ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهُۥ فَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ عِقَابُهُۥ فَنُؤْمِنُوْنَ .

**ترجمہ:** قسم ہے ہماری عزت و جلال کی کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تو انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ ہی کی بندگی کیا کرو یعنی اسی کی اطاعت کیا کرو اور اس کی توحید کا عقیدہ رکھو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود بنانے کے لائق نہیں (الہ) ما کا اسم ہے اور اس کا ماقبل (لکم) ما کی خبر ہے اور مِّن زائدہ ہے، تو پھر کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ یعنی اس کے غیر کی عبادت کرنے کی صورت میں کیا تم اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں ہو؟ تو ان کی قوم کے کافر سرداروں نے اپنے ماتحتوں سے کہا یہ شخص بجز اس کے کہ تمہارے ہی جیسا (معمولی) انسان ہے اور کچھ نہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ تم پر فضیلت فوقیت حاصل کرے اس طریقہ پر کہ وہ تمہارا حاکم اور تم اس کے محکوم ہو جاؤ اور اگر اللہ کو یہ منظور ہوتا کہ اس کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کی جائے تو اس حکم کو لیکر کسی فرشتہ کو بھیجتا نہ کہ انسان کو، ہم نے یہ بات یعنی توحید جس کی طرف نوح دعوت دے رہے ہیں اپنے پہلے بڑوں یعنی گذشتہ امتوں سے نہیں سنی، پس یہ نوح ایک شخص ہے کہ جس کو جنون ہو گیا ہے یعنی جنون

کی کیفیت لاحق ہوگئی ہے، تو ایک خاص وقت یعنی موت تک اس کا انتظار کرلو، نوح علیہ السلام نے عرض کیا (دعا کی) اے میرے پروردگار آپ ان کے مقابلہ میں ان کو ہلاک کر کے میری نصرت فرمائیے، اس وجہ سے کہ انہوں نے میری تکذیب کی، حق تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے فرمایا پس ہم نے نوح علیہ السلام کو حکم بھیجا کہ تم ہماری نگرانی اور حفاظت میں اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ پھر جس وقت ان کی ہلاکت کے لئے ہمارا حکم آجائے اور ان پڑ کے تنور سے پانی اٹھنے لگے اور یہ نوح علیہ السلام کے لئے کشتی پر سوار ہونے کے لئے علامت تھی، تو اس کشتی میں ہر قسم میں سے زرمادہ کا ایک جوڑا یعنی ہر نوع میں سے دو دوند کر اور مؤنث رکھ لینا، اور اثنین (فَاسْلُكْ) کا مفعول بہ ہے، اور من کُلِّ، اسلک سے متعلق ہے، اور واقعہ میں اس طرح مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے لئے درندوں اور پرندوں وغیرہما کو جمع فرمادیا، تو حضرت نوح علیہ السلام ہر نوع میں اپنے دونوں ہاتھ ڈالتے تھے تو آپ کا داہنا ہاتھ زپر اور بائیں ہاتھ مادہ پر پڑتا تھا تو آپ ان کو کشتی میں سوار کر دیتے تھے، ایک قراءت میں کُلِّ توین کے ساتھ ہے اس صورت میں زو جین مفعول ہوگا اور اثنین اس کی تاکید ہوگی اور اپنے اہل کو یعنی اپنی (مومنہ) بیوی اور اولاد کو سوار کرلو بجز اس کے کہ جس پر ان میں سے ہلاکت کا حکم نافذ ہو چکا ہے، اور وہ نوح علیہ السلام کی (کافرہ) بیوی اور ان کا (کافر) لڑکا کنعان ہے، بخلاف سام، حام، اور یافث کے چنانچہ ان کو اور ان کی بیویوں کو سوار کر لیا، اور سورہ ہود میں ہے وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور ان کے ساتھ بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے، کہا گیا ہے چھ مرد اور ان کی بیویاں تھیں اور (یہ بھی) کہا گیا ہے کہ ان تمام کی تعداد جو کشتی میں تھے اٹھتر (۸۷) تھے ان میں سے آدھے مرد اور آدھی عورتیں تھیں، اور تم مجھ سے کافروں کی ترک ہلاکت (یعنی نجات) کے بارے میں کچھ گفتگو نہ کرنا وہ یقیناً غرق کئے جائیں گے پھر جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی پر باطمینان سوار ہو جاؤ تو یوں کہنا کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو ظالم یعنی کافر قوم سے نجات دی اور ان کو ہلاک کر کے ہم کو نجات دی (ای فسلم نُهَلِّك مَعَهُمْ) اور کشتی سے اترتے وقت یوں دعا کرنا رَبِّ اُنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُّيمٍ کے ضمہ اور زاء کے فتح کے ساتھ مُنْزَلًا مصدر ہے یا اسم مکان ہے اور میم کے فتح اور زاء کے کسرہ کے ساتھ (مَنْزِلًا) بمعنی اترنے کی جگہ..... اے میرے پروردگار! آپ مجھے اتاریئے بابرکت اتارنا، برکت کی جگہ اتارنا، دوسری قراءت میں بھی یہی دونوں ترجمے ہوں گے، پہلی قراءت میں تقدیر عبارت یہ ہوگی رَبِّ اُنْزِلْنِي اِنْزَالًا مُّبَارَكًا دوسری قراءت میں تقدیر عبارت یہ ہوگی رَبِّ اُنْزِلْنِي نَزَلًا مُّبَارَكًا یا (نَزُولًا مُّبَارَكًا) صرف فرق یہ ہوگا کہ دوسری قراءت میں اُنْزِلْنِي (افعال) سے ہے اور (مصدر) نَزَلًا یا نَزُولًا ثلاثی مجرد سے جیسا کہ اَنْبَتَ اللّٰهُ نَبَاتًا میں ہے مگر مفسر علام کی عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ پہلی صورت میں مصدر اور اسم مکان دونوں کا احتمال ہے اور دوسری صورت میں صرف مصدر کا احتمال ہے حالانکہ دونوں قراءتوں میں دونوں احتمال ہیں، مُّبَارَكًا اسم واحد مذکر غائب، بذا برکت والا، ذَلِكَ الْاِنْزَالُ اَوِ الْمَكَانُ مفسر علام نے ذلک کے ذریعہ مُّبَارَكًا کے اندر ضمیر مستتر کا مرجع ظاہر فرمایا ہے اور منزل آ میں چونکہ دو احتمال ہیں اس لئے الْاِنْزَالُ اَوِ الْمَكَانُ کہہ کر دونوں

احتمالوں کی طرف اشارہ کر دیا، اور آپ مذکورہ دونوں صورتوں میں (یعنی خواہ معنی مصدری کی صورت میں ہو یا اسم مکان کے معنی میں) بہترین نازل کرنے والے ہیں (ضیافت کرنے والے ہیں) بلاشبہ اس امر مذکور میں جو کہ نوح اور کشتی اور کافروں کو ہلاک کرنے کا معاملہ ہے خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں وَأَنَّ يَهْ خَفَفَهُ عَنِ الْمَثْقَلَةِ ہے اور اس کا اسم ضمیر شان محذوف اور لام، نافیہ اور مخففہ کے درمیان فارقہ ہے اور ہم قوم نوح کو، نوح ﷺ کو ان کی طرف بھیج کر اور اس کی نصیحت کے ذریعہ آزمانے والے ہیں پھر ہم نے (قوم نوح) کے بعد ایک دوسری قوم کو وہ عاد ہے پیدا کیا پھر ہم نے ان میں ایک رسول بھیجا جو ان ہی میں سے تھے یعنی ہود ﷺ (اس پیغمبر نے کہا) کہ تم اللہ ہی کی بندگی کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ کہ ایمان لے آؤ۔

## تحقیق و ترکیب و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا (الآیہ) اللہ تعالیٰ یہاں سے پانچ قصوں کا بیان شروع فرما رہے ہیں، حضرت آدم ﷺ کا قصہ اختصاراً اوپر گزر چکا ہے اس میں کل چھ قصے ہیں ان قصوں کے بیان کرنے کا مقصد امت محمدیہ ﷺ کو سابقہ امتوں کے واقعات کی خبر دینا ہے تاکہ پسندیدہ خصائل میں ان کی اقتداء کریں اور خصائل مذمومہ سے اجتناب کریں نیز ان قصوں میں آپ ﷺ کو تسلی بھی ہے کہ جو حالات آپ کے ساتھ آپ کی قوم کی طرف سے پیش آرہے ہیں ویسے حالات سابقہ نبیوں کے ساتھ بھی ان کی امتوں کی جانب سے پیش آچکے ہیں، آپ کو ان حالات و واقعات سے رنجیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ پانچ قصے جن کو یہاں بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہیں ① قصہ نوح ② قصہ ہود ③ قصہ قرون الآخرین ④ قصہ موسیٰ و ہارون ⑤ قصہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کا، نوح یہ لقب ہے آپ کا نام عبد الغفار یا عبد اللہ ہے اور بعض حضرات نے یشکر بھی بتایا ہے، آپ ایک ہزار پچاس سال بقید حیات رہے، چالیس سال کی عمر میں آپ کو منصب نبوت سے سرفراز کیا گیا اور ساڑھے نو سو سال آپ نے دعوت و تبلیغ کے فرائض انجام دیئے اور طوفان کے بعد آپ ساٹھ سال بقید حیات رہے اس حساب سے ایک ہزار پچاس سال ہوتے ہیں۔

قَوْلُهُ: مَا لَكُمْ مِنَ الْإِلَهِ غَيْرِهِ یہ جملہ ماقبل کے لئے بمنزلہ علت ہے۔

قَوْلُهُ: هُوَ اسْمُ مَا مفسر علام یہاں سے مَا لَكُمْ مِنَ الْإِلَهِ غَيْرِهِ کی ترکیب فرما رہے ہیں إِلَہ کا اسم مؤخر ہے اور لکم کائنات کے متعلق ہو کر مآ کی خبر ہے، غَيْرُهُ پر رفع بھی درست ہے اس وقت إِلَہ کے محل کے تابع ہوگا، اور جر بھی جائز ہے اس وقت إِلَہ کے لفظ کے تابع ہوگا مفسر کے قول ماقبل سے لکم جار مجرور مراد ہے مگر جمہور کے نزدیک یہ ترکیب ضعیف ہے ما چونکہ عامل ضعیف ہے اس لئے کہ اس کے اسم و خبر کی ترتیب بدلنے کی صورت میں ما عمل نہیں کرتا، لہذا مناسب یہ تھا کہ إِلَہ کو مبتداء مؤخر اور لکم کو خبر مقدم قرار دیا جائے۔

**قَوْلًا**؛ اَنْ لَا يُعْبَدَ غَيْرُهُ اس عبارت کو محذوف ماننے کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ مشیئۃ کا مفعول محذوف ہے۔

**قَوْلًا**؛ بِذَلِكَ لَا بَشَرٌ، بذلک کا تعلق اَنْزَلَ کے ساتھ ہے، اور ذَلِکَ کا مشاۓ الیہ (ان لا یعبد غیرہ) یعنی غیر اللہ کی عبادت نہ کرنے کا حکم ہے۔

**قَوْلًا**؛ اَنْ اصْنَعُ الْفَلَکَ میں اُن تفسیر یہ ہے اس لئے کہ اس کے ماقبل او حینا ہے جو قول کے معنی پر مشتمل ہے۔

**قَوْلًا**؛ بِاَعْيُنِنَا یہ اصنع کی خبر سے حال ہے اور اَعْيُنٌ کو جمع لانا مبالغہ کے طور پر ہے۔

**قَوْلًا**؛ بِمَرَاۤیِ مَنَا وَحِفْظُنَا کا اضافہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آیت میں مجاز مرسل ہے، اس لئے کہ نظروں سے دیکھنے کے لئے حفاظت لازم ہے لہذا ملزوم بول کر لازم مراد لیا گیا ہے۔

**قَوْلًا**؛ وَفَارَ التَّنۡوۡرُ یہ جاء امرنا کا عطف بیان ہے، اور تنور میں سے پانی کا ابلنا عذاب کے لئے علامت کے طور پر تھا، اس لئے کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت نوح کو علامت کے طور پر بتا دیا گیا کہ جب تنور سے پانی ابلنے لگے تو سمجھ لینا کہ اب عذاب کا وقت قریب آگیا ہے۔

**قَوْلًا**؛ زَوْجَتُهُ زوجہ اور اولاد سے زوجہ مومنہ اور اولاد مومن مراد ہے، حضرت نوح علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں ایک مومنہ جس کو کشتی میں ساتھ لے لیا تھا اور کافرہ اپنے کافر بیٹے کنعان کے ساتھ کشتی میں سوار نہیں ہوئی، حضرت نوح علیہ السلام کی کافرہ بیوی کا نام واغلہ تھا، آپ کے چار صاحبزادے تھے ایک کافر تھا جس کا نام کنعان وہ کشتی میں سوار نہیں ہوا، باقی تین صاحبزادے جو مومن تھے ان کے نام سام، حام، یافث تھے، سام ابوالعرب ہیں، اور حام ابوالسودان ہیں، اور یافث ابوالترک ہیں۔

**قَوْلًا**؛ فَقُلْ الْحَمْدُ لِلّٰہِ یہ اذا کا جواب ہے، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فقل کے بجائے فقولوا فرماتے تاکہ اترتے وقت سب لوگ دعا میں شریک ہو جاتے، مگر چونکہ آپ کی دعا سب کی دعا کے قائم مقام تھی اس لئے صرف آپ کو حکم کیا گیا ہے۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحُ

وَفَارَ التَّنۡوۡرُ تنور مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے، جس میں روٹی پکائی جاتی ہے اس کو بھی تنور کہا جاتا ہے اور تنور پوری زمین کے لئے بھی بولا جاتا ہے، اور بعض حضرات نے ایک خاص تنور مراد لیا ہے جو کہ کوفہ کی مسجد میں اور بعض کے نزدیک شام میں کسی جگہ تھا، یہاں تنور سے کیا مراد ہے اس میں اختلاف ہے، عکرمہ اور زہری کا بیان ہے کہ سطح زمین مراد ہے، حسن بصری، مجاہد اور شعبی کہتے ہیں تنور سے وہی تنور مراد ہے جس میں روٹی پکائی جاتی ہے، اکثر مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے اور ایسی ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت منقول ہے اور یہی قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ لفظ جب حقیقت اور مجاز میں دائر ہو تو حقیقت ہی پر حمل کرنا اولیٰ ہوتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے طوفان اور کشتی کا واقعہ پچھلی سورتوں میں تفصیل سے گذر چکا ہے، نیز اس کے ضروری اجزاء تحقیق و ترکیب کے زیر عنوان تحریر کر دیئے گئے ہیں، دیکھ لیا جائے۔

ثُمَّ أَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ اس سے پہلی آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ بسلسلہ ہدایت و تسلی ذکر کیا گیا تھا، آگے دوسرے پیغمبروں اور ان کی امتوں کا کچھ حال اجمالاً بغیر نام کی تعیین کے ذکر کیا گیا ہے کہ آثار و علامات سے حضرات مفسرین نے عادیث و یادوں تو میں مراد لی ہیں، عادی کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کی اور شمود کی جانب حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت ہوئی تھی۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا الْآخِرَةِ إِي بِالْمَصِيرِ إِلَيْهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ أَنْعَمْنَا بِهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَاهَذَا إِلَّا بَشْرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ۝ وَاللَّهُ لَنْ يَنْزِلَ عَلَيْكُمْ بِشْرًا مِثْلُكُمْ فِيهِ قَسَمٌ وَشَرْطٌ وَالْجَوَابُ لِأَوَّلِهِمَا وَيَوْمُ مَعْنٍ عَنْ جَوَابِ الثَّانِي إِنَّكُمْ إِذَا إِي أَنْ أَطَعْتُمُوهُ لَخَيْرٌ لَكُمْ ۝ إِي مَعْبُودُونَ أَيْعِدْكُمْ لَكُمْ إِذْ آتَيْنَاهُمْ وَكُنْتُمْ رُكَّابًا وَعَظَمًا مَا أَنْتُمْ مُخْرَجُونَ ۝ بُوَ خَيْرٌ أَنْتُمْ الْأُولَى وَأَنْتُمْ الثَّانِيَةُ تَأْكُلُ لَهَا لِمَا طَالَ الْفَضْلُ هِيَ هَاتِ هِيَ هَاتِ إِي سَمِ فَعِلَ مَاضٍ بِمَعْنَى مُضَرَّرٍ إِي بَعْدَ بَعْدًا لِمَا تُوعَدُونَ ۝ مِنْ الْإِخْرَاجِ مِنَ الْقُبُورِ وَاللَّامُ زَائِدَةٌ لِلْبَيَانِ إِنْ هِيَ إِي مَا الْحَيَاةُ الْآخِرَةُ الدُّنْيَا تَمُوتُ وَتَحْيَا بِحَيَاةِ آبَائِنَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ۝ إِنْ هُوَ إِي مَا الرَّسُولُ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ ۝ وَمِنْ ۝ إِي مُصَدِّقِينَ فِي الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَبْتُ ۝ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ مِنْ الزَّمَانِ وَمَا زَائِدَةٌ لِيُصْبِحَ يَصِيرُونَ ۝ ثُمَّ كُفِرَ بِهِمْ وَتَكَذَّبُوا بِهِمْ فَخَذَّاهُمْ أَصْحَابُ صَيْحَةٍ الْعَذَابِ وَالْهَلَاكِ كَائِنَةً بِالْحَقِّ فَمَاتُوا فَجَعَلْنَاهُمْ عَذَابًا وَهُوَ نَبْتُ يَبَسَ إِي صَيَّرْنَا بِهِمْ مِثْلَهُ فِي الْيَبَسِ فَبَعْدًا مِنَ الرَّحْمَةِ لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ الْمَكْذِبِينَ ثُمَّ أَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا إِي أَقْوَامًا آخَرِينَ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا بَانَ تَمُوتُ قَبْلَهُ وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝ عَنْهُ ذِكْرُ الضَّمِيرِ بَعْدَ تَأْنِيهِ رِغَايَةٍ لِلْمَعْنَى ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا بِالتَّنْوِينِ وَعَدَمِهِ إِي مُتَتَابِعِينَ بَيْنَ كُلِّ اثْنَيْنِ زَمَانٍ طَوِيلٍ كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةٌ بِتَحْقِيقِ الْهَمَزَتَيْنِ وَتَسْمِينِ الثَّانِيَةِ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْوَائِ رُسُلَهَا كَذَّبُوهُ فَاتَّبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا فِي الْهَلَاكِ وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ فَبَعْدَ الْقَوْمِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَى وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ ۝ حُجَّةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْيَدِ وَالْعَصَا وَغَيْرُهَا مِنَ الْآيَاتِ إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا عَنْ الْإِيمَانِ بِهَا وَبِاللَّهِ وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ ۝ قَاسِرِينَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِالظُّلُمِ فَقَالُوا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ۝ مُطِيعُونَ خَاضِعُونَ فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ۝ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ التَّوْرَةَ لَعَلَّهُمْ إِي قَوْمَهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ يَهْتَدُونَ ۝ بِهِ مِنَ الضَّلَالَةِ وَأَوْتَيْنَاهَا بَعْدَ هَلَاكِ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ جُمْلَةً وَاحِدَةً وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ عِيسَى وَأُمَّةً آيَةً لَمْ يَقُلْ آيَتَيْنِ لِأَنَّ الْآيَةَ فِيهِمَا وَاحِدَةٌ وَلَادَتْهُ مِنْ غَيْرِ فَخَلَّ وَأَوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ مَكَانٍ مُرْتَفِعٍ وَهُوَ بَيْتُ الْمُقَدَّسِ أَوْ دِمَشْقُ أَوْ فِلَسْطِينَ أَقْوَالٌ ذَاتِ قَرَارٍ إِي مُسْتَوِيَةٍ لَيْسَتْ تَفْرِغُ عَلَيْهَا سَاكِنُوتُهَا وَمَعِينٍ ۝ إِي مَاءِ جَارٍ ظَاهِرٍ تَرَاهُ الْعُيُونُ.

**ترجمہ:** اور ان کی قوم کے سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا تھا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تھا یعنی اس کی طرف رجوع کرنے کو اور ہم نے ان کو دنیوی زندگانی میں خوشحالی عطا کی تھی یعنی انعامات سے نوازا تھا کہنے لگے بس یہ تو تمہاری طرح ایک آدمی ہے وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو واللہ اگر تم اپنے جیسے ایک آدمی کے کہنے پر چلنے لگو تو بے شک تم سخت خسارے والے ہو، یعنی نقصان اٹھانے والے ہو کیا یہ شخص تم سے یہ کہتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم نکالے جاؤ گے مخرجون، انکم اولیٰ کی خبر ہے اور ثانی انکم پہلے انکم کی تاکید ہے اِنَّ کے اسم اور اس کی خبر کے درمیان طویل فصل ہونے کی وجہ سے بہت ہی بعید ہے بہت ہی بعید ہے وہ بات جو تم سے کہی جاتی ہے (یعنی قبروں سے نکالنے کی اور لام زندہ ہے بیان کے لئے ہماری زندگی تو صرف دنیوی زندگی ہے ہم مرتے جیتے رہتے ہیں اپنے بیٹوں کے جینے سے اور ہم دوبارہ زندہ کئے جانے والے نہیں ہیں یہ شخص رسول نہیں ہے یہ تو ایسا شخص ہے جو اللہ پر بہتان باندھتا ہے ہم تو ہرگز اس پر ایمان نہ لائیں گے یعنی مرنے کے بعد وہ زندہ کرنے کے بارے میں تصدیق کرنے والے نہیں ہیں، نبی نے دعاء کی اے میرے پروردگار تو ان سے میرا بدلہ لے لے اس وجہ سے کہ انہوں نے میری تکذیب کی ارشاد ہوا یہ لوگ عنقریب اپنی تکذیب و کفر پر پشیمان ہوں گے عَمَّا قَلِيلٍ میں مازائدہ ہے بالآخر عدل کے تقاضہ کے مطابق چیخ نے پکڑ لیا چیخ کے عذاب اور ہلاکت نے حال یہ کیا کہ وہ عدل کے تقاضہ کے مطابق تھا چنانچہ سب کے سب مر گئے پھر ہم نے ان کو خس و خاشاک کر دیا عُشَاءً سوکھی گھاس کو کہتے ہیں، یعنی ہم نے ان کو خس و خاشاک کی مانند کر دیا خشک ہونے میں سورحت سے دوری ہو ظالم یعنی تکذیب کرنے والی قوموں کے لئے پھر ان کے بعد دوسری قوموں کو پیدا کیا اور کوئی امت اپنے وقت مقررہ سے نہ تو آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے بایں طور کہ اپنے وقت مقررہ سے پہلے مر جائے یا اس سے مؤخر ہو جائے (یستأخرون) میں ضمیر کو معنی کی رعایت کی وجہ سے مذکر لائے ہیں، مؤنث لانے کے بعد پھر ہم نے یکے بعد دیگرے اپنے رسول بھیجے تَنَزَّلُوا تنوین اور بغیر تنوین دونوں ہیں یعنی ایک کے بعد دوسرا ہر دو کے درمیان طویل زمانہ تھا جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا انہوں نے اس رسول کی تکذیب کی تو ہم نے ہلاکت میں ایک کو ایک کے پیچھے لگا دیا اور ہم نے ان کو داستان بنادیا خدا کی مار ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو احکام اور کھلی دلیل دے کر کھلی دلیلیں وہ ید بیضاء اور عصائے موسیٰ اور دیگر نشانیاں ہیں فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو انہوں نے ان آیات اور اللہ پر ایمان لانے کے بارے میں تکبر کیا اور وہ بنی اسرائیل پر ظلم کے ذریعہ غلبہ حاصل کرنے والے لوگ تھے چنانچہ وہ کہنے لگے کیا ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان کی قوم ہمارے زیر حکم زیر فرمان اور سرنگوں ہیں چنانچہ وہ لوگ ان دونوں کی تکذیب ہی کرتے رہے آخر کار ہلاک کر دیئے گئے اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات عطا فرمائی تاکہ وہ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل اس کے ذریعہ گمراہی کے راستہ سے ہدایت کے راستہ کی طرف آئیں اور تورات فرعون اور اس کی قوم کے ہلاک

ہونے کے بعد یکبارگی عطا کی گئی اور ہم نے ابن مریم عیسیٰ کو اور ان کی والدہ کو نشانی بنادیا آیتیں نہیں کہا، اس لئے کہ دونوں میں نشانی ایک ہی ہے اور وہ بغیر مرد کے ان کی پیدائش ہے اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسی بلند زمین پر لیجا کر پناہ دی جو رہنے کے قابل تھی رِبْوَةٌ اونچی جگہ کو کہتے ہیں اور وہ بیت المقدس یا دمشق یا فلسطین ہے یہ (تین) قول ہیں، ذات قسار کا مطلب ہے ہموار تاکہ اس پر اس کے باشندے رہ سکیں، اور چشمہ والی یعنی ظاہری سطح پر جاری پانی والی ہیں، جس کو آنکھیں دیکھ سکیں۔

## تَحْقِيقُ شَرْكِيٍّ لِتَسْبِيلِ تَفْسِيرِي فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: الْمَلَأُ اسم جمع ہے، الْأُمْلَاءُ جمع ہے سرداروں کی جماعت، قوم شرفاء کی جماعت۔

قَوْلُهُ: وَاللَّهُ لَنِ أَنْطَعُمُ یہاں قسم اور شرط کا اجتماع ہے جہاں یہ دونوں جمع ہو جاتے ہیں تو اول کا جواب لایا جاتا ہے اور ثانی کے جواب کو اول کے جواب پر قیاس کر کے حذف کر دیتے ہیں إِنْ كُمْ إِذَا لَخَسِرُونَ جواب قسم ہے نہ کہ جواب شرط جواب شرط نہ ہونے کا قرینہ یہ بھی ہے کہ یہاں إِنْ كُمْ إِذَا لَخَسِرُونَ جملہ اسمیہ ہے اگر یہ جواب شرط ہوتا تو اس پر فا کا داخل ہونا ضروری تھا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ جواب قسم ہے جواب شرط نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: إِنْ كُمْ إِذَا ای إِنْ أَنْطَعُمُ لَخَسِرُونَ، كُمُ ان کا اسم ہے اور خاسرون اس کی خبر ہے لام ابتدائیہ ہے اور إِذَا ان کے اسم اور اس کی خبر کے درمیان مضمون شرط کی تاکید کے لئے ہے، اور إِذَا کی تنوین جملہ شرطیہ محذوف کے عوض میں ہے جیسا یومئذ میں، مفسر علام نے اسی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ای إِنْ أَنْطَعُمُ کا اضافہ کیا ہے اس وقت اس کو جواب کی ضرورت نہ ہوتی اس لئے کہ یہ ماقبل کی تاکید لفظی کے لئے ذکر کیا گیا ہے اور إِعَادَةُ الشَّيْءِ بمرادفہ کے قبیل سے ہے۔ (جمل)

قَوْلُهُ: أَيَعِدْكُمْ یہ جملہ متانفہ ماقبل کے مضمون کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

قَوْلُهُ: مَخْرَجُونَ ان کی خبر ہے إِذَا مَتَمَّ مخرجون کا ظرف ہے اور أَنْتُمْ کا عمل نہیں ہے اس لئے کہ وہ پہلے أَنْتُمْ کی تاکید لفظی ہے۔

قَوْلُهُ: هِيَئَاتَ هِيَئَاتَ اسم فعل بمعنی ماضی، یہ کلمہ اکثر کر استعمال ہوتا ہے ثانی اول کی تاکید ہے چونکہ اس میں اختلاف ہے کہ هِيَئَاتَ اسم فعل بمعنی ماضی ہے یا بمعنی مصدر ہے اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مفسر علام نے بُعْدًا پر دونوں اعراب لگائے ہیں۔

سُؤَالٌ: هِيَئَاتَ کو اسم فعل کیوں کہتے ہیں؟ یہ تو اجتماع بین الضدین معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ جو اسم ہوگا وہ فعل نہیں ہو سکتا، اور جو فعل ہوگا وہ اسم نہیں ہو سکتا۔

جَوَابٌ: چونکہ یہ لفظ کے اعتبار سے اسم ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کی گردان نہیں آتی، اس وجہ سے اس کو اسم کہتے ہیں اور اپنے

معنی و مدلول کے اعتبار سے یہ فعل ہے اس لئے اس کو فعل کہتے ہیں، دونوں حیثیتوں کی رعایت کرتے ہوئے اس کا نام اسم فعل رکھ دیا گیا ہے، اور چونکہ **هَیْهَاتَ** بمعنی مصدر بھی استعمال ہوتا ہے اس لئے مفسر علام نے اسم فعل ماضی کہہ کر پہلے معنی کی طرف اشارہ کیا ہے اور بمعنی مصدر کہہ کر دوسرے معنی کی طرف اشارہ کیا ہے اور انہی دونوں معنی کی وضاحت کے لئے بعداً پر دونوں اعراب لگائے ہیں، فعل ماضی کا اعراب بھی لگایا ہے اور مصدر کا بھی۔

### خلاصہ کلام:

**هَیْهَاتَ** اسم فعل ہے **بَعْدَ** فعل ماضی کے معنی میں اس کے فاعل میں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ اس کا فاعل اس میں مضمر ہو اور تقدیر عبارت یہ ہو **بَعْدَ التَّصْدِیْقِ** او **الصَّحَّةِ** او **الْوُقُوعِ** لما تو عدون نحو ذلك اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا فاعل ما ہو اور لام زائدہ ہو بیان استبعاد کے لئے۔

### گویا کہ کہا گیا یہ استبعاد کس چیز کا ہے؟

**جواب:** جواب دیا لما تو عدون جس کا تم سے وعدہ کیا گیا یعنی بعث بعد الموت کا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ **هَیْهَاتَ**، **الْبُعْدَ** بمعنی مصدر مبتداء اور لما تو عدون اس کی خبر، مگر بعض حضرات نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، پہلی صورت میں **هَیْهَاتَ** کا کوئی محل اعراب نہیں ہوگا۔

**قَوْلُهُمْ: مِنَ الْاِخْرَاجِ مِنَ الْقُبُورِ** مَا تو عدون میں ما کا بیان ہے۔

**قَوْلُهُمْ: بِحَيَاتِ اَبْنَانَا** یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ مشرکین کا **نَمُوتُ وَنَحْيَا** کہنا یہ تو بعث بعد الموت کا اقرار ہے حالانکہ وہ تو بعث بعد الموت کے منکر ہیں، مفسر علام نے بحیات ابناننا کہہ کر جواب دیدیا کہ مشرکین کے قول **نَمُوتُ وَنَحْيَا** کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم مر جاتے ہیں تو ہماری اولاد زندہ رہتی ہے، اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ بعث بعد الموت کا نہیں ہے، بعض حضرات نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے ای **نَحْيَا وَنَمُوتُ**۔

**قَوْلُهُمْ: عَمَّا قَلِيلٍ** بعض حضرات نے کہا ہے مازائدہ ہے ای **عَنْ قَلِيلٍ مِنَ الزَّمَانِ** اور بعض حضرات نے کہا ہے ما بمعنی شئی یا بمعنی زمان ہے ای **عَنْ شَیْءٍ قَلِيلٍ** او **عَنْ زَمَانٍ قَلِيلٍ**، **عَمَّا قَلِيلٍ** میں جار مجرور کس سے متعلق ہے؟ اس میں تین قول ہیں (اول) **لِيُصْبِحَنَّ** کے متعلق ہے (دوسرا) **نَادِمِينَ** کے متعلق ہے (تیسرا) محذوف سے متعلق ہے ای **عَمَّا قَلِيلٍ** ننصرہ ما قبل یعنی انصرنی کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

**قَوْلُهُمْ: صِیْحَةُ الْعَذَابِ** میں اضافت بیان یہ ہے ای **صِیْحَةُ الْعَذَابِ وَالْهَلَاكِ** صحیحہ سے مراد عذاب ہے نہ کہ حضرت جبریل کی چنگھاڑ، اس لئے کہ قوم عادی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چنگھاڑ سے ہلاک نہیں ہوئی تھی۔



قَوْلُهُ: كَائِنَةٌ مفسر علام نے کائنۃ محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ بالحق کائنۃ کے متعلق ہو کر صبیحہ سے حال ہے۔

قَوْلُهُ: فَبِعَدَا اس کے فعل کو حذف کر کے مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے اس کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ای فَبِعَدُوا بُعْدًا یہ کلمہ مشرکین کے لئے بددعاء کے قائم مقام ہے۔

قَوْلُهُ: ذُكِرَ الضَّمِيرُ الخ یعنی يستأخرون میں ضمیر کو مذکر لایا گیا ہے حالانکہ اَجَلُهَا کے اندر ضمیر مؤنث لائے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہا ضمیر اُمۃ کی طرف راجع ہے اور امت سے قوم مراد ہے جو کہ مذکر ہے اسی وجہ سے يستأخرون میں ضمیر کو مذکر لائے ہیں۔

قَوْلُهُ: تَنَزَّأَ مصدر محذوف سے حال یا صفت ہے، ای ار سَالًا تَنَزَّأَ، تَنَزَّأَ اصل میں وَتَرَّأَ تھا، واؤ کوتا سے بدل دیا وتر متابعت مع الہمت کو کہتے ہیں۔

قَوْلُهُ: احادیث یہ احدثۃ کی جمع ہے مابین حدیثہ الناس یعنی وہ قصے کہانیاں جن کو لوگ وقت گزاری اور تفریح طبع کے لئے کہتے سنتے ہیں۔

قَوْلُهُ: من امة من فاعل پر زائدہ ہے امة تسبق کا فاعل ہے۔

قَوْلُهُ: بتحقیق الهمز تین (اول صورت) دونوں ہمزوں کو محقق پڑھیں (دوسری صورت) پہلے ہمزہ کو محقق اور دوسرے کو مسہل پڑھیں، یعنی ہمزہ اور واؤ کے درمیان پڑھیں۔

قَوْلُهُ: جملة واحدة اس کا تعلق او تیہا سے بھی ہو سکتا ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا فرعون کے ہلاک ہونے کے بعد توریت جملة واحدة (یکبارگی) دیدی گئی اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہلاکت فرعون اور اس کی قوم سے متعلق ہو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ فرعون اور اس کی قوم کو بالکلیہ ہلاک کرنے کے بعد توریت عطا کی گئی۔

## تَفْسِيرٌ وَتَشْرِیْحٌ

اس سے پہلی آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بسلسلہ ہدایت ذکر کیا گیا تھا، آگے دوسرے پیغمبروں اور ان کی امتوں کا کچھ حال اجمالاً نام متعین کئے بغیر ذکر کیا گیا ہے، آثار و علامات سے حضرات مفسرین نے فرمایا کہ مراد ان امتوں سے عاد یا ثمود یا دونوں ہیں، عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا اور ثمود کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام تھے، اس قصہ میں ان قوموں کا ہلاک ہونا ایک صیغہ یعنی غیبی سخت آواز کے ذریعہ بیان فرمایا ہے اور صیغہ کے ذریعہ ہلاک ہونا دوسری آیت میں قوم ثمود کا بیان ہوا ہے اس سے بعض حضرات نے فرمایا کہ ان آیات میں قرناً آخرین سے ثمود مراد ہیں مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صیغہ کا لفظ اس جگہ مطلق عذاب کے معنی میں ہو جیسا کہ تحقیق و ترکیب کے زیر عنوان اشارہ کیا گیا ہے، اس طریقہ سے اس کا تعلق عاد کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔

اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا (الآیہ) مشرکین کا اعتقاد تھا کہ دنیاوی زندگی کے علاوہ اور کوئی زندگی نہیں ہے، بس دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، دوبارہ ان کو زندہ ہونا نہیں ہے، ہر قوم جس نے پیغمبروں کی تکذیب کی ٹھیک اپنے وعدہ پر ہلاک کر دی گئی جس قوم کی جو میعاد تھی اس سے آگے یا پیچھے نہیں ہوئی۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا پھر ہم یکے بعد دیگرے رسول بھیجتے رہے اور مکذبین کو بھی ایک کے پیچھے ایک کو چلتا کرتے رہے، چنانچہ بہت سی قومیں اس طرح تباہ و برباد کر دی گئیں، جن کے قصے کہانیوں کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی آج ان کی داستانیں محض عبرت کے لئے پڑھی اور سنی جاتی ہیں۔

فَقَالُوا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ (الآیہ) مطلب یہ کہ موسیٰ و ہارون تو غلام اور خدمت گار ہیں تو ہم انہیں میں کے دو نراد کو اپنا سردار کس طرح بنالیں، فرعون اور فرعونوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے ان کو تو رات عطا کی تاکہ لوگ اس پر چل کر جنت اور رضاء الہی کی منزل تک پہنچ سکیں۔

وَ اَوَيْسُهُمَا اِلَى رَبْوَةٍ رَبْوَةٌ اَوْخِي جگہ کو کہتے ہیں مفسر علام نے اس میں تین احتمال ذکر کئے ہیں بیت المقدس، دمشق، فلسطین، ممکن ہے کہ یہ وہی نیلہ ہو جہاں وضع حمل کے وقت حضرت مریم تشریف رکھتی تھیں چنانچہ سورہ مریم میں فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا (الآیہ) دلالت کرتی ہے کہ وہ بلند جگہ تھی، نیچے چشمہ یا نہر بہہ رہی تھی، لیکن عموماً مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن کا واقعہ ہے ہیرودس نامی ایک ظالم بادشاہ کو نجومیوں کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کو سرداری ملے گی جس کی وجہ سے بچپن ہی میں ان کا دشمن ہو گیا تھا اور قتل کے درپے تھا، حضرت مریم الہام ربانی سے ان کو لیکر مصر چلی گئیں اور اس ظالم بادشاہ کے مرنے کے بعد پھر شام واپس آئیں چنانچہ انجیل متیٰ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اور مصر کا اونچا ہونا باعتبار دریائے نیل کے ہے ورنہ غرق ہو جاتا، اور ماء معین دریائے نیل ہے، بعض نے ربوۃ سے مراد شام یا فلسطین لیا ہے، بہر حال اہل اسلام میں سے کسی نے ربوہ سے کشمیر مراد نہیں لیا، اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں بتائی، البتہ ہمارے زمانے کے بعض زانغین نے ربوہ سے کشمیر مراد لیا ہے، اور وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتائی ہے، جس کا تاریخی حیثیت سے کوئی ثبوت نہیں ہے، محلہ خان یار سری نگر میں جو قبر ”یوز اسف“ کے نام سے مشہور ہے اور جس کی بابت تاریخ اعظمی کے مصنف نے محض عام افواہ نقل کی ہے کہ لوگ اس کو کسی نبی کی قبر بتاتے ہیں وہ کوئی شہزادہ تھا جو دوسرے ملک سے یہاں آیا تھا، اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتانا انتہاء درجہ کی حماقت اور سفاہت ہے، ایسی اٹکل بچو اور بے سرو پا باتوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کو باطل ٹھہرانا خبط اور جنون کے سوا کچھ نہیں، اگر اس قبر کی تحقیق مطلوب ہو کہ ”یوز اسف“ کون تھا تو جناب منشی حبیب اللہ صاحب امرتسری کا رسالہ دیکھیں جو خاص اسی موضوع پر نہایت ہی تحقیق سے لکھا گیا ہے، جس میں اس مہمل خیال کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔

(فوائد عثمانی ملخصاً)

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ الْحَلَالَاتِ وَاعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ مَنْ فَرَضَ وَنَقَلَ اِنِّ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيمٌ فَأَجَارِيَكُمْ عَلَيْهِ وَاعْلَمُوا اِنَّ هَذِهِ اِى مِلَّةِ الْاِسْلَامِ اَمَّاكُمْ دِينُكُمْ اِثِمَا الْمُخَاطَبُونَ اِى يَجِبُ اَنْ تَكُونُوا عَلَيْهِ

أُمَّةً وَاحِدَةً حَالٌ لَازِمَةٌ وَفِي قِرَاءَةٍ بِتَخْفِيفِ النُّونِ وَفِي أُخْرَى بِكُسْرِيهَا مُشَدَّدَةً اسْتِثْنَا فَا وَأَنَا أَتَاكُمْ فَاتَّقُونِ ﴿١﴾  
 فَاحْذَرُونَ فَقَطَّعُوا أَى الْإِتْبَاعِ أَمْرُهُمْ دِينَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا حَالٌ مِنْ فَاعِلٍ تَقَطُّعُوا أَى أَخْرَابًا مُتَخَالِفِينَ  
 كَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَغَيْرِهِمَا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ أَى عِنْدَهُمْ مِنَ الدِّينِ فَرِحُونَ ﴿٢﴾ مَسْرُورُونَ قَدْ زُكِّمَ أَتْرَكَ  
 كُفَّارَ مَكَّةَ فِي عَمَرَتِهِمْ ضَلَالَتِهِمْ حَتَّى حِينٍ ﴿٣﴾ أَى حِينَ سَوَّيْتَهُمْ أَيْحَسِبُونَ أَنَّ الْمُلْكُ لَهُمْ بِهِ نُعْطِيهِمْ  
 مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ ﴿٤﴾ فِي الدُّنْيَا سَارِعٌ نَعَجَلُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥﴾ أَنَّ ذَلِكَ اسْتِذْرَاجٌ لَهُمْ  
 إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ خَوْفُهُمْ مِنْهُ مُشْفِقُونَ ﴿٦﴾ خَائِفُونَ مِنْ عَذَابِهِ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ الْفُرَانَ  
 يُؤْمِنُونَ ﴿٧﴾ يُصَدِّقُونَ وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ﴿٨﴾ مَعَهُ غَيْرُهُ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَآثُورًا آغُطُوا مِنَ الصَّدَقَةِ  
 وَالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ خَائِفَةٌ أَنْ لَا تُقْبَلَ مِنْهُمْ أَنَّهُمْ يُقَدَّرُ قَبْلَهُ لَمْ الْجَزَّ إِلَى رَبِّهِمْ رَجِعُونَ ﴿٩﴾  
 أُولَئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ﴿١٠﴾ فِي عِلْمِ اللَّهِ وَلَا تَكْلِفُ نَفْسًا الْاَوْسَعَهَا أَى طَاقَتَهَا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ  
 يُصَلِّيَ قَائِمًا فَلْيُصَلِّ جَالِسًا وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصُومَ فَلْيَأْكُلْ وَلَدَيْنَا عِنْدَنَا كِتَابٌ يُنْطِقُ بِالْحَقِّ بِمَا عَمِلْتَهُ  
 وَهُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوظُ تُسَطَّرُ فِيهِ الْأَعْمَالُ وَهُمْ أَى النَّفُوسِ الْعَابِلَةُ لَا يَظْلَمُونَ ﴿١١﴾ شَيْئًا مِنْهَا فَلَا يُنْقُصُ مِنْ  
 ثَوَابِ أَعْمَالِ الْخَيْرِ وَلَا يُزَادُ فِي السَّيِّئَاتِ بَلْ قُلُوبُهُمْ أَى الْكُفَّارِ فِي عَمْرَةٍ جَهَالَةٍ مِنْ هَذَا الْقُرْآنِ  
 وَلَهُمْ أَعْمَالٌ مِنْ دُونِ ذَلِكَ الْمَذْكُورِ لِلْمُؤْمِنِينَ هُمْ لَهَا عَامِلُونَ ﴿١٢﴾ فَيُعَذِّبُونَ عَلَيْهَا حَتَّى إِنْتِزَاعِيَّةً  
 إِذَا أَخَذْنَا مَتَرَفَهُمْ أَغْنَيْنَاهُمْ وَرُؤُسَائِهِمْ بِالْعَذَابِ أَى السَّيْفِ يَوْمَ يَذَرُ إِذَا هُمْ يُجْرُونَ ﴿١٣﴾ يُضْجُونَ يُقَالُ لَهُمْ  
 لَا تَجْرُوا الْيَوْمَ إِنَّكُمْ مِنْهُ أَنْتَصِرُونَ ﴿١٤﴾ لَا تَمْنَعُونَ قَدْ كَانَتْ آيَتِي مِنَ الْقُرْآنِ تُنْذِرُ عَلَيْكُمْ فَلَنتُمْ عَلَى أَهْقَابِكُمْ تُنْكَصُونَ ﴿١٥﴾  
 تَرْجِعُونَ قَهْقَرَى مُسْتَكْبِرِينَ ﴿١٦﴾ عَنِ الْإِيمَانِ أَى بِالْبَيْتِ أَوِ الْحَرَمِ بِأَنَّهُمْ أَهْلُهُ فِي أَمْسٍ بِخِلَافِ سَائِرِ النَّاسِ  
 فِي مَوَاطِنِهِمْ سَمَرًا حَالٌ أَى جَمَاعَةٌ يَتَحَدَّثُونَ بِاللَّيْلِ حَوْلَ الْبَيْتِ تَهْجُرُونَ ﴿١٧﴾ مِنَ الثَّلَاثِي تَتَرَكُونَ الْقُرْآنَ  
 وَمِنْ الرَّبَاعِي أَى تَقُولُونَ غَيْرَ الْحَقِّ فِي النَّبِيِّ وَالْقُرْآنِ قَالَ تَعَالَى أَفَلَمْ يَذْكُرُوا أَنَّهُ لَئِنْ أَصْلَهُ يَتَذَكَّرُوا فَادْغَمْتَ التَّاءَ  
 فِي الدَّالِ الْقَوْلُ أَى الْقُرْآنَ الدَّالُّ عَلَى صِدْقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَجَاءَهُمْ مَّا لَمَرَّ بِآبَاءِهِمْ الْأَوَّلِينَ ﴿١٨﴾  
 أَمَلَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿١٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ الْاِسْتِفْهَامُ فِيهِ لِلتَّقْرِيرِ بِالْحَقِّ مِنْ صِدْقِ النَّبِيِّ وَمَجْئِي  
 الرُّسُلِ لِلْأَمْسِ الْمَاضِيَةِ وَمَعْرِفَةِ رَسُولِهِمْ بِالصِّدْقِ وَالْأَمَانَةِ وَأَنْ لَا جُنُونَ بِهِ بَلْ لِلَّانْتِقَالِ جَاءَهُمُ بِالْحَقِّ أَى  
 الْقُرْآنِ الْمُشْتَمِلِ عَلَى التَّوْحِيدِ وَشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ وَكَثَرَهُمُ بِالْحَقِّ كَرِهُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَوْ شَاءَ الْحَقُّ أَى الْقُرْآنُ أَهْوَأَهُمْ بِأَنْ  
 جَاءَ بِمَا يَهُوُّونَهُ مِنَ الشَّرِّ لَكَ وَالْوَلَدُ لِلَّهِ تَعَالَى عَنْ ذَلِكَ لَفَسَدَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ أَى خَرَجَتْ  
 عَنْ نِظَامِهَا الْمُشَاهِدِ لَوْجُودِ التَّمَانُعِ فِي الشَّيْءِ عَادَةً عِنْدَ تَعَدُّدِ الْحَاكِمِ بَلْ أَتَيْنَهُمْ بِذِكْرِهِمْ أَى بِالْقُرْآنِ الَّذِي فِيهِ

ذِكْرُهُمْ وَشَرُّهُمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ ﴿۱﴾ أَمَسَّ لَهُمْ خُرْجًا أَجْرًا عَلَى مَا جِئْتَهُمْ بِهِ مِنَ الْإِيمَانِ فَخَرَجَ رَّبُّكَ أَجْرَهُ وَثَوَابَهُ وَرِزْقَهُ خَيْرًا وَفِي قِرَاءَةٍ وَخُرْجًا فِي الْمَوْضِعَيْنِ وَفِي قِرَاءَةٍ وَآخَرَى خُرْجًا فِيهِمَا وَهُوَ خَيْرُ الرِّزْقَيْنِ ﴿۲﴾ أَفْضَلَ مَنْ أَعْطَى وَآجَرَ وَلَئِكَ لَتَذْعُوهُمْ إِلَى صِرَاطٍ طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۳﴾ أَيْ دِينِ الْإِسْلَامِ وَلَئِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ بِالْبَعْثِ وَالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ عَنِ الصِّرَاطِ أَيْ الطَّرِيقِ لِلْكِبُونِ ﴿۴﴾ عَادِلُونَ وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرٍّ أَيْ جُوعٍ أَصَابَهُمْ بِمَكَّةَ سَبْعَ سِنِينَ لَلَّجُوا تَمَادُوا فِي طُغْيَانِهِمْ ضَلَّاتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۵﴾ يَتَرَدَّدُونَ وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ الْجُوعِ فَمَا اسْتَكَانُوا لَنَا فَاضْعُؤْا لِيُؤْتِيَهُمْ وَمَا يَنْضَرُّونَ ﴿۶﴾ يَرْغَبُونَ إِلَى اللَّهِ فِي الدُّعَاءِ حَتَّىٰ إِنْبِدَائِيَّةٍ إِذَا فُتِحَتْ عَلَيْهِمُ بَابًا صَاحِبَ عَذَابٍ شَدِيدٍ هُوَ يَوْمُ بَذَرٍ بِالْقَتْلِ إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْسَوْنَ ﴿۷﴾ آيِسُونَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ.

۱۷۶

**تَرْجُمہ:** اے پیغمبر! پاکیزہ حلال چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو وہ فرض اور نفل ہیں بلاشبہ میں تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں تو میں ان کاموں پر تم کو جزاء دوں گا اور یہ بات جان لو کہ یہ یعنی ملت اسلام اے مخاطب تمہارا دین ہے یعنی تمہارے لئے واجب ہے کہ تم اس پر قائم رہو حال یہ ہے کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے یہ حال لازمہ ہے اور ایک قراءت میں اُن کے نون کی تخفیف کے ساتھ ہے اور دوسری قراءت میں ہمزہ کے کسرہ اور نون کی تشدید کے ساتھ ہے اور یہ استیناف کے اعتبار سے ہے میں تمہارا رب ہوں تم مجھ سے ڈرتے رہو پھر وہ متبعین اپنے دینی معاملہ میں آپس میں مختلف ہو گئے زُبُرًا، تقطعوا کے فاعل سے حال ہے یعنی آپس میں اختلاف کرنے والی جماعت ہو گئے، جیسا کہ یہود اور نصاریٰ وغیرہ پس ہر گروہ کے پاس جو ہے اسی پر خوش ہے یعنی جو دین ان کے پاس ہے (اسی پر خوش ہے) تو آپ ان کو یعنی اہل مکہ کو ان کی ضلالت میں ایک خاص وقت تک کے لئے چھوڑ دیجئے یعنی ان کی موت تک کیا یوں سمجھ رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد دنیا میں دے رہے ہیں تو ہم ان کو فائدہ پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں نہیں بلکہ یہ لوگ سمجھتے نہیں ہیں کہ ان کے لئے ڈھیل ہے بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کی ہیبت سے خوف زدہ رہتے ہیں یعنی اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیتوں یعنی قرآن پر ایمان رکھتے ہیں، یعنی تصدیق کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ یعنی اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہیں کرتے اور وہ لوگ دیتے ہیں جو دیتے ہیں صدقات سے اور کرتے ہیں نیک اعمال جو کرتے ہیں اور ان کے قلوب اس بات سے لرزاں رہتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ نیکی قبول نہ کی جائے اس لئے کہ ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے اُنھُمْ سے پہلے لام جر مقرر مانا جائے گا، یہی ہیں وہ لوگ جو نیکیوں میں جلدی کر رہے ہیں اور یہی لوگ اللہ کے علم میں نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں، اور ہم کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کام کا مکلف نہیں بناتے یعنی اس کی طاقت سے (زیادہ) لہذا جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور جو شخص روزہ نہ رکھ سکے تو نہ رکھے، اور ہمارے پاس ایک دفتر ہے جو

ٹھیک ٹھیک (ہر وہ) کام بتا دیتا ہے جو کسی نے کیا ہو اور وہ لوح محفوظ ہے جس میں اعمال لکھے جاتے ہیں اور ان عمل کرنے والے لوگوں پر ان کے اعمال کے بارے میں ذرہ برابر ظلم نہ کیا جائے گا، لہذا نہ تو ان نیک اعمال کا اجر کم کیا جائے گا اور نہ ان کے اعمال بد میں اضافہ کیا جائے گا بلکہ ان کافروں کے قلوب اس قرآن کے بارے میں جہالت میں ہیں اور ان (کافروں کے) مومنین کے اعمال مذکورہ کے برخلاف اور اعمال بھی ہیں جن کو وہ کرتے ہیں تو ان (کافروں) کو ان اعمال پر عذاب دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوشحال مالداروں اور سرداروں کو عذاب میں یعنی یوم بدر کی تلوار کے عذاب میں پکڑ لیں گے تو وہ چلانے لگیں گے (تو) ان سے کہا جائے گا، اب مت چلاؤ ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ کی جائے گی میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم ایمان سے تکبر کرتے ہوئے اٹے پاؤں بھاگتے تھے یعنی اٹے پلٹ جاتے تھے بیت اللہ یا حرم کی وجہ سے اس وجہ سے کہ وہ اہل حرم تھے اور اہل حرم امن میں تھے، بخلاف دیگر تمام لوگوں کے کہ اپنے مقامات میں (کہ غیر مامون تھے) رات کو باتیں بناتے ہوئے بیہودہ بکتے ہوئے یعنی جماعت کی شکل میں بیت اللہ کے گرد جمع ہو کر بیہودہ باتیں بناتے تھے، تَهْجُرُونَ ثلاثی سے تَتَرَكُونَ الْقُرْآنَ کے معنی میں ہے اور رباعی سے تَهْجُرُونَ تقولون کے معنی میں ہے یعنی تم نبی اور قرآن کے بارے میں ناحق باتیں کرتے تھے کیا ان لوگوں نے اس کلام یعنی قرآن میں جو کہ نبی ﷺ کی صداقت پر دال ہے غور نہیں کیا؟ يَذَّبُرُوا کی اصل يَذَّبُرُوا تھی تا کو دال میں ادغام کر دیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے آباؤ اجداد کے پاس نہیں آئی تھی یا یہ لوگ اپنے رسول سے واقف نہیں تھے جس کی وجہ سے ان کے منکر ہیں یا یہ لوگ آپ کے بارے میں جنون کے قائل ہیں؟ اَفَلَمْ يَذَّبُرُوا میں استفہام اقرار حق پر آمادہ کرنے کے لئے ہے وہ حق نبی ﷺ کی صداقت اور ام ماضیہ میں رسولوں کی آمد اور ان کا اپنے رسولوں کی صداقت و امانت کی معرفت اور یہ کہ آپ ﷺ مجنون نہیں ہیں بلکہ (اصلی وجہ یہ ہے) کہ یہ رسول ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں، یعنی قرآن کو جو کہ توحید اور قانون اسلام پر مشتمل ہے اور ان میں کے اکثر لوگ حق بات سے نفرت کرتے ہیں اور اگر حق یعنی قرآن ان کی خواہشات کے تابع ہو جاتا بائیں طور کہ جو یہ چاہتے وہی لاتا (یعنی) اللہ کے لئے شریک اور اولاد اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے تو آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے یعنی اپنے نظام مشاہد سے نکل جاتے تعدد حکام کے وقت عادیہ فشی میں اختلاف ہونے کی وجہ سے بلکہ ہم نے ان کے پاس ان کی نصیحت کی بات یعنی قرآن جس میں ان کا ذکر اور شرف ہے بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں یا آپ ان سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں یعنی ایمان کی باتوں پر جن کو آپ ان کے لئے لیکر آئے ہیں کچھ اجرت طلب کرتے ہیں تو آمدنی تو آپ کے رب کی یعنی اس کا اجر و ثواب اور اس کا رزق بہتر ہے اور ایک قراءت میں دونوں جگہ خسر جاتا ہے اور ایک قراءت میں دونوں جگہ خسر جاتا ہے اور وہ دینے والوں میں سب سے اچھا دینے والا ہے یعنی عطا کرنے والوں اور اجر دینے والوں میں وہ سب سے بہتر ہے آپ تو ان کو سیدھے راستہ یعنی دین اسلام کی طرف بلا رہے ہیں اور ان لوگوں کی

جو آخرت پر یعنی بعث و ثواب و عقاب پر ایمان نہیں رکھتے یہ حالت ہے کہ (سیدھے) راستہ سے ہٹے جاتے ہیں اور اگر ہم ان پر مہربانی فرمائیں اور ان پر جو تکلیف ہے یعنی وہ بھکمری جو سات سال تک مکہ میں ان کو لاحق ہوگئی تھی دور کر دیں تو وہ لوگ اپنی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے اصرار کرتے رہیں اور ہم نے ان کو بھکمری کے عذاب میں گرفتار (بھی) کیا ہے مگر ان لوگوں نے نہ اپنے رب کے سامنے عاجزی تواضع اختیار کی اور نہ تضرع کیا، یعنی نہ دعاء میں اللہ کی طرف رغبت کی یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر بدر کے دن قتل کے ذریعہ شدید عذاب کا دروازہ کھولا یا تو اچانک اس دن میں ہر خیر سے ناامید ہو گئے۔

## تحقیق و ترمیم و تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ:** يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوَا مِنَ الطَّيِّبَاتِ اس آیت میں اگرچہ بظاہر خطاب محمد ﷺ کو ہے مگر مراد ہر نبی ہے، یعنی ہر نبی کو اس کے زمانہ میں یہی حکم تھا۔

**قَوْلُهُ:** بَلْ لَا يَشْعُرُونَ یہ یَحْسُبُونَ سے اضراب ہے یعنی ان کا خیال غلط ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ سمجھتے نہیں ہیں۔  
**قَوْلُهُ:** وَاعْلَمُوا اِنَّ هَذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَاحِدَةً مفسر علام نے اعلَمُوا مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ اُن فتح ہمزہ کے ساتھ ہے اور ہذہ اُن کا اسم ہے اور اُمَّتُكُمْ اس کی خبر ہے اور اُمَّةً حال لازمہ ہے اور وَاحِدَةً اس کی صفت لازمہ ہے اور ایک قراءت میں تخفیف نون اور فتح ہمزہ کے ساتھ ہے یعنی خففہ عن المثقلہ ہے اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہے، اور ایک تیسری قراءت میں اِنَّ نون مشددہ اور ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے اس صورت میں یہ جملہ متانفہ ہوگا جملہ متانفہ پر عطف ہونے کی وجہ سے، اس لئے کہ معطوف علی المتانفہ، متانفہ ہوتا ہے۔

**قَوْلُهُ:** اَمْرُهُمْ يَتَقَطَّعُوْا بِمَعْنٰی قَطَّعُوْا کا مفعول ہے، جیسے تَقَدَّمَ بِمَعْنٰی قَدَّمَ آتا ہے ای جَعَلُوْا دِیْنَهُمْ اَدِیَانًا مختلفہ۔

**قَوْلُهُ:** زُبُرٌ یَّزْبُورُ کی جمع ہے بمعنی فریق، لوہے کا ٹکڑا یہ تَقَطَّعُوْا کے فاعل سے حال ہے یا اس کا مفعول ہے۔

**قَوْلُهُ:** فِیْ غَمَرَتِهِمْ یہ فذرہم کا مفعول ثانی ہے، ای اُتْرَ کُھْمُ مستقرین فی غمرتہم۔

**قَوْلُهُ:** اِنَّمَا نُمِذُّهُمْ ماموصولہ ہے اس لئے کہ من مال و بنین اس کا بیان آ رہا ہے یہ ما کے موصولہ ہونے کی دلیل ہے لہذا ما کو اُن سے جدا کر کے لکھا جانا چاہئے تھا لیکن مصحف امام (مصحف عثمانی) کے رسم الخط کی اتباع کرتے ہوئے اِنَّ کو ما کے ساتھ متصل کر دیا، یہ ما، اُن کا اسم ہے اور نساوع جملہ ہو کر خبر ہے اور رابطہ کی ضمیر محذوف ہے ای بہ۔

**قَوْلُهُ:** اِنَّ الدِّیْنَ ہُمْ مِنْ خَشِیَةِ رَبِّہُمْ مُشْفِقُوْنَ الدین اِنَّ کا اسم ہے، ہُمْ مبتداء ہے مشفقون مبتداء کی خبر ہے مِنْ خَشِیَةِ رَبِّہُمْ، مشفقون کے متعلق ہے، ہُمْ مبتداء اپنی خبر مشفقون سے مل کر صلہ موصول کا، موصول اپنے صلہ سے ملکر اِنَّ

کا اسم ہے، اسی طرح آئندہ آنے والے چاروں موصولِ اِن کا اسم ہیں اور اُولَئِكَ یُسَارِعُونَ فی الْخَیْرَاتِ جملہ ہو کر اِن کی خبر ہے۔

**قَوْلُهُ** : وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ، يُعْطُونَ مَا أُعْطُوا عام مفسرین اس پر ہیں کہ یُوْتُونَ ابتداء سے ہے ای یُعْطُونَ مَا أُعْطُوا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا وغیرہا فرماتے ہیں کہ یُوْتُونَ مَا آتُوا اتیان سے ہے ای یَفْعَلُونَ مَا فَعَلُوا امن الاعمال الصالحات مفسر علام نے دونوں معنی کی رعایت کرتے ہوئے مَا کے بیان میں دو لفظ ذکر کئے ہیں، من الصدقة کا تعلق عام مفسرین کے معنی کے اعتبار سے اور اعمال صالحہ کا تعلق حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی قراءت سے ہے۔

**قَوْلُهُ** : وَجِلَّةٌ حال ہے یوتون کی ضمیر سے۔

**قَوْلُهُ** : يُقَدَّرُ قَبْلَهُ لَامُ الْجَوْرِ، اُنْھُمْ سے پہلے لام جرم قدر مانا جائے گا تاکہ وَجِلَّةٌ کی علت ہو جائے یعنی ان کے قلوب اس لئے خائف رہتے ہیں کہ ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

**قَوْلُهُ** : وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ یہ اصل میں وہم سابقون لَهَا تھا فواصل کی رعایت کے لئے لَهَا کو مقدم کر دیا، یہ جملہ مبتداء خبر ہے، وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ، ہم ضمیر نفس کی طرف راجع ہے جو کہ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا میں ہے نفس چونکہ نفی کے تحت واقع ہے جس کی وجہ سے عموم مراد ہے جس کے اندر جمع کے معنی ہیں، اس لئے وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ میں جمع کا صیغہ لانا درست ہے۔

**قَوْلُهُ** : وَلَهُمُ النِّخَای لِلْكَفَارِ اَعْمَالٌ خَبِيْثَةٌ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ الْاَعْمَالِ الْمَذْكُوْرَةِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ قما دہ نے کہا ہے کہ لَھُمْ کی ضمیر کا مرجع مسلمین ہے یعنی مومنین کے لئے اعمال مذکورہ کے علاوہ اور بھی نیک اعمال ہیں جن کو وہ کرتے رہتے ہیں، بغوی نے کہا ہے کہ اول معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

**قَوْلُهُ** : حَتّٰی اِبْتِدَآئِیَّةٌ یعنی اس کے بعد سے کلام کی ابتداء ہو رہی ہے۔

**قَوْلُهُ** : اِذَا اَخَذْنَا مُتْرَفِیْھِمُ شرط ہے اِذَا هُمْ یَجَارُونَ اس کی جزاء اِذَا مَفَاجَاتِیْہِ ہے بمعنی فَا بے تقدیر عبارت یہ ہے حَتّٰی اِذَا اَخَذْنَا مُتْرَفِیْھِمُ بِالْعَذَابِ فَجَارُوا بِالْصَّرَاحِ یَجْتَرُونَ مَضَارِعَ جَمْعُ مَذْکُورِ غَائِبِ (فتح) جلتراً بے قرار ہو کر فریاد کرنا، گائے نیل کا چلانا، تَنْكِصُونَ مَضَارِعَ جَمْعُ مَذْکُورِ حَاضِرِ (ض) نکوص پھرنا، واپس ہونا۔

**قَوْلُهُ** : مُسْتَكْبِرِیْنَ بہ جار مجرور مستکبرین سے متعلق ہے بَاسِیْمِہِ یا سامراً سے متعلق ہے بَاسْمَعْنِیْ فی ہے بہ کا مرجع یا قرآن ہے جو کہ کسانتِ آیاتی سے مفہوم ہے یا اس کا مرجع بیت اللہ یا حرم ہے، اگر چہ ان دونوں کا سابق میں ذکر نہیں ہے مگر بیت اللہ اور حرم پر ان کا فخر و استکبار اس قدر مشہور تھا کہ مذکور نہ ہونے کی صورت میں بھی مذکور سمجھا جاتا تھا۔

**قَوْلُهُ** : مُسْتَكْبِرِیْنَ وَ سَامِرًا وَ تَهْجُرُونَ یہ تینوں ینکصون کی ضمیر سے حال ہیں، مفسر علام کے لئے زیادہ بہتر تھا کہ حال کو تہجرون کے بعد ذکر کرتے اور حال کے بجائے احوال فرماتے۔

قَوْلًا: بَأَنَّهُمْ أَهْلُهُ بِاسْمِیہ ہے بیان علت کے لئے یعنی ایمان سے استکبار کرتے تھے یہ علت اور دلیل بیان کرتے ہوئے کہ ہم بیت اللہ کے منتظم اور متولی ہیں۔

قَوْلًا: أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ ہمزہ محذوف پر داخل ہے اور فا عاطفہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے اَعْمُوا فَلَمْ يَدَّبَّرُوا کیا یہ لوگ (قدرت کی نشانیوں سے) اندھے ہو گئے ہیں کہ (ان میں) غور و فکر نہیں کرتے۔

قَوْلًا: عَادَةُ یہاں مناسب یہ تھا کہ عَادَةُ کے بجائے عَقْلًا کہتے، اس لئے کہ وجود مشرک فساد عالم کا عقلاً مقتضی ہے نہ کہ عَادَةُ۔

قَوْلًا: لَلْجُؤِ یہ لو کا جواب ہے۔

قَوْلًا: مَبْلَسُونَ، ابلاس سے مشتق ہے اس کے معنی نا امید ہونا، مایوس ہونا، اسی سے المیس ہے کہ وہ بھی رحمت خداوندی سے مایوس ہو گیا ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تمام انبیاء کرام کو اپنے اپنے زمانہ میں دو باتوں کی ہدایت دی گئی اول یہ کہ پاکیزہ اور حلال چیزیں کھائیں دوم یہ کہ نیک اعمال کریں، جب انبیاء کرام جو کہ معصوم ہوتے ہیں ان کو یہ ہدایت ہے تو امت تو بطریق اولیٰ اس کی مخاطب ہوگی، بلکہ اصل مقصود امت ہی کو ہدایت کرنا ہے، علماء نے اس حکم سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حلال غذا کا عمل صالح میں بڑا دخل ہے جب غذا حلال ہوتی ہے تو نیک عمل کی توفیق خود بخود ہونے لگتی ہے، اور جب غذا حرام ہوتی ہے تو نیک کام کا ارادہ کرنے کے باوجود اس میں مشکلات حائل ہو جاتی ہیں، حدیث میں وارد ہے کہ بعض لوگ لمبے لمبے سفر کرتے ہیں اور غبار آلود رہتے ہیں پھر اللہ کے سامنے دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یارب یارب پکارتے ہیں مگر ان کا کھانا بھی حرام ہوتا ہے، پینا بھی حرام، لباس بھی حرام ہوتا ہے اور حرام ہی کی ان کو غذا ملتی ہے ایسے لوگوں کی کہاں دعا قبول ہو سکتی ہے؟ (قرطبی)

أَمَّا كُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ لَفِظَ امت جماعت اور کسی خاص پیغمبر کی قوم کے معنی میں معروف و مشہور ہے، اور کبھی یہ لفظ طریقہ اور دین کے معنی میں بھی آتا ہے یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

فَلْتَقَطُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا زُبُرٌ زبور کی جمع ہے جو کتاب کے معنی میں آتا ہے اس معنی کے اعتبار سے مراد آیت کی یہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تو تمام انبیاء اور ان کی امتوں کو اصول اور عقائد میں ایک ہی دین اور طریقہ پر چلنے کی ہدایت فرمائی تھی مگر امتوں نے اس کو نہ مانا، اور آپس میں مختلف ٹکڑے ہو گئے ہر ایک نے اپنا اپنا طریقہ الگ اور اپنی کتاب الگ بنالی، اور زُبُر کبھی زُبُرۃ کی جمع بھی آتی ہے جس کے معنی قطعہ اور ٹکڑے کے ہیں یہی معنی اس جگہ زیادہ واضح ہیں، اور مراد آیت کی یہ ہے کہ لوگ عقائد اور اصول میں بھی مختلف فرقہ بن گئے لیکن فروغی اختلاف ائمہ مجتہدین اس میں داخل نہیں کیونکہ ان



اختلافات سے دین و ملت الگ نہیں ہو جاتی، اس اجتہادی اور فروعی اختلاف کو فرقہ واریت کا رنگ دینا خالص جہالت ہے جو کسی مجتہد کے نزدیک جائز نہیں۔ (معارف)

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا قُلُوبُهُمْ وَجِلَةً يُؤْتُونَ أَيْتَاءً سَمِيحًا يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْفُقَرَاءِ فَقُلْ بَلَىٰ سَوَّاهُمْ إِنِّي فَصَّلْتُ لَهُمُ الْبَيِّنَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ

اور جو لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نوازا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہے، وہ بھی اس کی تفسیر صدقات سے کی گئی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک قراءت یَا تُؤْتُونَ مَا آتَوْا بھی منقول ہے یعنی عمل کرنے میں جو کچھ کرتے ہیں، اس میں صدقات نماز روزہ اور دیگر تمام نیک اعمال شامل ہو جاتے ہیں، اسی قراءت کی رعایت کرتے ہوئے مفسر علام نے والاعمال الصالحة سے تفسیر کی ہے، مشہور قراءت کے مطابق اگرچہ یہاں ذکر صدقات ہی کا ہوگا مگر بہر حال مراد عام اعمال صالحہ ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس آیت کا مطلب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ کام کر کے ڈرنے والے وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے یا چوری کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے صدیق کی بیٹی یہ بات نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں اس کے باوجود اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ شاید ہمارے یہ اعمال اللہ کے نزدیک (ہماری کسی کوتاہی کے سبب) قبول نہ ہوں ایسے ہی لوگ نیک کاموں میں مسارعت اور مسابقت کیا کرتے ہیں (رواہ احمد والترمذی) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو نیک عمل کر کے اتنے ڈرتے تھے کہ تم برے عمل کر کے اتنے نہیں ڈرتے۔ (قرطبی)

اولئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا دار دنیا کے فوائد کے لئے دنیا کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی فکر میں رہتے ہیں یہ حضرات دین کے فوائد کے لئے ایسا ہی عمل کرتے ہیں اسی لئے وہ دین کے کاموں میں دوسروں سے آگے رہتے ہیں۔ (معارف)

وَلَهُمْ أَجْمَالٌ مِنْ دُونِ ذَلِكَ اس آیت کی ضروری تشریح تحقیق و ترکیب کے زیر عنوان گذر چکی ہے ملاحظہ کر لی جائے، راجح تفسیر یہ ہے کہ ان کی گمراہی کے لئے تو ایک شرک و کفر ہی کا پردہ غفلت کافی تھا مگر وہ اسی پر بس نہیں کرتے اس کے علاوہ دیگر اعمال خبیثہ بھی مسلسل کرتے رہتے ہیں۔

**قَوْلُهُ: مُتَرَفِّعِهِمْ مُتَرَفٍّ** سے مشتق ہے جس کے معنی خوشحالی کے ہیں، اس جگہ اس قوم کو عذاب میں پکڑنے کا ذکر ہے جس میں امیر غریب خوشحال بدحال سبھی داخل ہوں گے مگر یہاں خوشحال لوگوں کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا ہے کہ ایسے ہی لوگ دنیا کے مصائب سے اپنے بچاؤ کے لئے کچھ سامان کر لیا کرتے ہیں مگر جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو سب سے پہلے یہی لوگ بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں اس آیت میں جس عذاب کا ذکر ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ عذاب ہے جو غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تلوار سے ان کے سروں پر نازل ہوا تھا، اور بعض حضرات نے اس عذاب سے وہ قحط کا عذاب مراد لیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی بددعا سے مکہ والوں پر مسلط کر دیا گیا تھا، یہاں تک کہ وہ مردار جانور اور کتے اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے تھے، بعض مفسرین نے عذاب آخرت بھی مراد لیا ہے مگر یہ سیاق و سباق کے مطابق نہیں ہے، نبی کریم ﷺ

نے کفار کے لئے بددعا بہت کم کی ہے لیکن اس موقع پر مسلمانوں پر ان کے مظالم کی شدت سے مجبور ہو کر یہ بددعا کی تھی ”اللَّهُمَّ اشدّدْ وَطْأَتَكَ عَلَىٰ مُضْرٍ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سَنِينَ كَسَنِي يَوْسُفَ“۔ (رواہ البخاری و مسلم)

مستکبرین بہ سَامِرًا تَهْجُرُونَ اس میں یہ کی ضمیر اکثر مفسرین نے حرم کی طرف راجع قرار دی ہے جیسا کہ علامہ محلّی کی بھی یہی رائے ہے، حرم کا اگرچہ سابق میں کہیں ذکر نہیں مگر حرم سے قریش مکہ کا گہرا تعلق اور فخر و ناز اتنا معروف و مشہور تھا کہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، اور معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ قریش مکہ کا قرآن کی آیتیں سن کر پچھلے پاؤں بھاگنے (اعراض کرنے) کا سبب حرم مکہ کی نسبت اور اس کی خدمت پر ان کا تکبر اور ناز تھا، اور سَامِرًا سَمُرٌ سے مشتق ہے جس کے اصل معنی چاندنی رات کے ہیں، عرب کی عادت تھی کہ چاندنی رات میں بیٹھ کر قصے کہانی کہا کرتے تھے اس لئے لفظ سَمُرٌ قصہ کہانی کے معنی میں استعمال ہونے لگا اور سامر قصہ گو کو کہا جاتا ہے، یہ لفظ اگرچہ مفرد ہے مگر معنی میں جمع کے بولا جاتا ہے اس جگہ سامر بمعنی سامرین جمع کے لئے استعمال ہوا ہے، صاحب جلالین نے اسی جمع کے معنی کے لئے جماعۃ کا لفظ لا کر اشارہ کیا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ سَمُرٌ کے معنی رات کو گفتگو کرنے کے ہیں، یہاں خاص طور پر اس کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ مشرکین مکہ رات کو صحن کعبہ میں بیٹھ کر بے کار اور بیہودہ قصہ گوئی میں مشغول رہتے تھے اور قرآن اور صاحب قرآن کا مذاق اڑاتے ہوئے تفریحی کلمہ چست کرتے تھے اسی بنا پر حق کی بات سننے سے انکار کر دیتے تھے اس سے بڑھ کر یہ کہ قرآن اور آنحضرت ﷺ کی شان میں بکواس اور فحش گوئی کرتے تھے۔

## عشاء کے بعد فضول جاگنے کی ممانعت:

رات کو قصہ گوئی کا مشغلہ عرب اور عجم میں قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے، اس میں بہت سے مفاسد ہیں، نبی کریم ﷺ نے اس رسم کو ختم کرنے کے لئے عشاء سے پہلے سونے کی اور عشاء کے بعد فضول قصہ گوئی کو منع فرمایا ہے حکمت یہ تھی کہ عشا کی نماز پر انسان کے اعمال یومیہ ختم ہو رہے ہیں، جو دن بھر کے گناہوں کا کفارہ ہو سکتا ہے اگر عشاء کے بعد فضول قصہ گوئی میں لگ گیا تو اولاً تو یہ فعل خود عبث اور مکروہ ہے اس کے علاوہ اس کے ضمن میں غیبت جھوٹ اور دوسرے طرح کے گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے، اور ایک اس کا برا انجام یہ ہے کہ جب رات کو دیر تک جاگے گا تو صبح سویرے نہیں اٹھ سکے گا، اسی لئے فاروق اعظم جب کسی کو عشاء کے بعد فضول قصہ گوئی میں مشغول دیکھتے تو تنبیہ فرماتے تھے اور بعض کو سزا بھی دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جلد سو جاؤ شاید آخر رات میں تہجد کی توفیق ہو جائے۔ (قرطبی)

أَقْلَمُ يَذَّبُرُوا الْقَوْلَ سے اَم يَقُولُونَ بہ جنۃ تک ایسی پانچ چیزوں کا ذکر ہے جو مشرکین کے لئے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے کسی درجہ میں مانع ہو سکتی تھیں ان میں سے ہر ایک کے منفی ہونے کا بیان اس کے ساتھ کر دیا ہے، حاصل اس کا یہ ہے کہ جو وجوہ ان لوگوں کے لئے ایمان سے نافع ہو سکتی تھیں ان میں سے کوئی بھی وجہ موجود نہیں اور ایمان لانے کے لئے جو اسباب و وجوہ داعی ہیں وہ سب موجود ہیں اس لئے اب ان کا انکار، ضد اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں جس کا ذکر اس کے بعد کی

آیت میں اس طرح فرمایا بَلَّ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ أَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ یعنی انکار رسالت کی کوئی عقلی یا طبعی وجہ موجود نہیں پھر انکار کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ حق بات لے کر آئے ہیں اور یہ لوگ حق بات ہی کو برا سمجھتے ہیں سنا نہیں چاہتے جس کا سبب ہوا وہوس کا غلبہ اور بقاء اقتدار کی خواہش ہے ان پانچ چیزوں میں سے جو کہ بظاہر اقرار بالنبوت سے مانع ہو سکتی ہیں ان میں سے ایک کا بیان مندرجہ ذیل آیت میں ہے۔

أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ یعنی ان کے انکار کی ایک وجہ یہ ہو سکتی تھی کہ جو شخص دعوت حق اور دعوائے نبوت لیکر آیا ہے یہ کہیں باہر سے آیا ہوتا کہ یہ لوگ اس کے نام و نسب اور عادات و اطوار سے واقف نہ ہوتے تو یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم اس مدعی کے حالات سے واقف نہیں اسے کیسے نبی و رسول مان کر اپنا مقتدا بنالیں مگر یہاں تو یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قریش ہی کے اعلیٰ نسب میں اسی شہر مکہ میں پیدا ہوئے، اور بچپن سے لیکر جوانی کا سارا زمانہ انہیں لوگوں کے سامنے گذرا آپ کا کوئی عمل اور عادت ان سے پوشیدہ نہیں تھی اور دعوائے نبوت سے پہلے تک سارے کفار آپ کو صادق و امین کہا کرتے تھے آپ کے کردار عمل پر کسی نے بھی کبھی شبہ ظاہر نہیں کیا تھا تو آپ ان کا یہ عذر نہیں چل سکتا کہ وہ ان کو پہچانتے نہیں۔

وَلَقَدْ أَخَذْنَا لَهُم بِالْعَذَابِ اس سے پہلی آیت میں مشرکین کے بارے میں یہ کہا گیا تھا کہ یہ لوگ جو عذاب میں مبتلا ہونے کے وقت اللہ سے یا رسول سے فریاد کرتے ہیں اگر ہم ان کی فریاد پر رحم کھا کر عذاب ہٹا دیں تو ان کی جبلی شرارت و سرکشی کا عالم یہ ہے کہ عذاب سے نجات پانے کے بعد پھر بھی اپنی سرکشی اور نافرمانی میں مشغول ہو جائیں گے اس آیت میں ان کے ایک اسی طرح کے واقعہ کا بیان ہے، کہ ان کو ایک عذاب میں پکڑا گیا، مگر عذاب سے نبی کریم ﷺ کی دعا کی بدولت نجات پانے کے بعد بھی یہ اللہ کے سامنے نہیں جھکے اور برابر اپنے کفر و شرک پر جبرے رہے۔

### اہل مکہ پر قحط کا عذاب:

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ پر قحط کا عذاب مسلط ہونے کی دعا کی تھی جس کی وجہ سے یہ سخت قحط کے عذاب میں مبتلا ہوئے اور مردار و غیرہ کھانے پر مجبور ہو گئے، یہ دیکھ کر ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں آپ کو اللہ کی اور صلہ رحمی کی قسم دیتا ہوں کیا آپ نے یہ نہیں کہا کہ میں اہل عرب کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، آپ نے فرمایا بے شک کہا ہے اور واقعہ بھی یوں ہی ہے، ابوسفیان نے کہا آپ نے اپنی قوم کے بڑوں کو تو بدر کے معرکہ میں تلوار سے قتل کر دیا اور جو رہ گئے ہیں ان کو بھوک سے قتل کر رہے ہیں، اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ عذاب ہم سے ہٹ جائے، رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی یہ عذاب اسی وقت ختم ہو گیا اسی پر یہ آیت وَلَقَدْ أَخَذْنَا لَهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ نازل ہوئی اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ عذاب میں مبتلا ہونے پھر اس سے نجات پانے کے بعد بھی یہ لوگ اپنے رب کے سامنے نہیں جھکے چنانچہ واقعہ بھی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا سے قحط بھی رفع ہو گیا مگر مشرکین مکہ اپنے شرک و کفر پر اسی طرح جبرے رہے۔

(مظہری وغیرہ بحوالہ معارف)

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ خَلْقَ لَكُمُ السَّمْعَ بِمَعْنَى الْأَسْمَاعِ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَاكِيدُ لِلْقَلَّةِ تَشْكُرُونَ ﴿۱۰﴾  
 وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۱۱﴾ تَبْعُونَ وَهُوَ الَّذِي يُخَيِّبُ بِنَفْخِ الرُّوحِ فِي الْمُسْجَةِ  
 وَبَيِّتٍ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِالسَّوَادِ وَالْبَيَاضِ وَالزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۲﴾ صَنِيعُهُ تَعَالَى  
 فَتَعْتَبِرُونَ بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿۱۳﴾ قَالُوا أَيِ الْأَوَّلُونَ إِذَا امْتَنَّا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظْمًا إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿۱۴﴾  
 لَا، وَفِي الْهَمَزَيْنِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ التَّحْقِيقُ وَتَسْبِيحُ الثَّانِيَةِ وَإِذْ خَالَ الْفَرْقَ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوُجْهِينِ  
 لَقَدْ وَعَدْنَاكَ وَابَاؤُنَا هَذَا أَيِ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ قَبْلِ أَنْ مَّا هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۵﴾  
 كَالْأَضَاجِكِ وَالْأَعَاجِبِ جَمْعُ أُسْطُورَةٍ بِالضَّمِّ قُلْ لَهُمْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا مِنَ الْخَلْقِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۶﴾  
 خَالِقَهَا وَمَالِهَا سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ لَهُمْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۱۷﴾ بَادِعُ غَمِّ الثَّانِيَةِ فِي الدَّالِ فَتَعْلَمُونَ أَنَّ الْقَادِرَ  
 عَلَى الْخَلْقِ إِبْتِدَاءً قَادِرٌ عَلَى الْإِحْيَاءِ بَعْدَ الْمَوْتِ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۱۸﴾  
 الْكُرْسِيِّ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۹﴾ تَحْذَرُونَ عِبَادَةَ غَيْرِهِ قُلْ مَنْ مِنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَالتَّاءُ  
 لِلْمُبَالَغَةِ وَهُوَ جَبَرٌ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ يَخْمِي وَلَا يُحْمَى عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۰﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ وَفِي قِرَاءَةِ لِلَّهِ  
 بِلَامِ الْجَبَرِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ نَظَرًا إِلَى أَنَّ الْمَعْنَى مَنْ لَهُ مَا ذَكَرَ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ ﴿۲۱﴾ تَحْذَرُونَ وَتُصَرِّفُونَ عَنْ  
 الْحَقِّ عِبَادَةَ اللَّهِ وَحْدَهُ أَيِ كَيْفَ يُخَيَّلُ لَكُمْ أَنَّهُ بَاطِلٌ بَلْ آتَيْنَهُم بِالْحَقِّ بِالصِّدْقِ وَأَنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ﴿۲۲﴾ فِي  
 نَفْسِهِ وَهُوَ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ الْوَلَدِ إِذَا أَيُّ لَوْ كَانَ مَعَهُ إِلَهٌ لَذَهَبَ كُلُّ إِلَهِ بِمَا خَلَقَ أَيِ انْفَرَدَ بِهِ  
 وَمَنْعَ الْآخَرِ مِنَ الْإِسْتِيْلَاءِ عَلَيْهِ وَلَعَلَّ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِغَالَبَةٌ كَفِعَلِ مُلُوكِ الدُّنْيَا سُبْحَنَ اللَّهِ تَنْزِيهِهِ  
 عَمَّا يُصِفُونَ ﴿۲۳﴾ بِهِ بِمَا ذَكَرَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ مَا غَابَ وَمَا سُوءُ بَدِ الْجَبَرِ صِفَةُ وَالرَّفْعُ خَبَرٌ هُوَ مُقَدَّرًا  
 فَتَعَالَى تَعَظَّمَ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۲۴﴾ مَعَهُ.

**ترجمہ:** وہ ایسی ذات ہے کہ جس نے تمہارے کان بنائے سمع بمعنی اسماع اور آنکھیں اور دل بنائے تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو ما قلت کی تاکید کے لئے اور وہ ذات ہے کہ جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے، یعنی مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤ گے اور وہ ایسی ذات ہے کہ جو گوشت کے ٹوٹنے میں روح پھونک کر تم کو حیات بخشی ہے اور موت دیتی ہے اور سیاہی اور سفیدی، زیادتی اور نقصان کے ذریعہ اور دن کو بدلنا اسی کے اختیار میں ہے تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی صنعت کو سمجھتے نہیں ہو کہ عبرت حاصل کرو، بلکہ یہ بھی ویسی ہی بات کہتے ہیں جو اگلے لوگ کہتے چلے آئے ہیں پہلے لوگوں نے یوں کہا کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں رہ جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے نہیں، اور ہمزہ میں دونوں

جگہوں پر تحقیق ہے اور ثانی ہمزہ کی تسہیل ہے، اور دونوں ہمزوں کے درمیان دونوں صورتوں میں الف داخل کرنا ہے اس کا تو ہم سے اور ہمارے بڑوں سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یعنی بعث بعد الموت کا، یہ کچھ بھی نہیں محض بے سند جھوٹی باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آرہی ہیں جیسا کہ ہنسی کی اور تعجب کی باتیں اساطیر اُسطورہ کی جمع ہے ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ آپ ان سے دریافت کیجئے کہ یہ زمین اور اس میں جو مخلوق ہے کس کی ملک ہیں اگر تم اس کے خالق کو اور مالک کو جانتے ہو تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کی ملک میں ہیں (تو) ان سے کہئے کہ پھر کیوں غور نہیں کرتے تَذَكُّرُونَ (اصل میں تَذَكُّرُونَ تھا) تا ثانیہ کو ذال کیا اور ذال کو ذال میں ادغام کر دیا تَذَكُّرُونَ ہو گیا، کہ تم جان سکو کہ جو ابتداء پیدا کرنے پر قادر ہے وہ موت کے بعد زندہ کرنے پر قادر ہے آپ ان سے یہ بھی دریافت کیجئے کہ ان ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کرسی کا مالک کون ہے؟ تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ یہ بھی اللہ کا ہے (اس وقت) کہئے تو پھر تم غیر اللہ کی عبادت سے کیوں نہیں بچتے؟ آپ ان سے یہ بھی دریافت کیجئے کہ وہ کون ہے کہ جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے ملکوت میں تا مباغہ کے لئے ہے وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا یعنی وہ حمایت کرتا ہے اس کے مقابلہ حمایت نہیں کی جاسکتی، اگر تم کو کچھ خبر ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے (ان صفات کا مالک) اللہ ہے اور ایک قراءت میں (اللہ کے بجائے) لِله ہے لام کے جر کے ساتھ دونوں جگہوں میں اس بات کی طرف نظر کرتے ہوئے کہ (مَنْ بَيِّدَهُ) کے معنی مَنْ لَهُ مَا ذِكْرُ کے ہیں تو آپ (اس وقت) کہئے کہ پھر تم کو کیا خطہ ہو رہا ہے؟ یعنی دھوکے میں پڑے ہوئے ہو اور حق یعنی اللہ وحدہ کی عبادت سے برگشتہ ہو رہے ہو یعنی تم کو یہ تصور کیسے ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ باطل ہے بلکہ ہم نے ان کو سچی بات پہنچائی ہے اور یقیناً یہ خود جھوٹے ہیں اس سچی بات کی نفی کرنے میں اور وہ سچی بات جو ہم نے پہنچائی ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے ورنہ تو اگر اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا یعنی خود تنہا اس کا مالک ہو جاتا اور دوسرے کو اس پر غلبہ کرنے سے روک دیتا، اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا غلبہ حاصل کرنے کے لئے جیسا کہ دنیا کے بادشاہ کرتے ہیں اللہ ان تمام مذکورہ باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے جو غائب ہے اور جو ظاہر ہے عَالِمِ کے جر کے ساتھ لفظ اللہ کی صفت ہے اور رفع کے ساتھ ہو مبتداء محذوف کی خبر ہے غرضیکہ وہ ان چیزوں سے بالاتر ہے جن کو یہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

### حَقِیْقِیْ وَتَشْکُرُیْ تَسْمِیْلُیْ تَفْسِیْرُیْ فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: فَلَيْلًا مَّا تَشْكُرُونَ مَا اس قلت کی تاکید کے لئے ہے جو قلیلاً کی تنوین تکبیر سے مستفاد ہے اور قلیلاً مفعول مطلق کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اس کی تقدیر عبارت یہ ہے ای تشکرون شکراً قلیلاً اور یہ عدم شکر سے کنایہ ہے اس لئے کہ قلت عدم کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہی معنی حال کفار کے زیادہ مناسب ہیں۔

قَوْلًا: أَفَلَا تَعْقِلُونَ ہمزہ محذوف پر داخل ہے فاعطف ہے ای اغفلتم فلا تعقلون ان القادر علی انشاء الخلق قادر علی اعادتهم بعد الموت۔

قَوْلًا: بَلْ قَالُوا ای کفار مکہ یہ محذوف سے اضراب انتقالی ہے تقدیر عبارت یہ ہے فلم یعذبوا بل قالوا ابوسعود نے کہا بل قالوا کا عطف مقدر ہے ای فلم یعقلوا بل قالوا۔

قَوْلًا: لَقَدْ وَعَدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا كَاعْطَفَا وَعَدْنَا کی ضمیر متصل پر ہے جب کہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنا ہو تو ضمیر منفصل کے ذریعہ تاکید ضروری ہوتی ہے مگر یہاں چونکہ نحن کا فصل آگیا ہے جو کہ قائم مقام ہے ضمیر منفصل کے لہذا عطف درست ہو گیا ہذا، وَعَدْنَا کا مفعول ثانی ہے اور نا ضمیر اس کا نائب فاعل ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ وَعَدْنَا الْآنَ مُحَمَّدٌ بِالْبَعْثِ وَعَدَ غَيْرُهُ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُنَا بہ۔

قَوْلًا: لَا يَاسَ بات کی طرف اشارہ ہے کہ ءَا إِذَا مِتْنَا میں ہمزہ استفہام انکاری ہے۔

قَوْلًا: إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ شرط ہے اس کا جواب محذوف ہے ای إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ فَاخْبِرُونِي بِخَالِقِهَا۔

قَوْلًا: مَلَكُوتِ اس میں واو اور تا مبالغہ کے لئے زائد ہیں جیسا کہ رحمت میں۔

قَوْلًا: وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ عَلَى کے ساتھ تعدیہ نصرت کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے ہے۔

قَوْلًا: نَظَرًا إِلَى أَنْ الْمَعْنَى مَنْ لَهُ لَفْظُ اللَّهِ اَوْ بِرَتَيْنِ جگہ واقع ہوا ہے پہلی جگہ لام جر کے ساتھ متعین ہے اس لئے کہ سوال میں لام ظاہر ہے یعنی قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا لَهَذَا جَوَابٌ لَعْنِي سَيَقُولُونَ لِلَّهِ میں بھی لام کو ظاہر کرنا متعین ہے، دوسرے مقام پر معنی کی رعایت کی وجہ سے لام کو ظاہر کرتے ہیں اور لفظ کی رعایت کی وجہ سے لام کو حذف کرتے ہیں اس لئے کہ سوال کے الفاظ یہ ہیں قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ (الآیہ) تو اس وقت جواب ہوگا اللہ، اور معنی کی رعایت کریں تو مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ معنی میں لِمَنِ السَّمَوَاتِ کے ہے تو اس وقت جواب میں لِلَّهِ واقع ہوگا، اسی طرح تیسرے مقام قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ اگر سوال کے لفظ کی رعایت کی جائے تو لام حذف ہوگا اور اگر سوال کے معنی کی رعایت کی جائے تو لام ظاہر ہوگا، اس لئے کہ معنی یہ ہیں لِمَنِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ خلاصہ یہ ہے کہ ان تین مقاموں میں سے پہلے مقام میں اظہار لام جر متعین ہے اور بعد کے دونوں مقاموں میں سوال کے لفظ کی رعایت سے حذف لام ہوگا اور معنی کی رعایت سے اظہار لام ہوگا یعنی اظہار اور حذف دونوں جائز ہیں۔

قَوْلًا: تُخَدَعُونَ تُسَحَّرُونَ کی تفسیر تُخَدَعُونَ سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ تُسَحَّرُونَ مجازاً تُخَدَعُونَ کے معنی میں ہے۔

قَوْلًا: وَتُضَرَّفُونَ عَنِ الْحَقِّ عِبَادَةُ اللَّهِ، عِبَادَةُ اللَّهِ حق سے بدل ہے اس وجہ سے عِبَادَةُ اللَّهِ مجرور ہے۔

قَوْلًا: كَيْفَ يُخِيلُ لَكُمْ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اَنَّى كَيْفَ کے معنی میں ہے اور تُسَحَّرُونَ تُخِيلُ کے معنی میں ہے۔

**قَوْلُهُ: مِنْ وَلَدٍ مِنْ** مفعول پرزاندہ ہے اور مِنْ الْإِثْمِ میں سے اسم پرزاندہ ہے۔  
**قَوْلُهُ: إِذَا أَى لَوْ** کان معہ اللہ لَذَهَبَ (الآیہ) إِذَا کے بعد لَوْ کان معہ کا اضافہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ إِذَا ایسے کلام پر داخل ہوتا ہے کہ جو شرط و جزاء پر مشتمل ہو اور یہاں لَذَهَبَ صرف جزا ہے جواب یہ ہے کہ شرط محذوف ہے جس کی طرف شارح نے لَوْ کان معہ اللہ محذوف مان کر اشارہ کر دیا ہے، إِذَا بمعنی لَوْ امتناعیہ ہے۔  
**قَوْلُهُ: مَا ذَكَرَ أَى مِنَ** الاولاد والانداد۔

**قَوْلُهُ: عَالِمِ الْغَيْبِ** جر کے ساتھ ہے لفظ اللہ سے بدل یا صفت واقع ہونے کی وجہ سے اور عَالِمِ الْغَيْبِ کو رفع کے ساتھ پڑھا جائے تو **هُوَ** مبتدا محذوف کی خبر ہوگی۔  
**قَوْلُهُ: فَتَعَالَى** اس کا عطف ماقبل کے معنی پر ہے، اِی عَلِمَ الْغَيْبِ فَتَعَالَى عما یُشْرَکُون۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

**هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ** (الآیہ) یعنی عقل و فہم اور سننے سمجھنے کی یہ صلاحیتیں عطا کیں تاکہ ان کے ذریعہ وہ حق کو پہچانیں، سنیں اور اسے قبول کریں یہی ان نعمتوں کا شکر یہ ہے مگر یہ شکر کرنے والے یعنی حق کو قبول کرنے والے کم ہی ہیں۔  
**أَسَاطِيرُ، أُسْطُورَةٍ** کی جمع ہے یعنی مُسْطَوْرَةٌ مکتوبہ لکھی ہوئی کہانیاں یعنی دوبارہ زندہ ہونے کا وعدہ کب سے ہوتا آرہا ہے، ہمارے آباؤ اجداد سے مگر ابھی تک رو بہ عمل تو نہیں ہوا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ کہانیاں ہیں جو پہلے لوگوں نے کتابوں میں لکھ دی ہیں جو نقل و نقل ہوتی چلی آرہی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں، بھلا کہیں یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں ملنے کے بعد زندہ کئے جائیں گے ایسی باتیں اور ایسے وعدے تو ہم اپنے باپ دادوں سے سنتے چلے آرہے ہیں لیکن ہم نے آج تک خاک کے ذروں اور ہڈیوں کے ریزوں کو آدمی بننے نہیں دیکھا۔

**وَهُوَ يَجْزِيهِ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ** (الآیہ) یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہے عذاب اور مصیبت سے پناہ دیدے اور یہ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے مقابلہ پر کسی کو پناہ دیکر اس کے عذاب و تکلیف سے بچائے یہ بات دنیا کے اعتبار سے بھی صحیح ہے اور آخرت کے اعتبار سے بھی۔ (قرطبی)

**قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا** ان کنتم تعلمون یعنی جب تمہیں یہ تسلیم ہے کہ زمین کا اور اس میں موجود تمام اشیاء کا خالق اور مالک تنہا ہی ایک اللہ ہے اور آسمان اور عرش عظیم کا مالک بھی وہی ہے تو پھر تمہیں یہ تسلیم کرنے میں تامل کیوں ہے کہ عبادت کے لائق بھی صرف وہی ایک اللہ ہے پھر تم اس کی وحدانیت کو تسلیم کر کے اس کے عذاب سے بچنے کا اہتمام کیوں نہیں کرتے تجہازی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس اعتراف اور علم کے باوجود تم دوسروں کو اس کی عبادت میں شریک کرتے ہو؟ قرآن کریم کی اس صراحت سے واضح ہے کہ مشرکین مکہ اللہ کی ربوبیت اور اس کی خالقیت و مالکیت اور رزاقیت کے منکر نہیں تھے بلکہ یہ سب باتیں تسلیم کرتے تھے انہیں صرف توحید الوہیت سے انکار تھا اور یہ سب کچھ صرف اور صرف اس مغالطہ کی بنا پر تھا کہ یہ بھی

اللہ کے نیک بندے تھے ان کو اللہ نے کچھ اختیارات دے رکھے ہیں اور ہم ان کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں یہی مغالطہ آج کل کے مردہ پرستوں اور اہل بدعت کو ہے جس کی بنیاد پر وہ فوت شدگان کو مدد کے لئے پکارتے ہیں ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول نے کہیں نہیں فرمایا کہ تم غیر اللہ کو امداد اور حاجت روائی کے لئے پکارا کرو، اللہ اور اس کے رسول نے تو اچھی طرح واضح کر دیا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور جو لوگ اللہ کے ساتھ غیر کو عبادت میں شریک کرتے ہیں اس لئے نہیں کہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے بلکہ محض ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اور آباء پرستی کی وجہ سے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ نہ اس کی کوئی اولاد ہے، نہ کوئی ساجھی، اگر ایسا ہوتا تو ہر شریک اپنے حصہ کی مخلوق لیکر الگ ہو جاتا اور خود اپنی مرضی سے اس کا انتظام کرتا اور ہر شریک دوسرے شریک پر غالب آنے کی کوشش کرتا جیسا کہ نبوی بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے، اور جب ایسا نہیں ہے اور نظام عالم میں ایسی کوئی کشاکشی نہیں ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک اور برتر ہے جو مشرکین اس کی بابت باور کرتے ہیں۔

قُلْ رَبِّ اِمَّا فِيهِ ادْغَامٌ نُّونٌ اِنْ الشَّرْطِيَّةِ فِي مَا الرَّائِدَةُ تُرِيَّتِي مَا يُوعَدُونَ ﴿۱﴾ مِنَ الْعَذَابِ بُوْ صَادِقٌ بِالْقَتْلِ بَيِّنٌ  
رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۲﴾ اِى فَاُتْلِكَ بِهَلَاكِهِمْ وَانَا عَلٰى اَنْ تُرِيَّكَ مَا نَعِدُهُمْ فَلَقِدْرُونَ ﴿۳﴾ اِذْ قَعَّ  
بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ اِى الْحَلَّةِ مِنَ الصَّفْحِ وَالْاِعْرَاضِ عَنْهُمْ السَّيِّئَةُ اِذَا هُمْ اِيَّاكَ وَهَذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ  
نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ﴿۴﴾ اِى يَكْذِبُونَ وَيَقُولُونَ فَتُجَازِيهِمْ عَلَيْهِ وَقُلْ رَبِّ اَعُوْذُ اَعْتَصِمُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ ﴿۵﴾  
نَزَّاعِيَهُمْ بِمَا يُوسُوسُونَ بِهِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُونِ ﴿۶﴾ فِى اُمُوْرٍ لَا نَهْمُ اِنَّمَا يَحْضُرُونَ بِسُوءِ حَتَّى  
اِيْتَدَائِيَّةٌ اِذَا جَاءَ اَحَدُهُمُ الْمَوْتُ وَرَاى مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ اَمْسَنَ قَالَ رَبِّ ارْجِعْوْنِ ﴿۷﴾ اَلْجَمْعُ  
لِلتَّعْظِيْمِ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا بَانَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ يَكُوْنُ فِيمَا تَرَكْتُ ضَيِّعْتُ مِنْ عُمْرِيْ اِى فِى  
مُقَابَلَتِهِ قَالَ تَعَالٰى كَلَّا اِى لَا رُجُوْعَ اِنَّهَا اِى رَبِّ ارْجِعُوْنَ كَلِمَةً هُوَ قَائِلُهَا وَلَا فَاِيْدَةً لَّهٗ فِيْهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ  
اَمَامِهِمْ بَرَزَ حَاجِزٌ يَّصُدُّهُمْ عَنِ الرَّجُوْعِ اِلَى يَوْمٍ يَّجْعَلُوْنَ ﴿۸﴾ وَلَا رُجُوْعَ بَعْدَهُ فَاِذَا نْفَخَ فِي الصُّوْرِ الْقَرْنَ النَّفْخَةُ  
الاولى اَوِ الثَّانِيَّةُ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَتَفَخَّرُونَ بِهَا وَلَا يَتَسَاءَلُوْنَ ﴿۹﴾ عَنْهَا خِلَافٌ خَالِيَهُمْ فِى الدُّنْيَا لَمَّا  
يَسْغَلُهُمْ مِنْ عَظَمِ الْاَمْرِ عَنْ ذَلِكَ فِى بَعْضِ مَوَاضِعِ الْقِيَمَةِ وَفِى بَعْضِهَا يُنْفِقُونَ وَفِى آيَةٍ اُخْرٰى  
وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ فَمَنْ ثَقَلَتْ مَوَازِينُهُ بِالْحَسَنَاتِ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۰﴾ الْفَائِزُونَ  
وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ بِالسَّيِّئَاتِ فَاُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿۱۱﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهُهُمْ النَّارُ  
تُخْرِقُهَا وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُونَ ﴿۱۲﴾ شَمِرَتْ شِفَاهُهُمْ الْعُلْيَا وَالسُّفْلٰى عَنْ اَسْنَانِهِمْ وَيُقَالُ لَهُمْ اَلَمْ تَكُنْ اِيْتٰى مِنْ  
الْقُرْآنِ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ تُخَفُّوْنَ بِهَا فَكُنْتُمْ بِهَا تُكْذِبُونَ ﴿۱۳﴾ قَالُوا رَبَّنَا عَلِمَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَفِى قِرَآءَةِ شِقَاوَتِنَا



بِفَتْحِ أَوَّلِهِ وَالْعَبِّ وَبُهَا مَضْدَرَانِ بِمَعْنَى **وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ** ۝ عَنِ الْهِدَايَةِ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا إِلَى  
 الْمُخَالَفَةِ **فَاتَّخِذْ لَنَا آيَةً** ۝ قَالَ لَهُمْ بِلِسَانٍ مَالِكٍ بَعْدَ قَدْرِ الدُّنْيَا مَرَّتَيْنِ **اُخْشَوْا فِيهَا أَفْعُدُوا فِي النَّارِ أَذْلَاءَ**  
**وَلَا تَكْلُمُونَ** ۝ فِي رَفْعِ الْعَذَابِ عَنْكُمْ فَيَنْقَطِعُ رَجَاؤُهُمْ إِنَّهُ كَانَ قَرِيبٌ مِّنْ عِبَادِي بِهِمُ الْمُهَاجِرُونَ  
**يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَأَرْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ** ۝ فَاتَّخَذَ تَمُوهَهُمْ سَخِرِيًّا بَضَمِ السِّينِ وَكَسْرِهَا  
 مَضْدَرٌ بِمَعْنَى الْهَزْءِ مِنْهُمْ بِلَالٍ وَصُهَيْبٍ وَعَمَّارٌ وَخَبَّابٌ **حَتَّىٰ أَسْأَلُكُمْ ذِكْرِي** ۝ فَتَرَكْتُمُوهُ لِاسْتِعْغَالِكُمْ  
 بِالِاسْتِهْزَاءِ بِهِمْ فَهُمْ سَبَبُ الْإِنْسَاءِ فُنُسِبَ إِلَيْهِمْ **وَلَكُنتُمْ مِنْهُمْ تَضَحَّوْنَ** ۝ إِنِّي جَوَّيْتُهِمُ الْيَوْمَ السَّعِيمَ  
 الْمُفِيمَ **بِمَاصِرُوقًا** ۝ عَلَى اسْتِهْزَائِكُمْ بِهِمْ وَادَّكُمُ إِيَّاهُمْ أَنَّهُمْ بِكسرِ الْهَمْزَةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ بِمَطْلُوبِهِمْ  
 اسْتِثْنَاةً وَبِفَتْحِهَا مَفْعُولٌ ثَانٍ لِّجَزَائِهِمْ **قُلْ** ۝ تَعَالَى لَهُمْ بِلِسَانٍ مَالِكٍ وَفِي قِرَاءَةٍ قُلْ **كَمْ لَيْسَتْكُمْ فِي الْأَرْضِ**  
 فِي الدُّنْيَا وَفِي قُبُورِكُمْ **عَدَدُ سِنِينَ** ۝ تَمَيِّزٌ **قَالُوا لَيْتَنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ** ۝ شَكُّوا فِي ذَلِكَ وَاسْتَقْصَرُوهُ  
 لِعَظَمِ مَا بِهِمْ مِنَ الْعَذَابِ **فَسُئِلَ الْعَادِينَ** ۝ أَيِ الْمَلَائِكَةِ الْمُحْصِينَ أَعْمَالَ الْخَلْقِ **قُلْ** ۝ تَعَالَى بِلِسَانٍ  
 مَالِكٍ وَفِي قِرَاءَةٍ قُلْ **إِنْ أَى مَا لَيْسَتْكُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّهُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** ۝ بِمُقْدَارِ لُبِّكُمْ مِنَ الطُّولِ كَانَ  
 قَلِيلًا بِالنِّسْبَةِ إِلَى لُبِّكُمْ فِي النَّارِ **أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا لَا لِحِكْمَةٍ** ۝ وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝ بِالْبِنَاءِ  
 لِلْفَاعِلِ وَلِلْمَفْعُولِ لَا بَلَّ لَتَعْبُدَكُمْ بِالْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَتُرْجَعُوا إِلَيْنَا وَنُجَازِي عَلَى ذَلِكَ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ  
 وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ **فَتَعَلَّى اللَّهُ** ۝ عَنِ الْعَبَثِ وَغَيْرِهِ بِمَا لَا يَلِيقُ بِهِ **الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ**  
**الْعَرْشِ الْكَرِيمِ** ۝ الْكَرْسِيُّ هُوَ السَّرِيرُ الْحَسَنُ **وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ** ۝ صِفَةُ كَاشِفَةٍ  
 لَا مَفْهُومَ لَهَا **فَأَنَّمَا حِسَابُهُ جَزَاءُ** ۝ **عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ** ۝ لَا يَسْتَعْدُونَ **وَقُلْ رَبِّ اعْفِرْ وَارْحَمْ**  
 الْمُؤْمِنِينَ فِي الرَّحْمَةِ زِيَادَةً عَلَى الْمَغْفِرَةِ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ ۝ أَفْضَلُ.

۶

**ترجمہ:** آپ دعاء کیجئے کہ اے میرے پروردگار! مّا اصل میں انّ ما تھا انّ شرطیہ کے نون کو مازاندہ میں ادغام  
 کر دیا جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جا رہا ہے اگر آپ مجھ کو دکھادیں تو اے میرے پروردگار مجھے ان ظالم لوگوں میں  
 شامل نہ کیجئے کہ میں ان کے ساتھ ہلاک کر دیا جاؤں اور وہ وعدہ (غزوہ) بدر میں قتل کے ذریعہ صادق آیا اور ہم اس بات پر قادر  
 ہیں کہ جو وعدہ ان سے کر رہے ہیں آپ کو دکھلا دیں آپ ان کی بدی یعنی آپ کو ایذا رسانی کا دفعیہ ایسے طریقہ سے کر دیا کیجئے کہ  
 جو بہت ہی اچھا ہو یعنی ان سے عفو و درگزر کی خصلت کے ذریعہ اور یہ (عفو و درگزر) کا حکم جہاد کی اجازت سے پہلے کا ہے ہم  
 خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ کہا کرتے ہیں یعنی تکذیب کرتے ہیں اور باتیں بناتے ہیں ہم ان کو اس کی سزا دیں گے اور آپ یوں  
 دعا کیا کیجئے کہ اے میرے رب میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ان شیطانی خیالات سے کہ جن کے ذریعہ وہ وسوسہ ڈالتے ہیں اور

اے میرے رب میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ شیاطین میرے پاس آئیں یعنی میرے کاموں میں دخل دیں اس لئے کہ وہ بدی ہی کے ساتھ آتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے، حَتَّىٰ اِبْتَدَاَیَہِ اور وہ دوزخ کا اپنا ٹھکانا اور جنت کا اپنا ٹھکانا اگر ایمان لاتا دیکھ لیتا ہے تو (اس وقت) کہتا ہے اے میرے رب آپ مجھے واپس بھیج دیجئے اِرْجِعُوْنَ جمع کا صیغہ تعظیم کے لئے ہے تاکہ جس (دنیا) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں جا کر نیک عمل کروں یعنی لا الہ الا اللہ کی شہادت دوں تاکہ میری یہ شہادت مافات کی تلافی ہو جائے یعنی جو عمر میں نے ضائع کر دی اس کا عوض ہو جائے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا یعنی رجعت نہیں ہو سکتی، بلاشبہ یہ یعنی رَبِّ اِرْجِعُوْنَ ایک کلمہ ہے جس کو یہ بولے جارہا ہے اور اس کلمہ کے بار بار کہنے میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اور ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے جو ان کو رجوع سے مانع ہے قیامت کے دن تک اور اس کے بعد رجوع نہیں ہے پھر صور میں پھونکا جائے گا یعنی سینک (جیسی کسی شئی) میں پہلانچہ یا غانیہ تو اس روز ان کے درمیان رشتے ناتے جن پر یہ لوگ فخر کرتے تھے باقی نہیں رہیں اور نہ کوئی رشتے ناتوں کے متعلق پوچھے گا بخلاف دنیا میں ان کی حالت کے، اس لئے کہ ایک امر عظیم قیامت کے بعض مواقع میں ان کو اس (پوچھ گچھ) سے غافل کر دے گا، اور قیامت کے بعض مواقع میں ان کو افاقہ ہوگا اور ایک دوسری آیت میں ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں گے سو جس شخص کا نیکیوں کی وجہ سے پلڑا بھاری ہوگا تو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور سینات کی وجہ سے جس کا پلڑا ہلکا ہوگا سو وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا سو وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور آگ ان کے چہروں کو بھلس دے گی یعنی جلا دے گی اور وہ وہاں بد شکل بنے ہوں گے اور ان کے اوپر کے ہونٹ اوپر کو سٹڑے ہوئے ہوں گے اور ان کے نیچے کے ہونٹ دانتوں سے نیچے لٹکے ہوئے ہوں گے، ان سے ارشاد ہوگا کیا تم کو قرآن سے میری آیتیں پڑھ کر نہیں سنا کی جاتی تھیں یعنی ان آیات کے ذریعہ تم کو خوف نہیں دلایا جاتا تھا پھر بھی تم ان کی تکذیب کرتے تھے وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہماری بد نصیبی ہمارے اوپر غالب آگئی تھی اور ایک قراءت میں شَقَاوُتُنَا ہے اول کے فتنہ اور الف کے ساتھ اور یہ دونوں مصدر ہیں دونوں کے ایک ہی معنی میں ہیں اور بے شک ہم ہدایت سے بھٹکے ہوئے تھے اے ہمارے پروردگار ہم کو جہنم سے نکال دیجئے پس اگر ہم پھر بھی مخالفت کریں تو بلاشبہ ہم قصور وار ہوں گے دنیا کی دو گنی مقدار کے بعد مالک کی زبانی ارشاد ہوگا ذلت کے ساتھ اسی میں پڑے رہو یعنی ذلت کے ساتھ جہنم میں پڑے رہو، اور مجھ سے اپنے رفع عذاب کے بارے میں کلام مت کرو چنانچہ وہ لوگ مایوس ہو جائیں گے میرے بندوں میں ایک جماعت تھی جو عرض کیا کرتی تھی اور وہ مہاجرین کی جماعت تھی اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے ہیں ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحمت فرمائیے آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں لیکن تم انہیں مذاق میں اڑاتے رہے سُخْرِیَا سَیْنِ کے ضمہ اور اس کے کسرہ کے ساتھ بمعنی تمسخر، ان میں بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور صہیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور عمار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور خباب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے یہاں تک کہ ان لوگوں نے تم کو ہماری یاد بھلا دی سو تم نے ان کے استہزاء میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس یاد کو ترک کر دیا تو گویا کہ وہ لوگ بھلانے کا سبب ہوئے اسی وجہ سے بھلانے کی نسبت

ان کی طرف کردی اور تم ان کی ہنسی ہی اڑاتے رہے، میں نے آج ان کو تمہارے استہزاء اور ایذا پر صبر کرنے کے عوض دائمی نعمتوں کا بدلہ دیدیا بلاشبہ یہی لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہیں انہم کے کسرہ کے ساتھ (اس صورت میں) جملہ مستانفہ ہوگا اور ہمزہ کے فتح کے ساتھ جَزَيْتُہُمْ کا مفعول ثانی ہوگا اللہ تعالیٰ مالک کی زبانی فرمائے گا اور ایک قراءت میں قُلْ ہے کہ تم دنیا میں اور اپنی قبروں میں سالوں کے حساب سے کتنی مدت رہے عَدَدَ سنین، کم کی تمیز ہے (تقدیر عبارت یہ ہے) لبثتم کم عَدَدًا مِنَ السِّنِينَ وہ جواب دیں گے کہ ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہوں گے وہ اس مدت قیام میں شک کریں گے اور ابتلائے عذاب کے عظیم ہونے کی وجہ سے قیام دنیا کی مدت کو کم سمجھیں گے سو شمار کرنے والوں یعنی مخلوق کے اعمال کو شمار کرنے والے فرشتوں سے معلوم کر لیجئے اللہ تعالیٰ مالک کی زبانی فرمائیں گے اور ایک قراءت میں قُلْ ہے تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو کیا اچھا ہوتا کہ تم اپنے طول قیام کی مدت کو جان لیتے جو بہت کم تھی تمہارے جہنم میں قیام کی نسبت سے کیا تم یہ گمان کئے ہوئے تھے کہ ہم نے تم کو بیکار بغیر کسی حکمت کے پیدا کر دیا اور یہ کہ تم ہمارے پاس لوٹ کر نہ آؤ گے ترجعون معروف اور مجہول دونوں ہیں، نہیں بلکہ (ہم نے تم کو اس لئے پیدا کیا) کہ تم کو امر اور نہی کا مکلف بنائیں اور تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ اور ہم اس تکلیف پر تم کو جزاء دیں، اور ہم نے جن و انس کو صرف عبادت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے سو اللہ تعالیٰ عبث وغیرہ سے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے برتر ہے، جو کہ بادشاہ حقیقی ہے اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں عرش عظیم کا مالک ہے یعنی کرسی کا جو کہ بہترین تخت ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی بندگی کرے گا کہ جس کے معبود ہونے پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے آخسر، الہا کی صفت کا خفہ ہے اس کے مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں، سواس کا حساب یعنی اس کی جزاء اس کے رب کے یہاں ہوگا یقیناً کافروں کو فلاح نہ ہوگی یعنی سعادت مند نہ ہوں گے اور آپ یوں دعا کیا کیجئے اے میرے رب معاف فرما اور مومنین پر رحم فرما رحمت میں مغفرت کے مقابلہ میں زیادتی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے یعنی رحمت کے اعتبار سے افضل ہے۔

### حَقِيقَةُ تَرْكِيكِ تَسْمِيْلٍ وَ تَفْسِيْرِي فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: تَرْبِيَّتِي تَوْجِيْہِ دَکھلائے اِراءۃ سے مضارع واحد مذکر حاضر بانون تاکید تھیل یعنی بر فتح متعدی بدو مفعول بواسطہ ہمزہ ی ضمیر متکلم مفعول اول ماموصولہ مفعول ثانی۔

قَوْلُهُ: فَلَا تَجْعَلْنِيْ جَوَابُ شَرْطَانِیْ بمعنی مع لفظ رَبِّ کا اعادہ تضرع اور عاجزی میں مبالغہ کرنے کے لئے کیا گیا ہے فَاهْلَکَ بِہَلَاکِہُمْ جواب نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: وَاِنَّا عَلٰی اَنْ نُّرِيْكَ مَا نَعِدُّہُمْ لَقَدِرُوْنَ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ناصب نا اس کا اسم علی حرف جار نُرِیْ فعل بافاعل لا مفعول اول مَا موصولہ جملہ ہو کر صلہ موصول صلہ سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مفعول ثانی نُرِیْ

اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر مجرور ہوا علی جار کا جار مجرور سے مل کر متعلق مقدم ہوا قَادِرُونَ کا قادرون اپنے متعلق سے مل کر اَنَا کی خبر۔

قَوْلٌ: اِی خَلَّةٌ بمعنی خصلت مفسر علام نے خَلَّةٌ کو مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ اَلَّتِی خَلَّةٌ موصوف مقدر کی صفت ہے اور السَّيِّئَةُ اِدْفَع کا مفعول بہ ہے، تقدیر عبارت یہ ہے اِدْفَعِ السَّيِّئَةَ بِالْخَصْلَةِ الَّتِی هِی احسن۔

قَوْلٌ: مِنْ الصَّفْحِ وَالْاَعْرَاضِ عَنْهُمْ مِثْلِ مِنْ بَيَانِیہ ہے اور الصَّفْحِ الْخِصْلَةُ کا بیان ہے۔

قَوْلٌ: اِذَا هُمْ اِيَاكَ، السَّيِّئَةُ کی تفسیر ہے۔

قَوْلٌ: هَمَزَاتٍ، هَمْزُ کی جمع ہے شیطانی وسوسے، نفسانی خطرات۔

قَوْلٌ: حَتّٰی اَبْتَدَا یَہ ہے یعنی کلام مابعد کلام ماقبل سے جدا ہے، اس کلام کا مقصد مرنے کے بعد کافروں کا حال بیان کرنا ہے۔

قَوْلٌ: الْجَمْعُ لِلتَّعْظِیْمِ مفسر علام اس عبارت سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کہ مخاطب ہے واحد ہے لِهَذَا رَبِّ اِرْجِعْنِی سے خطاب کرنا چاہئے، جواب یہ ہے کہ تَعْظِیْمًا جمع کا صیغہ لایا گیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اِرْجِعُونَ میں واؤ تکرار پر دلالت کرنے کے لئے لایا گیا ہے، اِی اِرْجِعْنِی اِرْجِعْنِی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول ”اَلْقِیَا فِی جَهَنَّمَ“ میں الف تکرار کے لئے ہے یعنی اَلْقِیَ اَلْقِیَ کی معنی میں ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ جمع کا صیغہ ملائکہ کے اعتبار سے ہے۔

قَوْلٌ: وَرَاٰهُمْ، هُمْ لَا اَحَدَهُم کی طرف راجع ہے جمع کی ضمیر باعتبار معنی کے ہے اس لئے اَحَدَهُم معنی میں کلہم کے ہے ماقبل میں واحد کی ضمیریں باعتبار لفظ کے ہیں۔

قَوْلٌ: فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ اَنْسَابِ نَسَبِ کی جمع ہے بمعنی قرابت، رشتہ داری یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے درمیان نسب اور قرابت تو ثابت شدہ امر ہے اس کی نفی کس طرح صحیح ہے مفسر علام نے یَتَفَاخَرُونَ کا اضافہ کر کے اس سوال کا جواب دیدیا کہ نسب کی نفی کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس کی صفت جو کہ محذوف ہے اس کی نفی مقصود ہے اور وہ یَتَفَاخَرُونَ ہے، یعنی دنیا میں جس نسب اور قرابت پر فخر کیا کرتے تھے وہ سب ختم ہو جائیں گے، اس لئے کہ میدان محشر میں ہولنا کی اور دہشت کی وجہ سے تراحم اور تعاطف سب ختم ہو جائیں گے، اسی ہولنا کی کی منظر کشی کرتے ہوئے دوسری آیت میں فرمایا یَقْرَأُ الْمُرَاۤءُ مِنْ اَخِیْہِ وَاَمِہِ وَاَبِیْہِ وَصَا حِیْتِہِ وَبَنِیْہِ۔

قَوْلٌ: لَا یَتَسَاۤءَلُونَ عَنْہَا اِی الْاَنْسَابِ خِلَافَ حَالِہُمْ فِی الدُّنْیَا اِی ذَلِکَ خِلَافَ حَالِہُمْ۔

قَوْلٌ: لِمَا یَشْغُلُہُمْ یَہ وَلَا یَتَسَاۤءَلُونَ کی علت ہے یعنی یہ عدم تساؤل ان کے اپنے حالات میں مشغول ہونے کی وجہ سے ہوگا۔

قَوْلٌ: فِی بَعْضِ مَوَاضِعِ الْقِیَامَةِ الْخِ مفسر علام نے اس عبارت سے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے، اعتراض یہ ہے کہ

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے روزِ محشر میں آپس میں پوچھ گچھ نہیں ہوگی اور ایک آیت میں ہے وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ روزِ محشر میں اوقات اور حالات مختلف ہوں گے، بعض حالات میں جب خوف و دہشت غالب ہوگا تو کوئی کسی کی مزاج پرسی نہ کرے گا اور جب ذرا سہولت ہوگی تو آپس میں خیر خیریت دریافت کریں گے اور مزاج پرسی کریں گے، مطلب یہ ہے کہ نَفْحِ اَوَّلِ کے وقت دہشت غالب ہوگی تو کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا، اور نَفْحِ ثانیہ کے بعد جب یک گونہ سہولت ہو جائے گی تو آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے بھی اور مزاج پرسی بھی کریں گے۔

قَوْلُهُ: مَوَازِينَ کو یا تو عظمت کی وجہ سے جمع لایا گیا ہے یا موزون کے مختلف النوع ہونے کی وجہ سے جمع لایا گیا ہے یعنی ہر قسم کے عمل کو وزن کرنے کے لئے الگ قسم کی ترازو ہوگی جیسا کہ دنیا میں مختلف اقسام کو تولنے کے لئے مختلف قسم کی ترازو (مقیاس) ہوتی ہیں، بِالْحَسَنَاتِ میں باسیبہ ہے یعنی حسنات کے ثقیل اور بوجھل ہونے کی وجہ سے۔

قَوْلُهُ: فَهُمْ يَشَارَهُ ہے کہ فی جہنم، هُم مُّبْتَدَأٌ محذوف کی خبر ہے زخشری نے کہا ہے کہ فی جہنم خالدون، الذین خسروا أَنْفُسَهُمْ سے بدل ہے۔

قَوْلُهُ: تَلْفَحُ جملہ متانفہ ہے۔

قَوْلُهُ: شَمَرَتْ، شَمَرَتْ کے معنی آستین وغیرہ چڑھانا، سکرنا۔

قَوْلُهُ: وَالسَّافِلَىٰ عن آسنانہم سے پہلے فعل محذوف ہے ای اسْتَرْخَتْ السَّافِلَىٰ.

قَوْلُهُ: قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ کے ذریعہ کفار سے خطاب کرنا یہ ان سے کلام کرنے کا متقاضی ہے، حالانکہ دوسری آیت میں فرمایا ہے وَلَا يَكْلِمُهُمُ اللَّهُ يَكْلِمُ نَحْنُ كَمْ لَبِثْتُمْ کے متقاضی ہے دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے، جواب یہ ہے کہ جس آیت سے کلام نہ کرنا معلوم ہوتا ہے اس کا مطلب ہے کہ براہ راست اور بلا واسطہ ان سے کلام نہ فرمائیں گے، اور جس آیت سے کفار سے کلام کرنا مفہوم ہوتا ہے وہاں بواسطہ مالک کلام کرنا مقصود ہے۔

قَوْلُهُ: لَوْ أَنكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ مقدار لُبِثْتُمْ، لَوْ انتناعیہ ہے اور تعلمون کا مفعول محذوف ہے مفسر علام نے مقدار لبثتکم مقدار مان کر حذف مفعول کی طرف اشارہ کر دیا، جواب لَوْ بھی محذوف ہے جس کی طرف مفسر علام نے کان قلیلاً کہہ کر حذف جواب کی طرف اشارہ کر دیا ای کان قلیلاً فی علمکم۔

قَوْلُهُ: أَفَحَسِبْتُمْ میں ہمزہ محذوف پر داخل ہے اور فاعل طافہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ أَجْهَلْتُمْ فَحَسِبْتُمْ استفہام تو بیخ کے لئے ہے۔

قَوْلُهُ: عَبَثًا یا تو مصدر بمعنی اسم فاعل موقع حال میں واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای عابثین یا پھر خلقنا کا مفعول لہ ہے۔

قَوْلُهُ: لَا لِحِكْمَةٍ یہ عبث کی تفسیر ہے۔

قَوْلُهُ: اَنْكُمُ الْاَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ کا عطف اِنَّمَا خَلَقْنَا کُمْ پر ہے۔

قَوْلُهُ: لَا بَلَّ یہ جواب استفہام کے طور پر مقرر مانا ہے۔

قَوْلُهُ: هُوَ السَّرِيرُ الْحَسَنُ بعض نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: صِفَةُ كَاشِفَةٍ لَا مَفْهُومَ لَهَا مفسر علام کا مقصد اس عبارت سے ایک اعتراض کو دفع کرنا ہے، اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ عبادت میں غیر اللہ کو شریک کرے تو وہ بے برہان اور بے سند ہے، اس سے مفہوم مخالف کے طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو صرف غیر اللہ کی عبادت کرے تو اس کے پاس برہان اور سند ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے۔

جَوَابُ: جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آخَرَ، الْإِلَهِ کی صفت کا وصف ہے جو کہ محض وضاحت کے لئے ہوتی ہے اس کے مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوتا، البتہ صفت مخصوصہ کے مفہوم مخالف کا اعتبار ہوتا ہے، صفت کا وصف تو محض تاکید کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول طَائِرُ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ طَائِرُ کی صفت کا وصف ہے جو کہ محض تاکید کے لئے ہے اس لئے کہ ہر پرندہ پروں ہی سے اڑتا ہے، پھر یہ کہنا کہ وہ پرندہ جو پروں سے اڑتا ہے کیا معنی؟ لہذا وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بہ سے مفہوم مخالف کے طور پر یہ استدلال کرنا کہ اگر کوئی شخص غیر اللہ کی بندگی اختیار کا کرے تو وہ بے سند اور بے برہان ہو اور اگر افراد غیر اللہ کی بندگی کرے تو وہ باسند اور بابرہان ہونے نہیں ہے۔ (روح البیان)

قَوْلُهُ: فَانَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ یہ جواب شرط ہے۔

قَوْلُهُ: إِنَّهُ لَا يَفْلَحُ الْكَافِرُونَ جمہور کے نزدیک ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ جملہ متانفہ ہے اور اس میں علت کے معنی ہیں۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

قُلْ رَبِّ اِمَّا تُرِيْنِي مَا يُوعَدُوْنَ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ.

ان دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں مشرکین و کفار پر عذاب کی وعید مذکور ہے جو عام ہے قیامت میں تو اس کا وقوع قطعی اور یقینی ہے دنیا میں بھی واقع ہونے کا احتمال ہے، پھر یہ عذاب اگر دنیا میں ان پر واقع ہو تو اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بعد آئے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں آپ ہی کے سامنے ان پر اللہ کا عذاب آجائے، اور دنیا میں جب کسی قوم پر عذاب آتا ہے تو بعض اوقات اس عذاب کا اثر صرف ظالموں ہی پر نہیں رہتا بلکہ نیک لوگ بھی اس سے دنیاوی تکلیف سے متاثر ہو جاتے ہیں گو آخرت میں ان کو کوئی عذاب نہ ہو بلکہ اس دنیا کی تکلیف پر جو ان کو پہنچتی ہے اجر بھی ملے، قرآن کریم کا ارشاد ہے اَتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً یعنی ایسے عذاب سے ڈرو جو اگر آگیا تو صرف ظالموں ہی تک نہیں رہے گا دوسرے لوگ بھی اس کی لپیٹ میں آئیں گے۔

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا تلقین فرمائی گئی ہے کہ یا اللہ اگر ان لوگوں پر آپ کا عذاب میرے سامنے اور

میرے دیکھتے ہوئے ہی آنا ہے تو مجھے ان ظالموں کے ساتھ نہ رکھئے، رسول اللہ ﷺ کا معصوم اور عذاب الہی سے محفوظ ہونا اگرچہ آپ کے لئے یقینی تھا مگر پھر بھی بس دعا کی تلقین اس لئے فرمائی گئی کہ ہر حال میں اپنے رب کو یاد رکھیں اس سے فریاد کرتے رہیں کہ آپ کا اجر بڑھے۔ (قرطبی بحوالہ معارف)

وَأَنَا عَلَىٰ أَنْ تُرَبِّكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَدْ رُؤُونُ (الایہ) یعنی ہم کو قدرت ہے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے دنیا ہی میں ان کو سزا دیں لیکن آپ کے مقام بلند اور اعلیٰ اخلاق کا مقتضی یہ ہے کہ ان کی برائی کو بھلائی سے دفع کریں جہاں تک اس طرح دفع ہو سکتی ہو اور ان کی بیہودہ بکواس سے مشغول نہ ہوں ان کو ہم خوب جانتے ہیں، وقت پر کافی سزا دی جائے گی آپ کی چشم پوشی اور نرم برتاؤ کا یہ اثر ہوگا کہ بہت سے لوگ گرویدہ ہو کر آپ کی طرف مائل ہوں گے اور دعوت و اصلاح کا مقصود حاصل ہوگا، اس آیت میں آپ ﷺ کو مکارم اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے جو ہر مسلمان کو باہم معاملات میں ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہئے، البتہ کفار و مشرکین سے ان کے مظالم کے مقابلہ میں عفو و درگزر رہی کرتے رہنا، ان پر ہاتھ نہ اٹھانا یہ حکم آیات جہاد سے منسوخ ہو گیا مگر عین حالت جہاد میں بھی اس حسن خلق کے بہت سے مظاہر باقی رکھے گئے کہ عورت کو قتل نہ کیا جائے بچہ کو قتل نہ کیا جائے، جو مذہبی لوگ مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ میں شریک نہ ہوں ان کو قتل نہ کیا جائے، اور جس کو بھی قتل کریں اس کو مثلہ (مسخ) نہ کریں کہ ناک کان وغیرہ کاٹ لیں، اس لئے بعد کی آیت میں آنحضرت ﷺ کو شیطان اور اس کے وساوس سے پناہ مانگنے کی دعا کی تلقین کی گئی کہ عین میدان قتال میں بھی آپ کی طرف سے عدل و انصاف اور مکارم اخلاق کے خلاف کوئی کام شیطان کے غصہ دلانے سے صادر نہ ہو، شیطان کے شر اور اس کے وسوسوں سے بچنا انسان کے بس کی بات نہیں جب تک خدا کی مدد شامل حال نہ ہو اس لئے اس کا علاج صرف استعاذہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجانا تاکہ وہ قادر مطلق شیطان کی جھپٹ خانی اور شر سے محفوظ رکھے، حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ شیطان کی چھیڑیہ ہے کہ دین کے سوال و جواب میں بے موقع غصہ چڑھے اور لڑائی ہو پڑے، اسی پر فرمایا برے کا جواب دے اس سے بہتر اور کسی حال میں بھی شیطان کو میرے پاس نہ آنے دیجئے کہ مجھ پر وہ اپنا وار کر سکے۔

## مجرب عمل:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کورات کو نیند نہ آتی تھی رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہ کلمات دعا تلقین فرمائے کہ یہ پڑھ لیا کریں چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھنا شروع کیا تو یہ شکایت جاتی رہی وہ دعا یہ ہے اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ الدَّامَةِ مِنَ غَضَبِ اللَّهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ وَأَنْ يَحْضُرُون۔ (معارف)

رَبِّ اَرْجِعُونِ یعنی موت کے وقت کافر پر جب آخرت کا عذاب سامنے آنے لگتا ہے تو وہ تمنا کرتا ہے کہ کاش میں پھر دنیا میں لوٹ جاؤں اور نیک عمل کر کے اس عذاب سے نجات حاصل کروں۔

ابن جریر نے بروایت ابن جریج نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ موت کے وقت مومن جب رحمت کے فرشتے اور رحمت کا سامان سامنے دیکھتا ہے تو فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا تم چاہتے ہو کہ پھر تمہیں دنیا میں واپس کر دیا جائے

تو وہ کہتا ہے کہ میں اس غموں اور تکلیفوں کے عالم میں جا کر کیا کروں گا مجھے تو آپ اللہ کے پاس لے جائیے اور جب کافر سے پوچھتے ہیں تو وہ کہتا ہے ”رَبِّ ارْجِعُونِ“ یعنی مجھے دنیا میں لوٹا دو۔

كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا (الآیہ) برزخ کے لفظی معنی حجاز اور فاصل کے ہیں اس لئے موت کے بعد قیامت اور حشر تک کے زمانہ کو برزخ کہا جاتا ہے کہ یہ دنیوی حیات اور اخروی حیات کے درمیان حد فاصل ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب مرنے والا کافر فرشتوں سے دوبارہ دنیا میں بھیجنے کے لئے کہتا ہے تو وہ اپنی زبان سے بار بار ”رَبِّ ارْجِعُونِ“ کا کلمہ دہراتا ہے مگر اس کلمہ کا کوئی فائدہ اب اس لئے نہیں کہ اب وہ برزخ میں پہنچ چکا ہے جس کا قانون یہ ہے کہ برزخ سے لوٹ کر کوئی دنیا میں نہیں آتا اور بعث و نشر سے پہلے دوسری زندگی نہیں ملتی۔ (واللہ اعلم)۔

فاذا نفخ في الصور قیامت کے روز صور دوسرے پھونکا جائے گا، فقہ اولیٰ اس کا اثر یہ ہوگا کہ سارا عالم زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے فنا ہو جائے گا، اور فقہ ثانیہ سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے، قرآن کریم کی آیت ”ثُمَّ نُفِخُ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ“ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

### محشر میں مومنین اور کفار کے حالات میں فرق:

فلا انساب بینہم یعنی میدان حشر میں نسبی رشتے اور قرابتیں کام نہ آئیں گی اسی مضمون کو قرآن کریم کی ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے ”يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ“ مگر یہ حال کافروں کا ذکر کیا گیا ہے، مومنین کا یہ حال نہ ہوگا کیونکہ مومنین کا حال خود قرآن کریم نے یہ ذکر کیا ہے ”أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُم“ یعنی مومنین و صالحین کی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ (بشرط ایمان) اپنے آباء صالحین کے ساتھ لگا دیں گے، بعض احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سارے رشتے ناتے اور دامادی کے تعلقات ختم ہو جائیں گے (یعنی کام نہ آئیں گے) إلا نسبی و صہری و بزمیرے نسب اور صہر کے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے تعلقات عموم سے مستثنیٰ ہیں، اسی حدیث کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام کلثوم بنت علی سے نکاح کیا اور چالیس ہزار درہم مہر ادا کیا، ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز جس وقت سب لوگ پیاس کی وجہ سے بے قرار ہوں گے تو مسلمان بچے جو نابالغی کی حالت میں مر گئے تھے وہ جنت کا پانی لئے ہوئے نکلیں گے لوگ ان سے پانی مانگیں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم تو اپنے ماں باپ کو تلاش کر رہے ہیں یہ پانی ان کے لئے ہے۔

(رواہ ابن ابی الدنیا عن عبداللہ بن عمرو عن ابی ذر رضی اللہ عنہ، مظہری)

بقیہ آیات کی تفسیر تحقیق و ترکیب کے زیر عنوان گذر چکی ہے۔





سُورَةُ النُّورِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثِنْتَانِ اَوْ اَرْبَعٌ وَسِتُّونَ آيَةً

سُورَةُ النُّورِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثِنْتَانِ اَوْ اَرْبَعٌ وَسِتُّونَ آيَةً.

سورہ النور مدنی ہے۔ اور اس میں ۶۲ یا ۶۴ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ هَذِهِ سُوْرَةُ اَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا مُخَفَّفًا وَمُسَدَّدًا لِّكَثْرَةِ الْمَفْرُوضِ فِيْهَا وَاَنْزَلْنَاهَا فِيْهَا اٰیَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۝ اَضْحَاتِ الدَّلَالَةُ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ يٰۤاَدَاغِمْ التَّاءِ الثَّانِيَةَ فِي الدَّالِ تَتَعَطُّوْنَ الزَّانِيَةَ وَالزَّانِيَ اِیْ غَيْرِ الْمُخْصَصِيْنَ لِرَجْمِهِمَا بِالسُّنَّةِ ۝ وَالْاِیْمَانِ فِيْهَا ذِكْرٌ مُّوَصُوْلَةٌ وَهُوَ مُبْتَدَأٌ وَلِشَبْهِهِ بِالشَّرْطِ دَخَلَتْ الْفَاءُ فِيْ خَبَرِهِ وَهُوَ قَاجِلِدٌ وَكُلٌّ وَاحِدٌ مِنْهُمَا مِائَةٌ جَلْدَةٌ اِیْ ضَرْبَةٌ يَقَالُ جَلَدَهُ ضَرْبٌ جَلَدُهُ وَيُزَادُ عَلٰی ذٰلِكَ بِالسُّنَّةِ تَغْرِیْبُ عَامٍ وَالرَّقِیْقُ عَلٰی النِّصْفِ مِمَّا ذَكَرَ وَلَا تَأْخُذُكُمْ بِهِمَا رَافَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِیْ حُكْمِهِ بِاَنْ تَتْرَكَوْا شَيْئًا مِنْ حَدِّهِمَا اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اِیْ يَوْمِ الْبَعْثِ فِيْ هَذَا تَحْرِیْضٌ عَلٰی مَا قَبْلَ الشَّرْطِ وَهُوَ جَوَابُهُ اَوْ دَالٌّ عَلٰی جَوَابِهِ وَلَيْشْهَدَ عَدَاۤهُمَا اِیْ الْجَلْدَ طَائِفَةً مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قِيلَ ثَلَاثَةٌ وَقِيلَ اَرْبَعَةٌ عَدَدُ شَهُوْدِ الزَّانَا الَّذِي لَا يَنْكِحُ يَتَزَوَّجُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ اِیْ الْمُنَاسِبُ لِكُلِّ مِنْهُمَا مَا ذَكَرَ وَحَرَّمَ ذٰلِكَ اِیْ نِكَاحُ الزَّوَانِي ۝ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ الْاِخْيَارُ نَزَلَ ذٰلِكَ لَمَّا يَهَمُّ قُرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اَنْ يَتَزَوَّجُوْا بِغَايَا الْمُشْرِكِيْنَ وَبِهِنَّ مُوسِرَاتٌ لِّیُنْفِقْنَ عَلَيَّهِنَّ فَقِيلَ التَّحْرِیْمُ خَاصٌّ بِهِمْ وَقِيلَ عَامٌّ وَنُسَخَ بِقَوْلِهِ تَعَالٰی وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰی مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْعَفِیْفَاتِ بِالزَّانَا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِاَرْبَعَةِ شَهَدَآءَ عَلٰی زَنَابِنَ بَرُوْنَتِهِنَّ فَاجْلِدُوْهُنَّ اِیْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُنَّ ثَمْنِيْنَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوْهُنَّ لِهِنَّ شَهَادَةٌ حَتّٰی شَيْءٌ اَبَدًا ۝ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ لَا تَنِيَابُهُمْ كَبِيْرَةٌ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاصْلَحُوْا ۝ عَمَلُهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ عَفُوْرٌ لِّهِنَّ قَدْ فَهَمَ رَجِیْمٌ ۝ بِهِمْ بِالْهَآبِيْهِمُ التَّوْبَةُ فِيْهَا يَنْتَهٰی فَيُسْقٰهُمْ وَتَقْبَلُ شَهَادَتُهُمْ وَقِيلَ لَا تَقْبَلُ رَجُوْعًا بِالْاِسْتِثْنَاءِ اِلَى الْجُمْلَةِ الْاٰخِرَةِ ۝ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ بِالزَّانَا وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شَهَادَةٌ عَلَيْهِ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ وَقَعَ ذٰلِكَ لَجْمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ مُبْتَدَأٌ اَرْبَعُ شَهَدَاتٍ نَّصَبَ عَلٰی الْمَصْدَرِ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فِيمَا رَمٰی بِهِ زَوْجَتَهُ مِنَ الزَّانَا وَالْخَامِسَةُ اَنْ لَعَنَتِ اللّٰهُ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَذٰبِيْنَ ۝ فِیْ ذٰلِكَ وَخَيْرُ الْمُبْتَدَأِ

يَذْفَعُ عَنْهُ حَدَّ الْقَذْفِ وَيَذَرُ عَنْهَا الْعَذَابَ اِىَّ حَدَّ الزَّنا الَّذِى ثَبَتَ بِشَهَادَاتِهِ اَنَّ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهَدَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الْكَذِبِيْنَ ۝ فَيَمَارَسُ بِهَا مِنْ الزَّنا وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فِى ذَلِكَ وَلَوْ اَفْضَلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ بِالسَّيْرِ فِى ذَلِكَ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ بَقَبُولِهِ التَّوْبَةَ فِى ذَلِكَ وَغَيْرِهِ حَكِيْمٌ ۝ فَيَمَارَسُ بِهَا فِى ذَلِكَ وَغَيْرِهِ لَبَيِّنَ الْحَقِّ فِى ذَلِكَ وَغَاجِلَ بِالْعُقُوْبَةِ مَنْ يَسْتَحِقُّهَا.

**ترجمہ:** یہ ایک سورۃ ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے اور (اس کے احکام) کو مقرر کیا ہے تخفیف اور تشدید کے

ساتھ (مشدد سے اشارہ کثرت احکام کی طرف ہے) اس لئے کہ اس سورت میں احکام کثرت سے ہیں اور ہم نے اس (سورت) میں صاف صاف احکام نازل کئے ہیں جو کہ واضح الدلالت ہیں تاکہ تم یاد رکھو تا ثانیہ کو ذال میں ادغام کر کے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد جو کہ شادی شدہ نہ ہو، اس لئے کہ شادی شدہ مرد عورت کے لئے رجم ثابت ہے، اور الف لام (الزانیۃ اور الزانی) میں موصولہ (بمعنی الذی ہے) اور وہ مبتداء ہے اور اس کے مشابہ بالشرط ہونے کی وجہ سے اس پر فاداخل ہے اور وہ (خبر) فاجلدوا ہے ہر ایک کو ان میں سے سو سو کوڑے مارو یعنی کوڑے کی مار مارو کہا جاتا ہے جَلْدُهُ ضَرْبٌ جَلْدُهُ اور زیادہ کیا جائے گا اس پر ایک سال کی جلا وطنی کو حدیث کی وجہ سے اور غلام کو مذکور (سزا) کی آدھی سزا ہے اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہئے بایں طور کہ ان کی سزا میں سے کچھ چھوڑ دو اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو یعنی یوم بعثت پر اس میں آمادہ کرنا ہے ماقبل شرط پر اور وہ جواب شرط ہے یا دال علی جواب الشرط ہے اور دونوں کی سزا کے وقت کوڑے لگاتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے کہا گیا ہے کہ تین ہوں اور کہا گیا ہے چار ہوں جو کہ زنا کے گواہوں کی تعداد ہے، زانی مرد بجز زانیہ یا مشرکہ عورت کے اور سے عقد نکاح نہیں کرتا اور زانیہ بھی بجز زانی یا مشرکہ کے اور سے نکاح نہیں کرتی یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے مناسب وہی ہے جو مذکور ہوا اور یہ یعنی زانیوں کا نکاح بھلے مومنوں پر حرام کر دیا گیا ہے یہ (حکم) اس وقت نازل ہوا جب فقراء مہاجرین نے یہ ارادہ کیا کہ زوانی مشرکات سے نکاح کریں حال یہ ہے کہ وہ مالدار تھیں تاکہ ان پر وہ خرچ کریں، کہا گیا ہے کہ تحریم انہیں کے ساتھ خاص ہے اور کہا گیا ہے کہ عام ہے (مگر) اللہ تعالیٰ کے قول وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ کے ذریعہ یہ منسوخ کر دی گئی اور جو لوگ تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں پر زنا کی، اور ان کے زنا پر چشم دید چار گواہ نہ لاسکیں تو ماروان میں سے ہر ایک کو اسی کوڑے اور نہ قبول کروان کی شہادت کسی معاملہ میں کبھی بھی اور یہ لوگ فاسق ہیں، مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کر لیں اور اپنے اعمال کی اصلاح کر لیں، تو اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت کرتے ہیں ان کے بہتان لگانے کو اور ان کے دل میں توبہ کا الہام کر کے رحمت کرنے والے ہیں سو اس توبہ کے ذریعہ ان کا فسق ختم ہو جائے گا اور ان کی شہادت قبول کی جائے گی اور کہا گیا ہے کہ قبول نہیں کی جائے گی استثناء کو جملہ اخیرہ (یعنی اولئک هم الفاسقون) کی طرف راجع کرتے ہوئے اور وہ لوگ جو اپنی بیبیوں کو زنا کی تہمت

لگائیں اور ان کے پاس زنا پر اپنے سوا گواہ نہ ہوں، تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ یقیناً میں سچا ہوں اور قذف کا یہ معاملہ صحابہ کی ایک جماعت کو پیش آیا تھا شہادۃ احدہم مبتداء ہے (اربَع شہادات) مصدریت (یعنی مفعول ہونے کی) وجہ سے منصوب ہے، اس تہمت زنا میں جو میں نے اپنی بیوی پر لگائی ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں اس تہمت میں جھوٹا ہوں اور مبتداء کی خبر یَذْفَعُ عَنْهُ حَدُّ الْقَذْفِ (محذوف) ہے اور اس عورت سے سزا اس طرح مل سکتی ہے یعنی وہ حد زنا جو اس کے شوہر کی شہادت سے ثابت ہوئی ہے کہ وہ چار مرتبہ قسم کھا کر کہے کہ بے شک یہ مرد اس تہمت زنا میں جو اس نے اسے لگائی ہے جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب ہو اگر یہ مرد اس تہمت لگانے میں سچا ہو اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل اور اس کا کرم ہے اس معاملہ میں پردہ پوشی کر کے اور یہ کہ اللہ اس معاملہ میں اور دیگر معاملوں میں توبہ کو قبول کر کے بہت زیادہ توبہ کا قبول کرنے والا (ورنہ تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے) اور حکمت والا ہے جو بھی اس نے اس معاملہ میں اور دیگر معاملات میں حکم صادر فرمایا ہے اس معاملہ میں حق کو بیان فرمادیا اور مستحق عقوبت کے لئے سزا میں جلدی فرمائی۔

### تَحْقِيقُ تَرْكِبِ تَسْبِيلِ تَفْسِيرِي فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: هَذِهِ سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا، هَذِهِ کی تقدیر سے اشارہ کر دیا کہ سورۃ مبتداء محذوف کی خبر ہے ہذہ کا مرجع اگرچہ سابق میں مذکور نہیں ہے مگر چونکہ ذکر کے قریب ہے جو کہ حاضر کے حکم میں ہے لہذا ضمائر قبل الذکر کا شبہ لازم نہیں آتا (جمل) اور یہ بھی صحیح ہے کہ سورۃ مبتداء ہو اور جملہ أَنْزَلْنَاهَا اس کی صفت اور اسی صفت کی وجہ سے نکرہ کا مبتداء بننا درست ہے، اس کی خبر میں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ الزانیۃ والزانی جملہ ہو کر خبر ہو، جیسا کہ ابن عطیہ کا یہی خیال ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ خبر محذوف ہو ای فیما یُنْتَلٰی علیکم بعد سورۃ، أَنْزَلْنَاهَا کا تکرار کمال اہتمام اور غایت اعتناء کی وجہ سے ہے۔

قَوْلُهُ: آیَاتِ بَيِّنَاتٍ سے مراد دلائل وحدانیت ہیں، اس سورت کے شروع میں حدود اور چند احکام کا ذکر فرمایا ہے اور آخر سورت میں دلائل توحید ذکر فرمائے ہیں۔

قَوْلُهُ: فَرَضْنَا سے احکام کی طرف اشارہ ہے اور۔

قَوْلُهُ: وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آیَاتٍ بَيِّنَاتٍ سے اولہ کی طرف اشارہ ہے۔

قَوْلُهُ: يَتَذَكَّرُونَ اولاً تا کو قریب المخرج ہونے کی وجہ سے دال سے بدلا پھر دال کو ذال سے بدلا اور ذال کو ذال میں ادغام کر دیا، يَتَذَكَّرُونَ ہو گیا۔

قَوْلُهُ: الزانیۃ والزانی مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے، ای فیما یُنْتَلٰی علیکم بعد یا پھر فاجلدوا خبر ہے اور مبتداء کی متضمن بمعنی الشرط ہونے کی وجہ سے خبر پر فا داخل ہے الزانیۃ والزانی میں الف لام چونکہ بمعنی الذی اسم موصول

ہے جس کی وجہ سے مبتداء متضمن بمعنی الشرط ہے جب مبتداء متضمن بمعنی الشرط ہو تو خبر متضمن بمعنی الجزاء ہوتی ہے جس کی وجہ سے خبر پر فاعل داخل ہوتی ہے۔

**قَوْلُهُ:** فِي هَذَا تَحْرِيصُ عَلَى مَاقِبِلِ الشَّرْطِ اَللّٰهُ تَعَالٰی كَقَوْلِ اَنْ كُنْتُمْ تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (الآیۃ) اس آیت میں ماقبل شرط یعنی ولا تاخذ کم بهما رافۃ پر آمادہ کرنا ہے یعنی اگر تمہارے اندر ایمان ہے تو اللہ کے احکام کے بارے میں کسی کی رعایت نہ کرو اور نہ کسی پر رحم و ترس کھاؤ، اہل کوفہ ولا تاخذ کم بهما رافۃ (الآیۃ) کو جزاء مقدم مانتے ہیں اور اہل بصرہ جزاء کو محذوف مانتے ہیں اور مذکورہ آیت کو دال بر جزاء مانتے ہیں، جو الفاظ دال بر جزاء ہیں وہی جزاء محذوف ہوگی۔

**قَوْلُهُ:** وَلَيْسَ هَذَا مِنْ دُبِّكَ لَمْ يَلْعَلْ ہے۔

**قَوْلُهُ:** قَبِيلُ ثَلَاثَةٍ وَقَبِيلُ اَرْبَعَةٍ مذکورہ دونوں قول امام شافعی رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کے ہیں، یعنی کوڑے مارنے کے وقت تین یا چار اشخاص موجود رہیں امام مالک رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے فرمایا کہ چار یا اس سے زیادہ ہونے چاہئیں، امام نفعی اور مجاہد نیز امام احمد رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے فرمایا کہ کم از کم دو آدمی ہونے چاہئیں۔

**قَوْلُهُ:** الْمُنَاسِبُ لِكُلِّ مِنْهُمَا یہ ان لوگوں کے لئے زجر و تنبیہ ہے جو روانی سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔

**قَوْلُهُ:** اَلَا يَأْمُرُ اَيُّمُّ كِيٍّ جَمْعٌ ہے غیر شوہر دار عورت کو کہتے ہیں خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ اور غیر بیوی دار مرد کو کہتے ہیں۔

**قَوْلُهُ:** وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ مبتداء ہے، اس کی تین خبریں ہیں ① فَاَجْلَدُوْهُنَّ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً ② وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ③ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

**قَوْلُهُ:** اَلَا الَّذِيْنَ تَابُوْا (الآیۃ) امام شافعی رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کے نزدیک یہ استثناء ماقبل کے دونوں جملوں یعنی لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اور اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ سے ہے لہذا اگر کسی عقیف یا عقیفہ کو زنا کی تہمت لگانے والا سچے دل سے توبہ کر لے اور آئندہ کے لئے اپنے اعمال کی اصلاح کر لے تو ان حضرات کے نزدیک اس شخص کی آئندہ شہادت بھی قبول کی جائے گی اور فسق بھی ختم ہو جائے گا، امام ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کے نزدیک استثناء جملہ اخیرہ یعنی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ کی طرف راجع ہے، لہذا زنا کی تہمت لگانے والے کا فسق تو ختم ہو جائے گا مگر اس کی شہادت قبول نہ ہوگی۔

**قَوْلُهُ:** وَقَعِ ذٰلِكَ لَجْمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ یعنی بیوی کو زنا کی تہمت لگانے کا معاملہ تین صحابہ کے ساتھ پیش آیا تھا ① هَلَالُ بْنُ اَمِيْهِ ② عُوَيْمَرُ الْعَجْلَانِي ③ عَاصِمُ بْنُ عَدِي (حمل)

**قَوْلُهُ:** فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اس کے مرفوع ہونے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں ① یہ کہ مبتداء ہو اور اس کی خبر محذوف ہو خواہ مقدم جیسے فَعَلَيْهِمْ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ یا مؤخر ہو جیسا کہ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ كَاَنَّهُ ② مبتداء محذوف کی خبر ہو ای فالواجب شہادۃ احدہم ③ فعل مقدر کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو، ای فَيَكْفِيْ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ ایک چوتھی ترکیب مبتداء خبر ہونے کی وہ بھی ہے جس کو علامہ محلی نے اختیار کیا ہے یعنی فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهَادَاتٍ

مبتداء، تدفع عنه حدّ القذف ہے اس کی خبر ہے، مگر قاضی ثناء اللہ نے اس صورت کو قیل سے ذکر فرمایا ہے جو کہ ضعف کی طرف اشارہ ہے، جمہور نے اَرْبَع کو مصدریت یعنی مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے اور عامل مصدر شہادۃ ہے اور اَرْبَع موصوف محذوف کی صفت ہے ای فشہادۃ احدہم شہادۃً اربع شہادات باللہ۔

حُكْمُهُمْ: فَشَہَادَةُ اَحَدِهِمْ مصدر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے ای یَشہد احدہم اس کے مرفوع ہونے کی دو صورتیں ہیں ① مبتداء محذوف کی خبر ہو، تقدیر عبارت یہ ہوگی فَالْوَاجِبُ شَہَادَةُ اَحَدِهِمْ ② فشہادۃً احدہم مبتداء اور اس کی خبر محذوف، تقدیر عبارت یہ ہوگی فَعَلَيْهِمْ شَہَادَةُ اَحَدِهِمْ۔

قَوْلُهُ: اَرْبَعُ مبتداء کی خبر ہونے کی وجہ سے رفع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے فشہادۃً احدہم مبتداء اربع شہادات باللہ اس کی خبر، اس صورت میں حذف کی ضرورت نہیں۔

جمہور کے نزدیک اَرْبَعُ نصب کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، ای اَنْ یَشہد احدہم اربع شہادات۔

قَوْلُهُ: بِاللّٰهِ بصریین کے نزدیک شہادات سے متعلق ہے قرب کی وجہ سے اور کوفیین کے نزدیک شہادۃ سے متعلق اس لئے کہ وہ مقدم ہے۔

قَوْلُهُ: اِنَّہُ یہ شہادۃ یا شہادات کا معمول ہے ای یَشہدُ عَلٰی اِنَّہُ صادقٌ عَلٰی کو حذف کر دیا گیا اَنَّ کے فتح کو کسرہ سے بدل دیا گیا، اور عامل کو لام تاکید کی وجہ سے عمل سے روک دیا گیا۔

قَوْلُهُ: وَالْخَامِسَةُ مبتداء ہے اور ان لعنة اللہ علیہ اس کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے والشہادۃ الخامسة ان لعنة اللہ علیہ۔

قَوْلُهُ: اَنْ تَشہَدَ یہ یَذَرُّ کا فاعل ہے۔

قَوْلُهُ: لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ لَوْ لَا کا جواب محذوف ہے ای لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ لَفَضَحْکُمْ اَوْ لَهَلْکُمْ۔

## تَفْسِیْرٌ وَتَشْرِیْحٌ

اس سورۃ کی پہلی آیت تو بطور تمہید کے ہے جس سے اس سورۃ میں بیان کردہ احکام کا خاص اہتمام بیان کرنا مقصود ہے، بدکاری کی سزا ابتداء اسلام میں عبوری طور پر جو بیان کی گئی تھی وہ سورۃ نساء آیت ۱۵/۱۶ میں بیان ہوئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اس کے لئے جب تک مستقل سزا مقرر نہ کی جائے سردست ان بدکار عورتوں کو گھروں میں بند رکھو وَالَّتِیْ یَأْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِکُمْ (الایہ) ان آیتوں میں ایک تو ثبوت زنا کا خاص طریقہ چار مردوں کی شہادت کا ہونا بیان فرمایا ہے دوسرے بطور سزا عورت کو گھر میں قید رکھنا اور زانی وزانیہ کو ایذا پہنچانا مذکور ہے اور ساتھ ہی اس میں یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ یہ حکم آخری نہیں ہے آئندہ کچھ اور حکم آنے والا ہے جس کی طرف اَوْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہُنَّ سَبِیْلًا سے اشارہ فرمادیا، جب سورۃ نور کی یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا اس کے مطابق زانی اور زانیہ کی مستقل سزا مقرر کر دی گئی

ہے وہ تم مجھ سے سیکھ لو اور وہ یہ ہے کہ کنوارے مرد اور عورت کے لئے سو سو کوڑے اور شادی شدہ مرد و عورت کے لئے سنگساری کے ذریعہ مار دینا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الحدود باب حد الزنا)

**چار جرموں کی سزا خود شارع نے متعین کی ہے اس کو قاضی یا حاکم کے حوالہ نہیں فرمایا:**

قرآن کریم اور احادیث متواترہ نے چار جرائم کی سزا اور اس کا طریقہ خود متعین کر دیا ہے کسی قاضی یا امیر کی رائے پر نہیں چھوڑا انہیں متعینہ سزاؤں کو اصطلاح میں ”حدود“ کہا جاتا ہے، ان کے علاوہ جن سزاؤں کو قاضی یا امیر کی رائے پر چھوڑا ہے کہ مجرم کی حالت اور جرم کی حیثیت ماحول وغیرہ کے مجموعہ پر نظر رکھ کر جس قدر سزا دینے کو انسداد جرم کے لئے کافی سمجھے وہ سزا دے سکتا ہے ایسی سزاؤں کو شریعت کی اصطلاح میں ”تعزیرات“ کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے زانی اور زانیہ کی سزا کو اس طرح بیان فرمایا ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدۃ اس میں زانیہ کو مقدم اور زانی کو مؤخر رکھا گیا ہے عام قرآنی اسلوب یہ ہے کہ قرآن عام طور پر مردوں کو مخاطب کرتا ہے عورتیں اس میں خود بخود شامل ہو جاتی ہیں یا ایتھا الذین آمنوا جیسے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے، مگر یہاں نہ صرف یہ کہ مردوں کو مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ عورتوں کو مقدم اور مردوں کو مؤخر رکھا گیا ہے، شاید حکمت اس میں یہ ہو کہ فعل زنا ایک ایسی بے حیائی ہے جس کا صدور عورت کی طرف سے ہونا انتہائی بے باکی اور بے حیائی سے ہو سکتا ہے کیونکہ قدرت نے فطری طور پر اس کی فطرت میں ایک حیا رکھی ہے اور اپنی عفت کی حفاظت کا ایک جذبہ رکھا ہے ایسی صورت میں اس کی طرف سے اس فعل کا صدور بہ نسبت مرد کے زیادہ اشد ہے۔

فاجلدوا یہ جلد سے مشتق ہے اس کے معنی کوڑے مارنا ہیں کوڑا چونکہ عموماً چمڑے سے بنایا جاتا ہے اس لئے اس کو جلدۃ کہتے ہیں، بعض مفسرین نے فرمایا کہ لفظ جلد سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ کوڑوں کی ضرب کا اثر صرف جلد تک رہنا چاہئے گوشت تک نہ پہنچا جائے، خود رسول اللہ ﷺ نے کوڑے لگانے کی سزا میں توسط اور اعتدال کی تلقین فرمائی ہے کہ کوڑا نہ بہت سخت ہو جس سے گوشت تک ادھر جائے اور نہ بہت نرم ہو کہ اس سے کوئی خاص تکلیف ہی نہ پہنچے، سورہ نور کی اس آیت نے مرد و عورت کی سزا سو کوڑے مقرر فرمادی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سو کوڑے مارنے کی سزا غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لئے مخصوص قرار دے کر فرمایا یعنی الرجم للثیب والجلد للبرک۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر ص ۶۰۷)

سورہ نور کی مذکورہ آیت میں تو بغیر کسی تفصیل کے زنا کی سزا سو کوڑے مذکور ہے اس سزا کا غیر شادی شدہ مرد و عورت کے ساتھ مخصوص ہونا اور شادی شدہ کے لئے سنگساری کی سزا حدیث میں مذکور ہے، صحیح مسلم، مسند احمد، سنن نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اس طرح منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خذوا عني خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام والثيب بالثيب جلد مائة والرجم.

مجھ سے علم حاصل کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے زانی مرد و زانی عورت کے لئے وہ سبیل جس کا وعدہ سورہ نساء میں ہوا تھا اب سورہ نور میں پورا فرما دیا وہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لئے سو کوڑے اور سال بھر جلا وطنی اور شادی شدہ مرد و عورت کے لئے سو کوڑے اور رجم۔

غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لئے سورہ نور میں جو سو کوڑوں کی سزا کا ذکر ہے ایک حدیث میں اس کے ساتھ ایک مزید سزا یعنی مرد کے لئے ایک سال کی جلا وطنی بھی مذکور ہے، فقہاء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ایک سال کی جلا وطنی کی سزا سو کوڑوں کی طرح لازمی ہے یا پھر قاضی کی صواب دید پر موقوف ہے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی کی صواب دید پر موقوف ہے، اس حدیث میں دوسری بات یہ بھی ہے کہ شادی شدہ مرد و عورت کے لئے سنگساری سے پہلے سو کوڑوں کی سزا بھی مذکور ہے، مگر دوسری روایات حدیث اور نبی کریم ﷺ اور اکثر خلفاء راشدین کے تعامل سے ثابت یہ ہے کہ یہ دونوں سزائیں جمع نہیں ہوں گی شادی شدہ پر صرف سزائے سنگساری جاری کی جائے گی، مگر یہ حدیث چونکہ سورہ نور کی آیت کی تفسیر ہے جس میں مذکورہ سزا اور مزید برآں ایک سال کی جلا وطنی اور شادی شدہ کے لئے رجم مذکور ہے لہذا یہ بھی وحی الہی کے ذریعہ سزا ہوگی لہذا آپ ﷺ سے براہ راست سننے والوں کے لئے وحی متلو اور غیر متلو دونوں کا ایک ہی حکم ہوگا خود رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے مجمع عام میں اس پر عمل فرمایا، حضرت ماعز اسلمی اور غامد یہ پر سزائے رجم و سنگساری جاری فرمائی۔ (معارف)

ملاحظہ:

شادی شدہ اور غیر شادی شدہ یہ الفاظ ایک آسان تعبیر کی حیثیت سے اختیار کئے گئے ہیں ورنہ اصلی شرعی اصطلاح محسن اور غیر محسن یا عیب و بکر ہے، محسن کی تعریف اصل میں یہ ہے کہ جس شخص نے نکاح صحیح کے ساتھ اپنی بیوی سے مباشرت کر لی ہو اور عاقل و بالغ ہو۔

سزائے زنا میں تدریج:

مذکورہ بالا روایات حدیث اور آیات قرآن میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً زنا کی سزا ہلکی رکھی گئی تھی کہ قاضی یا امیر اپنی صواب دید پر اس جرم کے مرتکب مرد یا عورت کو ایذا پہنچائے، اور عورت کو گھر میں مقید رکھا جائے جیسا کہ سورہ نساء میں اس کا حکم آیا ہے دوسرا دور وہ ہے جو سورہ نور کی اس آیت میں آیا ہے کہ دونوں کو سو سو کوڑے لگائے جائیں، تیسرا درجہ وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے آیت مذکورہ نازل ہونے کے بعد ارشاد فرمایا کہ سو کوڑوں کی سزا پر ان لوگوں کے لئے اکتفاء کیا جائے جو شادی شدہ نہ ہوں اور شادی شدہ مرد و عورت اس کے مرتکب ہوں تو ان کی سزا رجم و سنگساری ہے۔ (معارف)

## اسلامی قانون میں جس جرم کی سزا سخت ہے اس کے ثبوت کے لئے

### شرائط بھی سخت ہیں

زنا کی سزا اسلام میں سب جرائم کی سزاؤں سے زیادہ سخت ہے اس کے ساتھ اسلام میں اس کے ثبوت کے لئے شرائط بھی بہت زیادہ سخت ہیں جن میں ذرا بھی کمی رہے یا شبہ پیدا ہو جائے تو زنا کی انتہائی سزا جس کو حد کہتے ہیں وہ معاف ہو جاتی ہے صرف تعزیری سزا بقدر جرم باقی رہ جاتی ہے، زنا کی حد جاری کرنے کے لئے چار مرد عادل گواہوں کی یعنی شہادت جس میں کوئی التباس نہ ہو ضروری ہے، حالانکہ دیگر معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کافی ہوتی ہے دوسری احتیاط اور شدت اس شہادت میں یہ ہے کہ اگر زنا کی شہادت کسی شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے رد کی گئی تو پھر شہادت دینے والوں کی خیر نہیں، ان پر قذف یعنی زنا کی جھوٹی تہمت کا جرم عائد ہو کر حد قذف اسی کوڑے لگائے جائیں گے، اس لئے ذرا بھی شبہ ہونے کی صورت میں کوئی شخص اس کی شہادت پر اقدام نہیں کر سکتا، البتہ جس صورت میں صریح زنا کا ثبوت نہ ہو مگر شہادت سے دو مرد و عورت کا غیر مشروع حالت میں دیکھنا ثابت ہو جائے تو قاضی ان کے جرم کی حیثیت کے مطابق تعزیری سزا کوڑے وغیرہ لگانے کی جاری کر سکتا ہے، زنا کی سزا کے مفصل احکام و شرائط کتب فقہ میں مذکور ہیں دیکھ لئے جائیں۔

لَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ، رَأْفَةٌ تَرَس، شفقت، رحمت، نرمی رَأْفَ يَرَأْفُ (ف) رَأْفَةٌ مصدر ہے، زنا کی سزا چونکہ بہت سخت ہے اور اس کا احتمال ہے کہ سزا جاری کرنے والوں کو ان پر رحم آجائے، سزا کو چھوڑ بیٹھیں یا کم کر دیں اس لئے اس کے ساتھ یہ حکم بھی دیا گیا کہ دین کے اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں مجرموں پر رحم اور ترس کھانا جائز نہیں۔ رَأْفَت و رحمت اور عفو و کرم ہر جگہ محمود ہے مگر مجرموں پر رحم کھانے کا نتیجہ تمام مخلوق خدا کے ساتھ بے رحمی ہے اس لئے ممنوع اور ناجائز ہے۔

الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً (الآیۃ) زنا کے متعلق دوسرا حکم..... پہلا حکم زنا کی سزا سے متعلق تھا جو اس سے پہلی آیت میں بیان ہو چکا ہے، یہ دوسرا حکم زانی اور زانیہ سے نکاح کرنے کے متعلق ہے، اسی کے ساتھ مشرک مر یا عورت سے نکاح کا بھی حکم ذکر کیا گیا ہے، اس آیت کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کے اقوال بہت مختلف ہیں، ان سب میں آسان تر یہ ہے کہ آیت کے شروع حصہ میں کوئی شرعی حکم نہیں بلکہ ایک عام مشاہدہ اور تجربہ کا بیان ہے جس میں زنا کا فعل خبیث ہونا اور اس کے اثرات کی دور رس مضرتوں کا ذکر ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ زنا ایک اخلاقی زہر ہے اس کے زہریلے اثرات سے انسان کا اخلاقی مزاج ہی بگڑ جاتا ہے، اسے بھلے برے کی تمیز نہیں رہتی بلکہ برائی اور خباثت ہی مرغوب ہو جاتی ہے، لہذا جو مرد یا عورت اس خبیث عادت میں مبتلا ہیں وہ اس لائق نہیں رہتے کہ کسی عقیف مسلمان سے ان کا رشتہ ازدواج و ہمبستری قائم کیا جائے، ان کی پلید طبیعت اور میلان کے مناسب تو یہ ہے کہ ایسے ہی کسی بدکار تباہ حال مرد عورت سے یا ان سے بھی بدتر مشرک و مشرکہ سے ان کا تعلق ہو کما قال اللہ تعالیٰ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ (الآیۃ) ان کی خبیث طبیعت کا اصلی تقاضہ تو یہی تھا یہ الگ بات ہے کہ



حق تعالیٰ نے دوسری مصالح اور حکم کی بنا پر کسی مسلمان کا مشرک و مشرکہ سے عقد جائز نہیں رکھا، یا مثلاً بدکار مرد کا پاکباز عورت سے نکاح ہو جائے تو اس کو باطل نہیں ٹھہرایا۔

نَزَلَ ذَلِكَ لَمَّا هَمَّ فَقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ أَنْ يَتَزَوَّجُوا بَغَايَا الْمَشْرِكِينَ مفسر علام نے اس عبارت سے مذکورہ آیت کے شان نزول کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بَغَايَا جمع بَغِيٍّ زنا کار، بدکار عورت، تفسیر مظہری میں علامہ ثناء اللہ پانی پتی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی نے اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں کئی واقعات نقل فرمائے ہیں۔

### پہلا واقعہ:

ابوداؤد، ترمذی، نسائی، حاکم کے حوالہ سے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے ایک شخص جس کا نام مرثد بن ابی مرثد الغنوی تھا وہ مکہ سے مدینہ لوگوں کو لانے لیجانے کا کام کرتا تھا مکہ میں ”عناق“ نامی ایک (بازاری) عورت تھی اس سے ان کے تعلقات تھے ان صاحب نے آنحضرت ﷺ سے اس عورت سے نکاح کرنے کی اجازت طلب کی آپ نے اس وقت کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ مذکورہ آیت نازل ہوئی، تو آپ ﷺ نے مرثد کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

### دوسرا واقعہ:

نسائی نے عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عورت جس کا نام ”ام مہرول“ تھا جس کا بدکاری کا پیشہ تھا، اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے ایک شخص نے اس سے نکاح کا ارادہ کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

### تیسرا واقعہ:

بغوی نے کہا ہے جب لوگ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ان میں کچھ فقراء اور نادار قسم کے لوگ بھی تھے اور مدینہ میں ان کا کوئی عزیز یا رشتہ دار بھی نہیں تھا، اور مدینہ میں کچھ پیشہ ور عورتیں بھی تھیں اور ساتھ ہی خوشحال بھی تھیں، بعض فقراء نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا تا کہ وہ ان کے مال سے فائدہ اٹھائیں، چنانچہ ان حضرات نے آپ ﷺ سے ان سے نکاح کی اجازت طلب کی تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ (الآیۃ) اس آیت میں کسی اجنبی کو تہمت زنا لگانے کا بیان ہے اس لئے کہ اپنی بیوی کو تہمت زنا لگانے کا مسئلہ آئندہ آیت میں آرہا ہے، اور تہمت عام ہے خواہ مرد عورت کو لگائے یا عورت مرد کو یا عورت عورت کو یا مرد مرد کو سب کا حکم ایک ہی ہے، زنا کی تہمت کو اگر چار چشم دید گواہوں کے ذریعہ ثابت نہ کر سکے تو مقذوف کے مطالبہ پر قاذف کو اسی

کوڑے لگائے جائیں اور آئندہ ہمیشہ کے لئے تمام معاملات میں مردود الشہادت قرار دیا جائے، خفیہ کے نزدیک توبہ کے بعد بھی اس کی شہادت معاملات میں قبول نہیں کی جاسکتی۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ (الآیہ) اس آیت میں مسئلہ لعان کو بیان کیا گیا ہے، ”لعان“ کے معنی ایک دوسرے پر لعنت کرنے اور غضب الہی کی بددعا کرنے کے ہیں اصطلاح شرع میں بیوی اور شوہر کو چند خاص قسم کی قسمیں دینے کو لعان کہا جاتا ہے، بیوی پر تہمت زنا و طریقتہ سے لگائی جاسکتی ہے اول یہ کہ صراحۃً تہمت زنا لگائے اور چار یعنی گواہوں سے ثابت نہ کر سکے، یا اپنے بچہ کے بارے میں کہے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں ہے، جو شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اولاً اس سے چار گواہ طلب کئے جائیں، اگر پیش کر دے تو عورت پر حد زنا جاری کی جائے گی، اور اگر گواہ نہ لاسکے تو اس سے کہا جائے گا کہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور آخر میں پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہنے ہوں گے کہ اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت اور پھنکار، اگر شوہر مذکورہ بالا الفاظ کہنے سے انکار کرے تو جس کو دیا جائے گا اور حاکم اس کو مجبور کرے گا کہ یا تو اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے، اور حد قذف کے لئے تیار ہو جائے یا پانچ مرتبہ وہی الفاظ کہے جو اوپر گذر چکے ہیں، اگر کہہ لے تو پھر عورت سے کہا جائے کہ وہ بھی چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ یہ مرد تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ میں یہ الفاظ کہے کہ اللہ کا غضب ہو اس پر اگر یہ مرد اپنے دعوے میں سچا ہوتا و فتیکہ عورت یہ الفاظ نہ کہے گی اس کو بھی قید میں رکھیں گے اور مجبور کریں گے کہ یا تو صاف طور پر مرد کے دعوے کی تصدیق کرے اگر تصدیق کر دے تو اس پر حد زنا جاری کر دی جائے گی یا بالفاظ مذکورہ اس کی تکذیب کرے اگر عورت نے بھی مرد کی طرح یہ الفاظ کہہ دیئے اور لعان مکمل ہو گیا تو اس عورت سے جماع اور دوائی جماع سب حرام ہو جائیں گے، پھر اگر مرد نے اس کو طلاق دیدی تو فیہا ورنہ قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا ورنہ دونوں رضا مند نہ ہوں اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ أَسْوَى الْكَذِبِ عَلَى عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا بِقَذْفِهَا عَصَبَةً مِنْكُمْ جَمَاعَةً بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ حَسَّانَ بِنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ وَبِسْطَحٌ وَحَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ لَا تَحْسَبُوهُ أَيْمَهَا الْمُؤْمِنُونَ غَيْرَ الْعَصْبَةِ شَرَّالْكُمُ بَلْ هُوَ خَيْرُكُمْ يَأْجُرُكُمْ اللَّهُ بِهِ وَيُظْهِرُ بَرَاءَةَ عَائِشَةَ وَمَنْ جَاءَ مَعَهَا بِهِ وَهُوَ صَفْوَانٌ فَإِنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْجَبَابُ فَقَرَعَ بَيْنَهَا وَرَجَعَ وَدَنَا مِنَ الْمَدِينَةِ وَأَذِنَ بِالرَّجُلِ لَيْلَةً فَمَشَيْتُ وَقَضَيْتُ شَأْنِي وَأَقْبَلْتُ إِلَى الرَّحْلِ فَإِذَا عِقْدِي انْقَطَعَ هُوَ بِكَسْرِ الْمُهِمْلَةِ الْقِلَادَةُ فَرَجَعْتُ التَّمِسُّهُ وَحَمَلُوا يَهُودَجِي هُوَ مَا يُرَكَّبُ فِيهِ عَلَى بَعِيرِي يَحْسَبُونَنِي فِيهِ وَكَانَتِ النِّسَاءُ خُفَافًا إِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلُقَةَ هُوَ بِضَمِّ الْمُهِمْلَةِ وَسُكُونِ اللَّامِ مِنَ الطَّعَامِ أَى الْقَلِيلِ وَوَجَدْتُ عِقْدِي وَجِئْتُ بَعْدَ مَا سَارُوا فَجَلَسْتُ فِي الْمَنْزِلِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ وَطَلَنْتُ أَنَّ الْقَوْمَ سَيَفْقِدُونَنِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ فَعَلَبْتَنِي عَيْنَايَ فَبِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانٌ قَدْ عَرَّسَ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ فَادْلَجَ بِنَمَا

بِتَشْدِيدِ الرَّاءِ وَالذَّالِ اِی نَزَلَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ لِلاِسْتِرَاحَةِ فَسَارَ مِنْهُ فَاصْبَحَ فِی مَنْزِلِیْ فَرَاى سَوَادَ اِنْسَانٍ نَائِمٍ اِی شَخْصَهُ فَعَرَفَنِیْ حِیْنَ رَاَنِیْ وَكَانَ یَرَانِیْ قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَقْبَلْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِیْنَ عَرَفَنِیْ اِی قَوْلِهِ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُونَ فَخَمَرْتُ وَجْهَیْ بِجِلْبَابِیْ اِی غَطَّیْتُهِ بِالْمَلَأَةِ وَاللّٰهُ مَا كَلَمَنِیْ بِكَلِمَةٍ وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَیْرَ اسْتِرْجَاعِهِ حِیْنَ اَنَاخَ رَاحِلَتَهُ وَوَطِیَ عَلٰی یَدِیْهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ یَقُوْدُ بِی الرَّاحِلَةَ حَتّٰی اَتَیْنَا الْجِیْشَ بَعْدَ مَا نَزَلُوا مُوْغِرِیْنَ فِی نَحْرِ الظُّهْرِ اِی مِنْ اَوْ غَرَاى وَاقِفِیْنَ فِی مَكَانٍ وَغَرٍ فِی شِدَّةِ الْحَرِّ فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ فِیْ وَكَانَ الَّذِیْ تَوَلّٰی كِبَرَهُ مِنْهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَیِّ ابْنُ سَلُوْلٍ اِنْتَهٰی قَوْلُهَا رَوَاهُ الشَّیْخَانِ قَالَ تَعَالٰی لِكُلِّ اَمْرِیْ مِنْهُمْ اِی عَلَیْهِ مَا اَلْتَسَّبَ مِنَ الْاِثْمِ فِیْ ذٰلِكَ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبَرَهُ مِنْهُمْ اِی تَحَمَّلَ مُعْظَمَهُ فَبَدَأَ بِالْخَوْضِ فِیْهِ وَاَشَاعَهُ وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَیِّ لَهُ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ هُوَ النَّارُ فِی الْاٰخِرَةِ ۝ لَوْلَا هٰذَا اِذَا حِیْنَ سَمِعْتُمُوهُ طَرَأَ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ اَنْفُسُهُمْ اِی ظَنَّ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ خَیْرًا وَقَالُوا هٰذَا اَرْوَکُ مُمِیْنٌ ۝ كَذَبَ بَیْنَ فِیْهِ الْبَغَاتُ عَنِ الْخَطَابِ اِی ظَنَنْتُمْ اَنْهَا الْعُصْبَةُ وَقُلْتُمْ لَوْلَا هٰذَا جَآءُوْ اِی الْعُصْبَةُ عَلَیْهَا اَرْبَعَةُ شُهَدَآءَ شَهِدُوْهُ فَاِذَا لَمْ یَاْتُوا بِالْشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ اِی فِیْ حُكْمِهِ هُمُ الْكَذِبُونَ ۝ فِیْهِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَا اَفَضْتُمْ فِیْهِ اَنْهَا الْعُصْبَةُ اِی خَضْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ فِی الْاٰخِرَةِ اِذَا تَلَقَّوْهُ بِالْاِسْتِکْمَارِ اِی یُرْوِیهِ بَعْضُكُمْ عَنْ بَعْضٍ وَخُذِفَ مِنَ الْفِعْلِ اِحْدٰی التَّائِیْنِ وَاِذَا مَنُصُوْبٌ بِمَسَّكُمْ اَوْ بِاَفَضْتُمْ وَتَقْوَلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَا لَیْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسِبُوْهُ هَيِّئًا ۝ لَا اِثْمَ فِیْهِ وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ۝ فِی الْاِثْمِ وَلَوْلَا هٰذَا اِذَا حِیْنَ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا یَاکُوْنُ مَا یَنْبَغِیْ لَنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۝ سَبَّحْتَكَ هُوَ لَلْتَعَجُّبِ هٰذَا هٰذَا بَهْتَانٌ كَذَبَ عَظِیْمٌ ۝ یُعْظَمُ اللّٰهُ مِنْهَا كُمْ اَنْ تَعُوْدُوْا لِلمِثْلِهِ اِبْدًا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ تَعَطُّوْا بِذٰلِكَ وَیَبِیْنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْاٰیٰتُ فِی الْاَمْرِ وَالنَّهْیِ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِمَا یَاْمُرُ بِهِ وَیَنْهٰی عَنْهُ حَکِیْمٌ ۝ فِیْهِ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْاَفَاحِشَةُ بِاللِّسَانِ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِنِسْبَتِهَا اِلَیْهِمْ وَهُمْ الْعُصْبَةُ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا بِالْحَدِّ لِلْقَذُوْفِ وَالْاِخْرَۃَ بِالنَّارِ لِحَقِّ اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنْتِفَآءَ بَا عَنْهُمْ ۝ وَانْتَمَرَّ اَنْهَا الْعُصْبَةُ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَجُوْدُهَا فِیْهِمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اَنْهَا الْعُصْبَةُ وَرَحْمَتُهُ ۝ وَاِنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ بِكُمْ لَعَاجِلُكُمْ بِالْمُعْوَیَةِ ۝

۴۰۵

**ترجمہ:** بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے یہ بڑا بہتان باندھا ہے یعنی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان لگا کر بدترین جھوٹ بولا ہے تم ہی میں کی ایک جماعت ہے یعنی مومنین کی ایک جماعت ہے (اہل افک کی تعین میں) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا وہ حسان بن ثابت اور عبداللہ بن ابی اور مطح اور حمہ بنت جحش ہیں، بہتان تراشنے والوں کی جماعت کے علاوہ اے مومنو! تم اس بہتان کو اپنے حق میں برانہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس کے عوض

اجر عطا فرمائے گا اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اور ان کے ہمراہ آنے والے یعنی صفوان (ابن معطل) کی تہمت سے براءۃ ظاہر کر دے گا، حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے (واقعہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا کہ میں ایک غزوہ میں نزول حجاب کے بعد آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھی، چنانچہ جب آپ ﷺ غزوہ سے فارغ ہو گئے اور آپ ﷺ واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے اور رات کو کوچ کرنے کا اعلان کر دیا تو میں قضائے حاجت کے لئے چلی گئی اور حاجت سے فراغت کے بعد کجاوہ کی طرف متوجہ ہوئی تو اچانک مجھے معلوم ہوا کہ میرا ہارٹوٹ کر (کہیں) گر گیا ہے عِقْدُ عین مہملہ کے کسرہ کے ساتھ ہار کو کہتے ہیں تو میں ہار تلاش کرنے کے لئے واپس چلی گئی، حال یہ ہے کہ لوگوں نے میرا ہودج یہ سمجھتے ہوئے کہ میں ہودج میں موجود ہوں میرے اونٹ پر رکھ دیا، ہودج اس کجاوہ کو کہتے ہیں جس میں سوار ہوا جاتا ہے اور عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں اس لئے کہ کھانا کم کھاتی تھیں، عُقْلَۃ عین مہملہ کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ قلیل کھانے کو کہتے ہیں (ادھر یہ ہوا) کہ میرا ہار مل گیا، اور اہل قافلہ کے روانہ ہو جانے کے بعد میں (اپنی جگہ) واپس آئی، چنانچہ میں اسی جگہ (آکر) بیٹھ گئی جہاں تھی اور مجھے اس بات کا گمان غالب تھا کہ جب لوگ مجھ کو نہ پائیں گے تو میری طرف واپس آئیں گے، چنانچہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا جس کی وجہ سے میں سو گئی، اور صفوان بن معطل لشکر کے پیچھے آخر شب میں قیام کرتے تھے چنانچہ (صفوان) رات کے آخری حصہ میں روانہ ہوئے تو صبح کے وقت میری منزل پر پہنچے۔

قَوْلُهُ: عَرَسَ اور اَدْلَجَ را اور دال کے تشدید کے ساتھ ہے (عَرَسَ کے معنی آخر شب میں استراحت کے لئے قیام کرنا اَدْلَجَ بمعنی روانہ ہونا) تو اس نے ایک سوتے ہوئے شخص کا جثہ دیکھا چنانچہ مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا اس لئے کہ اس نے مجھے حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیکھا تھا، چنانچہ مجھے پہچاننے کے وقت ان کے استرجاع یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ پڑھنے کی وجہ سے میں بیدار ہوئی تو میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ چھپا لیا، واللہ تو اس نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے اس سے سوائے استرجاع کے کوئی بات سنی، اس نے اپنی اونٹنی بٹھادی اور اس کا ہاتھ دبا لیا (تاکہ جلدی کھڑی نہ ہو جائے) جب میں اس پر سوار ہو گئی تو وہ میری اونٹنی کی ٹیکل پکڑ کر لیکر چلے حتیٰ کہ ہم لشکر میں پہنچ گئے، بعد اس کے کہ وہ لوگ ٹھیک دوپہر کے وقت شدید گرمی میں داخل ہوتے ہوئے فروکش ہو چکے تھے موغریں اَوْغَرَ سے مشتق یعنی سخت گرمی کے وقت گرم جگہ میں فروکش ہونے والے تھے، چنانچہ میرے بارے میں جس کو ہلاک ہونا تھا ہلاک ہوا اور وہ شخص جس نے اس معاملہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا عبد اللہ بن ابی ابن سلول تھا، حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا کلام پورا ہوا، روایت کیا ہے اس کو شیخین نے، قال اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا کچھ اس نے اس معاملہ میں کیا اور اس شخص کے لئے جس نے ان میں سے (اس معاملہ میں) سب سے زیادہ حصہ لیا یعنی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا یا اس طور کہ اس معاملہ میں کھود کرید کی اور اس کو شہرت دی، وہ عبد اللہ بن ابی ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے اور وہ آخرت میں آگ ہے جب لوگوں نے بہتان تراشی کو سنا تھا تو مسلمان مردوں اور عورتوں نے آپس میں ایک دوسرے کے لئے اچھا گمان کیوں نہ کیا؟ اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح جھوٹ ہے؟ اس میں خطاب سے (غیبت کی طرف)

التفات ہے (ظنّ المؤمنون الخ) ظننتم وقلتم ايها العصبه کے معنی میں ہے اور ان لوگوں نے اس بہتان پر چار گواہ عینی کیوں پیش نہیں کئے؟ جب یہ لوگ گواہ پیش نہ کر سکے تو یہ لوگ اللہ کے نزدیک یعنی اس کے حکم میں اس معاملہ میں جھوٹے ہیں اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا دنیا و آخرت میں فضل و کرم نہ ہوتا تو جس شغل میں تم بڑے تھے یعنی کھود کرید کر رہے تھے اس کی وجہ سے تم کو آخرت میں سخت عذاب لاحق ہوتا جب کہ تم اس بہتان کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے یعنی ایک دوسرے سے روایت کر رہے تھے، فعل (یعنی تلقونہ) سے دو تاؤں میں سے ایک تا کو حذف کر دیا گیا ہے اور اِذْ مَسَّكُمْ يَا أَفْضُتُمْ کی وجہ سے منصوب ہے اور تم اپنے منہ سے ایسی بات نکال رہے تھے کہ جس کے بارے میں تم کو مطلق علم نہیں تھا اور تم اس کو ایک معمولی بات کہ اس میں کوئی گناہ ہی نہ ہو سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک گناہ کے اعتبار سے بڑی بھاری بات تھی اور جب تم نے اس کو سنا تھا تو یوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ایسی بات منہ سے بھی نکالیں معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے سُبْحَانَكَ تعجب کے لئے ہے، اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے یعنی منع کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسی حرکت مت کرنا اگر تم مومن ہو تو اس سے نصیحت قبول کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے امر و نہی کے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کا حکم کرتا ہے اور جس سے منع کرتا ہے اس کے بارے میں بڑا جاننے والا اور بڑا حکمت والا ہے جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کا چرچا ہو اس بے حیائی کو ان کی طرف منسوب کر کے (اور ان چرچا کرنے والوں کی) ایک چھوٹی سی جماعت ہے، ان لوگوں کے لئے دنیا میں حد و قف کا اور آخرت میں نار کا حق اللہ ہونے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے اللہ تعالیٰ ان سے بے حیائی کے انقطاع کو بخوبی جانتا ہے اور (اے تہمت لگانے والی) جماعت تم اس بے حیائی کے وجود کو ان میں نہیں جانتے اور اگر اے لوگو! تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا اور وہ یہ کہ اللہ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے تو وہ تم سے فوراً ہی مواخذہ کرتا۔

## تَحْقِيقُ تَرْكِيكِ تَسْبِيلِ تَفْسِيرِي فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِإِلْفِكَ يَهَا مِنْ أَلْفِكَ سے متعلق اٹھارہ آیتوں کا ذکر شروع ہو رہا ہے اِلْفِكَ لغت میں پلٹ دینے اور بدل دینے کو کہتے ہیں بدترین جھوٹ جو حق کو باطل سے اور باطل کو حق سے بدل دے، پاکباز متقی کو فاسق اور فاسق کو متقی و پرہیزگار بنا دے اسی جھوٹ کو اِلْف کہتے ہیں عُصْبَةُ مختصر جماعت کو کہتے ہیں تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

قَوْلُهُ: لَا تَحْسَبُوهُ اس کے مخاطب آپ ﷺ اور ابو بکر، عائشہ و صفوان ہیں مقصد ان حضرات کو تسلی دینا ہے۔  
قَوْلُهُ: مَنْ جَاءَ مِنْهُ مَنْ سے صفوان بن معطل السلمي مراد ہیں اور مِنْهُ کی ضمیر کا مرجع اِلْف ہے اور جار مجرور براءۃ سے متعلق ہے۔

قَوْلُهُ: فِي غَزْوَةٍ مراد غزوہ بنی مصطلق ہے جس کو مرسیع بھی کہا جاتا ہے صحیح اور رائج قول کے مطابق ۵ھ میں پیش آیا تھا۔  
قَوْلُهُ: بَعْدَ مَا أَنْزَلَ الْحِجَابَ حِجَاب سے مراد آیت حجاب یعنی وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ہے۔

قَوْلٌ: قد عَرَّسَ، تعریس، النزول فی آخر اللیل للاستراحة.

قَوْلٌ: اِدْلَجْ وَاِدْلَاجْ آخر شب میں سفر کرنا۔

قَوْلٌ: هُمَا بِتَشْدِيدِ الرَّاءِ وَالْدَالِ، عَرَّسَ وَاِدْلَجَ کے بارے میں لف و نشر کے طور پر اشارہ کر دیا کہ عَرَّسَ میں راء اور اِدْلَجَ میں دال دونوں مشدد ہیں۔

قَوْلٌ: اِی نَزَلَ مِنْ اَخْرِ اللَّیْلِ لِلْاِسْتِرَاحَةِ یہ عَرَّسَ کی تفسیر ہے اور۔

قَوْلٌ: فَسَارَ مِنْهُ، اِدْلَجَ کی تفسیر ہے مِنْهُ اِی اَخْرِ اللَّیْلِ اِدْلَجَ مِنْهُ اِی سَارَ مِنْ اَخْرِ اللَّیْلِ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے الفاظ کی تشریح کے لئے مفسر علام نے درمیان میں تشریح کی الفاظ کا اضافہ فرمایا ہے ورنہ تو اصل عبارت اس طرح ہے کَانَ صَفْوَانٌ قَدْ عَرَّسَ مِنْ وِرَاءِ الْجِیْشِ فَادْلَجَ مِنْهُ فَاصْبَحَ فِی مَنْزِلِی۔

قَوْلٌ: مُوْغِرِیْنِ یہ وُغْرٌ سے مشتق ہے وَغْرٌ شدید گرمی کو کہتے ہیں۔

قَوْلٌ: بِالْمَلَاءَةِ وہ چادر جو جسم کو چھپالے مُوْغِرِیْنِ اِی دَاخِلِیْنِ فِی شِدَّةِ الْحَرِّ۔

قَوْلٌ: فِی نَحْرِ الظَّهِیْرَةِ ٹھیک دوپہر کے وقت۔

قَوْلٌ: سَلُولٌ یہ عبد اللہ بن ابی کی ماں کا نام ہے۔

قَوْلٌ: لِّکُلِّ اَمْرِیْ مَفْسَرٌ علام نے علیہ سے تفسیر کر کے اشارہ کر دیا کہ لام بمعنی علی ہے۔

قَوْلٌ: لَوْ لَا هَلَّا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ یہ لولا تو بیخیہ ہے اس لئے کہ ماضی پر داخل ہے، لولا تین قسم کا ہوتا ہے ① جب ماضی پر داخل ہو تو تو بیخیہ ہوتا ہے اور جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو تحضیضیہ ہوتا ہے اور جب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے تو امتناعیہ ہوتا ہے، یہاں لولا چھ جگہ استعمال ہوا ہے اول، ثانی اور رابع تو بیخیہ ہے اس لئے جواب کی ضرورت نہیں اور تیسرا اور پانچواں اور چھٹا شرطیہ (امتناعیہ ہے) تیسرے اور چھٹے مقام پر جواب مذکور ہے اور پانچویں مقام پر جواب محذوف ہے۔ (صاوی)

قَوْلٌ: بِانْفِسْہِمِ اِی اِبْنَاءِ جَنْسِہِمُ فِی الْاِیْمَانِ یعنی اپنے ایمانی بھائیوں کے بارے میں اچھا گمان کیوں نہیں کیا؟ فیہ التَّفَاتِ عَنِ الْخُطَابِ اِلٰی الْغِیْبَةِ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ کے مطابق ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ اور قَالُوْا کے بجائے ظَنَنْتُمْ اور قُلْتُمْ ہونا چاہئے، مذکورہ دونوں صیغوں میں دو قسم کا التفات ہوا ہے اول تو حاضر سے غائب کی جانب اور دوسرے ضمیر سے اسم ظاہر کی جانب، اس التفات کا مقصد تو بیخیہ میں مبالغہ کرنا ہے، اس طریقہ پر کہ ایمان کا تقاضہ یہ تھا کہ تم اپنے بھائیوں کے بارے میں حسن ظن رکھتے چہ جائیکہ تم لوگوں نے طعن زنی اور عیب چینی شروع کر دی تم کو تو اپنے بھائیوں کا اسی طرح دفاع کرنا چاہئے تھا جس طرح تم خود اپنا دفاع کرتے ہو، تقدیر عبارت یہ ہے لَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَنْتُمْ اَیُّہَا الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَاخُوْا نَہُمْ خَیْرًا وَهَلَّا قُلْتُمْ هٰذَا الْکُ مَبِیْنٌ۔

قَوْلٌ: لَوْ لَا هَلَّا جَاءَ و عَلَیْہِ (الآیۃ) یہ کلام سابق کا تتمہ بھی ہو سکتا ہے یعنی مومنین اور مومنات نے افتراء کرنے والوں سے افتراء پر چار گواہوں کا مطالبہ کیوں نہیں کیا؟ یعنی بہتان کو سننے کے بعد جس طرح آپس میں حسن ظن ضروری تھا

اسی طرح افتراء پردازوں سے چار گواہوں کا مطالبہ ضروری تھا ای و قالوا هلاً جاء و الخائنون باربعة شهداء علی ما قالوا دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لولا جاء و (الآیة) جملہ استینافیہ ہو، اس صورت میں قالوا محذوف ماننے کی ضرورت نہ ہوگی۔

قَوْلُهُ: ای فی حکمہ اس عبارت کے اضافہ کا مقصد ایک شبہ کا جواب ہے، شبہ یہ ہے کہ افتراء پردازوں کو عند اللہ اس لئے کاذب کہا گیا ہے کہ وہ چار عینی شاہد پیش نہیں کر سکے حالانکہ اگر وہ چار عینی شاہد پیش بھی کر دیتے تب بھی کاذب ہی تھے، جواب یہ ہے کہ گواہ پیش نہ کرنے کی صورت میں کہ بحکم شرع کاذب تھے اور اگر وہ چار گواہ پیش کر دیتے تو اس وقت حکم شرعی میں بظاہر صادق ہوتے، اللہ تعالیٰ کو چونکہ ان کی ظاہر اور باطناً تکذیب منظور تھی اس لئے چار گواہوں کا مطالبہ کیا تاکہ ان کا کذب خوب ظاہر ہو جائے۔

قَوْلُهُ: لولا فضل اللہ علیکم میں لولا اتناعیہ ہے اس کا جواب لَمَسَّكُمْ ہے۔

قَوْلُهُ: فِيمَا أَفْضَيْتُمْ، فی بمعنى سبب ہے ای بسبب مَا أَفْضَيْتُمْ اور ما موصولہ ہے مراد حدیث افک ہے ای لَمَسَّكُمْ بسبب الذی خُضْتُمْ فِیْهِ وَهُوَ الْإِفْکُ اور ما مصدریہ بھی ہو سکتا ہے ای لَمَسَّكُمْ بسبب خوضکم فیہ ای فی الافک۔

قَوْلُهُ: وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ، إِذْ، قُلْتُمْ کا ظرف مقدم ہے، یعنی تمہارے لئے یہ مناسب تھا کہ بہتان کو سنتے ہی کہہ دیتے کہ ایسی باتیں کرنا ہمارے لئے ہرگز مناسب نہیں۔

قَوْلُهُ: يَنْهَأُكُمْ أَنْ تَعُوذُوا الخ اس عبارت کے اضافہ کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ يَعِظُكُمْ فَعْلٌ متعدی بعن کے معنی کو متضمن ہے پھر عن کو حذف کر دیا گیا ہے ای يَنْهَأُكُمْ عَنْ الْعُودِ، اُن مصدریہ ہے جس کی وجہ تَعُوذُوا بمعنی عَوْدٌ ہے۔

قَوْلُهُ: تَعِظُونَ بِذَلِكَ یہ جملہ مومنین کی صفت ہے یعنی اگر تم نصیحت قبول کرنے والے مومن ہو تو ایسی حرکت دوبارہ نہ کرو گے، جواب شرط محذوف ہے ای اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَلَا تَعُوذُوا لِمِثْلِهِ۔

قَوْلُهُ: بِاللِّسَانِ اس کے اضافہ کا مقصد یہ ہے کہ افتراء پردازوں کو یہ بات پسند تھی کہ فُحْش بات کا زبانی چرچا ہونہ کہ حقیقت میں فُحْش کی اشاعت ہو۔

قَوْلُهُ: بِنِسْبَتِهَا إِلَيْهِمْ، إِلَيْهِمْ سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت صفوان ہیں اور وَهْمٌ عَصَبَةٌ مراد وہ لوگ جو فُحْش بات کی اشاعت پسند کرتے تھے۔

قَوْلُهُ: لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ، اِنَّ کی خبر ہے۔

قَوْلُهُ: وَأَنَّ اللَّهَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ کا عطف فضل اللہ پر ہے اور لَعَا جَلَّكُمْ، لولا کا جواب ہے، معطوف و معطوف علیہ سے ل کر مبتداء ہے اس کی خبر محذوف ہے اور وہ موجودان ہے۔

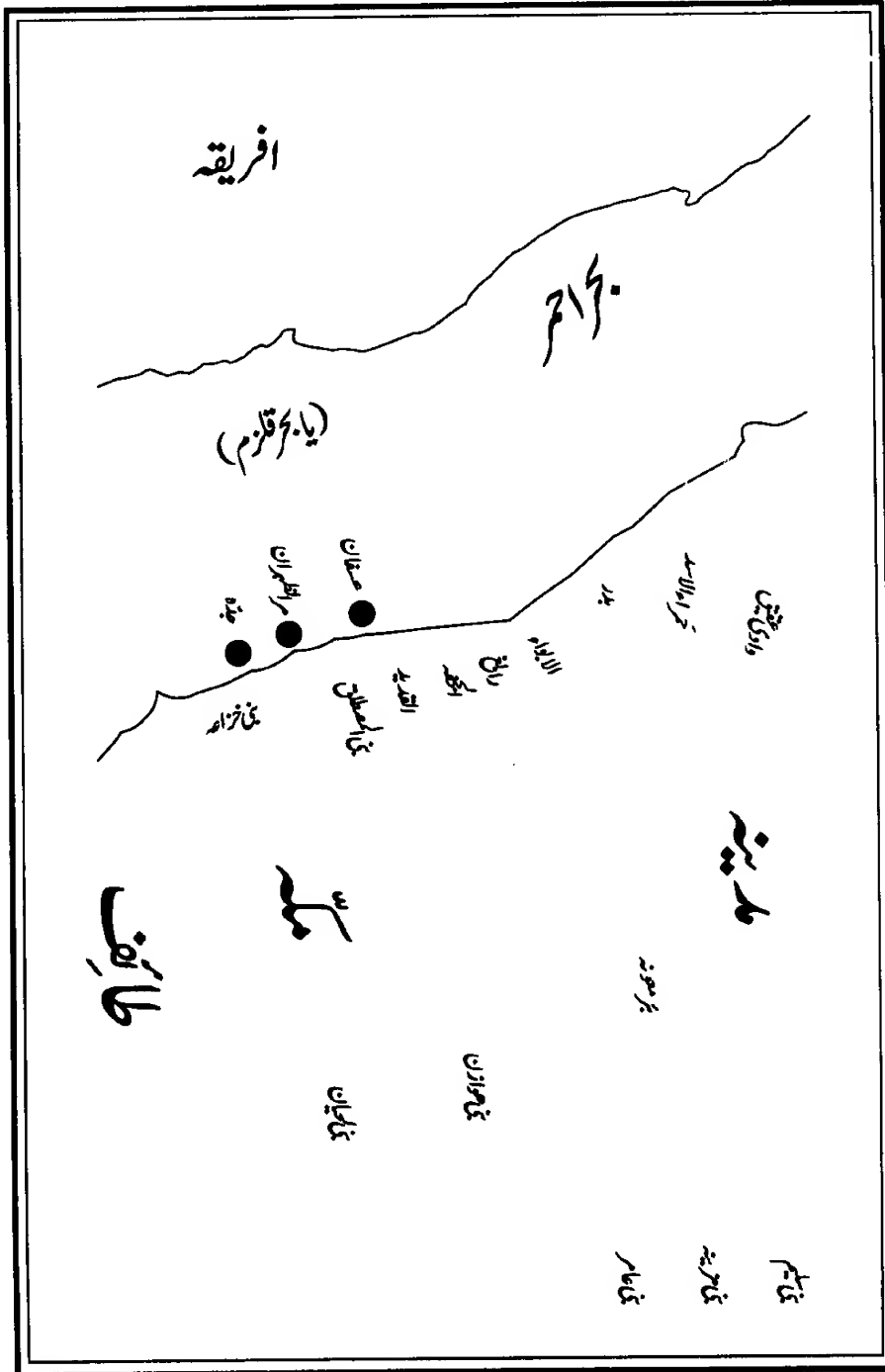
## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُو بِالْاِفْكِ (الآیہ) یہاں سے اس طوفان کا ذکر ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر اٹھایا گیا تھا، واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے بہت سی فوج جمع کی ہے، یہ غزوہ رائج قول کے مطابق ۲ شعبان بروز دوشنبہ ۵ھ میں پیش آیا تھا (سیرۃ مصطفیٰ) غزوہ بنی مصطلق کو غزوہ مرسیع بھی کہتے ہیں، آپ ﷺ نے اس خبر کی تصدیق کے لئے بریدہ بن حصیب کو بھیجا، حضرت بریدہ نے آکر خبر کی تصدیق کی آپ نے صحابہ کو خروج کا حکم فرمایا مدینہ میں زید بن حارثہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا ازواج مطہرات میں سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا آپ کے ہمراہ تھیں، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ بھی ساتھ تھیں، اس غزوہ میں بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا جن میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں شامل تھیں، دو گھرانے قید ہوئے قیدیوں میں بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی صاحبزادی جویریہ بھی تھیں جو کہ تقسیم مال غنیمت کے وقت حضرت ثابت بن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حصہ میں آئیں، حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کو مکاتب بنادیا تھا، بدل کتابت کے سلسلہ میں جویریہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ ﷺ نے فرمایا میں تم کو اس سے بہتر چیز بتلاتا ہوں اگر تم پسند کرو، وہ یہ کہ میں تمہاری طرف سے بدل کتابت ادا کر کے تم کو آزاد کر دوں اور اپنی زوجیت میں لے لوں، جویریہ نے عرض کیا میں اس پر راضی ہوں چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ (رواہ ابو داؤد)





## غزوة بنى المصطلق



واپسی پر آپ ایک منزل پر فروکش ہوئے، لشکر میں کوچ کرنے کا اعلان کر دیا گیا تاکہ لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہو جائیں، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بھی قضائے حاجت کے لئے لشکر سے دور چلی گئیں، جب واپس ہونے لگیں تو ہارٹوٹ گیا جو یمنی نگینوں کا تھا، ان کے جمع کرنے میں دیر ہو گئی قافلہ تیار تھا، حجاب کا حکم چونکہ نازل ہو چکا تھا جس کی وجہ سے حضرت عائشہ ہودج میں سفر کر رہی تھیں اور ہودج پر پردے پڑے ہوئے تھے، ہودج برداروں نے یہ سمجھ کر کہ ام المومنین ہودج میں ہیں ہودج کو اونٹ پر رکھ دیا اور اونٹ کو ہانک دیا، اس وقت عورتیں عموماً دہلی پتلی ہوتی تھیں خاص طور پر حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا چونکہ صغیر السن تھیں اس وجہ سے بھی دہلی پتلی تھیں ادھر ہودج اٹھانے والے کئی افراد تھے جس کی وجہ سے ہودج کے خالی ہونے کا احساس نہ ہو سکا، حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا جب ہار لیکر لشکر گاہ واپس آئیں تو لشکر روانہ ہو چکا تھا وہاں کوئی نہیں تھا، یہ خیال کر کے کہ جب آئندہ مقام پر آپ ﷺ مجھے نہ پائیں گے تو اسی جگہ میری تلاش کے لئے کسی کو روانہ فرمائیں گے، اسی جگہ چادر لپیٹ کر لیٹ گئیں، اور نیند آ گئی، حضرت صفوان بن معطل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ گرے پڑے کی خبر گیری کے لئے لشکر کے پیچھے رہا کرتے تھے، وہ صبح کے وقت اس مقام پر پہنچے جہاں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سو رہی تھیں دیکھا کہ کوئی پڑا سو رہا ہے جب قریب آ کر دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو حضرت عائشہ صدیقہ ہیں اور زور سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی اس آواز سے آنکھ کھل گئی اور چادر سے منہ ڈھانپ لیا، حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں وَاللّٰہِ مَا کَلَمْنٰی کَلِمَةً وَلَا سَمِعْتُ مِنْہِ کَلِمَةً غَیْرِ اسْتَرْجَاعِہِ خُدا کی قسم صفوان نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور نہ ان کی زبان سے سوائے اِنَّا لِلّٰہِ کے میں نے کوئی کلمہ سنا، حضرت صفوان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنا اونٹ قریب لا کر بٹھا دیا حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اونٹ پر سوار ہو گئیں اور حضرت صفوان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اونٹ کی ٹکیل پکڑ کر پایادہ روانہ ہو گئے اور ٹھیک دو پہر کے وقت قافلہ سے جا ملے، عبداللہ بن ابی بڑا خبیث بد باطن اور رسول اللہ ﷺ کا دشمن تھا، اسے ایک بات ہاتھ لگ گئی اور بد بخت نے وہی تباہی بکنا شروع کر دیا اور بعض بھولے بھالے مسلمان بھی مثلاً مردوں میں حضرت حسان حضرت مسطح اور عورتوں میں حضرت حمہ بنت جحش منافقوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اس قسم کے افسوس ناک تذکرے کرنے لگے، تمام مسلمانوں کو اور خود آنحضرت ﷺ کو ان چرچوں سے بیحد صدمہ تھا، تقریباً ایک مہینہ تک یہی چرچہ رہا، مگر حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس سے بالکل بے خبر تھیں، اسی دوران حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیمار ہو گئیں، آپ ﷺ تشریف لاتے اور مزاج پرسی کر کے تشریف لے جاتے، رسول اللہ ﷺ کے اس تلطف میں کمی آ جانے کی وجہ سے جو سابقہ بیماریوں میں مبتذل رہی دل کو خلجان اور تردد تھا کہ کیا بات ہے کہ آپ گھر میں تشریف لاتے ہیں اور دوسروں سے میرا حال دریافت کر کے واپس تشریف لیجاتے ہیں مجھ سے دریافت نہیں فرماتے،

آپ ﷺ کی اس بے التفاتی کی وجہ سے میری تکلیف میں اور اضافہ ہوتا تھا، حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ ایک روز رات کو میں اور ام مسطح قضائے حاجت کے لئے جنگل کی طرف چلے، عرب کا قدیم دستور یہی تھا کہ بدبو کی وجہ سے گھروں میں بیت الخلاء نہیں بناتے تھے، راستہ میں ام مسطح کا پیر چادر میں الجھ گیا جس کی وجہ سے وہ گر گئیں اس وقت ام مسطح کے منہ سے نکلا تَعَسَّ مسطح مسطح ہلاک ہو، حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا آپ ایسے شخص کو کیوں برا کہتی ہیں جو بدری ہے، ام مسطح نے کہا اے بھولی بھالی لڑکی تم کو قصہ کی خبر نہیں حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے معلوم کیا کہ قصہ کیا ہے؟ ام مسطح نے پورا قصہ سنایا یہ سنتے ہی مرض میں اور شدت آگئی رات دن روتی رہتی تھیں، ایک لمحہ کے لئے بھی آنسو نہ تھمتے تھے، ہشام بن عروہ کی روایت کے مطابق بغیر قضائے حاجت کے واپس آگئیں، حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت چاہی تاکہ ماں باپ کے ذریعہ اس واقعہ کی تحقیق کروں، آپ نے اجازت دیدی، میں اپنے والدین کے یہاں آگئی اور اپنی والدہ سے کہا اے اماں تم کو معلوم ہے کہ لوگ میری بابت کیا کہتے ہیں، ماں نے کہا اے بیٹی تو رنج نہ کر دنیا کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ جو عورت خوبصورت اور خوب سیرت اور اپنے شوہر کے نزدیک بلند مرتبت ہوتی ہے تو حسد کرنے والی عورتیں اس کے ضرر کے درپے ہو جاتی ہیں، جب نزول وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور اسامہ سے مشورہ کیا حضرت اسامہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ آپ کے اہل ہیں جو آپ کی شایان شان اور منصب نبوت و رسالت کے مناسب ہیں ان کی عصمت و عفت کا پوچھنا ہی کیا ہے آپ کے حرم محترم کی طہارت و نزاہت تو اظہر من الشمس ہے اس میں رائے اور مشورہ کی کیا ضرورت ہے اور اگر آپ ہمارا ہی خیال معلوم کرنا چاہتے ہیں تو عرض یہ ہے وَمَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا ہمارے علم کے اعتبار سے آپ کے اہل میں خیر کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آنحضرت ﷺ کے رنج و غم کے خیال سے یہ عرض کیا يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمْ يَضِيقَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءَ سِوَاهَا كَثِيرٌ وَإِنْ تَسْأَلُ الْجَارِيَةَ تَصَدَّقُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! اللہ نے آپ پر تنگی نہیں فرمائی عورتیں اس کے سوا بہت ہیں آپ اگر گھر کی باندی سے دریافت فرمائیں تو وہ سچ سچ بتا دے گی، غرض کہ آپ ﷺ نے حضرت بریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو بلوایا اور صورت حال معلوم کی، حضرت بریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کیا ”قسم اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا میں نے عائشہ کی کوئی بات معیوب اور قابل گرفت کبھی نہیں دیکھی الا یہ کہ وہ ایک کسن لڑکی ہے، آٹا گندھا ہوا چھوڑ کر سو جاتی ہے بکری کا بچہ آکر اسے کھا جاتا ہے“ یعنی وہ تو اس قدر بے خبر اور بھولی بھالی ہے کہ اسے تو آٹے دال کی بھی خبر نہیں وہ دنیا کی ان چالاکیوں کو کیسے جان سکتی ہے۔

آپ ﷺ بریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بات سن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اول خدا کی حمد بیان

فرمائی بعد ازاں عبداللہ بن ابی کاؤ کر کر کے یہ ارشاد فرمایا:

”اے گروہِ مسلمین کون ہے جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے جس نے مجھ کو میرے اہل بیت کے بارے میں ایذا پہنچائی ہے، خدا کی قسم میں نے اپنے اہل سے سوائے نیکی اور پاک دامنی کے کچھ نہیں دیکھا اور علیٰ ہذا جس شخص کا ان لوگوں نے نام لیا ہے اس سے بھی سوائے خیر کے کچھ نہیں دیکھا۔“ (سیرت مصطفیٰ ملخصاً)

آخر کار حضرت صدیقہ کی براءت میں خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سورہ نور کی یہ آیتیں اِنَّ الَّذِیْنَ جَاءُوْا بِالْاِفْكِ الْخِ نَازِل فرمائیں جس پر حضرت عائشہ صدیقہ فخر کیا کرتی تھیں، مزید تفصیل کیلئے بخاری شریف کی طرف رجوع کریں۔

**قَوْلُهُ:** لِكُلِّ اَمْرِ مِنْهُمْ اِی عَلَیْهِ لِكُلِّ میں لام بمعنی علی ہے جیسا کہ مفسر علام نے اشارہ کیا ہے یعنی تہمت لگانے والی جماعت کے ہر فرد کے لئے اس کے جرم کی مقدار سزا ملے گی اور پر کی آیت میں خائضین فی الْاِفْكِ کا بیان تھا، اس آیت میں ان کو نو طریقہ سے تعبیر اور توبیح فرمائی ہے، ان میں پہلا لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ہے اور نواں یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ الْخِ ہے، لَوْلَا تو بخیر ہے اور اِذْ ظَنَّ كَا ظَرْف ہے۔

**قَوْلُهُ:** اِی ظَنَنْتُمْ اَیُّهَا الْعَصْبَةُ وَقُلْتُمْ اِسْ عِبَارَت کا مقصد یہ بتانا ہے کہ آیت میں خطاب سے غیبت کی جانب التفات ہے اور ظَنَّ بمعنی ظَنَنْتُمْ اور قَالُوْا بمعنی فَتَنْتُمْ ہے۔

**قَوْلُهُ:** لَوْلَا هَلَّا جَاءُوْا اِس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ یہ جملہ مستانفہ ہے تب تو ما قبل سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا اور اگر یہ کلام ما قبل کا تمر ہے تو لَوْلَا کے تحت میں داخل ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ اس افتراء اور بہتان کو سنتے ہی بہتر گمان کرنا چاہئے تھا اور اس افتراء پر چار یعنی شاہدوں کا مطالبہ کرنا چاہئے تھا۔

**قَوْلُهُ:** لَوْلَا فَضَّلُ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ یعنی یہ طوفان تو ایسا اٹھا تھا کہ نہ معلوم کون کون اس طوفان کی زد میں آتے لیکن اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے تم میں سے تائبین کی توبہ کو قبول فرمایا اور بعض کو حد شرعی جاری کر کے پاک کیا اور جو زیادہ خبیث تھے ان کو ایک گونہ مہلت دی ان کے لئے آخرت میں شدید عذاب ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ طُرُقِ الشَّیْطٰنِ اِی تَزِیْنُهُ وَهَنْ یَّبِیْعُ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ اِی الْمَتَّعِ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اِی الْقَبِیْحِ وَالْمُنْكَرِ شَرْعًا بِاِتِّبَاعِهَا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكٰی مِنْكُمْ اَیُّهَا الْعَصْبَةُ بِمَا قُلْتُمْ مِنْ الْاِفْكِ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا اِی مَا صَلَحَ وَطَهَّرَ مِنْ هٰذَا الذَّنْبِ بِالتَّوْبَةِ مِنْهُ وَلٰكِنْ اللّٰهُ یُرِیْکُمْ یُطَهِّرُ مَنْ یَّشَآءُ مِنَ الذَّنْبِ بِقَبُولِ تَوْبَتِهِ مِنْهُ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ لِّمَا قُلْتُمْ عَلِیْمٌ بِمَا قَصَدْتُمْ وَلَا یَاْتِلُ یَخْلِفُ اَوَّلُو الْفَضْلِ اِی

أَصْحَابُ الْغَنَى مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ لَا يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَى وَالْمُسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ خَلَفَ أَنْ لَا يُنْفِقَ عَلَى مِسْطَحٍ وَهُوَ ابْنُ خَالَتِهِ مِسْكِينٌ مُسَاجِرٌ بَدَرِيٌّ لِمَا خَاصَ فِي الْإِفْكِ بَعْدَ أَنْ كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَنَاسٍ مِنَ الصَّحَابَةِ أَقْسَمُوا أَنْ لَا يَتَصَدَّقُوا عَلَى مَنْ تَكَلَّمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْإِفْكِ وَلِعَفُوا وَلِصَفَحُوا عَنْهُمْ فِي ذَلِكَ الْأَجْبُونُ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَحِيمٌ لِلْمُؤْمِنِينَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ بَلَى أَنَا أَحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لِي وَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ مَا كَانَ يُنْفِقُهُ عَلَيْهِ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ بِالزِّنَا الْمُحْصَنَاتِ الْعَفَائِلَ عَنِ الْفَوَاحِشِ بَأَنْ لَا يَقَعَ فِي قُلُوبِهِنَّ فَعَلَهَا الْمُؤْمِنَاتُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ لَعَنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ يَوْمَ نَاصِبُهُ الْإِسْتِقْرَارُ الَّذِي تَعَلَّقَ بِهِ لَهُمْ تَشْهَدُ بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّخْتَانِيَّةِ عَلَيْهِمُ الْأَسْنَتُهُمْ وَلِيَدِيهِمْ وَأَرْجَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ مِنْ قَوْلٍ وَفِعْلٍ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ يَوْمَ يُؤْفِكُ اللَّهُ دِيهَهُمُ الْحَقَّ يُجَازِيهِمْ جَزَاءَهُ الْوَاجِبَ عَلَيْهِمْ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ حَيْثُ حَقَّقَ لَهُمْ جَزَاءَهُ الَّذِي كَانُوا يَشْكُونَ فِيهِ مِنْهُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي وَالمُحْصَنَاتُ هُنَا أَرْوَاحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُذَكَّرْ فِي قَدْفِهِنَّ تَوْبَةً وَمَنْ ذُكِرَ فِي قَدْفِهِنَّ أَوَّلَ سُورَةِ التَّوْبَةِ غَيْرُهُنَّ لِلْخَبِيثَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَمَنْ كَلِمَتِ لِّلْخَبِيثَاتِ مِنَ النَّاسِ وَالْخَبِيثُونَ مِنَ النَّاسِ لِّلْخَبِيثَاتِ بِمَا ذُكِرَ وَالطَّيِّبَاتُ بِمَا ذُكِرَ لِلطَّيِّبِينَ مِنَ النَّاسِ وَالطَّيِّبُونَ مِنْهُمْ لِلطَّيِّبَاتِ بِمَا ذُكِرَ الْأَلِيقُ بِالْخَبِيثِ بِمِثْلِهِ وَبِالطَّيِّبِ بِمِثْلِهِ أُولَئِكَ الطَّيِّبُونَ وَالطَّيِّبَاتُ مِنَ النِّسَاءِ وَبَيْنَهُمْ غَائِشَةٌ وَصَفَوْنَ مُبْرءُونَ بِمَا يَقُولُونَ أَيْ الْخَبِيثُونَ وَالْخَبِيثَاتُ مِنَ النِّسَاءِ فِيهِمْ لَهُمُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ النِّسَاءِ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ فِي الْجَنَّةِ وَقَدْ افْتَحَرَتْ غَائِشَةٌ بِأَشْيَاءَ مِنْهَا أَنَّهَا خُلِقَتْ طَبِيبَةً وَوَعِدَتْ مَغْفِرَةً وَرِزْقًا كَرِيمًا.

بَیِّنَات

**ترجمہ:** اے ایمان والو تم شیطان کے نقش قدم پر مت چلو یعنی شیطان کے راستوں پر مت چلو یعنی اس کی تلبیس اور فریب میں نہ آؤ، اور جو شخص شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے تو وہ یعنی شیطانی راستہ پر چلنے والا شیطان کے نقش قدم پر چلنے کی وجہ سے فحش یعنی بے حیائی اور شرعاً نامعقول ہی کام کرنے کو کہے گا اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو اے لوگو تم میں سے بھی کوئی پاک صاف نہ ہوتا اس وجہ سے کہ تم نے افتراء پر دازی کی، یعنی توبہ کے ذریعہ نہ اس گناہ سے درست ہوتا اور نہ پاک ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے گناہ سے اس کی توبہ کو قبول کر کے اور اللہ تعالیٰ تمہاری باتوں کو سنتا ہے اور تمہارے ارادوں کو جانتا ہے اور قسم نہ کھائیں وہ لوگ جو تم میں سے فضل والے یعنی مالدار اور وسعت والے ہیں کہ وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیں گے یہ

آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی انہوں نے قسم کھالی تھی کہ اپنے خالہ زاد بھائی مسکین، مہاجر، بدری، مسطح پر خرچ نہ کریں گے اس لئے کہ انہوں نے افتراء پردازی میں حصہ لیا تھا حالانکہ ابوبکر صدیق ان پر خرچ کرتے تھے (یعنی ان کی کفالت کرتے تھے) اور صحابہ میں سے کچھ اور لوگوں نے بھی قسم کھالی تھی کہ وہ کسی ایسے شخص پر صدقہ نہ کریں گے جس نے کچھ بھی افک کے معاملہ میں زبانی (حصہ) لیا، ان کو چاہئے کہ اس معاملہ میں ان کو معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم کو یہ بات پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ مومنین کے لئے غفور الرحیم ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بے شک میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے چنانچہ مسطح پر جو خرچ کرتے تھے وہ جاری کر دیا اور جو لوگ ایسی عورتوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں جو پاکدامن ہیں اور فحش باتوں سے بے خبر ہیں بایں طور کہ ان کے دل میں کبھی فواحش کے کرنے کا خیال بھی نہیں آتا اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والی ہیں تو ایسے لوگوں پر دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان لوگوں کے لئے اس دن بڑا عذاب ہوگا جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیران کے اعمال کی گواہی دیں گے خواہ اعمال قوی ہوں یا فعلی اور وہ قیامت کا دن ہوگا یوم کاناصب استنقرو (محذوف) ہے جس سے لہم متعلق ہے یشہد تا اور یادوں کے ساتھ ہے اس دن اللہ تعالیٰ ان کو پورا پورا واجبی بدلہ دے گا یعنی جو جزاء ان پر واجب ہے وہ پوری پوری دے گا، اور ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ٹھیک فیصلہ کرنے والا (بات) کا کھولنے والا ہے اس طریقہ سے کہ ان کے سامنے ہر اس عمل کی جزاء متحقق ہو جائے گی جس میں وہ شک کرتے تھے (ان شک کرنے والوں) میں عبد اللہ بن ابی بھٹی ہے، اور محصنت سے یہاں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات مراد ہیں، ازواج مطہرات کے قذف کے سلسلہ میں توبہ کا ذکر نہیں فرمایا، اور ابتداء سورت میں جن کی قذف کے سلسلہ میں توبہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ ازواج مطہرات کے علاوہ ہیں، گندی عورتیں اور گندی باتیں گندے لوگوں کے لائق ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہیں۔

**قَوْلًا:** مِمَّا ذُكِرَ اِي النِّسَاءِ او کلمات اور مذکورین میں سے پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لائق ہیں اور مذکورین میں سے سترے مرد سٹھری عورتوں کے لائق ہیں یعنی خبیث کے لائق خبیث ہے اور پاکیزہ کے لائق پاکیزہ ہے اور یہ پاکیزہ مرد اور پاکیزہ عورتیں اور ان ہی میں حضرت عائشہ اور حضرت صفوان ہیں اس بات سے پاک ہیں جو یہ کہتے پھرتے ہیں یعنی یہ خبیث مرد اور عورتیں ان حضرات کے بارے میں جو کہتے پھرتے ہیں ان کے لئے یعنی ان پاکیزہ مرد اور عورتوں کے لئے مغفرت اور جنت میں عزت کی روزی ہے اور حضرت عائشہ چند چیزوں پر فخر فرمایا کرتی تھیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ ان کو پاکیزہ پیدا کیا گیا اور ان سے مغفرت اور باعزت روزی کا وعدہ کیا گیا۔

## تحقیق و تکرید و تسہیل و تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ:** يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطَوَاتِ الشَّيْطَانِ، خُطْوَةٌ بضم الطاء وسكونها بمعنى قدم۔

**قَوْلُهُ:** مَنْ يَتَّبِعْ خُطَوَاتِ الشَّيْطَانِ شرط ہے جواب محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے مَنْ يَتَّبِعْ خُطَوَاتِ الشَّيْطَانِ فلا يفلح۔

**قَوْلُهُ:** فَإِنَّهُ جواب شرط کی علت ہے۔

**قَوْلُهُ:** اِی الْمَتَّبِعِ اس عبارت کے اضافہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ہُوَ ضمیر کا مرجع مَنْ ہے مراد وہ شخص ہے جو شیطان کی اتباع کرتا ہے بعض حضرات نے اِنَّہ کی ضمیر شیطان کی طرف بھی راجع کی ہے یہی ظاہر ہے ضمیر شان بھی ہو سکتی ہے۔

**قَوْلُهُ:** بِاتِّبَاعِهِمَا یأمر سے متعلق ہے ماز کی مِنْكُمْ لَوْلَا کا جواب ہے مِنَ الْاَفْلَکِ میں مِنْ بیانیہ ہے اور مِنْ اَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے اور اَحَدٌ محل میں فاعل کے ہے۔

**قَوْلُهُ:** لَا يَأْتِلْ اِيتِلَاءٌ (اِفتعال) سے نبی مضارع واحد مذکر غائب قسم نہ کھائیں اصل میں یاتلی تھالانا ہیہ کی وجہ سے ی گر گئی یاتل ہو گیا، مادہ الیٰ بمعنی قسم۔

**قَوْلُهُ:** اِی اصحابُ الغنی یہ اولوا الفضل کی تفسیر ہے مفسر علام نے یہ تفسیر بغوی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کی اتباع میں کی ہے اگر فضل کی تفسیر فضل فی الدین سے کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا تا کہ حضرت ابو بکر صدیق رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کی فضیلت پر استدلال ہو سکتا، اولوا الفضل کی تفسیر اصحاب الغنی سے کرنے میں بلا وجہ تکرار بھی لازم آتا ہے اس لئے کہ والسَّعَةِ سے بھی خوشحالی اور مالی وسعت مراد ہے۔

**قَوْلُهُ:** اَنْ لَا یُؤْتُوا لَا کو دلالت مقام کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، جیسا کہ تَفَتَّوْا تذکر یوسف میں لا مقدر ہے اور یہ حرف جر کی تقدیر کے ساتھ ہے اِی عَلٰی اَنْ لَا یُؤْتُوا۔

**قَوْلُهُ:** وَنَاسٍ اس کا عطف ابی بکر پر ہے اِی نَزَلْتُ فی ابی بکرٍ وَنَاسٍ مِنَ الصَّحَابَةِ یَوْمَ کا نا صب محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے وَعَذَابٌ عَظِیْمٌ کائن لَهُمْ یَوْمَ تَشْهَدُ النِّخ۔

**سُؤَالٌ:** عَذَابٌ مصدر کے ذریعہ منصوب کیوں نہیں ہے؟

**جَوَابٌ:** مصدر کے عمل کی بصر بین کے نزدیک شرط یہ ہے کہ مصدر موصوف واقع نہ ہو اور یہاں عظیم کا موصوف واقع ہے لہذا عذاب مصدر نا صب نہیں ہو سکتا۔

**قَوْلُهُ:** الْخَبِیْثَاتِ لِلْخَبِیْثِیْنِ (الآیۃ) جملہ متانفہ ہے۔

**قَوْلُهُ:** مِنَ النَّسَاءِ وَمِنَ الْکَلِمَاتِ مفسر علام کا مقصد اس عبارت سے یہ بتانا ہے کہ الْخَبِیْثَاتِ کی دو تفسیریں منقول ہیں

ایک النساء اور دوسری الکلمات اور واو بمعنی او ہے۔  
 قَوْلًا: لَهُمْ مَغْفِرَةٌ یہ جملہ متانفہ بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اولئک کی خبر ثانی ہونے کی وجہ سے محل میں رفع کے  
 ہو اور خبر اول مُبَرَّءٌ وَنَ ہو۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ آیت کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کی چالوں اور فریب کاریوں سے  
 ہوشیار رہا کرو، مسلمان کا یہ کام نہیں ہونا چاہئے کہ شیاطین الانس والجن کے نقش قدم پر چلے، ان ملعونوں کا تو مشن ہی یہ  
 ہے کہ لوگوں کو بے حیائی اور برائی کی طرف لے جائیں تم جان بوجھ کر کیوں ان کی چالوں میں آتے ہو، دیکھ لو شیطان نے ذرا سا  
 شوشہ چھوڑ کر کتاب و طوفان کھڑا کر دیا اور کئی سیدھے سادھے مسلمان کس طرح اس کے دام فریب میں پھنس گئے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ لَعَنِ الشَّيْطَانُ نَوْسَ كُلِّ مَعْشَرٍ سیدھے سادھے راستہ پر نہ رہنے دیتا یہ تو خدا کا فضل  
 اور اس کی رحمت ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کی دستگیری فرما کر بہت سوں کو محفوظ رکھتا ہے اور بعض کو مبتلا ہونے کے بعد توبہ  
 کی توفیق دیکر درست کر دیتا ہے۔

وَلَا يَسْتَلِ أُولَ الْفَضْلِ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا کے خلاف طوفان برپا کرنے والوں میں بعض مخلص  
 مسلمان بھی نادانی سے شریک ہو گئے تھے، ان میں سے ایک حضرت مسطح بن اثاثہ بھی تھے جو ایک مفلس مہاجر ہونے کے علاوہ  
 حضرت ابوبکر صدیق رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْہُ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی ہوتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق ان کی مالی اعانت فرمایا  
 کرتے تھے، جب حضرت عائشہ صدیقہ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا کی براءت آسمان سے نازل ہو چکی اور قصہ ختم ہو گیا تو حضرت ابوبکر  
 صدیق نے قسم کھائی کہ آئندہ مسطح کی کوئی مدد نہ کریں گے، حضرت ابوبکر صدیق کو اس واقعہ سے چونکہ سخت صدمہ پہنچا تھا خاص  
 طور پر حضرت مسطح کے اس مہم میں شریک ہونے کی وجہ سے اور بھی زیادہ رنج ہوا، اس لئے کہ جن لوگوں سے حمایت کی امید  
 ہوتی ہے وہ بھی مخالفت پر اتر آئیں تو تقاضائے بشریت دکھ ہونا فطری بات ہے، اس فطری اور بشری تقاضہ سے حضرت  
 صدیق قسم کھا بیٹھے کہ آئندہ مسطح کی مالی مدد نہ کروں گا، غالباً ایسی ہی صورت حال بعض دیگر صحابہ کو بھی پیش آئی، اس پر یہ آیت  
 نازل ہوئی یعنی تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت عطا فرمائی ان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ  
 ایسی قسم کھائیں، ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں، اعلیٰ قسم کی جو انمردی تو یہ ہے کہ برائی  
 کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے محتاجوں رشتہ داروں اور خدا کے لئے وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دست کش ہونا بزرگوں  
 اور بہادروں کا کام نہیں، اگر قسم کھالی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو اس کا کفارہ ادا کرو، تمہاری شان تو یہ ہونی چاہئے کہ  
 خطاکاروں کی خطا سے عفو و درگزر سے کام لیں، کیا تم حق تعالیٰ سے عفو و درگزر کی خواہش اور امید نہیں رکھتے؟ اگر رکھتے ہو  
 تو تم کو بھی اس کے بندوں کے معاملہ میں خود اختیار کرنی چاہئے، احادیث میں ہے کہ ابوبکر صدیق نے جب سنا اَلَا تُسْحِبُونَ



اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے، تو فوراً بول اٹھے بسلی یا رَبَّنَا اِنَّا نَحْبُ بے شک اے پروردگار! ہم ضرور چاہتے ہیں، یہ کہہ کر مسطح کی سابقہ امداد بدستور جاری کر دی بعض روایات میں ہے کہ پہلے سے دو گنی کر دی، مسطح ہو ابن اثاثہ بن عباد بن المطلب بن عبد مناف اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان کا اصل نام عوف ہے اور مسطح لقب ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ اس آیت میں بظاہر وہ مضمون مکرر بیان ہوا ہے جو اس سے پہلے آیات قذف میں آچکا ہے لیکن درحقیقت ان دونوں میں ایک بڑا فرق ہے کیونکہ آیات حد قذف کے آخر میں توبہ کرنے والوں کا استثناء اور ان کے لئے مغفرت کا وعدہ ہے، اس آیت میں ایسا نہیں بلکہ دنیا و آخرت کی لعنت اور عذاب عظیم بلا استثناء مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے حضرت صدیقہ عائشہ پر تہمت لگائی اور پھر اس سے توبہ نہیں کی حتیٰ کہ قرآن کریم میں ان کی براءت نازل ہونے کے بعد بھی وہ اپنے افتراء پر قائم رہے اور تہمت کا چرچا کرتے رہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت کے قضیہ میں جو بعض مسلمان بھی شریک ہو گئے تھے یہ قضیہ اس وقت کا تھا جب تک آیات براءت قرآن میں نازل نہیں ہوئی تھیں آیات براءت نازل ہونے کے بعد جو شخص حضرت صدیقہ پر تہمت لگائے، وہ بلاشبہ کافر منکر قرآن ہے، جیسا کہ شیعوں کے بعض فرقے اور بعض افراد اس میں مبتلا پائے جاتے ہیں ان کے کافر ہونے میں کوئی شک و شبہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے وہ باجماع امت کافر ہیں۔ (معارف)

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ (الآیۃ) یعنی بدکار اور گندی عورتیں گندے اور بدکار مردوں کے لائق ہیں اسی طرح بدکار اور گندے مرد اس قابل ہیں کہ ان کا تعلق اپنے جیسی گندی اور بدکار عورتوں سے ہو، پاک اور ستھرے آدمیوں کا ناپاک، بدکاروں سے کیا تعلق؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ پیغمبر کی عورت بدکار (زانیہ) نہیں ہو سکتی یعنی اللہ تعالیٰ ان کی ناموس کی حفاظت فرماتے ہیں، آیت کا یہ مطلب تو مشہور اور عام ترجمہ کے مطابق ہوا مگر بعض مفسرین سلف سے یہ منقول ہے کہ الْخَبِيثَاتُ اور الطَّيِّبَاتُ سے یہاں عورتیں مراد نہیں ہیں بلکہ اقوال اور کلمات مراد ہیں یعنی گندی باتیں گندوں کے لائق اور ستھری باتیں ستھرے اور پاکباز مردوں کے لائق اچھے اور ستھرے لوگ ایسی گندی باتوں سے پاک اور بری ہوتے ہیں جیسا کہ آگے اولئك مبرءون مما يقولون سے ظاہر ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی ازواج کے بارے میں جو قرآن کریم میں ان کا کافر ہونا مذکور ہے تو ان کے متعلق بھی یہ ثابت ہے کہ کافر ہونے کے باوجود فسق و فجور میں مبتلا نہیں تھیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مَا بَعَثَ اِمْرَاةً نَبِيٍّ قَطُّ یعنی کسی نبی کی بیوی کافرہ ہو جائے اس کا تو امکان ہے مگر بدکار اور فاحشہ ہو جائے یہ ممکن نہیں، کیونکہ بدکاری طبعی طور پر عوام کی نفرت کی موجب ہے کفر طبعی نفرت کا موجب نہیں۔ (بیان القرآن)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ۖ فَيَقُولُ الْوَاحِدُ السَّلَامَ عَلَيْكُمْ أَدْخُلْ كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيثٍ ۖ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنَ الدُّخُولِ بِغَيْرِ اسْتِئْذَانٍ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ بِادْغَامِ التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِي الدَّالِّ خَيْرِيَّتُهُ فَتَعْمَلُونَ بِهِ ۖ فَإِنْ لَمْ تُجِدُوا فِيهَا أَحَدًا يَأْذَنُ لَكُمْ فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ بَعْدَ الْاسْتِئْذَانِ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَيْ الرُّجُوعُ أَزْكَى أَيْ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنَ الْقُعُودِ عَلَى الْبَابِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ مِنَ الدُّخُولِ بِأَذْنٍ وَغَيْرِ أَذْنٍ عَلِيمٌ ۖ فَيُجَازِيكُمْ عَلَيْهِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ ۖ أَيْ مَنَفْعَةٌ لَّكُمْ بِاسْتِكَسَانٍ وَغَيْرِهِ كَبُيُوتِ الرُّبُطِ وَالْخَانَاتِ الْمُسْبِلَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَبْدُونَ تُظْهِرُونَ ۖ وَمَا تَكْتُمُونَ ۖ تَخْفُونَ فِي دُخُولِ غَيْرِ بُيُوتِكُمْ مِنْ قَصْدٍ صَالِحٍ أَوْ غَيْرِهِ وَسَيَأْتِي أَنَّهُمْ إِذَا دَخَلُوا بُيُوتَهُمْ يُسَلِّمُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ قُلِ الْمُؤْمِنِينَ يَعْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ عَمَّا لَا يَحِلُّ لَهُمْ نَظَرُهُ وَمِنْ زَائِدَةٍ ۖ وَتَحْفَظُوا أَوْرُوجَهُمْ عَمَّا لَا يَحِلُّ لَهُمْ فِعْلُهُ بِهَا ذَلِكِ أَزْكَى أَيْ خَيْرٌ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۖ بِالْأَبْصَارِ وَالْفُرُوجِ فَيُجَازِيهِمْ عَلَيْهِ وَقُلِ الْمُؤْمِنَاتُ يَعْضُنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ عَمَّا لَا يَحِلُّ لَهُنَّ نَظَرُهُ وَتَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ عَمَّا لَا يَحِلُّ لِهِنَّ فِعْلُهُ بِهَا وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَهُوَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ فَيَجُوزُ نَظَرُهُ لِأَجْنَبِيٍّ إِنْ لَمْ يَخْفَ فِتْنَةً فِي أَحَدِ الْوَجْهَيْنِ وَالثَّانِي يَحْرُمُ لِأَنَّهُ مَظَنَّةُ الْفِتْنَةِ وَرُجَّحَ حَسْمَا لِلْبَابِ وَلَيُضْرِبَنَّ بِحُرْمَتِهِ عَلَى جُيُوبِهِنَّ ۖ أَيْ يَسْتُرْنَ الرُّؤُسَ وَالْأَعْنَاقَ وَالصُّدُورَ بِالْمَقَانِعِ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ الْحَقِيقَةَ وَهِيَ مَا عَدَا الْوَجْهَ وَالْكَفَّيْنِ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ جَمْعُ بَعْلٍ أَيْ زَوْجٍ أَوْ أَبَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءَهُنَّ أَوْ أَبْنَاءَ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءَ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ فَيَجُوزُ لَهُمْ نَظَرُهُ إِلَّا مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ فَيَحْرُمُ نَظَرُهُ لِغَيْرِ الْأَزْوَاجِ وَخَرَجَ بِنِسَائِهِنَّ الْكَافِرَاتِ فَلَا يَجُوزُ لِلْمُسْلِمَاتِ الْكَشْفُ لَهُنَّ وَشَمَلُ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ الْعَبِيدَ أَوِ الشَّيْعِينَ فِي فَضُولِ الطَّعَامِ غَيْرَ بِالْجَرِّ صِفَةً وَالتَّنْسِبَ اسْتِثْنَاءً أُولَى الْأَرْبَةِ أَصْحَابِ الْحَاجَةِ إِلَى النِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ بَأَن لَمْ يَنْتَشِرْ ذَكَرُ كُلِّ أَوْ الْطِفْلِ بِمَعْنَى الْأَطْفَالِ الَّذِينَ لَمْ يَطْهَرُوا يَطْلَعُوا عَلَى عَوْرَتِ النِّسَاءِ لِلْجَمَاعِ فَيَجُوزُ أَنْ يُبْدِينَ لَهُمْ مَا عَدَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ وَلَا يُضْرِبَنَّ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيَعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ مِنْ خَلْخَالٍ يَتَقَعَّقُ وَتَوَبُّوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهُ الْمُؤْمِنُونَ بِمَا وَقَعَ لَكُمْ مِنَ النَّظَرِ الْمَمْنُوعِ مِنْهُ وَمِنْ غَيْرِهِ لَعَلَّكُمْ تُقْلِقُونَ ۖ تَنْجُونَ مِنْ ذَلِكَ لِقَبُولِ التَّوْبَةِ مِنْهُ وَفِي الْآيَةِ تَغْلِيْبُ الدُّكُورِ عَلَى الْإِنَاثِ وَأَنَّكُمْ هِيَ الْأَيُّ عَلَى مِنْكُمْ جَمْعُ أَيْمٍ وَهِيَ مَنْ لَيْسَ لَهَا زَوْجٌ بَكْرًا كَانَتْ أَوْ ثَيِّبًا وَمَنْ لَيْسَ لَهُ زَوْجَةٌ وَهَذَا فِي الْأَحْرَارِ وَالْحَرَائِرِ وَالصَّالِحِينَ أَيْ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَمَا لَكُمْ وَعِبَادٌ مِنْ جُمُوعِ عِبْدٍ إِنْ يَكُونُوا أَيْ الْأَحْرَارُ فَقَرَأَ يَغْنَهُمُ اللَّهُ بِالنِّزَاجِ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ لِحَلْفِهِ عَلِيمٌ ۖ بِهِمْ وَلَيْسَتْ عَوْفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا أَيْ مَا يَنْكِحُونَ بِهِ مِنْ مَهْرٍ وَنَفَقَةٍ مِنَ الرِّزَا

حَتَّى يُعْطِيَهُمُ اللَّهُ يُوسَعَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَضْلِهِ فَيَنْكَحُونَ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ بِمَعْنَى الْمَكَاتِبَةِ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ  
 مِنَ الْعَبِيدِ وَالْإِمَاءِ فَكَابُوهُمْ أَنْ عَلمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا اِی اَمَانَتہ وَقَدْرَتہ عَلَی الْکَسْبِ لِادَاءِ مَالِ الْکِتَابَةِ وَصِیغَتُهَا  
 مَثَلًا کَاتِبَتُکَ عَلَی الْفَتَنِ فِی شَهْرَيْنِ کُلِّ شَهْرٍ اَلْفٌ فَاِذَا اَذِیْتَهَا فَاَنْتَ حُرٌّ فَيَقُولُ قَبِلْتُ ذَٰلِكَ وَأَنَّهُمْ أَمَرٌ  
لِلسَّادَةِ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي أَتَاكُمْ مَا يَسْتَعِينُونَ بِهِ فِی اَدَاءِ مَا التَّزَمُوهُ لَكُمْ وَفِی مَعْنَى الْاِیْتَاءِ حَطُّ شَيْءٍ بِمَا  
التَّزَمُوهُ وَلَا تَذْكُرُوا فِتْنَتَكُمْ اِی اِمَانِکُمْ عَلَی الْبَغَاۃِ اِی الزَّیْنَا اِنْ اَرَدَنْ تَحَصَّنَا تَعَفُّفًا عَنْهُ وَبِهَذِهِ الْاِرَادَةُ مَحَلُّ الْاِکْرَاهِ  
 فَلَا مَقْهُومٌ لِلشَّرْطِ لِتَبْتَغُوا بِالْاِکْرَاهِ عَرْضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْیَا نَزَلَتْ فِی عَبْدِ اللَّهِ بْنِ اُبَی كَانَ یُکْرِهُ جَوَارِیَ لَہُ عَلَی  
 الْکَسْبِ بِالزَّیْنَا وَمَنْ یُکْرِهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ اِکْرَاهِهِنَّ عَفْوٌ لَّهُنَّ رَحِیمٌ بہن وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا لَیْکُمُ الْاٰیٰتِ مُبَیِّنَاتٍ  
 بِفَتْحِ الْیَاءِ وَکَسْرِهَا فِی ہِذِهِ السُّورَةِ بَیِّنَ فِیْہَا مَا ذُکِرَ اَوْ بَیِّنَةٌ وَمَثَلًا اِی خَبْرًا عَجَبِیًّا وَہُوَ خَبْرُ عَائِشَةَ  
 رَضِیَ اللَّهُ تَعَالٰی عَنْہَا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ اِی مِنْ جَنْسِ اَمْثَالِہِمُ اِی اَخْبَارِہِمُ الْعَجِیْبَةِ کَخَبْرِ  
 یُوسُفَ وَمَرْیَمَ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ فی قولہ تعالیٰ وَلَا تَاْخُذْکُمْ بِہِمَا رَاۡفَہُ فِی دِیْنِ اللَّهِ الْخِ لَوْلَا اِذَا  
 سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ الْخِ وَلَوْلَا اِذَا سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ الْخِ یَعْظُمُکُمُ اللَّهُ اَنْ تَعُوذُوا الْخِ وَتَخْصِیصُہَا  
 بِالْمُتَّقِیْنَ لِاَنَّهُمُ الْمُتَنَفِعُونَ بِہَا .

## ترجمہ:

اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہوؤ جب تک کہ  
 اجازت حاصل نہ کرو اور اہل خانہ کو سلام نہ کر لو پس ہر اجازت لینے والے کو چاہئے کہ کہے السلام علیکم اُدخل کیا میں  
 داخل ہو سکتا ہوں؟ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے یہی تمہارے لئے بہتر ہے بغیر اجازت داخل ہونے سے تا کہ تم خیال رکھو  
 اجازت کے خیر ہونے کا پھر تم اس پر عمل کرو تاے ثانیہ کو ذال میں ادغام کر کے سوا اگر تم گھروں میں کسی کو نہ پاؤ کہ تم کو اجازت  
 دے تو ان میں داخل نہ ہوؤ جب تک کہ تم کو اجازت نہ دیدی جائے اور اگر اجازت طلب کرنے کے بعد تم سے کہہ دیا جائے کہ  
 لوٹ جاؤ تو لوٹ آیا کرو یہی لوٹ آنا تمہارے دروازہ پر بیٹھ رہنے سے بہتر ہے اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال دخول بالاذن اور دخول  
 بغیر الاذن کی سب خبر ہے لہذا ان اعمال پر جزا دے گا تم کو ایسے مکانات میں (بغیر اجازت) داخل ہونے میں کوئی گناہ نہ ہوگا  
 جو رہائشی نہ ہوں اور جن سے تمہاری بھی کچھ منفعت وابستہ ہو (مثلاً) گرمی سردی سے بچنے وغیرہ کی منفعت جیسا کہ عام سرائے  
 کے طور پر استعمال ہونے والے مکانات اور دوکان اور جو کچھ تم علانیہ کرتے ہو اور پوشیدہ طور پر کرتے ہو دوسروں کے گھروں میں  
 اصلاح یا غیر اصلاح کے ارادہ سے داخل ہونے کو اللہ سب جانتا ہے اور یہ (مضمون) عنقریب آ رہا ہے کہ لوگ جب اپنے  
 گھروں میں داخل ہوں تو خود کو سلام کریں آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو ان چیزوں سے ہٹا رکھیں جن کا  
 دیکھنا ان کے لئے حلال نہیں ہے، اور من زائدہ ہے اور اپنی شرمگاہوں کو ان افعال سے محفوظ رکھیں جن کا ارتکاب ان کے لئے

حلال نہیں ہے، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے یعنی بہتر ہے اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے جو کچھ وہ اپنی آنکھوں اور شرمگاہوں سے کرتے ہیں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں ان چیزوں سے کہ جن کا دیکھنا جائز نہیں ہے اور اپنی شرمگاہوں کو ان کاموں سے محفوظ رکھیں جن کا ارتکاب ان کے لئے حلال نہیں ہے اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور وہ چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں اجنبی کے لئے ایک قول میں ان اعضاء کا دیکھنا جائز ہے اگر فتنہ کا خوف نہ ہو اور دوسرے قول میں حرام ہے، اس لئے کہ یہ محل فتنہ ہیں اور (دوسرے قول کو) سد الباب رائج قرار دیا گیا ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں یعنی سروں، گردنوں اور سینوں کو دوپٹوں سے ڈھانپے رہا کریں، اور اپنی پوشیدہ زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں اور وہ چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ ہے مگر اپنے شوہروں پر (بعول) بغل کی جمع ہے بمعنی شوہر اور اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجیوں پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر (یعنی مسلمان عورتوں پر) یا اپنی لونڈیوں پر ان لوگوں کے لئے ناف اور گھٹنے کے درمیان کے علاوہ دیکھنا جائز ہے لہذا ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصہ کو شوہروں کے علاوہ کے لئے دیکھنا حرام ہے، اور نِسائِہُنَّ کی قید سے کافر عورتیں خارج ہو گئیں، لہذا مسلمان عورتوں کے لئے کافر عورتوں کے روبرو بے پردہ ہونا جائز نہیں ہے اور مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُہُمْ کا لفظ (اپنے عوم کی وجہ سے) غلاموں کو بھی شامل ہے یا ان مردوں پر جو طفلی ہوں یعنی ایسے لوگ جو بچے ہوئے کھانے کے متلاشی ہوں ان کی اور کوئی غرض نہ ہو غیبر جر کے ساتھ (التابعین) کی صفت ہوگی اور نصب استثناء کی وجہ سے ہوگا اُولٰٓئِیْہِ الْاِرْبَابِ وہ مرد جو کھانے وغیرہ کے لئے عورتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں (ان کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا) ہر ایسا شخص کہ جس کے عضو تناسل میں انتشار نہ ہو یا ایسے لڑکوں پر جو (ابھی) عورتوں کی پردے کی یعنی جماع وغیرہ کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے ہیں اور طفل بمعنی اطفال ہے، تو ایسے لوگوں کے لئے (ما بین السرة والركبة) کے علاوہ ظاہر کرنا جائز ہے اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور ظاہر ہو جائے کہ وہ بچنے والی پازیب ہے اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو نظر ممنوع وغیرہ سے جو تم سے واقع ہو گئی ہے تاکہ تم فلاح پاؤ یعنی تاکہ تم اس سے (یعنی نظر ممنوع کے گناہ سے) نجات پاؤ، اللہ کے توبہ کو قبول کرنے کے ذریعہ، اور آیت میں مذکر کو مؤنث پر غلبہ ہے اور تم میں سے جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو ایسا مٰی اَیْمَرُ کی جمع ہے وہ وہ عورت ہے جس کا شوہر نہ ہو خواہ باکرہ ہو یا شیبہ اور وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو اور یہ (حکم) آزاد مرد اور عورتوں کا ہے اور تم اپنے مومن غلام اور باندیوں کا بھی (نکاح کر دیا کرو) اور عِبَادِ عَبْدِہُ کی جمع ہے اگر وہ افراد مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس نکاح کی برکت سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لئے وسعت والا ہے اور (ان کے حالات) کا جاننے والا ہے اور ایسے لوگ جو نکاح پر مہر و نفقہ نہ ہونے کی وجہ سے قدرت نہیں رکھتے ان کو چاہئے کہ زنا سے ضبط سے کام لیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے یعنی ان کو وسعت عطا فرمادے پھر وہ نکاح کر لیں اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتبت

کے خواہاں ہوں غلام اور باندیوں میں سے تو ان کو مکاتب بنادیا کرو اگر تم ان میں بہتری سمجھو یعنی امانت اور بدل کتابت ادا کرنے کے لئے کمانے کی قدرت اور (رہا) مکاتبت کا صیغہ تو مثلاً یوں کہے میں نے تجھ کو دو ماہ میں دو ہزار پر مکاتب بنادیا ہر ماہ میں ایک ہزار جب تو اس کو ادا کر دے گا تو آزاد ہے غلام کہے کہ مجھے یہ منظور ہے اور اللہ کے اس مال میں سے جو اس نے تم کو دیا ہے ان کو بھی دو جس سے وہ اس بدل کتابت کی ادائیگی میں مدد حاصل کریں جس کو انہوں نے تمہارے لئے (اپنے اوپر) لازم کر لیا ہے، یہ سرداروں کو حکم ہے اور جو انہوں نے (اپنے اوپر) لازم کر لیا ہے اس میں سے کچھ کم کر دینا یہ بھی دینے کے حکم میں ہے اور اپنی لونڈیوں کو یعنی باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں یعنی زنا سے بچنا چاہیں اور یہ یعنی ارادہ تخصن ہی محل اکراہ ہے، لہذا شرط کے مفہوم مخالف کا کوئی اعتبار نہیں ہے تاکہ تم اکراہ کے ذریعہ دنیوی کچھ فائدہ حاصل کرو یہ آیت عبد اللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ اپنی باندیوں کو زنا کے ذریعہ کسب کرنے پر مجبور کرتا تھا اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد ان کو بخشنے والا مہربان ہے اور بلاشبہ ہم نے تمہارے پاس اس سورت میں کھلے احکام نازل کئے (مبینات) میں یا کے فتح اور کسرہ کے ساتھ ہے اس (سورت) میں وہ احکام بیان کئے گئے ہیں جو مذکور ہوئے یا (احکام کو) واضح کرنے والی آیات نازل کی ہیں اور عجیب خبر نازل کی اور وہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا واقعہ ہے کہ جو آپ سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی خبر کی جنس سے ہے (عجیب ہونے میں) یعنی ان لوگوں کی اخبار عجیبہ کی جنس سے ہے، جیسا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام و مریم علیہا السلام کی خبر اور ڈرنے والوں کے لئے نصیحت کی باتیں (نازل فرمائیں) اللہ تعالیٰ کے قول وَلَا تَأْخُذْکُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ (الآیہ) میں (اور) لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ (الآیہ) میں اور لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ (الآیہ) میں (اور) یَعْظُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْذُوْا (الآیہ) میں متقین کی تخصیص اس لئے ہے کہ یہی لوگ نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

## تحقیق و ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُمْ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا: ای تَسْتَأْذِنُوا سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ستر و حجاب، عفت و پاکدامنی کے احکام بیان فرمائے، مجملہ انہی احکام کے کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہونا ہے لہذا ستر و حجاب کے احکام کے بعد مسئلہ استیذان کو بیان فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے گھروں میں داخل ہونے کے آداب کو بیان فرمایا اس لئے کہ اجنبی مرد و زن کا اختلاط بعض اوقات فتنہ کا سبب بن جاتا ہے۔

قَوْلُهُمْ: تَسْتَأْذِنُوا بمعنی تَسْتَأْذِنُوا ہے یہ استیذان سے مشتق ہے اس کے معنی اجازت لینا، انسیت پیدا کرنا۔

قَوْلُهُمْ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ يَه لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا مِنْكُمْ بِمَنْزِلَةِ اسْتِثْنَاءِ ہے۔

قَوْلُهُ: اِسْتَكْنَانٌ يَهْ كُنْ سے مشتق ہے اس کے معنی چھپنے کے ہیں یعنی سردی، گرمی یا بارش وغیرہ سے چھپ کر راحت حاصل کرنا۔

قَوْلُهُ: رُبُطٌ، رِبَاطٌ کی جمع ہے اس کے اصل معنی تو اِصْطَبَلْ یا پیرک کے ہیں مگر یہاں وہ سرائے اور عام مسافر خانے مراد ہیں جن میں آمد و رفت کی عام اجازت ہوتی ہے اور جو منفعت عامہ کے لئے بنائے جاتے ہیں الْمَسْبَلَةُ اس راستہ کو کہتے ہیں جو خوب چلتا ہو اسی مناسبت سے اس مکان کو بھی کہتے ہیں جس میں عام آمد و رفت کی اجازت ہو مَسْبَلَةُ دراصل رِبُطٌ کی صفت ہے لہذا اگر اس کو رِبُطٌ کے متصل ذکر کرتے تو زیادہ واضح ہوتا خطیب کی عبارت اس طرح ہے كُبُيُوتِ الْخَانَاتِ وَالرِبْطِ الْمَسْبِلَةِ (جمل) خاناتِ خانہ کی جمع دکان کو کہتے ہیں جہاں خرید و فروخت کے لئے آنے کی عام اجازت ہوتی ہے، الْمَسْبَلَةُ، رِبُطٌ اور خاناتِ دونوں کی صفت بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

قَوْلُهُ: بِالْمَقَانِعِ يَه مَقْنَعٌ یا مِقْنَعَةُ کی جمع ہے، دو پٹہ اوڑھنی وغیرہ۔  
قَوْلُهُ: اَوِ التَّابِعِينَ اِی التَّابِعِينَ لِلنِّسَاءِ وہ خفیف العقْل اور نیم پاگل لوگ جو کھانے وغیرہ کی جستجو میں عورتوں کے ساتھ ہو لیتے ہیں خُلْخَالٌ پازیب (ج) خلا خیل، تَقَعَّقَعٌ یَقَعَّقَعُ حرکت کے ساتھ آواز نکالنا۔

قَوْلُهُ: الصَّالِحِينَ اِی الْمُؤْمِنِينَ یہاں صالحین سے وہ مومنین مراد ہیں جو حقوق نکاح کے ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

قَوْلُهُ: وَالَّذِينَ يَبْتِغُونَ الْكِتَابَ، وَالَّذِينَ مَوْصُولٌ صلہ سے مل کر مبتداء متضمن بمعنی شرط ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے، اس صورت میں فکاتبوہم اس کی خبر ہے اور مما ملکیت ایمانکم، یبتغون کی ضمیر سے حال ہے، اور فعل مقدر کی وجہ سے نصب بھی جائز ہے اس صورت میں محلاً منصوب ہوگا اور باب اشتغال سے ہوگا۔

قَوْلُهُ: هَذِهِ الْاِرَادَةُ محل الاکراہ فلا مفہوم للشرط یہ ایک اعتراض کا جواب ہے، اعتراض یہ ہے کہ اِنْ اَرَدَنْتَ تحصناً حرف شرط سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر باندلیل پا کدامن رہنا چاہیں تو ان کو زنا پر مجبور نہ کیا جائے اور اگر پا کدامن رہنا نہ چاہیں تو مجبور کر سکتے ہیں، جواب یہ ہے کہ اجبار کی ضرورت ہی جب پڑے گی جب کہ وہ پا کدامن رہنا چاہیں اور اگر وہ خود ہی پا کدامن رہنا نہ چاہیں تو اجبار کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی، وہ خود اپنی مرضی سے فعل زنا کر لے گی۔

قَوْلُهُ: اَوْ بَيِّنَةٍ بمعنی مُبَيِّنَةٍ اسم فاعل احکام کو واضح کرنے والی آیات۔

قَوْلُهُ: مَثَلًا یعنی اس سورت میں یا اس قرآن میں ہم نے تمہارے لئے واضح احکام نازل کئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا عجیب واقعہ بھی نازل کیا جو عجیب ہونے میں گذرے ہوئے لوگوں مثلاً حضرت یوسف و مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے واقعہ کے مشابہ ہے اس لئے کہ ان دونوں حضرات پر بھی تہمت لگائی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی براءۃ بھی ظاہر فرمادی تھی۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا (الآية)

## سبب نزول:

عدی بن ثابت ایک انصاری شخص سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں بعض اوقات گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ میں پسند نہیں کرتی کہ کوئی اس حالت میں مجھے دیکھے نہ بیٹا اور نہ باپ تو اچانک کوئی آنے والا آجاتا ہے تو میں کیا کروں؟ تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

## مکانات کی قسمیں:

- مکانات کی چار قسمیں ہیں۔ ① اول اپنا خاص مکان یا کمرہ کہ جس میں دوسرے کے آنے کا احتمال ہی نہ ہو۔ ② دوسرے وہ مکان جس میں دیگر حضرات بھی رہتے ہوں گو وہ محرم ہی کیوں نہ ہوں یا کسی کے آجانے کا احتمال ہو۔ ③ تیسرا جس میں بالفعل کسی کا رہنا یا نہ رہنا دونوں محتمل ہوں۔ ④ چوتھا جس میں کسی خاص سکونت کا نہ ہونا متیقن ہو، جیسے مدرسہ، خانقاہ، مسجد، سرائے۔

قسم اول کا حکم تو یہ ہے کہ اس میں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ علت استیذان جو آئندہ معلوم ہوگی منقش ہے، دوسری اقسام کا حکم اگلی آیتوں میں مذکور ہے۔

## استیذان کی مصلحت:

سب سے بڑی مصلحت تو فواحش و بے حیائی کا انسداد ہے، بلا اجازت کسی کے مکان میں داخل ہو جانے سے یہ احتمال ہے کہ غیر محرم عورتوں پر نظر پڑے اور شیطان دل میں کوئی مرض پیدا کر دے، اسی مصلحت کے پیش نظر احکام استیذان کو قرآن کریم میں حد زنا اور حد زحف وغیرہ احکام کے متصل بعد بیان فرمایا ہے، ایک اہم مصلحت یہ بھی ہے کہ انسان بعض اوقات اپنے گھر میں تنہائی میں کوئی ایسا کام کر رہا ہوتا ہے جس پر دوسروں کو مطلع کرنا مناسب نہیں سمجھتا، اگر ایسے وقت میں کوئی شخص بغیر اجازت گھر میں آجائے تو یہ جس چیز کو دوسروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے اس پر وہ شخص مطلع ہو جائے گا کسی کے پوشیدہ راز کو زبردستی معلوم کرنے کی فکر کرنا بھی گناہ اور دوسروں کے لئے موجب ایذا ہے۔

مَسْئَلَةٌ: ان آیات يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الآیہ) میں اگرچہ خطاب مردوں کو ہے مگر عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہیں، قرآن کا عام اسلوب بھی یہ ہے کہ خطاب مردوں کو ہوتا ہے اور عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہوتی ہیں، بجز مخصوص مسائل کے کہ جن کی

خصوصیت مردوں کے ساتھ بیان کر دی جاتی ہے، چنانچہ حضرات صحابہ کی مستورات کا بھی یہی دستور تھا کہ جب کسی کے گھر جاتیں تو داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرتیں، حضرت ام ایاس فرماتی ہیں کہ ہم چار عورتیں اکثر حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس جایا کرتی تھیں اور گھر میں داخل ہونے سے پہلے استیذان کرتی تھیں، جب وہ اجازت دیدیتیں تو اندر جاتی تھیں۔

(ابن کثیر بحوالہ ابن ابی حاتم)

مَسْئَلَةٌ: اسی آیت کے عموم سے معلوم ہوا کہ کسی دوسرے شخص کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے استیذان کا حکم عام ہے، عورت مرد، محرم غیر محرم سب کو شامل ہے، عورت کسی عورت کے پاس جائے یا مرد کسی مرد کے پاس جائے سب کو استیذان کرنا واجب ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی ماں بہن یا دوسری محرم عورتوں کے پاس جائے تب بھی استیذان کرنا چاہئے، امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں مرسلہ عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول ﷺ سے دریافت کیا اَسْتَاذِنُ عَلٰی اُمِّی آپ نے فرمایا نَعَمْ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ میرے سوا اس کا کوئی خادم نہیں ہے کیا پھر بھی ہر مرتبہ داخل ہوتے وقت اجازت لوں؟ تو آپ نے فرمایا اَتَحِبُّ اَنْ تَرَاهَا عُرْيَانَةً کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو اپنی والدہ کو نگلی دیکھے؟ اس شخص نے جواب دیا ”لا“ تو آپ نے فرمایا فَاسْتَاذِنْ عَلَیْهَا۔ (روح المعانی)

مَسْئَلَةٌ: جس گھر میں صرف اپنی بیوی رہتی ہو اس میں داخل ہونے کے لئے اگرچہ استیذان واجب نہیں مگر مستحب اور سنت طریقہ یہ ہے کہ وہاں بھی اچانک اور بغیر کسی اطلاع کے اندر نہ جائے بلکہ داخل ہونے سے پہلے اپنے پاؤں کی آہٹ یا کھانسن کھنکار کر یا کسی اور طریقہ سے خبر کر دے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں کہ عبداللہ جب کبھی باہر سے گھر آتے تو دروازے میں کھنکار کر پہلے اپنے آنے کی خبر کر دیتے تھے، تاکہ وہ ہمیں اس حالت میں نہ دیکھیں جو انہیں پسند نہ ہو۔

(معارف)

ذَلِكُمْ اس کا مشار الیہ دخول بالاستیذان والتسلیم ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ذَلِكُمْ سے حتی کے تحت یعنی مغیا میں مذکور دونوں فعل یعنی استیناس اور تسلیم مراد ہوں۔

خَيْرٌ لَّكُمْ، خَيْرٌ کو اگر اسم تفصیل ہی کے معنی میں رکھا جائے تو مفضل علیہ دخول بغیر اذن محذوف ہوگا جیسا کہ مفسر علام نے صراحت کی ہے، تو یہ الخَلُّ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ کے قبیل سے ہوگا اور اگر خیر کو صیغہ صفت مانا جائے تو مفضل علیہ کی تقدیر کی ضرورت نہیں۔

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ یہ ایک جماعت کے نزدیک محذوف کی علت ہے ای اُرشدتم الی ذَلِكْ او قیل لکم هذا، کی تَذَكَّرُونَ۔

استیذان ان کا مسنون طریقہ:

مذکورہ آیت میں بتایا گیا ہے کہ کسی کے گھر میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ دو کام نہ کر لو اول استیناس اس کے لفظی معنی طلب انس کے ہیں اور جمہور کے نزدیک اس سے استیذان ہی مراد ہے یعنی اجازت حاصل کرنا استیذان ان کو لفظ



استیناس سے ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ داخل ہونے سے پہلے اجازت حاصل کرنے میں مخاطب مانوس ہو جاتا ہے اس کو وحشت نہیں ہوتی، دوسرا کام یہ کہ گھر والوں کو سلام کرو، بعض حضرات نے اس کا مفہوم یہ لیا ہے کہ پہلے اجازت حاصل کرو اور جب گھر میں داخل ہو تو سلام کرو قرطبی نے اسی کو اختیار کیا ہے اس مفہوم کے اعتبار سے آیت میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں، پہلے اجازت لی جائے اور جب اجازت مل جائے تو گھر میں جا کر سلام کریں، اور ماوردی نے اس میں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر اجازت لینے سے پہلے گھر کے کسی آدمی پر نظر پڑ جائے تو پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے ورنہ پہلے اجازت لے اور جب گھر میں جائے تو سلام کرے مگر عام روایات حدیث سے جو مسنون طریقہ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے باہر سے سلام کرے السلام علیکم اس کے بعد اپنا نام لیکر کہے فلاں شخص ملنا چاہتا ہے، امام بخاری رَحِمَہُ اللہ تَعَالٰی نے ادب المفرد میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص سلام سے پہلے استیذان کرے اس کو اجازت نہ دو (کیونکہ اس نے مسنون طریقہ کے خلاف کیا)۔

(روح المعانی بحوالہ معارف)

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ بنی عامر کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے استیذان کیا، باہر سے کہا اَللّٰجُ؟ میں گھس جاؤں، آپ نے اپنے خادم سے فرمایا یہ شخص استیذان کا طریقہ نہیں جانتا باہر جا کر اس کو طریقہ سکھاؤ کہ یوں کہے السلام علیکم اُدخل ابھی یہ خادم باہر نہیں گیا تھا کہ اس شخص نے آپ ﷺ کے الفاظ مبارک سن لئے اور سنت کے مطابق اجازت طلب کی آپ نے اجازت دیدی، اس واقعہ میں آپ ﷺ نے دو اصلاحیں فرمائیں، ایک یہ کہ پہلے سلام کرنا چاہئے دوسرے یہ کہ اَللّٰجُ کے بجائے اُدخل کہنا چاہئے اَللّٰجُ وُلُوجُ سے مشتق ہے جس کے معنی تنگ جگہ میں گھسنے کے ہیں یہ تہذیب گفتگو کے خلاف تھا، بہر حال ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ آیت قرآن میں جو سلام کرنے کا حکم ارشاد ہوا ہے یہ سلام استیذان ہے تاکہ اندر والا شخص متوجہ ہو جائے اور جو الفاظ اجازت طلب کرنے کے لئے کہے گا وہ سن لے گھر میں داخل ہونے کے وقت حسب معمول دوبارہ سلام کرے۔

مَسْکُوْلٌ: استیذان کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اجازت لینے والا خود اپنا نام لیکر اجازت طلب کرے جیسا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے آنحضرت ﷺ کے دربار میں پر نام لیکر اجازت طلب کی۔

قاسم بن اصبح نے اور ابن عبد البر نے التہمید میں ابن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل کیا ہے، حضرت عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے آنحضرت ﷺ سے اجازت طلب کی فقال السلام علی رسول اللہ السلام علیکم ایدخل عمر؟

(روح المعانی)

مَسْکُوْلٌ: اول تو اپنا نام بتا کر اجازت طلب کرے اس لئے کہ بغیر نام کے بعض اوقات آنے والے کا تعارف نہیں ہوتا، اور یہ بات اور زیادہ تکلیف کا باعث ہوتی ہے کہ اندر سے صاحب خانہ معلوم کرتا ہے کہ کون صاحب ہیں تو جواب میں کہا جاتا ہے میں ہوں، یہ مخاطب کے سوال کا جواب نہیں ہے جس نے آواز سے نہیں پہچانا وہ (میں ہوں) سے کیا پہچانے گا۔

خطیب بغدادی نے اپنی جامع میں علی بن عاصم واسطی سے نقل کیا ہے کہ وہ بصرہ گئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ کی ملاقات کے



لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ

متاع متاع کے معنی لغت میں برتنے اور استفادہ کرنے کے ہیں، اور حق استعمال کو بھی کہتے ہیں، یہ وہ عوامی مقامات ہوتے ہیں جو کسی کے لئے مخصوص نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص کو ان سے استفادہ کرنے کا حق ہوتا ہے جیسے مسافر خانے جو رفاہ عام کے لئے بنائے جاتے ہیں اور اشتراک علت کی وجہ سے مسجدیں، خانقاہیں، دینی مدارس، ہسپتال، ڈاکخانے، ریلوے اسٹیشن وغیرہ وغیرہ بھی بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ میں داخل ہیں، ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کیا کہ جب يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا (الآیۃ) نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ اس ممانعت کے بعد قریش کے تجارت پیشہ لوگ کیا کریں گے؟ کیونکہ مکہ اور مدینہ سے ملک شام تک ان کے تجارتی سفر ہوتے ہیں اور اس راستہ میں ان کے جا بجا مسافر خانے بنے ہوئے ہیں جن میں یہ لوگ دوران سفر قیام کرتے ہیں، ان میں کوئی مستقل رہنے والا نہیں ہوتا وہاں استیذان کی کیا صورت ہوگی، اجازت کس سے حاصل کی جائے گی، اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ (رواہ ابن ابی حاتم، مظہری)

مَسْكُوْنَةٍ: رفاہ عام کے عمومی اداروں میں اگر منتظمین کی جانب سے داخلہ کی کچھ شرائط اور پابندیاں ہوں تو ان کی شرعاً پابندی واجب ہوگی، یا عمومی اداروں میں کچھ کمروں کو مخصوص کر لیا گیا ہو وہ کمرے بیوٹا غیر مسکونۃ کے حکم میں نہ ہوں گے۔

(معارف)

## استیذان سے متعلق چند اہم مسائل:

جب یہ معلوم ہو گیا کہ استیذان کے احکام شرعیہ کا اصل مقصد لوگوں کو ایذا رسانی سے بچانا اور حسن معاشرت کے آداب سکھانا ہے تو اشتراک علت سے مسائل ذیل کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔

## ٹیلیفون سے متعلق بعض مسائل:

کسی شخص کو ایسے وقت ٹیلیفون کرنا جو عادتاً اس کے سونے یا دوسری ضروریات میں مشغول ہونے کا ہے بلا ضرورت شدیدہ جائز نہیں، کیونکہ اس میں بھی وہی ایذا رسانی ہے جو گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے اور اس کی آزادی میں خلل ڈالنے سے ہوتی ہے۔

مَسْكُوْنَةٍ: اگر کسی سے ٹیلیفون پر اکثر بات ہوتی رہتی ہو تو مناسب یہ ہے کہ اس سے پہلے دریافت کر لیا جائے کہ آپ کو ٹیلیفون پر بات کرنے میں کس وقت سہولت ہوتی ہے پھر اس کی پابندی کرے۔

مَسْكُوْنَةٍ: اگر ٹیلیفون پر طویل گفتگو کرنی ہو تو پہلے مخاطب سے دریافت کر لیا جائے کہ اگر آپ کو ذرا فرصت ہو تو میں اپنی بات عرض کروں، کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ٹیلیفون کی گھنٹی آنے پر آدمی طبعاً مجبور ہوتا ہے کہ فوراً معلوم کرے کہ کون کیا کہنا چاہتا ہے

اور اسی وجہ سے وہ کسی حال میں ہو یا کسی بھی ضروری کام میں مشغول ہو اس کو چھوڑ کر ٹیلیفون اٹھاتا ہے، اگر ایسے وقت میں کوئی لمبی بات شروع کر دے تو سخت تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱: بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی رہتی ہے مگر وہ کوئی پرواہ نہیں کرتے نہ پوچھتے ہیں کہ کون صاحب ہیں اور کیا کہنا چاہتے ہیں؟ یہ اسلامی اخلاق کے خلاف اور بات کرنے والے کی حق تلفی ہے۔

**مسئلہ نمبر ۱:** اگر آپ کسی کی ملاقات کے لئے کسی کے مکان پر جائیں اور اجازت کے لئے دروازہ پر کھڑے ہوں تو دروازہ یا کھڑکی سے اندر نہ جھانکیں اور دروازہ کے بالمقابل کھڑے نہ ہوں تاکہ دروازہ کھلنے پر آپ کی نظر کسی نامحرم پر نہ پڑے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ . يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ يَهْوَ ابصر امر ہے اور قُل کا مفعول مقدر ہے، تقدیر عبارت یہ ہے اِنَّ تَقُلْ لَهُمْ غُضُّوْا يَغُضُّوْا بد نظری عموماً ان کی پہلی سیڑھی ہے اسی سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے، قرآن کریم نے بدکاری اور بے حیائی کا انہماک کرنے کے لئے اول اسی سوراخ کو بند کرنا چاہا ہے یعنی مسلمان مرد اور عورت کو حکم دیا کہ بد نظری سے بچیں، اور اپنی شہوات کو قابو میں رکھیں، اگر ایک مرتبہ بے ساختہ کسی مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو دوبارہ ارادۃ اس کی طرف نظر نہ کرے کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا، جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا، اگر آدمی نگاہ نیچے رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار و ارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے، پہلی نظر چوں کہ شہوت و نفسانیت سے نہیں ہوتی اس لئے حدیث شریف میں اس کو معاف رکھا گیا ہے شاید یہاں بھی مِنْ اَبْصَارِهِمْ میں من کو تعضیضیہ لے کر اسی کی طرف اشارہ ہو۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ ۚ اِس آیت کے ابتدائی حصہ میں تو وہی حکم ہے جو اس سے پہلی آیت میں مردوں کو دیا گیا ہے کہ اپنی نظریں پست رکھیں، مردوں کے اس حکم میں عورتیں بھی شامل تھیں مگر مسئلہ کی اہمیت اور نزاکت کے پیش نظر عورتوں کو مستقل حکم دیا گیا ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ عورتوں کے لئے مطلقاً غیر محرم مرد کو دیکھنا حرام ہے خواہ شہوت اور بری نیت سے ہو یا بغیر شہوت کے اور اس پر ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس میں نابینا صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کے اچانک آنے کا واقعہ مذکور ہے، حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا صحابی تشریف لے آئے آپ نے دونوں ازواج سے فرمایا پردہ کرلو، حضرت ام سلمہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ تو نابینا ہیں نہ ہم کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ پہچانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو۔

(رواه ابوداؤد والترمذی)

بعض دیگر علماء نے فرمایا کہ بغیر شہوت کے غیر مرد کو دیکھنے میں عورت کے لئے کوئی مضائقہ نہیں ان کا استدلال حضرت عائشہ صدیقہ کی وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ مسجد نبوی کے احاطہ میں کچھ حبشی نو جوان عید کے روز اپنا سپاہیانہ کھیل دکھا رہے تھے، آپ ﷺ بھی اس کو دیکھنے لگے اور صدیقہ عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بھی آپ کی آڑ میں کھڑے ہو کر ان کا کھیل دیکھا اور اس وقت تک دیکھتی رہیں جب تک خود ہی اس کھیل سے اکتانہ نہ گئیں، اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ نظر

شہوت حرام ہے بغیر نظر شہوت خلاف اولیٰ ہے۔

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اور عورتوں کو چاہئے کہ اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں زیبائش خلقی ہو یا کسی، خلقی زیبائش سے مراد جسم کی پیدائشی ساخت ہے اور کسی سے پوشاک اور ظاہری ٹیپ ٹاپ جیسے مٹی، سرمہ، مہندی، پاؤڈر، لپ اسٹک وغیرہ، مطلب یہ ہے کہ کسی کے سامنے کسی قسم کی زیبائش کا اظہار نہ کرے، بجز محارم کے جن کا ذکر آئندہ آیت میں آتا ہے، ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اس کے کھلا رکھنے میں بدرجہ مجبوری کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو، احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیاں إِلَّا مَا ظَهَرَ میں داخل ہیں، اگر ان کو مطلقاً چھپانے کا حکم دیا جائے تو اس میں سخت قسم کی دشواری پیش آئے گی، فقہاء نے علت مشترکہ کی وجہ سے قدموں کو بھی اسی حکم میں داخل کیا ہے، خلقی زیبائش میں سب سے زیادہ نمایاں چیز سینہ کا ابھار ہے اس کے ستر کی خاص طور پر تاکید فرمائی اور جاہلیت کی رسم کو مٹانے کی صورت بھی بتلا دی، جاہلیت میں عورتیں ہتی سر پر ڈال کر اس کے دونوں پہلے پشت پر ڈال لیتی تھیں اس طرح سینہ کی بہت نمایاں رہتی تھی یہ گویا کہ حسن کا مظاہرہ تھا، قرآن کریم نے بتلادیا کہ اوڑھنی کو سر سے لا کر گریبان پر ڈالنا چاہئے تاکہ اس طرح کان، گردن، اور سینہ پوری طرح مستور ہو جائیں، اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے وَلْيَضْرِبَنَّ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ سے بیان فرمایا ہے۔

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ یہ دوسرا استثناء ان مردوں کا بیان کیا گیا ہے جن سے شرعاً پردہ نہیں، اس کے دو سبب ہیں اول تو جن مردوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے ان سے عام طور سے کسی فتنہ کا خوف نہیں یہ محارم ہیں جن کی طبائع کو حق تعالیٰ نے خلقۃ ایسا بنایا ہے کہ وہ ان عورتوں کی عصمت کے محافظ ہوتے ہیں، ان سے خود کسی فتنہ کا احتمال نہیں، دوسرے ہر وقت ایک جگہ رہتے سہنے کی ضرورت بھی سہولت پیدا کرنے کی متقاضی ہے، اس آیت میں آٹھ قسم کے محرم مردوں اور چار دوسرے قسم کے پردہ سے استثناء کیا گیا ہے، سورہ احزاب میں جو زول میں اس سے مقدم ہے اس میں صرف سات اقسام کا ذکر ہے پانچ کا اضافہ سورہ نور میں کیا گیا ہے جو اس کے بعد نازل ہوئی ہے، اس مقام پر ماموں اور چچا کا ذکر نہیں کیا گیا مگر جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی ان محارم میں داخل ہیں جن کے سامنے اظہار زینت کی اجازت دی گئی ہے۔

أَوْ نِسَائِهِنَّ یہاں اپنی عورتوں سے مسلمان عورتیں مراد ہیں یہ بھی محرم کے حکم میں ہیں، بدن کا جتنا حصہ محرم کے سامنے کھول سکتی ہیں مسلمان عورتوں کے سامنے بھی کھول سکتی ہیں، علاج معالجہ کی بات الگ ہے، مسلمان عورتوں کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر عورتوں سے بھی پردہ ہے وہ غیر محرم مرد کے حکم میں ہیں، امام رازی نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ نِسَائِهِنَّ میں تو مسلم اور کافر سب عورتیں داخل ہیں اور سلف صالحین سے جو کافر عورتوں سے پردہ کرنے کی روایات منقول ہیں وہ استحباب پر مبنی ہیں، روح المعانی میں مفتی بغداد علامہ آلوسی نے اسی کو اختیار فرمایا ہے، فرماتے ہیں۔

هذا القول أوفق بالناس اليوم فإنه لا يكاد يمكن احتجاب المسلمات عن الذميات. (روح المعانی)

تَرْجُمَہ: یہی قول آج کل لوگوں کے مناسب حال ہے کیونکہ اس زمانہ میں مسلمان عورتوں کا کافر عورتوں سے پردہ تقریباً ناممکن سا ہو گیا ہے۔

أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ اور وہ جو ان عورتوں کے مملوک ہوں آیت کے الفاظ کے عموم میں تو غلام اور باندیاں سب داخل ہیں یعنی مالکن اپنا اتنا جسم کھول سکتی ہے جتنا دیگر محارم کے سامنے امام شافعی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کا یہی مسلک ہے لیکن دیگر اکثر ائمہ فقہاء اس سے صرف لونڈیاں ہی مراد لیتے ہیں اور غلام کو اجنبی کے حکم میں رکھتے ہیں۔ (تفصیل کیلئے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمائیں)۔

أَوِ الذَّبَّعَيْنِ غَيْرِ أُولَى الْأَرْبَةِ یعنی وہ خدمت گار مراد ہیں جو محض اپنے کام سے کام رکھیں اور کھانے سونے میں غرق ہوں، شوخی نہ رکھتے ہوں یا فاجر العقل پاگل جن کے حواس وغیرہ ٹھکانے نہ ہوں محض کھانے پینے کے چکر میں گھر والوں کے پیچھے لگ لیتے ہوں (فوائد عثمانی) حضرت ابن عباس رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی نے فرمایا اس سے مراد وہ مغفل اور بد حواس قسم کے لوگ ہیں جن کو عورتوں کی طرف کوئی رغبت نہ ہو۔ (ابن کثیر)

أَوِ السَّطَفِ الَّذِي لَمْ يَظْهَرُوا (الآیۃ) یہ بارہ اقسام میں سے آخری قسم ہے، اس سے مراد وہ نابالغ بچے ہیں جو ابھی بلوغ کے قریب بھی نہیں پہنچے اور عورتوں کے مخصوص حالات و صفات سے بھی واقف نہیں ہیں، اور جو لڑکا ان امور سے دلچسپی رکھتا ہو وہ مراہق یعنی قریب البلوغ ہے اس سے پردہ واجب ہے، پردے سے مستثنیات کا بیان ختم ہوا۔

وَلَا يَضُرُّ بَنَ بَارِ جُلُوهَا (الآیۃ) اور اپنے پیر زمین پر زور سے نہ رکھیں جس سے زیور کی آواز نکلے اور ان کی مخفی زینت مردوں پر ظاہر ہو، شروع آیت میں عورتوں کو اپنی زینت مردوں پر ظاہر کرنے سے منع کیا گیا تھا آخر میں اس کی مزید تاکید ہے کہ مواضع زینت سر اور سینہ وغیرہ کا چھپانا تو واجب تھا ہی اپنی مخفی زینت کا اظہار خواہ کسی ذریعہ سے ہو وہ بھی جائز نہیں، زیور خواہ خود بجنے والا ہو کہ اس میں گھونگرو وغیرہ لگے ہوں یا آپس میں ٹکرا کر بجاتا ہو یا زمین پر پیر زور سے رکھنے سے بجاتا ہو اور غیر محرم مرد اس آواز کو نہیں یہ سب چیزیں اس آیت کی رو سے ناجائز ہیں۔

## عورت کی آواز:

کیا عورت کی آواز فی نفسہ ستر میں داخل ہے؟ اور غیر محرم کو آواز سنانا جائز ہے؟ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے امام شافعی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کی کتب میں عورت کی آواز کو ستر میں داخل نہیں کیا گیا ہے، حنفیہ کے بھی مختلف اقوال ہیں، ابن ہمام نے نوازل کی روایت کی بنا پر ستر میں داخل قرار دیا ہے اسی لئے حنفیہ کے نزدیک عورت کی اذان مکروہ ہے، لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ ازواج مطہرات نزول حجاب کے بعد بھی پردے کے پیچھے سے غیر محارم سے بات کرتی تھیں، مجموعی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس موقع اور محل میں عورت کی آواز سے فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو وہاں ممنوع اور جہاں خطرہ نہ ہو جائز۔ (واللہ اعلم)۔

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ بعض قراءتوں میں آيَةُ الْمُؤْمِنُونَ الف کو ساقط کر کے فتح کے ساتھ ہے اور ابن عامر نے آيَةُ ہا کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے، ہا کے ضمہ کو ماقبل کے تابع کر کے یعنی اے مومنو تم سب کے سب اللہ سے توبہ کرو اس آیت کے اول حصہ میں پہلے مردوں کو نظر میں نہی رکھنے کا حکم دیا گیا اس کے بعد عورتوں کو اسی کا حکم دیا گیا اب اس جملہ میں

سب مردوں اور عورتوں کو شامل کر کے ہدایت دی گئی ہے کہ شہوت نفسانی کا مسئلہ بڑا دقیق ہے دوسروں کو اس پر اطلاع ہونا مشکل ہے مگر اللہ تعالیٰ پر ظاہر و پوشیدہ یکساں ہے، اسلئے اگر کسی سے احکام مذکورہ میں کسی وقت کوتاہی ہوگئی ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے اور اظہارِ ندامت کرے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرے۔

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمُ أَيَامَىٰ ائِمَّةٌ كِي جمع ہے بے نکاح مرد اور بے نکاحی عورت کو کہتے ہیں، ایامی دراصل ایام جمع ائِمَّة تھا، اس لئے کہ فِعْلُ كِي جمع فَعَالِي کے وزن پر نہیں آتی، لہذا اس میں قلب کیا گیا میم کو مقدم کر کے تخفیفاً فتح دیدیا گیا اور ی کے متحرک اور ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الکف سے بدل دیا گیا، ایامی ہو گیا، کماذہب الیہ زمخشری رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی، ابن مالک نے کہا یہ جمع شاذ ہے اس میں قلب نہیں ہے۔ (روح المعانی)

## اسلام ایک معتدل نظام ہے:

اسلام میں ایک طرف ناجائز شہوت رانی سے روکا گیا ہے تو دوسری طرف اس کا جائز اور صحیح اور متبادل طریقہ بھی بتایا گیا ہے اس کے علاوہ بقاء نسلی کا عقلی اور شرعی تقاضا بھی یہی ہے کہ کچھ حدود کے اندر رہ کر مرد و عورت کے اختلاط کی کوئی صورت تجویز کی جائے اسی کا نام قرآن و سنت کی اصطلاح میں ”نکاح“ ہے، اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جن کا نکاح نہیں ہوا یا بیوہ ہو گئیں یا بیوی مر گئی اور مرد بغیر بیوی کے رہ گیا تو مناسب موقع ملنے پر نکاح کر دیا کرو، ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی! تین کاموں میں دیر نہ کرو، نماز فرض کا جب وقت آجائے، جنازہ جب موجود ہو، اور بیوہ عورت جب اس کا جوڑ مل جائے، جو تو میں بیواؤں کے نکاح پر ناک بھونیں چڑھاتی ہیں یا جس معاشرہ میں بیواؤں کے نکاح کو معیوب سمجھا جاتا ہے ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ ان کا ایمان سلامت نہیں۔ (فوائد عثمانی ملخصاً)

اپنے باندی اور غلام کو اگر اس لائق سمجھو کہ وہ حقوق زوجیت ادا کر سکیں گے اور نکاح ہو جانے پر مغرور ہو کر تمہاری خدمت نہ چھوڑ بیٹھیں گے تو ان کا بھی نکاح کر دیا کرو، اور اس موہوم خطرہ سے کہ نکاح ہو جانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھے گا، ان کو نکاح سے مت روکو، روزی تو تمہاری اور بیوی بچوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہے، کیا معلوم کہ خدا ان ہی کی قسمت سے تمہاری روزی میں کشادگی اور وسعت پیدا کر دے، اور جن لوگوں کو فی الحال اتنا مقدور نہیں کہ نکاح کا یا نان نفقہ کا خرچ برداشت کر سکیں تو جب تک خدا ان کو قدرت و وسعت دے چاہئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ضبط نفس اور عفت کی برکت سے ان کو غنی کر دے اور نکاح کا بہتر موقع مہیا ہو جائے، اگر کوئی شخص وسائل کی کمی کی وجہ سے نکاح کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اسباب کی فراہمی کے لئے کوشش کرتا رہے اور فراہمی اسباب تک صبر اور ضبط نفس سے کام لے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کے لئے فرمایا کہ مسلسل روزے رکھے اس سے غلبہ شہوت کو سکون ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ خوش خوراک کی ترک کر دے نیز مہیج شہوت غذا اور عقاقیر سے اجتناب کرے، مسند احمد میں روایت ہے کہ عکاف رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہاری بیوی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، پھر معلوم کیا شرعی باندی ہے؟ عرض کیا نہیں، پھر آپ نے

دریافت کیا کیا تم صاحب وسعت ہو؟ عرض کیا صاحب وسعت ہوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ”پھر تو تم شیطان کے بھائی ہو“ اور فرمایا ہماری سنت نکاح ہے، تم میں بدترین شخص وہ ہے جو بے نکاح ہو، اور تمہارے مردوں میں سب سے زیادہ رذیل وہ ہیں جو بے نکاح مر گئے (مظہری بحوالہ معارف) اس روایت کو جمہور علماء نے اس حالت پر محمول کیا ہے کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ کا خطرہ غالب ہو، غالباً حضرت عکاف کا حال آپ ﷺ کو معلوم ہوگا کہ وہ صبر نہیں کر سکیں گے۔

وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَآمَانِكُمْ یعنی اپنے غلام اور باندیوں میں جو صالح ہوں ان کے نکاح کر دیا کرو، اس جگہ صالحین کا لفظ اپنے لغوی معنی میں ہے یعنی ان میں جو نکاح کی صلاحیت اور استطاعت رکھتا ہو اور صلاحیت سے مراد یہی ہے کہ حقوق زوجیت و نفقہ و مہر مجمل ادا کرنے کے قابل ہوں اور اگر صالحین کے معروف معنی لئے جائیں جیسا کہ علامہ محلی نے الصالحین کی تفسیر المومنین سے کر کے یہی معنی لئے ہیں تو پھر ان کی تخصیص اس وجہ سے ہوگی کہ نکاح کا اصل مقصد حرام سے بچنا ہے اور وہ صالحین میں ہو سکتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ عبید و اماء اگر صالح ہوں گے تو ان کے مالکوں کو ان سے محبت ہوگی اور وہ ان کو اپنی اولاد کی جگہ سمجھ کر ان کی خیر خواہی کریں گے خیر خواہی میں ان کا نکاح بھی داخل ہے۔

نكاحًا ای ما ینكحون بہ، نکاحاً کی تفسیر ما ینكحون بہ الخ سے کر کے اشارہ کیا ہے کہ نکاح بمعنی آلہ نکاح ہے جیسا کہ مفسر علام نے من مہر و نفقہ کا اضافہ کر کے صراحت بھی کر دی ہے، اس لئے کہ نکاح بروزن فعال یہ اسم آلہ کا وزن ہے، جیسے کہ اِزارٌ۔

فَكَاتَبُوهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا یہ بھی غلاموں اور باندیوں کے ساتھ حسن سلوک کی ایک صورت ہے اس آیت میں آقاؤں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اگر باندی اور غلام مکاتب کا معاملہ کرنا چاہیں تو ان کی اس خواہش کو پورا کر دینا چاہئے اور آقاؤں کے لئے یہ افضل اور مستحب ہے، مکاتب کی صورت یہ ہے کہ مملوک اپنے آقا سے کہے کہ آپ مجھ پر کچھ رقم مقرر کر دیں یا میں آپ کو اتنی رقم کما کر ادا کر دوں، تو میں آزاد ہو جاؤں اور آقا اس کو قبول کر لے یا خود آقا اپنے غلام یا باندی سے کہے کہ اگر تو مجھے اتنی رقم کما کر لا کر دیدے تو تو آزاد ہے اور غلام اس کو قبول کر لے تو یہ معاملہ مکاتبیت تام ہو گیا اب آقا کو اس کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے تا آنکہ غلام خود بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہونے کا اقرار نہ کر لے، اگر غلام بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو جائے اور مولیٰ سے معذرت کر دے تو وہ پھر غلام ہو جائیگا۔

اِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ”خیر“ سے مراد اکثر حضرات ائمہ نے قوت کسب لی ہے یعنی جس شخص میں یہ دیکھو کہ اگر اس کو مکاتب بنادیا تو بدل کتابت ادا کر سکے گا اور صاحب ہدایہ نے خیر سے مراد یہ لیا ہے کہ اس کے آزاد ہونے کے بعد اس سے مسلمانوں کو کوئی خطرہ نہ ہو، دونوں چیزیں بھی مراد لی جاسکتی ہیں۔

وَاتُوهُمْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِي اَتٰكُمْ یہ دولت مند مسلمانوں کو فرمایا کہ ایسے غلام اور باندی کی مدد کرو خواہ زکوٰۃ کے مال سے ہو یا صدقات و خیرات کے مال سے، مصارف زکوٰۃ میں جو ”وفی الرقاب“ کی ایک مد مذکور ہے وہ یہی ہے کہ مکاتبوں کی بدل کتابت ادا کرنے میں مدد کی جائے، خلفاء راشدین کے زمانہ میں بیت المال سے ایسے غلاموں کی مدد کی جاتی تھی اور اگر



مالک بدل کتابت کا کچھ حصہ کم کر دے تو یہ بھی بڑی امداد ہے۔

وَلَا تُكْرَهُوَ فَتَيَاتِكُمْ یعنی باندیوں کو اس پر مجبور نہ کرو کہ وہ زنا کے ذریعہ مال کما کر تمہیں دیا کریں زمانہ جاہلیت میں بہت سے لوگ باندیوں کو اسی کام کے لئے استعمال کرتے تھے، اسلام نے جب زنا پر سخت سزائیں جاری کیں، آزاد اور غلام سب کو اس کا پابند کیا تو ضروری تھا کہ جاہلیت کی اس رسم کو مٹانے کے لئے خاص احکام دے۔

امام مسلم اور ابوداؤد نے حضرت جابر رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی کے پاس دو باندیاں تھیں، ایک کا نام مَسِیْکَہ اور دوسری کا نام اُمَیْمَہ تھا وہ اس بدکاری کو ناپسند کرتی تھیں اور عبد اللہ بن ابی ان کو زنا کے ذریعہ کسب پر مجبور کرتا تھا، تو ان دونوں نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

کہا گیا ہے کہ اس لعین عبد اللہ بن ابی کے پاس چھ باندیاں تھیں معاذہ، مسیکہ، امیمہ، عمرہ، ارولی، قتیلہ، عبد اللہ بن ابی ان کو زنا پر مجبور کرتا تھا اور ان کے اوپر مال کی کچھ مقدار لازم کر دی تھی ان میں سے دو نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(روح المعانی)

إِنْ أَرَدَنْ تَحْصِنَا اس کی تشریح تحقیق و ترکیب کے زیر عنوان گذر چکی ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِمْ غَفُورٌ رَحِيمٌ اس کا مطلب یہ ہے کہ باندیوں کو زنا پر مجبور کرنا حرام ہے اگر کسی نے ایسا کیا اور وہ آقا کے جبر و اکراہ سے مجبور و مغلوب ہو کر زنا میں مبتلا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرما دیں گے اور اس کا پورا گناہ مجبور کرنے والے پر ہوگا۔

(مظہری)

آيَةُ مُبَيِّنَاتٍ بَفَتْحِ الْيَاءِ وَ كَسْرِهَا اِی و اضحاتِ او موضحاتِ .

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اِی مُنَوَّرُهُمَا بِالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ مَثَلُ نُورِهِ اِی صِفَتُهُ فِی قَلْبِ الْمُؤْمِنِ كَمِشْكُوهٍ فِيهَا مَصْبَاحٌ الْمَصْبَاحُ فِي جُجَاجِهِ هِی الْقِنْدِيلُ وَالْمِصْبَاحُ السِّرَاجُ اِی الْقَتِيلَةُ الْمَوْقُودَةُ وَالْمِشْكُوهُ الطَّاقَةُ غَيْرُ النَّافِذَةِ اِی الْاَنْبُوبَةُ فِی الْقِنْدِيلِ الرَّجَاجَةُ كَانْهََا وَالنُّورُ فِيْهَا كَوَكْبٌ دَرِيٌّ اِی مُضَيٌّ بِكَسْرِ الدَّالِ وَضَمِّهَا مِنَ الدَّرِّ بِمَعْنَى الدَّفْعِ لِدَفْعِهِ الظَّلَامَ وَبَضَمِّهَا وَتَشْدِيدِ الْيَاءِ مَنَسُوبٌ اِلَى الدَّرِّ اللَّوْلُو يُوقَدُ الْمِصْبَاحُ بِالْمَاضِي وَفِي قِرَاءَةِ مُضَارَعٍ اَوْقَدَ مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُولِ بِالتَّخْتَانِيَّةِ وَفِي أُخْرَى بِالْفَوْقَانِيَّةِ اِی الرَّجَاجَةُ مِنْ زَيْتٍ شَجَرَةٌ مُبْرَكَةٌ زَيْتُونَةٌ اَشْرَقِيَّةٌ وَلَاغْرَبِيَّةٌ بَلْ بَيْنَهُمَا فَلَا يَتِمَّكُنُ مِنْهَا حَرٌّ وَلَا بَرْدٌ مُضَرِّينَ يَكَادُ مَرِيَّتُهَا يُضَيُّ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ لِصَفَائِهِ نُورٌ بِهِ عَلَى نُورٍ بِالنَّارِ وَنُورُ اللَّهِ اِی هُدَاهِ لِلْمُؤْمِنِ نُورٌ عَلَى نُورِ الْإِيمَانِ يَهْدِي اللَّهُ لِلنُّورِ اِی دِينَ الْإِسْلَامِ مَنْ يَشَأْ وَيَضْرِبُ يَبِينُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ تَقْرِيْبًا لِأَفْهَامِهِمْ لِيَعْتَبَرُوا فَيُؤْمِنُوا وَاللَّهُ يَكُلُّ شَيْءًا عَلَيْهِ مِنْهُ ضَرْبُ الْأَمْثَالِ فِي بَيِّنَاتٍ مُتَعَلِّقٌ بِسَبْحِ الْآتِي أَيْدِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ تُعْظَمُ وَيَذَكِّرُ فِيهَا اسْمَهُ بِتَوْحِيدِهِ يُسَبِّحُ بِفَتْحِ الْمُوحَّدَةِ وَكَسْرِهَا اِی يُصَلِّي لَهَا فِيهَا بِالْعَلُوِّ مُضَدَّرٌ بِمَعْنَى

الْعَدَوَاتِ اِی الْبُکْرِ وَالْاَصَالِ ۝ الْعَشَايَا مِنْ بَعْدِ الزَّوَالِ رِجَالٌ فاعِلٌ يُسَبِّحُ بِكُسْرِ الْبَاءِ وَعَلَى فَتَحِهَا نَائِبُ  
الْفَاعِلِ لَهُ وَرِجَالٌ فاعِلٌ فَعَلَ مَقْدَرِ جَوَابِ سَوَالٍ مَقْدَرِ كَانَهُ قِيلَ مَنْ يُسَبِّحُهُ لَا تُلْهِمُهُمْ تَجَارَةً اِی شِرَاءَ  
وَالْبَيْعَ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَاِقَامِ الصَّلَاةِ حُذِفَ هَاءُ اِقَامَةِ تَخْفِيفًا وَاِیَّاءُ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ تَضَطَّرِبُ  
فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ مِنْ الْخَوْفِ الْقُلُوبُ بَيْنَ النِّجَاةِ وَالْهَلَاكِ وَالْاَبْصَارُ بَيْنَ نَاجِيَتِي الْيَمِينِ وَالشِّمَالِ  
هُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا اِی ثَوَابَهُ وَأَحْسَنَ بِمَعْنَى حَسَنَ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ  
مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ يَقَالُ فُلَانٌ يُنْفِقُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اِی يُوسِعُ كَأَنَّهُ لَا يَحْسِبُ مَا يُنْفِقُهُ وَالَّذِينَ  
كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيَعَةٍ جَمْعُ قَاعٍ اِی فَلَاحٌ وَهُوَ شُعَاعٌ يُرَى فِيهَا نِصْفُ النَّهَارِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ يَشْبَهُ  
الْمَاءَ الْجَارِيَّ يَحْسِبُهُ يَظُنُّهُ الظَّمَانُ اِی الْعَطْشَانُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا مِمَّا حَسِبَهُ كَذَلِكَ الْكَافِرُ  
يَحْسِبُ أَنَّ عَمَلَهُ كَصَدَقَةٍ تَنْفَعُهُ حَتَّى إِذَا مَاتَ وَقَدِمَ عَلَى رَبِّهِ لَمْ يَجِدْ عَمَلَهُ اِی لَمْ يَنْفَعُهُ وَوَجَدَ اللَّهُ عِنْدَهُ  
عِنْدَ عَمَلِهِ قُوَّةً حِسَابَهُ اِی أَنَّهُ جَازَاهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ اِی الْمُجَازَاةَ أَوَّالِ الَّذِينَ كَفَرُوا  
أَعْمَالُهُمُ السَّيِّئَةُ كَظَلَمْتُ فِي بَحْرِ لُجِّي عَمِيقٍ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ اِی الْمَوْجُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ اِی الْمَوْجِ الثَّانِي  
سَحَابٌ اِی غَيْمٌ هَذِهِ ظَلَمْتُ بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ ظَلَمَةُ الْبَحْرِ وَظَلَمَةُ الْمَوْجِ الْأَوَّلِ وَظَلَمَةُ الْمَوْجِ الثَّانِي وَظَلَمَةُ  
السَّحَابِ إِذَا أَخْرَجَ السَّاطِرُ يَدَهُ فِي هَذِهِ الظُّلُمَاتِ لَمْ يَكْذِبْ رِبَّهَا اِی لَمْ يَقْرُبْ مِنْ رُؤْيَيْهَا وَمَنْ لَمْ  
يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ ۝ اِی مَنْ لَمْ يَهْدِهِ اللَّهُ لَمْ يَهْتِدِ.

ع

**ترجمہ:** اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے یعنی ان دونوں کو شمس و قمر کے ذریعہ نور کرنے والا ہے اور اس کے نور  
کی مثال یعنی اس کی صفت قلب مومن میں ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ ہے اور وہ چراغ ایک قندیل  
میں ہے رُجَاجَةٌ بمعنی قندیل اور المصباح بمعنی چراغ یعنی جلتی ہوئی بتی (شعلہ) اور المشکوة بمعنی طاق جو آریا  
نہ ہو یعنی قندیل کی ٹکی (پائپ) اور وہ قندیل حال یہ کہ اس میں نور ہو ایسا ہے جیسا کہ روشن ستارہ دال کے کسرہ کے ساتھ  
اور دال کے ضمہ کے ساتھ (اس وقت) دَرءٌ سے مشتق ہوگا اور معنی دفع کرنے کے ہوں گے اس کے تاریکی کو دفع کرنے  
کی وجہ سے، اور دال کے ضمہ اور یا کی تشدید کے ساتھ (دُرّی) دُرّ کی طرف منسوب ہوگا اور معنی ہوں گے موتی تَوَقَّدَ  
ماضی (تَفَعَّلَ) اِی تَوَقَّدَ المصباح اور ایک قراءت میں اَوْقَدَ سے مضارع مجہول ہے یُوَقَّدُ (اس وقت نائب فاعل  
المصباح ہوگا) اور تیسری قراءت میں تا کے ساتھ ہے اِی تُوَقَّدُ اس وقت نائب فاعل الزجاجة ہوگا، روشن کیا جاتا ہے  
وہ چراغ ایک مبارک درخت کے تیل سے جو کہ وہ زیتون کا ہے وہ درخت نہ شرقی اور نہ غربی بلکہ ان کے درمیان میں واقع  
ہے چنانچہ وہ گرمی اور سردی اس (درخت) پر مضر ہو کر واقع نہیں ہوتی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تیل اپنی صفائی کی وجہ

سے جل اٹھے گا اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے وہ زیت آگ کی وجہ سے نور علی نور ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور یعنی دین اسلام تک رہنمائی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثال بیان فرماتا ہے ان کی عقلوں سے قریب کرنے کے لئے تاکہ عبرت حاصل کریں اور ایمان لائیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے اور اسی (علم) میں سے مثالیں بیان کرنا بھی ہے اور ان گھروں میں اس کی تسبیح بیان کی جاتی ہے جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان میں اس کی توحید کے ساتھ اس کا نام لیا جائے فِی بُیُوتِ آنے والے یُسَبِّحُ کے متعلق ہے یُسَبِّحُ کی یاء کے فتح اور کسرہ کے ساتھ اور یُسَبِّحُ کے معنی یُصَلِّی کے ہیں صبح کے وقت الغُدُوْ مصدر بمعنی غَدَوَات کے ہے بمعنی تڑکے اور شام کے وقت زوال کے بعد رَجُلٌ یُسَبِّحُ کا فاعل ہے با کے کسرہ کی صورت میں اور اگر با کے فتح کے ساتھ ہو تو لہ میں ضمیر اس کا نائب فاعل ہوگی، اور رَجُلٌ فعل مقدر کا فاعل ہوگا، اور سوال مقدر کا جواب ہوگا، گویا کہ سوال کیا گیا کون تسبیح بیان کرے؟ تو جواب دیا گیا، رَجُلٌ وہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کو اللہ کے ذکر سے اور اقامت صلوٰۃ سے اور اداء زکوٰۃ سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہے اور نہ فروخت اقام کے آخر سے کٹو تحفیفاً حذف کر دیا گیا ہے (اصل میں اقامت تھا) وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں خوف کی وجہ سے مضطرب ہوں گے، قلوب نجات اور ہلاک کے درمیان مضطرب ہوں گے اور آنکھیں دائیں بائیں جانب مضطرب ہوں گی اور وہ قیامت کا دن ہوگا (اور وہ) ایسا اس لئے کریں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا اچھا بدلہ عطا فرمائے، یعنی اعمال کا ثواب اور اَحْسَن بمعنی حسن ہے اور ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا اور اللہ جس کو چاہے بے حساب دیتا ہے کہا جاتا ہے فلاں بے حساب خرچ کرتا ہے یعنی خرچ میں اس قدر فراخی کرتا ہے گویا کہ وہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اس کا حساب نہیں کرتا اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت قبیعة جمع قاع بقیعة بمعنی فِی فَلَاقِ، فَلَاقِ بمعنی صحرا، چٹیل میدان سراب ان شعاعوں کو کہتے ہیں جو دو پہر کے وقت سخت گرمی میں بہتے ہوئے پانی کے مانند نظر آتی ہیں اور اس سراب کو پیا سا پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا جس کو وہ پانی سمجھتا تھا، اسی طرح کافر سمجھتا ہے کہ اس کا عمل مثلاً صدقہ اس کو نفع پہنچائے گا حتیٰ کہ جب مر جائے گا اور اپنے رب کے پاس پہنچے گا تو اپنے عمل کو نہ پائے گا یعنی اس کا عمل اس کو کوئی نفع نہیں دے گا، اور اللہ کو اپنے عمل کے پاس پایا کہ اس نے اس کا پورا پورا حساب چکا دیا یعنی (اللہ نے) اس (کافر) کے عمل کی جزا دنیا ہی میں پوری پوری دیدی، اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والا ہے یعنی جلدی جزا دینے والا ہے یا کافروں کے اعمال سیئہ کی مثال ایسی ہے جیسا کہ گہرے سمندر کی تاریکی جس کو ایک بڑی موج نے ڈھانپ لیا ہو اور اس موج کے اوپر ایک اور موج ہو اور اس دوسری موج کے اوپر بادل ہو، یہ تاریکیاں تہہ بہ تہہ بہت سی تاریکیاں ہیں دریا کی تاریکی موج اول کی تاریکی موج ثانی کی تاریکی اور بادل کی تاریکی اگر دیکھنے والا ان تاریکیوں میں اپنا ہاتھ نکالے تو اس کو نہ دیکھ سکے، یعنی اس (ہاتھ) کے دیکھنے کا امکان ہی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور نہ دے تو اس کو نور نہیں جس کو اللہ نے ہدایت نہ دی اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

## تحقیق و ترکیب تسمیہ میں تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ:** اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ یہ جملہ متانفہ ماقبل کی تاکید کے لئے ہے اللہ مبتداء اور نور السموات والارض اس کی خبر، نور کا حمل ذات باری پر یا تو مبالغہ ہے، جیسے زید عدل میں یا پھر مضاف محذوف ہے ای اللہ ذو نور السموات والارض یا نور مصدر اسم فاعل مُنَوِّر کے معنی میں ہے جیسا کہ علامہ محلی نے اختیار کیا ہے۔

**قَوْلُهُ:** مَثَلُ نُورِهِ ترکیب اضافی مبتداء کمشکوۃ فیہا مصباح اس کی خبر، مشکوۃ سے پہلے نور مضاف محذوف ہے ای صفۃ نورہ تعالیٰ فی قلب المؤمن کنور مشکوۃ فیہا مصباح۔

**قَوْلُهُ:** زُجَاجَةٌ بِالنَّكِيثِ شَيْشَةٍ شیشہ کا برتن، قدیل بھی چونکہ شیشہ کا ہوتا ہے لہذا قدیل کو بھی کہا جاسکتا ہے۔

**قَوْلُهُ:** الْمَوْقُودَةُ صحیح الموقدۃ ہے۔

**قَوْلُهُ:** الْأَنْبُوبَةُ وہ ٹکلی جس میں بتی ہوتی ہے یہ مشکوۃ کی دوسری تفسیر ہے مناسب تھا کہ مفسر علام او الانبوبة فرماتے۔

**قَوْلُهُ:** تَوَقَّدَ الْمَصْبَاحُ توقد میں تین قراءتیں ہیں ① فعل ماضی تَوَقَّدَ بروزن تَفَعَّلَ، المصباح اس کا فاعل ہے ② يُوقَدُ أَوْقَدَ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب المصباح نائب فاعل ③ تَوَقَّدَ بالتاء أَوْقَدَ سے مضارع مجہول، نائب فاعل الزجاجة حذف مضاف کے ساتھ ای فتیلة الزجاجة۔

**قَوْلُهُ:** زَيْتُونَةٌ یہ شجرۃ سے بدل ہے یہی اظہر ہے یا عطف بیان ہے کوفین کے نزدیک اس لئے کہ نکرات میں کوفین عطف بیان کو جائز کہتے ہیں، شجرۃ موصوف مبارکۃ صفت موصوف صفت سے مل کر مبدل منہ زیتونۃ بدل، بدل مبدل منہ سے مل کر مضاف الیہ زیت مضاف محذوف کا مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا توقد کے۔

**قَوْلُهُ:** لَا شَرْقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ شجرۃ کی صفت ہے۔

**قَوْلُهُ:** مُضَرَّبٌ یہ حر و لا برد سے حال ہے۔

**قَوْلُهُ:** وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ شرط ہے اس کا جواب محذوف ہے ای لأضاء نور بہ ای بالنزیت۔

**قَوْلُهُ:** عَلَى نُورٍ علی نور ای مع نور ایمان خود ایک نور ہے، ایمان کے ساتھ ساتھ دیگر اعمال صالحہ کی توفیق و ہدایت یہ نور علی نور ہے، اللہ تعالیٰ تقریب الی الفہم کے لئے معقولات کو محسوسات کے ذریعہ مثال دے کر سمجھاتا ہے تاکہ عبرت حاصل کریں اور ایمان لائیں۔

**تَبْنِيْنٌ:** آیت کریمہ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكُورَةٍ (الآیۃ) اس میں تشبیہ معقول بالمحسوس ہے، نور اللہ سے ادلہ یا قرآن، یا توحید والشرائع، یا ہدایت مراد ہیں اور یہ مشبہ ہے اور نور مشکوۃ مع اپنی صفات کے مشبہ بہ ہے، تشبیہ کے لئے مشبہ بہ کا اشہر ہونا کافی ہے، اقویٰ ہونا ضروری نہیں ہے لہذا تشبیہ مذکور درست ہے، مشبہ بہ میں چونکہ اجزاء نہیں ہیں کہ جس سے وجہ شبہ کو متزع کیا جائے اور اس کی وجہ سے تشبیہ کو مرکب یا مفروق (مفرد) کہا جائے۔ (روح المعانی)

نیز بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر نور بمعنی ہدایت ہو جس پر آیات مبینات دلالت کرتی ہیں تو اس صورت میں تشبیہ مرکب عقلی ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں مشبہ سے پدۂ منزع کو تشبیہ اس پدۂ منزع سے ہے جو مشبہ بہ سے انتزاع کی گئی ہے اس لئے کہ لفظ نور اگرچہ مفرد ہے مگر دال علی الجمع دہے اس لئے کہ نور سے مراد متعدد چیزیں ہیں مثلاً ادلہ، قرآن، توحید و شرائع، ہدایت وغیرہ اسی طرح مشبہ بہ میں بھی متعدد چیزیں مراد ہیں، مشبہ بہ قلب مومن ہے جس کو اللہ نے نور ہدایت سے منور کیا ہے جو کہ علوم و معارف ہیں۔ (روح المعانی)

**قَوْلُهُ:** بَلْ بَيْنَهُمَا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ درخت نہ انتہائی مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں بلکہ درمیان میں ہے، جس کو مشرق وسطیٰ کہتے ہیں، ملک شام بھی اسی علاقہ میں واقع ہے مشرق وسطیٰ کی آب و ہوا چونکہ معتدل ہے نہ زیادہ گرم ہے اور نہ زیادہ سرد، اس لئے وہاں کے زیتون کا تیل نہایت صاف شفاف ہوتا ہے بخلاف انتہائی مشرق و مغرب کے کہ ان میں گرمی سردی زیادہ ہوتی ہے جو کہ مضر ہیں۔

**قَوْلُهُ:** فِی بیوت اس کا تعلق آئندہ آنے والے یُسَبِّح سے ہے اس صورت میں ظرف یعنی (فیہا) تاکید کے لئے مکرر ہوگا، مفسر علام کا بھی یہی مختار ہے، اور محذوف کے متعلق بھی ہو سکتا ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی سبحو اربکم فی بیوت اس صورت میں علیم پر وقف ہوگا، اور یہ بھی درست ہے کہ فی بیوت کائن وغیرہ محذوف کے متعلق ہو کر مشکوٰۃ یا مصباح یا زجاجة کی صفت ہو یا توفد کے متعلق ہو، ان چاروں صورتوں میں علیم پر وقف نہ ہوگا۔

**قَوْلُهُ:** اِذْنِ اللّٰهِ اَنْ تَرْفَعَ یہ جملہ بیوت کی صفت ہے اَنْ تَرْفَعَ الخ بتاویل مصدر ہو کر با حرف جار مقدر کا مجرور ہے تقدیر عبارت یہ ہے اَمَرَ اللّٰهُ بِرَفْعِهَا، یُسَبِّح کو اگر فتح باء کے ساتھ پڑھا جائے تو لہ نائب فاعل ہوگا، اور رجال فعل محذوف کا فاعل ہوگا اور وہ فعل مقدر سوال مقدر کا جواب ہوگا جب کہا گیا یُسَبِّح لہ تو سوال پیدا ہوا مَنْ یُسَبِّحُ قَالَ رَجَالٌ لَا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ۔

**قَوْلُهُ:** لَیْجْزِیْہُمْ میں لام عاقبت کا ہے ای عاقبۃ امرہم الجزاء الحسن، یسبح سے بھی متعلق ہو سکتا ہے ای یُسَبِّحُونَ لاجل الجزاء اور محذوف کے متعلق بھی ہو سکتا ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی فَعَلُوا ذَلِكْ لَیْجْزِیْہُمْ اللّٰهُ۔

**قَوْلُهُ:** وَالَّذِیْنَ كَفَرُوا اَعْمَالُہُمْ كَسْرَابٍ بِقَیْعَةٍ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوا مَوْصُولٌ صُلَہ سے مل کر مبتداء اول ہے اَعْمَالُہُمْ مبتداء ثانی ہے کسراب کائن کے متعلق ہو کر مبتداء ثانی کی خبر ہے مبتداء ثانی اپنی خبر سے مل کر مبتداء اول والذین کی خبر ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ اَعْمَالُہُمْ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوا سے بدل الاشتمال ہو اور کسراب، الذین کی خبر۔

**قَوْلُهُ:** بِقَیْعَةٍ باء جارہ ہے اور قیعة قاع کی جمع ہے چٹیل میدان کو کہتے ہیں۔

**قَوْلُهُ:** ظَمَانٌ، ظمآن کی شدت حاجت کی وجہ سے تخصیص کی گئی ہے ورنہ تو ظمآن اور غیر ظمآن سب کو دوپہر کے وقت ریت دھوپ میں سراب (جاری پانی) نظر آتا ہے۔

**قَوْلُهُ:** اَوْ كَظْلَمَاتٍ، او تقسیم کے لئے ہے یعنی کافر کے اعمال دو قسم کے ہیں ایک وہ جو سراب کے مانند ہوں گے یہ ان کے

وہ اعمال صالحہ ہوں گے جو انہوں نے دنیا میں صدقہ و خیرات یا صلہ رحمی کی شکل میں کئے ہوں گے یہ بظاہر اعمال صالحہ ہیں مگر آخرت میں چونکہ ان کا کوئی صلہ نہیں اس لئے ان کی حیثیت کچھ نہیں دوسرے ان کے اعمال سیدہ ہوں گے ان کی مثال ظلمات کی سی ہے، ظلمات کا عطف کسر اپ پر ہے حذف مضاف کے ساتھ، تقدیر عبارت یہ ہے او کذی ظلمات۔  
تَنْبِیْہٌ: اَوْ كَظُلُمَاتٍ الْخ میں تشبیہ مرکب بالمرکب ہے آیت میں تین قسم کی ظلمتوں کو تین قسم کی ظلمتوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے ظلمت اعتقاد، ظلمت قول، ظلمت فعل کو تشبیہ دی گئی ہے ظلمت بحر، ظلمت امواج، ظلمت سحاب کے ساتھ۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْح

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اس آیت کو اہل علم ”آیت نور“ لکھتے ہیں اس آیت میں نور ایمان اور ظلمت کفر کو بڑی تفصیل سے مثال کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے۔

## نور کی تعریف:

ایک تعریف تحقیق و ترکیب کے زیر عنوان تحریر کی جا چکی ہے یہ دوسری تعریف ہے، امام غزالی نے نور کی تعریف اس طرح بیان فرمائی ہے النور الظاهر بنفسه والمظهر لغيره یعنی خود اپنی ذات میں ظاہر اور روشن ہو اور دیگر اشیاء کو ظاہر اور روشن کرنے والا ہو، اور تفسیر مظہری میں ہے کہ نور دراصل اس کیفیت کا نام ہے جس کو انسان کی قوت باصرہ پہلے ادراک کرتی ہے اور پھر اس کے ذریعہ ان تمام چیزوں کا ادراک کرتی ہے جو آنکھ سے دیکھی جاتی ہیں، جیسے آفتاب اور چاند کی شعاعیں اپنے مقابل اجسام کثیفہ پر پڑ کر اول اس چیز کو روشن کر دیتی ہیں پھر اس سے شعاعیں منعکس ہو کر دوسری چیزوں کو روشن کر دیتی ہیں، اس سے معلوم ہوا لفظ نور کا اطلاق اپنے لغوی اور عرفی معنی کے اعتبار سے حق تعالیٰ شانہ کی ذات پر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ جسم اور جسمانیات سے بری اور پاک ہے اس لئے آیت مذکورہ میں جو حق تعالیٰ کے لئے لفظ نور کا اطلاق ہوا ہے اس کے معنی باتفاق ائمہ تفسیر منور یعنی روشن کرنے والے کے ہیں یا پھر مبالغہ کے طور پر صاحب نور کو نور سے تعبیر کر دیا گیا ہے جیسے صاحب عدل کو عدل کہہ دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی تمام مخلوق کو منور کرنے والے، نور بخشنے والے ہیں اور نور سے نور ہدایت مراد ہے، ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی تفسیر میں نقل کیا ہے ”اللہ ہادی اهل السموات والارض“۔

## نور مومن:

مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ (الآية) اللہ تعالیٰ کا نور ہدایت جو قلب مومن میں آتا ہے یہ اس کی ایک عجیب مثال ہے، ابن جریر نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تفسیر میں نقل کیا ہے هو المؤمن الذي جعل الله الايمان والقرآن في صدره فَضَرَبَ الله مثله فقال الله نور السموات والارض فبدأ بنور نفسه ثم ذكر نور المؤمن فقال مثل

نور مَنْ آمَنَ بِهِ فَكَانَ ابْنِ بْنِ كَعْبٍ يَقْرَأُهَا مِثْلُ نُورٍ مَنْ آمَنَ بِهِ. (ابن کعب)

یعنی یہ مثال اس مومن کی ہے جس کے دل میں اللہ نے ایمان اور قرآن کا نور ہدایت ڈال دیا ہے اس آیت میں پہلے تو اللہ نے خود اپنے نور کا ذکر فرمایا اللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پھر قلب مومن کے نور کا ذکر فرمایا مِثْلُ نُورِهِ اور اس آیت کی قراءت بھی حضرت ابی بن کعب کی مِثْلُ نُورِهِ کے بجائے مِثْلُ نُورٍ مَنْ آمَنَ بِهِ کی ہے۔

مِثْلُ نُورِهِ کی ضمیر کے متعلق ائمہ تفسیر کے دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ کا نور ہدایت جو مومن کے قلب میں فطرۃ رکھا گیا ہے اس کی مثال گمشکوۃ الخ ہے یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ضمیر مومن کی طرف راجع ہے جس پر سیاق کلام دلالت کر رہا ہے اس لئے حاصل اس مثال کا یہ ہے کہ مومن کا سینہ ایک طاق کی مثل ہے اس میں اس کا دل ایک قندیل کی مثل ہے اس میں نہایت شفاف روغن زیتون فطری نور ہدایت کی مثل ہے جو مومن کی فطرت میں ودیعت رکھا گیا ہے جس کا خاصہ خود بخود ہی قبول حق کا ہے پھر جس طرح روغن زیتون آگ کے شعلہ سے روشن ہو کر دوسروں کو روشن کرنے لگتا ہے اسی طرح فطری نور ہدایت جو قلب مومن میں رکھا گیا ہے جب وحی الہی اور علم الہی کے ساتھ اس کا اتصال ہو جاتا ہے تو روشن ہو کر عالم کو روشن کرنے لگتا ہے یہ نور ہدایت اگرچہ آغاز تخلیق میں ہر فرد کے قلب میں ودیعت رکھا گیا ہے، مومن کے ساتھ خاص نہیں ہے مگر چونکہ اس کا فائدہ مومن کو ہوتا ہے اس لئے مثال میں قلب مومن کو خاص فرمایا ہے، ایک حدیث سے بھی اس عموم کی تائید ہوتی ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ یعنی ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اس کو فطرت کے تقاضوں سے ہٹا کر غلط راستوں پر ڈال دیتے ہیں، اس فطرت سے مراد ہدایت ایمان ہے۔ (معارف)

### نور نبی کریم ﷺ:

امام بغوی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب احبار سے جو تو ریت وانجیل کے بڑے مسلمان عالم تھے، انہوں نے فرمایا کہ یہ مثال رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک کی بیان کی گئی ہے مشکوۃ آپ کا سینہ ہے زجاجۃ (قندیل) آپ کا قلب مبارک ہے اور مصباح (چراغ) نبوت ہے، اور اس نور نبوت کا خاصہ یہ ہے کہ نبوت کے اظہار و اعلان سے پہلے ہی اس میں لوگوں کے لئے روشنی کا سامان ہے پھر جب وحی الہی اور اس کے اعلان کا اس کے ساتھ اتصال ہو جاتا ہے تو یہ ایسا نور ہوتا ہے کہ سارے عالم کو روشن کرنے لگتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے اظہار نبوت، بعثت بلکہ آپ کی پیدائش سے بھی پہلے جو بہت سے عجیب و غریب واقعات عالم میں ایسے پیش آئے جو آپ کی نبوت کی بشارت دینے والے تھے جن کو اصطلاح محدثین میں ”ارہاسات“ کہا جاتا ہے، جن کو بہت سے علماء نے مستقل کتاب کے طور پر جمع کر دیا ہے، ان ارہاسات کو شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے خصائص کبریٰ میں، اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں جمع کر دیا ہے۔

فِي بُيُوتِ اِذْنِ اللّٰهِ (الآیہ) سابقہ آیت میں حق تعالیٰ نے قلبِ مومن میں اپنا نور ہدایت ڈالنے کی ایک خاص مثال بیان فرمائی تھی، اور آخر میں یہ فرمایا تھا کہ اس نور سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جن کو اللہ توفیق عطا فرماتے ہیں، اس آیت میں ایسے مومن کا محل اور مستقر بیان فرمایا گیا ہے کہ ایسے مومنین کا اصل مقام و مستقر جہاں وہ اکثر اوقات رہتے ہیں خصوصاً پانچ وقت نمازوں کے اوقات میں دیکھے جاتے ہیں وہ بیوت (مساجد) ہیں جن کے لئے اللہ کا حکم یہ ہے کہ ان کو بلند و بالا رکھا جائے اور ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے۔

آیت کی اس تقریر کی بنا اس پر ہے کہ نحوی ترکیب میں فی بیوت کا تعلق (یہدی اللہ لنورہ) کے ساتھ ہو اِذْنِ اللّٰهِ ان تُرْفَعَ، اِذْنِ اِذْنُ سے مشتق ہے اس کے معنی اجازت دینے کے ہیں اور تُرْفَعَ رَفَعَ سے مشتق ہے جس کے معنی بلند کرنا اور تعظیم کرنے کے ہیں آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ مساجد کی تعظیم کی جائے یعنی ان میں لغو کام اور لغو کلام کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن کثیر)

عکرمہ اور مجاہد امام تفسیر نے فرمایا، رفع سے مراد مسجد بنانا ہے جیسے بناء کعبہ کے متعلق قرآن میں آیا ہے اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ اس آیت میں رفع قواعد سے مراد بناء قواعد ہے اور حسن بصری رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا رفع مساجد سے مراد مساجد کی تعظیم ہے۔

يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ الْغُدُو غداۃ کی جمع ہے یا مصدر ہے اس کا اطلاق وقت کے لئے ہوا ہے اور آصال اصل کی جمع ہے جیسے شریف کی جمع اشراف ہے، ایک جماعت نے اسکو اختیار کیا ہے حالانکہ فعلیل کی جمع افعال قیاسی نہیں ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مناسب اوقات میں خدا کو یاد کرتے ہیں، بعض مفسرین نے غُدُو سے صبح کی نماز مراد لی ہے، اور آصال میں باقی چار نمازیں داخل کی ہیں اس لئے کہ اصلیل زوال شمس سے صبح تک کے اوقات کو کہتے ہیں۔

لَا تَلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اس میں اُن مومنین کی ایک خاص صفت بیان کی گئی ہے جو اللہ کے نور ہدایت کے خاص مقامات اور مساجد کو آباد رکھتے ہیں، اس میں رجال کی تعبیر میں اس طرف اشارہ ہے کہ مساجد کی حاضری دراصل مردوں ہی کے لئے ہے عورتوں کی نماز ان کے گھروں میں افضل ہے، مسند احمد اور بیہقی میں حضرت ام سلمہ رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ فَعَرَبِيَّتهُنَّ یعنی عورتوں کی بہترین مساجد ان کے گھر کے تنگ و تاریک گوشے ہیں، اس آیت میں مومنین صالحین کی یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ ان کو تجارت، خرید و فروخت اور لین دین کا مشغلہ اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہ آیت بازار والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ان کے صاحبزادے حضرت سالم نے فرمایا کہ ایک روز حضرت عبداللہ بن عمر بازار سے گزرے تو نماز کا وقت ہو گیا تھا لوگوں کو دیکھا کہ دکانیں بند کر کے مسجد کی طرف جارہے ہیں تو فرمایا انہی لوگوں کے بارے میں قرآن کا یہ ارشاد ہے وَجَاهِلٌ لَا تَلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔



عہد رسالت میں دو صحابی تھے، ایک تجارت کرتے تھے اور دوسرے لوہار کا کام کرتے اور تلوار بنا کر بیچتے تھے، پہلے صحابی کی تجارت کا یہ حال تھا کہ اگر سود اتونے کے وقت اذان کی آواز کان میں پڑ گئی تو ترازو کو پٹک کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے، اور دوسرے بزرگ کا یہ عالم تھا کہ اگر گرم لوہے پر ہتھوڑے کی ضرب لگا رہے ہیں اور کان میں اذان کی آواز آ گئی تو اگر ہتھوڑا موٹا ہے پراٹھائے ہوئے ہیں تو ہتھوڑا موٹا ہے کے پیچھے ڈال کر نماز کو چل دیتے تھے، اٹھائے ہوئے ہتھوڑے کی ضرب سے کام لینا بھی گوارا نہیں تھا، ان کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی)

يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ اس آیت کا مطلب یہ ہے اس روز دل وہ باتیں سمجھ لیں گے جو ابھی تک نہیں سمجھتے تھے، اور آنکھیں وہ ہولناک واقعات دیکھیں گی جو کبھی نہ دیکھے تھے، یا مطلب یہ ہے کہ قلوب میں کبھی نجات کی توقع پیدا ہوگی اور کبھی ہلاکت اور خوف کا اندیشہ اور آنکھیں کبھی دہنی جانب دیکھیں گی اور کبھی بائیں جانب کہ کس طرف سے پکڑے جائیں گے؟ یا اعمال نامے کس جانب سے ملتے ہیں؟ دائیں جانب سے یا بائیں جانب سے؟

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ (الآیہ) کا فرد قسم کے ہیں ایک وہ جو اپنے خیال اور عقیدے کے اعتبار سے کچھ اچھے کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد یہ کام آئیں گے، حالانکہ اگر کوئی کام بظاہر اچھا بھی ہو تو وہ کفر کی نحوست سے عند اللہ مقبول و معتبر نہیں، ان فریب خوردہ کافروں کی مثال ایسی سمجھو کہ دوپہر کے وقت جنگل میں ایک پیاسے کو دور سے پانی دکھائی دیا اور وہ حقیقت میں چمکتی ہوئی ریت تھی پیاسا شدت تشنگی سے بیتاب ہو کر وہاں پہنچا تو پانی وانی کچھ نہیں، ہاں ہلاکت کی گھڑی سامنے کھڑی تھی، اور اللہ تعالیٰ عمر بھر کا حساب لینے کے لئے وہاں موجود تھا چنانچہ اضطراب و حسرت کے وقت اللہ تعالیٰ نے اس کا حساب ایک دم میں چکا دیا کیونکہ وہاں حساب کرتے کیا دیر لگتی ہے، کافر کی دوسری قسم وہ ہے جو سر سے پاؤں تک دنیا کے مزوں میں غرق اور کفر و جہل، ظلم و عصیان کی اندھیروں میں پڑے غوطے کھا رہے ہیں ان کی مثال آگے بیان فرمائی، ان کے پاس روشنی کی اتنی بھی چمک نہیں جتنی کہ سراب سے دھوکا کھانے والے کو نظر آتی تھی، یہ لوگ خالص اندھیروں میں اور تہہ بہ تہہ ظلمات میں بند ہیں کسی طرف سے روشنی کی شعاع اپنے تک نہیں پہنچنے دیتے، نعوذ باللہ منہا، کافروں کی اسی قسم کو اَوْ كُظِّلْمَتْ فِي بَحْرِ لُجِّي (الآیہ) سے بیان فرمایا ہے۔

الْمُتَرَّانَ اللَّهُ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمِنَ الشَّيَاطِينِ صَلَوةٌ وَالطَّيْرُ جَمْعُ طَائِرٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ صَفِيَتْ حَالٌ بِأَسْطَاتٍ أَجْبَحَتْهُنَّ كُلُّ قَدْ عَلِمَ اللَّهُ صَلَاتَهُ وَتُسَبِّحُهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ<sup>④</sup> فِيهِ تَغْلِيْبُ الْعَاقِلِ وَلِلَّهِ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ خَزَائِنُ الْمَطَرِ وَالرِّزْقِ وَالنَّبَاتِ وَاللَّهُ الْمَوْصِي<sup>⑤</sup> الْمَرْجِعُ الْقَرْآنُ لِلَّهِ يُرْجَى سَعَادًا يُسَوِّقُهُ بَرَفٍ ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ يَضُمُّ بَعْضُهُ إِلَى بَعْضٍ فَيَجْعَلُ الْقِطْعَ الْمُتَفَرِّقَةَ قِطْعَةً وَاحِدَةً ثُمَّ يَجْعَلُهُ كَمَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ فَتَرَى الْوَدْقَ الْمَطَرِ يَخْرُجُ مِنْ خِلْمِهِ مَخَارِجِهِ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ زَائِدَةٍ جِبَالٍ فِيهَا فِي السَّمَاءِ بَدَلٌ بِإِعَادَةِ

الْجَارِ مِنْ بَرْدٍ اِی بَعْضُهُ فَيَصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ يَكَادُ يَفْرُبُ سَنَابِقَهُ لَمَعَانَهُ  
يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ النَّاظِرَةِ لَهٗ اَنْ يَّخْطِفَهَا يَقْلِبُ اللّٰهُ الْاَيْلَ وَالنَّهَارَ اِی یَاتِیْ بِکُلِّ مِنْهُمَا بَدَلٌ الْاٰخِرُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ  
التَّغْلِیْبِ لَعِبْرَةً دَلَالَةً لِاَوَّلِ الْاَبْصَارِ لَا ضَحَابَ الْبَصَائِرِ عَلٰی قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاللّٰهُ خَلَقَ کُلَّ دَابَّةٍ اِی حَيَوَانَ  
مِّنْ مَّاءٍ اِی نُطْفَةٍ فَمِنْهُمْ مَنْ یَمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ کَالْحَيَّاتِ وَالسَّوَامِ وَمِنْهُمْ مَنْ یَمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ کَالْاِنْسَانِ وَالطَّیْرِ  
وَمِنْهُمْ مَنْ یَمْشِیْ عَلٰی اَرْبَعٍ کَالْبَهَائِمِ وَالْاَنْعَامِ یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَاءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَقَدْ اَنْزَلْنَا اٰیٰتِ مُبِیْنٰتٍ اِی  
بَيِّنَاتٍ هِیَ الْقُرْآنُ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ اِی دِیْنِ الْاِسْلَامِ وَیَقُولُوْنَ اِی الْمُنَافِقُوْنَ  
اٰمَنَّا صَدَقْنَا بِاللّٰهِ بِتَوْحِیْدِهِ وَبِالرَّسُوْلِ مُحَمَّدٍ وَاَطَعْنَا بَہْمَا فِیْمَا حَکَمَ بِہِ ثُمَّ یَتَوَلَّیْ یُعْرِضُ قَرِیْنٌ مِنْهُمْ مَنْ بَعْدَ ذٰلِکَ  
عَنْهُ وَمَا اُولٰٓئِکَ الْمُعْرِضُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ الْمَعْمُودِیْنَ الْمُوَافِقِ قُلُوْبُهُمْ لَا لَیْسَتْهُمْ وَاِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ  
الْمُبَلَّغِ عَنْہُ لَیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ اِذَا فُرِیْقٌ مِنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ عَنِ الْمَجِیِّ اِلَیْہِ وَلَنْ یَّکُنَ لَهُمُ الْحَقُّ یَاۡتُوْا اِلَیْہِ مُدْعٰیْنَ مُّسْرِعِیْنَ  
طَائِعِیْنَ اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کُفْرٌ اَمْ اُرَاۡتَابٌ اِی شَکُّوْا فِی نُبُوَّتِہِ اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْہُمْ وَرَسُوْلُہُ فِی الْحُکْمِ  
اِی یُظْلَمُوْا فِیْہِ بَلْ اُولٰٓئِکَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ بِالْاِعْرَاضِ عَنْہُ۔

۱۱۱

**ترجمہ:** کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ کی سب پاکی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تسبیح (پاکی) میں  
نماز بھی داخل ہے اور پرندے (بھی) آسمان اور زمین کے درمیان حال یہ ہے کہ پر پھیلائے ہوئے ہیں طیر طائر کی جمع  
ہے، صافات حال ہے یعنی حال یہ ہے کہ اپنے بازو دکھولے ہوئے ہیں سب کو اپنی دعاء اور تسبیح معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان  
لوگوں کے سب افعال کا پورا علم ہے، اس میں ذوی العقول کو (غیر ذوی العقول پر) غلبہ ہے اور اللہ ہی کی حکومت ہے آسمانوں  
اور زمین میں اور اللہ ہی کی ملک ہیں بارش اور رزق اور نباتات کے خزانے اور اللہ ہی کی طرف مرجع ہے کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ  
تعالیٰ بادلوں کو چلاتا ہے یعنی نرمی سے چلاتا ہے پھر ان بادلوں کو باہم ملا دیتا ہے یعنی بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیتا ہے چنانچہ  
متفرق ٹکڑوں کو (ملا کر) ایک ٹکڑا کر دیتا ہے پھر ان کو تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے پھر تو بارش کو دیکھتا ہے اس کے درمیان سوراخوں سے نکلتی  
ہے اور بادل سے یعنی بادل کے پہاڑ جیسے (بڑے بڑے) ٹکڑوں سے کچھ اگلے برساتا ہے فیہا اِی فی السماء، فیہا  
اعادۃ جار کے ساتھ السماء سے بدل ہے اور مِنَ السَّمَاءِ میں من زائدہ ہے پھر ان کو جن پر چاہتا ہے گراتا ہے اور جس سے  
چاہتا ہے اس کو ہٹا دیتا ہے اس بادل کی بجلی کی چمک سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی سلب کر لے گی چمک کو دیکھنے والی آنکھوں کی  
روشنی کو، یعنی اچک لے گی اور اللہ تعالیٰ رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے یعنی ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے بدلے میں لاتا ہے  
بلاشبہ اس ادل بدل میں اصحاب علم و دانش کے لئے اللہ کی قدرت پر دلالت ہے اور اللہ نے ہر چلنے والے یعنی جاندار کو  
پانی یعنی نطفہ سے پیدا کیا تو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو پیٹ کے بل سرکتے ہیں جیسا کہ سانپ اور حشرات الارض اور

بعض ان میں سے وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں جیسا کہ انسان اور پرندے اور بعض ان میں سے چار پیروں پر چلتے ہیں جیسا کہ مویشی اور چوپائے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے اور بلاشبہ ہم نے واضح کرنے والی آیات نازل کیں وہ قرآن ہے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے راہ مستقیم یعنی دین اسلام کی طرف ہدایت فرماتا ہے اور یہ منافقین دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر یعنی اس کی توحید اور اس کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لے آئے، یعنی (دل سے) تصدیق کی اور ان دونوں نے جو حکم کیا اس کی ہم نے اطاعت کی پھر اس کے بعد ان میں کی ایک جماعت اس (حکم) سے اعراض کرتی ہے اور یہ اعراض کرنے والے بالکل مومن نہیں ہیں یعنی ایسا عہد کرنے والے نہیں ہیں کہ جس میں ان کے قلب و لسان میں مطابقت ہو اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے وہ رسول جو خدا کی طرف سے مبلغ ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو ان میں کا ایک گروہ آپ کے پاس آنے سے اعراض کرتا ہے اور اگر ان کا (کسی پر) حق ہو تو فوراً تسلیم خم کئے ہوئے چلے آتے ہیں آیا ان کے دلوں میں مرض کفر ہے؟ یا یہ آپ کی نبوت کے بارے میں شک میں پڑے ہیں، یا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول فیصلے میں ان پر ظلم کرے گا؟ یعنی ان پر فیصلے میں ظلم کیا جائے گا؟ نہیں یہ بات نہیں بلکہ یہی ظالم ہوئے ہیں حکم سے اعراض کر کے۔

تحقیق و تزکیہ کے لیے سہیل و تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ:** اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ همزہ تقریر کے لئے ہے اور رویت سے رویت قلمی مراد ہے اس لئے کہ تسبیح کا تعلق بصر و نظر سے نہیں ہے بلکہ قلب و بصیرت سے ہے، مطلب یہ ہے اے محمد ﷺ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ آسمانوں اور زمین کی مخلوق اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتی ہے اور پرند بھی فضاء میں پر پھیلائے ہوئے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں مَنْ کا استعمال ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر غلبہ دینے کے اعتبار سے ہے ورنہ تو مخلوق میں دس حصوں میں سے ایک حصہ ذوی العقول ہیں جن میں انسان، جن و ملائکہ سب داخل ہیں اور باقی غیر ذوی العقول ہیں۔

**قَوْلُهُ: وَمِنَ التَّسْبِيحِ صَلَوةٌ** کے اضافہ کا مقصد یہ ہے کہ تسبیح سے مراد انقیاد و خضوع ہے اور صلوٰۃ بھی منجملہ انقیاد و خضوع کے افراد میں سے ایک فرد ہے، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے قول **كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ** کے لئے توطیہ و تہید بھی ہے **طَيْرٌ طَائِرٌ كِي جَمْعٍ**، جیسے **رَكْبٌ رَاكِبٌ كِي جَمْعٍ** ہے **طَيْرٌ** کا عطف **مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ** پر ہے۔

**سُئِلَ:** اس عطف سے عطف اشیء علی نفس لازم آتا ہے، اس لئے کہ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ میں طیر بھی داخل ہیں، لہذا معطوف اور معطوف علیہ ایک ہی ہوئے بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ سے مذکورہ اعتراض کا جواب دینا مقصد ہے۔

**جواب:** جو اب کا خلاصہ یہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ ایک نہیں ہیں بلکہ ان میں مغایرت ہے اس لئے کہ معطوف علیہ سے آسمانوں اور زمین کی مخلوق مراد ہے اور پرندے جب پر پھیلائے فضاء میں پرواز کرتے ہوئے ہوتے ہیں تو اس وقت وہ نہ زمین

میں ہوتے ہیں اور نہ آسمان میں، لہذا عطف الشیء علی نفسه کا شبہ ختم ہو گیا۔

**قَوْلُهُ:** صَافَاتٍ، طَبِیْرٌ سے حال ہے، الطَبِیْرُ، مَنْ پر عطف کی وجہ سے مرفوع ہے اور صافَاتٍ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے (اس میں اور ترکیبیں بھی ہو سکتی ہیں مگر سہل ترین اور رائج یہی قول ہے) کُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ، عَلِمَ صَلَاتَهُ اور تَسْبِيحَهُ تینوں کی ضمیروں میں اقوال مختلف ہیں، ایک قول یہ ہے کہ تینوں ضمیروں کا مرجع کُلُّ ہے ای کُلُّ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ یہ صورت توافق ضمائر کی وجہ سے سب سے بہتر ہے، دوسرا قول عَلِمَ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہو اور صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ کی ضمیریں کُلُّ کی طرف راجع ہوں۔ (جمل)

**قَوْلُهُ:** ثُمَّ يُؤَلَّفُ بَيْنَهُ یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ بَيْنَ متعدد کے درمیان استعمال ہوتا ہے، اور یہاں سحاب کے لئے استعمال ہوا ہے، حالانکہ سحاب واحد ہے مفسر علام نے اپنے قول یضم بعضہ الی بعض کا اضافہ کر کے مذکورہ اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ کر دیا، ای قَطَعَ سَحَابٌ یعنی مضاف محذوف ہے (قَطَعَ جمع قطیعة) خیال رہے کہ مذکورہ جواب کی ضرورت اس وقت پیش آئے گی جب سحاب کو مفرد مانا جائے اور اگر سحاب کو سَحَابَةٌ کی جمع یا اسم جنس مان لیا جائے تو نہ کوئی اعتراض واقع ہوگا اور نہ کسی جواب کی ضرورت پڑے گی۔

**قَوْلُهُ:** يُزَجِّی، از جَاء سے مضارع واحد مذکر غائب ہے وہ نرمی کے ساتھ چلاتا ہے۔

**قَوْلُهُ:** رُكَاْمًا یہ اسم ہے بمعنی تہہ بہ تہہ یَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ یہ جملہ الودق سے حال ہے۔

**قَوْلُهُ:** خِلَالٌ کو بعض حضرات نے مفرد کہا ہے بروزن جَبَابٌ اور بعض حضرات نے جمع کہا ہے خِلَالٌ جمع خلل بروزن جَبَالٌ جمع جبل بمعنی سوراخ۔

**قَوْلُهُ:** يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْ بَرَدٍ، مِنَ السَّمَاءِ مِنْ ابْتَدَیْہِ ہے ای مُبْتَدَأُ مِنَ السَّحَابِ فَإِنَّ کُلَّ مَا عَلَاكَ فَهُوَ سَمَاءٌ۔

**قَوْلُهُ:** مِنْ جِبَالٍ ای قَطَعَ عِظَامٌ تُشَبِّہُ الْجِبَالَ فِی الْعِظَمِ۔

**قَوْلُهُ:** فِیْهَا ای فِی السَّمَاءِ وَالْجَارِ وَالْمَجْرُورِ فِی مَوْضِعِ الصِّفَةِ۔

**قَوْلُهُ:** مِنْ بَرَدٍ میں من تعجیضیہ ہے، ای يُنَزِّلُ مُبْتَدَأُ مِنَ السَّحَابِ مِنْ جِبَالٍ کَاثِنَةٍ فِیْهَا بَعْضُ بَرَدٍ (او) بَرْدًا۔

**تَرْجُمَتُهُ:** پہاڑ جیسے بادلوں کے بڑے بڑے ٹکڑوں سے اگلے برساتا ہے جو کہ بادلوں میں ہوتے ہیں ای ویسزل من السحاب الذی ہو کامثال الجبال بردًا۔ مذکورہ آیت میں من تین مرتبہ استعمال ہوا ہے، پہلا یعنی من السماء میں یہ باتفاق مفسرین ابتداء ہے، اور دوسرا مِنْ جِبَالٍ میں کہا گیا ہے زائدہ، کہا گیا ہے تعجیضیہ، کہا گیا ہے ابتداء ہے اور جبال من السماء سے اعادہ جار کے ساتھ بدل ہے اور تیسرا مِنْ بَرَدٍ میں مذکورہ تینوں اقوال کے علاوہ ایک چوتھا قول بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ من بیانیہ ہے، یعنی بیان جنس کے لئے ہے، ای من جنس البرد کما یقال لهذا خاتمٌ فی یدی من حدیدٍ ای خاتم حدید فی یدی۔

**قَوْلًا**؛ منہم مَن یَمْنِیْ ہم ضمیر کل کی طرف راجع ہے باعتبار معنی کے، پیٹ کے بل سرکنے والے کو مشا کلت کے طور ماشی سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے کہ حقیقتاً ماشی کا ذکر بعد میں آرہا ہے، ورنہ تو پیٹ کے بل سرکنے والے کو زاحف کہتے ہیں۔  
**قَوْلًا**؛ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا مِیْلَامَ قَسْمِیْہے، قسم محذوف ہے ای واللہ لَقَدْ اَنْزَلْنَا اَطْعَنَّا کے بعد ہما ضمیر کا اضافہ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ اَطْعَنَّا کا مفعول محذوف ہے۔

**قَوْلًا**؛ عَنْہُ اِی عَنِ الْقَوْلِ۔

**قَوْلًا**؛ الْمُبْلَغُ عَنْہُ یہ اس سوال مقدر کا جواب ہے کہ لَیْسَ حُكْمٌ مِیْلَامَ قَسْمِیْہے کو مفرد کیوں لائے؟ جبکہ ماقبل میں اللہ اور رسول دو کا ذکر ہے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حکم اگرچہ حقیقت میں اللہ ہی کا ہے مگر مباشر بالحکم اور مبلغ بالحکم رسول ہی ہے اللہ کا ذکر تو تفخیماً و تعظیماً ہے۔

**قَوْلًا**؛ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْہُمْ مَّعْرُضُونَ اِذَا مَفَاجَاتٍ تَقَامُّ مَقَامَ فَاءِ کے ہے جو کہ جواب شرط کو شرط کے ساتھ ربط دینے کے لئے ہے، یعنی اِذَا دُعُوا شرط ہے اور اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْہُمْ جزاء۔

**قَوْلًا**؛ اِلَیْہِ اِی الْمُبْلَغُ یعنی اگر غیر کا حق ان کے اوپر ہوتا ہے تو آپ ﷺ کے پاس آنے سے اعراض کرتے ہیں، یہ آیت بشرنامی ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ اس کا ایک یہودی کے ساتھ زمین کے معاملہ میں نزاع ہوا تھا، یہودی چاہتا تھا کہ فیصلہ آپ ﷺ کے پاس لیجائے اور منافق چاہتا تھا کہ کعب بن اشرف کے پاس لیجائے اور منافق کہتا تھا کہ محمد ﷺ ہمارے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

**قَوْلًا**؛ اَفٰی قُلُوْبُہُمْ مَّرَضٌ (الآیۃ) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ منشاء اعراض مذکورہ تین چیزوں میں سے ایک ہے۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہُ (الآیۃ) اے محمد ﷺ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر مخلوق اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہے اس تسبیح کا مفہوم حضرت سفیان ثوری نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر شئی آسمان، زمین، آفتاب، ماہتاب اور ستارے اور سیارے اور زمین کے عناصر آگ، پانی، مٹی، ہوا سب کو خاص خاص کاموں کے لئے پیدا فرمایا ہے اور جس کو جس کام کے لئے پیدا فرمایا ہے وہ برابر اس کام پر لگا ہوا ہے اس سے سر مو انحراف نہیں کرتا، اسی طاعت و انقیاد کو ان چیزوں کی تسبیح فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کی تسبیح مقالی نہیں ہے بلکہ حالی ہے کہ ہم اللہ کو پاک اور برتر سمجھ کر اس کی طاعت میں لگے ہوئے ہیں۔

زمخشری اور دیگر مفسرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کے اندر اتنا فہم و شعور رکھا ہے جس سے وہ اپنے خالق اور مالک کو پہچانے اور اس میں بھی کوئی بعد نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص قسم کی گویائی عطا فرمائی ہو اور خاص قسم کی تسبیح و عبادت ان کو

سکھائی ہو جیسا کہ مختلف حیوانات اپنے مافی الضمیر کو اپنے ہم جنسوں کو سمجھاتے ہیں جس کا رات دن مشاہدہ ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر شی کو اس کے حساب سے شعور عطا فرمایا ہو اور اسی حساب سے ان کو ان کی عبادت کا طریقہ بتایا ہو، کُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ (الآیۃ) میں اسی مضمون کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا يَهْبِطُ یہاں ”سما“ سے مراد بادل ہیں اور ”جبال“ سے بڑے بڑے بادل مراد ہیں اور بردِ اولے کو کہتے ہیں اس آیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ آسمانوں میں اولوں کے پہاڑ ہیں جن سے وہ اولے برساتا ہے (ابن کثیر) دوسرا مطلب یہ ہے کہ سماءِ بلندی کے معنی میں ہے اور جبال کے معنی ہیں پہاڑوں جیسے بڑے بڑے ٹکڑے یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں سے بارش ہی نہیں برساتا بلکہ بلندیوں سے جب چاہتا ہے برف کے ٹکڑے بھی نازل فرماتا ہے، یا پہاڑ جیسے بڑے بڑے بادلوں سے اولے برساتا ہے۔

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللّٰهِ اس سے پہلی آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جن کو اللہ نے ایمان کی توفیق اور کار خیر کی ہدایت فرمائی، اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو دولتِ ایمان سے محروم رہے اور نفاق کا طریقہ اختیار کیا۔

## شان نزول:

مقاتل نے کہا کہ یہ آیت بشر نامی ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی قول یہی ہے کہ یہ آیت بشر نامی منافق کے بارے میں نازل ہوئی تھی، واقعہ اس طرح تھا کہ بشر اور ایک یہودی کے درمیان زمین کے معاملہ میں خصومت تھی بشر ناحق پر تھا اور یہودی حق پر، یہودی نے کہا فیصلے کے لئے محمد ﷺ کے پاس چلو مگر بشر منافق نے کہا کہ کعب بن اشرف کے پاس چلو (جو ایک یہودی سردار تھا) یہودی نے محمد ﷺ کے پاس جانے کے لئے اصرار کیا چنانچہ یہ دونوں آپ ﷺ کے پاس گئے آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا جب یہ دونوں آپ ﷺ کے پاس سے نکلے تو منافق نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلو ان سے فیصلہ کرائیں گے، چنانچہ دونوں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، یہودی نے کہا ہم دونوں محمد ﷺ کے پاس گئے تھے آپ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ فرمایا مگر یہ شخص آپ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہے، اب یہ چاہتا ہے کہ آپ سے فیصلہ کرائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے فرمایا اَكْذَبُ الْكَاذِبِ؟ کیا بات ایسی ہی ہے؟ منافق نے کہا ”نعم“ ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں سے فرمایا رویدا حتیٰ اخرج اليكما میرے آنے تک انتظار کرو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر گئے اور تلوار لیکر واپس تشریف لائے اور منافق کو ایک ہی وار میں ٹھنڈا کر دیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا هَكَذَا اَقْضَىٰ بَيْنَ مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَقَضَاءِ رَسُوْلِهِ جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرے میں اس کا فیصلہ اس طرح کرتا ہوں، تو یہ آیت نازل ہوئی وقال جبرائیل اِنَّ عَمْرَ فَرَّقَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ فسمی الفاروق حضرت جبرائیل نے فرمایا عمر نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا تو حضرت عمر کا نام ”فاروق“ رکھا۔



نہیں) (یہ جواب شرط محذوف ہے) اس لئے کہ رسول کے ذمہ وہی تبلیغ کا کام ہے جو ان کے ذمہ رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ اطاعت ہے جو تمہارے اوپر لازم کی گئی ہے اور اگر تم نے اس کی اطاعت کی تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ یقیناً ان کو کافروں کے بجائے زمین کا خلیفہ بنائے گا جس طرح ان کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے بنی اسرائیل میں سے ظالموں کے بدلے استخلف معروف اور مجہول (دونوں ہیں) اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو قوت بخشے گا اور وہ اسلام ہے (اس طرح قوت بخشے گا) کہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے گا، اور ان کے لئے ملکوں میں وسعت دے گا تو وہ ان کے مالک ہو جائیں گے، اور کافروں سے ان کے اس خوف کے بعد اس (خوف) کو امن سے بدل دے گا لِيُبَدِّلَنَّهُمْ تَخْفِيفَ اَوْرَشِدٍ کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے مذکورہ وعدہ کو پورا فرمادیا اور ان کی اپنے قول یَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُ بِنِيَّ شَيْئًا سے تعریف فرمائی اور یہ جملہ متانفہ ہے علت کے حکم میں ہے اور ان میں کا جو شخص اس انعام کے بعد اس کی ناشکری کرے گا تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں اور سب سے پہلے جنہوں نے اس انعام کی ناشکری کی وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، چنانچہ باوجودیکہ آپس میں بھائی بھائی تھے قتل و قتل کرنے لگے اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسول کی اطاعت کیا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے یعنی رحمت کی امید رکھتے ہوئے آپ کافروں کی نسبت یہ خیال ہرگز نہ کرنا کہ زمین میں ہم سے بچ کر ہمیں ہر ادیس گے تَحْسِبَنَّ تَأْوِ قَانِيہ اور یا تَحْتَانِيہ کے ساتھ ہے اور فاعل رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان کا ٹھکانہ مرجع دوزخ ہے اور وہ (نہایت) برا ٹھکانہ مرجع ہے۔

## تَحْقِيقُ تَرْكِيكِ تَسْمِيْلٍ وَ تَفْسِيْرِي فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ جَمْهُورٌ نَعْنِ قَوْلَ، کان کی خبر قرار دینے کی وجہ سے نصب پڑھا ہے اور اَنْ يَقُولُوا الخ کو بتاویل مصدر کان کا اسم قرار دیا ہے، اور علی اور حسن اور ابن ابی اسحق نے قَوْلٌ کو اسم کان قرار دے کر رفع پڑھا ہے اور اَنْ يَقُولُوا کو بتاویل مصدر کان کی خبر قرار دیا ہے، اول قراءت کو جمہور نے راجح قرار دیا ہے۔

قَوْلُهُ: اَنْ يَقُولُوا الخ اگرچہ جملہ خبریہ ہے مگر اس سے ادب شرعی کی تعلیم مقصود ہے اس لئے جملہ انشائیہ کے حکم میں ہے۔  
قَوْلُهُ: يَتَّقِيهِ اَصْلٌ مِّنْ يَّتَّقِيهِ تَحْزَمٌ کی وجہ سے یا حذف ہو گئی اور قاف کا کسرہ باقی رہ گیا پھر قاف کے کسرہ کو تخفیفاً خلاف قیاس حذف کر دیا اس لئے کہ جو صیغہ فَعِلَ کے وزن پر ہو اس کے عین کلمہ کو ساکن کر دیا جاتا ہے جیسے كَتَفْتُ كِتْفَهُ میں۔

قَوْلُهُ: جَهْدٌ اِيْمَانِهِمْ، جَهْدٌ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے غَايَتُهَا محذوف سے اسی کی طرف اشارہ ہے، تقدیر عبارت یہ ہے يَجْهَدُوْنَ اِيْمَانَهُمْ جَهْدًا بعض حضرات نے حال ہونے کی وجہ سے منصوب کہا ہے ای مجتہدین فی اِيْمَانِهِمْ۔



قَوْلًا: لِيَخْرُجْنَ جواب قسم ہے۔

قَوْلًا: طاعةٌ معروفةٌ بترکیب توصیفی مبتداء ہے اور خبیرو الخ اس کی خبر ہے مفسر علام نے خبیرو مقرر مان کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، طاعةٌ معروفةٌ مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے بھی مرفوع ہو سکتا ہے ای طاعتُهُمْ طاعةٌ معروفةٌ۔

قَوْلًا: إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ یہ ماقبل کے جملہ کی علت ہے۔

قَوْلًا: فَإِنْ تَوَلَّوْا میں مامورین کو خطاب ہے یعنی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول میں جو لوگ مخاطب ہیں وہی تَوَلَّوْا کے مخاطب ہیں، قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ الخ میں آنحضرت ﷺ کو خطاب تھا فَإِنْ تَوَلَّوْا میں مامورین کو خطاب ہے۔

قَوْلًا: فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ یہ جواب شرط ہے اور ایک قول میں جواب شرط محذوف ہے اور فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ اس جواب کی علت ہے جیسا کہ ترجمہ کے زیر عنوان بیان کیا گیا ہے۔

قَوْلًا: مَا عَلَى الرَّسُولِ الخ ماقبل جملہ کی تاکید ہے۔

قَوْلًا: وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَدَ كَامِفْعُولِ اول ہے اور مفعول ثانی محذوف ہے اور وہ الاستخلاف فی الارض وتمکین دینہم وتبذیل خوفہم بالامن، یہ سب معطوفات مل کر وَعَدَ كَامِفْعُولِ ثانی ہے اور لَيْسَتْ خَلْفَتُهُمْ قسم مقدر کا جواب ہے، تقدیر یہ ہے وَاللَّهِ لَيْسَتْ خَلْفَتُهُمْ اور یہ جواب قسم مفعول ثانی کے حذف پر دال ہے۔

قَوْلًا: كَمَا اسْتَخْلَفَ میں ماصدر یہ ہے ای اسْتَخْلَفَ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔

قَوْلًا: بِمَا ذَكَرَ اس کا تعلق وعدہ سے ہے اور مَا ذَكَرَ سے امور ثلاثہ مذکورہ مراد ہیں۔

قَوْلًا: يَعْبُدُونَنِي یہ جملہ متانفہ ہے مفسر علام نے ہو مستانف کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، اس میں مختلف تراکیب ہو سکتی ہیں مگر مفسر علام نے اسی کو رائج قرار دیا ہے، یہ جملہ گویا کہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے، کہا گیا ما بِاللَّهِمْ يَسْتَخْلِفُونَ وَيُؤْمِنُونَ، فاجیب يعبدونني مذکورہ جملہ مبتداء محذوف کی خبر بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں بھی جملہ متانفہ رہے گا، تقدیر یہ ہوگی ہم يعبدونني۔

قَوْلًا: لَا يَشْرِكُونَ بِي شَيْئًا جملہ متانفہ بھی ہو سکتا ہے اور يعبدونني کی ضمیر فاعل سے حال بھی ہو سکتا ہے، ای يعبدونني موحدين۔

قَوْلًا: مِنْهُمْ يَهْمُ مَنْ سے حال ہے اور ہم ضمیر للذين آمنوا کی طرف راجع ہے۔

قَوْلًا: بِهِ کی ضمیر انعام کی طرف راجع ہے، ای الانعام بما ذَكَرَ من الامور الثلاثة اور کفر سے مراد کفران نعمت ہے نہ کہ ایمان کی ضد، اسی وجہ سے اُولَئِكَ هم الْفَاسِقُونَ کہا ہے، اُولَئِكَ هم الْكَافِرُونَ نہیں کہا۔

قَوْلًا: وَاَقِمُوا الصَّلَاةَ یہ جملہ مقدر پر عطف ہے جس کا سیاق تقاضہ کرتا ہے ای فَاْمِنُوا وَاَقِمُوا الصَّلَاةَ الخ۔

قَوْلُهُ: لَا تَحْسَبَنَّ اس كَافَا عِل الرُّسُولِ هِے اور اَلَّذِينَ كَفَرُوا مَفْعُول اول هِے اور معجِزِينَ مَفْعُول ثانی هِے اور یَحْسَبَنَّ بِالْاِیاءِ كِی صورت میں مَفْعُول اول مَحْذُوف ہوگا ای لَا یَحْسَبَنَّ اَلَّذِينَ كَفَرُوا اَنْفُسَهُمْ اور معجِزِينَ مَفْعُول ثانی ہوگا، اور اَلَّذِينَ كَفَرُوا لَا یَحْسَبَنَّ كَافَا عِل ہوگا۔

قَوْلُهُ: معجِزِينَ ای فائِزِينَ یعنی بچ کر نکل جانا۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْح

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ (الآیة) ماقبل کی آیت میں اہل کفر و نفاق کے کردار کا بیان تھا، یہاں سے اہل ایمان کے کردار و عمل کا بیان هِے، یعنی فلاح و کامرانی کے مستحق صرف وہ لوگ ہوں گے جو اپنے تمام معاملات میں اللہ اور رسول کے فیصلہ کو خوش دلی سے قبول کرتے ہیں اور انہی کی اطاعت کرتے ہیں اور خشیت الہی اور تقویٰ کی صفت سے متصف ہیں، نہ کہ دوسرے لوگ جو ان صفات سے محروم ہیں۔

علامہ بغوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے فرمایا کہ منافقین کی یہ عادت تھی کہ بڑی زور دار قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہم ہر حال میں آپ کا ساتھ دیدیں گے اور ہر آڑے وقت میں کام آئیں گے اور آپ جہاں ہوں گے ہم بھی وہیں ہوں گے، اگر آپ نکلیں گے تو ہم بھی نکلیں گے اور آپ قیام کریں گے تو ہم بھی قیام کریں گے، اور اگر آپ ہم کو جہاد کا حکم فرمائیں گے تو ہم جہاد کریں گے، گویا کہ وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے گا ہم وہاں اپنا خون بہائیں گے، اور یہ سب زبانی جمع خرچ تھا۔ (مظہری)

اس پر یہ آیت نازل ہوئی زیادہ قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ معروف طریقہ پر اطاعت بہتر هِے بغیر عملی اطاعت کے جھوٹی قسمیں کھانے سے، مطلب یہ هِے کہ تمہارا معاملہ طاعت معروفہ ہونا چاہئے، جس طرح مسلمان کرتے ہیں پس تم بھی ان کے مثل ہو جاؤ۔ (ابن کثیر)

اور بعض حضرات نے یہ مطلب بیان کیا هِے جس طرح تم جھوٹی قسمیں کھاتے ہو تمہاری اطاعت بھی نفاق پر مبنی هِے۔

قُلْ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرُّسُولَ پیغمبر خدا پر خدا کی طرف سے تبلیغ کی ذمہ داری رکھی گئی هِے تو اس نے اپنی ذمہ داری کو پوری طرح ادا کر دیا، اور تم پر جو بات لازم کی گئی هِے وہ تصدیق اور قبول حق کی هِے اور یہ کہ اس کے حکم کے مطابق چلو، اگر تم اپنی ذمہ داری محسوس کر کے اس کے احکام کی تعمیل کرو گے تو دارین کی کامرانی و کامیابی تمہارے قدم چومے گی، ورنہ پیغمبر کا کچھ نقصان نہیں، تمہاری شرارت اور سرکشی کا خمیازہ تم ہی کو بھگتنا پڑے گا، پیغمبر تو اپنا فرض ادا کر کے عند اللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے، آگے کی آیات میں رسول کی اطاعت کے بعض ثمرات کا بیان هِے، جن کا سلسلہ دنیا ہی میں شروع ہو جائے گا۔

(فوائد عثمانی)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوا (الآیة) بعض حضرات نے اس وعدہ الہی کو صحابہ کرام یا خلفاء راشدین کے ساتھ خاص قرار دیا

ہے لیکن اس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے الفاظ قرآنی عام ہیں اور ایمان و عمل صالح کے ساتھ مشروط ہیں البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ عہد خلافت راشدہ اور خیر القرون میں اس وعدہ الہی کا ظہور ہوا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین میں غلبہ عطا فرمایا، اپنے پسندیدہ دین کو عروج دیا، اور مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دیا۔

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ یہاں کفر سے ناشکری مراد ہے نہ کہ ایمان کی ضد کفر، اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دے، مسلمانوں کو حکومت قوت اور امن و اطمینان اور دین کو استحکام حاصل ہو جائے، اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص خدا کے انعامات کی ناشکری کرے کہ اسلامی حکومت کی اطاعت سے گریز کرے تو ایسے لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علماء تفسیر نے فرمایا ہے کہ قرآن کے اس جملہ کے سب سے پہلے مصداق وہ لوگ ہوئے جنہوں نے خلیفہ وقت حضرت عثمان غنی کو قتل کیا اور جب وہ اس جرم عظیم کے مرتکب ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے مذکورہ انعامات میں کمی آگئی، آپس کے قتل و قتال سے خوف و ہراس میں مبتلا ہو گئے، بغوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن سلام کا یہ خطبہ نقل کیا ہے جو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف شورش کے وقت دیا تھا، خطبہ کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

”اللہ کے فرشتے تمہارے شہر کے گرد احاطہ کئے ہوئے حفاظت میں اس وقت سے مشغول ہیں جب سے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف فرما ہوئے اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے خدا کی قسم اگر تم نے عثمان کو قتل کر دیا تو یہ فرشتے واپس چلے جائیں گے اور پھر کبھی نہ لوٹیں گے، خدا کی قسم تم میں سے جو شخص ان کو قتل کرے گا وہ اللہ کے سامنے دست بردار ہوگا اس کے ہاتھ نہ ہوں گے اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی تلوار اب تک میان میں تھی، خدا کی قسم اگر وہ تلوار میان سے نکل آئی تو پھر کبھی میان میں داخل نہ ہوگی کیونکہ جب کوئی نبی قتل کیا جاتا ہے تو اس کے بدلے ستر ہزار آدمی قتل کئے جاتے ہیں اور جب کسی خلیفہ کو قتل کیا جاتا ہے تو پینتیس ہزار آدمی مارے جاتے ہیں“ (مظہری) چنانچہ قتل عثمان سے جو باہمی خونریزی کا سلسلہ شروع ہوا تھا امت میں چلتا ہی رہا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنَ الْعَبِيدِ وَالْإِمَاءِ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ مِنَ الْأَحْزَارِ وَغَرُّوْا أَسْرَ النِّسَاءِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فِي ثَلَاثَةِ أَوْقَاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَصْعُونَ نِيَابَكُمْ مِنَ الظُّهْرِ أَيْ وَقْتُ الظُّهْرِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ بِالرَّفْعِ خَيْرٌ مُبْتَدَأُ مُقَدَّرٍ بَعْدَهُ مُضَافٌ وَقَامَ الْمُضَافُ إِلَيْهِ مَقَامَهُ أَيْ هِيَ أَوْقَاتٌ وَبِالنَّصْبِ بِتَقْدِيرِ أَوْقَاتٍ مَنْصُوبًا بَدَلًا مِنْ مَحَلِّ مَا قَبْلَهُ قَامَ الْمُضَافُ إِلَيْهِ مَقَامَهُ وَهِيَ لَا لِقَاءَ الثِّيَابِ فِيهَا تَبَدُّوا فِيهَا الْعَوْرَاتُ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ أَيْ الْمَمَالِيكِ وَالصَّبِيَّانِ جُنَاحٌ فِي الدُّخُولِ عَلَيْكُمْ بَعْدَ هُنَّ أَيْ بَعْدَ الْأَوْقَاتِ الثَّلَاثَةِ هُنَّ طَوُّفُونَ عَلَيْكُمْ لِخِدْمَةِ بَعْضِكُمْ طَائِفٌ عَلَى بَعْضٍ وَالْجُمْلَةُ مُؤَكَّدَةٌ لِمَا قَبْلَهَا كَذَلِكَ كَمَا بَيَّنَّ مَا ذَكَرَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ أَيْ الْأَحْكَامَ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

بِأُمُورِ خَلْقِهِ ۖ حَكِيمٌ ۝ بِمَا ذُكِّرَهُ لَهُمْ وَأَيُّهُ الْإِسْتِثْنَانِ قِيلَ مَسْخُوحَةٌ وَقِيلَ لَوْلَا لَكِنَّ تَهَاوَنَ النَّاسِ فِي تَرْكِ الْإِسْتِثْنَانِ  
وَأِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْأَحْرَارَ الْحُكْمُ فَلْيَسْتَأْذِنُوا فِي جَمِيعِ الْأَوْقَاتِ كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ  
أَيُّ الْأَحْرَارِ الْكِبَارُ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ قَعْدَنَ عَنِ الْخِيضِ  
وَالْوَلَدُ لِكِبَرِهِنَّ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا لِذَلِكَ فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ مِنَ الْجَلْبَابِ  
وَالرِّدَاءِ وَالْقِنَاعِ فَوْقَ الْخِمَارِ غَيْرُ مُتَبَرِّجَاتٍ مُظْهِرَاتٍ بِزِينَةٍ خَفِيَةٍ كَقِلَادَةٍ وَسِوَارٍ وَخَلْخَالٍ  
وَأَنْ يَسْتَغْفِقْنَ بَانَ لَا يَضَعْنَهَا خَيْرٌ لِهِنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ لِقَوْلِكُمْ عَلِيمٌ ۝ بِمَا فِي قُلُوبِكُمْ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى  
حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ فِي مُوََاكَلَةِ مُقَابِلِيهِمْ وَلَا حَرَجٌ  
عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَيْ بُيُوتِ أَوْلَادِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ  
إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ  
مَفَاتِحَ ۚ أَيْ خَزَنَتُمُوهُ لِعَنِيَّتِكُمْ أَوْ صَدَقَتِكُمْ وَهُوَ مَنْ صَدَقَكُمْ فِي مَوَدَّتِهِ الْمَعْنَى يَجُوزُ الْأَكْلُ مِنْ  
بُيُوتِ مَنْ ذَكَرَ وَإِنْ لَمْ يَحْضُرُوا أَيْ إِذَا عَلِمَ رِضَاءُ هُمْ بِهِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا  
مُجْتَمِعِينَ أَوْ أَشْتَاتًا مُتَفَرِّقِينَ جَمْعُ شَيْءٍ نَزَلَ فِيمَنْ تَحَرَّجَ أَنْ يَأْكُلَ وَحْدَهُ وَإِذَا لَمْ يَجِدْ مَنْ يُؤَاكِلُهُ  
يَتْرُكُ الْأَكْلَ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا لَكُمْ لَا أَهْلَ فِيهَا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ قُولُوا السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى  
عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَرُدُّ عَلَيْكُمْ وَإِنْ كَانَ أَهْلُهَا فَسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ تَحِيَّةٌ مُصَدَّرُ حَيٍّ  
مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةٌ طَيِّبَةٌ مُثَابٌ عَلَيْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ أَيْ يُفَصِّلُ لَكُمْ مَعَالِمَ دِينِكُمْ  
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ لَكُمْ تَفَهَّمُوا ذَلِكَ .

**ترجمہ:** اے ایمان والو تمہارے مملوکوں کو یعنی غلام اور باندیوں کو اور ان کو جو تم میں سے حد بلوغ کو نہیں پہنچے  
آزادوں میں سے، مگر عورتوں کے معاملہ سے واقف ہو گئے ہیں تین مرتبہ یعنی تین اوقات میں اجازت لینی چاہئے، صبح کی  
نماز سے پہلے اور دوپہر میں یعنی دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتار دیتے ہو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین اوقات تمہارے  
پردے کے ہیں (ثلث) کے رفع کے ساتھ اس وجہ سے کہ مبتداء محذوف کی خبر ہے اور مبتداء کے بعد مضاف محذوف ہے، اور  
مضاف الیہ مضاف کے قائم مقام ہو گیا ہے، اسی ہی اوقات ثلث عورات لکھم اور (ثلث) نصب کے ساتھ، اس کے  
قبل اوقات کو مقدر مان کر، حال یہ ہے کہ اپنے ماقبل (یعنی من قبل صلوٰۃ الفجر) کے محل سے بدل ہونے کی وجہ سے  
منسوب ہو اور (اوقات) مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ (یعنی عورات) کو مضاف کے قائم مقام کر دیا، اور یہ تینوں اوقات  
(ایسے ہیں کہ) ان میں کپڑے اتار دینے کی وجہ سے ستر کھل جاتا ہے، ان تینوں اوقات کے علاوہ میں تم پر کوئی الزام ہے اور

نہ ان پر یعنی مملوکوں اور بچوں پر، بغیر اجازت تمہارے پاس چلے آتے ہیں، وہ بکثرت تمہارے پاس خدمت کے لئے چکر لگاتے رہتے ہیں بعض بعض کے پاس آتے رہتے ہیں اور (یہ) جملہ اپنے ماقبل جملہ کی تاکید ہے، اسی طرح جیسا کہ مذکورہ احکام بیان کئے، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے حالات سے واقف ہے اور جو اس کے لئے تدبیر کرتا ہے اس میں حکمت والا ہے، آیت استیذان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ منسوخ ہے اور کہا گیا ہے کہ منسوخ نہیں ہے لیکن لوگ استیذان میں سستی کرنے لگے ہیں (ترک کا لفظ غالباً سہو ہے) ورنہ تو مطلب یہ ہوگا کہ استیذان میں سستی ترک کرنے لگے ہیں۔

تَذَكُّرٌ: حالانکہ یہ خلاف مقصود ہے اور جب تمہارے لڑکے اے آزاد لوگو! حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو تمام اوقات میں ان کو بھی اسی طرح اجازت دینی چاہئے جیسا کہ ان کے ماقبل مذکور لوگ اجازت لیتے ہیں یعنی بالغ آزاد، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اسی طرح احکام بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے، اور بڑی بوڑھی عورتیں جو اولاد اور حیض سے اپنے بڑھاپے کی وجہ سے مایوس ہو گئی ہوں اور اسی (بڑھاپے کی وجہ سے) نکاح کی امید (خواہش) نہ رکھتی ہوں تو ان پر اپنے (زائد) کپڑے اتار دینے میں کوئی گناہ نہیں مثلاً برقع، چادر، دوپٹہ جو سر بند کے اوپر ہوتا ہے بشرطیکہ مخفی زینت کا مظاہرہ نہ کریں جیسا کہ گلوبند، نگین، پازیب، اور (اگر) اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو سننے والے ہیں اور قلوب کے خطرات کو جاننے والے ہیں نہ تو نابینا شخص کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے کے لئے کچھ حرج ہے اور نہ مریض پر کوئی گناہ ہے، اپنے مقابلوں (غیر معذوروں) کے ساتھ کھانے میں اور نہ خود تمہارے لئے کچھ حرج ہے اس بات میں کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنی اولاد کے گھروں سے یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان کے گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یعنی اس میں جس کی تم غیر کے لئے حفاظت کرتے ہو، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے اور دوست وہ ہے جو تمہارے ساتھ دوستی میں مخلص ہو، آیت کے معنی یہ ہیں کہ مذکورین کے گھروں (اموال) سے ان کی غیر موجودگی میں کھانا جائز ہے، یعنی جبکہ کھانے کے لئے ان کی رضامندی کا علم ہو جائے اور تمہارے لئے (اس بات) میں کوئی حرج نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ یعنی متفرق طریقہ پر اَشْتَاتًا شَبْتِ کی جمع ہے یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو تنہا کھانے میں حرج محسوس کرتا تھا، اور اگر ساتھ کھانے والا کسی کو نہ پاتا تو کھانا ہی نہ کھاتا اور جب تم اپنے ایسے گھروں میں داخل ہوا کرو کہ جن میں کوئی نہیں ہے تو خود کو سلام کر لیا کرو یعنی کہا کرو السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین اس لئے کہ فرشتے تم کو اس کا جواب دیں گے اور اگر ان میں اہل خانہ ہوں تو ان کو دعاء کے طور پر سلام کر لیا کرو، تَحِيَّةٌ حَيِّی کا مصدر ہے جو خدا کی طرف سے مقرر ہے برکت والی عمدہ چیز ہے اس پر اجر دیا

جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے احکام بیان فرماتا ہے یعنی تمہارے دین کے احکام کو واضح طریقہ پر بیان فرماتا ہے تاکہ تم ان احکام کو سمجھو۔

## تَحْقِیْقِ وَتَرْکِیْبِ تَسْمِیْلِ تَفْسِیْرِی فَوَائِدِ

**قَوْلُهُ:** ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثَلَاثَ کے منصوب ہونے کی دو وجہ ہیں اول یہ کہ لَيْسْتَ اذْنُكُمْ کا مفعول فیہ ہے ای لیستاذنوا فی ثلثة اوقات فی الیوم واللیلۃ مفسر علام نے فی ثلث اوقات کا اضافہ کر کے اشارہ کر دیا کہ ثلث مَرَّاتٍ طرف ہے اور مَرَّاتٍ بمعنی اوقات ہے، ای لَيْسْتَ اذْنُكُمْ ثلثة اوقات اس کے بعد من قبل صلوٰۃ الفجر سے من بعد صلوٰۃ العشاء تک ثلث اوقات کی تفسیر ہے۔

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ کے منصوب ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ لَيْسْتَ اذْنُكُمْ کا مفعول مطلق ہے ای استاذنوا ثَلَاثَ استیذانات۔

**قَوْلُهُ:** ثَلَاثَ عَوْرَاتٍ لَكُمْ ثَلَاثَ مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے مبتداء محذوف کے بعد اوقات مضاف محذوف ہے مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ یعنی عورات کو اس کے قائم مقام کر دیا ہے، اس صورت میں وقف العشاء پر ہوگا، ای هِيَ ثَلَاثَةُ اَوَاقَاتٍ کَاثِنَةٍ لَكُمْ اوقات مذکورہ کو عورات کہا گیا ہے حالانکہ اوقات ثلثہ عورات نہیں ہیں لیکن چونکہ مذکورہ تینوں اوقات عدم تستر (خلل) عورات کے ہیں، مظروف بول کر ظرف مراد لیا گیا ہے (تسمیۃ الشیء باسم ما یقع فیہ) اور ثلث عورات کے منصوب ہونے کی صورت میں ثلث عورات اپنے ماقبل یعنی من قبل صلوٰۃ الفجر کے محل سے بدل ہے اور مضاف الیہ مضاف کے قائم مقام ہے چونکہ مذکورہ تینوں اوقات میں (زائد) کپڑے اتار دینے کی وجہ سے پوشیدہ حصہ ظاہر ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے ان اوقات کو عورات کہا گیا ہے۔

**قَوْلُهُ:** هِيَ مَبْتَدَاءٌ ہے تبدو فیہا العورات خبر ہے لالقاء الثیاب الخ تبدو کی علت مقدمہ ہے اور اوقات کا عورات نام رکھنے کی علت کی طرف اشارہ بھی ہے۔

**قَوْلُهُ:** بَعْضُكُمْ عَلٰی بعض یہ جملہ سابق جملہ طوافون علیکم کی تاکید ہے۔

**قَوْلُهُ:** مَتَبَرَّجَتْ کی تفسیر مظہرات کر کے اشارہ کر دیا کہ بزینۃ میں با تعدیہ کے لئے ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ بزینۃ میں با بمعنی لام ہے ای مظہرات لزینۃ۔

**قَوْلُهُ:** جَلْبَابٌ بڑی چادر برقعہ وغیرہ جس میں پورا بدن چھپ جائے (جمع) جلابیب آتی ہے۔

**قَوْلُهُ:** فَوْقَ الْخَمَارِ کا تعلق قناع سے ہے دوپٹہ وغیرہ کو کہتے ہیں۔

**قَوْلُهُ:** فِی مَوَاکِلَہِ مَقَابِلِہِم مَوَاکِلَہِ مصدر ہے اپنے مفعول کی جانب مضاف ہے ای فِی اَکْلِہِم مَع مَقَابِلِہِم (ای السالمین من هذه النقائص الثلاثة)۔

قَوْلُهُ: وَلَا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ يَهْ جملہ متانفہ ہے۔

قَوْلُهُ: صَدِيقُكُمْ صَدِيق کا اطلاق واحد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے۔

قَوْلُهُ: مِنْ بَيوت مَنْ ذُكِرَ مَاقِل میں گیارہ بیوت کا ذکر کیا گیا ہے یہ تعداد عادت اور عرف کے اعتبار سے ہے۔

قَوْلُهُ: اِی اِذَا عَلِمَ رِضَاءُ هَمْ بِه یہ رضامندی صراحۃً ہو یا کسی ایسے قرینہ کی وجہ سے ہو جو رضامندی پر دلالت کرتا ہو، اور مذکورہ اجازت عام کھانے پینے کی چیزوں میں ہے جیسے روٹی سالن وغیرہ یہ اجازت ایسی چیزوں میں نہیں ہے جو مخصوص طریقہ پر اہتمام کے ساتھ بنائی جاتی ہیں نیز اجازت کھانے کی حد تک ہے ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ہے، اسی طرح غیر ماکول اشیاء میں بھی تصرف کی اجازت نہیں ہے جب تک کہ صریح اجازت نہ ہو۔

قَوْلُهُ: تَحِيَّةٌ یہ فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے اِی فَحَيُّوْا تَحِيَّةً فَسَلِّمُوْا کا معمول بھی ہو سکتا ہے اس لئے سَلِّمُوْا اور تَحِيَّةٌ کے معنی قریب قریب ہیں، اس صورت میں قَعْدَتْ جُلُوسًا کے قبیل سے ہوگا۔

قَوْلُهُ: مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اس کا تعلق تَحِيَّةٌ کی صفت مِزْوَف سے بھی ہو سکتا ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی، تَحِيَّةٌ صَادِرَةٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور خود تَحِيَّةِ کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔

قَوْلُهُ: يُثَابُ عَلَيْهَا یہ مبارکۃ کی تفسیر ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (الآیہ)

اقارب و محارم کے لئے خاص اوقات میں استیذان کا حکم:

آداب معاشرت اور ملاقات کے آداب اسی سورت کی آیت ۲۹/۲۸/۲۷ میں بیان ہوئے ہیں کہ کسی کی ملاقات کے لئے جاؤ تو بغیر اجازت ان کے گھروں میں داخل نہ ہو، گھر زنا نہ ہو یا مردانہ آنے والا مرد ہو یا عورت، سب کے لئے اجازت لینا ضروری قرار دیا گیا ہے، مگر یہ احکام استیذان اجانب کے لئے تھے جو باہر سے ملاقات کے لئے آئے ہوں۔

شان نزول:

مذکورہ آیت کے شان نزول میں متعدد واقعات ذکر کئے گئے ہیں:

① ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک انصاری لڑکے کو جس کا نام مدح بن عمر تھا دو پہر کے وقت عمر بن خطاب کے پاس بھیجا تا کہ عمر کو بلا لائے، لڑکا گھر میں اچانک داخل ہو گیا اور حضرت عمر کو ایسی حالت میں دیکھ لیا جس کو دیکھنا عمر رضی اللہ عنہما پسند نہیں کرتے تھے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔

۲) کہا گیا ہے کہ اسماء بنت مرثد کے بارے میں نازل ہوئی اس کا ایک بالغ غلام تھا وہ ایک روز اسماء کے پاس اچانک چلا گیا جس کو اسماء نے ناپسند کیا اسماء نے اس واقعہ کا ذکر آپ ﷺ سے کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ان آیات میں ایک دوسرے استیذان کے احکام کا بیان ہے جن کا تعلق ان اقارب و محارم سے ہے جو عموماً ایک گھر میں رہتے ہیں اور ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں، اور ان سے عورتوں کا پردہ بھی نہیں ہے ایسے لوگوں کے لئے بھی اگرچہ گھر میں داخل ہونے کے وقت اس کا حکم ہے کہ اطلاع کر کے یا کم از کم قدموں کی آہٹ کر کے یا کھانس کھنکار کر گھر میں داخل ہوں اور یہ استیذان مستحب ہے، یہ حکم تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے کا تھا لیکن گھر میں داخل ہونے کے بعد ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں ان کے لئے تین خاص اوقات میں جو عام طور پر شخص کے لئے خلوت اور آزادی کے اوقات ہیں ایک اور استیذان کا حکم ہے جو ان آیات میں دیا گیا ہے وہ تین اوقات صبح کی نماز سے پہلے دوپہر کو آرام کرنے کے وقت، اور عشاء کی نماز کے بعد کے اوقات ہیں، ان اوقات میں محارم و اقارب کو حتیٰ کہ سمجھدار نابالغ بچوں اور مملوکہ باندیوں کو بھی اس کا پابند بنایا گیا ہے کہ ان تین اوقات میں کسی کی خلوت گاہ میں اجازت کے بغیر نہ جائیں، ان احکام کے بعد فرمایا:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ لِيَعْنِي ان اوقات کے علاوہ کوئی مضائقہ نہیں کہ ایک دوسرے کے پاس بلا اجازت چلے جایا کریں، یہ حکم بچوں کو نہیں بلکہ دراصل بڑوں کو ہے کہ بچوں کو تربیت کے طور پر سمجھا دیا کریں کہ ان تین اوقات میں کسی کی خلوت گاہ میں بغیر اجازت کے نہ جانا چاہئے۔

آیت میں الذین ملکت ایمانکم اگرچہ عام ہے جس کے معنی مملوک کے ہیں جس میں باندی اور غلام دونوں شامل ہیں ان میں مملوک غلام جو بالغ ہو وہ تو شرعاً اجنبی غیر محرم کے حکم میں ہے اس سے مالکین کو پردہ کرنا واجب ہے اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے، اس لئے یہاں اس لفظ سے باندیاں مراد ہیں یا پھر وہ غلام جو ابھی بالغ نہ ہوئے ہوں، جو ہر وقت گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ خاص استیذان اقارب کے لئے واجب ہے یا مستحب اور اب یہ حکم باقی ہے یا منسوخ ہو گیا، جمہور فقہاء کے نزدیک یہ حکم غیر منسوخ ہے اور وجوب کے لئے ہے، اگر کسی طریقہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ مذکورہ تین اوقات میں صاحب خانہ اپنی خلوت گاہ میں اپنے اعضاء مستورہ کو کھولے ہوئے نہیں ہے یا اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں نہیں ہے تو اس صورت میں استیذان واجب نہیں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ استیذان کی آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ لوگ اس پر عمل کرنے میں سستی کرنے لگے ہیں۔

والقواعد من النساء یہ استثناء عورت کی شخصی حالت کے اعتبار سے ہے کہ جو عورت اتنی بوڑھی ہو جائے کہ اس کی طرف کسی کو رغبت نہ ہو تو اس کے لئے پردہ کے احکام میں سہولت دیدی گئی ہے کہ اجانب بھی اس کے حق میں مثل محارم کے ہو جاتے



ہیں جن اعضاء کا چھپانا محرموں سے ضروری نہیں ہے بوڑھی عورتوں کے لئے غیر مردوں سے بھی چھپانا ضروری نہیں ہے مگر ایسی بوڑھی عورتوں کے لئے بھی ایک قید تو یہ ہے کہ جو اعضاء محرم کے سامنے کھولے جائیں غیر محرم کے سامنے بھی کھول سکتی ہے بشرطیکہ بن سنور کر زینت اختیار نہ کرے۔

اور آخر میں دوسری بات یہ فرمائی وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ یعنی اگر بوڑھی عورتیں غیر محرموں کے سامنے آنے سے بالکل ہی بچیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْعَمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ مفسرین نے آیت مذکورہ کے شان نزول کے سلسلہ میں چند واقعات تحریر کئے ہیں کسی نے کسی واقعہ کو آیت کا شان نزول قرار دیا ہے اور کسی نے کسی کو، اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ یہ سب ہی واقعات نزول آیت کا سبب بنے ہوں۔

آیت کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو کام تکلیف کے ہیں وہ ماقبل میں مذکور معذوریں کے لئے معاف ہیں مثلاً جہاد، حج، جمعہ اور جماعت میں حاضری (کذا فی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ ان معذور محتاج لوگوں کو تندرستوں کے ساتھ کھانے میں کچھ حرج نہیں، جاہلیت میں اس قسم کے محتاج معذور آدمی مالداروں اور تندرستوں کے ساتھ کھانے سے جھجک محسوس کرتے تھے انہیں خیال گذرتا تھا کہ شاید لوگوں کو ہمارے ساتھ کھانے سے نفرت ہو اور ہماری بعض حرکات اور اوضاع سے ایذا پہنچتی ہو اور واقعی بعض کو نفرت و وحشت ہوتی بھی تھی، نیز بعض مومنین کو غایت اتقاء کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسے معذوروں اور مریضوں کے ساتھ کھانے میں شاید اصول عدل و مساوات قائم نہ رہ سکے، اندھے کو سب کھانے نظر نہیں آتے، لنگڑا ممکن ہے دیر میں پہنچے اور مناسب نشست سے نہ بیٹھ سکے، مریض کا تو پوچھنا ہی کیا ہے، اس بناء پر ساتھ کھلانے میں احتیاط کرتے تھے تاکہ ان کی حق تلفی نہ ہو۔

کبھی یہ صورت حال بھی پیش آتی تھی کہ یہ معذورین اور محتاجین کسی کے پاس اپنی ضرورت لیکر جاتے وہ شخص استطاعت نہ رکھتا تھا ازراہ بے تکلفی وہ اس معذور کو اپنے عزیز و اقارب کے گھر لیجاتے اس پر ان حاجت مندوں کو خیال ہوتا تھا کہ ہم تو آئے تھے اس کے پاس اور یہ دوسرے کے یہاں لے گیا کیا معلوم وہ ہمارے کھلانے سے ناخوش تو نہیں، ان تمام خیالات کی اصلاح کے لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ خواہی نخواہی اس طرح کے اوہام میں مت پڑو اللہ نے ان سب معاملات میں وسعت رکھی ہے پھر تم خود اپنے اوپر تنگی کیوں کرتے ہو؟ (فوائد عثمانی)

اس زمانہ میں عرب میں چونکہ عرف و عادت تھی کہ آپس میں بلا تکلف اپنے عزیز و اقارب اور دوست و احباب کے گھر جا کر کھاپی لیتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی ساتھ لیجاتے تھے اس لئے کوئی ناخوشی یا ناگواری کا اظہار نہیں کرتا تھا چنانچہ آج بھی اگر کہیں اس قسم کا عرف و عادت ہو تو اجازت ہوگی اور اگر عرف و عادت نہ ہو تو صریح اجازت کی ضرورت ہوگی، جیسا کہ ہمارے یہاں اس قسم کا عرف نہیں ہے لہذا اجازت کی ضرورت ہوگی۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ خُطِبَ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَذْهَبُوا لَعَرُوضٍ عُذْرُهُمْ حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ أَمَرْتَهُمْ فَأَذَنَ لِمَن شِئْتَ مِنْهُمْ بِالنَّصِرَاتِ وَاسْتَغْفِرُ لَهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠١﴾ تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا بَأَن تَقُولُوا يَا مُحَمَّدُ بَلْ قُولُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي لَيْلٍ وَتَوَاضِعٍ وَخَفِضِ صَوْتٍ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَسْأَلُونَ مِنْكُمْ لَوْ أَذَىٰ إِيَّاهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْمَسْجِدِ فِي الْخُطْبَةِ مِنْ غَيْرِ اسْتِئْذَانٍ خَفِيَّةٍ مُسْتَتْرِيَةٍ بِشَيْءٍ وَقَدْ لِلتَّحْقِيقِ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ إِيَّاهُ اللَّهُ أَوْ رُسُلَهُ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٢﴾ فِي الْآخِرَةِ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَلَكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ أَيُّهَا الْمُكَلَّفُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِيمَانِ وَالنِّفَاقِ وَ يَعْلَمُ يَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فِيهِ الْتِفَاتٌ عَنْ الْخُطَابِ إِي مَتَىٰ يَكُونُ فَيَنْبِتُهُمْ فِيهِ بِمَا عَمِلُوا مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَغَيْرِهَا عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾

۹

**ترجمہ:** بس مومن تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، اور جب وہ اس کے ساتھ یعنی رسول کے ساتھ کسی اہم معاملہ میں جمع ہوتے ہیں جیسا کہ جمعہ کا خطبہ تو عذر پیش آنے کی صورت میں بھی اس وقت تک نہیں جاتے جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں، جو لوگ آپ سے اجازت لے لیتے ہیں بس وہ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں تو جب یہ لوگ اپنے کسی کام کے لئے آپ سے اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جس کو چاہیں جانے کی اجازت دیدیں اور آپ ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعاء کیجئے بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے تم لوگ رسول کے بلائے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے اس طریقہ سے کہ کہو اے محمد! بلکہ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ نرمی اور تواضع اور پست آواز سے کہو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ میں ہو کر کھسک جاتے ہیں یعنی مسجد سے خطبہ کی حالت میں چپکے سے کسی چیز کی آڑ لے کر نکل جاتے ہیں، اور قد تحقیق کے لئے ہے سو جو لوگ اللہ کے اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا ان پر آخرت میں کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے، یاد رکھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ملکیت کے اعتبار سے تخلیق کے اعتبار سے مملوک ہونے کے اعتبار سے سب اللہ ہی کا ہے اللہ تعالیٰ اس حالت کو بھی جانتا ہے اے مکلفو (مخاطبو) جس حالت پر تم ہو یعنی ایمان و نفاق کی حالت اور اس دن کو بھی جانتا ہے جس میں سب اس کے پاس لائے جائیں گے اس میں خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہے، یعنی جانتا ہے کہ رجوع کا دن کب ہوگا (ای

یَعْلَمُ) متی یَکُونُ یوم الرجوع سو وہ ان کو اس دن سب جتلا دے گا جو کچھ انہوں نے خیر و شر کیا ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال وغیرہ سب سے واقف ہے۔

## تَحْقِيقُ شَرِکِیۃِ تَسْهیلِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلًا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ مُبْتَدَاءُ هِيَ الَّذِينَ اِسْمُ مَوْصُولِ اَمَّنُوا الْخِ مَعُطُوفٌ عَلَيْهِ وَاِذَا كَانُوا مَعَهُ الْخِ مَعُطُوفٌ مَعُطُوفٌ عَلَيْهِ سَلْ كَرِخْرِ مُبْتَدَاءُ كِ۔

قَوْلًا: عَلٰی اَمْرِ جَامِعٍ مِیْنِ اَسْنَادِ مَجَازِیْ هِیْ، اِسْ لَئِیْ كِهْ اَمْرٍ سَبَبِ جَمْعِ هِیْ اَوْرَجَمْعِ سَبَبِ هِیْ كُو یَا سَبَبِ كِی نِسْبَتِ سَبَبِ كِی جَانِبِ هِیْ۔

قَوْلًا: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ اِی لَا تُنَادُوهُ بِاِسْمِهِ فَتَقُولُوا اِیَا مُحَمَّدًا ﷺ وَلَا بِكُنْيَتِهِ فَقُولُوا اِیَا اَبَا الْقَاسِمِ، بَلْ نَادُوهُ بِالْتَعْظِيمِ بَانَ تَقُولُوا اِیَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِیَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَخْخَضَرْتَ ﷺ كَا نَامٍ مَبَارَكٍ جِسْ طَرَحِ اَپْ كِی حِیَاتِ مَبَارَكِہ مِیْنِ تَعْظِیْمِ سِیْ لَیْنَا ضَرْوَرِیْ تَهَا بَعْدُ وِفَاتِ بَہِیْ ضَرْوَرِیْ هِیْ اَپْ كِی شَانَ مَبَارَكِہ مِیْنِ تَخْفِیْفِ كِرْنِیْ وَالا كَا فَرْوَلْعُونِ هِیْ۔

قَوْلًا: لِوَاِذَا (مُفَاعَلِہ) كَا مَصْدَرِہِ اِیْكَ دُوسَرِیْ كِی اَزْ لَیْنَا، لِوَاِذَا اِیَا تُو یَتَسَلَّلُوْنَ كِی ہِمْ مَعْنٰی ہُونِیْ كِی وَجِہِ سِیْ مَصْدَرِہِ اِیْ یَتَسَلَّلُوْنَ لِوَاِذَا اِیَا فَعْلُ مَحْذُوفِ كَا مَصْدَرِہِ اِیْ یُلَاوِذُوْنَ لِوَاِذَا اِیْزِ مَصْدَرِ مَوْضِعِ حَالِ مِیْنِ وَاَقِعِ ہُونِیْ كِی وَجِہِ سِیْ بَہِیْ مَنصُوبِ ہُو سَكْتَا ہِیْ اِیْ یَتَسَلَّلُوْنَ مُتَلَاوِذِیْنِ۔

قَوْلًا: اَنْ تَصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ بِتَاوِیْلِ مَصْدَرِہِ كِرْ فَلِیَحْذَرُ كَا مَفْعُولِ ہِیْ، اِیْ اِصَابَةٌ فِتْنَةً۔

قَوْلًا: وِیَوْمَ یَرْجَعُوْنَ كَا یَعْلَمُ كِی مَعْمُولِ اِیْنِیْ مَا اَنْتُمْ پَر عَطْفِ ہِیْ جِیْسا كِهْ مَفْسِرِ عَلَامِہِ نِیْ یَعْلَمُ مَقْدَرِ مَا نِیْ كِرْ اِشَارِہِ كِرْ دِیَا ہِیْ۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

اوپر کی آیات میں آنے کے وقت اجازت طلب کرنے کا ذکر تھا، یہاں جانے کے وقت اجازت لینے کی ضرورت کا ذکر ہے، یعنی کامل الایمان وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر حاضر ہوتے ہیں اور جب کسی اجتماعی کام میں شریک ہوں مثلاً جمعہ وعیدین، جہاد، اور مجلس مشاورت وغیرہ میں تو بغیر اجازت کے اٹھ کر نہیں جاتے، یہی لوگ ہیں جو کامل الایمان اور صحیح معنی میں اللہ اور رسول کے ماننے والے ہیں۔

## شان نزول:

یہ آیت غزوہ احزاب کے موقع پر نازل ہوئی ہے جب کہ مشرکین عرب اور دوسری جماعتوں کے متحدہ محاذ نے یکبارگی مدینہ پر حملہ کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے بمشورہ صحابہ دشمنوں کے حملہ سے بچاؤ کے لئے خندق کھودی تھی اس لئے اس غزوہ کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں یہ غزوہ شوال ۵ھ میں ہوا تھا۔ (قرطبی)

بیہقی اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بذات خود اور تمام صحابہ خندق کھودنے میں مصروف تھے مگر منافقین اول تو آنے میں سستی کرتے اور آکر بھی دکھانے کے لئے تھوڑا بہت کام کر لیتے اور موقع پا کر چپکے سے کھسک جاتے تھے، صحابہ کرام کی یہ عادت تھی کہ اگر کسی کو آپ کی مجلس سے کسی ضرورت کی وجہ سے کبھی جانے کی ضرورت پیش آتی تو اجازت لیکر جاتا اور طریقہ اجازت کا یہ ہوتا کہ آپ کے سامنے اس طرح کھڑا ہوتا کہ آپ کی نظر اس پر پڑ جائے اور انگشت شہادت سے اشارہ کر کے اجازت طلب کرتا آپ اگر چاہتے تو اجازت دیدیتے، منافقین موقع سے فائدہ اٹھاتے اور اس مومن کی آڑ لیکر چپکے سے کھسک جاتے، اس قصہ کو ابوداؤد نے مراسیل میں مقاتل سے نقل کیا ہے۔ (حاشیہ جلالین)

اس کے برخلاف مومنین سب کے سب محنت کے ساتھ لگے رہتے اور اگر کوئی مجبوری یا ضرورت پیش آجاتی تو آنحضرت سے اجازت لے کر جاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

بغیر اجازت چلے جانے کی حرمت عام مجلس کا حکم نہیں ہے، بلکہ اس مجلس کا حکم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی اہم ضرورت کے پیش نظر لوگوں کو جمع کیا ہو جیسا کہ واقعہ خندق میں ہوا تھا، امیر جامع سے اسی کی طرف اشارہ ہے، امیر جامع کے سلسلہ میں اقوال مختلف ہیں مگر واضح اور صاف بات یہ ہے کہ امیر جامع سے مراد ہر وہ کام ہے جس کے لئے آپ ﷺ لوگوں کو جمع کرنا ضروری خیال فرمائیں اور کسی اہم اور ضروری کام کے لئے جمع فرمائیں، جیسے غزوہ احزاب میں خندق کھودنے کا کام تھا۔ (مظہری)

اس آیت میں دوسرا حکم آیت کے آخری حصہ میں یہ دیا گیا ہے لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ اس کی ایک تفسیر تو وہ ہے جو ترجمہ کے ضمن میں کی گئی ہے کہ دعاء رسول سے مراد رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو بلانا ہے، جو نحوی قاعدہ سے اضافت الی الفاعل ہے، اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ لوگوں کو جب بلائیں تو اس کو عام لوگوں کے بلانے کی طرح نہ سمجھیں کہ اس میں آنے نہ آنے کا اختیار رہتا ہے، بلکہ اس وقت آنا فرض ہو جاتا ہے اور بغیر اجازت جانا حرام ہو جاتا ہے، آیت کے سیاق و سباق سے یہ تفسیر زیادہ مناسبت رکھتی ہے، اسی لئے مظہری اور بیان القرآن نے اس کو اختیار

کیا ہے، اس کی ایک دوسری تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن کثیر اور قرطبی وغیرہ نے یہ نقل کی ہے کہ دُعَاءُ الرَّسُولِ سے مراد لوگوں کا رسول اللہ ﷺ کو کسی ضرورت کے لئے پکارنا اور بلانا ہے۔ (نحوی ترکیب کے اعتبار سے یہ اضافت الی المفعول ہوگی)۔

اس تفسیر کی بناء پر آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ جب تم رسول اللہ ﷺ کو کسی ضرورت سے بلاؤ تو عام لوگوں کی طرح آپ کا نام لیکر ”یا محمد“ نہ کہو یہ بے ادبی ہے بلکہ تعظیمی القاب کے ساتھ یا رسول اللہ یا نبی اللہ وغیرہ کہا کرو، اس کا حاصل رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کا مسلمانوں پر واجب ہونا اور ہر ایسی چیز سے بچنا ہے جو ادب کے خلاف ہو، یہ حکم ایسا ہی ہے جیسا کہ سورہ حجرات میں اسی طرح کے کئی حکم دیئے گئے ہیں مثلاً وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ یعنی جب آنحضرت ﷺ سے بات کرو تو ادب کی رعایت رکھو ضرورت سے زیادہ اونچی آواز سے باتیں نہ کرو جیسے لوگ آپس میں کیا کرتے ہیں اور مثلاً یہ کہ جب آپ گھر میں تشریف فرما ہوں تو باہر سے آواز دے کر نہ بلاؤ بلکہ آپ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرو اِنَّ الَّذِي يَنَادُوْكَ مِنَ الْحَجَرَاتِ میں اسی کا بیان ہے۔



سُورَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعٌ وَسَبْعُونَ آيَةً وَسِتُّ مِائَتَانِ

سُورَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ إِلَّا وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ  
إِلَىٰ رَحِيمًا فَمَدَنِيٌّ وَهِيَ سَبْعٌ وَسَبْعُونَ آيَةً.

سورہ فرقان کی ہے سوائے الذین لا یدعون مع اللہ الہا آخرتا  
رحیمًا مدنی ہے کل ستر آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ تَبَارَكَ تَعَالَى الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ الْقُرْآنَ لِأَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ الْحَقِّ  
وَالْبَاطِلِ عَلَى عَبْدِهِ مُحَمَّدٍ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ أَى الْإِنْسِ وَالْجِنِّ دُونَ الْمَلَكَةِ نَذِيرًا مُخَوِّفًا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ  
الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ شَائِهِ أَنْ يُخْلَقَ  
فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا ۝ سَوَاءٌ تَسْوِيَةٌ وَاتَّخَذُوا أَى الْكُفَّارِ مِنْ دُونِهِ أَى اللَّهِ أَى غَيْرِهِ إِلَهَةً هِىَ الْأَصْنَامُ  
لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ صَرًّا أَى دَفْعَهُ وَلَا نَفْعًا أَى جَرَّهُ وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً  
أَى إِمَاتَةً لِأَحَدٍ وَاحْيَاءَ لِأَحَدٍ وَلَا تُشَوَّرُ ۝ أَى بَعَثْنَا لِلْأَمْوَاتِ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا أَى مَا الْقُرْآنَ  
إِلَّا أَفْكٌ كَذَبَ لِإِفْتِرَائِهِ مُحَمَّدٌ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ ۝ وَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ قَالَ تَعَالَى فَقَدْ جَاءَ وَظَلَمًا  
وَزُورًا ۝ كُفَرُوا وَكَذَبُوا أَى بِهِمَا وَقَالُوا أَيْضًا هُوَ آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ أَكَاذِبُهُمْ جَمْعُ أُسْطُورَةٍ بِالضَّمِّ أَكْتَبَهَا  
إِنْ تَسَخَّرَهَا مِنْ ذَلِكَ الْقَوْمِ بغيره فَهِيَ تُمْلَى تَقْرَأُ عَلَيْهِ لِيَحْفَظَهَا بَكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ غُدُوَّةً وَعَشِيًّا قَالَ تَعَالَى رَدًّا  
عَلَيْهِمْ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ الْغَيْبِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا لِّلْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝ بِهِمْ  
وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا هَذَا أَنْزَلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا ۝ يُصَدِّقُهُ  
أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ كَظْرٌ مِنَ السَّمَاءِ يُنْفِقُهُ وَلَا يَخْتَاجُ إِلَى الشَّمْسِ فِي الْأَسْوَاقِ لِطَلَبِ الْمَعَاشِ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ  
بُسْتَانٌ يَأْكُلُ مِنْهَا أَى مِنْ ثَمَارِهَا فَيَكْتَفَى بِهَا وَفِي قِرَاءَةِ نَاسِكٍ بِالنُّونِ أَى نَحْنُ فَيَكُونُ لَهُ مَرِيَّةٌ عَلَيْنَا بِهَا

معاني عبد الفتاح

وَقَالَ الظَّالِمُونَ اِی الْكَافِرُونَ لِلْمُؤْمِنِينَ اِنْ مَا تَتَّبِعُونَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۝ مَسْخُودًا مَّغْلُوبًا عَلٰی عَقْلِهِ قَالَ تَعَالٰی اَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ بِالْمَسْحُورِ ۝ وَالْمُحْتَاجُ اِلٰی مَا يُنْفِقُهُ وَاِلٰی مَلِكٍ يَقُوْمُ مَعَهُ بِالْاَمْرِ فَضَلُّوْا بِذٰلِكَ عَنِ الْهُدٰی فَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ طَرِيقًا اِلَيْهِ .

۱۶

**ترجمہ:** شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بحد مہربان اور نہایت رحم والا ہے، برکت والی برتر ہے وہ ذات جس نے فرقان یعنی قرآن اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل کیا قرآن کو فرقان اس لئے کہا گیا ہے کہ اس نے حق و باطل کے درمیان فرق کر دیا، تاکہ عالم والوں یعنی انسانوں اور جنوں کے لئے نہ کہ فرشتوں کے لئے ڈرانے والا ہو یعنی اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہو ایسی ذات کہ اس کے لئے آسمانوں اور زمین کی حکومت حاصل ہے اور اس نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا اور نہ ملک میں اس کا کوئی شریک ہے اور اس نے ہر اس شی کو پیدا کیا جس کی شان مخلوق ہونا ہے پھر اس کو اچھی طرح درست کیا اور کفار نے اللہ کو چھوڑ کر اس کے غیر کو معبود بنالیا وہ بت ہیں وہ کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں اور وہ خود اپنے لئے نہ کسی نقصان یعنی اس کو دفع کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع کا یعنی اس کو حاصل کرنے کا اور نہ کسی کے مرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ جینے کا یعنی نہ کسی کو مارنے کا اور نہ کسی کو زندہ کرنے کا اور دوبارہ زندہ کرنے کا یعنی نہ مردوں کو زندہ کرنے کا اور کافر لوگ قرآن کے بارے میں یوں کہتے ہیں یہ قرآن کچھ بھی نہیں نرا جھوٹ ہے جس کو اس شخص محمد ﷺ نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس گھڑنے میں اس کی مدد کی ہے اور وہ اہل کتاب میں سے بعض لوگ ہیں سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے کفر اور کذب کے، یعنی دونوں کا ارتکاب کیا اور یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن پہلے لوگوں کے خرافاتی قصے ہیں یعنی جھوٹ کا پلندہ ہے (اَسَاطِیِرُ اُسْطُوْرَةُ بِالضَّمِّ کی جمع ہے ان خرافاتی قصوں کو اس قوم (یہود) سے کسی دوسرے کے ذریعہ نقل کرا لیتے ہیں پھر وہی خرافاتی قصے اس کو صبح و شام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں تاکہ ان کو محفوظ کر لے، ان پر رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہہ دیجئے اس (قرآن) کو تو اس ذات پاک نے نازل کیا ہے جس کو آسمانوں اور زمین کی مغیبات کا علم ہے واقعی اللہ تعالیٰ مومنین کے لئے غفور ان کے لئے رحیم ہے اور یہ کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا؟ وہ اس کے ساتھ رہ کر (لوگوں) کو ڈراتا اس کی نبوت کی تصدیق کرتا یا آسمان سے اس کے پاس کوئی خزانہ آپڑتا جس سے اس کو فائدہ ہوتا اور طلب معاش کے لئے بازاروں میں (مارا مارا) نہ پھرتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا کہ اس سے یعنی اس کے پھلوں کو کھاتا اور اس پر اکتفا کرتا، اور ایک قراءت میں (يَا مُكَلُّ) کے بجائے نَا مُكَلُّ نون کے ساتھ ہے یعنی ہم کھاتے، جس کی وجہ سے ہم پر اس کو ایک قسم کی فوقیت حاصل ہوتی اور یہ ظالم کافر مومنین سے یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ ایک سحر زدہ فریب خوردہ مغلوب عقل شخص کے پیچھے چل رہے ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھو تو سہی یہ لوگ آپ کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں سحر زدہ ہونے کی، خرچہ کا محتاج ہونے کی اور فرشتہ کا محتاج ہونے کی تاکہ اس

کے ساتھ مذمہ داری میں شریک ہو، اسی (ضرب الامثال کی وجہ سے) راہ ہدایت سے گمراہ ہو گئے کسی طرح راہ حق پر نہیں آ سکتے۔

## تحقیق و تشریح تَسْبِيْحِ تَفْسِيْرِي فَوَائِدِ

سورہ فرقان کی ہے مگر تین آیتیں (یہ سورہ) ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی تمام سورتوں کے نام اور ان کی ترتیب اور آیات کی ترتیب تو قیفی ہے البتہ آیات کی تعداد تو قیفی نہیں ہے، یہ سورہ توحید اور احوال معاد کے مضامین پر مشتمل ہے۔ (حمل)

قَوْلُهُ: اِلٰی رَحِيْمًا يَكُلُّ تِنِّنَ آيَاتِيْنَ هُنَّ۔

قَوْلُهُ: تَعَالٰی يَهْتَبِرُكَ كِي تَفْسِيْرُهُ لِعَنِ اللّٰهِ اِنِّ ذَاتِ وَصْفَاتٍ اَوْ اِنْفَاعٍ فِيْ مِثْلِ اِسْمِ مَاسُوْسٍ اَوْ اِسْمِ مَاسُوْسٍ اَوْ اِسْمِ مَاسُوْسٍ (تفاعل) کی ماضی ہے اس کا مضارع اسم فاعل اور مصدر مستعمل نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کے لئے مستعمل ہے، برکت کے معنی نمو اور زیادتی کے ہیں خواہ حساً ہو یا معنی۔ (حمل)

قَوْلُهُ: لِأَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ يَهْتَبِرُكَ كِي تَفْسِيْرُهُ لِعَنِ اللّٰهِ اِنِّ ذَاتِ وَصْفَاتٍ اَوْ اِنْفَاعٍ فِيْ مِثْلِ اِسْمِ مَاسُوْسٍ اَوْ اِسْمِ مَاسُوْسٍ اَوْ اِسْمِ مَاسُوْسٍ (تفاعل) کی فرق کر دیا ہے اس لئے اس کا نام فرقان رکھا گیا ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ فرقان اس لئے کہا جاتا ہے کہ قرآن متفرق طور پر تیس سال کی مدت میں نازل ہوا ہے اسی وجہ سے قرآن کے بارے میں نَزَلَ کہا گیا ہے جو کہ تشریف فریق پر دلالت کرتا ہے۔ (حمل)

قَوْلُهُ: لِيَكُوْنَ يَهْتَبِرُكَ كِي تَفْسِيْرُهُ لِعَنِ اللّٰهِ اِنِّ ذَاتِ وَصْفَاتٍ اَوْ اِنْفَاعٍ فِيْ مِثْلِ اِسْمِ مَاسُوْسٍ اَوْ اِسْمِ مَاسُوْسٍ اَوْ اِسْمِ مَاسُوْسٍ (تفاعل) کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور منزل یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے۔

قَوْلُهُ: لِلْعَلَمِيْنَ، نَذِيْرًا كِي تَفْسِيْرُهُ لِعَنِ اللّٰهِ اِنِّ ذَاتِ وَصْفَاتٍ اَوْ اِنْفَاعٍ فِيْ مِثْلِ اِسْمِ مَاسُوْسٍ اَوْ اِسْمِ مَاسُوْسٍ اَوْ اِسْمِ مَاسُوْسٍ (تفاعل) کے متعلق ہے فواصل کی رعایت کی وجہ سے مقدم کر دیا گیا ہے۔

قَوْلُهُ: مِّنْ شَانِهِ اَنْ يُخْلَقَ اس عبارت کے اضافہ کا مقصد ذات باری تعالیٰ کو مخلوق ہونے سے خارج کرنا ہے اس لئے کہ ذات باری تعالیٰ شئی ہے اس لئے کہ اگر شئی نہ مانا جائے تو لا شئی ماننا ہوگا ورنہ تو ارتقاء نقیضین لازم آئے گا لہذا شئی ماننا ضروری ہے جب ذات باری تعالیٰ کا شئی ہونا ثابت ہو گیا تو خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ میں داخل ہو گیا اور جب خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ میں داخل ہو گیا تو ذات باری کا مخلوق ہونا ثابت ہو گیا اور یہ محال ہے، اسی اعتراض کو دفع کرنے کے لئے مفسر علام نے مِّنْ شَانِهِ اَنْ يُخْلَقَ کا اضافہ فرمایا ہے۔

جَوَابُ: جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ تخلیق کہتے ہیں عدم سے وجود میں لانے کو اور عدم سے وجود میں وہ شئی آ سکتی ہے جو معدوم ہو اور اللہ تعالیٰ کی شان معدوم ہونا نہیں ہے، اس لئے کہ ذات باری پر کبھی بھی عدم طاری نہیں ہوا، لہذا ذات باری مخلوق ہونے سے خارج ہو گئی۔

قَوْلُهُ: سَوَاهُ تَسْوِيَةً اس عبارت کے اضافہ کا مقصد بھی ایک اعتراض کا دفعیہ ہے، اعتراض یہ ہے کہ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ



فَقْدَرَهُ تَقْدِیْرًا میں قلب ہے اس لئے کہ اصل میں وَقْدَرَهُ تَقْدِیْرًا فَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ ہونا چاہئے، اس لئے کہ تقدیر ازلی ہے اور تخلیق حادث ہے، اس لئے کہ تقدیر کے معنی مقدر کرنا اندازہ کرنا، پلاننگ کرنا اور خلق کے معنی بنانا، ظاہر ہے کہ تقدیر اور پلاننگ پہلے ہوتی ہے اور اس کے مطابق بعد میں تخلیق ہوتی ہے جیسے کہ مکان کا نقشہ پہلے بنتا ہے مکان بعد میں بنتا ہے، نہ یہ کہ مکان پہلے بنتا ہے اور نقشہ بعد میں، تو معلوم ہوا آیت میں رعایت فواصل کے لئے قلب ہوا ہے۔

**جَوَابُ:** جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت میں قلب نہیں ہے بلکہ قَدَرَهُ تَقْدِیْرًا سَوَاءُ تَسْوِیۃً کے معنی میں ہے اور تَسْوِیۃ کہتے ہیں کسی شئی کے بنانے کے بعد درست کرنا کمی اور کچی کو دور کرنا، مضبوط کرنا، یعنی نوک پلک درست کرنا، اور یہ تخلیق کے بعد ہوتا ہے، لہذا اب کوئی اعتراض نہیں۔

**قَوْلُهُ:** بِهَمَّا اس سے اشارہ ہے کہ ظلمًا و زورًا بزرع الخافض منصوب ہے، تقدیر عبارت اس طرح تھی جَاءَ و بظلم و زور حرف جار کو حذف کر دیا جس کی وجہ سے منصوب ہو گیا، شارح رَحِمَہُ اللہ تَعَالٰی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور بعض حضرات کے نزدیک جَاءَ و آتٰی متعدی بنفسہ بھی ہیں، اس صورت میں ظلمًا و زورًا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوں گے۔

**قَوْلُهُ:** هُوَ اساطیرُ الاولین اساطیر الاولین، ہو مبتداء محذوف کی خبر ہے جیسا کہ شارح نے اختیار کیا ہے اور اِخْتَنَبَهَا محل میں حال کے ہے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ اساطیرُ الاولین مبتداء ہو اور اِخْتَنَبَهَا اس کی خبر۔

**قَوْلُهُ:** مَالِ هَذَا الرَّسُولِ، لہذا کے لام کو الگ لکھا گیا ہے جو کہ عام عربی رسم الخط کے خلاف ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کا رسم الخط مصحف عثمانی کے مطابق ہے لہذا اس میں تغیر نہیں کیا جاسکتا۔

**قَوْلُهُ:** فَيَكُونُ یہ چونکہ لولا بمعنی ہلا (جس کا حکم استفہام کا ہے) کا جواب ہے اس لئے منصوب ہے۔

**قَوْلُهُ:** وَقَالَ الظَّالِمُونَ اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو ان کی صفت ظلم کو اجاگر کرنے کے لئے لایا گیا ہے ورنہ تو وَقَالُوا کہنا بھی کافی ہوتا۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

”فرقان“ کے معنی ہیں فیصلہ کن، فرقان قرآن کریم ہی کا لقب ہے، قرآن کریم حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی آخری کتاب ہے، اور تمام جہان کی ہدایت و اصلاح کی کفیل ہے اور ان کو خیر کثیر اور غیر منقطع برکت عطا کرنے کا سامان بہم پہنچانے والی ہے۔

علیٰ عبدہ یہاں آپ کا نام لینے کے بجائے عبدہ فرمایا چونکہ آپ ﷺ اپنی صفت عبدیت میں کامل و اکمل تھے اس لئے گویا کہ عبد اللہ آپ کا لقب ہی ہو گیا، قرآن کریم سارے جہان کو کفر و عصیان کے انجام بد سے آگاہ کرنے والا ہے، چونکہ اس سورت میں مکذبین و معاندین کا ذکر بکثرت ہوا ہے شاید اسی لئے یہاں صفت نذیر کو بیان فرمایا، بشیر کا ذکر نہیں کیا۔

## آپ ﷺ کی بعثت:

قرآن کریم نے آپ ﷺ کی بعثت کو عالمین کے لئے فرمایا ہے، یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت انبیاء سابقین کے برخلاف سارے جہان کے لئے ہے انبیاء سابقین کی بعثت علاقائی یا قومی تھی مگر آپ ﷺ کی بعثت علاقائی یا قومی نہیں ہے بلکہ عالمگیر ہے، اور آپ تمام جنوں اور انسانوں کے لئے ہادی اور رہنما بنا کر بھیجے گئے ہیں، قرآن کریم میں سورہ اعراف میں فرمایا گیا قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا اور حدیث میں بھی فرمایا بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ (صحیح مسلم کتاب المساجد) مجھے احمد و اسود سب کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

## آپ ﷺ کی بعثت ملائکہ کی طرف:

اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ آپ کی بعثت جن وانس کے لئے ہے اختلاف اس بات میں ہے کہ آپ کی بعثت ملائکہ کی طرف ہے یا نہیں، اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ آپ کی بعثت ملائکہ کی طرف نہیں ہے علامہ جلال الدین محلی کی بھی یہی رائے ہے جیسا کہ تفسیر سے ظاہر ہے، حلبی اور بیہقی نے بھی یہی فرمایا ہے، امام رازی نے اسی آیت کی تفسیر میں اسی رائے پر اجماع نقل کیا ہے، البتہ امام سبکی نے کہا ہے کہ عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں جس میں جن وانس و ملائکہ سب داخل ہیں لہذا عالمین کا لفظ ملائکہ کو بھی شامل ہوگا، ملائکہ کو خارج کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا سَے یہود و نصاریٰ پر رد ہے اور وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ سَے مشرک اور بت پرستوں پر رد ہے فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا ہرشی کو ایک خاص اندازہ میں رکھا کہ اس سے وہی خواص افعال ظاہر ہوتے ہیں جن کے لئے پیدا کی گئی ہے، اپنے دائرہ سے باہر قدم نہیں نکال سکتی اور نہ اپنی حدود میں عمل و تصرف کرنے سے قاصر رہتی ہے وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً کس قدر ظلم اور تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ ایسے قادر مطلق مالک الکل، حکیم علی الاطلاق کی زبردست ہستی کو کافی نہ سمجھ کر دوسرے معبود اور حاکم تجویز کر لئے گئے، حالانکہ ان بیچاروں کا خود اپنا وجود بھی اپنے گھر کا نہیں وہ ایک ذرہ کے پیدا کرنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے، اور نہ مارنا جلانا ان کے قبضہ میں ہے اور نہ اپنے مستقل اختیار سے کسی کو ادنیٰ نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں، ایسی عاجز اور مجبور ہستیوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا کس قدر سفاہت اور بے حیائی ہے۔

رابط:

یہ تو قرآن نازل کرنے والے کی صفات کا ذکر تھا اور اس کے متعلق مشرکین جو بے تمیزیاں کر رہے تھے ان کی تردید تھی، آگے خود قرآن اور حامل قرآن کی نسبت سفیہانہ نکتہ چینوں کا جواب ہے، وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا إِفْكُ افْتَرَاهُ الْآيَةِ مطلب یہ ہے کہ محمد ﷺ کا یہ کہنا کہ یہ خدا کا نازل کردہ کلام ہے اور میں اس کا نبی ہوں سب کہنے کی باتیں ہیں، حقیقت یہ ہے

کہ محمد نے چند یہودیوں کی مدد سے ایک کلام تیار کر لیا ہے اور اس کو خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے اور کچھ لوگ اس کے ساتھ لگ گئے ہیں جنہوں نے اس کی تشہیر شروع کر دی ہے اس قول کا قائل نصر بن حارث تھا، مشرکین کے اس قول کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اور ظلم و جھوٹ کیا ہوگا کہ ایسے کلام معجز کو کہ جس کی عظمت و صداقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کذب و افتراء کہا جائے، کیا چند یہودی غلاموں کی مدد سے ایسا کلام بنایا جاسکتا ہے جس کے مقابلہ سے تمام دنیا کے فصیح و بلیغ، عالم و حکیم بلکہ جن و انس ہمیشہ کے لئے عاجز ہو جائیں۔

مشرکین کا یہ بھی کہنا تھا محمد ﷺ نے اہل کتاب سے کچھ خرافاتی قصے سن کر نوٹ کر لئے ہیں وہی باتیں ان کے سامنے شب و روز پڑھی اور ٹٹی جاتی ہیں، نئے نئے اسلوب سے ان ہی کی الٹ پھیر کرتے رہتے ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے قل انزلہ الذی یعلم السرّ الایۃ یعنی آپ فرمادیجئے کہ یہ کتاب کسی ایک انسان یا کمیٹی کی بنائی ہوئی نہیں ہے، بلکہ اس خدا کی اتاری ہوئی کتاب ہے جس کے احاطہ علمی سے زمین و آسمان کی کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی۔ (فوائد عثمانی)

سابقہ آیات میں مشرکین کا وہ کلام ذکر کیا گیا ہے جو وہ قرآن کے بارے میں کہا کرتے تھے اور اب وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ سے ان خرافات کا بیان ہے جو آپ ﷺ کی شان میں کہا کرتے تھے مشرکین کا یہ طعن آپ ﷺ کی بشریت پر ہے کیونکہ ان کے خیال میں بشریت عظمت رسالت کی متحمل نہیں تھی اس لئے انہوں نے کہا یہ کیسا رسول ہے یہ تو کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں گھومتا پھرتا ہے اور ہمارے ہی جیسا بشر ہے یعنی ہم پر بھی اس کو کوئی فضیلت و فوقیت حاصل نہیں ہے مطلب یہ کہ نہ ملک ہے اور نہ ملک، تو یہ رسول کیسے ہو سکتا ہے؟

لَوْ لَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ یعنی فرشتوں کی فوج نہ سہی کم از کم ایک فرشتہ ان کی نبوت کی شہادت دینے کے لئے ساتھ رہتا جسے دیکھ کر خواہ مخواہ لوگوں کو جھکنا پڑتا، یہ کیا کہ کس پر سی کی حالت میں اکیلے ہی دعوائے نبوت کرتے پھر رہے ہیں، یا اگر فرشتہ بھی ہمراہ نہ ہو تو کم از کم آسمان سے سونے چاندی کا کوئی غیبی خزانہ مل جاتا کہ لوگوں پر بے دریغ خرچ کر کے ہی اپنی طرف کھینچ لیا کرتے، اور خیر یہ بھی نہ سہی معمولی رئیسوں اور زمینداروں کی طرح انگوروں اور کھجوروں وغیرہ کا ایک باغ تو ان کی ملک میں ہوتا، دوسروں کو نہ دیتے مگر کم از کم خود تو بے فکری سے کھایا پیا کرتے جب اتنا بھی نہیں تو کس طرح یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رسالت کے عہدہ جلیلہ کے لئے معاذ اللہ ایسی معمولی شخصیت کو منتخب کیا ہے؟

قَالِ الظَّالِمُونَ مطلب یہ ہے کہ میاں کی یہ پوزیشن اور حیثیت؟ اور اتنے اونچے دعوے؟ بجز اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ عقل کھوئی گئی ہے، یا کسی نے جادو کے زور سے عقل مختل کر دی ہے جو ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)۔

(فوائد عثمانی)

اَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَالَ یعنی کبھی کہتے ہیں کہ یہ خدا پر افتراء ہے، کبھی کہتے ہیں کہ دوسروں سے پڑھ سیکھ کر لوگوں کو سناتے ہیں، اور کبھی آپ کو سحر زدہ کہتے ہیں اور کبھی ساحر اور کبھی کاہن تو کبھی شاعر تو کبھی مجنون، یہ اضطراب خود بتلا رہا ہے کہ ان میں سے کوئی بات آپ پر منطبق نہیں اور یہ محض الزام ہی الزام ہے، لہذا جو لوگ نبی کی شان میں گستاخیاں کر کے گمراہ

ہو گئے ہیں ان کے راہِ راست پر آنے کی کوئی توقع نہیں۔

تَبَرَّكَ تَكَاتَرَ خَيْرًا الَّذِي أَنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِنْ ذَلِكَ الَّذِي قَالُوا مِنَ الْكُنْزِ وَالْبُسْتَانِ جَدَّتْ  
تَجَرَّتْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ اِی فِی الدُّنْيَا لِأَنَّهُ شَاءَ أَنْ يُعْطِيَهُ إِيَّاهَا فِی الْآخِرَةِ وَيَجْعَلُ بِالْجَزْمِ لَكَ قُصُورًا ۝  
أَيْضًا وَفِی قِرَاءَةِ بِالرُّفْعِ اسْتِثْنَاءًا بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۝ الْقِيَامَةِ وَاعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ۝ نَارًا  
مُسْعِرَةً اِی مُسْتَدَّةً إِذَا رَأَتْهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغِيْظًا غَلِيَانًا كَالْغَضْبَانِ إِذَا غَلَا صَدْرُهُ مِنْ  
الْغَضَبِ وَزَفِيرًا ۝ صَوْتًا شَدِيدًا أَوْ سَمَاعُ التَّغِيْظِ رُؤْيَتُهُ وَعِلْمُهُ وَإِذَا الْقَوْمُ مِنْهَا مَكَانًا ضِيقًا بِالشَّدِيدِ  
وَالْتَخْفِيفِ بَأَنْ يُضِيقَ عَلَيْهِمْ وَمِنْهَا حَالٌ مِنْ مَكَانٍ لِأَنَّهُ فِی الْأَصْلِ صِفَةٌ لَهُ مُقَرَّرَيْنِ مُصَفِّدِينَ قَدْ قُرِنَتْ  
أَيْدِيهِمْ إِلَى أَغْنَاقِهِمْ فِی الْأَغْلَالِ وَالتَّشْدِيدُ لِلتَّكْثِيرِ دَعَا هُنَا لَكَ تَبَرُّرًا ۝ هَلَاكَ فَيَقَالُ لَهُمْ  
لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَلَا جَدًّا وَلَا دَعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ۝ لِعَذَابِكُمْ قُلْ أَذَلِكَ الْمَذْكُورُ مِنَ الْوَعِيدِ وَصِفَةُ النَّارِ  
خَيْرٌ أَمْ حِجَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وَعَدَهَا الْمُتَّقُونَ كَانَتْ لَهُمْ فِی عِلْمِهِ تَعَالَى جَزَاءٌ ثَوَابًا وَمَصِيرًا ۝ مَرْجِعًا  
لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خُلْدٍ ۝ حَالٌ لَا زِمَةَ كَانَ وَعْدُهُمْ مَا ذَكَرَ عَلَى رَبِّكَ وَعَدًا مَسْئُولًا ۝ فَيَسْأَلُهُ مَنْ وَعَدَ بِهِ رَبَّنَا  
وَأَتْنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَى رُسُلِكَ أَوْ يَسْأَلُهُ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ رَبَّنَا وَأَدْخَلَهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ  
وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ فِي النَّوْنِ وَالتَّحْتَانِيَةِ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ اِی غَيْرِهِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَعِيسَى وَغُرَيْرِ وَالْجِنِّ  
فَيَقُولُ تَعَالَى بِالتَّحْتَانِيَةِ وَالنُّونِ لِلْمَعْبُودِينَ إِثْبَاتًا لِلْحُجَّةِ عَلَى الْعَابِدِينَ ءَأَنْتُمْ بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ  
وَابْدَالِ الشَّانِيَةِ الْفَا وَتَسْهِيلِهَا وَإِدْخَالِ الْفَ بَيْنِ الْمُسْهَلَةِ وَالْأُخْرَى وَتَرْكِهٖ أَضَلَّتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاءِ  
أَوْ قَعْتُمُوهُمْ فِی الضَّلَالِ بِأَسْرَكَمِ إِيَّاهُمْ بِعِبَادَتِكُمْ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۝ طَرِيقَ الْحَقِّ بِأَنْفُسِهِمْ  
قَالُوا اسْبِغْ نَارَكَ تَنْزِيهَا لَكَ عَمَّا لَا يَلِيقُ بِكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي يَسْتَقِيمُ لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ اِی غَيْرِكَ  
مِنْ أَوْلِيَاءَ مَفْعُولٌ أَوَّلٌ وَمِنْ زَائِدَةٍ لِتَاكِيدِ النَّفْيِ وَمَا قَبْلَهُ الشَّانِي فَكَيْفَ نَأْمُرُ بِعِبَادَتِنَا وَلَكِنْ  
مَتَّعْتُهُمْ وَآبَاءَهُمْ مَنْ قَبْلَهُمْ بِإِطَالَةِ الْعُمُرِ وَسِعَةِ الرِّزْقِ حَتَّى سَأَلُوا الدِّكْرَ تَرَكُوا الْمَوْعِظَةَ وَالْإِيمَانَ  
بِالْقُرْآنِ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۝ هَلَكَى قَالَ تَعَالَى فَقَدْ كَذَّبْتُمْ اِی كَذَبَ الْمَعْبُودُونَ بِمَا يَقُولُونَ ۝ بِالْفَوْقَانِيَةِ إِلَهَةٍ  
فَمَا سَتَطِيعُونَ بِالْفَوْقَانِيَةِ وَالتَّحْتَانِيَةِ أَى لَا هُمْ وَلَا أَنْتُمْ صَرَفًا دَفْعًا لِلْعَذَابِ عَنْكُمْ وَلَا نَصْرًا مِنْهُ  
وَمَنْ يَظْلِمُ يُشْرِكْ مِنْكُمْ نَذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ۝ شَدِيدًا فِی الْآخِرَةِ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ  
إِلَّا أَنْهُمْ لَيَاكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِی الْأَسْوَاقِ فَأَنْتَ بِمِثْلِهِمْ فِی ذَلِكَ وَقَدْ قِيلَ لَهُمْ كَمَا قِيلَ لَكَ  
وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۝ بَلِيَّةٌ أَتَبْلَى الْغَنَى بِالْفَقِيرِ وَالصَّحِيحُ بِالْمَرِيضِ وَالشَّرِيفُ بِالْوَضِيعِ يَقُولُ

الثانی فی کل مَالِی لَا اَکُونُ کَالْاَوَّلِ فِی کُلِّ اَنْصِرُوقٍ عَلٰی مَا تَسْمَعُوْنَ مِمَّنْ اُبْتَلِیْتُمْ بِهِمْ اِسْتَفْہَامٌ بِمَعْنٰی الامر اِیْ اِصْبِرُوا وَکَانَ مَرَبُّکُمْ بِصِیْرَکُمْ مِّنْ یُّصْبِرُوْا مِمَّنْ یُّجْزَعُ.

۴۷۰

**ترجمہ:** اللہ کی ذات تو بڑی عالی شان ہے یعنی خیر کثیر والی ہے اگر وہ چاہے تو ان کے بیان کردہ باغ اور خزانہ سے بہتر باغات عطا کر دے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں یعنی دنیا میں (عطا کر دے) اس لئے کہ آخرت میں ایسے باغات آپ ﷺ کو عطا کرنا تو اس کی مشیت میں ہے ہی، اور آپ کو بہت سے محل (بھی) دیدے یَجْعَلُ لام کے جزم کے ساتھ اور ایک قراءت میں (یَجْعَلُ) رفع کے ساتھ ہے، جملہ مستانہ ہونے کی وجہ سے بلکہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں اور قیامت کو جھوٹ سمجھنے والوں کے لئے ہم نے دہکتی ہوئی شدید آگ تیار کر رکھی ہے جب ان کو وہ آگ دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ اس کا جوش خروش سنیں گے یعنی غضبناک کے مانند اس کا جوش جبکہ غضبناک کا سینہ غضب کی وجہ سے جوش مارے زَفِیْرًا شدید آواز کو کہتے ہیں یا غیظ کو سننے سے مطلب اس کا دیکھنا اور جاننا ہے اور جب وہ اس (جہنم) کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے ضیقًا یا کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ ہے اس طریقہ سے کہ وہ مکان ان پر تنگ ہو جائے گا اور مِنْہَا مکانا سے حال ہے اس لئے کہ منہا اصل میں مکانا کی صفت ہے مُقَرَّنِیْنَ بمعنی مُصَفَّدِیْنَ ایسے بندھے ہوئے کہ ان کے ہاتھوں کو ان کی گردن کے ساتھ طوق میں باندھ دیا گیا اور تشدید معنی کی کثرت کو بیان کرنے کے لئے ہے، تو وہاں موت کو پکاریں گے تو ان سے کہا جائے گا ایک موت کو نہ پکارو عذاب کی وجہ سے بہت سی موتوں کو پکارو آپ کہتے یہ وعید اور صفت ناری حالت جس کا ذکر ہوا اچھی ہے؟ یا ہمیشہ کی وہ جنت جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ یہ (جنت الخلد) ان کے لئے اللہ کے علم میں جزاء ثواب (صلہ) ہے اور ان کا ٹھکانا ہے، اور ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو وہ چاہیں گے وہ ہمیشہ رہیں گے (خلدین) حال لازمہ ہے، ان سے کیا ہوا مذکورہ وعدہ تیرے رب کے ذمہ ہے لہذا جس سے وعدہ کیا گیا ہے وہ اس سے مطالبہ کر سکتا ہے (یعنی سائل اپنے سوال میں کہہ سکتا ہے) رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلٰی رُسُلِکَ اے ہمارے پروردگار تو ہم کو وہ چیز عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسول کی زبانی وعدہ فرمایا، یا اس وعدہ کے ایفاء کا، ان کے لئے فرشتے اس طرح سوال کریں گے رَبَّنَا وَاَدْخِلْہُمْ جَنَّتِ عَدْنٍ الَّتِی وَعَدْتْہُمْ اے ہمارے پروردگار تو ان کو قیام کے قابل اس جنت میں داخل فرما، جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جس روز اللہ تعالیٰ ان کو نحشر ہم نون کے ساتھ اور یاء کے ساتھ ہے اور جن کو وہ خدا کے سوا پوجتے تھے جمع کرے گا غیر اللہ سے مراد ملائکہ اور عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام اور جن ہیں پھر معبودین سے عابدین پر حجت تام کرنے کے لئے پوچھے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ ان کو اپنی عبادت کا حکم دے کر تم نے ان کو گمراہی میں ڈالا تھا؟ یا وہ خود ہی راہ حق سے بھٹک گئے تھے؟ فَبَقُولُوْا یا اور نون کے ساتھ ہے ءَاَنْتُمْ دُونُوْا ہمزوں کی تحقیق اور ثانی کو الف سے بدل کر اور ثانی کی تسہیل اور مسہلہ اور دوسرے کے درمیان الف داخل کر کے اور ترک ادخال الف کر کے تو وہ عرض

کریں گے معاذ اللہ تیرے لئے ہر اس چیز سے پاکی ہے جو تیری شان کے لائق نہیں ہے ہمارے لئے یہ ہرگز درست نہیں تھا کہ ہم تیرے علاوہ کسی کو کار ساز بنائیں مِنْ اَوْلِیَاءِ مَفْعُولِ اول ہے اور مِنْ زائدہ نفی کی تاکید کے لئے ہے اور اس کے ماقبل مفعول ثانی ہے تو پھر ہم کیسے اپنی عبادت کا حکم کر سکتے تھے؟ لیکن آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں درازی عمر اور وسعت رزق کے ذریعہ آسودگی عطا فرمائی یہاں تک کہ یاد کو بھلا بیٹھے یعنی نصیحت اور قرآن پر ایمان کو ترک کر دیا یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے اللہ تعالیٰ فرمائے گا لو انہوں نے تو تم کو تمہاری تمام باتوں میں جھٹلادیا یعنی تمہارے معبودوں نے تمہاری تکذیب کر دی، تَقُولُونَ تاتے فو قانیہ کے ساتھ (یعنی) تمہارے اس قول میں کہ وہ معبود ہیں اب نہ تو تم میں (اور نہ ان میں) عذاب کو دفع کرنے کی طاقت ہے اور نہ مدد کی یعنی اس عذاب سے اپنی مدد کرنے کی تم میں سے جس جس نے ظلم یعنی شرک کیا ہے ہم ان کو بڑا عذاب یعنی آخرت میں شدید عذاب چکھائیں گے اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے لہذا آپ ان ہی جیسے ہیں ان باتوں میں، اور آپ سے وہی سب کچھ کہا جا رہا ہے جو ان سے کہا گیا تھا اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنا دیا غنی کو فقیر کے ذریعہ آزمایا گیا اور تندرست کو مریض کے ذریعہ اور شریف کو ذلیل کے ذریعہ، ثانی ہر بات میں کہتا ہے کیا وجہ ہے کہ میں ہر معاملہ میں اول جیسا نہیں ہوں؟ کیا تم ان باتوں پر صبر کرو گے جن تم ان لوگوں سے سنتے ہو جن کے ذریعہ تم کو آزمایا گیا ہے استفہام بمعنی امر ہے یعنی صبر کرو، تیرا ب سب کچھ دیکھنے والا ہے کہ کون صبر کرتا ہے؟ اور کون بے صبری کرتا ہے؟

## تَحْقِیْقِ تَرْکِیْبِ تَسْبِیْلِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

**قَوْلُهُ**؛ تَبَارَكَ "تبارک" ایسا وصف ہے جو تمام اوصاف کمال کو جامع اور تمام صفات نقص کی نفی کو مستلزم ہے اسی وجہ سے موقع کی مناسبت سے اس کی تفسیر مختلف کی گئی ہے، ابتداء سورت میں چونکہ مقام تنزیہ تھا لہذا وہاں تعالیٰ سے تفسیر کی گئی اور یہاں چونکہ مقام عطا ہے اس لیے کثرت خیر سے تفسیر کی گئی اور آخر سورت میں چونکہ مقام عظمت و کبریا ہے لہذا تعاطف سے تفسیر کی گئی ہے۔

**قَوْلُهُ**؛ تَبَارَكَ فَعْلُ مَاضٍ اَلْدِیْ حَذْفِ مَضَافِ کے تَبَارَكَ کا فاعل، ای تَبَارَكَ خَيْرُ اَلْدِیْ۔

**قَوْلُهُ**؛ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا اَلْاَنْهَارُ، خیرا سے بدل ہے، اور خیر اور بہتر ہونے کی وجہ ظاہر ہے اس لئے کہ مشرکین نے جس بارغ کے بارے میں کہا تھا وہ مطلق تھا اس میں تعدد اور جریان انہار کسی کی قید نہیں تھی، اور بعض حضرات کے نزدیک خیرا سے عطف بیان بھی ہو سکتا ہے، اور بعض حضرات نے اعنی مقدر کی وجہ سے جَنَّتٍ کو منصوب قرار دیا ہے اور تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا اَلْاَنْهَارُ، کو جَنَّتٍ کی صفت قرار دیا ہے۔

**قَوْلُهُ**؛ لِاَنَّهُ اَلْخ مفسر علام لِاَنَّهُ سے فِی الدنیا کی قید کے ساتھ مقید کرنے کی علت بیان کر رہے ہیں، علت کا خلاصہ یہ ہے کہ اِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا میں خیریت کو مشیت پر معلق کرنا دنیا کے اعتبار ہی سے صحیح ہے، ورنہ تو آخرت میں تو متحقق ہے ہی۔



سُؤَال: جنة، دار الخلد ہی کو کہتے ہیں تو پھر غلڈ کی قید کا کیا فائدہ ہے؟

جَوَاب: اضافت کبھی تو تمیز کے لئے ہوتی ہے، اور کبھی صفات کمال کے بیان کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول الخالق الباری یہ اسی قبیل سے ہے۔

قَوْل: فِی عِلْمِہِ تَعَالٰی اس عبارت سے اس شبہ کا جواب مقصود ہے کہ جزاء اور مصیر آئندہ حشر و نشر کے بعد ہوں گے تو پھر ان کو ماضی کے صیغہ سے کیوں تعبیر کیا ہے؟ اس کا ایک جواب مفسر رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی نے فِی عِلْمِہِ تَعَالٰی سے دیا ہے کہ اللہ کے علم میں چونکہ مقدر ہو چکا ہے اس لئے ماضی کے صیغہ سے تعبیر کر دیا، دوسرا جواب کہ جس کا ہونا یقینی ہوتا ہے اس کو ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

قَوْل: حَالٌ لَّازِمَةٌ، خُلِدِیْنِ، لَہُمْ کی ضمیر سے یا یشاء ون کے واؤ سے حال ہے، حال لازمہ کا مطلب ہے کہ جو معنی ماضی سے مفہوم ہو رہے ہیں اسی کی تاکید ہے۔

قَوْل: وَغَدُہُمْ کے اضافہ کا مقصد کَانَ کے اسم کو ظاہر کرنا ہے یعنی وَعَدَ الْمُتَّقُونَ سے جو وَعْدُ مفہوم ہوتا ہے وہی کان کا اسم ہے، بعض حضرات نے ما یشاء ون میں جو ما ہے اس کو کان کا اسم قرار دیا ہے۔

قَوْل: وَیَوْمَ یَحْشُرُہُمْ یہ اذکر فعل محذوف کا ظرف ہے اور قُلْ پر عطف ہے، نَحْشُرُہُمْ کی مفعولی ضمیر سے غیر اللہ کی عبادت کرنے والے مراد ہیں اور وما یعبدون کا عطف ہم ضمیر پر ہے۔

قَوْل: اِثْبَاتًا لِلْحُجَّةِ عَلٰی الْعَابِدِیْنَ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو علام الغیوب ہے ماضی مستقبل اس کے لئے سب حال ہے تو پھر معبودین سے اَضَلُّنَّہُمْ؟ کے ذریعہ سوال کرنے کا کیا مقصد ہے؟

جَوَاب: یہ سوال برائے استفہام نہیں ہے بلکہ لا جواب اور سکت کرنے کے لئے ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے سوال کیا جائے گا، اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخَذُوْنِیْ وَاُمِّی الْہِیْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِسی طرح وَاِذَا الْمَوْءُودَةُ سِئِلَتْ بِاَبِّیْ ذَنْبٌ قُتِلَتْ میں بھی سوال تبکیت ولا جواب کرنے کے لئے ہے۔

قَوْل: بُورًا جمع بانر بمعنی هَلْکِیْ هَلْیْکِ کی جمع ہے۔

قَوْل: اِنَّہُمْ اِلَہَہُ یہ تقولون کا مقولہ ہے اور مَا سے بدل بھی ہو سکتا ہے فَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ میں چونکہ حاضر اور غائب دونوں قراءتیں ہیں اس لئے مفسر علام نے لَہُمْ وَلَا اَنْتُمْ فرمایا تاکہ دونوں قراءتوں کی رعایت ہو جائے۔

قَوْل: اِلَّا اِنَّہُمْ بقول ابن الانباری کے یہ جملہ حال ہونے کی وجہ سے محل میں نصب کے ہے تقدیر عبارت یہ ہے اِلَّا وَاِنَّہُمْ اس کے نزدیک محذوف ہے، جمہور نے اِلَّا اِنَّہُمْ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے، اَنَّ کی خبر پر لام داخل ہونے کی وجہ سے اگر اَنَّ کی خبر پر لام داخل ہو جائے تو جمہور کے نزدیک اِنَّ بکسر الہمزہ متعین ہے، اگرچہ بعض حضرات نے اَنَّ بھی جائز کہا ہے،

مگر یہ درست نہیں ہے۔ (فتح القدیر شوکانی)



## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

تَبَارَكَ الَّذِي اِنْ شَاءَ جَعَلَ (الآیۃ) مطلب یہ ہے کہ اللہ کے خزانہ میں کیا کمی ہے وہ چاہے تو ایک باغ کیا بہت سے باغ اس سے بہتر عنایت فرمادے جس کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں، بلکہ اس کو قدرت ہے کہ آخرت میں جو باغات اور نہریں اور حور و قصور ملنے والے ہیں وہ سب آپ کو ابھی دنیا میں عطا کر دے لیکن حکمت الہی ابھی اس کی متقاضی نہیں، اور بے شمار حکمتوں کا تقاضہ یہ ہے کہ انبیاء کی جماعت کو مادی اور دنیوی مال و دولت سے الگ ہی رکھا جائے اور خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے اسی کو پسند فرمایا جیسا کہ ترمذی میں حضرت ابو امامہ باہلی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کے لئے پورے بطحا اور اس کے پہاڑوں کو سونا بنا دیتا ہوں تو میں نے عرض کیا نہیں اے میرے پروردگار مجھے تو یہ پسند ہے کہ مجھے ایک روز پیٹ بھر کھانا ملے اور ایک روز بھوکا رہوں، آپ ﷺ کا یہ فقر و احتیاج اختیاری تھا، اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر معاندین کے تمام مطالبات اور فرمائشیں بھی پوری کر دی جائیں تب بھی یہ حق و صداقت کو قبول کرنے والے نہیں ہیں، باقی پیغمبر ﷺ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے جو دلائل و معجزات پیش کئے جا چکے ہیں، وہ کافی سے زیادہ ہیں، بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ جن چیزوں کا مطالبہ کر رہے ہیں فی الحقیقت طلب حق کی نیت سے نہیں محض شرارت اور تنگ کرنے کے لئے ہے، اور شرارت کا سبب یہ ہے کہ انہیں ابھی تک قیامت اور سزا و جزا پر یقین نہیں آیا، سو یاد رکھنا چاہئے ان کے جھٹلانے سے کچھ نہیں ہوتا، قیامت آ کر رہے گی اور ان کذبین کے لئے آگ کا جو جیل خانہ تیار کیا گیا ہے اس میں ضرور رہنا پڑے گا، اِذَا رَأَوْهُم مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ یعنی دوزخ کی آگ محشر میں جنہیں کو دور سے دیکھ کر جوش میں بھر جائے گی اور اس کی غضبناک آوازوں اور خوفناک پھنکاروں سے بڑے بڑے دلیروں کے پتے پانی ہو جائیں گے اور کافروں کو اپنے دامن میں لینے کیلئے چلائے گی اور جھنجھلائے گی، جہنم کا دیکھنا اور چلنا حقیقت ہے مجاز یا استعارہ نہیں ہے، اللہ کیلئے اس کے اندر احساس و ادراک کی قوت پیدا کر دینا مشکل نہیں اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے معتزلہ چونکہ رویت و تکلم جیج و پکار حیات کا خاصہ قرار دیتے ہیں اس لئے مذکورہ صفات کے حقیقی معنی کا انکار کرتے ہیں اور مجاز و استعارہ پر محمول کرتے ہیں۔

كَانَ عَلَى رَبِّكَ وَعْدًا مَسْئُولًا یعنی ایسا وعدہ جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا، اسی طرح اللہ نے اپنے ذمہ وعدہ واجب کر لیا ہے جس کا اہل ایمان اس سے مطالبہ کر سکتے ہیں، یہ محض اس کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اہل ایمان کے لئے اس حسن جزاء کو اپنے لئے ضرور قرار دے لیا ہے، دنیا میں اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی رہی ہے، اور کی جاتی رہے گی، ان میں جمادات (پتھر، لوہا، لکڑی، سونا، چاندی اور دیگر دھاتوں سے بنی ہوئی مورتیاں) بھی ہیں، جو غیر عاقل ہیں اور اللہ کے نیک بندے بھی ہیں جو عاقل ہیں مثلاً حضرت عزیر حضرت مسیح علیہ السلام اور دیگر بہت سے نیک بندے اسی طرح فرشتے اور جنات کے پجاری بھی ہوں گے اللہ تعالیٰ غیر عاقل جمادات کو بھی شعور و ادراک اور گویائی کی قوت عطا فرمائے گا اور ان سب معبودوں سے معلوم کرے گا، ہتلاؤ تم نے میرے بندوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا تھا یا یہ اپنی مرضی سے تمہاری بندگی کر کے

گمراہ ہوئے تھے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ جب ہم خود تیرے سوا کسی کو کارساز نہیں سمجھتے تھے تو پھر ہم اپنی بابت کس طرح لوگوں سے کہہ سکتے تھے کہ تم اللہ کے بجائے ہمیں اپنا ولی اور کارساز سمجھو۔

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً اَسْ مِنْ اَسْ طَرَفِ اِمَارَةٍ هِيَ كَحَقِّ تَعَالٰی كُوْقْدَرَتِ تُوْسَبْ كُچھ تھی وہ سارے انسانوں کو یکساں مالدار بنادیتا، سب کو تندرست رکھتا، سب کو عزت و جاہ کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز کر دیتا، کوئی ادنیٰ اور کوئی اعلیٰ نہ ہوتا مگر نظام عالم میں اس کی وجہ سے بڑے رخنے پیدا ہوتے اس لئے حق تعالیٰ نے کسی کو مالدار بنایا کسی کو غریب، کسی کو قوی کسی کو ضعیف کسی کو تندرست، کسی کو بیمار، کسی کو صاحب عزت اور کسی کو گمنام، اس اختلاف میں ہر طبقہ کا امتحان اور آزمائش ہے غنی کے شکر کا، غریب کے صبر کا امتحان ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ جب تمہاری نظر کسی ایسے شخص پر پڑے جو مال و دولت میں تم سے زیادہ ہو یا صحت و قوت اور عزت و جاہ میں تم سے بڑا ہو تو فوراً ایسے لوگوں پر نظر کرو جو ان چیزوں میں تم سے کم حیثیت رکھتے ہوں تاکہ تم حسد کے گناہ سے بھی بچ جاؤ اور اپنی موجودہ حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے کی توفیق ہو۔ (مظہری)

الحجرات

وَقَالَ الدِّينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَا يَخَافُونَ الْبَعْثَ لَوْلَا اَنْزَلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ فَكَانُوا رُسُلًا اِلَيْنَا اَوْ تَرَى رَبَّنَا فَيُخْبِرُنَا بِاَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ تَعَالٰی لَقَدْ اَسْتَكْبَرُوْا تَكْبَرُوْا فِیْ شَاْنِ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا طَعُوْا عَتَوْا كَبِيْرًا ۝ بَطَلَبِهِمْ رُؤْيَا اللّٰهِ فِی الدُّنْيَا وَعَتَوْا بِالْوَاوِ عَلٰی اَصْلِهِ بِخِلَافِ عَتٰی بِالْاِبْدَالِ فِی مَرَّيْمَ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ فِی جَمَلَةِ الْخَلَائِقِ هُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ وَنَضْبُهُ بِاَذْكُرٍ مُّقَدَّرًا لِاَبْشٰرِ يَوْمِ مِذٍ لِلْمُجْرِمِيْنَ اِی الْكَافِرِيْنَ بِخِلَافِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَهُمُ الْبُشْرٰی بِالْجَنَّةِ وَيَقُولُوْنَ حَجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ عَلٰی عَادَتِهِمْ فِی الدُّنْيَا اِذَا نَزَلَتْ بِهِمْ شِدَّةٌ اِیْ عَوْدًا مُّعَاذًا يَسْتَعِيْذُوْنَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالَ تَعَالٰی وَقَدْ مَنَّا عَمَدَنَا اِلٰی مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ مِنَ الْخَيْرِ كَصَدَقَةٍ وَصِلَةٍ رَّحِمٍ وَقِرٰی ضَمِيْفٍ وَاغَاثَةٍ مَلْهُوْفٍ فِی الدُّنْيَا فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا ۝ هُوَ مَا يَرٰی فِی الْكُوٰی اَلَّتِیْ عَلَیْهَا الشَّمْسُ كَالْغُبَارِ الْمُفَرِّقِ اِیْ مَثَلُهُ فِیْ عَدَمِ النِّفْعِ بِهٖ اِذْ لَا ثَوَابَ فِیْهِ لِعَدَمِ شَرْطِهِ وَيُجَاوِزُوْنَ عَلَیْهِ فِی الدُّنْيَا اَصْحَبُ الْجَنَّةِ يَوْمَ مِذٍ يَوْمُ الْقِيَمَةِ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا مِنَ الْكَافِرِيْنَ فِی الدُّنْيَا وَاحْسَنُ مَّقِيْلًا ۝ مِنْهُمْ اِیْ مَوْضِعَ قَائِلَةٍ فِیْهَا وَهٰی الْاِسْتِرَاحَةُ نِصْفُ النَّهَارِ فِی الْحَرِّ وَاُخِذَ مِنْ ذَلِكَ اِنْقِضَاءُ الْحِسَابِ فِی نِصْفِ نَّهَارٍ كَمَا وَرَدَ فِی حَدِيْثٍ وَيَوْمَ تَشَقُّقُ السَّمَاءِ اِیْ كُلُّ سَمَاءٍ بِالْغَمَامِ اِیْ مَعَهُ وَهُوَ غَمِيمٌ اَبْيَضُ وَنَزَلَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ تَنْزِيْلًا ۝ هُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ وَنَضْبُهُ بِاَذْكُرٍ مُّقَدَّرًا وَفِی قِرَاءَةٍ بِتَشْدِيْدِ شَيْنٍ تَشَقُّقُ بِاِدْغَامِ التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِی الْاَصْلِ فِیْهَا وَفِیْ اُخْرٰی نُنْزَلُ بَنُوْنِيْنَ الثَّانِيَةِ سَاكِنَةً وَضَمَّ اللَّامِ وَنَضْبُ الْمَلَائِكَةِ الْمَلِكُ يَوْمَ مِذٍ اِلَى الرَّحْمٰنِ لَا يُشْرِكُهُ فِیْهِ اَحَدٌ وَكَانَ الْيَوْمُ يَوْمًا عَلٰی الْكُفْرٰیْنَ عَسِيْرًا ۝ بِخِلَافِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَيَوْمَ يَعْصُ الظَّالِمُ الْمُشْرِكُ عَقِبَةُ بَنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ كَانَ نَطَقَ بِالشَّهَادَتَيْنِ ثُمَّ رَجَعَ رِضَاءً لِاَنِّیْ بِنِ خَلْفِ

عَلَى يَدَيْهِ نَدَمًا وَتَحَسُّرًا فِي يَوْمِ الْقِيَمَةِ يَقُولُ يَا لَتَنَبِيهِ لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ مِثْلًا ۝ طریقا الی  
 الہدی یُوَلِّئُنِي اَلْفُھُ عَوَضًا عَن یَاءِ الْاِضَافَةِ اِی وَیَلَّتْنِی وَمَعْنَاهُ ہَلْکَتْنِی لَیْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فَلَانًا اِی اَنْبِیَا خَلِیلاً ۝  
 لَقَدْ اَضَلَّنِي عَنِ الذِّکْرِ اِی الْقُرْآنِ بَعْدَ اِذْ جَاءَنِي ۚ بِاَنْ رَدَّنِي عَنِ الْاِیْمَانِ بِہ قَالَ تَعَالٰی وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ  
 الْکَافِرِ خَدُوْلًا ۝ ہاں یترکہ ویتبرء بنہ عند البلاء وَقَالَ الرَّسُولُ مُحَمَّدٌ یُرَبِّ اِنَّ قَوْمِی فُرِیْشَا  
 اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا ۝ متروکا قال تعالی وَكَذٰلِكَ کَمَا جَعَلْنَا لَکْ عَدُوًّا مِّنْ مُّشْرِکِی قَوْمِکَ  
 جَعَلْنَا لَکَ لَیْنِی قَبْلَکَ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرُوْا وَکَفٰی بِرَبِّکَ هَادِیًا لَّکَ وَنَصِیْرًا ۝  
 ناصِرًا لَّکَ عَلٰی اَعْدَائِکَ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا ۚ نَزَّلَ عَلَیْہِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ کَالْتَوْرَةِ  
 وَالْاِنْجِیْلِ وَالزُّبُوْرِ قَالَ تَعَالٰی نَزَّلْنَاهُ کَذٰلِکَ ۚ اِی مُتَفَرِّقًا لِتَنْبِیْتِہِ بِہ فُوَادَکَ تَقْوٰی قَلْبَکَ وَرَتَّلْنٰہُ تَرْتِیْلًا ۝  
 اِی اَنْبِیَا بِہ شَیْءٌ بَعْدَ شَیْءٍ یَتَمَّھِلُ وَتُوْدَّةٌ لِّیَتَسَّرَ فہِمْہُ وَحِفْظُہُ وَلَا یَاْتُوْنٰکَ بِمِثْلِ فِی اِبْطَالِ اَمْرِکَ  
 الْاِجْتِنَاکَ بِالْحَقِّ الدَّافِعَ لَہُ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا ۝ بَیَانًا بِہُمُ الَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْہِہُمْ اِی یُسَاقُوْنَ اِلٰی جَہَنَّمَ  
 اُولٰٓئِکَ شَرُّ مَّکَانًا ۚ ہُوَ جَہَنَّمُ وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ۝ اَخْطَا طَرِیْقًا مِّنْ غَیْرِہُمْ وَہُوَ کُفْرُہُمْ ۚ

بعد از تقدیم  
 ۱۹

**ترجمہ:** جو لوگ ہمارے سامنے پیش ہونے سے اندیشہ نہیں کرتے یعنی بعث (بعد الموت) کا خوف نہیں رکھتے وہ  
 یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے؟ کہ ہماری طرف رسول ہوں یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیتے پھر ہمیں وہ یہ بات  
 بتاتے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے کہا ان لوگوں نے اپنے دلوں میں اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ لیا ہے اور دنیا ہی میں اللہ  
 کی رویت کا مطالبہ کر کے بڑی سرکشی کی ہے اور عَتَوْا واو کے ساتھ اپنی اصل پر ہے بخلاف عُتِيَ کے ابدال کے ساتھ سورہ  
 مریم میں جس روز یہ منجملہ خلائق کے فرشتوں کو دیکھیں گے اور (یوم) کا نصب اذکر فعل مقدر کی وجہ سے ہے، اس روز  
 مجرموں یعنی کافروں کے لئے کوئی خوشخبری نہ ہوگی، بخلاف مؤمنین کے، ان کے لئے جنت کی خوشخبری ہوگی اور کہیں گے کہ پناہ  
 ہے پناہ ہے (بچاؤ بچاؤ) اپنی عادت کے مطابق دنیا میں جب ان پر کوئی مصیبت آپڑتی، یعنی پناہ پناہ چلائیں گے اور ملائکہ سے  
 پناہ چاہیں گے، اللہ تعالیٰ کہے گا، اور ہم ان کے ان اچھے کاموں کی طرف جو وہ دنیا میں کر چکے ہیں متوجہ ہوں گے، مثلاً صدقہ اور  
 صلہ رحمی، مہمان نوازی اور مظلوم کی فریادری تو ہم ان (اعمال) کو پرانگندہ ذروں کی طرح کر دیں گے ہَبَاءً مَنْثُورًا ان ذروں  
 کو کہتے ہیں جو اس سوراخ میں نظر آتے ہیں جس پر دھوپ پڑتی ہے جیسا کہ منتشر غبار یعنی (ان کے اعمال کو) بے فائدہ ہونے  
 میں غبار منتشر کے مانند کر دیں گے، اس لئے کہ ان اعمال کا کوئی اجر نہ ہوگا، اجر کی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے اور اس کی جزاء دنیا  
 ہی میں دیدیئے جائیں گے، اہل جنت اس دن یعنی قیامت کے دن قیام گاہ میں بھی دنیا میں کافروں سے اچھے رہیں گے اور

آرام گاہ میں بھی ان سے اچھے رہیں گے یعنی جنت میں قیلولہ (آرام) کرنے کی جگہ، اور قیلولہ دوپہر کو گرمی میں آرام کرنے کو کہتے ہیں اور اسی (احسن مقیلاً) سے لیا گیا ہے کہ حساب دوپہر تک پورا ہو جائے گا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے اور جس روز آسمان یعنی ہر آسمان مع بادل کے پھٹ جائے گا اور وہ سفید بادل ہے، اور ہر آسمان سے فرشتے بکثرت اتارے جائیں گے اور وہ دن قیامت کا دن ہوگا اور یوم اذْکُرْ محذوف کی وجہ سے منصوب ہے، اور ایک قراءت میں تَشَقُّقُ کی شین کی تشدید کے ساتھ، اصل میں (یعنی تا کو شین سے بدلنے اور شین کو شین میں ادغام کرنے سے پہلے) تائے ثانیہ کو شین میں ادغام کر کے، اور دوسری قراءت میں نُنْزِلُ دونوں کے ساتھ، دوسرا نون ساکن اور لام کے ضمہ کے ساتھ اور ملائکہ کے نصب کے ساتھ اس روز حقیقی حکومت رحمن کی ہوگی اس دن اس کا کوئی شریک نہ ہوگا اور وہ دن کافروں کے لئے بڑا سخت ہوگا بخلاف مومنین کے اور جس روز ظالم مشرک عقبہ بن ابی معیط جس نے شہادتین کا اقرار کر لیا تھا اور پھر ابی بن خلف کو خوش کرنے کے لئے پھر گیا، اپنے ہاتھوں کو ندامت اور حسرت کے ساتھ قیامت کے دن کاٹ کھائے گا اور کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں رسول محمد ﷺ کے ساتھ ہدایت کے راستہ پر لگ لیتا ہائے میری مہجتی وَیَلْنَا کَا لَفِ یَا ئے اضافت کے عوض میں ہے (اصل میں) وَیَلَّتِی تھا اور اس کے معنی میری ہلاکت کے ہیں کاش میں فلاں یعنی ابی بن خلف کو دوست نہ بناتا اس نے مجھے نصیحت یعنی قرآن سے اس کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا اس طریقہ سے کہ اس پر ایمان لانے کے بعد مجھے واپس کر دیا، اور شیطان تو کافر انسان کو (وقت پر) دھوکا دینے ہی والا ہے اس طریقہ پر کہ مصیبت کے وقت اس کو چھوڑ دیتا ہے اور اس سے اظہار بیزاری کر دیتا ہے اور رسول یعنی محمد ﷺ کہیں گے اے میرے پروردگار میری قوم قریش نے اس قرآن کو متروک کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اسی طرح جس طرح تیری قوم کے مشرکوں کو تیرا دشمن بنا دیا تم سے پہلے ہر نبی کا بعض مجرمین مشرکین کو دشمن بنا دیا لہذا جس طرح انہوں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو، آپ کی رہنمائی کرنے اور مدد کرنے کے لئے تیرا رب کافی ہے یعنی تیرے دشمنوں کے خلاف تیری مدد کرنے کے لئے کافی ہے اور کافروں نے کہا اس پر پورا قرآن ایک ساتھ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ جس طرح کہ تورات اور انجیل اور زبور اتاری گئیں اور اس طرح یعنی متفرق نزول اس لئے ہے کہ ہم اس کے ذریعہ آپ کے قلب کو قوی کریں گے اور ہم نے اس کو بہت ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے، یعنی ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے وقفہ اور آہستگی کے ساتھ اتارا ہے تاکہ اس کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہو اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے معاملہ کو باطل کرنے کے لئے آپ کے سامنے پیش کریں مگر ہم ٹھیک جواب جو اس سوال کو دفع کرنے والا ہو اور بیان کے اعتبار سے خوب واضح ہو عنایت کر دیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے یہ لوگ مکان کے اعتبار سے بھی بدترین ہیں اور وہ (مکان) جہنم ہے اور طریقہ میں بھی سب سے زیادہ گمراہ ہیں یعنی دوسروں سے زیادہ گمراہ ہیں اور وہ (طریقہ) ان کا کفر ہے۔

## تَحْقِیْقِ وَتَرْکِیْبِ لِسْمِیْلِ وَتَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

**قَوْلٌ** : لَا یَخَافُونَ یہ تہامہ کی لغت میں لَا یَرْجُونَ کی تفسیر ہے، لَا یَرْجُونَ کو اپنے حقیقی معنی میں استعمال کرنا اولیٰ ہے، اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا لَا یَأْمَلُونَ لِقَاءَ مَا وَعَدْنَا عَلَى الطَّاعَةِ مِنَ الثَّوَابِ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو ثواب کی امید نہیں رکھتا وہ عذاب سے بھی نہیں ڈرتا لہذا استکبر میں لام قسمیہ ہے۔

**قَوْلٌ** : وَعَتُوا عَلَىٰ اَصْلِهِ عَتَوْا اپنی اصل پر ہے واؤ یا سے تبدیل کئے بغیر، بخلاف سورہ مریم کے کہ وہاں فو اصل کی رعایت کی وجہ سے واؤ یا سے بدل دیا گیا ہے۔ (مزید تحقیق سورہ مریم میں دیکھ لی جائے)۔

**قَوْلٌ** : لَا بُشْرٰی یہ جملہ قول مضموم کا معمول ہے، اِی یَرْوُونَ الملائکۃ یقولون لَا بُشْرٰی۔

**قَوْلٌ** : حَجْرًا مصدر بمعنی استعاذہ ہے اور مَحْجُورًا اس کی تاکید ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں حرام مُحْرَمٌ یا کہتے ہیں المحرم الحرام۔

**قَوْلٌ** : عَمَدُنَا، قَدَمُنَا کی تفسیر عمدنا سے کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قدم کا اطلاق اللہ پر درست نہیں ہے اس لئے کہ قدم جسمانیات کی صفت ہے۔

**قَوْلٌ** : مَلْهُوفٌ مظلوم فریاد خواہ کو کہتے ہیں۔

**قَوْلٌ** : کُوءِ کاف کے فتح اور ضمہ کے ساتھ، اس سوراخ کو کہتے ہیں جس سے سورج کی روشنی داخل ہوتی ہو۔

**قَوْلٌ** : هَبَاءٌ ان ذرات کو کہتے ہیں جو سوراخ سے آنے والی روشنی میں اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اگر کوئی ان کو ہاتھ میں پکڑنا چاہے تو یہ ممکن نہیں ہے۔

**قَوْلٌ** : خَيْرٌ مُّسْتَقْرَّاً مِنَ الْکَافِرِیْنَ یعنی مومنین کا مستقر جنت میں دنیا میں کافروں کے مستقر سے بہتر ہے، یہاں اسم تفصیل خیر اپنے معنی میں ہے مِنَ الْکَافِرِیْنَ فِی الدُّنْیَا کہہ کر مفسر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے گویا کہ یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ اہل نار کے مستقر (جہنم) میں کوئی خیر نہیں ہے مگر خیر اسم تفصیل سے معلوم ہو رہا ہے کہ کافروں کے مستقر میں بھی خیر ہے مگر اہل جنت کے مستقر سے کم خیر ہے اور یہ مطلب بھی صحیح ہے کہ مستقر سے دونوں فریقوں کا آخرت میں مستقر مراد ہو اس صورت میں خیر سے اسم تفصیل کے معنی مراد نہ ہوں بلکہ کفار کی محض تفریح و توبخ مراد ہوگی اور یہ عرب کے قول (العَسَلُ اَحْلٰی مِنَ الْخَلِّ) کے قبیل سے ہوا حالانکہ خل میں کوئی حلاوۃ نہیں ہوتی، اس سے معلوم ہوتا ہے اسم تفصیل کے لئے مفضل منہ کا ہمیشہ ہونا ضروری نہیں، لہذا اعتراض دفع ہو گیا۔

**قَوْلٌ** : اُخِذَ مِنْ ذٰلِكَ الْخ یعنی احسن مَقْبِلًا سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے میدانِ محشر میں حساب کتاب نصف النہار سے قبل ہی ختم ہو جائے گا اس لئے کہ جنت کے آرام کے لئے مقبلا کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے معنی دو پہر کو قبیلہ کرنے کے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حساب کتاب سے فراغت دو پہر سے قبل ہی ہو جائے گی، حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

کی روایت ہے کہ قیامت کے روز اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں قیلولہ کریں گے، گویہ نصف یوم موئین کے لئے بقدر ایک نماز کے معلوم ہوگا اور کافروں کو بہت طویل عرصہ معلوم ہوگا۔

قَوْلُهُ: يَوْمَ تَشْقَى السَّمَاءُ، یوم اذ کو محذوف کی وجہ سے منصوب ہے کل سماء سے اشارہ اس بات کی جانب ہے کہ السماء میں الف لام استغراق اور معاً سے اشارہ با معنی مع ہے بآسیہ اور بمعنی عن بھی ہو سکتی ہے۔

قَوْلُهُ: الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ، الملك مبتداء ہے الحق اس کی صفت للرحمن خبر، ای الملك الثابت الذى لا يزول للرحمن يومئذ۔

قَوْلُهُ: الظَّالِمُ، المشرک مفسر علام نے ظالم کی تفسیر مشرک عقبہ بن ابی معیط سے کر کے اشارہ کر دیا ہے کہ یہ آیت ایک خاص مشرک کے بارے میں نازل ہوئی جس کا نام عقبہ بن ابی معیط تھا۔

قَوْلُهُ: يَقُولُ يَا لَيْتَنِي جملہ يعص کی ضمیر سے حال ہے يَا لَيْتَنِي میں یا تنبیہ کے لئے ہے نہ کہ ندا کے لئے اس لئے کہ منادی کے لئے اسم ہونا شرط ہے اور اگر یا کوندا کے لئے مانیں تو منادی محذوف ماننا ہوگا ای یا قوم۔

قَوْلُهُ: لَقَدْ أَضَلَّنِي میں لام قسمیہ ہے اى واللہ لقد أضلننى۔

قَوْلُهُ: قَالَ تَعَالَى سے اشارہ ہے کہ یہ جملہ مستانفہ ہے ظالم کا کلام اذ جاء نبي پر پورا ہو گیا۔

قَوْلُهُ: لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً یہاں نُزِّل بمعنى اُنزِل ہے اس لئے کہ نُزِّل کے معنی ہیں تھوڑا تھوڑا اتارنا اور اُنزِل کے معنی ہیں ایک ساتھ اتارنا لہذا نُزِّل اور جُمْلَةً وَاحِدَةً میں تعارض ہوگا اس لئے کہا جائے گا کہ نُزِّل معنی میں اُنزِل کے ہے نزلنا كذلك نزلنا محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ كذلك فعل محذوف کا مفعول ہے اور لِنَشِيبَ بہ سے قرآن کو متفرق طور پر اتارنے کی تین حکمتوں کا بیان ہے۔

قَوْلُهُ: وَأَحْسَنَ کا عطف الحق پر ہے، احسن محلاً مجرور ہے۔

قَوْلُهُ: الَّذِينَ يُحْشَرُونَ، هم مبتداء محذوف کی خبر ہے جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے ظاہر کر دیا ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا الْآيَةَ رَجَا کے معنی عام طور پر کسی محبوب و مرغوب چیز کی امید کرنے کے آتے ہیں اور کبھی یہ لفظ خوف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ ابن الانباری نے کتاب الاضداد میں لکھا ہے، اس جگہ بھی یہی خوف کے معنی زیادہ واضح ہیں، یعنی وہ لوگ جو ہمارے سامنے پیش سے نہیں ڈرتے حَجْرًا مَحْجُورًا حَجْر کے لفظی معنی محفوظ جگہ کے ہیں ور محجور اس کی تاکید ہے یہ لفظ محاورہ عرب میں اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی مصیبت سامنے ہو اس سے بچنے کے لئے لوگوں سے کہتے تھے کہ پناہ ہے پناہ ہے یعنی ہمیں اس مصیبت سے پناہ دو قیامت کے روز بھی جب کفار فرشتوں کو مامان عذاب لاتا ہوا دیکھیں گے تو دنیا کی عادت کے مطابق یہ لفظ کہیں گے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس

لفظ کے معنی حَسْرًا مَحْجُورًا منقول ہیں اور مراد یہ ہے کہ قیامت کے روز جب یہ لوگ فرشتوں کو عذاب کے ساتھ دیکھیں گے اور ان سے معاف کرنے اور جنت میں جانے کی درخواست کریں گے تو فرشتے ان کے جواب میں کہیں گے حَسْرًا مَحْجُورًا یعنی جنت کافروں پر حرام اور ممنوع ہے۔ (مظہری)

وَقَدْ مَنَّا عَمَدَنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا یہاں کا اخیر سے وہ کار خیر مراد ہیں جن کا وجود نبیت پر موقوف نہیں ہے جیسے مہمان نوازی، صلہ رحمی، حسن معاشرت، مظلوم کی مدد اور فریاد رسی، اس قسم کے اعمال خیر کا بدلہ، دنیا ہی میں مثلاً صحت و تندرستی، مالداری، خوشحالی، حسن و خوبصورتی، عقل و دانشمندی کے صورت میں دیدیا جاتا ہے، کافروں نے بزم خولیش دنیا میں اعمال کئے ہونگے اور آخرت میں ان کے اجر کی توقع رکھتے ہونگے وہ قیامت کے دن ان ذروں کے مانند کہ جو سورج کی کرنوں میں محسوس ہوتے ہیں بے حیثیت ہوں گے، یہاں کافروں کے اعمال خیر کو جس طرح بے حیثیت ذروں کے مثل کہا گیا ہے، اسی طرح دوسرے مقامات پر کہیں راکھ سے، کہیں سراب سے اور کہیں صاف چکنے پتھر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تشقق السماء بالغمام ای عن الغمام معنی یہ ہیں کہ آسمان شق ہو کر اس میں سے ایک رقیق بادل اترے گا جس میں فرشتے ہوں گے، یہ ابر بشکل سائبان آسمان سے آئے گا اور اس میں حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی اور اس کے گرد اگر دلائل ہوں گے، یہ حساب شروع ہونے کا وقت ہوگا اور اس وقت آسمان کا پھٹنا صرف کھلنے کے طور پر ہوگا، اس لئے کہ یہ نزول غمام جس کا ذکر آیت میں ہے فتح ثانیہ کے بعد ہوگا جب کہ سب زمین و آسمان درست ہو چکے ہوں گے۔

يَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمَّا اتَّخَذْتُ فُلَانًا خَلِيلًا یہ آیت ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی ہے مگر حکم عام ہے، واقعہ یہ تھا کہ عقبہ ابن ابی معیط مکہ کے مشرک سرداروں میں سے تھا اس کی عادت تھی کہ جب کسی سفر سے واپس آتا تو شہر کے معزز لوگوں کی دعوت کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے تعلقات تھے ایک مرتبہ اس نے حسب عادت معززین شہر کی دعوت کی اور رسول اللہ ﷺ کو بھی بلا یا جب اس نے آپ کے سامنے کھانا رکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارا کھانا اس وقت تک نہیں کھا سکتا، جب تک تم اس کی گواہی نہ دو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، عقبہ نے یہ کلمہ پڑھ لیا اور آپ ﷺ نے شرط کے مطابق کھانا تناول فرمایا۔

عقبہ کا ایک جگہری دوست تھا اس کا نام ابی بن خلف تھا جب اس کو معلوم ہوا کہ عقبہ مسلمان ہو گیا تو بہت برہم ہوا، عقبہ نے عذر کیا کہ قریش کے معزز مہمان محمد ﷺ میرے گھر پر آئے تھے اگر وہ بغیر کھانا کھائے میرے گھر سے واپس چلے جاتے تو میرے لئے بڑی رسوائی کی بات تھی اس لئے میں نے ان کی خاطر یہ کلمہ پڑھ لیا، ابی بن خلف نے کہا میں تیری ایسی باتوں کو قبول نہیں کروں گا جب تک تو جا کر ان کے منہ پر نہ تھو کے، یہ کجخت دوست کے کہنے سے اس گستاخی پر آمادہ ہو گیا اور کر گذرا، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی ان دونوں کو ذلیل کیا کہ غزوہ بدر میں دونوں مارے گئے (بغوی) اور آخرت میں ان کے لئے عذاب کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے کہ جب آخرت کا عذاب سامنے دیکھے گا تو اس وقت ندامت و افسوس سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگے گا اور کہے گا کاش میں فلاں یعنی ابی بن خلف کو دوست نہ بناتا۔ (مظہری)

نکتہ: آنحضرت ﷺ کے کھانا کھانے کے لئے کلمہ پڑھنے کی شرط لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کام کے لئے اخلاقی دباؤ ڈالنا درست ہے جیسا کہ بعض اوقات مبلغین حضرات دعوت قبول کرنے کے لئے خدا کے راستہ میں نکلنے کی شرط لگا دیتے ہیں۔

اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ برے شخص کی دوستی اور صحبت سے بھی اجتناب کرنا چاہئے اس لئے کہ بری صحبت کا اثر جلدی ہوتا ہے، مسند احمد، ترمذی وغیرہ نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَأْكُلْ مَالَكَ الْإِتْقَانِ غیر مومن کو اپنا دوست نہ بناؤ اور تمہارا مال (بطور دوستی) صرف متقی آدمی کھائے یعنی غیر متقی سے دوستی نہ کرو اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا المرء علی دین خلیلہ فلینظر من یخالل ہر آدمی (عادی) اپنے دوست کے طریقہ پر چلا کرتا ہے اس لئے دوست بنانے سے پہلے خوب غور کر لیا کرو کہ کس کو دوست بنا رہے ہو۔

وَقَالَ الرَّسُولُ يَرْبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا یعنی آپ ﷺ اپنے پروردگار سے شکایت کریں گے اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو مجبور متروک کر دیا، آنحضرت ﷺ کی یہ شکایت قیامت کے روز ہوگی یا اسی دنیا میں اس میں مفسرین کا اختلاف ہے احتمال دونوں ہیں اگلی آیت بظاہر اس کا قرینہ ہے کہ یہ شکایت دنیا ہی میں پیش فرمائی تھی جس کے جواب میں آپ کو تسلی دینے کے لئے اگلی آیت میں فرمایا كَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ (الآیۃ)

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ لَا نُزِّلَ (الآیۃ) اللہ اور رسول کے دشمن لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بے سرو پا اور نہایت غیر معقول اعتراض کرتے تھے، کہتے تھے کہ صاحب دوسری کتابوں کی طرح پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اتارا گیا؟ برسوں میں جو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا، کیا اللہ کو کچھ سوچنا پڑتا ہے؟ اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ خود محمد ﷺ سوچ سوچ کر بناتے ہیں پھر موقع مناسب دیکھ کر تھوڑا تھوڑا سنا تے رہتے ہیں۔

## قرآن کو بتدریج نازل کرنے کی حکمت:

اول حکمت تو یہ بیان فرمائی کہ بتدریج نازل کرنے میں یہ حکمت ہے کہ وقتاً فوقتاً قرآن کے نزول سے آپ کے قلب کو تقویت رہے اور دربار خداوندی سے مسلسل رابطہ رہے، دوم یہ کہ بتدریج نزول کی وجہ سے یاد کرنے میں آسانی ہو، تیسرے یہ کہ اگر کفار آپ پر کوئی نیا اعتراض کریں تو اس کا جواب بروقت نازل کر دیا جائے اور آپ کو تسلی بھی دیدی جائے، اور اگر پورا قرآن ایک ہی دفعہ آگیا ہوتا اور اس خاص اعتراض کا جواب اور آپ کے لئے تسلی نازل ہو بھی گئی ہوتی تو بہر حال اس کو قرآن میں تلاش کرنے کی ضرورت پڑتی اور بروقت اس کی طرف ذہن کا متوجہ ہونا بھی ضروری نہیں، ان حکمتوں کے علاوہ بھی حکمتیں ہو سکتی ہیں ان میں انحصار ضروری نہیں۔



وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ التَّوْرَةَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا مُعِينًا فَقُلْنَا اذْهَبْ إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا أَيْ  
 الْقَبِيضِ فِرْعَوْنَ وَقَوِيهِ فَذَبِّهَا إِلَيْهِمْ بِالرِّسَالَةِ فَكَذَّبُوهُمَا فَذَمَّرْنَاهُمْ تَذْمِيرًا أَهْلَكَ نَابِسُهُمْ إِبْلَاقًا وَ أَذْكَرَ  
 قَوْمَهُ نَوْجًا لَمَّا كَذَبُوا الرُّسُلَ بِتَكْذِيبِهِمْ نَوْحًا لَطُولُ لُبِّهِ فِيهِمْ فَكَانَهُ رُسُلٌ أَوْلَى أَنْ تَكْذِيبَهُ تَكْذِيبٌ لِبَاقِي الرُّسُلِ  
 لِأَشْتَرَاكِهِمْ فِي الْمَجْنِيِّ بِالتَّوْحِيدِ أَغْرَقْنَاهُمْ جَوَابُ لَمَّا وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ بَعْدَهُمْ آيَةً عِبْرَةً وَاعْتَدْنَا فِي  
 الْآخِرَةِ لِلظَّالِمِينَ الْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا مَوْلَانَا سَوَى مَا يَحُلُّ بِهِمْ فِي الدُّنْيَا وَ أَذْكَرَ عَادًا قَوْمٌ بُودَ وَتَمُودًا  
 قَوْمٌ صَالِحٌ وَأَصْحَابُ الرِّسِّ إِسْمُ بئر وَنَبِيَّهُمْ قَيْلٌ شَعِيبٌ وَقِيلَ غَيْرُهُ كَانُوا قُعودًا حَوْلَهَا فَانْهَارَتْ بِهِمْ  
 وَبِمَنَازِلِهِمْ وَقُرُونًا أَقْوَامًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ۝ اِی بَیْن عَادٍ وَاصْخَبِ الرِّسِّ وَكُلًّا ضَرْبًا لَهُ الْأَمْثَالُ فِی إِقَامَةِ  
 الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ فَلَمْ نُهْلِكْهُمْ إِلَّا بَعْدَ الْإِنْذَارِ وَكُلًّا تَبَرُّنًا تَبَرُّرًا ۝ أَهْلَكَنا إِبْلَاقًا بِتَكْذِيبِهِمْ أَنْبِیَاءَ بِهِمْ وَلَقَدْ آتَوْا  
 مَرْوَا اِی كَفَارِ مَكَّةَ عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أَمْطَرَتْ مَطَرُ السَّوْعِ مَصْدَرُ سَاءِ اِی بِالْحِجَارَةِ وَبِی غُظْمَى قُرَى قَوْمِ  
 لُوطٍ فَأَبْلَكَ اللَّهُ أَهْلَهَا لِفَعْلِهِمْ الْفَاحِشَةَ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنها فِي سَفَرِهِمْ إِلَى الشَّامِ فَيَعْتَبِرُونَ وَالِاسْتِفْهَامِ  
 لِلتَّقْرِيرِ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ يَخَافُونَ نُشُورًا ۝ بَعَثْنَا فَلَاحًا يُؤْمِنُونَ وَآذَارًا لَوْ كُنَّا مَا يَتَّخِذُونَكَ الْأَهْزَاءُ مَهْزُورًا  
 بِهِ يَقُولُونَ أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝ فِی دَعْوَاهُ مُحْتَقِرِينَ لَهُ عَنِ الرِّسَالَةِ إِنْ مَخْفَفَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ  
 وَاسْمُهَا مَحْذُوفٌ اِی أَنَّهُ كَذَّابٌ لِيُضِلُّنَا يُضَرِّفْنَا عَنْ الْهَيْتَةِ لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا لَصَرَفْنَا عَنْهَا قَالَ تَعَالَى  
 وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ عِیَانًا فِي الْآخِرَةِ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝ اِخْطَأُ طَرِيقًا أَهْمُ أَمِ الْمُؤْمِنُونَ أَرَأَيْتَ  
 أَخْبَرْنِي مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوًیً اِی مَسْهُوًیً قَدِمَ الْمَفْعُولُ الثَّانِي لِأَنَّهُ أَهْمُ وَجُمْلَةٌ مِنْ اتَّخَذَ مَفْعُولٌ أَوَّلٌ لِرَأْيَتِ  
 وَالثَّانِي أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكَيْلًا ۝ حَافِظًا تَحْفِظُهُ عَنْ إِيْتَابِ بَوَاهُ لَا أَمْرٌ تَحْسَبُ أَنْ أَكْثَرَهُمْ سَمِعُوا سَمَاعَ  
 تَفْهَمُ أَوْ يَعْقِلُونَ مَا نَقُولُ لَهُمْ إِنْ مَا هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝ اِخْطَأُ طَرِيقًا مِنْهَا لِأَنَّهُ تَنْقَادُ  
 لِمَنْ يَتَعَهَّدُهَا وَهُمْ لَا يُطِيعُونَ مَوْلَاهُمْ الْمُنْعَمُ عَلَيْهِمْ .

**ترجمہ:** اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتابِ تورات عطا کی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو وزیر (یعنی)  
 معین بنادیا اور ہم نے دونوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری دلیلوں کو جھٹلایا ہے یعنی قبطیوں کی طرف  
 جو کہ فرعون اور اس کی قوم ہے چنانچہ (یہ دونوں) پیغام لے کر ان کے پاس گئے مگر ان لوگوں نے دونوں کو جھٹلایا تو ہم نے  
 ان کو تیس تیس کر دیا (یعنی) پوری طرح ہلاک کر دیا اور قومِ نوح کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے (تمام) رسولوں کی تکذیب  
 کی نوح علیہ السلام کی تکذیب کر کے، نوح علیہ السلام کے ان کے درمیان زمانہ دراز تک قیام کرنے کی وجہ سے، گویا کہ

حضرت نوح علیہ السلام کئی رسول تھے (یعنی بمنزلہ کئی رسولوں کے تھے) یا اس لئے (دُسُلُ جمع کا صیغہ استعمال کیا) کہ حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب گویا کہ باقی رسولوں کی تکذیب ہے اس لئے کہ توحید کے لانے میں سب مشترک ہیں تو ہم نے ان کو غرق کر دیا اور بعد کے لوگوں کے لئے نشانِ عبرت بنا دیا اور ہم نے آخرت میں ظالموں کا فروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے یعنی تکلیف دہ، اس عذاب کے علاوہ جو دنیا میں ان پر نازل ہوگا اور ہود علیہ السلام کی قوم عاد کا اور صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا اور اصحاب الرس کا تذکرہ کیجئے، رَسٌ ایک کنوئیں کا نام ہے اور ان کے نبی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ شعیب تھے اور کہا گیا ہے کہ ان کے علاوہ تھے، کنوئیں کے اطراف میں بود و باش رکھتے تھے وہ کنواں ان کے اور ان کے مکانوں کے ساتھ دھنس گیا اور ان کے بیچ بیچ میں بہت سی قوموں کا یعنی عاد اور اصحاب الرس کے درمیان اور ہم نے ہر ایک کے لئے عمدہ عمدہ مضامین بیان کئے ان پر حجت قائم کرنے کے لئے ہم نے ان کو تنبیہ کے بعد ہی ہلاک کیا، پھر ہم نے ہر ایک کو پوری طرح ہلاک کر دیا، ان کے اپنے انبیاء کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اور وہ یعنی کفار مکہ اس بستی کے پاس سے گذرتے ہیں جس پر بدترین بارش برساتی گئی السَّوءُ سَاءَ کا مصدر ہے یعنی پتھروں کی بارش برساتی گئی اور وہ بستی قوم لوط کی بستیوں میں سب سے بڑی بستی (سدوم) تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی والوں کو ان کی بد فعلی کی وجہ سے ہلاک کر دیا تو کیا یہ لوگ اپنے شام کے سفر میں اس (بستی) کو نہیں دیکھتے کہ عبرت حاصل کریں اور استفہام تقریری ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا اندیشہ ہی نہیں رکھتے یہی وجہ ہے کہ ایمان نہیں لاتے اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کا تسخّر کرنے لگتے ہیں یعنی آپ کا مذاق بناتے ہیں، کہتے ہیں کہ کیا یہی ہیں وہ صاحب جن کو اللہ نے بزعم خویش رسول بنا کر بھیجا ہے (مرتبہ) رسالت سے آپ کو کمتر سمجھتے ہوئے اِنَّ ثَقِيلًا سے مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اِی اِنَّہُ اس شخص نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر جسے نہ رہتے تو یقیناً ہم ان سے پھر جاتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جلدی ہی ان کو معلوم ہو جائے گا جب وہ عذاب کو آخرت میں کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ کون شخص گمراہ تھا؟ یعنی غلط راستہ پر تھا وہ یا مومنین؟ کیا آپ نے اس شخص (کی حالت) دیکھی کہ جس نے خواہشات نفسانی یعنی پسند کی چیزوں کو اپنا معبود بنا لیا؟ مفعول ثانی کو اہم ہونے کی وجہ سے مقدم کر دیا گیا ہے اور مَنْ اِتَّخَذَ الْهٰٓءَ هَوٰٓاۃً جملہ ہو کر رَاٰتِ کا مفعول اول ہے اور اَفَاَنْتَ تَسْكُوۡنُ عَلَیْہِ و کیداً مفعول ثانی ہے، کیا آپ ایسے شخص کے ضامن ہو سکتے ہیں؟ یعنی کیا آپ ایسے ہوا پرست کی اتباع ہو اسے حفاظت کی ذمہ داری لے سکتے ہیں؟ نہیں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سمجھنے کے لئے سنتے ہیں یا جو آپ ان سے کہتے ہیں اسے سمجھتے ہیں یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں یعنی جانوروں سے بھی ان کا برا حال ہے اس لئے کہ جو شخص ان (جانوروں) کی نگہداشت کرتا ہے اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور یہ اپنے مولائے محسن کی اطاعت نہیں کرتے۔

## تَحْقِيقُ وَتَرْكِيْبُ تَسْهِيْلٍ وَتَفْسِيْرِيْ فَوَائِدُ

**قَوْلُهُ:** وَلَقَدْ آتَيْنَا اِي وَبِاللّٰهِ لَقَدْ آتَيْنَا وَزِيْرًا وِزْرٌ صفت مشبہ، مددگار، ناصر، معین۔

**قَوْلُهُ:** اِي الْقَبْطِ، الْقَبْطِ، الْقَوْمِ سے بدل ہونے کی وجہ سے مجبور ہے، فرعون و قومہ قبط کا بیان ہے۔

**قَوْلُهُ:** فَدَمَّرْنَاْهُمْ کا عطف فَذَهَبَا الْيَهُمَّ محذوف پر ہے، جیسا کہ مفسر علام نے اشارہ فرمایا ہے، شارح رَحِمَهُ اللّٰهُ عَالَمٌ نے توم نوح کو اذکر فعل محذوف کا مفعول قرار دیا ہے، اور لَمَّا کو شرطیہ مان کر اغرقنہم کو جواب شرط قرار دیا ہے، اور اگر لَمَّا کو ظرفیہ مانا جائے تو یہ ما اضممر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے قبیل سے بھی ہو سکتا ہے، تقدیر عبارت یہ ہوگی اَغْرَقْنَا قَوْمَ نُوْحٍ لَمَّا كَذَبُوا الرُّسُلَ اغرقنہم اگر لَمَّا کو شرطیہ مانیں تو ما اضممر کے قبیل سے نہیں ہوگا اس لئے کہ جواب لَمَّا کسی کے لئے مفسر نہیں ہوا کرتا۔ (حمل)

**قَوْلُهُ:** لَطَوْلُ لَبْنِهِ فیہم یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ کَذَبُوا الرُّسُلَ میں رُسُلُ کُجوع کیوں لائے ہیں حالانکہ نوح علیہ السلام تو ایک (واحد) ہے، شارح نے اس کے دو جواب دیئے ہیں اول یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا زمانہ اس قدر طویل ہے کہ اتنی مدت میں کئی نبی اور رسول آتے تو گویا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ کے اعتبار سے کئی نبیوں کے قائم مقام ہیں، اور دوسرا جواب یہ دیا کہ تمام انبیاء تو حید کے مسئلہ میں متفق ہیں اور تو حید تمام انبیاء کا اجماعی مسئلہ ہے، لہذا ایک کی تکذیب وہ سب کی تکذیب ہے۔

**قَوْلُهُ:** جَعَلْنٰهُمْ اِيْ اِغْرَاقَهُمْ اَوْ قَصَّتْهُمْ۔

**قَوْلُهُ:** لِلظَّالِمِيْنَ، وَضَعَ الظَّاهِرَ مَوْضِعَ الْمَضْمَرِ، تَسْجِيْلًا عَلَيْهِمُ بِوَصْفِ الظُّلْمِ وَرَنَہُ تَوْعِيْدًا یُّوْنِ ہُوْنِ وَاعْتَدْنَا لَهُمْ۔

**قَوْلُهُ:** وَكُلًّا یہ عامل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے اور ما اضممر کے قبیل سے ہے اور ضربنا کے ہم معنی فعل کُلًّا سے پہلے محذوف ہے، مثلاً اَنْذَرْنَا كُلًّا ضَرْبَنَا لَهٗ الْاَمْثَالَ اَمْثَالَ اِنْ قُصِّ عَجِيْبُهُ اور عمدہ مضامین کو کہتے ہیں جو غرابت میں امثال کے مانند ہوں۔

**قَوْلُهُ:** مَرَّوْا شارح کا مقصد اس اضافہ سے ایک اعتراض کو دفع کرنا ہے، اعتراض یہ ہے کہ اَتَوْا متعدی بنفسہ ہوتا ہے یا پھر اس کا صلہ الی آتا ہے اور یہاں اس کا صلہ علی استعمال ہوا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

**جَوَابُ:** جواب یہ ہے کہ اَتَوْا مَرَّوْا کے معنی پر مشتمل ہے لہذا اس کا صلہ علی لانا درست ہے، کما اشار الیہ الشارح۔

**قَوْلُهُ:** مَطَرِ السَّوْءِ، اَمْطَرَتْ کا مفعول مطلق ہے معنی میں الامطار کے ہے، اصل عبارت یہ ہے اَمْطَرَتْ الْقَوْمَ مَطَرِ السَّوْءِ وَالسَّوْءُ بمعنی حجارة ہے اِي رُمِيَتْ بِالْحِجَارَةِ۔

**قَوْلُهُ:** مَهْزُوًّا بہ یہ اشارہ ہے کہ هُزُوٌّ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔

قَوْلِهِ: لَصَرَفْنَا عَنْهَا يَه لَوْلَا كاجواب ہے جو محذوف ہے۔

قَوْلِهِ: مَنْ أَصْلُ سَبِيلًا، مَنْ استفہامیہ مبتداءً أَصْلُ اس کی خبر اور سَبِيلًا اس کی تمیز، یہ سب جملہ ہو کر قائم مقام یعلمون کے دو مفعولوں کے ہے یعلمون کو عمل سے معلق کر دیا گیا ہے تاکہ من استفہامیہ کی صدارت باطل نہ ہو جائے۔

قَوْلِهِ: أَرَأَيْتَ أَخْبَرْنِي مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ اہمیت کے پیش نظر مفعول ثانی کو مقدم کر دیا گیا ہے، اصل عبارت یہ ہے مَنْ اتَّخَذَ هَوَاهُ إِلَهًا۔ کما تقول علمت منطلقاً زیداً اصل میں تھا علمت زیداً منطلقاً۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ تم دونوں ان لوگوں کے پاس جاؤ کہ جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے، یہاں تکذیب آیات سے کیا مراد ہے؟ ظاہر ہے کہ آیات سے تورات تو مراد ہونہیں سکتی، اس لئے کہ تورات کا نزول غرق فرعون کے بعد ہوا ہے، لہذا آیات سے مراد یا تو وحید کے دلائل عقلیہ ہیں جو پوری کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں، جو ہر انسان کو اپنی عقل کے مطابق سمجھ میں آسکتے ہیں، ان میں غور نہ کرنے کو تکذیب آیات فرمایا، یا تکذیب سے مراد کتب سابقہ اور انبیاء سابقین کی تکذیب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول وَقَوْمُ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ یہاں رُسُل سے ایک توجیہ کے اعتبار سے انبیاء سابقین مراد ہیں جو کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے گذر چکے تھے جیسے کہ حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام، اسی طرح یہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے انبیاء کی تکذیب مراد ہے، اور تکذیب سے مراد ان پر ایمان نہ لانا ہے۔

قَوْمُ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ قوم نوح کا بہت رسولوں کو جھٹلانے سے مراد یہ ہے کہ قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام کے اصول دین مثلاً توحید، بعث بعد الموت و جزاء و سزا کی تکذیب کی اور اصول دین چونکہ تمام انبیاء کے مشترک ہیں اس لئے ایک نبی کی تکذیب تمام انبیاء کی تکذیب ہے۔

اصْحٰبُ الرِّسِّ رَسّ کچے کنوئیں کو کہتے ہیں جس کی مَن پختہ نہ بنی ہو، اصْحٰبُ الرِّس کے حالات کی تفصیل نہ تو قرآن میں مذکور ہے اور نہ صحیح احادیث میں ان کا تذکرہ ہے، اسرائیلی روایات اس میں مختلف ہیں، رائج بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ قوم ثمود کے کچھ باقی ماندہ لوگ تھے جو کسی کنوئیں کے اطراف میں آباد تھے اور بت پرستی کیا کرتے تھے، ان کی طرف جس نبی کو مبعوث کیا گیا تھا ان کا نام بعض حضرات نے شعیب اور بعض نے حظلہ بن صفوان بتایا ہے، ان کے نبی نے ان کو بہت اچھی طرح قسم قسم کی مثالیں دے کر سمجھایا مگر کسی نے نہ مانا اس کے برخلاف نبی کی ایذا رسانی پر کمر بستہ ہو گئے جب یہ لوگ کسی طرح اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا تختہ الٹ دیا اور یہ سب کے سب مع مال و دولت اور مویشیوں کے زمین میں دھنسا دیئے گئے۔

یہ اہل مکہ ملک شام آتے جاتے قوم نوح، عاد و ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات و خرابات پر ہو کر گذرتے ہیں مگر ان قوموں کے حالات سے عبرت حاصل نہیں کرتے، عبرت کہاں سے حاصل ہو؟ جبکہ عبرت کی نظر سے ان خرابات کو دیکھتے ہی نہیں ہیں اور عبرت و نصیحت کی نظر سے تو وہ شخص دیکھتا ہے جس کو مرنے کے بعد آخرت کی زندگی کا تصور ہو، جس کے نزدیک مرنے کے بعد زندہ ہونے کا تصور ہی نہ ہو اس کو عبرت کیسے حاصل ہو سکتی ہے، عبرت حاصل کرنا تو دور کی بات ہے ان کا مشغلہ یہ ہے کہ پیغمبر کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں، چنانچہ یہ لوگ آپ کو دیکھ کر استہزاء کرتے ہوئے کہتے ہیں کیا یہی بزرگ ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ بھلا یہ حیثیت اور منصب رسالت؟ کیا ساری خدائی میں یہی رسول بننے کے لئے رہ گئے تھے، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ان کی تقریر جادو کا اثر رکھتی ہے، قوت فصاحت اور زور تقریر سے رنگ تو ایسا جمایا تھا کہ قریب تھا کہ اس کی باتیں ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیتیں وہ تو ہم کے ایسے تھے کہ برابر جے رہے اور ان کی کسی بات کا اثر قبول نہ کیا ورنہ یہ ہم سب کو بھی گمراہ کر کے چھوڑتے۔ (العیاذ باللہ)۔

عذاب الہی کو جب یہ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے تب ان کو معلوم ہوگا کہ حقیقت میں کون گمراہ تھا؟ آپ ایسے ہوا پرستوں کو راہ ہدایت پر لے آنے کی کیا ذمہ داری لے سکتے ہیں جن کا معبود ہی محض خواہش ہو جدھر خواہش لے گئی ادھر منہ اٹھا کر چل دیئے جو بات خواہش کے موافق ہوئی قبول کر لی اور جو مخالف ہوئی رد کر دی آج ایک پتھر اچھا معلوم ہوا اسے پوجنے لگے، کل دوسرا اس سے خوبصورت مل گیا پہلے کو پھینک دیا اور دوسرے کے آگے سر جھکانے لگے۔

اُمّ تحسبُ آپ انہیں کیسی ہی نصیحتیں سنائیے یہ تو جانور ہیں ہلکے ان سے بھی بدتر ہیں انہیں سننے اور سمجھنے سے کیا واسطہ، بلکہ چوپائے تو بہر حال اپنی نگہداشت کرنے والے مالک کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں اور اپنے محسن کو پہچانتے ہیں اس کی آواز پر دھیان دیتے ہیں، لیکن ان بدبختوں کا حال یہ ہے کہ نہ اپنے خالق و مالک کا حق پہچانا اور نہ اس کے احسانات کو سمجھا، اگر ذرا بھی عقل و فہم سے کام لیتے تو اس کا رخانہ قدرت میں بے شمار نشانیاں تھیں جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور تزیہ اور اصول دین کی صداقت و حقانیت کی طرف رہبری کر رہی ہیں جن میں سے بعض نشانیوں کا ذکر آئندہ آیات میں کیا گیا ہے۔

الَّذِينَ تَنْظُرُونَ إِلَىٰ فِعْلِ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ بَيْنَ وَقْتِ الْإِسْفَارِ إِلَىٰ وَقْتِ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلْنَاهُ سَاكِنًا مُّقِيمًا لَا يَزُولُ بِطُلُوعِ الشَّمْسِ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسُ عَلَيْهِ آيَ الظِّلِّ ۖ دَلِيلًا ۚ فَلَوْلَا الشَّمْسُ مَا عُرِفَ الظِّلُّ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ آيَ الظِّلِّ الْمَمْدُودَ ۖ الْبِنَاقِبِضَاتِ سِيرًا ۖ خَفِيَ بِطُلُوعِ الشَّمْسِ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا سَاتِرًا كَالْبَلَّاسِ وَالنَّوْمَ سُبَاتًا رَاحَةً لِلْأَبْدَانِ بِقَطْعِ الْأَعْمَالِ ۖ وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ۖ مَنْشُورًا فِيهِ لِإِتِّغَاءِ الرِّزْقِ وَغَيْرِهِ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ فِي قِرَاءَةِ الرِّيحِ بُشْرًا لِّبَنِي يَدَىٰ رَحْمَتِهِ ۖ آيَ مُتَفَرِّقَةِ قُدَامِ الْمَطَرِ وَفِي قِرَاءَةِ بَسْكَوْنِ الشَّيْبِ تَخْفِيفًا وَفِي قِرَاءَةِ بَسْكَوْنِهَا وَفَتْحِ النُّونِ مُصَدِّرًا وَفِي أُخْرَىٰ بَسْكَوْنِهَا وَضَمِّ الْمُوَحَّدَةِ بَدَلِ النُّونِ آيَ مُبَشِّرَاتٍ وَمُفْرَدِ الْأُولَىٰ وَالثَّانِيَةِ نُشُورِ كَرَسُولٍ وَالْآخِرَةِ بُشِيرٍ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ۖ مُطَهِّرًا

لَنُجِزَنَّهُمْ بِلَدَّةٍ مَّيِّتًا بِالْتَّخْفِيفِ يَسْتَوِي فِيهِ الْمَذْكَرُ وَالْمؤنثُ أَوْ ذَكَرَهُ بِاعْتِبَارِ الْمَكَانِ وَتُسْقِيَهُ اِي الْمَاءِ  
 وَمَا خَلَقْنَا الْعَامَّةَ اِيْلًا وَبَقَرًا وَغَنَمًا وَاَنَا لِيَّ كَثِيرًا ۝ جَمَعَ اِنْسَانٍ وَاَصْلُهُ اَنَاسِيْنٍ فَاُبدِلَتِ النُّونُ يَاءً وَاُدْغِمَتْ  
 فِيهَا الْيَاءُ اَوْ جَمَعَ اِنْسِي وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ اِي الْمَاءِ بَيْنَهُمْ لِيَذْكُرُوْا اَصْلَهُ يَتَذَكَّرُوْا اُدْغِمْتَ التَّاءُ فِي الدَّالِ  
 وَفِي قِرَاءَةٍ لِيَذْكُرُوْا بِسُكُونِ الدَّالِ وَضَمِّ الْكَافِ اِي نِعْمَةِ اللّٰهِ بِهِ ۝ فَاَلَيْ أَكْثَرَ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ جُحُوْدًا لِلنِّعْمَةِ  
 حَيْثُ قَالُوْا مُطْرِنَا بِنَوءٍ كَذَا وَلَوْ شِئْنَا لَآبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۝ يُخَوِّفُ اِهْلُهَا وَلَكِنْ بَعَثْنَاكَ اِلَى اَهْلِ  
 الْقُرَى كَلِمًا نَّذِيْرًا لِّيَعْظُمَ اُجْرُكَ فَلَا تُطِيعُ الْكٰفِرِيْنَ فِي هَوَاهِمِ وَجَاهِدْهُمْ بِمَا اِي الْقُرْآنِ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝ وَهُوَ  
 الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ اَرْسَلَهُمَا مُتَجَاوِرِيْنَ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ شَدِيْدُ الْعَذُوْبَةِ وَهَذَا مِلْحٌ اَجَاجٌ شَدِيْدُ الْمَلُوْحَةِ  
 وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزًا حَاجِزًا لَا يَخْتَلِطُ اَحَدُهُمَا بِالْآخَرِ ۝ وَجَعَلَ اَمْحُجُوْرًا ۝ اِي سَيِّرًا مَّمنوعًا بِهِ اخْتِلَاطُهُمَا  
 وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا مِّنَ الْمَنِيِّ اِنْسَانًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا ذَا نَسَبٍ وَصِهْرًا ذَا صِهْرٍ بَانَ يَتَزَوَّجُ ذَكَرًا كَانَ اَوْ  
 اُنْثَى طَلَبًا لِلتَّنَاسُلِ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ۝ قَادِرًا عَلٰى مَا يَشَاءُ وَيَعْبُدُوْنَ اِي الْكَفَارُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ  
 بِعِبَادَتِهِ وَلَا يَضُرُّهُمْ بِتَرْكِهَا وَهُوَ الْاِضْنَامُ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهِمْ ظٰهِيْرًا ۝ مُعِينًا لِلشَّيْطَانِ بِطَاعَتِهِ  
 وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ وَنَّذِيْرًا ۝ مَخُوفًا مِنَ النَّارِ قُلْ مَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اِي عَلٰى تَبْلِيْغِ مَا اَرْسَلْتُ بِهِ  
 مِنْ اُجْرٍ اِلَّا لَكِنْ مَنْ شَاءَ اَنْ يَّتَّخِذْ اِلٰى رَبِّهِ سَبِيْلًا ۝ طَرِيْقًا بِانْفَاقِ مَالٍ فِي مَرْضَاتِهِ تَعَالٰى فَلَا اَمْنَعُهُ مِنْ  
 ذَلِكَ وَتَوَكَّلْ عَلٰى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ وَسَيِّحْ مُتَلَبِّسًا بِمَحْمَدٍ اِي قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكُلْفِيْ بِهِ  
 بِذُنُوْبٍ عِبَادِيْ خَيْرًا ۝ عَالِمًا تَعَلَّقَ بِهِ بِذُنُوْبٍ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ مِنْ اَيَّامِ  
 الدُّنْيَا اِي فِي قَدَرِهَا لَا اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ ثُمَّ شَمْسٌ وَلَوْ شَاءَ لَخَلَقْنَهُمْ فِي لَمَحَّةٍ وَالْعُدُوْلُ عَنْهُ لِيَتَعَلَّمَ خَلْقُهُ التَّشْبِيْهَ  
 ثُمَّ اسْتَوٰى عَلٰى الْعَرْشِ ۝ هُوَ فِي اللُّغَةِ سَرِيْرُ الْمَلِكِ الرَّحْمٰنُ يَدُلُّ مِنْ ضَمِيْرٍ اسْتَوٰى اِي اسْتَوٰءَ يَلِيْقُ بِهِ فَسَّلَّ اِيْهَا  
 الْاِنْسَانُ بِهِ بِالرَّحْمٰنِ خَيْرًا ۝ يُخْبِرُكَ بِصِفَاتِهِ وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ لَكُمْ اَنْعَمُوا لِرَّحْمٰنٍ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۝  
 اَنْعَمُ لِمَا تَمُرُّنَا بِالْفَوْقَانِيَةِ وَالتَّحْتَانِيَةِ وَالْاَبْرُ مُحَمَّدٌ وَلَا نَعْرِفُهُ لَا وَزَادَهُمْ بِهَذَا الْقَوْلُ لَهُمْ لِقَوْلِهِ ۝ عَنْ الْاِيْمَانِ .

مع

تفسير

**ترجمہ:** کیا تو اپنے رب کی صنعت کو نہیں دیکھتا وقت اسفار سے طلوع شمس کے وقت تک اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک

حالت پر ظہر اہوار رکھتا، یعنی ساکن رکھتا جو طلوع شمس سے زائل نہ ہوتا پھر ہم نے سورج کو اس سایہ پر دلیل بنایا اگر سورج نہ ہوتا تو سایہ کی شناخت نہ کی جاتی پھر ہم نے اس کو یعنی پھیلے ہوئے سایہ کو اپنی طرف بتدریج سمیٹ لیا یعنی طلوع شمس کی وجہ سے شیئاً فشیئاً اور وہ ایسا ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات کو لباس یعنی لباس کے مانند ساتر بنایا اور نیند کو قطع کرنے والی یعنی جسموں کے لئے اعمال کو موقوف کر کے راحت کی چیز بنایا اور دن کو منتشر ہونے کا وقت بنایا اس میں رزق وغیرہ حاصل کرنے

کے لئے اور وہ ایسا ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں اور ایک قراءت میں (الریاح کے بجائے) الريح ہے یعنی بارش سے پہلے پھیلتی ہوئی (ہوائیں) اور ایک قراءت میں نُشْرًا میں شین کے سکون کے ساتھ ہے تخفیف کے لئے اور ایک قراءت میں شین کے سکون اور نون کے فتح کے ساتھ ہے (نُشْرًا) مصدر ہے اور دوسری قراءت میں شین کے سکون اور نون کے بجائے با کے ضمہ کے ساتھ (یعنی بُشْرًا) ہے خوشخبری دینے والی، (پہلی قراءت یعنی نُشْرًا) کا مفرد نُشور ہے، جیسا کہ رُسُلٌ کا واحد رَسُولٌ ہے (اور اسی طرح ثانی قراءت یعنی نُشْرًا) کا مفرد ہے، اور قراءت اخیرہ یعنی بُشْرًا کا واحد بشیور ہے اور ہم آسمان سے پاک یعنی پاک اور پاک کرنے والا پانی برساتے ہیں تاکہ ہم اس کے ذریعہ خشک زمین کو سرسبز اور شاداب کریں مِثْنًا تخفیف کے ساتھ ہے، بَلْدَةٌ میں مذکر اور مؤنث دونوں برابر ہیں، یا بَلْدَةٌ کی صفت مِثْنًا کو اس لئے ذکر لایا گیا ہے کہ بلدۃ کو مکان کی تاویل میں کر لیا ہے اور ہم وہ پانی اپنی مخلوق میں سے (بہت سے) چوپایوں (مثلاً) اونٹ، گائے، اور بکریوں کو اور بہت سے انسانوں کو پلاتے ہیں، اَنَاسِیْ انسان کی جمع ہے اَنَاسِیْ کی اصل اَنَاسِین تھی نون کو یا سے بدلا اور یا کو یا میں ادغام کر دیا اَنَاسِیْ ہو گیا، یا پھر اَنَاسِیْ اَنِسی کی جمع ہے اور ہم اس پانی کو مخلوق کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ لوگ غور و فکر کریں یَذْكُرُوا کی اصل یَذْكُرُوا تھی تاکہ ذال میں ادغام کر دیا اور ایک قراءت میں لِيَذْكُرُوا ذال کے سکون اور کاف کے ضمہ کے ساتھ ہے یعنی تاکہ بارش (پانی) کے سبب سے اللہ کی نعمتوں کو یاد کریں پھر اکثر لوگ ناشکری ہی کرتے رہے یعنی نعمت کے منکر رہے، اس طرح سے کہ وہ کہتے تھے کہ فلاں ستارے کے طلوع (یا غروب) ہونے کی وجہ سے ہم کو بارش دی گئی اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرانے والا (پیغمبر) بھیج دیتے جو اس بستی والوں کو ڈراتا لیکن ہم نے آپ کو تمام بستی والوں کی جانب نذیر بنا کر بھیجا تاکہ آپ کا اجر زیادہ ہو لہذا آپ کافروں کا ان کی خواہشات میں اتباع نہ کریں اور آپ ان کے ساتھ قرآن کے ذریعہ پوری طاقت سے جہاد کریں اور وہ ایسا ہے کہ جس نے دو دریا ملا کر جاری کئے ہیں جن میں ایک میٹھا مزیدار یعنی نہایت شیریں ہے اور دوسرا تمکین اور کڑوا یعنی نہایت شور ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب آڑ ہے تاکہ ایک دوسرے سے نہ مل سکے اور قوی مانع رکھ دیا یعنی ایسا مانع کہ جس کی وجہ سے ان دونوں دریاؤں کا ملنا ممنوع ہو گیا وہ ایسی ذات ہے کہ جس نے انسان کو پانی یعنی منی سے پیدا کیا پھر اس کو صاحب نسب (خونی رشتہ والا) اور صاحب صہر (سسرالی رشتوں والا) بنایا بایں طور کہ وہ افزائش نسل کے لئے نکاح کرتا ہے مذکر ہو یا مؤنث، اور تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے جو وہ چاہے اس پر قادر ہے اور یہ لوگ یعنی کافر اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی بندگی کرتے ہیں کہ جو ان کی بندگی کی وجہ سے نہ ان کو نفع پہنچانے پر قادر ہیں اور نہ ترک بندگی پر نقصان پہنچانے پر قادر ہیں، اور وہ بت ہیں اور کافرو اپنے رب کی مخالفت میں شیطان کا مددگار ہے ہی شیطان کی اطاعت کر کے اور ہم نے آپ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ آپ جنت کی خوشخبری سنا لیں اور نار جہنم سے ڈرائیں آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس چیز کی تبلیغ پر جس کو میں دیکر بھیجا گیا ہوں کوئی معاوضہ نہیں چاہتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی مرضیات میں مال خرچ کر کے اپنے رب تک (رسائی) کا

راستہ اختیار کرے تو میں اس کو اس سے منع نہیں کرتا اور آپ اس جی لایموت پر توکل رکھئے اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کیجئے یعنی سبحان اللہ وبحمدہ کہئے، اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے بخوبی واقف ہے، بذنوب خبیثاً سے متعلق ہے اور وہ ایسی ذات ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا دنیا کے دنوں کے حساب سے یعنی ان کی مقدار میں اس لئے کہ اس وقت سورج نہیں تھا، اور اگر وہ چاہتا تو ان کو ایک لمحہ میں پیدا کر دیتا، اب رہا اپنی اس قدرت سے عدول تو یہ اپنی مخلوق کو جلدی نہ کرنے (اور نرمی) کی تعلیم کے لئے ہے پھر وہ عرش پر مستوی ہو گیا عرش لغت میں تحت شاہی کو کہتے ہیں وہ رحمن ہے رحمن، استوی کی ضمیر سے بدل ہے، اور استوی سے وہ استواء مراد ہے جو اس کی شایان شان ہے تو رحمن (کی شان) کے بارے میں کسی واقف کار سے دریافت کر وہ تجھے اس کی صفات کے بارے میں بتائے گا اور جب کفار مکہ سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں رحمن کیا چیز ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو تو سجدہ کرنے کا حکم دے رہا ہے نامرنا تا اور یادوں کے ساتھ ہے اور فاعل محمد ہیں، حال یہ ہے کہ ہم اس (رحمن) کو نہیں جانتے، ہم ایسا نہیں کریں گے، اس قول نے ان کو ایمان سے اور زیادہ نفرت کرنے والا بنا دیا۔

### تَحْقِیْقُ تَحْرِیْکِیْ تَسْبِیْہِیْ وَ تَفْسِیْرِیْ فَوَائِدُ

قَوْلًا: اَلَمْ تَرَ، تَنْظُرْ، تَنْظُرُ سے رویت بصری کی طرف اشارہ ہے نیز اس کی تائید الی سے بھی ہو رہی ہے اس لئے کہ رویت بصری کا صلہ الی آتا ہے۔

قَوْلًا: اِلَیْ رَبِّكَ میں مضاف محذوف ہے اس لئے کہ ذات باری کی رویت دنیا میں ممکن نہیں ہے اس لئے تقدیر عبارت یہ ہوگی اَلَمْ تَرَ اِلَیْ صَنِیْعِ رَبِّكَ اور بعض حضرات نے رویت سے رویت قلبی بھی مراد لی ہے اور اَلَمْ تَرَ معنی میں اَلَمْ تَعْلَمْ کے لیا ہے اور مخاطب آنحضرت ﷺ اور ہر وہ شخص ہے جو کائنات عالم میں غور و فکر کی صلاحیت رکھتا ہو، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیات میں اپنے منفرد بالالوہیہ ہونے پر پانچ دلیلیں از قبیل محسوسات بیان فرمائی ہیں ① اَلَمْ تَرَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ② ③ ④ ⑤ ⑥ ⑦ ⑧ ⑨ ⑩ ⑪ ⑫ ⑬ ⑭ ⑮ ⑯ ⑰ ⑱ ⑲ ⑳ ㉑ ㉒ ㉓ ㉔ ㉕ ㉖ ㉗ ㉘ ㉙ ㉚ ㉛ ㉜ ㉝ ㉞ ㉟ ㊱ ㊲ ㊳ ㊴ ㊵ ㊶ ㊷ ㊸ ㊹ ㊺ ㊻ ㊼ ㊽ ㊾ ㊿ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

قَوْلًا: مِنْ وَقْتِ الْاَسْفَارِ اِلَیْ وَقْتِ طُلُوعِ الشَّمْسِ مفسر رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے زیادہ مناسب تھا کہ ای من طلوع الفجر اِلَیْ طُلُوعِ الشَّمْسِ کہتے اور اگر مطلق رکھتے اور کسی بھی قید کے ساتھ مقید نہ کرتے تو اور زیادہ بہتر ہوتا اس لئے کہ رات میں تو زمین کا ظل ہوتا ہے دن میں اشجار وغیرہ کا ظل ہوتا ہے، اسفار کو شاید سہانا وقت ہونے کی وجہ سے خاص کیا ہو، کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ کی تفسیر میں مفسرین کے تین قول ہیں ① من الفجر اِلَیْ الشَّمْسِ ② من المغرب اِلَیْ طُلُوعِ الشَّمْسِ ③ من طلوعِ الشَّمْسِ اِلَیْ زَوَالِ الشَّمْسِ صاحب بحر نے پہلے قول کو جمہور کا قول نقل کیا ہے، اور مفسر علام نے جو تفسیر



(صاوی و حمل)

فرمائی ہے وہ دیگر مفسرین کے موافق نہیں ہے۔

**قَوْلُهُ: جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ لِبَاسًا** اس میں لیل کو لباس سے تشبیہ دی ہے جبہ شبہ سائر ہونا ہے حرف تشبیہ اور وجہ شبہ کو حذف کر دیا ہے اس کو تشبیہ بلغ کہتے ہیں، جیسے زید اسد میں تشبیہ بلغ ہے۔

**قَوْلُهُ: بُشِّرًا** اس میں چند قراءتیں ہیں، مفسر علام کے سامنے قرآن کریم کا وہ نسخہ ہے کہ جس میں بُشِّرًا کے بجائے نُشِّرًا ہے اس میں چار قراءتیں ہیں نُشِّرًا، نُشِّرًا، نُشِّرًا، بُشِّرًا پہلی اور دوسری نُشُور کی جمع ہیں جیسا کہ رُسُول کی جمع رُسُل اور رُسُل آتی ہے اور تیسری یعنی نُشِّرًا یہ مصدر ہے جس میں واحد اور جمع برابر ہیں اور چوتھی یعنی بُشِّرًا بشیر کی جمع ہے خوشخبری دینے والا۔

**قَوْلُهُ: مفرد الاولى والثانية** یعنی مفسر علام کو اولی کے ساتھ والثانیۃ بھی کہنا چاہئے تھا اس لئے کہ پہلی اور دوسری قراءت کا واحد ایک ہی ہے اور وہ ہے نُشُور اور چوتھی قراءت یعنی بُشِّرًا کا واحد بشیر ہے۔

**قَوْلُهُ: مَبْنًى مَبْنًى** اور مَبْنًى میں فرق یہ ہے کہ مَبْنًى اس کو کہتے ہیں جو مرچکا ہو اور مَبْنًى اسے کہتے ہیں جو مرنے والا ہو یا مرنے کے قریب ہو۔

**قَوْلُهُ: يستوی فیہ المذکر والمؤنث** یہ اس اعتراض کا جواب ہے کہ بَلَدٌ موصوف اور مَبْنًى اس کی صفت ہے مَبْنًى کے بجائے مَبْنًى ہونا چاہئے تھا تاکہ موصوف اور صفت میں مطابقت ہو جاتی، اس کا ایک جواب تو یہ دیا کہ مَبْنًى کا اطلاق مذکر اور مؤنث دونوں پر ہوتا ہے، دوسرا جواب وَذَكَرَهُ باعتبار المكان مفسر علام کو دوا کے بجائے اُن کہنا چاہئے تھا تاکہ دوسرے جواب کی طرف اشارہ ہو جاتا، دوسرے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ بَلَدٌ، مکان کی تاویل میں ہے لہذا مَبْنًى لانا درست ہے۔

**قَوْلُهُ: وَنُسْقِيَهُ** اس کا عطف نُحْيِي پر ہے۔

**قَوْلُهُ: اَنْعَامًا** یہ نُسْقِيَهُ کا مفعول ثانی ہے اور خَلَقْنَا اَنْعَامًا پر مقدم ہونے کی وجہ سے حال ہے ورنہ تو خَلَقْنَا اَنْعَامًا کی صفت ہے، قاعدہ ہے کہ موصوف اگر نکرہ ہو اور اس کی صفت کو مقدم کر دیا گیا ہو تو وہ حال ہو جاتی ہے۔

**قَوْلُهُ: اَنْاسِي** یہ اَنْاسِي کی جمع ہے یہ سیبویہ کا مذہب اور یہی رائج ہے اور بعض نے کہا ہے اَنْاسِي کی جمع ہے یہ فراء کا مذہب ہے اور یہ اعتراض سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ اَنْاسِي میں یا نسبتی ہے اور جس میں یا نسبتی ہوتی ہے اس کی جمع فَعَالِي کے وزن پر نہیں آتی، جیسا کہ ابن مالک نے فرمایا وَاجْعَلْ فَعَالِي لَغِيْبٍ ذِي نَسَبٍ۔

**قَوْلُهُ: وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ اى وَاللّٰهُ لَقَدْ صَرَّفْنَاهُ اى المَاء** مفسر علام نے صَرَّفْنَاهُ کی ہضمیر کا مرجع ماء قرار دیا ہے، مطلب یہ ہے کہ ہم نے بارش کو مختلف شہروں اور علاقوں میں مقدار کے اعتبار سے تقسیم کر دیا اسی طرح صفت کے اعتبار سے بھی تقسیم کر دیا کہ بارش کہیں موسلا دھار ہوتی ہے تو کہیں ہلکی، اسی طرح مختلف اوقات میں تقسیم کر دیا، حضرت ابن عباس رَضِيَ اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی تفسیر منقول ہے، بعض حضرات نے صَرَّفْنَاهُ کی ہضمیر کا مرجع قرآن کو قرار دیا ہے اور اس کا قرینہ

جَاهِدْهُمْ بِهِ کو قرار دیا ہے اور بعض حضرات نے الماطر کو مرجع قرار دیا ہے، صاحب جلالین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، قرآن کو مرجع قرار دینے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اس قرآن میں مختلف امثال و عنوان سے عمدہ مضامین بیان کئے اور مختلف حج و براہین سے لوگوں کو سمجھایا تا کہ وہ غور و فکر کریں۔ (صفوة التفاسیر ملخصاً)

قَوْلُهُ: اَللّٰوُ اس کی جمع آنواء آتی ہے اس کے معنی مائل ہونے اور ساقط ہونے کے ہیں یَقَالُ نَاءٌ بِهَ الْجَمْلُ اِیْ اَنْقَلَهُ وَاَمَّا لُہُ بوجھنے اس کو گراں بار کر دیا اور جھکا دیا زمانہ جاہلیت میں عرب کو اکب کو موثر حقیقی مانتے تھے اور سردی گرمی نیز بارش وغیرہ کی نسبت بعض نجوم کے طلوع یا غروب کی طرف کرتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ آخر شب میں جب ایک مخصوص تارہ جانب مغرب میں غروب ہوتا ہے اور اس کے بالمقابل مشرق میں اس کا حریف طلوع ہوتا ہے تو بارش ہوتی ہے، یہ لوگ اللہ کو موثر حقیقی نہ مان کر نجوم کو اکب کو موثر حقیقی مانتے تھے اسی لئے اس کو کفران سے تعبیر کیا ہے۔ (روح البیان ملخصاً)

قَوْلُهُ: مَرْج (ماضی باب نصر) مُرْجُجٌ آزاد چھوڑنا، جاری کرنا، فُرات بہت شیریں خوش ذائقہ تسکین بخش (ک) الرَّحْمٰنُ رَحْمٰن کے مرفوع ہونے کی تین وجہ ہو سکتی ہیں ① اَلَّذِیْ خَلَقَ الْخِج مبتداء کی خبر ہو ② ہو مبتداء محذوف کی خبر ہو ③ استویٰ کی ضمیر سے بدل ہو مفسر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

قَوْلُهُ: فَاسْأَلْ بِهٖ خَبِيْرًا، بِهٖ خَبِيْرًا سے متعلق ہے، رعایت فواصل کی وجہ سے مقدم کر دیا گیا ہے اِیْ فِیْ سَآلِ خَبِيْرًا بِهٖ یَا اَسْئَلُ سے متعلق ہے اِیْ اَسْئَلُ عَنْہُ خَبِيْرًا یعنی رَحْمٰن کی صفات کے بارے میں عالم سے معلوم کر لے۔ قَوْلُهُ: یُخْبِرُكَ بِصِفَاتِہٖ یہ جواب امر ہے۔

## تَفْسِيْرٌ وَتَشْرِیْحٌ

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظَّلَّ یہاں اللہ تعالیٰ پھر توحید کے دلائل کا آغاز فرما رہے ہیں، صبح صادق کے بعد سے طلوع شمس تک سب جگہ سایہ رہتا ہے یعنی اس وقت دھوپ نہیں ہوتی اگر حق تعالیٰ سورج کو طلوع نہ ہونے دیتا تو یہ سایہ ہی قائم رہتا، مگر اس نے اپنی قدرت سے سورج نکالا جس کی وجہ سے دھوپ پھیلنی شروع ہوئی اور سایہ بتدریج ایک طرف سمٹنے لگا اگر دھوپ نہ آتی تو ہم سایہ کو نہ سمجھ سکتے اس لئے کہ شئی اپنی ضد ہی سے پہچانی جاتی ہے اور ہمیشہ سایہ ہی قائم رہ جاتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْغَيْلَ الخ یعنی رات کی تاریکی چادر کی طرح سب پر محیط ہو جاتی ہے جس میں لوگ کاروبار چھوڑ کر آرام کرتے ہیں، جب دن کا اجالا ہو جاتا ہے تو لوگ نیند سے اٹھ کر ادھر ادھر چلنے پھرنے لگتے ہیں، اسی طرح موت کی نیند کے بعد قیامت کی صبح آئے گی جس میں سارا جہاں اٹھ کھڑا ہوگا، اور یہی حالت اس وقت پیش آتی ہے جب انبیاء کرام وحی والہام کی روشنی سے دنیا میں اجالا کرتے ہیں تو جہل و غفلت کی نیند میں سوئی ہوئی مخلوق ایک دم آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ بیٹھتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیْحَ یعنی اول برساتی ہوائیں بارش کی خوشخبری لاتی ہیں پھر آسمان کی طرف سے پانی برستا ہے جو کہ

خود پاک اور دوسروں کو پاک کرنے والا ہے، پانی پڑتے ہی مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں اور کتنے جانور اور انسان بارش کا پانی پی کر سیراب ہوتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَاہُ لِبَعْضٍ نَّصِیْحَتِہِمْ اَمْثَالَ الْاَمْثَالِ اور نصیحتیں مختلف عنوان سے بار بار بیان فرمائی ہیں تاکہ اہل عقل و دانش اس میں غور کریں اور خدا کی توحید کے قائل ہو جائیں اور بعض حضرات نے ہمارے مرجع بارش کو قرار دیا ہے، جیسا کہ مفسر علام کی رائے بھی یہی ہے مطلب یہ ہے کہ بارش کو ہم پھیر پھیر کر برساتے ہیں یعنی کبھی ایک علاقہ میں اور کبھی دوسرے علاقہ میں حتیٰ کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ شہر کے ایک حصہ میں بارش ہوتی ہے اور دوسرے حصہ میں نہیں ہوتی کبھی ایک علاقہ میں زیادہ ہوئی اور دوسرے علاقہ میں کم، اور کبھی اس کا برعکس ہوتا ہے، یہ سب اس کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتا ہے اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ لوگ اس کی وحدت اور قدرت کے قائل ہو جائیں اور اس کی نعمت کے شکر گزار ہوں، لیکن بہت سے لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے اور نعمت الہی کا شکریہ ادا نہیں کرتے، اگلے کفر اور ناشکری پر اتر آتے ہیں، مثلاً یہ کہ بارش کو مشیت الہی کے بجائے ستاروں کی گردش یا کسی ستارے کے غروب و طلوع کا نتیجہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ اہل جاہلیت کیا کرتے تھے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَکَبَعْنَا النِّعَمَ مطلب یہ ہے کہ نبی کا آنا کوئی تعجب کی بات نہیں اللہ اگر چاہے تو اب بھی نبیوں کی کثرت کر دے کہ ہر بستی میں علیحدہ علیحدہ نبی ہو مگر اس کو منظور ہی یہ ہوا کہ اب آخر میں سارے جہان کے لئے اکیلے محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجے تاکہ تمام نبیوں کا اجر آپ ہی کو ملے سو آپ کافروں کی احقانہ طعن و تشنیع اور سفیہانہ نکتہ چینیوں کی طرف التفات نہ کریں، اپنا کام پوری قوت اور تندہی سے انجام دیئے جائیں اللہ آپ کو کامیاب کرنے والا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ لَفْظِ مَرَجَ آزاد چھوڑنے کے معنی میں آتا ہے، اسی وجہ سے مَرَجَ چراگاہ کو کہتے ہیں جہاں جانور آزادی سے چل پھر کر چر سکیں، عَذْبُ میٹھے پانی کو کہتے ہیں فِرات خوش ذائقہ اور خوشگوار تسکین بخش کو کہتے ہیں مِلْحُ نمکین کو کہتے ہیں اُجَاج تیز اور تلخ کو کہتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے اپنے فضل اور حکمت بالغہ سے دنیا میں دو قسم کے پانی پیدا فرمائے ہیں، بحر محیط جو کہ زمین کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے، زمین جو کہ کرۂ ارض کا تقریباً ایک چوتھائی حصہ ہے اور باقی تین حصہ پانی ہے بحر محیط کا پانی بتقاضائے حکمت نہایت نمکین اور بد مزہ ہے زمین کے آباد حصہ پر بارش کے پانی کے چشمے، ندیاں، نہریں اور بڑے بڑے دریا ہیں یہ سب میٹھے خوشگوار اور خوش ذائقہ ہیں انسان کو اپنے پینے اور روزمرہ کے استعمال کے لئے شیریں پانی کی ضرورت ہے، جس کو حق تعالیٰ نے زمین کے آباد حصہ میں مختلف صورتوں میں مہیا فرمایا ہے، لیکن بحر محیط کا پانی اگر شیریں ہوتا تو پوری دنیا میں تعفن پیدا ہو جاتا اور تمام جاندار تعفن اور بدبو کی وجہ سے مر جاتے، اسلئے کہ میٹھے پانی کا خاصہ ہے کہ بہت جلد سڑ جاتا ہے خصوصاً سمندر کہ جس کی مخلوق خشکی کی مخلوق سے کہیں زیادہ ہیں جو سمندر ہی میں مرتے گلتے سڑتے ہیں اور تمام روئے زمین سے بہہ کر جانے والی گندگیاں سب

سمندر میں جا کر مل جاتی ہیں اگر سمندر کا پانی بیٹھا ہوتا تو دو چار روز ہی میں سڑ جاتا جس کی بدبو سے نہ صرف یہ کہ اہل زمین کو بدبو کی وجہ سے رہنا مشکل ہو جاتا بلکہ فضاء کی آلودگی کی وجہ سے کسی جاندار کا زندہ رہنا ممکن نہ ہوتا، اس لئے حکمت خداوندی نے سمندری پانی کو اتنا نمکین اور کڑوا اور تیز بنا دیا کہ دنیا بھر کی گندگیاں اس میں جا کر بھسم ہو جاتی ہیں خود اس میں رہنے والی مخلوق جو اسی میں مرقی ہیں وہ بھی سڑنے نہیں پاتیں۔

وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَهِيَ اِیْسَى قَدْرَتِ وَاللّٰہِ جَسْ نَے دودریاؤں کو (صورۃ) ملایا جن میں ایک کا پانی نہایت شیریں تسکین بخش ہے اور دوسرے کا نمکین اور کڑوا، اختلاط صوری کے باوجود اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک حجاب اور قوی مانع رکھ دیا ہے، ان دودریاؤں سے وہ مواقع مراد ہیں جہاں شیریں ندیاں سمندر میں جا کر گرتی ہیں، باوجودیکہ دونوں کی اوپری سطح ایک معلوم ہوتی ہے لیکن قدرت الہیہ نے ان کے درمیان ایک ایسی حد فاصل رکھ دی ہے کہ ملتقی کی ایک جانب اگر پانی لیا جائے تو شیریں اور دوسری جانب جو کہ اول جانب سے بالکل قریب ہے پانی لیا جائے تو تلخ دنیا میں جہاں بھی شیریں پانی کی ندیاں سمندر میں گرتی ہیں اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ میلوں دور تک شیریں اور کھارا پانی الگ الگ چلتے ہیں ان ہی مقامات میں سے ایک مقام ارکان اور چائنگام تک ہے وہاں پردریا کی شان یہ ہے کہ اس کی دو جانبیں بالکل الگ الگ نوعیت کے دودریا نظر آتے ہیں، ایک کا پانی سفید ہے اور ایک کا سیاہ، سیاہ میں سمندری تلاطم اور تموج ہوتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے دونوں کے درمیان ایک دھاری سی برابر چلی گئی ہے جو دونوں کا ملتقی ہے۔ (معارف القرآن ملخصاً)

فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا نَسْب سے وہ رشتہ داریاں مراد ہیں جو باپ یا ماں کی طرف سے ہوتی ہیں اور صہر سے وہ قرابت داریاں مراد ہیں جو شادی کے بعد بیوی کی طرف سے ہوں جس کو عرف میں سرالی رشتے کہتے ہیں۔

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجیے کہ ایمان کی دعوت اور اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کا میں تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا اور نہ اس میں میرا کوئی ذاتی فائدہ ہے، اگر میرا کوئی فائدہ ہے تو یہ کہ تم رب کا راستہ اختیار کر لو، اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص راہ مستقیم اختیار کر لے تو یہ اسی کا فائدہ ہے، اس فائدہ کو اپنا فائدہ قرار دینا یہ پیغمبرانہ شفقت کی طرف اشارہ ہے کہ میں تمہارے فائدہ کو اپنا فائدہ سمجھ رہا ہوں، اور یہ بھی احتمال ہے اس کو اپنا فائدہ اس لحاظ سے فرمایا ہو کہ اس کا اجر آپ ﷺ کو ملے گا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی کو نیک کاموں کی ہدایت کرتا ہے اور وہ اس کے کہنے کے مطابق نیک عمل کرے تو اس کے عمل کا ثواب خود کرنے والے کو بھی پورا پورا ملے گا اور اتنا ہی ثواب ہدایت کرنے والے شخص کو بھی۔

(مظہری)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ رَحْمَن اور رحیم اللہ کی صفات اور اسماء حسنیٰ میں سے ہیں لیکن عرب اللہ کو ان ناموں سے نہیں جانتے تھے، جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب نبی کریم ﷺ نے معاہدہ کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھوایا تھا تو مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ ہم رحمن و رحیم کو نہیں جانتے، باسمک اللہم لکھو۔

قال تعالى تَبَرَّكَ تَعَظَّمَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا اثنى عشر الحمل ، والثور ، والجوزاء ، والسرطان ،  
والأسد ، والسنبلة ، والميزان ، والعقرب ، والقوس ، والجدي ، والدلو ، والحوت ، وهى منازل  
الكواكب السبعة السيارة المريخ وله الحمل والعقرب والزهرة ولها الثور والميزان وعطارد وله  
الجوزاء والسنبلة والقمر وله السرطان والشمس وله الأسد والمشتري وله القوس والحوت وزحل وله  
الجدي والدلو وجعل فيها ايضا سراجا هو الشمس وقمرًا مغيرًا ۞ وفى قراءة سُرجًا بالجمع اى نيرات  
وخص القمر منها بالذكور لنوع فضيلة وهو الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً اى يخلف كل منهما الآخر  
لِمَنْ ارَادَ أَنْ يَذْكُرَ بالتشديد والتخفيف كما تقدم مافاته فى احدهما من خير فيفعله فى الآخر اَوْ ارَادَ شُكْرًا ۞  
اى شكرًا للنعمة ربّه عليه فيهما وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ مبتدأ وما بعده صفات له الى اولئك يُجزون غير المعترض فيه  
الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا اى بسكينة وتواضع وَلَآ اَخَاطِبُهُمُ الْجَاهِلُونَ بما يكرهونه قَالَوَاَسْلَمًا ۞ اى  
قولاً يَسْلَمُونَ فيه من الإثم وَالَّذِينَ يَسْتَنُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا جَمَعَ ساجد وقِيَامًا ۞ بمعنى قائمين اى يصلون  
بالليل وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۞ اى لازماً اِنَّهَا سَاءَتْ بُسْت  
مُسْتَقَرًّا وَمَقَامًا ۞ هى اى موضع استقرار واقامة وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا عَلَى عِيَالِهِمْ لَمْ يَسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا بفتح  
اوله وضمه مع كسرة التاء اى يضيّقوا وَكَانَ إِنْفَاقُهُمْ بَيْنَ ذَلِكَ الْإِسْرَافِ والاقتار قَوَامًا ۞ وَسَطًا وَالَّذِينَ لَا  
يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ قَتْلَهَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ اى  
واحداً من الثلاثة يَلْقَ أَثَامًا ۞ اى عقوبة يُضَعَفُ وفى قراءة يضعف بالتشديد لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَيُخْلَدُ فِيهِ  
بجزم الفعلين بدلاً وبرفعهما استينافاً مُهَانًا ۞ حَالُ الْأَمْنِ تَابَ وَأَمَّنْ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا مِنْهُمْ  
فَأُولَئِكَ يَبْدُلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمُ الْمَذْكُورَةَ حَسَنَاتٍ فى الآخرة وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۞ اى لم يزل متصفاً بذلك  
وَمَنْ تَابَ مِنْ ذُنُوبِهِ غَيْرُ مَنْ ذَكَرَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ۞ اى يرجع اليه رجوعاً فيجازيه خيراً  
وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّوْرَ اى الكذب والباطل وَإِذَا مَرُّوا بِالْغَوِّ مِنَ الْكَلَامِ الْقَبِيحِ وَغَيْرِهِ مَرُّوا كَرَامًا ۞  
معريضين عنه وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا وَعُظُوا بِآيَاتِهِمْ اى القرآن لَمْ يَخْزَوْا يَسْقُطُوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ۞ بل خروا  
سامعين ناظرين مُتَنَفِعِينَ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا بِالْجَمْعِ وَالْإِفْرَادِ قُرَّةَ أَعْيُنٍ لَنَا بَانَ  
نَرَاهُمْ مُطِيعِينَ لَكَ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۞ فى الخير أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ الدَّرَجَةُ فى الجنة بِمَصَبْرٍ عَلَى  
طاعة الله وَيَلْقَوْنَ بالتشديد والتخفيف مع فتح الياء فِيهَا فى الغرفة حَيَّةً وَسَلَامًا ۞ من الملائكة  
خَالِدِينَ فِيهَا حَسَنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۞ موضع اقامة لهم واولئك وما بعده خبرُ عِبَادِ الرَّحْمَنِ المبتدأ قُلْ

یا محمد لاہل مَنَکَہَ مَا نَافِیَہُ یَعْبُوْا یَکْثَرُ بِکُمْ مَرَّتَیْنِ لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ اِیَّاهُ فِی الشَّدَائِدِ فِیْکَشِفُہَا فَقَدْ اِیْ فَکِیْفَ یَعْبُوْا بِکُمْ وَقد کَذَّبْتُمْ الرِّسُوْلَ وَالْقُرْاٰنَ قَسُوْفٌ یَّکُوْنُ الْعَذَابُ لِرَاٰمِلَہٗ مُلَاظِمًا لَّکُمْ فِی الْاٰخِرَةِ بَعْدَ مَا یُحِلُّ بِکُمْ فِی الدُّنْیَا فُقْتُلَ مِنْہُمْ یَوْمَ بَدْرِ سَبْعُوْنَ وَجُوْا بُ لَوْلَا دَلٌّ عَلَیْہِ مَا قَبْلُہَا۔

**تَرْجُمہ:** وہ ذات بڑی عالی شان ہے جس نے آسمانوں میں بارہ برج بنائے ① حَمَلَ ② ثور ③

الجوزاء ④ السرطان ⑤ الاسد ⑥ السنبلة ⑦ المیزان ⑧ العقرب ⑨ القوس ⑩

الجدی ⑪ الدلو ⑫ الحوت یہ سب سیارہ کی منزلیں ہیں (اور وہ سب سیارہ یہ ہیں) ① المریخ: اس کی منزل

حمل اور عقرب ہے ② زہرہ: اس کی منزل ثور اور میزان ہے ③ عطارد: اس کی منزل جوزاء اور سنبلہ ہے ④

القمر: اس کی منزل سرطان ہے ⑤ الشمس: اس کی منزل اسد ہے ⑥ المشتري: اس کی منزل قوس اور

حوت ہیں ⑦ زحل: اس کی منزل جدی اور دلو ہے، اور اس نے آسمان میں چراغ بھی بنایا اور وہ سورج ہے اور نورانی

چاند بنایا اور ایک قراءت میں مُسْرَجًا جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے یعنی روشن کو اکب بنائے اور کو اکب میں سے خصوصیت

کے ساتھ قمر کا ذکر ایک قسم کی فضیلت کی وجہ سے ہے اور وہ ایسی ذات ہے کہ جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے

پیچھے آنے جانے والا بنایا یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے آتا ہے اس شخص کے لئے جو سمجھنا چاہے اس

(کار) خیر کو جو اس سے ان دونوں (رات و دن) میں سے کسی میں فوت ہو گیا ہو تو اس کا خیر کو دوسرے میں کر لے، اور شکر کرنا

چاہے یَسْکُرُ تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ ہے جیسا کہ ماضی میں گزر چکا ہے یعنی اپنے اوپر لیل و نہار میں اپنے رب کی

نعمتوں کا شکر کرنا چاہئے، عباد الرحمن مبتداء ہے اور اس کا مابعد جملہ معترضہ کے علاوہ اس کی صفات ہیں اُولَٰئِکَ

یُجْزَوْنَ تک (یعنی ہجرون کے ماقبل تک) اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی یعنی سکون اور تواضع کے ساتھ

چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے ایسی بات کے ساتھ مخاطب ہوتے ہیں کہ جس کو وہ ناپسند کرتے ہیں تو وہ صاحب سلام

کہہ دیتے ہیں یعنی ایسی بات کہہ دیتے ہیں جس میں وہ گناہ سے محفوظ رہتے ہیں اور جو راتوں کو اپنے رب کے سامنے

سجدے اور قیام میں لگے رہتے ہیں مُجِدِّدٌ سَاجِدٌ کے جمع ہے اور قِیَامًا قَائِمِیْنَ کے معنی میں ہے یعنی رات کو نماز

پڑھتے ہیں اور جو اپنے رب سے یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھنا کیونکہ اس کا

عذاب چمٹ کر رہ جانے والا ہے یعنی لازم ہو جانے والا ہے بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے

یعنی استقرار اور اقامت کے لئے نہایت بری جگہ ہے اور جب وہ اپنے عیال پر خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور

نہ تنگی کرتے ہیں یَقْتَرُوا یا کے فتح کے ساتھ (مع تا کے کسرہ کے) اور ضمہ یا کے ساتھ (مع کسرہ تا) لم یقتروا ای لم

یُضْطِيقُوا اور ان کا خرچ کرنا اسراف اور تنگی کے درمیان اعتدال کے ساتھ ہوتا ہے اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی بندگی نہیں کرتے اور جس نفس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق کے ساتھ، اور وہ زنا کے مرتکب نہیں ہوتے اور جو کوئی (مذکورہ تینوں کاموں میں سے ایک کام بھی کرے گا) تو اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا اِنَّمَا اِیْ عَقُوْبَتُہٗ اور اس کو قیامت کے دن دو ہر عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اس میں رہے گا اور ایک قراءت میں يُضْعَفُ تشدید کے ساتھ ہے دونوں فعل (لَعْنٰی يُضْعَفُ اور یُخْلَدُ) مجزوم ہیں (یَلْقٰی سے بدل الاشتمال) واقع ہونے کی وجہ سے اور (مذکورہ دونوں فعل) رفع کے ساتھ بھی ہیں استیناف کی وجہ سے مُہَانَا یُخْلَدُ کی ضمیر سے حال ہے مگر ان میں سے جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے مذکورہ گناہوں کو آخرت میں نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے یعنی اس صفت کے ساتھ ہمیشہ متصف ہے اور جو شخص یہ شخص اس کے علاوہ ہے جس کا ذکر اَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ میں ہوا ہے، توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو ایسا شخص (حقیقت میں) اللہ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے یعنی صحیح معنی میں رجوع کرتا ہے تو ایسے شخص کو (اللہ تعالیٰ) بہتر جزاء عطا فرمائیں گے اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے (دوسرا ترجمہ) (اور وہ جھوٹی اور باطل گواہی نہیں دیتے) اور جب لغو چیزوں یعنی بیہودہ کلام وغیرہ پر ان کا گذر ہوتا ہے تو شرافت سے گذر جاتے ہیں یعنی (بے توجہی کیساتھ) اس سے اعراض کرتے ہوئے گذر جاتے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ جب ان کو اللہ کی آیتوں یعنی قرآن کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر سے بہروں اور اندھوں کی طرح نہیں گزرتے بلکہ بگوش قبول سنتے ہوئے اور پچشم عبرت دیکھتے ہوئے استفادہ کرتے ہوئے گذرتے ہیں، اور وہ ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما ذُرِّیَّتَانَا جمع اور افراد کے ساتھ ہے، بایں طور کہ ہم ان کو تیرا فرمانبردار دیکھیں اور ہم کو متقیوں کا خیر میں پیشوا بنا ایسے ہی لوگوں کو جنت میں بلند بالا خانے عطا کئے جائیں گے ان کے اللہ کی طاعت پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے جہاں ان کو ملائکہ کی طرف سے (دامی) بقا کی (خوشخبری) اور سلامتی کی دعادی جائے گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے یعنی ان کی قیام گاہ ہے اور اُولٰٓئِکَ اور اس کا مابعد عباد الرحمن مبتداء کی خبر ہے اے محمد ﷺ آپ اہل مکہ سے کہہ دیجئے میرا رب تمہاری کوئی پرواہ نہ کرے گا اگر تم اس کو مصائب میں نہ پکارو گے کہ وہ ان کو زائل کر دے یعنی کیسے تمہاری پرواہ کرے گا تم تو رسول اور قرآن کو جھٹلا چکے ہو، عنقریب عذاب تم سے چسپاں ہو کر رہے گا (یعنی) دنیا میں تم پر عذاب نازل ہونے کے علاوہ آخرت میں تم پر عذاب لازم ہو کر رہے گا، چنانچہ ان میں سے یوم بدر میں ستر قتل کئے گئے، لَوْلَا کا جواب (محذوف ہے) جس پر لولا کا ماقبل (یعنی مَا یَعْبُوْا بِکُمْ) دلالت کر رہا ہے (تقدیر عبارت یہ ہوگی لَوْلَا دَعَاؤُكُمْ مَا یَعْبُوْا بِکُمْ رَبِّیْ۔

## تحقیق و تکریم تسمیہ و تفسیری فوائد

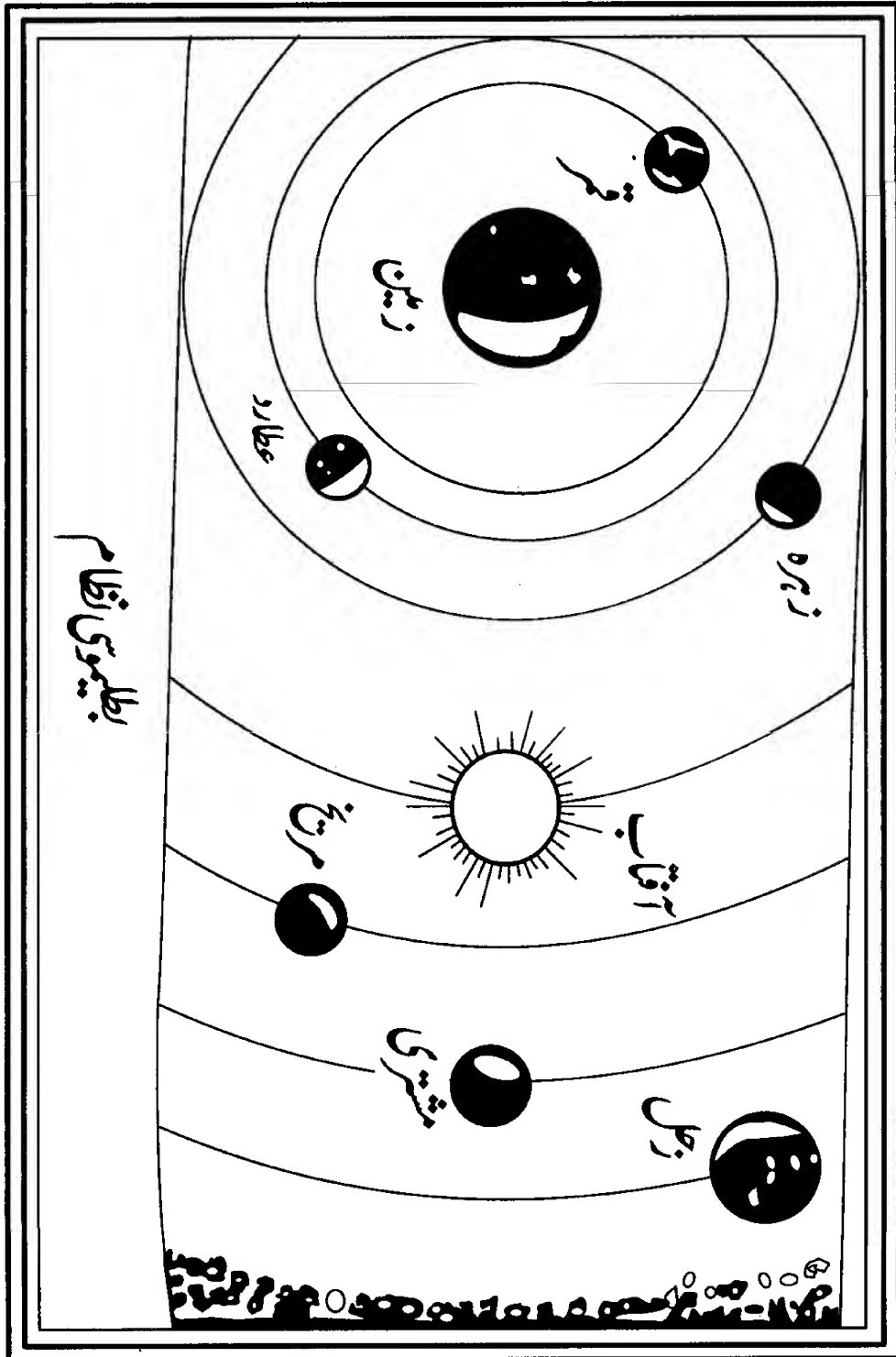
قَوْلُهُ: بُرُوجًا یہ برج کی جمع ہے منزل کو کہتے ہیں، سات سیاروں کی بارہ منزلیں ہیں، سات سیاروں میں سے پانچ کی دو دو منزلیں ہیں اس طرح پانچ سیاروں نے دس منزلیں لے لیں باقی سیاروں یعنی شمس اور قمر نے ایک ایک منزل لے لی اس طرح سات سیاروں پر بارہ منزلیں تقسیم ہو گئیں، زحل ساتویں آسمان پر ہے اور مشتری چھٹے پر اور مریخ پانچویں پر اور شمس چوتھے پر اور زہرہ تیسرے پر اور عطارد دوسرے پر، اور قمر پہلے آسمان پر ہے، مفسر علام نے سبع سیارات کی جو ترتیب بیان کی ہے قدیم علم ہیئت کے معلم اول ارسطو کے نزدیک عالم کا مرکز زمین ہے سیارات و ثوابت بلکہ سارا جہان اس کے گرد گھوم رہا ہے، اکثر قدما نے اس کی تقلید کی بطلموس اسی کا سرخیل ہے یہ رائے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال تک مسلم رہی۔

جدید علم ہیئت کا بانی مشہور فلکی کوپرنیکس پولنڈی م ۱۴۷۳ء و ۱۵۴۳ء سمجھا جاتا ہے، مشہور ہے کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے مرکزیت آفتاب کا نظریہ پیش کیا۔ (بحوالہ فلکیات جدیدہ ص ۲۵)





نقشہ



## نظریہ کوپرنیکس کے بنیادی اصول دو ہیں:

**اَوَّلُ:** کواکب عالم کی روزانہ کی گردش کی اصلی وجہ اپنے محور کے گرد گرد زمین کی روزانہ گردش ہے۔  
**دِجَمُوعُ:** تمام سیارے سورج کے گرد گھومتے ہیں، زمین بھی ان میں سے ایک سیارہ ہے، نظام کوپرنیکی میں سیاروں کی ترتیب مرکز ”آفتاب“ سے شروع ہو کر یہ ہے۔

① عطارد ② زہرہ ③ ارض ④ مریخ ⑤ مشتری ⑥ زحل ⑦ یورینس ⑧

نیپچون ⑨ پلوٹو۔ (بحوالہ فلکیات جدیدہ، ص ۲۶)

**قَوْلُهُ:** وَجَعَلَ فِيهَا اِي فِي السَّمَاءِ سماء سے اصطلاحی سماء مراد نہیں ہے بلکہ جانب فوق مراد ہے کل ما هو فوق رأسك فهو السماء سیارات فضاء میں معلق ہیں آسمان میں پیوست نہیں ہیں، سیارات سبعة کا جو سات آسمانوں میں ہونا بتایا گیا ہے یہ ان کی حرکت دوری کی منزلیں ہیں ان ہی کو بروج بھی کہا جاتا ہے، مثلاً قمر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پہلے آسمان پر ہے اور عطارد دوسرے آسمان پر ہے زہرہ تیسرے آسمان پر ہے اور شمس چوتھے آسمان پر ہے علی هذا القياس جَعَلَ فِيهَا میں فیہا کی ضمیر کو اگر بروج کی طرف لوٹایا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے جیسا کہ بخشی کی بھی یہی رائے ہے، اگر سماء سے سماء اصطلاحی حقیقی مراد لیا جائے تو بہت سے اعتراضات ہو سکتے ہیں، پھر اس کے بعد قمر کا سُجُوجا پر عطف کیا، یہ عطف الشئ علی نفسہ کے قبیل سے کہلائے گا جو کہ درست نہیں ہے وَخَصَّ الْقَمَرَ الْخ سے اسی اعتراض کا جواب ہے، عرب کے نزدیک چونکہ قمر کی ایک اہمیت اور فضیلت اس لئے ہے کہ ان کے یہاں سال کا حساب قمری مہینوں ہی سے ہوتا ہے نیز اس کے علاوہ بعض عبادتوں کا دار و مدار بھی قمری مہینوں پر ہے اس لئے تخصیص بعد التعمیم کے قبیل سے قمر کا خاص طور پر ذکر کیا ہے، جیسا کہ حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی میں ہے۔

**قَوْلُهُ:** وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً، خِلْفَةً مصدر ہے، بیان نوع کے لئے جیسے جِلْسَةٌ یعنی خاص نوعیت سے یکے بعد دیگرے آنا بایں طور کہ ایک دوسرے کے قائم مقام ہو جائے خِلْفَةً نہ تو جَعَلَ کا مفعول ثانی ہو سکتا ہے اگر جَعَلَ بمعنی صَيَّرَ لیا جائے اور نہ جَعَلَ کے مفعول سے حال واقع ہو سکتا ہے اگر جَعَلَ بمعنی خَلَقَ لیا جائے، حالانکہ خِلْفَةً کا مفعول یا حال ہونا ضروری ہے ورنہ تو معنی درست نہ ہوں گے، لہذا خِلْفَةً سے پہلے مضاف محذوف ماننا ضروری ہوگا، ای ذو خِلْفَةٍ اس صورت میں مصدر بمعنی اسم فاعل ہو جائے گا، خِلْفَةً بمعنی خَلِيفَةٌ ہو کر معنی درست ہو جائیں گے، ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ قاموس میں ہے کہ خِلْفَةً بمعنی مختلفَةٌ ہے اس صورت میں مضاف محذوف ماننے کی ضرورت نہ ہوگی اور معنی ہوں گے جَعَلَهُمَا مُخْتَلِفَيْنِ اب رہا یہ سوال کہ خِلْفَةً جب مختلفین تشبیہ کے معنی میں ہے تو خِلْفَةً کو واحد کیوں لایا گیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ خِلْفَةً چونکہ مصدر کا ہم وزن ہے اور

مصدر میں واحد تثنیہ جمع سب برابر ہوتا ہے، اس لئے خلفۃ کو واحد لایا گیا ہے، اسی جواب کی طرف مفسر علام نے یَخْلِفُ کُلُّ مِنْهُمَا الْآخِر سے اشارہ کیا ہے۔

قَوْلُهُ: مَا فَاتَهُ، يَذْكُرُ كَامْفَعُولٍ مَحْذُوفٍ ہے جس کو مفسر رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے ظاہر کر دیا ہے۔

قَوْلُهُ: اَوْ اَرَادَ شُكُورًا میں اَوْ تَقْسِيمٍ وَتَوَلُّعٍ کے لئے ہے نہ کہ تَخْيِيرٍ کے لئے یعنی مانعہ اخلو مراد ہے، جس میں دونوں جمع بھی ہو سکتے ہیں شُكُورًا مصدر ہے بمعنی شُكْرًا۔

قَوْلُهُ: عِبَادُ الرَّحْمَنِ یہ جملہ متانفہ ہے مخلص اور برگزیدہ بندوں کے اوصاف بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے، عباد الرحمن مبتداء موصوف ہے اور موصولات ثمانیہ جن میں پہلا الذین یمشون ہے اور آخری والذین یقولون ہے یہ تمام موصولات اپنے صلات سے ملکر مبتداء موصوف کی صفت ہے اور اُولَئِكَ یَجْزُونَ الْخِ مَبْتَدَأ کی خبر ہے، مبتداء اور خبر کے درمیان تین آیتیں جملہ معترضہ ہیں وَمَنْ یَفْعَلْ ذَلِكَ یَلْقَ أَثَامًا سے مُقَامًا تک هُوْنَا یہ هَاں کا مصدر ہے نرمی کرنا، سکینت اور وقار کے ساتھ چلنا۔

قَوْلُهُ: سُجَّدًا، بیدتوں کی ضمیر سے حال ہے اور لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا کے متعلق ہے، سُجَّدًا کو قیاماً پر فواصل کی رعایت کی وجہ سے مقدم کر دیا گیا ہے۔

قَوْلُهُ: وَالَّذِينَ یَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا (الآیۃ) یعنی خالق اور مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ کے باوجود وہ اللہ کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں اپنے اعمال پر اعتماد اور بھروسہ کر کے بے خوف نہیں ہو جاتے اور یوں دعا کرتے رہتے ہیں رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا۔ (الآیۃ)

قَوْلُهُ: اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا اور سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا یہ دونوں رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا (الآیۃ) کی علت ہیں۔ قَوْلُهُ: سَاءَتْ، بَدَسَتْ سَاءَتْ کی تفسیر بَدَسَتْ سے کرنے کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سَاءَتْ افعالِ ذم میں سے ہے اس کا فاعل اس میں ضمیر مستتر مبہم ہے اور مُسْتَقَرًّا اس کی تمیز ہے جو ضمیر مبہم کی تفسیر کر رہی ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے اور وہ ہِیَ ہے جس کو شارح نے ظاہر کر دیا ہے بعض حضرات نے سَاءَتْ بمعنی اَحْزَنْتَ لیا ہے، اس وقت یہ افعال متصرف میں سے ہوگا اور مفعول کو نصب کرے گا جو کہ یہاں محذوف ہے، اور وہ اَصْحَابَهَا یَا دَاخِلِیَّہَا ہے، اور تقدیر عبارت یہ، وکی اِنَّهَا (ای جہنم) اَحْزَنْتَ اَصْحَابَهَا وَدَاخِلِیَّہَا اور مُسْتَقَرًّا تمیز یا حال واقع ہو سکتا ہے قول اول کو ترجیح دینے کے لئے مفسر علام نے سَاءَتْ کی تفسیر بَدَسَتْ سے کر دی تاکہ اشارہ ہو جائے کہ سَاءَتْ اَحْزَنْتَ کے معنی میں نہیں ہے، مفسر علام کے نزدیک مُسْتَقَرٌّ اور مقام دونوں ایک ہی چیز ہیں، بعض مفسرین نے دونوں میں فرق کیا ہے، مُسْتَقَرٌّ عَصَاةِ مُؤْمِنِینَ کے لئے ہے یعنی دائمی نہیں ہے مقاماً کافروں کے لئے ہے جو کہ دائمی ہے۔

قَوْلُهُ: یَقْتَرُوا یا کے فتح و کسرة التاء ای یَقْتَرُوا اور ضمہ یا اور کسرة تا کے ساتھ ای یُقْتَرُوا اور فتح یا اور ضمہ تا کے ساتھ کو فین کے نزدیک ای یَقْتَرُوا یقال قَتَرَ عَلٰی عِبَالِهٖ ای ضَبَقَ عَلَیْهِمْ فِی النِّفْقَةِ۔ (بابہ ضرب ونصر)

قَوْلُهُ: وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا بِيَانٍ اطاعت کے بعد اجتنب عن المعصية کو بیان فرمایا يُضَعَّفُ اور يَخْلُدُ دونوں فعل يَلْقَى سے بدل اشتغال واقع ہونے کی وجہ سے مجزوم ہیں، اور جملہ مستأنفہ ہونے کی وجہ سے ان کو مرفوع بھی پڑھا گیا ہے۔

قَوْلُهُ: إِلَّا مَنْ تَابَ، يَلْقَىٰ کی ضمیر مستتر سے متشقی متصل ہے اَيُّ إِلَّا مَنْ تَابَ فَلَا يَلْقَىٰ اَنَامًا بعض حضرات نے متشقی متصل بھی قرار دیا ہے، مگر ابو حیان نے کہا ہے کہ متشقی متصل درست نہیں ہے، اس لئے کہ متشقی منہ پر مضاعف کا حکم لگایا گیا ہے تو اس صورت میں تقدیر یہ ہوگی إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَلَا يُضَاعَفُ لَهُ الْعَذَابُ اور عذاب مضاعف کے انقضاء سے عذاب غیر مضاعف کا انقضاء لازم نہیں آتا لہذا متشقی منقطع اولیٰ ہے اور الا بمعنی لکن ہے۔ (فتح القدیر)

قَوْلُهُ: مُهَنَّا يَخْلُدُ کی ضمیر سے حال ہے بعض حضرات نے وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَانَّهُ يَتُوبُ اِلَى اللَّهِ متابًا اتحاد شرط و جزاء کا شبہ کیا ہے جو کہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ مَنْ تَابَ فَانَّهُ يَتُوبُ نہیں کہا جاتا، بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ شرط سے زبانی توبہ مراد ہے اور جزاء عمل کے ساتھ مؤکد توبہ مراد ہے اسی وجہ سے جزاء کو مصدر متابا سے مؤکد کیا ہے اور آیت کے معنی یہ بتائے ہیں من اراد التوبة وعزم عليها فليتب الي الله خبر بمعنی امر ہے۔

(فتح القدیر، شوکانی)

قَوْلُهُ: غَيْرُ مَنْ ذُكِرَ سے اشارہ ہے کہ عطف مغایرت کے لئے ہے یعنی پہلی آیت میں مَنْ تَابَ سے مراد کافر ہیں اور دوسری میں مومن اور بعض حضرات نے تخصیص بعد التعمیم کے قبیل سے قرار دیا ہے۔

قَوْلُهُ: لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ اگر لَا يَشْهَدُونَ لَا يَحْضُرُونَ کے معنی میں ہو جیسا کہ مفسر علام نے اسی معنی میں لیا ہے تو زُورُ مفعول بہ ہوگا اور اگر يَشْهَدُونَ شہادت کے معنی میں ہو تو زور بزور الخافض منصوب ہوگا، اِی لَا يَشْهَدُونَ بِالزُّورِ۔

قَوْلُهُ: قُرَّةَ أَعْيُنٍ، قرة العین سُورُورُهَا قرة العین سے مراد اہل و عیال کی نیکی اور فرمانبرداری کو دیکھ کر خوشی اور مسرت کا حاصل ہونا ہے، اسی کو آنکھوں کی ٹھنڈک سے تعبیر کیا ہے۔

قَوْلُهُ: وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا، امام مفرد اور جمع سب کے لئے بولا جاتا ہے اس لئے اجْعَلْنَا کی جمع متکلم کی ضمیر کے لئے اماماً مفرد لانا صحیح ہے۔

قَوْلُهُ: أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ، أُولَئِكَ سے ان عباد الرحمن کی طرف اشارہ ہے جو موصولات ثنائیہ کے تحت آنے والی صفات سے متصف ہوں العرفۃ اسم جنس ہے اس سے مراد عرفات ہیں۔

قَوْلُهُ: أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ اور اس کا ما بعد عباد الرحمن مبتداء کی خبر ہے۔

قَوْلُهُ: لَوْلَا دُعَاءُكُمْ، لَوْلَا کا جواب محذوف ہے اور ما قبل لَوْلَا محذوف جواب پر دلالت کر رہا ہے اِی لَوْلَا دَعَاؤُكُمْ مَا يَعْبُورُكُمْ۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیح

تَبَرُّكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا، بُرُوجُ بُرُج کی جمع ہے، سلف کی تفسیر میں بروج سے بڑے بڑے ستارے مراد لئے گئے ہیں، اور اس مراد پر کلام کا نظم واضح ہے کہ بابرکت ہے وہ ذات کہ جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے اور سورج اور چاند بنائے اور بعد کے مفسرین نے بروج سے اہل نجوم کے مصطلح بروج مراد لئے ہیں، اور یہ بارہ برج ہیں اور یہ سات بڑے بڑے سیاروں کی منزلیں یعنی ان کے مدار ہیں۔ (تفصیل تحقیق و ترکیب کے زیر عنوان گزر چکی ہے)۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً رات اور دن آپس میں ایک دوسرے کے خلیفہ ہیں یعنی رات جاتی ہے تو دن آتا ہے اور جب دن آتا ہے تو رات چلی جاتی ہے، دونوں بیک وقت جمع نہیں ہوتے، اس کے فوائد و مصالح محتاج وضاحت نہیں۔ حیوانات اور نباتات کی بقا اسی آمد و رفت پر موقوف ہے، بعض حضرات نے خلیفہ کے معنی مخالف کے کئے ہیں یعنی رات تاریک ہے اور دن روشن۔

لِمَنْ أَرَادَ يَهْ جَعَلَ کے متعلق ہے اَنْ يَتَذَكَّرَ ایک مطلب تو یہ ہے کہ یہ لیل و نہار کا اختلاف اور یہ گردش ایام اس شخص کے لئے سامان عبرت و نصیحت ہیں ان میں غور و فکر کرنا چاہئے ورنہ تو یہ پورا کارخانہ قدرت اس کے لئے بازتجہ اطفال ہے، دوسرا مطلب جو مفسر علام نے اختیار کیا وہ یہ ہے کہ لیل و نہار کے اختلاف کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کام کو ایک رات یا دن میں کرنا بھول جائے یا کسی وجہ سے نہ کر سکے تو اس فوت شدہ کو دوسرے وقت میں پورا کر سکے، مفسر کے قول مافاتہ کا تعلق یتذکر سے ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی مخصوص صفات:

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے مخصوص اور مقبول بندوں کی تیرہ صفات و علامات کا ذکر آیا ہے جن میں عقائد کی درستی اور اپنے ذاتی اعمال میں خواہ وہ بدن سے متعلق ہوں یا مال سے سب میں اللہ کے اور اس کے رسول کے احکام اور مرضی کی پابندی، دوسرے انسانوں کے ساتھ معاشرت اور تعلقات کی نوعیت رات دن کی عبادت گزاری کے ساتھ خوف خدا، تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام اور اپنے ساتھ اولاد و ازواج کی اصلاح کی فکر وغیرہ شامل ہیں۔

## پہلا وصف:

عبد ہونا ہے۔ عبد کا ترجمہ ہے بندہ جو اپنے آقا کا مملوک ہو، اس کا وجود اور اس کے تمام اختیارات و اعمال آقا کے حکم و مرضی پر دائر ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا بندہ کہلانے کا درحقیقت وہی شخص مستحق ہو سکتا ہے جو اپنے عقائد و خیالات کو اور اپنے ہر ارادہ اور خواہش کو اور اپنی ہر حرکت اور سکون کو اپنے رب کے حکم اور مرضی کے تابع رکھے، ہر وقت گوش برآواز رہے کہ جس کام کا حکم ہو بجالاؤں۔

## دوسرا وصف:

یَمَشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا ہے یعنی وہ زمین پر تواضع کے ساتھ چلتے ہیں یعنی سکونت اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں، یعنی ان کی رفتار سے بھی بندگی ٹپکتی ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ اکڑ کر متکبرانہ انداز سے نہیں چلتے، بہت آہستہ چلنا اور بلا ضرورت تکلف کے ساتھ چلنا خلاف سنت ہے شائل نبویہ میں منقول ہے کہ آپ کا چلنا بہت آسان نہیں ہوتا تھا بلکہ قدرے تیزی کے ساتھ ہوتا تھا۔

## تیسرا وصف:

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا یعنی جب جہالت والے ان سے خطاب کرتے ہیں تو وہ صاحب سلام کہہ دیتے ہیں یہاں سلام سے عرفی سلام مراد نہیں ہے بلکہ ایسی بات جس سے فتنہ برپا نہ ہو، قرطبی نے نحاس سے نقل کیا ہے کہ اس جگہ سلام تسلیم سے مشتق نہیں ہے بلکہ تسلّم سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں سلامت رہنا، حاصل یہ ہے کہ بے وقوف اور جاہلانہ باتیں کرنے والوں سے یہ لوگ انتقامی معاملہ نہیں کرتے بلکہ ان سے امن اور سلامتی کی بات کر کے درگزر کرتے ہیں۔

## چوتھا وصف:

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا یعنی ان کی رات کا اکثر حصہ عبادت گزاری میں گذرتا ہے یعنی اللہ کے دیگر بندے جس وقت خواب غفلت میں محو ہوتے ہیں اللہ کے یہ مخصوص بندے جبین نیاز زمین پر رکھ کر سجدہ ریز ہوتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ان کے لیل و نہار خدا کی بندگی میں گذرتے ہیں۔

## پانچواں وصف:

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا یعنی یہ مقبولین بارگاہ شب و روز عبادت میں مصروف رہنے کے باوجود بے خوف ہو کر نہیں بیٹھتے بلکہ ہر وقت خدا کا خوف اور آخرت کی فکر رکھتے ہیں جس کے لئے عمل کی کوشش بھی جاری رہتی ہے اور اللہ سے دعا بھی۔

## چھٹا وصف:

وَالَّذِينَ إِذَا انْفَقَوْا یعنی اللہ کے مقبول بندے مال خرچ کرنے کے وقت نہ اسراف اور فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل و کوتاہی بلکہ اعتدال پر قائم رہتے ہیں آیت میں ”اسراف“ اور اس کے بالمقابل ”اقتار“ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، اسراف

کے لغوی معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور ابن جریج رضی اللہ عنہما کے نزدیک اللہ کی معصیت میں خرچ کرنا اسراف ہے اگرچہ ایک پیسہ ہی کیوں نہ ہو، اور بعض حضرات نے فرمایا جائز اور مباح کاموں میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا کہ جو تہذیر یعنی فضول خرچی کے حکم میں داخل ہو جائے وہ بھی اسراف کے حکم میں ہے۔ اور اقرار کے معنی خرچ میں تنگی اور بخل کرنے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں اس کے معنی یہ ہیں کہ جن کاموں میں اللہ اور اس کے رسول نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے ان میں خرچ کرنے میں تنگی برتنا یہ تفسیر حضرت ابن عباس اور قتادہ وغیرہ سے منقول ہے۔ (مظہری) اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے **مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ قَصْدُهُ فِي مَعِيشَتِهِ** یعنی انسان کی دانشمندی کی علامت یہ ہے کہ خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرے نہ اسراف میں مبتلا ہو اور نہ بخل میں۔

(رواہ الامام احمد عن ابی الدرداء، ابن کثیر)

ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا **مَا عَالَ مَنْ اَقْتَصَدَ** یعنی جو شخص خرچ میں میانہ روی اور اعتدال پر قائم رہتا ہے وہ کبھی فقیر محتاج نہیں ہوتا۔ (رواہ احمد، ابن کثیر)

## ساتواں وصف:

والذین لا یدعون مع اللہ الخ پہلی چھ صفات میں اطاعت و فرمانبرداری کے اصول بیان کئے گئے ہیں، اب معصیت اور نافرمانی سے اجتناب کے اصول کو بیان فرمایا ہے، جن میں پہلی چیز عقیدہ سے متعلق ہے کہ یہ لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور کو عبادت میں شریک نہیں کرتے۔

## آٹھواں اور نواں وصف:

لا یقتلون النفس الخ یہ عملی گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے یعنی اللہ کے نیک بندے گناہ کبیرہ کے پاس تک نہیں جاتے کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے، زنا کا ارتکاب نہیں کرتے، آگے فرمایا جو شخص ان گناہوں کا مرتکب ہو گا وہ اس کی سزا پائے گا ابو عبیدہ نے اس جگہ لفظ ”اثام“ کی تفسیر سزائے گناہ سے کی ہے اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اثام جہنم کی ایک وادی ہے جو نہایت شدید عذابوں سے پُر ہے آگے اس عذاب کا بیان ہے جو جرائم مذکورہ کے کرنے والوں پر ہوگا، آیات کے سیاق و سباق سے یہ بات متعین ہے کہ یہ عذاب ان کفار کے لئے مخصوص ہے کہ جنہوں نے شرک و کفر بھی کیا اور قتل و زنا کے مرتکب بھی ہوئے، مگر وہ لوگ کہ جنہوں نے سچی توبہ کر لی اور اعمال صالحہ اختیار کئے ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا، اس سے معلوم ہوا کہ سچی توبہ سے ہر قسم کا گناہ معاف ہو سکتا ہے اور سورہ نساء کی آیت ۹۳ میں جو مومن کے قتل کی سزا جہنم بتلائی گئی ہے وہ اس صورت پر محمول ہوگی جب قاتل نے توبہ نہ کی ہو یا حلال سمجھ کر قتل کیا ہو، ورنہ تو حدیث میں آتا ہے کہ سو آدمیوں کے قاتل نے بھی خالص توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمادیا۔ (صحیح مسلم، کتاب التوبہ)

## سینات کو حسنات سے بدلنے کا مطلب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حسن بصری، سعید بن جبیر، مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ ائمہ تفسیر سے یہ مطلب مروی ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں اور نیک عمل کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ ان کے سینات کو حسنات سے تبدیل کر دیں گے، بایں طور کہ توبہ کے بعد ان کے اعمال نامہ میں صرف حسنات ہی حسنات رہ جائیں گی، کیونکہ شرک و کفر سے توبہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ ہے کہ بحالت شرک و کفر جتنے گناہ کئے ہوں ایمان قبول کرنے کے بعد پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ان معاصی اور سینات کی جگہ اعمال صالحہ اور حسنات نے لے لی۔

ابن کثیر نے اس کی ایک دوسری تفسیر یہ بھی نقل کی ہے کہ انہوں نے جتنے گناہ زمانہ کفر میں کئے تھے ایمان لانے کے بعد ان سب گناہوں کے بجائے نیکیاں لکھ دی جائیں گی، اس تفسیر کی دلیل میں بعض حضرات نے ایک روایت بھی پیش کی ہے۔

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِیْقَالَ اَعْرَضُوا عَلَیْهِ صِغَارَ ذُنُوبِهِ وَیَسْحٰی عَنْ کِبَارِهَا فِیْقَالَ : عَمِلْتَ یَوْمَ کَذَا وَکَذَا وَکَذَا وَهُوَ یَقْرَ لَا یَنْکُرُ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنَ الْکِبَارِ فِیْقَالَ : اَعْطُوهُ مَکَانَ کُلِّ سَیْئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً فِیْقُولُ : اِنْ لِّیْ ذُنُوبًا لَّمْ اَرَهَا هُنَا قَالَ : وَلَقَدْ رَاَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَحِكَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهُ۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا یہ بظاہر اسی مضمون سابق کی تکرار ہے جو اس سے پہلی آیت یعنی اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا میں آیا ہے اور قرطبی نے فقال سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ توبہ پہلی توبہ سے مختلف ہے کیونکہ پہلا معاملہ کفار اور مشرکین کا تھا جو قتل اور زنا میں بھی مبتلا ہوئے تھے پھر ایمان لے آئے تو ان کی سینات حسنات سے بدل دی گئیں، اور اس آیت میں مسلمان گنہگاروں کی توبہ کا ذکر ہے اسی لئے پہلی توبہ کے ساتھ آمَنَ کا ذکر ہے، دوسری توبہ میں ایمان لانے کا ذکر نہیں ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان لوگوں کی توبہ کا ذکر ہے جو مومن تھے مگر غفلت سے قتل و زنا میں مبتلا ہو گئے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسے لوگ توبہ کر لینے کے بعد صرف زبانی توبہ پر اکتفا نہ کریں بلکہ آئندہ کے لئے اپنے اعمال کو درست اور صالح بنالیں تو ان کا توبہ کرنا درست اور صحیح سمجھا جائے گا، اسی لئے بطور شرط توبہ کر لینے کے ابتدائی حال کا ذکر کرنے کے بعد اس کی جزاء میں دوبارہ یتوب کا ذکر کرنا صحیح ہو گیا، کیونکہ شرط میں جس توبہ کا ذکر ہے وہ صرف زبانی توبہ ہے اور جزاء میں جس توبہ کا ذکر ہے وہ عمل صالح پر مرتب ہے لہذا شرط و جزاء کے متحد ہونے کا اعتراض ختم ہو گیا، اس آیت کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان غفلت کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہو گیا اور توبہ کر لی اور توبہ کے بعد اپنے عمل کی ایسی اصلاح کر لی کہ اس کے عمل سے توبہ کا ثبوت ملنے لگے تو یہ توبہ عند اللہ مقبول ہوگی اور بظاہر اس کا قاعدہ بھی وہی ہوگا جو پہلی آیت میں بتلایا گیا ہے کہ اس کی سینات کو حسنات سے بدل دیا جائے گا۔



اللہ کے مقبول اور مخصوص بندوں کی خاص صفات کا بیان چل رہا تھا درمیان میں گناہوں کے بعد توبہ کر لینے کے احکام کا بیان آیا اس کے بعد باقی صفات کا بیان ہے۔

### دسواں وصف:

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ یعنی مخصوص بندے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ جھوٹ اور باطل کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے، سب سے بڑا جھوٹ اور باطل تو شرک اور کفر ہے، اس کے بعد عام جھوٹ اور گناہ کے کام ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مقام زور میں۔ نری کا مطلب مشرکین کی عیدیں اور میلے ٹھیلے ہیں، حضرت مجاہد اور محمد ابن حنفیہ نے فرمایا کہ اس سے مراد گانے بجانے کی مجلسیں ہیں، اور اگر مذکورہ سب ہی مقامات مراد لئے جائیں تو تب بھی کوئی استبعاد نہیں ہے۔

بعض حضرات نے يَشْهَدُونَ الزُّورَ سے جھوٹی گواہی مراد لی ہے اور يَشْهَدُونَ کو شہادۃ سے مشتق مانا ہے، بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی شہادت کو اکبر الکبائر گناہ قرار دیا ہے۔

### گیارہواں وصف:

وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا یعنی لغو اور بیہودہ مجلسوں پر کبھی اتفاقاً ان کا گذر ہو جائے تو سنجیدگی اور شرافت کے ساتھ نظریں نیچی کر کے گذر جاتے ہیں۔

### بارہواں وصف:

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يُخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا.

لَمْ يُخِرُّوا جمع مذکر غائب، مضارع منفی مجزوم بمعنی ماضی خور و مصدر (ض) وہ نہیں گر پڑتے، اس آیت کے مفہوم متعین کرنے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ان بندگان خدا کی شان یہ ہے کہ جب ان کو اللہ کی آیات اور آخرت کی یاد دلائی جاتی ہے تو وہ ان آیات کی طرف اندھوں اور بہروں کی طرح متوجہ نہیں ہوتے بلکہ سمیع و بصیر انسان کی طرح ان میں غور کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں، اس آیت میں دو چیزیں مذکور ہیں ایک آیات الہیہ پر ٹوٹ پڑنا یعنی اہتمام کے ساتھ متوجہ ہونا یہ تو محدود اور مقصود ہے اور بہت بڑی نیکی ہے، دوسرے اندھوں اور بہروں کی طرح گرنا کہ قرآنی آیات پر توجہ تو دیں مگر یا تو اس پر عمل کرنے میں معاملہ ایسا کریں کہ گویا انہوں نے سنا اور دیکھا ہی نہیں، یا قرآنی آیات پر عمل بھی کریں مگر ان کو اصول صحیح اور تفسیر صحابہ و تابعین کے خلاف اپنی رائے یا سنی سنائی باتوں کے تابع کر کے غلط مطلب نکالیں یہ بھی ایک طرح اندھے بہرے

ہو کر ہی گرنا ہے۔ (معارف القرآن ملخصاً)

بعض حضرات نے لَمْ یَخْرُؤَا کا ترجمہ لَمْ یُعْرِضُوا عَنْهَا بل سَمِعُوا بِآذَانٍ وَاَعِیةٍ وَقُلُوبٍ وَجَلِیةٍ سے کیا ہے یعنی وہ آیات سے اعراض (روگردانی) نہیں کرتے بلکہ ان کو محفوظ رکھنے والے کانوں اور خوف زدہ دلوں سے سنتے ہیں (صفوة التفاسیر) قال ابن قتیبہ: المعنی لَمْ یَتَغَافَلُوا عَنْهَا کَانْتَهُمْ صُمُّ لَمْ یَسْمَعُوا وَعَمِی لَمْ یَبْصُرُوا ہا ابن جریر نے کہا یہاں خرورج بمعنی (سقوط) مراد نہیں ہیں بلکہ یہ قَعَدَ یَبْکِی کے قبیل سے ہے (فتح القدیر شوکانی) جیسا کہ اردو میں کہتے ہیں رونے بیٹھ گیا، یہ مطلب نہیں ہے کہ کھڑا تھا رونے کے لئے بیٹھ گیا، مطلب یہ ہے کہ رونا شروع کر دیا، اب آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ بندگان خدا آیات کو سکراندھے بہرے نہیں بن جاتے بلکہ گوش ہوش سے سنتے ہیں اور چشم عبرت سے دیکھتے ہیں۔

### تیرہواں وصف:

وَالَّذِیْنَ یَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا الْخ اس میں اپنی اولاد اور ازواج کے لئے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ ان کو میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے یعنی ان سے مجھے خوشی اور مسرت حاصل ہو، حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کی تفسیر کے مطابق مطلب یہ ہے کہ ان کو اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھے، مطلب یہ ہے کہ خدا کے نیک بندے صرف اپنی اصلاح پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اپنی اولاد اور ازواج کی اصلاح اعمال کی فکر کرتے ہیں، اور فکر میں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی داخل ہے۔

وَاَجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا اس میں بظاہر اپنے لئے جاہ و منصب اور بڑائی حاصل کرنے کی دعا ہے جو دوسری قرآنی نصوص کی رو سے ممنوع ہے، اس لئے بعض حضرات نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ہر شخص قدرتی طور پر اپنے اہل و عیال کا پیشوا ہی ہوتا ہے اس لئے اس دعا کا حاصل یہ ہو گیا کہ ہماری آل و اولاد کو متقی بنا دیجئے، اور جب وہ متقی ہو جائیں گے تو خود بخود یہ شخص متقیوں کا امام اور پیشوا کہلائے گا، بعض حضرات جن میں ابراہیم نخعی اور حضرت مکحول شامی بھی شامل ہیں نے فرمایا کہ اس دعا میں اپنے لئے کوئی ریاست اور پیشوائی کی طلب مقصود نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہم کو ایسا بنا دیجئے کہ لوگ دین و عمل میں ہماری اقتداء کریں اور ہمارے علم سے ان کو نفع پہنچے تاکہ اس کا ثواب ہمیں حاصل ہو، قرطبی نے دونوں قول نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے کہ ریاست و امامت کی طلب جو دین کے لئے ہو وہ مذموم نہیں ہے بلکہ جائز ہے، اور جن نصوص میں اپنے لئے جاہ و منصب کی طلب سے ممانعت آئی ہے وہ دنیوی عزت و جاہ ہے، یہاں تک عباد الرحمن یعنی مخصوص بندگان خدا کی صفات کا بیان پورا ہو گیا، آگے ان کی جزاء اور آخرت کے درجات کا ذکر ہے۔

اَوَّلَیْكَ یُجْزَوْنَ الْعُرْفَةُ ”عرفہ“ کے لغوی معنی بالا خانہ کے ہیں یعنی مخصوص بندگان خدا کو بہشت میں اعلیٰ درجہ کے

بالا خانے عطا کئے جائیں گے اور یہ دنیا میں ان کے صبر اور اطاعت نیز ترک لذات کی جزاء ہوگی، اور فرشتوں کی طرف سے یادوست و احباب کی طرف سے سلام اور مبارکبادی ہوگی، سابقہ آیات میں تو مخصوص بندگان خدا کا ذکر تھا، اب آخری آیت میں پھر کفار و مشرکین کو عذاب سے ڈرا کر سورت کو ختم کیا گیا۔

قُلْ مَا يَعْبُدُوا بِحُكْمِ رَبِّي لَوْ لَا دُعَاؤُكُمْ اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں زیادہ واضح اور سہل یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک تمہاری کوئی حیثیت اور وقعت نہ ہوتی اگر تمہاری طرف سے اللہ کو پکارنا اور اس کی بندگی کرنا نہ ہوتا کیونکہ انسان کی تخلیق کا منشا ہی یہی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے، یہ ایک عام ضابطہ کا بیان تھا کہ بغیر عبادت کے انسان کی کوئی قدر و قیمت نہیں، اس کے بعد کفار و مشرکین کو جو کہ عبادت اور رسالت کے منکر ہیں خطاب ہے،

فَقَدْ كَذَّبْتُمْ یعنی تم نے سب چیزوں کو جھٹلا ہی دیا ہے اب تمہاری کوئی وقعت اللہ کے نزدیک نہیں۔

فسوف یکون لزاماً یعنی اب یہ تکذیب اور کفر تمہارے گلے کا ہار بن چکے ہیں اور تمہارے ساتھ لگے رہیں گے یہاں تک کہ جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا کر کے چھوڑ دیں گے وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ۔

تَمَّتْ بِحَمْدِ اللَّهِ سُورَةُ الْفُرْقَانِ

سُورَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِيْنَ آيَةً وَالْاِحْدَيْعَشْرَةَ كُوْعًا

سُورَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ اِلَّا وَالشُّعَرَاءُ، اِلَى آخِرِهَا فَمَدَنِيٌّ  
وَهِيَ مِائَتَانِ وَسَبْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً.

سورہ شعراء مکی ہے مگر والشعراء، الی آخر تک مدنی ہے،  
اور وہ دو سو ستائیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ طَسَمَ اللّٰهُ اَعْلَمَ بِمَرَادِهِ بِذٰلِكَ تِلْكَ اِیْ هٰذِهِ الْاٰیَاتِ  
اٰیَةُ الْکِتٰبِ الْقِرٰانِ الْاِضَافَةُ بِمَعْنٰی بَيْنَ الْمُبِیْنِ الْمُظْهِرِ الْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ لَعَلَّكَ يَا مُحَمَّدُ  
بَاخِعُ نَفْسِكَ فَاِتْلُهَا غَمًّا مِنْ اَجَلٍ اَلَا يَكُوْنُوْنَ اِیْ اِهْلُ مَكَّةَ مُؤْمِنِيْنَ وَلَعَلَّ بِنَا لِاِشْفَاقٍ اِیْ اَشْفَقُ  
عَلَيْهَا بِتَخْفِیْفٍ بِهٰذَا الْغَمِّ اِنْ نَّشَأْ نُنْزِلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ اٰیَةً فَظَلَّتْ بِمَعْنٰی الْمَضَارِعِ اِیْ تَدُوْمُ  
اَعْنَا فُهِمَ لَهَا خُضْعِيْنَ فَيُؤْمِنُوْنَ وَلَمَّا وُضِعَتْ الْاَغْنَاقُ بِالْخُضُوعِ الَّذِیْ هُوَ لَا رُبَّابَهَا جُمِعَتْ الصِّفَةُ مِنْهُ  
جَمْعُ الْعُقَلَاءِ وَمَا يٰ اَيُّهُمْ مَنْ ذَكَرَ قِرَانَ مِنَ الرَّحْمٰنِ مُحَدِّثُ صِفَةٍ كَاشِفَةٍ اَلَا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ فَقَدْ كَذَّبُوْا  
بِهَ فَسَيٰ اَنِيْهُمْ اَنْتَبُوْا غَوَاقِبُ مَا كَانُوْا يَسْتَهْزِءُوْنَ اَوْ كَمْ يَرَوْنَ يَنْظُرُوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اُنْبِتْنَا فِيْهَا اِیْ كَثِيْرًا  
مِّنْ كُلِّ رَوْقٍ كَرِيْمٍ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً دَلٰلَةً عَلٰی كَمَالِ قُدْرَتِهِ تَعَالٰی وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ فِیْ عِلْمِ  
اللّٰهِ وَكَانَ قَالِ سَبِيْوِيْهِ زَائِدَةً وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ ذُو الْعِزَّةِ يَنْتَقِمُ مِنَ الْكَافِرِيْنَ الرَّحِیْمُ يَرْحَمُ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے، طَسَمَ اس کی مراد اللہ ہی بہتر  
جانتا ہے یہ یعنی یہ آیات کتاب مبین (یعنی) قرآن کی آیتیں ہیں جو حق کو باطل سے ممتاز کرنے والی ہیں، اور اٰیَةُ الْکِتٰبِ  
میں اضافت بمعنی مَنْ ہے شاید اے محمد آپ تو اس غم کے سبب سے کہ اہل مکہ ایمان نہیں لاتے اپنی جان کھودیں گے، اور  
لَعَلَّ کے یہاں اشفاق کے معنی ہے یعنی اس غم میں تخفیف کر کے اپنے اوپر رحم کیجئے، اگر ہم چاہتے تو ان پر آسمان سے کوئی ایسی

نشانى اتارتے کہ جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں ظَلَّتْ بمعنی مضارع ہے اِی تَدُوْمُ پھر وہ ایمان لے آئیں، جبکہ (وصف) خضوع کی نسبت اَعْنَقَ کی طرف کی گئی جو کہ (درحقیقت) ارباب اعناق کا وصف ہے، تو وصف خضوع کو ذوی العقول کی جمع کے طور پر لایا گیا اور ان کے پاس رحمن کی طرف سے کوئی تازہ نصیحت ایسی نہیں آئی جس سے یہ بے رخی نہ کرتے ہوں، مُحدث، ذکر کی صفت کا کھفہ ہے تو ان لوگوں نے اس نصیحت کو جھٹلادیا سو عنقریب ان کے پاس اس بات کا انجام آجائے گا جس کا یہ مذاق اڑایا کرتے تھے کیا یہ لوگ زمین کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اس میں کس کثرت سے ہر قسم کے عمدہ گل بوٹے اگائے؟ بلاشبہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی نشانى ہے اور ان میں کے اکثر لوگ مومن نہیں ہیں اللہ کے علم میں اور سیویہ نے کہا ہے کہ کان زائدہ ہے بلاشبہ آپ کا رب غالب ہے یعنی ایسے غلبہ والا ہے جو کافروں سے انتقام لے گا، رحیم ہے یعنی مومنین پر رحم کرنے والا ہے۔

### تَحْقِیْقِ تَرْکِیْبِ تَسْہِیْلِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: طَسَّمَ عبد اللہ بن مسعود کی قراءت میں ط، س، م، الگ الگ ہیں۔  
قَوْلُهُ: بَايَعَ اسم فاعل (ف) غم یا غصہ کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا، بَخَعًا حرام مغز تک کاٹ ڈالنا بَخَعُ حرام مغز لَعَلَّكَ لَعَلَّ حرف ترجی ہے مگر چونکہ یہاں ترجی کے معنی نہ درست ہیں اور نہ مراد لہذا لَعَلَّ کو اِشْفَاق کے معنی میں لیا جس کے معنی خوف کے ہیں، اور اللہ تعالیٰ چونکہ خوف سے منزہ ہے اس لئے مخاطب کا خوف مراد ہے، ترجی امر یعنی اِشْفِ قُ اِی ارحم کے معنی میں ہے اس لئے کہ یہاں خوف کی کوئی بات ہی نہیں ہے، اِشْفَاق (افعال) جب متعدی بمن ہوتا ہے تو خوف کے معنی ہوتے ہیں اور جب متعدی بعلی ہوتا ہے تو اس کے معنی رحمت اور شفقت کے ہوتے ہیں۔

قَوْلُهُ: نُنْزِلُ، اِنْ حرف شرط ہے اور نُنْزِلُ فعل شرط ہے اور نُنْزِلُ جواب شرط ہے۔

قَوْلُهُ: فَظَلَّتْ فَاکے ذریعہ جواب شرط نُنْزِلُ پر عطف ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے، جبکہ بذریعہ فاماضی (یعنی ظلت) کا ترتب مضارع یعنی نُنْزِلُ پر درست نہیں ہے اس لئے ماضی کو مضارع کی تاویل میں کر لیا گیا تاکہ عطف درست ہو جائے۔

قَوْلُهُ: وَلَمَّا وَصِفَتْ الاعْنَانُ الخ ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ اعناق غیر ذوی العقول کی جمع ہے جو کہ واحد مؤنث کے حکم میں ہے لہذا اس کی صفت خاصۃً آنی چاہئے نہ کہ خاصۃً جمع مذکر کی صفت ہے، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خضوع ذوی العقول کی صفت ہے جب اس کی نسبت غیر ذوی العقول کی طرف کر دی گئی تو غیر ذوی العقول کو ذوی العقول کا درجہ دیتے ہوئے اس کی صفت جمع مذکر کے صیغہ یعنی واؤنون کے ساتھ لانا درست ہو گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ، ایک جواب یہ بھی دیا ہے کہ ظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ معنی میں ظَلَّتْ اَصْحَابُ اَعْنَاقِهِمْ کے ہے، یعنی مضاف محذوف ہے پھر مضاف کو حذف کر کے خبر کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

قَوْلًا: مِنْ ذِكْرِ میں من زائدہ ہے اور من الرحمن میں من ابتدائیہ ہے۔

قَوْلًا: مُحَدَّثٌ یہ ذکر کی صفت کا صنف ہے اس لئے کہ ما بابتہم من ذکر سے جو معنی حدیثی سمجھ میں آتے ہیں اسی معنی کی محدث سے تاکید کی ہے۔

قَوْلًا: إِنَّ فِیْ ذَٰلِكَ لَآیَۃً لِّآیَۃٍ إِنَّ کا اسم مؤخر ہے، اور اس پر لام زائدہ ہے، یہ آیت اس سورت میں آٹھ مرتبہ ذکر کی گئی ہے۔

قَوْلًا: مَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ، کی تفسیر فی علم اللہ سے کر کے ایک شبہ کا جواب دیا ہے، شبہ یہ ہے کہ آیت کا مقصد کافروں کے آئندہ ایمان نہ لانے کی خبر دینا ہے تو کان ماضی سے تعبیر کرنا کیسے درست ہے اس کا ایک جواب فی علم اللہ سے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ ایمان نہ لائیں گے اسی کو ماضی سے تعبیر کر دیا ہے یہ جواب کان کو اصلی مان کر ہے دوسرا جواب قال سیبویہ سے دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کان زائدہ ہے لہذا اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

تَبْنِیْنِی: وَكَانَ قَالَ سِیْبُوْیَہُ زَائِدَۃٌ میں ابہام ہے، صحیح تعبیر اس طرح ہونی چاہئے، قال سیبویہ، کان زائدہ۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

سورہ شعراء میں بھی دیگر کئی سورتوں کے مانند اصول دین اور عقائد یعنی توحید، رسالت، بعث بعد الموت وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اور عبادت اصنام کے سلسلہ میں ان کا موقف بیان کرتے ہوئے حج قاطعہ اور براہین ساطعہ کے ذریعہ بت پرستی کو خلاف فطرت اور خلاف عقل ثابت کیا ہے، اس سورت میں چونکہ شعراء کے کچھ اوصاف کا ذکر ہے اس لئے اس سورت کا نام سورہ شعراء رکھا گیا ہے، مشرکین مکہ چونکہ آپ ﷺ کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ شاعر ہے اور جو کچھ بیان کرتا ہے وہ شعر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر رد کرتے ہوئے شعراء کی مذمت بایں الفاظ فرمائی ”وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ الْمَرْتَرُونَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ“۔

طَسَمَ تِلْكَ الْكِتَابِ الْمُبِينِ یعنی اس کا اعجاز دکھلا ہوا ہے اور احکام واضح ہیں اور یہ کتاب حق و باطل میں واضح طور پر امتیاز کرنے والی ہے، اور ان بد بختوں کے غم میں خود کو اس قدر گھلانے کی ضرورت نہیں کہ ان کی فکر میں آپ اپنی جان ہلاک کر ڈالیں، دسوزی اور شفقت کی بھی آخر ایک حد ہوتی ہے لَعَلَّكَ بِاَعْيَٰنِنَا لَبِئْسَ مَا تَكْتُمُ اگرچہ سورہ جملہ خبریہ ہے مگر حقیقت میں نبی کے معنی میں ہے، علامہ عسکری نے فرمایا کہ اس جیسے مقامات میں اگرچہ صورت جملہ خبریہ کی ہے مگر حقیقت میں مراد اس سے نبی ہے، مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر، اپنی قوم کے کفر اور اسلام سے انحراف کے سبب اتنا رنج و غم نہ کیجئے کہ جان ہی گھٹنے لگے۔

إِن نَّشَأْ نُنْزِلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ علامہ زخشری نے فرمایا کہ اصل کلام فَظَلُّوا لَهَا خَاضِعِينَ ہے یعنی کفار اس بڑی نشانی کو دیکھ کر تابع ہو جائیں اور جھک جائیں، لیکن یہاں اعناق کا لفظ یہ ظاہر کرنے کے

لئے لایا گیا ہے کہ موضع تواضع ظاہر ہو جائے، اس لئے کہ عاجزی اور تواضع کا اثر پہلے گردن پر ظاہر ہوتا ہے، شیخ سعدی رَحِمَہُ اللہ تَعَالٰی نے بھی اس مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

تواضع زگردن فرازاں نکوست گداگر تواضع کند خوئے اوست

خلاصہ یہ ہے کہ یہ دنیا ابتلاء اور آزمائش کا گھر ہے جہاں بندوں کو اختیار تمیزی دیکر بندوں کے انقیاد اور تسلیم کو آزمایا جاتا ہے، اسی لئے حکمت الہی متقاضی نہیں کہ ان کا اختیار بالکل سلب کر لیا جائے، ورنہ اگر خدا چاہتا تو کوئی ایسا آسمانی نشان ظاہر فرماتا کہ اس کے آگے زبردستی سب کی گردنیں جھک جاتیں، جیسا کہ بنی اسرائیل کے سروں پر پہاڑ کو معلق و مسلط کر دیا تھا، مگر ایسا اس لئے نہیں کیا کہ حکمت خداوندی اس بات کی متقاضی تھی کہ یہ احکام اور معارف بدیہی نہ ہوں بلکہ نظری رہیں تاکہ انسان ان میں غور و فکر کریں اور یہی غور و فکر انسان کی آزمائش ہے اور اسی پر ثواب و عقاب مرتب ہوتا ہے، بدیہی چیزوں کا اقرار تو ایک طبعی اور ضروری امر ہے، اس میں تعبد اور اطاعت کی شان نہیں۔ (معارف ملخصاً)

وَ اذْکُرْ یَا مُحَمَّدٌ لِّقَوْمِکَ اِذْ نَادٰی رَبُّکَ مُوسٰی لیلۃ رآی النارَ والشجرۃ اَنْ اِیْ بَانَ اَنْتَ الْقَوْمَ الظَّالِمِیْنَ ﴿۱﴾  
رسولاً قَوْمَ فِرْعَوْنَ مَعَهُ ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ بِالْکُفْرِ بِاللّٰهِ وَبَنٰی اِسْرَآئِیْلَ بِاسْتِعْبَادِهِمْ اِلَّا الْهَمزۃ لِّلْاِسْتِفْہَامِ  
الْاِنْکَارِیِّ اللّٰہُ بِطَاعَتِہِ فِیْوَ حِدُوْہُ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّکْذِبُوْنِ ﴿۲﴾ وَصِیْقُ صَدْرِیْ مِنْ تَکْذِیْبِهِمْ  
لِیْ وَلَا یَنْظُرُوْا سِلَکِیْ بِاَدَاءِ الرِّسَالَةِ لِلْعُقْدَةِ الَّتِیْ فِیْہِ فَاَرْسِلْ اِلَیْ اِخِیْ هٰرُونَ ﴿۳﴾ مَعِیْ وَلَهُمْ عَلٰی ذَنْبٍ بِقَتْلِی الْقَبِیْطِیِّ  
مِنْہُمْ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۴﴾ بِہٖ قَالَ تَعَالٰی کَلَّا اِیْ لَا یَقْتُلُوْنَکَ فَاَذْهَبَا اِیْ اَنْتَ وَاخُوْکَ فَفِیْہِ تَغْلِیْبُ  
الْحَاضِرِ عَلٰی الْغَائِبِ بِاٰیٰتِنَا اِنَّا مَعَکُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۵﴾ مَا تَقُولُوْنَ وَمَا یُقَالُ لَکُمْ اُجْرًا مَّجْرٰی الْجَمَاعَةِ  
فَاٰیٰتِ فِرْعَوْنَ فَقُولَا اِنَّا اِیْ کَلَّا مَنَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶﴾ اِلَیْکَ اَنْ اِیْ بَانَ اَرْسِلْ مَعَنَا اِلَی الشَّامِ بَنٰی اِسْرَآئِیْلَ  
فَاٰیٰتِہٖ فَقَالَ لَہٗ مَا ذِکْرُ قَالَ فِرْعَوْنُ لِمَوْسٰی اَلَمْ تُرَبِّکَ فِیْنَا فِیْ مَنَازِلِنَا وَلِیْدًا صَغِیْرًا قَرِیْبًا مِنْ الْوِلَادَةِ بَعْدَ  
فَطَآئِبِہٖ وَلَکِنَّتَ فِیْنَا مِنْ عَمْرِکَ سِنِیْنَ ﴿۷﴾ ثَلَاثِیْنَ سَنَۃً یَلْبَسُ مِنْ مَّلَآئِیْسَ فِرْعَوْنَ وَیَرِکُبُ مِنْ مَّرَآکِبِہٖ وَکَانَ  
یُسَمِّیْ اِبْنِہٖ وَفَعَلْتَ فَعَلَتَکَ اِلٰہِیْ فَعَلْتَ بِہِی قَتْلَہُ الْقَبِیْطِیِّ وَاَنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۸﴾ الْجَاحِدِیْنَ لِیَنْعَمَتِیْ عَلَیْکَ بِالتَّرْبِیَةِ  
وَعَدَمِ الْاِسْتِعْبَادِ قَالَ مَوْسٰی فَعَلْنَا اِذَا اِیْ حِیْثُ وَاَنَا مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۹﴾ عَمَّا اَتٰنِی اللّٰہُ بَعْدَہَا مِنَ الْعِلْمِ  
وَالرِّسَالَةِ فَقَرَّرْتُ مِنْکُمْ لَمَّا خَضَعْتُکُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُکْمًا عِلْمًا وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَکَ نِعْمَۃٌ تَمُنُّہَا عَلٰی اَصْلِہٖ  
تَمُنُّ بِہَا اَنْ عَبَدَتْ بَنٰی اِسْرَآئِیْلَ ﴿۱۱﴾ بَیَانَ لِتِلْکَ النِّعْمَةِ اِیْ اَتَّخَذْتُمْ عِبِیْدًا وَلَمْ تَسْتَعْبِدْنِیْ لَا نِعْمَۃٌ لَّکَ بِذٰلِکَ  
لِظُلْمِکَ بِاسْتِعْبَادِهِمْ وَقَدَّرَ بَعْضُهُمْ اَوَّلَ الْکَلَامِ ہَمزۃ اِسْتِفْہَامِ لِلاِنْکَارِ قَالَ فِرْعَوْنُ لِمَوْسٰی وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲﴾  
الَّذِی قُلْتَ اِنَّکَ رَسُوْلُہٗ اِیْ اِیْ شَیْءٌ ہُوَ وَلَمَّا لَمْ یَکُنْ سَبِیْلٌ لِّلْخَلْقِ اِلَیْ مَعْرِفَۃِ حَقِیْقَتِہٖ تَعَالٰی وَاِنَّمَا

يَعْرِفُونَهُ بِصِفَاتِهِ آجَابَ مُوسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِنَعُضِهَا قَالَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا أَيْ خَالِقُ ذَلِكَ إِنَّ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ۝ بَأَنَّهُ تَعَالَى خَالِقُهُ فَايْتُوا بِهِ وَحْدَهُ قَالَ فَرَعَوْنُ لِمَنْ حَوْلَهُ مِنْ أَشْرَافِ قَوْمِهِ ۝ أَلَا تَسْمَعُونَ ۝ جَوَابَهُ الَّذِي لَمْ يُطَابِقِ السُّؤَالَ قَالَ مُوسَى رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَهَذَا وَإِنْ كَانَ دَاخِلًا فِيمَا قَبْلَهُ يُغَيِّظُ فَرَعَوْنَ وَلِذَلِكَ قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمْ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ۝ قَالَ مُوسَى رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ أَنَّهُ كَذَلِكَ فَايْتُوا بِهِ وَحْدَهُ قَالَ فَرَعَوْنُ لِمُوسَى لِمَنِ اتَّخَذْتَ الْهَآئِغِرَى لِأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ ۝ كَانَ سِجْنُهُ شَدِيدًا يُخْبِسُ الشَّخْصَ فِي مَكَانٍ تَحْتَ الْأَرْضِ وَحْدَهُ لَا يَبْصُرُ وَلَا يَسْمَعُ فِيهِ أَحَدًا قَالَ لَهُ مُوسَى أَوَلَوْ أَيْ أَتَفْعَلُ ذَلِكَ وَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُبِينٍ ۝ أَيْ بُرْهَانٍ بَيِّنٍ عَلَى رِسَالَتِي قَالَ فَرَعَوْنُ لَهُ فَأْتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فِيهِ فَالْتَفَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُبِينٌ ۝ حَيَّةٌ عَظِيمَةٌ وَنَزَعَتْ يَدَهُ أَخْرَجَهَا مِنْ جَيْبِهِ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ ذَاتُ شُعَاعٍ لِلظُّلُمِ ۝ خِلَافَ مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْأُذْمَةِ.

۲۴

**تَرْجُمہ:** اور اے محمد ﷺ اپنی قوم کو اس وقت کا واقعہ یاد دلائیے کہ جب تیرے رب نے موسیٰ کو حکم دیا اس رات میں جبکہ موسیٰ نے آگ اور درخت کو دیکھا کہ تو ظالم قوم کے پاس رسول بن کر جا قوم فرعون کے پاس مع فرعون کے انہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کر کے اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا ہے اَلَا یَتَقَوْنَ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو کہ اس کی طاعت اختیار کر کے اس کی توحید کے قائل ہو جاؤ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے اور ان کے میری تکذیب کی وجہ سے میرا دل تنگ ہو جائے، اور اداء رسالت کے لئے میری زبان اس گرہ کی وجہ سے نہ چل سکے جو اس میں ہے لہذا میرے ساتھ ساتھ میرے بھائی ہارون کے پاس بھی جبرائیل علیہ السلام کو بھیج دیجئے اور میرے ذمہ ان لوگوں کا ایک جرم بھی ہے ان میں سے میرے ایک قبیلے کو قتل کرنے کی وجہ سے لہذا مجھے اندیشہ ہے کہ اس کے بدلہ میں مجھے قتل کر دیں ارشاد ہوا ہرگز نہیں یعنی تجھ کو قتل نہیں کر سکتے سو تم دونوں میری آیتیں لیکر جاؤ یعنی تم اور تمہارا بھائی، اس میں غائب پر حاضر کو غلبہ ہے ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جو تم کہو گے اور جو وہ تم سے کہیں گے ہم اس کو سنتے ہیں، دو کو جماعت کے قائم مقام کر دیا ہے، تو اب دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو ہم دونوں یعنی ہم میں سے ہر ایک پروردگار عالم کا تیری طرف رسول ہے کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ شام کی طرف جانے دے چنانچہ یہ دونوں حضرات فرعون کے پاس آئے اور جو کچھ ماقبل میں مذکور ہوا اس سے کہہ دیا فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کیا ہم نے تیری بچپن میں اپنے گھروں میں پرورش نہیں کی؟ (یعنی) بچپن میں ولادت کے قریب دودھ چھڑانے کے بعد اور تم اپنی عمر کے کئی سال ہمارے یہاں رہے یعنی تیس سال (اس مدت میں) فرعون ہی کے کپڑے پہنتے تھے اور اسی کی سواریوں پر سوار



ہوتے تھے اور ان (موسیٰ) کو "ابن فرعون" کہا جاتا تھا، اور تو نے اپنی وہ حرکت بھی کی تھی جو تو نے کی تھی اور وہ قطعی کا قتل تھا اور تم بڑے ناپاس ہو یعنی اپنے اوپر میری تربیت اور غلام نہ بنانے کے انعام (احسان) کی ناشکری کرنے والوں میں سے ہو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا جس وقت میں نے وہ حرکت کی تھی میں اس وقت (یعنی تیرے پاس قیام کے دوران) اس چیز سے ناواقف تھا جو بعد میں اللہ نے مجھے (اس کا علم) عطا فرمایا یعنی علم اور رسالت (عطا فرمائی) جب مجھے تم سے خوف ہوا تو میں تمہارے یہاں سے فرار ہو گیا، پھر مجھے میرے رب نے حکم یعنی علم عطا فرمایا اور مجھے پیغمبروں میں شامل فرمایا یہ ہے وہ نعمت جس کا تو مجھ پر احسان جتا رہا ہے (تَمُنْهَا) کی اصل تَمُنٌ بَهَا تھی کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے یہ تِلْكَ النِّعْمَةُ کا بیان ہے یعنی تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے اور مجھے آزاد چھوڑ رکھا ہے یہ تیرا کوئی احسان نہیں ہے اس ظلم کی وجہ سے کہ ان کو تو نے غلام بنا رکھا ہے اور بعض حضرات نے کلام کے شروع میں ہمزہ استفہام انکاری مقدر مانا ہے فرعون نے موسیٰ سے معلوم کیا کہ رب العالمین کیا چیز ہے؟ جس کے بارے میں تو کہتا ہے کہ میں اس کا رسول ہوں، یعنی اس کی کیا حقیقت ہے؟ جب مخلوق کے لئے باری تعالیٰ کی حقیقت کی معرفت کی کوئی صورت نہیں تھی، اس کو تو صرف اس کی صفات کے ذریعہ ہی پہچانا جاسکتا ہے، تو موسیٰ علیہ السلام نے باری تعالیٰ کی بعض صفات کو بیان کر کے جواب دیتے ہوئے فرمایا وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب یعنی خالق ہے اگر تمہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (کائنات) کا خالق ہے تو اس وحدہ (لا شریک) پر ایمان لے آؤ، تو فرعون نے اپنے ارد گرد کے لوگوں یعنی اپنی قوم کے سرداروں سے کہا کیا تم اس کا جواب جو سوال کے مطابق نہیں ہے سن نہیں رہے ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے یہ (تعریف) اگرچہ ماقبل (کی تعریف) میں داخل ہے (مگر یہ تعریف) فرعون کو غصہ دلانے والی ہے اور اسی وجہ سے (فرعون) نے (غصہ میں) کہا بلاشبہ تمہارا رسول جس کو تمہارے پاس بھیجا گیا ہے یقیناً پاگل ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مشرق و مغرب کا اور جو ان کے درمیان ہے ان کا (بھی) رب ہے اگر تم کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ ایسا ہی ہے تو اس وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ پر ایمان لے آؤ، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اگر تم میرے علاوہ کوئی اور معبود تجویز کرو گے تو میں تم کو یقیناً حوالہ زنداں کر دوں گا، اس کا جیل خانہ بڑا سخت تھا وہ انسان کو تہہ خانہ میں تہا قید کر دیتا تھا کہ وہ نہ کسی کو دیکھ سکے اور نہ کسی کی (بات) سن سکے، موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کیا اگر میں کوئی صریح دلیل پیش کروں تب بھی تو ایسا کرے گا یعنی اگر اپنی رسالت پر کوئی واضح دلیل پیش کروں (تب بھی) فرعون نے موسیٰ سے کہا اگر تو دعوائے رسالت میں سچا ہے تو دلیل پیش کر تو اسی وقت (موسیٰ نے) اپنا عصا ڈال دیا تو وہ دفعۃً واضح طور پر اڑدہا بن گیا اور اپنے ہاتھ کو نکالا یعنی ہاتھ کو اپنے گریبان سے نکالا تو وہ اسی وقت دیکھنے والوں کو سفید چمکدار نظر آنے لگا یعنی سابقہ گندمی رنگ کے خلاف نظر آنے لگا۔

## تحقیق و ترکیب تسہیل و تفسیر فی فوائد

قَوْلًا: اَنْ اِی بَاَنْ اس تفسیر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُن مصدر یہ ہے اور اس سے پہلے با حرف جر مقدر ہے اور بعض حضرات نے اُن کو تفسیر یہ بھی کہا ہے اس لئے کہ نادى قَالَ کے معنی میں ہے۔

قَوْلًا: رَسُوْلًا یہ اِنْتِ کی ضمیر سے حال ہے قوم فرعون میں فرعون بطریق اولیٰ شامل ہے، نیز قوم فرعون کے پاس بھیجنا فرعون کے پاس بطریق اولیٰ بھیجنا ہے اس لئے کہ اصل سرکشی اور فساد کا سرچشمہ تو فرعون ہی تھا۔

قَوْلًا: وَبَنی اسرَائِیلَ کا عطف انفسہم پر ہے، استبعاد کا مطلب ہے غلاموں جیسا معاملہ کرنا یعنی ان سے ذلت اور محنت شاقہ کے کام لینا، نہ کہ حقیقت میں غلام بنانا۔

قَوْلًا: اَلَا اَلْهَمَزَةُ لِلَاِسْتِفْهَامِ اَلَا نِکَارِی، صحیح یہ ہے کہ ہمزه تعجب کے لئے ہے نہ کہ انکار کے لئے جیسا کہ مفسر علام نے صراحت کی ہے اس لئے کہ لَا تَنْقُوْنَ حرف نفی کی وجہ سے منفی ہے اور جب اس پر ہمزه انکاری داخل ہوگا تو نفی النفی اثبات کے قاعدہ سے اثبات ہو جائے گا جو کہ فاسد ہے اس لئے کہ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے ”اے موسیٰ تو قوم فرعون کے پاس جا اس لئے کہ وہ (اللہ) سے ڈرتی ہے“ اور یہ معنی سراسر خلاف واقعہ ہیں۔

قَوْلًا: قَالَ مُوسٰی اِنِّیْ اَخَافُ (الآیۃ) موسیٰ علیہ السلام نے حکم خداوندی کے جواب میں تین عذر پیش کئے ① مجھے تکذیب کا اندیشہ ہے ② تکذیب سے میرا دل تنگی محسوس کرے گا ③ میری زبان میں سلاست نہیں ہے، یہ تینوں اعذار امتثال امر سے باز رہنے کے لئے بیان نہیں فرمائے بلکہ رسالت کے بارگراں سے اظہار عاجزی اور بیان حقیقت، نیز طلب معونت کے طور پر تھے۔

قَوْلًا: وَبَضِیْقُ صَدْرِیْ یا تو جملہ متانفہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے یعنی اس کا ماقبل سے تعلق نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حالت کا بیان ہے، یا پھر بِنِّیْ اَخَافُ میں اِنْ کی خبر اَخَافُ پر عطف ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

قَوْلًا: اُجْرِیَا مَجْرٰی الْجَمَاعَةِ یہ اس سوال کا جواب ہے کہ حضرت موسیٰ و ہارون دو تھے ان کے لئے تشنہ کا صیغہ لانا چاہئے تھا اِنَّا مَعُکُمَا حَالًا لَّکُمْ مَعُکُمْ جَمْع کا صیغہ لایا گیا ہے، جواب یہ ہے کہ تشنہ کو تعظیماً جماعت کے قائم مقام کر دیا ہے۔

قَوْلًا: اِنِّیْ کُلًّا مِّمَّنَّا اس عبارت سے بھی ایک سوال کا جواب مقصود ہے، سوال یہ ہے کہ اِنَّا کے اسم و خبر میں مطابقت نہیں ہے اس لئے کہ رسول خبر ہے جو کہ مفرد ہے اور خبر عنہ اِنَّا کی ضمیر ہے جو کہ جمع ہے، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اِنَّا، کُلًّا مِّمَّنَّا کے معنی میں ہے جو کہ مفرد کے حکم میں ہے لہذا اِنَّا کے اسم و خبر میں مطابقت موجود ہے۔

قَوْلًا: فَاتَّبٰہِ اس عبارت کے مقدر ماننے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ قَالَ فرعون کا ترتب فعل محذوف پر ہے۔

قَوْلًا: قَرِیْبًا مِّنَ الْوَلَادَةِ بَعْدَ فِطَامِہِ اس عبارت کے اضافہ کا مقصد بھی ایک سوال کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ ولید

نومولود شیرخوار بچہ کو کہتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی شیرخواری کے زمانہ میں تو اپنی والدہ کے پاس تھے، تو پھر فرعون کی تربیت کا کیا مطلب ہے؟ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ولید سے دودھ چھڑانے کے فوراً بعد کا زمانہ مراد ہے، مگر زیادہ بہتر ہے کہ آیت کو اپنے ظاہر پر ہی رکھا جائے تاویل کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شیرخواری کے زمانہ میں اگرچہ اپنی والدہ کے پاس تھے مگر نگرانی اور نفقہ فرعون ہی کا تھا، لہذا فرعون کا نُورَبَّكَ فِينَا وَلِبَدًا کہنا درست ہے۔

قَوْلُهُ: مِنْ عُمْرِكَ سِنِينَ مِنْ تَبْعِيضِهِ مِنْ عُمْرِكَ سِنِينَ کی صفت ہے جو کہ مقدم ہونے کی وجہ سے حال ہو کر محال منصب ہے، اس لئے کہ نکرہ کی صفت کو جب مقدم کر دیا جاتا ہے تو وہ حال ہو جاتی ہے۔

قَوْلُهُ: فَفَرَدْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ یعنی جب مجھے تمہاری جانب سے ایذا رسانی کا اندیشہ ہوا تو میں بھاگ کھڑا ہوا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا رسانی کا علم اس وقت ہوا کہ جب آپ سے یہ کہا گیا اِنَّ الْمَلَاءِ يَآتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ (سورہ قصص آیت ۲۰) منکم میں ضمیر جمع لانے کی وجہ اسی سے معلوم ہوتی ہے ورنہ تو ففردت منك کا موقع تھا اس لئے کہ گفتگو فرعون سے ہو رہی ہے نہ کہ سب سے۔

قَوْلُهُ: تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ (الآیۃ) تِلْكَ کا مشاۃ الیہ تربیت ہے جو کہ اَلْمَنْرَبُك سے مفہوم ہے تِلْكَ مبتداء موصوف تسمیہا جملہ ہو کر صفت، موصوف با صفت مبتداء کی خبر مبتداء با خبر مُبَيَّنَّ اَنْ عَبَدْتُ عطف بیان تَمُنُّهَا اصل میں تَمُنُّ بھا تھا حرف جر کو حذف کر کے ضمیر کو فعل سے متصل کر دیا، گویا کہ یہ حذف و اتصال کے باب سے ہے، مطلب یہ ہے کہ تیرا مجھے غلام نہ بنانا مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے اس لئے کہ میری قوم کے دوسرے افراد کو تو نے غلام بنا رکھا ہے جو کہ ظلم ہے لہذا تو زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے تجھ کو غلام بنا کر تجھ پر ظلم نہیں کیا اور ظلم نہ کرنا یہ کوئی احسان کی بات نہیں بلکہ ظلم سے مامون رہنا تو ہر فرد کا بنیادی حق ہے اور بعض حضرات نے و تِلْكَ سے پہلے ہمزہ مقدر مان کر اصل عبارت اس طرح بتائی ہے اَوْ تِلْكَ کیا اس کو نعمت کہا جاسکتا ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتا رہا ہے کہ مجھے آزاد چھوڑ کر میری پوری قوم کو غلام بنا رکھا ہے جن سے تو ذلت آمیز اور محنت شاقہ کے کام لیتا ہے اور تو ہین آمیز برتاؤ کرتا ہے۔

قَوْلُهُ: فَآمَنُوا بِهِ شارح نے یہ عبارت مقدر مان کر اشارہ کر دیا ہے کہ اِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ کی جزاء محذوف ہے قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ فرعون نے رب العالمین کے بارے میں ماکے ذریعہ سوال کیا جو کہ شی کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے آتا ہے اس لئے اُی کے ذریعہ سوال کرنا چاہئے تھا جو کہ صفات سے سوال کرنے کے لئے آتا ہے مگر فرعون نے اپنی غبات کی وجہ سے مَا هُوَ سے سوال کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی غبات پر تنبیہ کرنے کے لئے جواب میں صفات کو بیان کیا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تجھ کو ماکے ذریعہ رب العالمین کی حقیقت سے سوال کرنے کے بجائے اُی شئی سے اس کی صفات کے بارے میں سوال کرنا چاہئے، اس لئے کہ رب العالمین کی کنہہ اور حقیقت اس دنیا میں معلوم نہیں ہو سکتی۔

قَوْلُهُ: وَمَا بَيْنَهُمَا میں هُمَا تشبیہ سے سموات اور ارض مراد ہیں، حالانکہ سموات جمع ہے اس لئے بَيْنَهُنَّ لانا چاہئے تھا، جواب یہ ہے سموات ایک جنس ہے اور ارض ایک جنس ہے لہذا دونوں جنسوں کے لئے تشبیہ کا صیغہ لایا گیا ہے۔

قَوْلُهُمْ: قَالَ فِرْعَوْنُ لِمَنْ حَرَلَهُ اَلَا تَسْتَمْعُوْنَ فِرْعَوْنُ نے اپنے اس قول سے اپنی قوم کے اشراف کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ مدعی نبوت میں تو سوال سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں ہے لہذا اس کا دعوائے نبوت صحیح نہیں ہے میں نے مَآهُو سے رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کی حقیقت سے سوال کیا اور یہ جواب میں حقیقت بیان کرنے کے بجائے صفات بیان کر رہے ہیں، مگر موسیٰ علیہ السلام نے مَآهُو کے جواب میں صفات کو بیان کر کے اس طرف تعریض کی کہ جس شخص کو سوال کرنے کا سلیقہ بھی نہ ہو بھلا اس کے دعوائے ربوبیت میں کیا صداقت ہو سکتی ہے؟

قَوْلُهُمْ: قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْاُولَیْنِ یہ دوسرا جواب اگرچہ پہلے جواب رب السموات والارض وما بینہما میں داخل ہے مگر فِرْعَوْن کو غصہ دلانے کے لئے دوسرا جواب دیا کہ وہ صرف آسمانوں اور زمین اور وما بینہما ہی کا خالق نہیں ہے بلکہ تیرا اور تیرے باپ دادا کا بھی خالق ہے چنانچہ فِرْعَوْن نے غضبناک ہو کر کہا اِنَّ رَسُوْلَکُمُ الَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَیْکُمْ لَمَجْنُوْنٌ مفسر علام نے یہی مطلب بیان کیا ہے، مگر تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی نے فرمایا کہ خالقیت سموات والارض کے ذریعہ تعریف سے عدول کرنے کی یہ وجہ تھی کہ ہو سکتا ہے کہ فِرْعَوْن یہ کہہ دیتا کہ زمین اور آسمان واجب لذات ہیں لہذا وہ خالق اور مؤثر سے مستغنی ہیں، یہ بات کسی عاقل کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے اور اپنے آباء کے بارے میں کہہ دے کہ یہ واجب لذات ہیں اس لئے کہ مشاہدہ اس بات کا شاہد ہے کہ عدم کے بعد ان کا وجود ہوا ہے اور پھر عدم ہو جائے گا، اور جس چیز پر عدم طاری ہو وہ حادث ہوگا اس کے لئے مؤثر کا ہونا ضروری ہے، دوسری تعریف پہلی تعریف سے واضح ہے۔

قَوْلُهُمْ: رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ موسیٰ علیہ السلام نے فوراً ہی تیسری تعریف کی طرف عدول کیا جو کہ دوسری سے بھی واضح ہے، مشرق سے طلوع شمس اور مغرب سے غروب شمس مراد ہے، ہر دن کا مشرق اور مغرب مختلف ہوتا ہے اور یہ طلوع وغروب کروڑوں سال سے سرمو تبدیلی یا خلل کے بغیر پوری یکسانیت کے ساتھ رونما ہوتا رہتا ہے یہ کسی مؤثر کے بغیر ممکن نہیں ہے اور وہ مؤثر ہی رب العالمین ہے۔

قَوْلُهُمْ: اَلَا دِمَّةٌ گندم گوں، گندی رنگ۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

اِذْ نَادٰی رَبُّکَ مُوسٰی، یہ اس ندا کا ذکر ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے اپنی اہلیہ کے ہمراہ واپس مصر آرہے تھے، تاریک اور ٹھنڈی رات میں راستہ بھول گئے تھے، تاپنے کے لئے ان کو آگ کی ضرورت محسوس ہوئی، کوہ طور کی جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگ نظر آئی آگ اور رہنمائی کرنے والے کی تلاش میں کوہ طور پر پہنچ گئے جہاں ندائے غیبی نے ان کا استقبال کیا اور انہیں نبوت سے سرفراز کر دیا گیا اور ظالموں کو اللہ کا پیغام پہنچانے کا فریضہ بھی سونپا گیا۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ اَنْحَاثٌ اَنْ یُّکَلِّمُنِیْ اَنْ اَیَاتِ مَہَارَکَ سے ثابت ہوا کہ کسی حکم کے بجالانے کے لئے کچھ ایسی چیزوں کی درخواست کرنا کہ جو تعیل حکم میں مددگار ثابت ہوں کوئی بہانہ جوئی نہیں ہے بلکہ جائز ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے حکم خداوندی

پاکراس کی بجا آوری کو سہل اور مفید کرنے کے لئے خداوند قدوس سے درخواست کی۔

قَالَ فَعَلْتُهَا إِذَا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ فرعون کے اس سوال کے جواب میں کہ تم نے اے موسیٰ ایک قبلی کو قتل کیا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں میں نے قتل ضرور کیا تھا لیکن وہ قتل ارادۃ اور قصدانہ تھا بلکہ اس قبلی کو اس کی خطا پر متنبہ کرنے کے لئے گونسہ مارا تھا جس سے وہ ہلاک ہو گیا، فرعون کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ تمہارا نبوت کا دعویٰ کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ تم ایک بے گناہ کو قتل کر چکے ہو جو کہ نبوت کے منافی ہے، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبوت کے منافی قتل عمد ہے اور یہ قتل خطا تھا، یہاں ضلال کا مطلب بے خبری ہے ضلال کے معروف معنی یعنی گمراہی مراد نہیں ہیں، جیسا کہ حضرت قتادہ اور ابن زید کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

قال فرعون وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ خدائے ذوالجلال کی کنہ اور حقیقت کا جاننا ممکن نہیں کیونکہ فرعون کا سوال خدا کی حقیقت اور ماہیت کے متعلق تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بجائے ماہیت بتانے کے خداوند کے اوصاف بیان فرمائے جس سے اشارہ فرمادیا کہ خدا کی کنہ اور حقیقت کا ادراک ناممکن ہے اور ایسا سوال کرنا بھی بیجا اور غباوت پر مبنی ہے۔

أَنْ أَرْسِلَ مَعًا بَنِي إِسْرَائِيلَ بنی اسرائیل شام کے باشندے تھے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر آئے تھے حضرت یوسف علیہ السلام بارہ بھائی تھے ان کی نسل میں بہت زیادہ ترقی اور اضافہ ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی تعداد چھ لاکھ تیس ہزار تھی، بنی اسرائیل کو مصر میں رہتے ہوئے چار سو سال گزر چکے تھے، یہ لوگ مصر میں نہایت ذلت اور غلامی کی زندگی گزار رہے تھے، یہ لوگ اپنے وطن واپس جانا چاہتے تھے مگر فرعون اپنی خدمت گزاری اور بیگار لینے کی ضرورت کی وجہ سے جانے نہیں دیتا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیغام حق پہنچانے کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل پر جو ظلم اس نے کر رکھا تھا اس سے باز آنے اور ان کو اپنے ملک جانے دینے کی ہدایت کی۔ (قرطبی)

قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلَبَدًا حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے یہاں کتنی مدت رہے اس میں مختلف اقوال ہیں ایک مشہور قول جس کو صاحب جلالین نے بھی نقل کیا ہے کہ تیس سال فرعون کے یہاں رہے اور دس سال مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں رہے اس طرح چالیس سال ہو گئے اس کے بعد کوہ طور پر نبوت ملی، اس کے بعد واپس فرعون کے پاس آئے اور اس کو تیس سال تک دعوت دی اور فرعون کے غرق ہونے کے بعد پچاس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام بقید حیات رہے اس حساب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی ایک قول یہ بھی ہے کہ ابتدا فرعون کے یہاں بارہ سال رہے، قتل قبلی کے بعد مدین تشریف لے گئے اور معاہدہ کے مطابق دس سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چراتے رہے دس سال کی مدت پوری ہونے پر حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے نکاح کیا اس کے بعد اٹھارہ سال مزید قیام فرمایا بعد ازاں آپ حضرت شعیب علیہ السلام کی اجازت سے مصر کے لئے روانہ ہوئے جبکہ آپ کی عمر چالیس سال تھی، اسی سفر کے دوران آپ کو منصب نبوت پر سرفراز کیا گیا۔ (روح المعانی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ قیام کے دوران فرعون سے مناظرہ بھی ہوا جس کو قرآن کریم نے بالتفصیل ذکر کیا ہے





بنوائی کرتے ہوئے شروع کر دیا تَلَقَّفُ میں اصل سے دو تاؤں میں سے ایک تاء کو حذف کر کے اور وہ ان چیزوں کو اپنی نظر بندی کے ذریعہ بدل رہے تھے اور لوگ ان کی رسیوں اور لکڑیوں کو دوڑتے ہوئے سانپ محسوس کر رہے تھے یہ دیکھتے ہی جادوگر بے اختیار سجدہ میں گر گئے (جادوگروں نے صاف) کہہ دیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے (یعنی) موسیٰ و ہارون کے رب پر ان کے اس بات سے واقف ہو جانے کی وجہ سے کہ انہوں نے عصا سے جو کچھ مشاہدہ کیا ہے وہ جادو کے ذریعہ نہیں ہو سکتا، فرعون نے کہا کیا تم میری اجازت کے بغیر اس پر یعنی موسیٰ پر ایمان لے آئے؟ آمنتہم میں دونوں ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے کو الف سے بدل کر یقیناً یہی تم سب کا گروہ ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے چنانچہ تم کو جادو کا کچھ حصہ سکھایا اور دوسرے کے ذریعہ (جس کو تم سے چھپا کر رکھا) تم پر غالب آ گیا، ابھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ میری طرف سے تم کو کیا پیش آتا ہے میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا یعنی ہر ایک کا داہنا ہاتھ اور بائیں پیر اور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا سب نے جواب دیا کچھ حرج نہیں ہمارا اس میں کوئی نقصان نہیں ہے ہم تو مرنے کے بعد جس طرح بھی موت آئے اپنے رب کے پاس آخرت میں جا پہنچیں گے ہم امید رکھتے ہیں یہ کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے گا اس سبب سے کہ ہم اپنے زمانہ میں سب سے پہلے ایمان لے آئے۔

### تَحْقِيقُ وَتَرْكِيْبُ تَسْمِيْلٍ وَتَفْسِيْرِي فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: اَلْمَلَأَ اِسْمُ جُنْسٍ هُوَ سَرْدَارُوں کی جماعت (جمع) اَمْلَأُ، اَرْجَاهُ اِرْجَاءً سے امر کا واحد مذکر حاضر ہے، ہ ضمیر مفعولی ہے ڈھیل دے، مہلت دے۔

قَوْلُهُ: تَأْمُرُوْنَ اصل میں تَأْمُرُوْنَ تَنْبِي تھ۔

قَوْلُهُ: يَأْتُوْكَ جواب امر کی وجہ سے مجزوم ہے۔

قَوْلُهُ: وَاَدْخَالَ اَلْفَ بَيْنَهُمَا عَلٰی الْوَجْهِينِ یہاں مناسب تھا وَعَلٰی تَرْكِ الْاَدْخَالِ عَلٰی الْوَجْهِينِ بھی فرماتے تاکہ چار قراءتیں ہو جائیں۔

قَوْلُهُ: فَاَلَا مَوْفِيْهِ الْخَبْرُ یہ اس اعتراض کا جواب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اَلْقُوا مَا اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ کہہ کر جادو یعنی ایک قبیح اور کفریہ عمل کا حکم فرمایا اس لئے کہ جادو کفر اور عمل قبیح ہے اور نبی کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ کسی کو کفریہ عمل کرنے کا حکم دے، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حکم نہیں تھا بلکہ بصورت امر اجازت تھی اس لئے کہ جادوگروں نے کہا تھا کہ اول تم وار کرو یا ہم کو اجازت دو کہ ہم وار کریں موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اول وار کرنے کی اَلْقُوا مَا اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ کہہ کر اجازت دیدی، لہذا اعتراض کی کوئی بات نہیں ہے، مگر اس جواب پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کفریہ عمل کی اجازت بھی رضا پر دلالت کرتی ہے اور رضا بالکفر کفر ہے لہذا اجازت دینا بھی مناسب نہیں تھا، اس شبہ کا جواب بھی اسی عبارت میں موجود



ہے کہ اظہار حق کے لئے ضروری تھا کہ جادوگروں کو اجازت دیدی جائے تاکہ وہ اپنا کرتب دکھائیں اور عصا معجزہ کے ذریعہ اثر دہا بن کر ان کے اس باطل اور بناوٹی کرتب کو حاضرین کے روبرو نکل جائے اور لوگوں پر حق و باطل میں فرق واضح ہو جائے جیسا کہ حق ظاہر ہو گیا یہ ایسا ہی ہے کہ مسجد کو منہدم کرنا اگرچہ قبیح ہے مگر تعمیر نو کے لئے انہدام قبیح نہیں بلکہ مستحسن ہے لہذا یہ تخریب برائے تعمیر تھی نہ کہ تخریب برائے تخریب۔

**قَوْلُهُ:** وَإِبْدَالِ الثَّانِيَةِ الْفَأْ وَالصَّحِيحِ اِبْدَالِ الثَّالِثَةِ الْفَأْ اس لئے کہ تیسرا ہمزہ ہی الف سے بدلا ہوا ہے۔

**قَوْلُهُ:** رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ یہ رب العالمین سے بدل ہے۔

**قَوْلُهُ:** يَا فُكُورًا، اِفْكَ (ض) سے جمع مذکر غائب پلٹ رہے تھے، فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ یعنی بے اختیار سجدہ میں گر پڑے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

قَالَ لِلْمَلَأِ حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا لَسِحْرُ عَلِيِّمٍ فِرْعَوْنَ بجائے اس کے کہ ان معجزات کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرتا اور ایمان لاتا اس نے تکذیب اور عناد کا راستہ اختیار کیا اور حضرت موسیٰ کی بابت کہا یہ تو کوئی بڑا فنکار جادوگر ہے، نیز اپنی قوم کو بھڑکانے کے لئے کہا کہ وہ ان شعبدے بازیوں کے ذریعہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال کر خود اس پر قابض ہونا چاہتے ہیں، اب بتلاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ یعنی اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ قوم کے سرداروں نے یہ مشورہ دیا کہ ان دونوں کو فی الحال اپنے حال پر چھوڑ دو اور تمام شہروں سے تمام جادوگروں کو جمع کر کے ان کا باہمی مقابلہ کرایا جائے تاکہ ان کے کرتب اور شعبدے بازی کا جواب دیا جائے، چنانچہ جادوگروں کی ایک بہت بڑی تعداد مصر کے اطراف و جوانب سے جمع کر لی گئی، ان کی تعداد میں مختلف اقوال ہیں، ۱۲ ہزار، ۱۷ ہزار، ۱۹ ہزار، ۳۰ ہزار، ۸۰ ہزار اصل تعداد اللہ ہی بہتر جانتا ہے کسی مستند ماخذ میں تعداد کا ذکر نہیں ہے، بہر حال مقابلہ کا دن اور وقت طے ہو گیا، اور عوام کو بھی تاکید کی حکم جاری کر دیا گیا کہ سب کو معرکہ دیکھنے کے لئے ضرور آنا ہے، جب دونوں فریق آمنے سامنے آ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم ہی پہلے اپنا کرتب دکھاؤ قَالَ لَهُمُ مُوسَى اَلْقُوا مَا اَنْتُمْ مُلْفُونَ اس پر بادی النظر میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادو کا حکم دے رہے ہیں جو کہ فعل قبیح کا حکم ہے اور یہ نبی کی شان سے بعید ہے، اس شبہ کا جواب تحقیق کے زیر عنوان تفصیل سے گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جائے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر غور سے دیکھا جائے، تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے، کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے جادو دکھانے کا حکم نہیں تھا بلکہ جو کچھ وہ کرنے والے تھے اس کا ابطال مقصود تھا مگر اس کو باطل کرنا بغیر اس کے ظاہر کرنے کے ناممکن تھا اس لئے آپ نے ان کو جادو کے اظہار کا حکم دیا۔

چنانچہ جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں میدان میں ڈال دیں جو لوگوں کو نظر بندی کی وجہ سے دوڑتے بھاگتے سانپ معلوم ہونے لگے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی طبعی طور پر خوف محسوس کیا جس کو قرآن کریم نے فَاَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ

خبیفۃ موسیٰ سے تعبیر کیا ہے (طہ ۶۷) چنانچہ ان جادوگروں کو اپنی کامیابی اور برتری کا پورا یقین تھا جیسا کہ ان کے قول قالوا لفرعون اِنَّ لَنَا لَا جُورًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ سے معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ذرا اپنی لاشی زمین پر ڈال دو اور پھر دیکھو! چنانچہ لاشی کا زمین پر ڈالنا تھا کہ اس نے ایک خوفناک اثر دے کی شکل اختیار کر لی اور ایک ایک کر کے ان کے سارے کرتبوں کو نگل گیا جیسا کہ اگلی آیت میں ہے۔

فرعون کے لئے یہ واقعہ بڑا عجیب اور حیرت ناک تھا جن جادوگروں کے ذریعہ وہ فتح اور غلبے کی آس لگائے بیٹھا تھا وہی نہ صرف یہ کہ مغلوب ہو گئے بلکہ موقع پر ہی سب کے سامنے رب العالمین پر ایمان لے آئے، لیکن بجائے اس کے کہ فرعون خود بھی غور و فکر سے کام لیتا اس نے مکارہ اور عناد کا راستہ اختیار کیا اور جادوگروں کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا اور کہا کہ تم سب اسی کے شاگرد معلوم ہوتے ہو اور تمہارا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سازش کے ذریعہ تم ہمیں یہاں سے بے دخل کر دو۔

وَاَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰیۙ بَعْدَ سِنِيْنَۙ اَقَامَهَاۙ بَيْنَهُمْۙ يَدْعُوهُمْۙ بَاٰیَاتِ اللّٰهِۙ اِلَى الْحَقِّۙ فَلَمْ يَزِدُوْاۙ اِلَّا عُتُوًّاۙ اَنْۢ اَسْرِۙ بِعِبَادِیْۚ  
بنی اسرائیل وفی قراءۃ بکسر النون ووصل ہمزۃ اسر من سری لغۃ فی اسری ای سربہم لیلا الی البحر **اَلَمْ تَتَّبِعُوْاۙ** یتبعکم فرعون وجنودہ فیلجؤن ورائکم البحر فانجیکم وأغرقتہم **فَاَرْسَلْۙ** فرعون حین أخر بسیرہم فی المداہن قیل کان لہ اَلْفُ مَدِیْنَةٍ واثنتا عشرة اَلْفَ قَرْیَۃٍ **لِّحٰشِرِیْنَ** ۝ جاسعین الجیش قائلًا اِنْ هٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَۃٌ طَائِفَۃٌ **قَلِیْلُوْنَ** ۝ قیل کانوا سِتِّمِائَۃً الفِ وسبعین اَلْفًا وَّمُقَدَّمُۃٌ جَیْشِہٖ سَبْعُمِائَۃُ اَلْفِ فَقَلَّلْہُمْ بِالنَّظَرِ اِلٰی کثرۃ جیشہ **وَاَنۢہُمْ لَنَا الْغَاطِیُونَ** ۝ فاعلون ما یُعِیْظُنَا وَاِنَّا لَجَمِیْعٌۭ حٰذِرُونَ ۝ مُتَّقِیْطُونَ وفی قراءۃ حَازِرُونَ مُسْتَعِدُّون قال تعالی **فَاَخْرَجْنٰہُمْۙ** ای فرعون وجنودہ من مصر لیلحقوا موسیٰ وقومہ **مِّنْ جَنَّتِۙ** بساتین کانت علی جانبی النیل **وَوَحِیۡوُنَ** ۝ انہار جاریۃ فی الدور من النیل **وَلَنُورِۙ** اموال ظاہرۃ من الذهب والفضۃ وسمیت کنوزا لانہ لم یُعْطَ حق اللہ تعالیٰ منها **وَمَقَامُۙ** کریم ۝ مجلس حسن لایامراء والوزراء یحیفہ اُنباغہم **کَذٰلِکَۙ** ای اخرجنا کما وصفنا **وَاَوْرَثْنٰہَاۙ** بنی اسرائیل ۝ بعد اغراق فرعون وقومہ **فَاتَّبَعُوْهُمۙ** لحقوہم **مُّشْرِقِیۡنَ** ۝ وقت شروق الشمس **فَلَمَّاۙ** ثراء الجمعین ای رای کل منہما الآخر **قَالَۙ** اصحاب موسیٰ **اِنَّا لَمُدْرٰکُونَ** ۝ یدرکنا جمع فرعون ولا طاقۃ لنا بہ **قَالَۙ** موسیٰ **کَلَّاۙ** ای لن یدرکونا **اِنَّ مَعِیَ رِبِّیْۚ** بنصرہ **سَیَّہِدٰۤیۡنَ** ۝ طریق النجاۃ قال تعالی **فَاَوْحٰیۤ اِلٰیۙ** موسیٰ **اِنْۢ اَضْرَبَۙ** بَعْصَاکَ الْبَحْرُۙ فَضْرَبَہٗ **فَاَفْلَکَۙ** اِنْشَقَّ اِثْنِیْ عَشَرَۙ فِرْقًا **فَکَانَۙ** کل فریق کاظنود العظیم **الْجَبَلِۙ** الضخیم بینہما مسالک سلكوها لم یبتل منها شرج الراكب ولا لہذہ **وَاَزَلَفْنَاۙ** قَرَبْنَا ثُمَّ ہُنَالِکَ **الْاٰخِرِیۡنَ** ۝ فرعون وقومہ حتی سلكوا مسالکہم **وَاَنْجٰیۤنَاۙ** موسیٰ **وَمَنْۢ** مَّعَہُ **اَجْمَعِیۡنَ** ۝ باخراجہم من البحر علی ہیتہ المذکورۃ **ثُمَّۙ** اَعْرَفْنَا **الْاٰخِرِیۡنَ** ۝ فرعون وقومہ باطباق البحر علیہم **لَمَّاۙ** تَمَّ

دخولہم البحر و خروج بنی اسرائیل منه **إِنَّ فِي ذَلِكَ** ای اغراقِ فرعون و قویمہ **لَايَةً** عِبْرَةً لِّمَنْ بَعْدَهُمْ **وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ** ۵۰ باللہ لم یؤمن منهم غیرُ اسیبۃ امراة فرعون و جزقيل مؤمن ال فرعون و مریم بنت ناسا مؤمنی الّتی دلت علی عظامِ یوسف علیہ السلام **وَلَا رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ** فانتقم من الکافرین بِاِغْرَاقِهِمُ الرَّحِیمُ ۵۱ بالمؤمنین فَأَنْجَاهُمْ مِنَ الْعَرْقِ ۵۲

**ترجمہ:** اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا بعد اس کے کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے درمیان سالہا سال مقیم رہے (اور) اللہ کی آیات کے ذریعہ دعوت حق دیتے رہے مگر ان کی سرکشی ہی میں اضافہ ہوتا رہا، کہ میرے بندوں بنی اسرائیل کو راتوں رات نکال لیجا، اور ایک قراءت میں نون کے کسرہ اور اَسِر کے ہمزہ وصل کے ساتھ ہے اَسِرَی میں ایک لغت سَرِی بھی ہے، یعنی راتوں رات ان کو بحر (قلزم) کی طرف لے جا، یقیناً تمہارا تعاقب کیا جائے گا یعنی فرعون اور اس کا لشکر تمہارا تعاقب کرے گا چنانچہ وہ تمہارے پیچھے دریا میں داخل ہو جائیں گے سو میں تم کو نجات دوں گا اور ان کو غرق کر دوں گا جس وقت فرعون کو بنی اسرائیل کے رات کو چلے جانے کی خبر دی گئی تو فرعون نے شہروں میں لشکر کو جمع کرنے والے بھیج دیئے بیان کیا گیا ہے کہ اس کے زیر تسلط ایک ہزار شہر اور بارہ ہزار دیہات تھے، یہ کہتے ہوئے کہ ان لوگوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے کہا گیا ہے ان کی تعداد چھ لاکھ اور ستر ہزار تھی، اور اس کے مقدمۃ الجیش کی تعداد سات لاکھ تھی، اپنے لشکر کی کثرت کے مقابلہ میں بنی اسرائیل کو قلیل قرار دیا (ورنہ تو فی نفسہ وہ کثیر تھے) اور یہ کہ ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا ہے یعنی ایسی حرکت کی ہے جس نے ہم کو غضبناک کر دیا ہے بلاشبہ ہم سب چوکنے ہیں یعنی بیدار مغز ہیں (غافل نہیں ہیں) اور ایک قراءت حاذروں ہے یعنی مستعد ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا چنانچہ ان کو یعنی فرعون اور اس کے لشکر کو مصر کے باغوں سے جو کہ (دریائے) نیل کے دونوں کناروں پر تھے اور چشموں سے یعنی ان نہروں سے جو نیل سے ان کے گھروں میں جاری تھیں، اور خزانوں سے یعنی سونے چاندی کے اموال ظاہرہ سے اور کنز کو کنز اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا گیا اور امراء اور وزراء کی عمدہ مجلسوں سے کہ جن مجلسوں کو ان کے خدام گھیرے ہوئے تھے نکال لائے، بیان کردہ طریقہ کے مطابق ہمارا نکالنا ہوا، فرعون اور اس کی قوم کے غرق ہونے کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو ان تمام چیزوں کا وارث بنا دیا چنانچہ قطبی طلوع شمس کے وقت اسرائیلیوں سے جا ملے، پس جب دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کہنے لگے، ہم تو پکڑے گئے یعنی فرعون کے لشکر نے ہم کو پکڑ لیا اور ہم میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہرگز نہیں یعنی وہ ہم کو ہرگز نہیں پکڑ سکتے (اس لئے) کہ یقیناً مانو میرے رب کی نصرت میرے ساتھ ہے، وہ عنقریب مجھ کو نجات کا راستہ بتا دے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی لاشی دریا پر ماریں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے لاشی ماری، اسی وقت دریا بارہ حصوں میں

منقسم ہو گیا ہر حصہ عظیم پہاڑ کے مانند تھا اور ان بارہ حصوں کے درمیان راستے تھے جن میں وہ چلتے تھے اور بارہ قبیلوں میں سے نہ کسی سوار کے گھوڑے کی زین تر ہوئی اور نہ منہ، اور ہم نے دوسروں یعنی فرعون اور اس کی قوم کو اس موقع کے قریب پہنچا دیا حتیٰ کہ وہ بھی ان کے راستوں میں داخل ہو گئے اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے تمام ساتھیوں کو ہیئت مذکورہ کے ساتھ دریا سے نکال کر نجات دیدی، بعد ازاں دوسروں کو غرق کر دیا یعنی فرعون اور اس کی قوم کو جب دریا میں ان کا دخول اور اسرائیلیوں کا دریا سے خروج مکمل ہو گیا تو ان پر دریا کو ملا کر غرق کر دیا بلاشبہ اس میں یعنی فرعون اور اس کی قوم کے غرق کرنے میں بعد والوں کے لئے عبرت کی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لائے یعنی فرعون کی بیوی آسیہ اور آل فرعون کا ایک فرد حزقیل اور مریم بنت ناموسی جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیوں کی نشاندہی کی تھی، کے علاوہ کوئی ایمان نہیں لایا اور بلاشبہ آپ کا رب غالب ہے چنانچہ کافروں سے ان کو غرق کر کے انتقام لے لیا اور مومنین پر بڑا مہربان ہے چنانچہ ان کو غرق سے بچالیا۔

### تحقیق و ترمیم تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ:** شَرْدُمَة چھوٹی جماعت (جمع) شَرَاذِم لشردمة قلیلون قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ لشردمة قلیلة ہوتا، اس لئے کہ قلیلة شردمة کی صفت ہے مگر چونکہ شردمة اسباط پر مشتمل تھا اور ہر سبط ان میں سے قلیل تھا اس لئے جمع کو مذکر لایا گیا۔ (روح المعانی) اور قلیلون، ان کی خبر ثانی بھی ہو سکتی ہے۔

**قَوْلُهُ:** لجمیع بمعنى جمع ای جماعۃ یہ کلمہ الفاظ تاکید میں سے نہیں ہے کہ یہ اعتراض ہو سکے کہ حرف تاکید تابع ہو کر ہی استعمال ہوتا ہے اور یہاں تابع ہو کر استعمال نہیں ہوا، جواب کا ماحصل یہ ہے کہ یہ کلمات تاکید میں سے نہیں بلکہ جماعت کے معنی میں ہیں لہذا کوئی اعتراض نہیں ہے۔

**قَوْلُهُ:** وفی قراءۃ حاذرون ابو عبید نے کہا ہے حِذْرُون اور حَاذِرُون دونوں کے ایک ہی معنی ہیں ہوشیار، بیدار مغز، چونکہ بعض حضرات نے یہ فرق بیان کیا ہے حِذْر کے معنی متیقظ کے ہیں اور حاذر کے معنی خائف کے ہیں اور بعض حضرات نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ حِذْرُون اس مخلوق کو کہتے ہیں جو پیدائشی طور پر چوکنے ہوتے ہیں جیسے کوا، اور حاذر اس کو کہتے ہیں کہ جو پیدائشی طور پر تو چوکنے والا نہ ہو مگر بعد میں چالاک و ہوشیار ہو گیا ہو۔

**قَوْلُهُ:** مقام کریم ”مقام کریم“ سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات نے عمدہ مکانات مراد لئے ہیں، اور بعض نے امراء و رؤساء کی مجالس مراد لی ہیں، جیسا کہ علامہ محلی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

**قَوْلُهُ:** كذلك محل نصب میں بھی ہو سکتا ہے تقدیر یہ ہوگی آخر جناہم مثل ذلك الاخراج الذی وصفنا اور مقام کریم کی صفت ہونے کی وجہ سے محل جر میں بھی ہو سکتا ہے ای مقام کریم مثل ذلك المقام الذی کان لہم اور مبتداء

مخدوف کی خبر ہونے کی وجہ سے محلِ مرفوع بھی ہو سکتا ہے ای الامر كذلك۔

قَوْلُهُمْ: وَأَوْرَثْنَاهَا كَاعْطَفَ فَاخْرَجْنَا پر ہے۔

قَوْلُهُمْ: وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ، اکثر ہم ان لوگوں کا اکثر مراد نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں گئے تھے اس لئے کہ وہ تو سب کے سب غرق کر دیئے گئے بلکہ اکثر سے وہ لوگ مراد ہیں جو فرعون کے مسلک اور اس کے عقیدہ پر تھے اور فرعون کی طرف منسوب تھے، ان میں سے بعض لوگ ایمان بھی لائے تھے، جیسا کہ حزقیل اور فرعون کی بیٹی، اس کی بیوی آسیہ اور مریم بنت ناموسی جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشاندہی کی تھی اور سیبویہ نے کان کو زندہ کہا ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحِ

وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَىٰ جِبْ بِلَادِ مِصْرَ فِي مَوْسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَقِيَامِ طَوِيلٍ هُوَ كَمَا أَوْرَثَ حَرْحَ سَعِ انْهُوْ نَعِ فرعون اور اس کے درباریوں پر ہجرت قائم کر دی لیکن اس کے باوجود وہ ایمان لانے کے لئے آمادہ نہیں ہوئے تو اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ انہیں عذاب و نکال سے دوچار کر کے سامانِ عبرت بنا دیا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ راتوں رات بنی اسرائیل کو یہاں سے لیکر نکل جائیں اور فرمایا کہ فرعون تمہارے پیچھے آئے گا گھبرا نا نہیں۔

اسرائیلیوں کو فرعون نے بِشْرُ ذِمَّةٍ قَلِيلُونَ تخفیر کے لئے کہا تھا ورنہ ان کی تعداد چھ لاکھ سے بھی زیادہ تھی وَإِنَّهُمْ لَنَا لِعَائِلُونَ، لَنَا کی تقدیم حصر اور رعایت فواصل کے لئے ہے، اصل میں انھم غائظون لَنَا ہے، یعنی اول تو یہ میری اجازت کے بغیر چلے گئے، دوسری بات یہ ہے کہ قطیوں کے زیورات دھو کے سے لے گئے یہ دونوں حرکتیں ایسی ہیں کہ جس نے ہم کو غیظ و غضب میں مبتلا کر دیا ہے۔

فاخر جنا هم من جنَّت و عيون یعنی فرعون اور اس کا لشکر بنی اسرائیل کے تعاقب میں کیا نکلا کہ پھر پلٹ کر اپنے گھروں اور باغات میں آنا ہی نصیب نہ ہوا، یوں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مشیت سے انہیں تمام نعمتوں سے محروم کر کے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنادیا، بعض حضرات نے وَأَوْرَثْنَاهَا بِنِي إِسْرَائِيلَ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہم نے مصر جیسا اقتدار اور دنیوی جاہ و جلال بنی اسرائیل کو بھی عطا کیا، کیونکہ بنی اسرائیل مصر سے نکل جانے کے بعد مصر واپس نہیں آئے نیز سورہ دخان میں فرمایا گیا ہے وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخِرِينَ کہ ہم نے اس کا وارث کسی دوسری قوم کو بنادیا (ایسر التفاسیر) بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ قَوْمًا آخِرِينَ میں قوم کا لفظ اگرچہ عام ہے لیکن یہاں یعنی سورہ شعراء میں جب بنی اسرائیل کو وارث بنانے کی صراحت موجود ہے تو اس سے مراد بھی قوم بنی اسرائیل ہی ہوگی، مگر قرآن کی صراحت کے مطابق مصر سے نکلنے کے بعد بنی اسرائیل کو ارض مقدس میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا اور ان کے انکار پر چالیس سال کے لئے یہ داخلہ مؤخر کر کے میدانِ تہ میں بھٹکایا گیا پھر وہ ارض مقدس میں داخل ہوئے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر حدیثِ اسراء کے مطابق بیت المقدس کے قریب ہی ہے، اس لئے صحیح معنی یہی ہیں کہ جیسی نعمتیں آل فرعون کو مصر میں حاصل تھیں ویسی ہی

(واللہ اعلم بالصواب)

نعمتیں اب بنو اسرائیل کو عطا کی گئیں، لیکن مصر میں نہیں فلسطین میں۔

جب صبح کو فرعون کو معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل یہاں سے راتوں رات نکل گئے ہیں تو اس کے پندار اقتدار کو بڑی ٹھیس پہنچی اور سورج نکلنے ہی ان کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا، جب فرعونؑ لشکر بالکل قریب آ گیا تو پوری قوم بنی اسرائیل چلا اٹھی اِنَا لَمَدْرَكُونُ ہم تو یقیناً پکڑے گئے اور پکڑے جانے میں شبہ ہی کیا تھا آگے سمندر ہے اور پیچھے لشکر فرعون اور یہ صورت حال حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی پوشیدہ نہیں تھی مگر وہ کوہ استقامت اللہ کے وعدہ پر یقین کئے ہوئے تھے اس وقت بڑی خود اعتمادی کے ساتھ فرمایا کَلَّا ہرگز ہم پکڑے نہیں جاسکتے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِيْنِ میرے ساتھ میرا پروردگار ہے جو مجھے عنقریب راستہ دے گا، ایمان کا امتحان ایسے ہی موقعوں میں ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر ذرا بھی خوف و ہراس نہیں تھا وہ گویا کہ بچنے کا راستہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، بعینہ اسی طرح کا واقعہ ہجرت کے وقت غار ثور میں چھپنے کے وقت رسول کریم ﷺ کو پیش آیا تھا دشمن جو آپ کے تعاقب میں تھے اس غار کے دہانے پر آ کھڑے ہوئے ذرا نیچے نظریں کریں تو آپ پر ان کی نظریں پڑ جائیں، اس وقت ابو بکر صدیقؓ کو گھبراہٹ ہوئی تو آپ نے بعینہ یہی جواب دیا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ”غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ“ ہے ان دونوں واقعات میں ایک خاص بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو تسلی دینے کے لئے اِنَّ مَعِيَ رَبِّي فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرمایا، یہ امت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ اس کے افراد بھی اپنے رسول کے ساتھ معیت الہیہ سے سرفراز ہیں، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس طرح رہنمائی فرمائی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاشیٰ سمندر پر مارو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاشیٰ ماری تو پانی دونوں طرف رک گیا اور ان دونوں کے بیچ میں بارہ قبیلوں کے اعتبار سے بارہ راستے بن گئے، غرضیکہ فرعون مع اپنے لشکر کے غرق دریا ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنی قوم کے نجات پا گئے، یہ سب کچھ تائید الہی سے ہوا تائید الہی کے بغیر ممکن نہ تھا، اس واقعہ میں یقیناً بڑی عبرت ہے مگر پھر بھی اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اٰی كِفَارِ مَكَّةَ نَبَاً خَبَرَ اِبْرٰهِيْمَ وَيَبْدُلُ مِنْهُ اَذَقَالَ اِلهِيْهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۱۰ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا صَرَحُوْا بِالْفِعْلِ لِيُعْطِفُوْا عَلَيْهِ ۝۱۱ فَظَلَّ لَهَا الْعَقِيْنِ ۝۱۲ اٰی نُنَقِمُ نَهَارًا عَلٰی عِبَادَتِهَا زَادُوْهُ فِی الْجَوَابِ افْتِخَارًا بِهِ ۝۱۳ قَالَ هَلْ يٰمَعُوْنُكُمْ اَذْ حٰنٍ تَدْعُوْنَ ۝۱۴ اَوْ يَنْفَعُوْكُمْ اِنْ عَبَدْتُمْ مٰوِيْهَ اَوْ يَضُرُّوْنَ ۝۱۵ كُمْ اِنْ لَمْ تَعْبُدُوْهُمْ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝۱۶ اٰی مَثَلٍ فَعَلْنَا ۝۱۷ قَالَ اَفَرٰءَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝۱۸ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ الْاَقْدَمُوْنَ ۝۱۹ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ لَا اَعْبُدُهُمْ اِلَّا لَكَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۰ فَاِنِّيْ اَعْبُدُ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝۲۱ اِلٰی الَّذِيْنَ وَالَّذِيْ هُوَ يَطْعَمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ ۝۲۲ وَاِذَا امْرَضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِيْ ۝۲۳ وَالَّذِيْ يُمِيتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِيْ ۝۲۴ وَالَّذِيْ اَطْعَمَ اٰی اَزْجُوْا اَنْ يَغْفِرَ لِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۲۵ اٰی الْجَزَاءِ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا ۝۲۶ عَلَّمَا وَالْحَقِّيْنِيْ بِالصَّلٰوِيْنَ ۝۲۷ اٰی النَّسِيْنِ ۝۲۸ وَاجْعَلْ لِّيْ

لِسَانَ صِدْقٍ ثَنَاءً حَسَنًا فِي الْآخِرِينَ ﴿۱﴾ الَّذِينَ يَاتُونَ بَعْدِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَأَجْعَلَنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿۲﴾ أَيْ  
 بِمَنْ يُعْطَاهَا وَاعْفِرْ لِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الصَّالِينَ ﴿۳﴾ بَأَن تَتُوبَ عَلَيْهِ وَهَذَا قَبْلَ أَنْ يَنْبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوُّ اللَّهِ كَمَا ذَكَرْنِي  
 سُورَةُ بَرَاءَةِ وَلَا تُخْزِنِي تَفْضَحْنِي يَوْمَ يَصْعَوْنَ ﴿۴﴾ أَيْ النَّاسُ قَالَ تَعَالَى فِيهِ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿۵﴾ أَحَدًا إِلَّا  
 لِمَنْ مَنَّى إِلَى اللَّهِ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿۶﴾ مِنَ الشَّرِكِ وَالنَّفَاقِ وَهُوَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْفَعُهُ ذَلِكَ وَأَزَلَّتِ الْجَنَّةُ قُرْبَتِ  
 لِلْمُتَّقِينَ ﴿۷﴾ فَيَرَوْنَهَا وَبَرَزَتِ الْجَحِيمُ أَظْهَرَتْ لِلْعَوِينَ ﴿۸﴾ الْكَافِرِينَ وَقِيلَ لَهُمْ إِنَّمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿۹﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَيْ  
 غَيْرِهِ مِنَ الْأَصْنَامِ هَلْ يَنْصُرُوكُمْ بِدَفْعِ الْعَذَابِ عَنْكُمْ أَوْ يُنْصِرُونَ ﴿۱۰﴾ بِدَفْعِهِ عَنْ أَنْفُسِهِمْ لَا فَلَئِكُوبُوا الْقَوَا  
 فِيهَا هُمْ وَالْعَاوُنُ ﴿۱۱﴾ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَتْبَاعُهُ وَمَنْ أَطَاعَهُ مِنَ الْجِنِّ وَالنَّاسِ أَجْمَعُونَ ﴿۱۲﴾ قَالُوا أَيْ الْعَاوُنُ وَهُمْ  
 فِيهَا يَخْصِمُونَ ﴿۱۳﴾ مَعَ مَعْبُودِيهِمْ تَاللَّهِ إِنْ مٌخَفَّفَةً مِنَ الثَّقِيلَةِ وَاسْمُهَا مَحْذُوفٌ أَيْ إِنَّهُ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿۱۴﴾  
 بَيِّنَ إِذْ حَيْثُ سُبُّكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۵﴾ فِي الْعِبَادَةِ وَمَا أَضَلَّنَا عَنْ الْهُدَى إِلَّا الْمَجْرُمُونَ ﴿۱۶﴾ أَيْ الشَّيَاطِينُ أَوْ  
 أَوْلَاؤُكَ الَّذِينَ اقْتَدَيْنَا بِهِمْ فَمَالَنَا مِنْ شَفِيعِينَ ﴿۱۷﴾ كَمَا لِلْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّينَ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْأَصْدِيقِ الرَّحِيمِ ﴿۱۸﴾  
 أَيْ يَهْتَمُّ أَمْرُنَا فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً رَاجِعَةً إِلَى الدُّنْيَا فَتَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۹﴾ لَوْ هِنَا لِلتَّمَنَّى وَتَكُونُ جَوَابُهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ  
 الْمَذْكُورِ مِنْ قِصَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۲۱﴾

۱۹

**ترجمہ:** اور کفار مکہ کو ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ (بھی) سنائیے اِذْ قَالَ لِأَبِيهِ، نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ سَ بَدَلِ الْاِشْتِمَالِ

ہے جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد صاحب اور اپنی قوم سے کہا تم کس چیز کی بندگی کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا بتوں کی  
 بندگی کرتے ہیں فعل کی صراحت کی، تاکہ اس پر فَتَنَظَّلْ لَهَا عَاكِفِينَ کا عطف کر سکیں ہم تو دن بھر ان کی عبادت میں مشغول  
 رہتے ہیں یعنی ہم پابندی سے دن بھر ان کی عبادت کرتے ہیں، اور انہوں نے جواب میں (فَتَنَظَّلْ) کا اضافہ (بتوں کی) عبادت  
 پر فخر کے طور پر کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیا یہ تمہاری سنتے بھی ہیں جب تم ان کو پکارتے ہو؟ یا تمہارے ان کی عبادت  
 کرنے کی صورت میں تم کو نفع یا عبادت نہ کرنے کی صورت میں نقصان پہنچاتے ہیں؟ انہوں نے کہا (ہم کچھ نہیں جانتے) ہم  
 نے تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا ہے یعنی جس طرح ہم کرتے ہیں (ابراہیم علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم اور  
 تمہارے اگلے باپ دادے جن (بتوں) کی بندگی کرتے ہو کبھی ان کی حالت میں غور کیا؟ یہ سب میرے دشمن ہیں میں ان کی  
 بندگی نہیں کرتا لیکن رب العالمین کی بندگی کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی دین کی طرف میری رہبری فرماتا ہے وہی ہے  
 جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو مجھے شفا عطا فرماتا ہے اور وہی مجھے موت دے گا اور پھر مجھے زندہ کرے گا اور  
 وہی ہے جس سے امید کرتا ہوں کہ روز جزاء وہ میری خطاؤں کو معاف کر دے گا اے میرے پروردگار مجھے علم عطا فرما اور مجھ کو

صالحین یعنی نبیوں کے زمرہ میں شامل فرما اور بعد والوں میں میری نیک شہرت عطا فرما یعنی ان لوگوں میں جو میرے بعد قیامت تک آئیں گے اور مجھ کو جنت النعیم کے وارثوں میں شامل فرما یعنی ان لوگوں میں جن کو جنت عطا کی جائے گی اور میرے والد کو معاف فرما بلاشبہ وہ راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں، اس طریقہ سے تو ان کی توبہ قبول فرما کہ ان کی مغفرت کر دی جائے، اور یہ (دعاء) اس سے پہلے کی بات ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر اس کے دشمن خدا ہونے کی حقیقت واضح ہوئی، جیسا کہ سورۃ براءت میں ذکر کیا گیا ہے اور لوگوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے کے دن مجھے رسوا نہ کر اللہ تعالیٰ نے اس دن کے بارے میں فرمایا جس دن مال و اولاد کسی کے کچھ کام نہ آئیں گے لیکن جو شخص شرک و نفاق سے سالم دل لے کر آئے گا اور وہ مومن کا قلب ہو گا یہ چیزیں اس کے لئے سودمند ہوں گی اور متقیوں کے لئے جنت بالکل قریب کر دی جائے گی کہ وہ اس کو دیکھیں گے اور کافروں کے لئے جہنم ظاہر کر دی جائے گی اور ان سے پوچھ ہوگی کہ جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کیا کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ یعنی اللہ کے علاوہ بتوں کی، کیا وہ تم سے عذاب دفع کر کے تمہاری مدد کر سکتے ہیں؟ یا خود اپنا ہی دفاع کر سکتے ہیں؟ نہیں پس وہ اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر اور اس کے متبعین اور جن و انس میں سے جس نے اس کی اطاعت کی ہوگی سب کو جہنم میں اوندھے منہ کر کے ڈال دیا جائے گا اور کفار جہنم میں اپنے معبودوں کے ساتھ جھگڑتے ہوئے کہیں گے اللہ کی قسم بلاشبہ ہم کھلی گمراہی میں تھے اِنْ مَّخَفَفْهُ عَنِ الْمَثْقَلِ ہے اس کا اسم محذوف ہے اِیْ اِنَّہُ جبکہ ہم تم کو عبادت میں رب العالمین کے برابر ٹھہرا رہے تھے اور ہمیں تو سوائے ان بدکاروں کے ہدایت سے کسی نے گمراہ نہیں کیا یعنی شیاطین نے یا ان پہلے لوگوں نے جن کی ہم نے اقتداء کی، اب ہمارا کوئی سفارشی بھی نہیں، جیسا کہ مومنین کے لئے ملائکہ اور انبیاء اور مومنین سفارشی ہیں، اور نہ کوئی سچا غمخوار دوست جس کو ہماری حالت غمگین کر دے کاش کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں واپس جانا مل جاتا تو ہم ایمان لے آتے، لَوْ یٰہَا تَمْنٰی کے لئے ہے اور تَكُوْنُ اس کا جواب ہے بلاشبہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مذکورہ قصہ میں بعد والوں کے لئے نشان (عبرت) ہے ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں یقیناً آپ کا پروردگار ہی غالب مہربان ہے۔

### تَحْقِیْقُ حَرْکِیْہِ تَسْبِیْلِہِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ اِبْرٰہِیْمَ وَاَوْعَاطِفَہُ اور (مابقی میں) اذکر مقدر پر عطف ہے جو کہ اِذْ نَادٰی رَبُّکَ مُوسٰی میں عامل ہے یہ عطف قصہ علی القصہ ہے۔

قَوْلُهُ: اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ وَاقَوْمِہٖ مَا تَعْبُدُوْنَ، نَبَأَ اِبْرٰہِیْمَ سے بدل مفصل عن المجمل ہے۔

قَوْلُهُ: صَرَحوًا بِالْفِعْلِ لِيُعْطِفُوْا عَلَیْہِ اس عبارت کے اضافہ کا مقصد ایک اعتراض کا جواب ہے، اعتراض یہ ہے کہ مَا تَعْبُدُوْنَ کے جواب میں قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ (فقط) اَصْنَمًا کہتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول وَيَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ



الْعَفْوُ میں، اس لئے کہ جب سوال میں فعل مذکور ہوتا ہے تو جواب میں نعل کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی، جواب یہ ہے کہ فعل تَعَبَّدُ ذکر کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ فَانْظُرْ لَهَا عَاكِفَيْنِ کا عطف درست ہو جائے ورنہ تو فعل کا عطف اسم پر لازم آتا۔

قَوْلُهُ: نُقِيمُ نَهَارًا یہ نَظْلُ کے معنی کا بیان ہے اب رہی یہ بات کہ فَانْظُرْ لَهَا عَاكِفَيْنِ کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی تو اس کا جواب یہ ہے چونکہ مشرکوں کو بت پرستی پر فخر تھا وہ اس کو معیوب سمجھنے یا اس پر نادم ہونے کی بجائے اس پر فخر کرتے تھے اس لئے انہوں نے فَانْظُرْ لَهَا عَاكِفَيْنِ کہا کہ ہم تو دن بھر یعنی ہمہ وقت ان کے سامنے جھکے رہتے ہیں اور یہ ہمارے لئے باعث فخر ہے نہ کہ باعث ندامت۔

قَوْلُهُ: هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ یہاں مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے هَلْ يَسْمَعُونَ دُعَاءَ كُمْ اس لئے کہ ذوات کے سننے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: اَفَرَأَيْتُمْ میں ہمزہ فعل محذوف پر داخل ہے فاعاطفہ ہے، تقدیر عبارت یہ ہے اَتَأْمَلْتُمْ فَاَبْصَرْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ۔

قَوْلُهُ: وَآبَاؤُكُمْ کا عطف تعبدون کے اندر ضمیر مرفوع متصل پر ہے اسی وجہ سے ضمیر مرفوع منفصل اَنْتُمْ کے ذریعہ تاکید لائی گئی ہے۔

قَوْلُهُ: فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي وہ میرے دشمن ہیں عداوت کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی طرف کی ہے یہ تعریض ہے اور باب نصیحت میں تعریض تصریح سے ابلغ ہے یعنی بجائے اس کے کہ یوں کہتے فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لَّكُمْ، فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي کہا۔

قَوْلُهُ: اِلَّا لَكِن رَّب الْعَالَمِينَ اِلَّا کی تفسیر لَكِن سے کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ استثناء منقطع ہے، معنی یہ ہیں لَكِن رَّب الْعَالَمِينَ لَيْسَ بِعَدُوٍّ بَلْ هُوَ وَلِيٌّ فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

قَوْلُهُ: اَلَّذِي خَلَقْنِي یہ یا تو رب العالمین کی صفت ہے یا بدل ہے یا عطف بیان ہے یا هُوَ مبتداء محذوف کی خبر ہے اور اس کا مابعد اس پر معطوف ہے۔

قَوْلُهُ: وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ اس میں مرض کی نسبت اپنی طرف کی ہے نہ کہ اللہ کی طرف، ایسا غایت ادب کی وجہ سے کیا ہے۔

قَوْلُهُ: لِسَانَ صِدْقٍ یہ اضافت موصوف الی الصفت ہے ای اللسان الصدق۔

قَوْلُهُ: قَالَ تَعَالٰی فِیْہِ اٰی فِی شَانَ ذٰلِكَ الْیَوْمِ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام ہے اور یَوْمَ یَبْعَثُونَ سے بدل ہے، پہلی صورت میں بھی بدل کہا مگر وہ اعتراض سے خالی نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: اِلَّا لَكِنْ مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ شارح نے اِلَّا کی لکن سے تفسیر کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ مستثنیٰ منقطع ہے لیکن اَحَدًا مفعول (محذوف) کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ مستثنیٰ متصل ہو دونوں میں تضاد معلوم ہوتا ہے تطبیق کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ مستثنیٰ منہ اگر مالٌ ولا یَبْنُوْنَ کو قرار دیا جائے تو مستثنیٰ منقطع ہوگا اور اگر مستثنیٰ منہ اَحَدًا کو قرار دیا جائے تو مستثنیٰ متصل ہوگا، اس لئے کہ مَنْ اَتَى اللّٰهَ مستثنیٰ منہ اَحَدًا کی جنس سے ہے اور پہلی صورت میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: اَیْنَمَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ، اَیْنَ خبر مقدم ہے اور مَا مَبْدَءٌ مؤخر بمعنی الَّذِی ہے اور کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ کا ماصِلہ ہے عائد محذوف ہے اِی تَعْبُدُوْنَہ اور مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حال ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی مَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَہ اَیْنَ۔

قَوْلُهُ: فَلَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّةً بِالْفَارِسِیَةِ پس کاش مارا ایک بار رجوع باشد، کاش ہم کو ایک مرتبہ دنیا میں واپس جانا مل جاتا۔  
قَوْلُهُ: لَوْ، هُنَا لِلتَّمْنِی، فَذَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اس کا جواب ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ لَوْ شرطیہ ہے اس کا جواب محذوف ہے اور فَذَکُوْنَ، کَرَّةً پر معطوف ہے، تقدیر عبارت یہ ہے لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّةً فَذَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَرَجَعْنَا عَمَّا کُنَّا عَلَیْهِ یَا جَوَاب لَخَلَصْنَا مِنَ الْعَذَابِ ہو سکتا ہے۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

وَاٰتٰلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهَیْمَ مشرکین مکہ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ ابراہیم ؑ کی نسل سے ہیں اور ابراہیم ؑ ان کے جد امجد ہیں، آپ ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ ان کو ان کے جد امجد ابراہیم ؑ کا واقعہ سنائیے اور بتائیے کہ ابراہیم ؑ نے بت پرستی کے خلاف کس قدر جدوجہد کی اور کس قدر تکلیفیں برداشت کیں اور بت شکنی کا فرض انجام دیا اور تم ان کی نسل سے مدعی ہونے کے باوجود بت پرستی میں مبتلا ہو۔

واقعہ کا آغاز اس طرح فرماتے ہیں حضرت ابراہیم ؑ نے اپنے والد اور اپنی قوم سے پوچھا کہ تم کس چیز کی بندگی کرتے ہو، حضرت ابراہیم ؑ کا سوال اس لئے نہیں تھا کہ ان کو معلوم نہیں تھا کہ میرے والد صاحب اور میری قوم کس چیز کی پوجا کرتی ہے؟ بلکہ مقصد یہ تھا کہ جو کچھ یہ لوگ جواب دیں گے میں اپنی دلیل کے مقدمات انہی کے مسلمات کو بناؤں گا، چنانچہ قوم نے جواب دیا نَعْبُدُ اَصْنَامًا جب قوم نے اقرار کر لیا کہ ہم تو انہی خود تراشیدہ شجر و حجر و مدر کے بتوں کی پوجا کرتے ہیں تو حضرت ابراہیم ؑ نے انہی کے اقرار پر اپنی دلیل کی بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا ”تو کیا یہ تمہاری پکار سنتے بھی ہیں؟ یا تمہیں یہ نفع نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟“ حضرت ابراہیم ؑ کے اس سوال کا قوم کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، لا جواب ہو گئے جھنجلا کر کہنے لگے ہم کچھ نہیں جانتے ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے لہذا ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں، پھر حضرت ابراہیم ؑ نے فرمایا اَفَرَاٰیْتُمْ مَّا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ یعنی جن چیزوں کی تم پوجا پاٹ کرتے ہو تم نے کبھی ان کی حقیقت میں غور کیا؟ آیا ان کے اندر کوئی ایک صفت بھی ایسی ہے جس کی وجہ سے ان کو مستحق عبادت قرار دیا جاسکے؟ ان کی

پوچھا ایک پرانی حماقت ہے، ورنہ جس کے قبضہ میں ذرہ برابر نفع، نقصان نہ ہو ان کی بندگی کیسی؟ لو میں ابھی تمہارے سامنے علی الاعلان کہتا ہوں کہ یہ میرے دشمن ہیں میری ان سے لڑائی ہے میں ان کی گت بنا کر رہوں گا، اگر ان کے اندر کوئی طاقت ہے تو مجھ کو نقصان پہنچا کر دکھائیں تَاللّٰہِ لَا کِیْدَکَ اَصْنَامُکُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُذِیْبِیْنَ (انبیاء) لہذا ان کی عبادت اور بندگی سراسر ضرر اور نقصان ہے، البتہ اللہ رب العالمین وہ دشمن نہیں بلکہ وہ تو دنیا و آخرت میں میرا ولی اور دوست ہے، میں تو اسی کی بندگی کرتا ہوں اور اسی نے مجھے پیدا کیا اور وہی میری رہنمائی کرتا ہے اور وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور بیمار ہونے کی صورت میں شفا دیتا ہے اور وہی موت دے گا اور وہی زندہ کرے گا، مذکورہ تمام صیغوں میں یائے متکلم کو فو اصل کی رعایت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے مثلاً یَهْدِیْنِ اصل میں یَهْدِیْنِی تھایا یے متکلم کو حذف کر دیا گیا۔

وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ اَنْبِیَاءُ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ اگرچہ معصوم ہوتے ہیں اس لئے ان سے کسی بڑے گناہ کا صدور ممکن نہیں، پھر بھی اپنے بعض افعال کو کوتاہی پر محمول کرتے ہوئے بارگاہ الہی میں طالب عفو ہوں گے وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ لِّعِنِیْ جَوَ لُؤْکَ میرے بعد آئیں وہ میرا ذکر اچھے لفظوں میں کرتے رہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نیکوں کی جزاء اللہ تعالیٰ دنیا میں ذکر جلیل اور ثناء حسن کی صورت میں عطا فرماتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر ہر مذہب کے لوگ کرتے ہیں۔

وَاعْفِرْ لِیْ جِسْمِیْ جس شخص کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے تو ایسے شخص کے لئے دعاء مغفرت جائز نہیں اس لئے کہ قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ اس سے ممانعت فرمائی ہے مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُولٰٓئِیْ قَرَبٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبٰیَّنَ لَهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لئے دعائے مغفرت اس وقت کی تھی جب تک ان پر یہ واضح نہیں تھا کہ مشرک کے لئے دعاء مغفرت جائز نہیں، جب اللہ نے یہ واضح کر دیا تو انہوں نے اپنے باپ سے بیزاری کا اظہار کر دیا فَلَمَّا تَبٰیَّنَ لَهُ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰہِ تَبَرَّأَ مِنْہُ۔ (توبہ)

بَانَ تَتُوْبَ، بَانَ تَتُوْبَ کا مقتضی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا وَاعْفِرْ لِیْ جِسْمِیْ اپنے والد کی زندگی میں کی تھی اس لئے کہ توبہ کی توفیق اور اس کے لئے دعا تو زندگی ہی میں ہو سکتی ہے اور شارح کے قول ہَذَا قَبْلَ اَنْ یَّتَبٰیَّنَ لَهُ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰہِ کا مقتضی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا اپنے والد کے لئے انتقال کے بعد کی تھی اس لئے کہ کفر پر مرنا انتقال کے بعد ہی معلوم ہو سکتا ہے، تفسیر کبیر میں تطبیق اس طرح دی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے پوشیدہ طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں تیرے ہی دین پر ہوں گو مصلحتاً و تقیۃً نہ رو دے دین پر ہوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بات کو حقیقت سمجھتے ہوئے دعاء فرمائی لیکن جب حقیقت اس کے خلاف معلوم ہوئی تو اس سے براءت ظاہر کر دی، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعاء میں کَانَ مِنَ الضَّالِّیْنَ فرمایا، اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ اعتقاد نہ ہوتا کہ وہ فی الحال ضالین میں سے نہیں ہے تو وہ کَانَ مِنَ الضَّالِّیْنَ نہ فرماتے۔ (حاشیہ جلالین)

وَلَا تَحْزَنْ یَوْمَ یُبْعَثُونَ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لا تحزنی یوم یبعثون فرمانا خدا کی عظمت و جلال کے سامنے تواضع و انکساری کا اظہار تھا ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جلالت شان سے کون واقف نہیں وہ تو اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں، نیز اس سے امت کو تعلیم بھی مقصود ہے، ایک حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس رسوائی اور ذلت سے بچنے کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی ہے اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ میرے والد محترم کو عذاب میں گرفتار کرنے کی وجہ سے جو رسوائی اور ذلت ہوگی اس سے میری حفاظت فرما، حدیث کا مضمون یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے والد کو برے حال میں دیکھیں گے تو ایک مرتبہ پھر اللہ کی بارگاہ میں ان کے لئے دعاء مغفرت کی درخواست کریں گے اور فرمائیں گے یا اللہ! اس سے زیادہ میرے لئے رسوائی اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمایا گا میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے پھر ان کے والد کو نجاست میں تھڑے ہوئے بچہ کی شکل میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح بخاری سورة الشعراء و کتاب الانبیاء، باب قول الله واتخذ الله ابراهيم خلیلاً)

یَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَ لَا بَنُونَ أَحَدًا إِلَّا لَكِنْ مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ بعض حضرات نے اس آیت میں استثناء منقطع قرار دیکر یہ تفسیر کی ہے کہ کسی کو اس روز اس کا مال کام نہ آئے گا نہ اولاد، البتہ کام آئے گا تو اپنا قلب سلیم کام آئے گا یعنی ایسا قلب کہ جو کفر و شرک و نفاق کی بیماری سے محفوظ ہوگا، خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ روز قیامت کسی کا مال و اولاد کام نہ آئے گا، کام صرف اپنا ایمان اور عمل صالح آئے گا، جس کو قلب سلیم سے تعبیر کیا گیا ہے، جمہور مفسرین نے اس کو استثناء متصل قرار دیکر یہ معنی کئے ہیں مال اور اولاد قیامت کے روز کسی شخص کے کام نہ آئیں گے بجز اس شخص کے جس کا قلب سلیم ہوگا، یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس جگہ قرآن کریم نے وَلَا بَنُونَ فرمایا ہے جس کے معنی نرینہ اولاد کے ہیں عام اولاد کا ذکر غالباً اس لئے نہیں کیا کہ آڑے وقت میں کام آنے کی توقع دنیا میں بھی نرینہ اولاد یعنی لڑکوں ہی سے ہوتی ہے عام طور پر لڑکیوں سے یہ توقع نہیں ہوتی، اس لئے قیامت میں بھی بالتخصیص لڑکوں کے غیر نافع ہونے کا ذکر کیا گیا ہے جس سے دنیا میں نفع کی توقع رکھی جاتی تھی۔

مستقیوں کے لئے جنت بالکل قریب کر دی جائے گی اور گمراہ لوگوں کے لئے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی مطلب یہ ہے کہ جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے یہ دونوں چیزیں ان کے روبرو کر دی جائیں گی جس سے کافروں کے غم میں اور مومنوں کے سرور میں اضافہ ہو جائے گا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ بِتَكْذِيبِهِمْ لَهُ لَاشْتِرَاكَهُمْ فِي الْمَجْنُونِ بِالتَّوْحِيدِ أَوْ لِأَنَّهُ لَطَوَّلَ لُبُّهُمْ فِيهِمْ كَانَهُ رَسُلٌ وَ تَانَيْتُ قَوْمٌ بِاعْتِبَارِ مَعْنَاهُ وَ تَذَكِيرُهُ بِاعْتِبَارِ لَفْظِهِ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۱۰ اللَّهُ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۱۱ عَلَى تَبْلِيغِ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۱۲ فِيمَا أُمِرُكُمْ بِهِ مِنْ تَوْحِيدِ اللَّهِ وَ طَاعَتِهِ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ عَلَى تَبْلِيغِهِ مِنْ أَجْرٍ لَنْ مَا أَجْرِي أَيْ تَوَابِي ۱۳ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۱۴ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۱۵ كَرَّرَهُ تَاكِيدًا قَالُوا أَلَوْ كُنَّا نُصَدِّقُ لَكَ لَقَوْلِكَ وَاتَّبَعَكَ ۱۶ وَفِي قِرَاءَةِ وَاتَّبَعَكَ جَمْعُ تَابِعُ مَبْتَدَأُ الْأَرْدَلُونَ ۱۷ السَّفَلَةُ

كَالْحَاكَةِ وَالْأَسَاكِفَةِ قَالَ وَمَا عَلِمِي اَنْيْ عَلِمَ لِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اِنْ مَا حَسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَیْفٍ فَبِجَارِئِهِمْ  
لَوْ تَشْعُرُونَ ۝ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ مَا يَكْتُمُوبِهِ وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ اِنْ مَا اَنَا اِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ تَبَيَّنَ الْاِنْدَارُ قَالُوا  
لَيْنَ لَمْ تَنْتَهِ يَنُوحُ غَمًّا تَقُولُ لَنَا لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ۝ بِالْحِجَارَةِ اَوْ بِالسُّتَمِ قَالَ نُوحٌ رَبِّ  
اِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ۝ فَافْتَحَ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا ۝ اَيْ اُحْكَمْ وَتَجْنِي وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ قَالَ تَعَالٰى فَانْجِئْهُ  
وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلِ الْمَشْحُونِ ۝ اَلْمَمْلُوءُ مِنَ النَّاسِ وَالْحَيَوَانِ وَالطَّيْرِ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدَ اَيْ بَعْدِ اِنْجَائِهِمْ الْبَاقِينَ ۝  
مَنْ قَوْمِهِ اِنَّ فِيْ ذَلِكَ لَايَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

**ترجمہ:** قوم نوح نے حضرت نوح کی تکذیب کر کے تمام رسولوں کی تکذیب کا ارتکاب کیا ان سب کے توحید کے  
لانے میں مشترک ہونے کی وجہ سے یا ان کے اپنی قوم میں طویل زمانہ تک قیام کرنے کی وجہ سے گویا کہ وہ کئی رسولوں کے قائم  
مقام تھے (لفظ) قوم اپنے معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے اور اپنے لفظ کے اعتبار سے مذکر جبکہ ان سے ان کے نسبی بھائی نوح  
نے فرمایا کیا تم اللہ کے عذاب سے ڈرتے نہیں ہو؟ میں تمہاری طرف اللہ کا امانت دار رسول ہوں اس پیغام کے پہنچانے میں  
جس کو مجھے دیکر بھیجا گیا ہے لہذا تم اللہ سے ڈرو اور اللہ کی توحید اور اس کی طاعت میں جس کا میں تم کو حکم کروں میری اطاعت کرو  
میں تم سے اس پر یعنی اس کی تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا میرا اجر یعنی میرا ثواب تو صرف رب العالمین پر ہے اللہ سے ڈرتے  
رہو اور میری اطاعت کرو بطور تاکید اس کو مکرر ذکر کیا ہے قوم نے جواب دیا کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں یعنی تیرے قول کی  
تصدیق کریں حالانکہ تیری اتباع رذیل لوگوں نے کی ہے یعنی کم حیثیت لوگوں نے مثلاً جولا ہوں اور موچیوں نے اور ایک  
قراءت میں اَتَّبَعَكَ کے بجائے اَتَّبَاعُكَ ہے جو کہ تابع کی جمع ہے (اور) مبتداء ہے (اور راذلون اس کی خبر ہے) حضرت  
نوح علیہ السلام نے جواب دیا مجھے ان کے پیشوں سے کیا غرض؟ (یعنی مجھے ان کے پیشے سے کوئی مطلب نہیں خواہ ان کا پیشہ  
رذیل ہو یا شریف، اب رہا یہ احتمال کہ ان کا ایمان دل سے نہیں ہے تو اس کا حساب اللہ پر ہے) ان کا حساب تو میرے رب  
کے ذمہ ہے سو وہی ان کو جزاء دے گا، اگر یہ حقیقت تمہاری سمجھ میں آ جاتی تو تم عیب جوئی نہ کرتے میں ایمان والوں کو دھکا  
دینے والا نہیں میں تو صاف طور پر ڈرانے والا ہوں یعنی کھلم کھلا ڈرانے والا، وہ لوگ کہنے لگے اے نوح اگر تم باز نہ آئے  
ان باتوں سے جو تم ہم سے کہتے ہو تو یقیناً سنگسار کر دیئے جاؤ گے پتھروں کے ذریعہ یا گالی گلوچ کے ذریعہ (تو پھر مجبور  
ہو کر) نوح علیہ السلام نے دعا کی اے میرے پروردگار میری قوم نے میری تکذیب کر دی سو آپ میرے اور ان کے  
درمیان (قطعی) فیصلہ کر دیجئے اور مجھے اور جو میرے ساتھ با ایمان لوگ ہیں نجات دیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا چنانچہ ہم نے  
اسے اور اس کے ساتھیوں کو بھری ہوئی کشتی میں نجات دی، یعنی انسانوں اور حیوانوں اور پرندوں سے بھری ہوئی کشتی میں  
ان کو نجات دینے کے بعد اس کی قوم کے باقی لوگوں کو غرق کر دیا یقیناً اس میں بہت بڑی عبرت ہے ان میں سے اکثر لوگ

ایمان لانے والے تھے ہی نہیں بے شک آپ کا پروردگار ہی زبردست رحم کرنے والا ہے۔

## تَحْقِيقُ وَتَرْكِيبُ تَسْبِيلٍ وَتَفْسِيرِي فَوَائِدُ

**قَوْلُهُ:** بتكذيبهم له الخ اس اضافہ کا مقصد اس شبہ کی توجیہ ہے کہ نوح کے لئے مرسلین جمع کا صیغہ لانے کا کیا مقصد ہے حالانکہ وہ ایک فرد تھے، شارح نے اس کے دو جواب دیئے ہیں اول جواب کا خلاصہ یہ ہے تمام انبیاء و مرسلین اصول دین یعنی توحید و رسالت، بعث بعد الموت اور آخرت میں جزا و سزا جیسے بنیادی امور میں متفق ہوتے ہیں لہذا ایک کی تکذیب سب کی تکذیب شمار ہوگی **أَوْ لِأَنَّهُ** سے دوسرا جواب ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے، حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کا زمانہ نہایت طویل ہے عام طور پر اتنی مدت میں کئی رسول مبعوث ہو سکتے تھے مگر تنہا حضرت نوح علیہ السلام ہی نے اس طویل زمانہ میں فرائض رسالت انجام دیئے اس لئے بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ متعدد رسولوں کے قائم مقام ہیں، جیسا کہ بخود اس کے کئی افراد کے برابر کھانے کی وجہ سے حضاجر کہہ دیا جاتا ہے۔

**قَوْلُهُ:** تَانِثٌ قَوْمٌ، كَذَبَتْ قَوْمُ نُوْحٍ میں قوم کو مؤنث مان کر فعل کو مؤنث لائے ہیں اس لئے کہ لفظ قوم اپنے معنی کے اعتبار سے مؤنث اور لفظ کے اعتبار سے مذکر ہے قوم کی تغیر قَوْمِیْمَہ آتی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ قوم معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے، یہی حال ہر اس اسم جمع کا ہے جس کا واحد نہیں ہے جیسے رَهْطٌ وَنَفَرٌ یہی وجہ ہے کہ نماز مثلاً لَهُمْ، أَخُوهُمْ، تَتَّقُونَ میں معنی کی رعایت کی گئی ہے۔

**قَوْلُهُ:** مِنْ أَجْرِ مَنْ مَفْعُولٍ پر زائدہ ہے۔

**قَوْلُهُ:** اتَّبَاعُكَ مبتداء ہے اَرْدَلُوْنَ خبر، جملہ ہو کر اَنْتُمْ کی ضمیر سے حال ہے مفسر علام جہاں وفی قراءۃ اخری فرماتے ہیں اس سے قراءت سبعہ مراد ہوتی ہے مگر ان کا یہ طریقہ غلطی ہے کلی نہیں، اس لئے کہ یہاں اتَّبَاعُكَ والی قراءت سبعہ نہیں ہے یہ قراءت یعقوب کی ہے عشرہ میں سے اَلْسَفَلَةُ سَافِلَةٌ کی جمع ہے، بے حیثیت یا کم حیثیت لوگ کہتے ہیں الحائک (نورباف) قال فی القاموس، حاک الثوب حَوَّکًا وَحِیَاکًا نَسَجَهُ فَهُوَ حَائِکُکَ اَلَا سَکِفَةٌ جَمْعُ اِسْکَافٍ کَفَشٌ دُوْرٌ (موچی)۔

**قَوْلُهُ:** وَمَا عَلِمْنِي اس میں دو صورتیں ہیں اول ما استفہامیہ انکار یہ مبتداء اور علمی خبر اور با علمی سے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے اُی شَیْءٌ عَلِمْنِي؟ دوسری صورت ما نافیہ اس صورت میں بھی با علمی سے متعلق ہوگی، مفسر علام نے اُی عَلِمَ لی کہہ کر اول صورت کی طرف اشارہ کیا ہے عَلِمْنِي کی اصل عَلِمْنِي ہے تخفیفاً حذف کر دیا گیا۔

**قَوْلُهُ:** اُنْی اُحْکَم اس عبارت کے اضافہ کا مقصد یہ بتانا ہے فَافْتَحْ انْفِتاحَ سے مشتق ہے جس کے معنی حکومت کے ہیں الْفَتْاحُ اِی الْحَاکِمُ، یَفْتَحُ الْمَغْلُوقَ مِنَ الْأُمُورِ۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ قَوْمِ نُوحٍ نے اگرچہ صرف ایک رسول حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی مگر چونکہ ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب کے مترادف اور اس کو مستلزم ہے اس لئے فرمایا کہ قوم نوح علیہ السلام نے رسولوں کی تکذیب کی، حضرت نوح علیہ السلام کو ان کا بھائی اس لئے کہا کہ حضرت نوح اسی قوم کے ایک فرد تھے۔

## طاعات پر اجرت لینے کا حکم:

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم و تبلیغ پر اجرت لینا درست نہیں ہے اس لئے سلف صالحین نے تعلیم و تبلیغ وغیرہ دینی امور پر اجرت لینے کو ناجائز کہا ہے، لیکن متاخرین نے بحالت مجبوری اس کو جائز قرار دیا ہے۔

## شرافت کا تعلق اعمال و اخلاق سے ہے نہ کہ نسب سے:

قَالُوا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْدَلُونَ، اَرْذَلُونَ، اَرْذَل کی جمع ہے، جاہ و مال نہ رکھنے والے اور اس کی وجہ سے معاشرہ میں کمتر سمجھے جانے والے اور ان ہی میں وہ لوگ بھی آجاتے ہیں جو عرف میں حقیر پیشوں سے تعلق رکھتے ہیں، اس آیت میں قوم نوح نے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ آپ پر ایمان لانے والے رذیل اور بے حیثیت لوگ ہیں ہم باعزت اور شریف لوگ ان کے ساتھ کیسے شامل ہو جائیں، حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے جواب میں فرمایا مجھے ان کے پیشہ وارانہ کاموں سے کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ تم لوگ خاندانی شرافت یا ماں و دولت کو شرافت کی بنیاد سمجھتے ہو یہ غلط ہے بلکہ عزت و ذلت یا شرافت و رذالت کا دار و مدار اصل اعمال و اخلاق ہیں، تم نے جن پر یہ حکم لگایا ہے کہ یہ سب رذیل ہیں یہ تمہاری جہالت ہے چونکہ ہم ہر شخص کے اعمال و اخلاق کی حقیقت سے واقف نہیں، اس لئے ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ حقیقت میں کون رذیل اور کون شریف ہے؟

وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ یہ ان کی اس خواہش کا جواب ہے کہ اگر کمتر حیثیت کے لوگوں کو اپنے پاس سے الگ کر دو تو ہم تمہاری جماعت میں شامل ہو جائیں گے، اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا میں ایمان والوں کو جدا کرنے والا نہیں ہوں، قریش نے بھی اسی قسم کا سوال آنحضرت ﷺ کی خدمت میں موالی اور فقراء صحابہ کے بارے میں کیا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی ساڑھے نو سو سالہ تبلیغ کے باوجود ان کی قوم کے لوگ بد اخلاقی اور اعراض پر قائم رہے بالآخر مجبور ہو کر حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے لئے بد دعاء کی جس کے نتیجہ میں اہل ایمان کے علاوہ سب غرق دریا ہو گئے حتیٰ کہ بیوی اور بیٹے کو بھی جو ایمان نہیں لائے تھے غرق کر دیا گیا۔

كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِينَ ۚ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۚ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۚ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ مَا أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ مَرْجِعٍ مَكَانًا مَرْتَفَعًا لَكُمْ بِنَاءً عِلْمًا لِلْمَارَةِ تَعْبَثُونَ ۚ بَيْنَ يَمُرُّبِكُمْ وَتَسْخَرُونَ مِنْهُمْ وَالْجَمْلَةُ حَالٌ مِنْ ضَمِيرٍ تَبْنُونَ ۚ وَتَتَّخِذُونَ مَصَالِحَ لِمَاءٍ تَحْتَ الْأَرْضِ لَكُمْ كَأَنكُمْ تَخْلُدُونَ ۚ فِيهَا لَا تَمُوتُونَ وَلَا ذَابُطُشْتُمْ بَضْرِبٍ أَوْ قَتْلٍ بَطَشْتُمْ جَبَارِينَ ۚ مِنْ غَيْرِ رَأْفَةٍ فَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ فِي ذَلِكَ وَأَطِيعُوا ۚ فِيمَا أَمَرْتَكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ أَنْعَمَ عَلَيْكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ۚ أَمَدَّكُمْ بِالْعَامِ وَبَنِينَ ۚ وَجَنَّتْ بَسَاتِينَ ۚ وَغُيُوبٌ ۚ أَنْهَارٌ ۚ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۚ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِنْ عَصَيْتُمُونِي قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا مِمَّا نَسْتَوْعِدُنَا أَوْ عَذَابٌ أَلَمٌ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَعَّظِينَ ۚ أَصَلَا أَيْ لَا نَرْغَبُ لَوْ غِظْتَكَ إِنْ مَا هَذَا الَّذِي خَوَّفْتَنَا بِهِ إِلَّا خُلِقَ الْأَوَّلِينَ ۚ أَيْ اخْتِلَافَهُمْ وَكَذَّبُهُمْ وَفِي قِرَاءَةِ بَضْمِ الْخَاءِ وَاللَّامِ أَيْ مَا هَذَا الَّذِي نَحْنُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ لَا نَبْعَثَ إِلَّا خُلُقَ الْأَوَّلِينَ أَيْ طَبِيعَتَهُمْ وَعَادَتَهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ۚ فَلَذَّبُوهُ بِالْعَذَابِ فَأَهْلَكَهُمْ فِي الدُّنْيَا بِالرِّيحِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُو الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۚ

۷۸

## تَرْجُمہ:

عاد یوں نے بھی نبیوں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ میں تمہارا مانتدار پیغمبر ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو میں اس پر تم سے کوئی اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے کیا تم ہر اونچے مقام پر عمارت بناتے ہو یعنی مسافروں کے لئے نشانی حال یہ ہے کہ تم اپنے پاس سے گزرنے والوں کے ساتھ کھلو اڑ کرتے ہو اور ان کے ساتھ تسمخر کرتے ہو (تَعْبَثُونَ) جملہ ہو کر تَبْنُونَ کی ضمیر سے حال ہے اور زمین کے نیچے پانی کے ٹینک بناتے ہو گویا کہ دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے مرنا نہیں ہے اور جب تم کسی پر ضرب و قتل کے ذریعہ دارو گیر کرتے ہو تو بغیر نرمی کے ظالموں کے مانند دارو گیر کرتے ہو اس معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو جس چیز کا میں تم کو حکم کروں اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری مدد کی یعنی تمہارے اوپر ان چیزوں کا انعام فرمایا موسیٰوں سے اور بیٹوں سے اور باغوں سے اور چشموں یعنی نہروں سے مجھے تو تمہارے بارے میں دنیا اور آخرت میں بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے اگر تم میری نافرمانی کرو گے تو ان لوگوں نے کہا ہمارے نزدیک سب برابر ہے خواہ آپ نصیحت کریں یا اصلاً نصیحت نہ کریں، ہم تیرے وعظ کی وجہ سے باز نہیں آسکتے یہ بات جس سے تم ہم کو ڈراتے ہو محض پہلوں کی گھڑی ہوئی بات ہے اور ان کا کذب ہے اور ایک قراءت میں خا اور لام کے ضمہ کے ساتھ ہے، یعنی وہ عقیدہ جس پر ہم قائم ہیں وہ یہ کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا نہیں ہے، گزشتہ لوگوں کی عادت اور ان کی طبیعت ہے اور ہم کو ہرگز عذاب نہیں دیا جائے گا، چنانچہ ان لوگوں نے عذاب کی تکذیب کی تو ہم نے اس کو آندھی کے ذریعہ دنیا میں ہلاک کر دیا، بلاشبہ اس میں



نشانی ہے اور ان میں سے بہت سے لوگ ماننے والے نہیں تھے بے شک آپ کا رب ہی غالب مہربان ہے۔

## تحقیق و تشریح تسمیٰ و تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ: كَذَّبَتْ عَادٌ** ”عاد“ قبیلہ کے معنی میں ہونے کی وجہ سے مؤنث ہے اسی لئے فعل کو مؤنث لایا گیا ہے، عاد قوم عاد کے جد بعد کا نام ہے اسی کی طرف یہ قوم منسوب ہے، عاد حضرت نوح علیہ السلام کے صاحبزادے سام کی نسل سے تھے۔

(حمل)

**قَوْلُهُ: اِذْ قَالَ لَهُمُ اخُوهُمْ هُوْدٌ** ہود علیہ السلام چونکہ ان کی نسل اور خاندان سے تعلق رکھتے تھے اسی وجہ سے ان کو اخوہم کہا ہے حضرت ہود علیہ السلام نہایت ہی حسین و جمیل اور پیشہ کے اعتبار سے تاجر تھے حضرت آدم علیہ السلام سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے چار سو چوٹھ سال بقید حیات رہے۔ (حمل)

**قَوْلُهُ: بِكُلِّ رِيعٍ** کسرہ اور فتح دونوں درست ہیں مکان ترفع کو کہتے ہیں جیسے پہاڑ ٹیلہ وغیرہ، ابو عبید نے کہا ہے راستہ کو کہتے ہیں اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيعٍ میں استفہام توتیخ کے لئے ہے اور محل توتیخ تَعْبَثُوْنَ جملہ حالیہ ہے، مطلب یہ ہے کہ اونچی جگہ پر عمارت بنانا مذموم نہیں ہے بلکہ بے فائدہ اور فضول بنانا مذموم ہے، و تتخذون کا عطف تبثون پر ہے اور اسی طرح وَاِذَا بَطَشْتُمْ کا بھی، مطلب یہ ہے کہ قوم ہود کو تین مذموم باتوں پر توتیخ کی گئی ہے۔

**قَوْلُهُ: فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي ذَلِكَ الْخِ** انہی تین باتوں کی طرف اشارہ ہے ① البناء ② الاتخاذ المذكور ③ التجبر۔

**قَوْلُهُ: اِمْدًا كُمْ بَانِعًا** و بنین اس میں دو صورتیں ہیں ① جملہ ثانیہ جملہ اولی کا بیان ہے ② بَانِعًا بما تعملون اعادہ فعل کے ساتھ بدل ہے جیسا کہ اتبعوا المرسلین اتبعوا من لا یسألکم اجرا میں اور بعض حضرات بدل کے بجائے تکرار قرار دیتے ہیں۔

**قَوْلُهُ: سَوَاءٌ عَلَيْنَا** خبر مقدم ہے اور اَوْعَظْتَ بتاویل مفرد ہو کر مبتداء مؤخر ہے ای اَلْوَعْظُ وَعَدْمُهُ سَوَاءٌ عَلَيْنَا نَرَعُوْا اِرْعَاؤًا سے بمعنی بازماندن اِلَّا خُلِقَ الاولین مثلاً شیث علیہ السلام و نوح علیہ السلام اِنْ هَذَا اِلَّا خُلِقَ الاولین یہ ماقبل کی علت ہے مطلب یہ ہے کہ ہم تمہارے وعظ و نصیحت کو اس لئے قبول نہیں کریں گے کہ یہ گذشتہ لوگوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔

## تفسیر و تشریح

**كَذَّبَتْ عَادُ** المرسلین عاد ان کے جد اعلیٰ کا نام تھا جن کے نام پر قوم کا نام پڑ گیا یہاں عاد کو قبیلہ تصور کر کے كَذَّبَتْ مؤنث کا صیغہ لایا گیا ہے ہود علیہ السلام کو بھی عاد کا بھائی اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم ہی کے ایک فرد تھے۔

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اِیَّةً تَعْبَثُوْنَ رِیْعٌ، رِیْعَةُ كِیْ جَمْعُ هِیْ ثِلَّةٌ، بَلَنْدِجَكہ، پہاڑ، گھاٹی، راستہ کو کہتے ہیں، یہ ان گزرگاہوں یا بلند مقامات پر اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کرتے تھے لیکن ان کا مقصد ان میں رہنا نہیں ہوتا تھا بلکہ کھیل کود یا ایک دوسرے پر فخر ہوتا تھا حضرت ہود علیہ السلام نے منع فرمایا کہ یہ تم ایسا کام کرتے ہو، جس میں وقت اور وسائل کا بھی ضیاع ہے اور اس کا مقصد بھی ایسا ہے کہ جس سے دین و دنیا کا کوئی مفاد وابستہ نہیں بلکہ اس کے بیکار محض اور عبث ہونے میں کوئی شک نہیں، اسی طرح وہ بڑی مضبوط اور عالی شان رہائشی عمارتیں تعمیر کرتے تھے جیسے وہ ہمیشہ ان ہی محلات میں رہیں گے۔

### بلا ضرورت عمارت بنانا مذموم ہے:

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے مکان بنانا اور تعمیرات میں وسائل ضائع کرنا شرعاً برا ہے، اور یہی مطلب اس حدیث کا ہے جو امام ترمذی نے حضرت انس سے روایت کی ہے السنفقة كلُّها في سبيل الله الا البناء فلا خير فيه یعنی وہ عمارت جو بلا ضرورت بنائی گئی ہو اس میں کوئی بہتری اور بھلائی نہیں اس معنی کی تصدیق حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے اِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٍ عَلٰی صَاحِبِهِ اِلَّا مَالًا يَعْنٰی اِلَّا مَا لَا يَبْدُ مِنْهُ (ابوداؤد) یعنی ہر تعمیر صاحب تعمیر کے لئے مصیبت ہے مگر وہ عمارت جو ضرورت کے لئے ہو وہ وبال نہیں ہے، روح المعانی میں فرمایا بغیر غرض صحیح کے بلند عمارت بنانا شریعت محمدیہ میں مذموم اور برا ہے۔

كَذَبَتْ شُعُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اٰخُوهُمْ صٰلِحٌ ۙ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ اَکْمَرُ سُوْلًا اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْٓا ۝ وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ مَّا اَجْرٰی اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَتُرْكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَا اٰیٰتِیْ سِیِّئَاتٍ ۙ اَمْ اَنْتُمْ اَمٰیْنٌ ۝ فِیْ جَنَّتٍ وَوَعِیُوْٓا ۙ وَزُرُوْٓجٌ وَنَخِلٌ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ۙ لَطِیْفٌ لَّیْنٌ ۙ وَتَنْحٰثُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ یُّوْتٰوْا فُرُیْحٰیْنَ ۝ بَطْرِیْنٌ وَفِیْ قِرَاءَةٍ فَاْرِیْحٰیْنَ حَادِقِیْنِ ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْٓا ۝ فِیْمَا اُمِرْکُمْ بِهٖ ۙ وَلَا تَطِيعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِالْمَعَاصِیِ وَلَا یَصْلِحُوْنَ ۝ بِطَاْعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ سَجَرُوْا کَثِیْرًا حَتّٰی غَلَبَ عَلٰی عَقْلِهِمْ مَا اَنْتَ اِیْضًا اِلَّا کَثْرٌ مِّثْلُنَا ۙ فَاتِّبٰی اِلَیْہِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ فِیْ رِسَالَتِکَ قَالَ هٰذِهِ نَاقَةُ لِّهَآ شَرْبٌ ۙ نَّصِیْبٌ مِّنَ الْمَآءِ ۙ وَلَکُمْ شَرْبٌ یُّوْمَ مَعْلُوْمٍ ۙ وَلَا تَمْسُوْهَا سِوَہٗ فَاِذَا خَذَ لَہُمْ عَذَابٌ یُّوْمٍ عَظِیْمٍ ۙ بِعَظَمِ الْعَذَابِ ۙ فَعَقَرُوْہَا اٰی عَقْرَہَا بِعَضْمِہُمْ بِرِضَابِہُمْ ۙ فَاصْبَحُوْا دَمِیْنٌ ۙ عَلٰی عَقْرِہَا ۙ فَاَخَذَ لَہُمُ الْعَذَابُ ۙ الْمَوْعُوْدُ بِہٖ فَهَلْکُوْا اِنْ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیۃٌ ۙ وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ وَلَٰنَ رَبِّکَ لَہُو الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝

تَرْجَمَہ: شُعُوْدُ نے (بھی) رسولوں کو جھٹلایا جبکہ ان کے بھائی صالح نے ان سے کہا کیا تم کو (خدا کا) خوف نہیں

ہے، میں تمہارا امانت دار رسول ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا، میرا صلہ تو رب العالمین پر ہے، کیا تم کو ان (راحت کی) چیزوں میں بے فکری کے ساتھ رہنے دیا جائے گا جو یہاں (دنیا میں) موجود ہیں (یعنی) باغوں اور چشموں اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے شگوفے نرم و نازک ہیں (یا) جن کے شگوفے گتھے ہوئے ہیں) اور تم پہاڑوں کو تراش کر فخریہ طور پر گھر بناتے ہو ایک قراءۃ میں فارہین ہے یعنی ماہر انداز سے سوائے ڈرو اور جس کام کے لئے میں تم سے کہوں اس میں میرا کہنا مانو اور بے باک حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو جو معاصی کے ذریعہ ملک میں فساد برپا کرتے ہیں اور خدا کی اطاعت کر کے اصلاح نہیں کرتے تو ان لوگوں نے کہا تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے (یعنی) تم ان لوگوں میں سے ہو کہ جن پر زبردست جادو کر دیا گیا ہو حتیٰ کہ ان کی عقل مغلوب ہو گئی ہو تم بھی ہم جیسے انسان ہو لہذا اگر تم اپنے دعوائے رسالت میں سچے ہو تو کوئی معجزہ پیش کرو (صالح علیہ السلام) نے فرمایا یہ ایک اونٹنی ہے، پانی کی ایک دن کی باری اس کی اور ایک دن پانی کا تمہارے لئے مقرر (خبردار) اس کو بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تو ایک بڑے بھاری دن کا عذاب تم کو گرفت میں لے لے گا عذاب کے بھاری ہونے کی وجہ سے پھر انہوں نے اس (اونٹنی) کو ہلاک کر دیا پھر وہ اس کے ہلاک کرنے پر پشیمان ہو گئے چنانچہ ان کو عذاب موعود نے آدب و چارے کے نتیجے میں ہلاک ہو گئے یقیناً اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائے بلاشبہ آپ کا رب بڑا زبردست بہت مہربان ہے۔

## حَقِیقَتِ تَرْکِیْبِ تَسْمِیْلِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلٌ: كَذَبَتْ ثَمُودُ، كَذَبَتْ نعل کو مؤنث لایا گیا ہے اس لئے کہ ثمود قبیلہ کے معنی میں ہے ”ثمود“ قوم ثمود کے جد اعلیٰ کا نام ہے ان ہی کے نام پر قوم کا نام رکھا گیا ہے، نسب اس طرح ہے ثمود بن عبید بن عؤص بن عاد بن ارم بن سام بن نوح، ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی امت ہے حضرت صالح علیہ السلام نے دو سو اسی سال عمر پائی حضرت صالح اور حضرت ہود علیہ السلام کے درمیان سو سال کا وقفہ ہے۔ (حاشیہ جلالین)

قَوْلٌ: فِيمَا هَلْهَنَا مِنَ الْخَيْرِ، هَلْهَنَا اى فى الدنيا، من الخير، مَا كَابَيَانِ هے مراد اس سے دنیوی آرام و راحت کا سامان ہے آمین تنر کون کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔

قَوْلٌ: فِى جَنَّتِ الْخِ يہ عادۃ جار کے ساتھ فِيمَا هَلْهَنَا سے تفصیل کے لئے بدل ہے۔

قَوْلٌ: طَلَعَهَا، طَلَعُ ابتداء نمودار ہونے والا شگوفہ، پھر بَلَحُ پھر بُسْرُ پھر رَطْبُ پھر تَمْر۔ هَضِيمٌ نرم، نازک۔

قَوْلٌ: الْبَذِينَ يَفْسِدُونَ فِى الْاَرْضِ، مُسْرِفِينَ کی صفت کاشفہ ہے اس لئے کہ یہاں مسرفین کے معروف معنی مراد نہیں ہیں۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

توم شرمود کا مسکن حجرو تھا جو حجاز کے شمال میں واقع ہے آج کل اس کو مدائن صالح کہتے ہیں (ایسرافہ التفسیر) یہ عرب تھے نبی کریم ﷺ کا تبوک جاتے ہوئے ان کی بستیوں سے گذر ہوا تھا آپ ﷺ ان کی بستیوں سے ان کے معذب ہونے کی وجہ سے تیزی سے سر جھکائے ہوئے گذر گئے تھے اُنتر کون فیما ھلھنا آمین یعنی یہ نعمتیں کیا تمہیں ہمیشہ حاصل رہیں گی نہ تمہیں موت آئے گی اور نہ عذاب؟ یہ استفہام انکاری توینچی ہے یعنی ایسا نہیں ہوگا بلکہ عذاب یا موت کے ذریعہ جب اللہ چاہے گا تم ان نعمتوں سے محروم ہو جاؤ گے اس میں اس بات کی طرف ترغیب ہے کہ تم اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو اور اس پر ایمان لاؤ اور ترہیب ہے کہ اگر ایمان و شکر کا راستہ اختیار نہیں کیا تو پھر تباہی و بربادی تمہارا مقدر ہے۔

قال هذه ناقة یہ اونٹنی تھی جو ان کے مطالبہ پر پتھر کی ایک چٹان سے بطور معجزہ ظاہر ہوئی تھی، پانی کے لئے ایک دن اونٹنی کا اور ایک دن دیگر تمام جانوروں کے لئے مقرر کر دیا گیا تھا نیز ان سے یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ اس کو بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا نہ اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا یہ اونٹنی ان کے درمیان ایک مدت تک رہی لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان لوگوں نے اس کے قتل کا منصوبہ بنالیا اور ایک روز رات کی تاریکی میں قدار نامی ایک شخص نے قوم کی رضامندی سے اس کو ہلاک کر دیا یہ اونٹنی باوجودیکہ اللہ کی قدرت کی نشانی اور صالح علیہ السلام کی نبوت کی ایک واضح دلیل تھی مگر قوم شمو داس پر ایمان نہیں لائی اور کفر و شرک کے راستہ پر گامزن رہی جب اونٹنی کو قتل کر دیا گیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اب تمہیں صرف تین دن کی مہلت ہے چوتھے دن تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا، اونٹنی کو سہ شنبہ کو ہلاک کیا گیا اور وہ لوگ شنبہ کے روز ہلاک کر دیئے گئے، حضرت صالح علیہ السلام نے نزول عذاب کی کچھ علامتیں مقرر فرمادی تھیں ان کا ظہور اس طرح ہوا کہ چہار شنبہ کو ان کے چہرے زرد ہو گئے پھر پنج شنبہ کو سرخ ہو گئے پھر بروز جمعہ سیاہ ہو گئے ہفتہ کے روز سخت زلزلہ اور شدید چٹکھاڑ کے ذریعہ ہلاک کر دیئے گئے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطُ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٧﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٨﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرًا وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ مَا أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩﴾ أَتَأْتُونَ الذَّكَرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿٢٠﴾ أَمْ تَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ مِنْكُمْ أَنْثًا وَرِجَالًا ﴿٢١﴾ أَمْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿٢٢﴾ فَتَجَاوَزُونَ الْحَلَالَ إِلَى الْحَرَامِ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَلُوطُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ إِيَّا أَقْبَالُوهِنَّ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿٢٣﴾ مِنْ بَلَدِنَا قَالَ لُوطُ إِنِّي لَعَمْلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿٢٤﴾ الْمُبْغِضِينَ رَبِّي بِجَنِّي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿٢٥﴾ إِيَّا مِنْ عَذَابِهِ فَتَجَنَّبْهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا عَجُوزًا امْرَأَتَهُ فِي الْغَيْرِينَ ﴿٢٧﴾ الْبَاقِينَ أَهْلَكْنَاهَا ثُمَّ دَمَرْنَا الْأَخْرِينَ ﴿٢٨﴾ أَهْلَكْنَاهُمْ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا حَبَارَةً مِنْ جُمْلَةِ الْإِهْلَاكِ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٢٩﴾ مَطَرُهُمْ إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٣٠﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٣١﴾

**تَرْجُمَہ:** قوم لوط نے (بھی) نبیوں کو جھٹلایا جب کہ ان کے بھائی لوط (علیہ السلام) نے ان سے کہا کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو؟ میں تمہارا امانتدار رسول ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے کیا تم اہل عالم یعنی انسانوں میں سے مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو؟ اور تمہاری بیبیوں کی جو چیز یعنی ان کی شرمگاہیں تمہارے لئے پیدا (حلال) کی گئی ہیں ان کو چھوڑے ہوئے ہو، اپنی بیبیوں کی شرمگاہوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو، یہ تفسیر اور ترجمہ اس صورت میں ہوگا جب کہ من کو تبغیضہ مانا جائے اور اگر من بیانہ لیا جائے تو من ازواجکم کا بیان ہوگا، مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے جو چیز یعنی عورت تمہارے لئے حلال کی ہے اس کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ ہم جنسی کرتے ہو جو کہ حرام ہے بلکہ تم حد یعنی حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہو (قوم کے) لوگوں نے جواب دیا اے لوط اگر تم ہمارے اوپر نکیر کرنے سے باز نہ آؤ گے تو یقیناً ہمارے شہر سے نکال دیئے جاؤ گے حضرت لوط علیہ السلام نے جواب دیا میں تمہاری حرکت سے سخت ناخوش ہوں، اے میرے پروردگار مجھے اور میرے اہل کو ان کے اعمال کے عذاب سے نجات دیجئے سو ہم نے ان کو اور ان کے تمام متعلقین کو نجات دی، بجز ایک بڑھیا کے جو کہ ان کی بیوی تھی پیچھے رہ جانے والوں میں رہ گئی جس کو ہم نے ہلاک کر دیا پھر ہم نے باقی اور سب کو (بھی) ہلاک کر دیا پھر ہم نے ان پر ایک خاص قسم (یعنی) پتھروں کا مینہ برسایا من جملہ ہلاک کرنے کے طریقوں میں سے سو بہت برا مینہ تھا جو ان لوگوں پر برسا جن کو ڈرایا گیا تھا بلاشبہ اس میں عبرت ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، اور بے شک آپ کا رب بڑی قدرت والا رحمت والا ہے۔

### تَحْقِیْقِ وَتَرْکِیْبِ تَسْبِیْلِ تَفْسِیْرِ فِرَاوْنِ

**قَوْلُهُ:** اخوہم لوط لوط علیہ السلام کا قوم لوط سے نہ تو نسبی تعلق تھا اور نہ دینی مشارکت اس لئے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادہ تھے اور بلا دشرق میں بابل کے باشندہ تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کر کے تشریف لائے تھے ابراہیم علیہ السلام نے شام میں مقام خلیل میں قیام فرمایا اور لوط علیہ السلام نے اس کے قریب یعنی ایک دن کی مسافت کی دوری پر اہل سدوم میں بود و باش اختیار کر لی تھی اور مصاہریت کا رشتہ بھی ان ہی لوگوں سے قائم ہو گیا تھا اسی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام کو ان کا بھائی کہا گیا ہے۔

**قَوْلُهُ:** مَا خَلَقَ لَكُمْ اٰی اَحَلَّ لَكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ یہ ما کا بیان ہے، شارح علام نے مِنْ اَزْوَاجِكُمْ کی تفسیر اَقْبَالُہُنَّ سے کر کے دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے اول یہ کہ مَا خَلَقَ لَكُمْ میں ما کی رعایت مقصود ہے، اگر ما کے بجائے مَنْ ہوتا تو اس کی تفسیر مِنْ اَزْوَاجِكُمْ کافی تھی اَقْبَالُہُنَّ کی ضرورت نہیں تھی، دوم یہ کہ اَقْبَالُہُنَّ سے اشارہ کر دیا کہ تمہاری بیبیوں کے تمہارے حلال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی قبل ہی تمہارے لئے حلال ہے دبر حلال نہیں ہے، اس لئے کہ قبل ہی موضع حرث

ہے نہ کہ دبر وہ تو موضع فرث ہے۔

قَوْلُهُ: عَادُونَ، عَادٍ کی جمع ہے جس کے معنی حد سے تجاوز کرنے والا یعنی حق کو چھوڑ کر باطل کو اور حلال کو چھوڑ کر حرام کو اختیار کرنے والا۔

قَوْلُهُ: مِنَ الْقَالِينَ، قَالین القالی کی جمع ہے مادہ قَلَوُ یا قَلَىٰ ہے اس کے معنی میں نفرت اور بیزاری کا مفہوم بھی شامل ہے، اصل معنی پھینکنے اور بھونکنے کے ہیں، مِنَ الْقَالِينَ قَالَ محذوف کے متعلق ہو کر ان کی خبر ہے۔

قَوْلُهُ: مِنْ عَذَابِهِ یہ مضاف محذوف کی طرف اشارہ ہے اِی مِنْ عَذَابٍ مِمَّا یَعْمَلُونَ اس لئے کہ ان کے جیسے عمل سے بچانے کا کوئی مطلب نہیں ہے اس لئے کہ نبی تو اعمالِ قبیحہ سے محفوظ ہوتا ہی ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال بد کی پاداش میں جو عذاب نازل ہونے والا ہے اس سے مجھے اور میرے متعلقین کی حفاظت فرما۔

قَوْلُهُ: اِلَّا عَجُوزًا لفظ اہل میں شامل ہونے کی وجہ سے متشبی متصل ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ اہل ایمان میں سے نہیں تھی اور حضرت لوط علیہ السلام کے اہل حقیقت میں اہل ایمان ہی تھے اس اعتبار سے متشبی منقطع ہوگا، اِمْرَأَتُهُ، عَجُوزًا سے بدل ہے، حضرت لوط علیہ السلام کی کافرہ بیوی کا نام واعلہ تھا اور تفسیر روح البیان میں والہہ لکھا ہے، لوط علیہ السلام کی ایک بیوی مومنہ بھی تھی، کافرہ بیوی چوں کہ قوم کے ہم خیال تھی اور ان کی بے حیائی سے راضی تھی اس لئے اس کو بھی قوم کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا قوم لوط پر زمین کو پلٹنے اور پتھروں کی بارش برسانے اور مختلف عذابوں کے ذریعہ ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں نبی بنا دیا گیا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سدوم اور عمور یہ میں رہتی تھی، یہ بستیاں شام کے علاقہ میں تھیں۔

اَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ الْخَمْرَ ہم جنسی قوم لوط کی بری عادت تھی اس خباثت کی ابتداء اسی قوم سے ہوئی تھی اسی لئے اس فعل بد کو ”لواطت“ کہتے ہیں یعنی وہ فعل جس کا آغاز قوم لوط سے ہوا، اب یہ بد فعلی پوری دنیا میں عام ہے بلکہ یورپ کے بعض ممالک میں اس فعل کو قانوناً جائز تسلیم کر لیا گیا ہے یعنی ان کے یہاں اب یہ فعل قانوناً اور اخلاقاً کوئی جرم ہی نہیں ہے بلکہ مرد آپس میں ایک دوسرے سے باقاعدہ شادی کر سکتے ہیں۔ (اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْه)

قَالُوا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَوْطَ عَلَیْہِ السَّلَام کے وعظ و نصیحت کے جواب میں ان کی قوم نے کہا تو بڑا پکا کباز بنا پھرتا ہے اگر تو ہمارے کاموں پر نکیر کرنے سے باز نہ آیا تو تیار رکھ ہم تجھے اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے، آج بھی بدی کا اس قدر زور اور غلبہ ہے کہ نیکی منہ چھپائے پھرتی ہے اور نیکوں کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ہے، ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے کہ سر راہ زنا کرنے والے سے یہ کہنے والا کہ ایک طرف راستہ سے ہٹ کر کرلو، بڑا نیک اور صالح سمجھا جائے گا۔

كَذَّبَ أَصْحَابُ لَيْكَةِ فِي قِرَاءَةِ بِحَذْفِ الْهَمْزَةِ وَالْقَاءِ حَرَكَتَيْهَا عَلَى اللَّامِ وَفَتْحِ الْهَاءِ بِهِيَ غَضَبُهُ شَجَرٌ قُرْبَ  
 مَدْيَنَ الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ لَمْ يَقُلْ أَخُوهُمْ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مِنْهُمْ ۖ أَلَا تَتَّقُونَ ۖ إِنْ لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۖ  
 فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاطِيعُونَ ۖ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ مَا أَجْرِي إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ أَوْفُوا الْكَيْلَ إِنْ آتَيْتُمْوهُ  
 وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۖ النَّاقِصِينَ وَزِنُوا بِالْقِسْطِ أَسْوَاقِ الْمُسْتَقِيمِينَ ۖ الْمِيزَانَ السَّوِيَّ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ  
 لَا تَنْقُصُوهُمْ مِنْ حَقِّهِمْ شَيْئًا وَلَا تَعْتَدُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۖ بِالْقَتْلِ وَغَيْرِهِ مِنْ غَيْبٍ بِكُسْرِ الْمُثَلَّةِ أَفْسَدَ وَمُفْسِدِينَ  
 حَالٌ مُؤَكَّدَةٌ لِمَعْنَى عَامِلِهَا تَعْتَدُوا وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجَلِيلَةَ الْأَوَّلِينَ ۖ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۖ  
 وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَإِنْ مَخْفَفَةٌ مِنَ الْهَيْلَةِ وَاسْمُهَا مَحْذُوفٌ إِنْهُ نَظْمٌ لِمَنْ الْكَذِبِينَ ۖ فَاسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا  
 مِنْ سَكُونِ السَّيْنِ وَفَتْحِهَا قِطْعَةٌ مِنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۖ فِي رِسَالَتِكَ قَالَ رَبِّ اعْلَمْ بِمَا تَعْمَلُونَ ۖ  
 فَيَجَازِيكُمْ بِهِ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابٌ يَوْمَ الظَّلَّةِ ۖ بِهِيَ سَحَابَةٌ أَظْلَمَتْهُمْ بَعْدَ حَرٍّ شَدِيدٍ أَصَابَهُمْ فَأَنْطَرَتْ عَلَيْهِمْ  
 نَارًا فَاحْتَرَقُوا إِنَّهُ كَانَ عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۖ إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۖ وَلَنْ رَبَّكَ لَهْوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۖ

۱۱۱

**ترجمہ:** ایکہ والوں نے (بھی) رسولوں کی تکذیب کی ایک قراءت میں حذف ہمزہ اور اس کی حرکت لام کو دینے  
 اورۃ کے فتح کے ساتھ ہے وہ (ایکہ) مدین کے قریب درختوں کی جھاڑی تھی جبکہ ان سے حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا  
 (یہاں) اخوہم نہیں کہا اس لئے کہ شعیب علیہ السلام ان میں سے نہیں تھے کیا تم کو خوف نہیں؟ میں تمہارا امانتدار رسول  
 ہوں اللہ سے ڈرو اور میرا کہاناؤں میں اس پر تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا میرا صلہ تو بس پروردگار عالم پر ہے، ناپ پورا بھرا کرو کم  
 دینے والوں میں شامل نہ ہو سچ ترازو سے تولاد کرو، ایسی ترازو جس میں پاسنگ نہ ہو لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو یعنی ان کے حق  
 میں سے کچھ بھی کم نہ کیا کرو اور ملک میں قتل وغیرہ کے ذریعہ سرکشی کے ساتھ فساد پھیلاتے ہوئے مت پھرا کرو غلشی ٹاکے  
 کسرہ کے ساتھ یعنی افسد ہے، مُفْسِدِينَ اپنے عال تَعْتَدُوا سے معنًا حال ہے اس سے ڈرو جس نے تم کو اور (دیگر) پہلی  
 مخلوق کو پیدا کیا ان لوگوں نے کہا تو ان لوگوں میں سے ہے جن پر جادو کر دیا گیا ہے اور تو تو ہم جیسا ہی انسان ہے اور ہم تو تجھ کو  
 جھوٹوں میں سمجھتے ہیں اِنْ خَفَفَ مِنَ الثَّقِيلَةِ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اِنْ اِنَّهُ سواگر تو اپنے (دعوائے رسالت) میں سچا ہے تو  
 ہمارے اوپر آسمان کا کوئی ٹکڑا اگر اے کِسْفًا میں سین کے سکون اور اس کے فتح کے ساتھ بمعنی ٹکڑا (شعیب علیہ السلام نے)  
 کہا میرا رب تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے سو وہ تم کو اس کا بدلہ دے گا سو وہ لوگ شعیب کو برابر جھٹلاتے رہے سوان کو  
 سائبان والے دن کے عذاب نے آپکڑا، وہ ایک بدلی تھی، ان کے شدید گرمی میں مبتلا ہونے کے بعد ان پر سایہ فگن ہو گئی تھی بعد  
 ازاں اس بدلی نے ان پر آگ برسائی جس کی وجہ سے وہ جل کر خاک ہو گئے، بلاشبہ وہ بڑے بھاری دن کا عذاب تھا بلاشبہ اس

میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر مومن نہیں تھے اور یقیناً تیرا رب ہی غلبہ والا مہربانی والا ہے۔

## تحقیق و ترکیب تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: اَيْكَةً اِيكَةً قراءت میں لَيْكَةً بھی ہے، اَيْكَةً گھنے جنگل کو کہتے ہیں اصْحَابُ الْاَيْكَةِ سے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اور مدین کے اطراف کے باشندے مراد ہیں، بیان کیا گیا ہے کہ اَيْكَةً گھنے درخت کو بھی کہتے ہیں غَيْصَةُ غین کے فتح کے ساتھ جنگل اور جھاڑی کو کہتے ہیں، مدین حضرت شعیب علیہ السلام کی بستی کا نام ہے مدین بن ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کو بسایا تھا اس لئے ان ہی کے نام ہی سے موسوم ہو گیا، مدین اور مصر کے درمیان آٹھ روز کی مسافت ہے۔

قَوْلُهُ: مَفْسِدِينَ، تَعْتُوا کے معنی سے حال مؤکدہ ہے حال و ذوالحال کے لفظ اگرچہ مختلف ہیں مگر معنی متحد ہیں اس لئے کہ تَعْتُوا عَيْنِي سے مشتق ہے جس کے معنی فساد کرنے کے ہیں۔

قَوْلُهُ: الْجِبَلَةُ اور جبَلٌ مخلوق کے معنی میں ہے دوسرے مقام پر فرمایا وَلَقَدْ اَصْلًا مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا (شیطان) اس نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔

قَوْلُهُ: فَاسْقَطَ النِّحْ کو بعض نے ان کنت من الصادقین کا جواب مقدم قرار دیا ہے اور بعض حضرات نے جواب شرط محذوف مانا ہے جس پر جملہ فاسق ط دالالت کر رہا ہے۔ (روح المعانی)

## تفسیر و تشریح

### قصہ ہفتم اصحاب الایکہ:

كَذَّبَ اصْحَابُ الْاَيْكَةِ ”ایک“ جنگل کو کہتے ہیں اس سے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اور مدین کے اطراف کے باشندے مراد ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایکہ گھنے درخت کو کہتے ہیں جس کو دُوم بھی کہا جاتا ہے ایسا ہی ایک درخت مدین کی نواحی آبادی میں تھا جس کی لوگ پوجا پاٹ کرتے تھے، وہاں کے باشندوں کو اصحاب الایکہ کہا جاتا تھا، حضرت شعیب علیہ السلام کا دائرہ نبوت اور حدود دعوت و تبلیغ مدین سے لے کر اس نواحی آبادی تک تھا جہاں ایکہ درخت کی پوجا ہوتی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب ایکہ اور اہل مدین کے پیغمبر ایک یعنی شعیب علیہ السلام ہی تھے، ایکہ چونکہ قوم نہیں تھی بلکہ درخت تھا اس لئے اخوت نسبی کا یہاں ذکر نہیں کیا، البتہ جہاں مدین کے ضمن میں حضرت شعیب علیہ السلام کا نام لیا گیا ہے، وہاں ان کی اخوت نسبی کا ذکر بھی ملتا ہے کیونکہ مدین قوم کا نام ہے والی مدین اخاھم شعیباً (اعراف ۸۵) بعض مفسرین نے ایکہ اور مدین کو الگ الگ بستی قرار دیکر کہا ہے کہ یہ مختلف دو امتیں ہیں جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا تھا ایک مرتبہ ایکہ کی طرف اور دوسری مرتبہ مدین کی طرف، ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ صحیح بات یہی ہے کہ یہ ایک ہی امت ہے اَوْفُوا الْكَيْلَ





فَيَلْتَهُمْ بَعْتَهُ وَهُمْ لَا يُشْعُرُونَ ۝ فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ ۝ لَنُؤْمِنَ فَيُقَالُ لَهُمْ لَا قَالُوا مَتَىٰ هَذَا الْعَذَابُ قَالَ  
تَعَالَىٰ أَفَعِدَّاءُنَا يَسْتَعْجِلُونَ ۝ أَقْرَبَتْ أَخْبَرْنِي ۝ إِنَّمَعْنَهُمْ سِنِينَ ۝ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ۝ مِنَ الْعَذَابِ مَا  
اسْتَفْهَامِيَّةٌ بِمَعْنَىٰ أَيْ شَيْءٍ أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يُسْتَعْتَبُونَ ۝ فِي دَفْعِ الْعَذَابِ أَوْ تَخْفِيفِهِ أَيْ لَمْ يُغْنِ  
وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرِيبَةٍ إِلَّا هَا مُنْذِرُونَ ۝ رُسُلٌ تُنذِرُ أَهْلَهَا ذِكْرًا عِظَةً لَهُمْ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ فِي أَهْلَاكِهِمْ  
بَعْدَ إِنْذَارِهِمْ وَنَزَلَ رَدًّا لِقَوْلِ الْمُشْرِكِينَ وَمَا نَزَّلَتْ بِهِ الْفُرْقَانِ الشَّيْطَانِ ۝ وَمَا يَنْبَغِي يَصْلُحُ لَهُمْ أَنْ  
يَنْزِلُوا بِهِ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ ذَلِكَ أَنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لِكَلَامِ الْمَلَائِكَةِ لَمَعَزُولُونَ ۝ مَخْجُوُونَ بِالشُّهْبِ  
فَلَا تَنْجُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرُ فَتَكُونُ مِنَ الْمُعَذِّبِينَ ۝ إِنْ فَعَلْتَ ذَلِكَ الَّذِي دَعَوْتُ إِلَيْهِ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝  
وَهُمْ يَنْوَيْهِمْ وَيَبْنُو الْمُطْلِبِ وَقَدْ أَنْذَرَهُمْ جَهَارًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَخُفُصٌ جَنَاحَكَ إِنْ جَانِبَكَ  
لَمِنْ لِّبَعْدِكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ الْمُؤْجِدِينَ فَإِنْ عَصَوْكَ أَيْ عَشِيرَتَكَ فَقُلْ لَهُمْ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝ مِنْ عِبَادَةِ  
غَيْرِ اللَّهِ وَتَوَكَّلْ بِالْوَاوِ وَالْفَاءِ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝ اللَّهُ أَيْ فَوْضَ إِلَيْهِ جَمِيعُ أُمُورِكَ الَّذِي يَرِيكَ حِينَ تَقُومُ ۝ إِلَى  
الصلوة وَتَقْلِبُكَ فِي أَرْكَانِ الصَّلَاةِ قَائِمًا وَقَاعِدًا وَارِكًا وَسَاجِدًا فِي السُّجُودِ ۝ أَيْ الْمُصَلِّينَ  
إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ هَلْ أَتَيْتُكُمْ أَيْ كُفَّارَ مَكَّةَ عَلَىٰ مَنْ نَزَّلَ الشَّيْطَانُ ۝ بِحَذْفِ أَحَدِي التَّائِينَ مِنَ الْأَصْلِ  
نَزَلَ عَلَىٰ كُلِّ آقَالٍ كَذَابٍ أَثِيمٍ ۝ فَاجْرُ مِثْلَ مُسَيَّلَمَةَ وَغَيْرِهِ مِنَ الْكَهَنَةِ يُقُولُونَ أَيْ الشَّيَاطِينُ السَّمْعَ أَيْ مَا  
سَمِعُوهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَى الْكَهَنَةِ وَأَكْثَرَهُمْ كَذِبُونَ ۝ يَضُمُونَ إِلَى الْمَسْمُوعِ كَذِبًا كَثِيرًا وَكَانَ هَذَا قَبْلَ  
أَنْ حُجِبَتِ الشَّيَاطِينُ عَنِ السَّمَاءِ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ فِي شِعْرِهِمْ فَيَقُولُونَ بِهِ وَيَزُودُونَ عَنْهُمْ  
فَهُمْ مَذْمُومُونَ أَلَمْ تَرَ تَعْلَمُ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ بَنَ أَوْدِيَةَ الْكَلَامِ وَفُنُونُهُ يَهَيِّمُونَ ۝ يَمْضُونَ فَيَجَاوِزُونَ  
الْحَدَّ مَذْحًا وَبِهَجَاءٍ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ فَعَلْنَا مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝ أَيْ يَكْذِبُونَ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ  
الشُّعَرَاءِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا أَيْ لَمْ يَشْغَلْهُمْ الشُّعْرُ عَنِ الذِّكْرِ وَانْتَصَرُوا بِهِمْ خَوْفِهِمْ مِنَ الْكُفَّارِ مِنْ بَعْدِ مَا  
ظَلَمُوا ۝ بِهِجَوِ الْكُفَّارِ لَهُمْ فِي جُمْلَةِ الْمُؤْمِنِينَ فَلْيَسُوا مَذْمُومِينَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ  
بِالسُّوَاءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلِمَ فَمَنْ اغْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اغْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ  
وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنَ الشُّعَرَاءِ وَغَيْرِهِمْ أَيْ مُنْقَلِبٍ مَرْجِعٍ يَنْقَلِبُونَ ۝ يَرْجِعُونَ بَعْدَ الْمَوْتِ.

شرح عند التلاوة ۱۲

۱۱۱

**ترجمہ:** بلاشبہ یہ یعنی قرآن رب العالمین کا نازل فرمودہ ہے اس کو روح الامین یعنی جبرائیل آپ کے قلب پر لے  
کراترے ہیں صاف عربی زبان میں تاکہ آپ ڈرانے والوں میں ہو جائیں اور ایک قراءت میں نازل تشدید اور روح کے  
نصب کے ساتھ ہے اور فاعل اللہ ہے اور بلاشبہ محمد ﷺ پر نازل شدہ قرآن کی خبر پہلے لوگوں کی کتابوں مثلاً تورات و انجیل

میں ہے کیا ان کے لئے قرآن کی صداقت کی یہ نشانی کافی نہیں کہ اس کو بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں؟ جیسا کہ عبد اللہ بن سلام اور ان کے وہ ساتھی جو ایمان لائے، وہ اس کی حقانیت کی خبر دیتے ہیں اور یٰحٰکُنْ یا کے ساتھ اور آیت کے نصب کے ساتھ اور تا کے ساتھ اور آیت کے رفع کے ساتھ اور اگر بالفرض ہم اس قرآن کو کسی عجمی شخص پر نازل کرتے اور وہ اس قرآن کو کفار مکہ کو پڑھ کر سناتا تب بھی یہ لوگ اس کے اتباع سے تکبر کرتے ہوئے اس پر ایمان نہ لاتے اَعْجَمِیْنَ اعجم کی جمع ہے اسی طرح یعنی جس طرح عجمی کی قراءت کی وجہ سے قرآن کی تکذیب ہم نے (ان کے قلوب میں) داخل کر دی مجرین یعنی کفار مکہ کے قلوب میں نبی کی قراءت کی وجہ سے (بھی) تکذیب داخل کر دی، یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں پھر وہ عذاب ان پر اچانک آجائے اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہو، پھر کہیں گے کہ کیا ہم کو مہلت دی جائے گی؟ تاکہ ہم ایمان لے آئیں تو ان کو جواب دیا جائے گا کہ نہیں، ان لوگوں نے سوال کیا یہ عذاب کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں؟ اچھا یہ بتاؤ اگر ہم نے ان کو کئی سال بھی فائدہ اٹھانے دیا پھر اس کے بعد ان پر وہ عذاب آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا تو وہ سالہا سال کی سودمندی ان سے عذاب کے دفع کرنے میں یا اس کے ہلکا کرنے میں کیا کام آئے گی؟ اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر یہ کہ اس کے لئے ڈرانے والے ایسے انبیاء موجود تھے جو ان کو نصیحت کے طور پر ڈراتے تھے اور ڈرانے کے بعد ان کو ہلاک کرنے میں ہم ظالم نہیں تھے اور مشرکین کے قول کو رد کرنے کے لئے (یہ آیت) نازل ہوئی (یعنی) اس قرآن کو شیاطین نہیں لائے، اور نہ وہ اس کے قابل کہ اس کو لیکر نازل ہوں اور نہ ان میں اس کی مجال (بلکہ) بلاشبہ وہ تو فرشتوں کے کلام کو سننے سے بھی محروم کر دیئے گئے ہیں یعنی شعلوں کے ذریعہ روک دیئے گئے ہیں پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو نہ تو سزا پانے والوں میں ہو جائے گا اگر تو نے وہ کام کر لیا جس کی طرف تجھ کو بلایا ہے اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے، اور وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں اور ان کو کھلم کھلا ڈرایا، روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے اور مومنین یعنی موحدین میں سے جس نے آپ کی پیروی اختیار کر لی ہے تو آپ ان کے ساتھ فروتنی سے پیش آئیے اور اگر تیرے اہل خاندان تیری نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہارے اعمال یعنی غیر اللہ کی بندگی سے بری ہوں اور پورا بھروسہ غالب مہربان اللہ پر رکھئے وَتَوَكَّلْ واو اور فاء (دونوں) کے ساتھ ہے یعنی اپنے تمام کام اسی کو سونپ دیجئے، جو کہ آپ کے نماز کے لئے کھڑا ہونے کو اور ارکان صلوٰۃ میں آپ کی نشست و برخاست کو (یعنی) قیام و قعود و رکوع و سجود کی حالت کو سجدہ کرنے والوں میں یعنی نماز پڑھنے والوں میں دیکھتا ہے بے شک وہی سننے والا اور جاننے والا ہے اے کفار مکہ کیا میں تم کو بتاؤں کہ شیاطین کس شخص پر اترتے ہیں؟ اصل میں دو تاؤں میں سے ایک تا کو حذف کر کے (سن لو) شیاطین ہر جھوٹے گنہگار فاجر جیسا کہ کاہنوں میں سے مسیلہ کذاب وغیرہ، اور شیاطین سنی ہوئی بات کو یعنی جس کو ملائکہ سے سن لیتے ہیں کاہنوں پر القاء کر دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں اس سنی ہوئی بات میں بہت سا جھوٹ ملا دیتے ہیں اور یہ شیاطین کو آسمان پر جانے سے

روکے جانے سے پہلے تھا اور شاعروں کی پیروی ان کے شعر میں گمراہ لوگ کرتے ہیں تو وہ شعر پڑھتے ہیں اور شعراء سے نقل کرتے ہیں سو یہی ہیں مذموم (قابل مذمت) کیا آپ نہیں جانتے کہ یہی لوگ کلام اور اس کی اصناف کی ہر وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں (یعنی) متحیر پھرتے رہتے ہیں، چنانچہ مدح اور بھجوں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں اور وہ بات کہتے ہیں جو کرتے نہیں یعنی جھوٹ بولتے ہیں سوائے ان شاعروں کے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا یعنی شعر نے ان کو ذکر سے غافل نہیں کیا اور کافروں سے ان کی بھجوں کے اپنی مظلومی کے بعد انتقام لیا ان کافروں کے فی الجملہ مومنین کی بھجوں کرنے کی وجہ سے لہذا یہ لوگ قابل مذمت نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے سو جس نے تمہارے اوپر ظلم کیا تو تم بھی اس کے اوپر اتنا ہی ظلم کر سکتے ہو، اور عنقریب ظلم کرنے والے ان شعراء وغیرہ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ موت کے بعد کس کروٹ اٹھتے ہیں۔ (یعنی کس ٹھکانہ میں)۔

### تحقیق و ترمیمی تفسیری فوائد

قَوْلًا: بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ، بہ کی ضمیر سے اعادہ جار کے ساتھ بدل ہے، اور المندردین کے متعلق بھی ہو سکتا ہے یعنی تاکہ آپ ان رسولوں میں سے ہو جائیں جو عربی زبان میں ڈرایا اور خوشخبری دیا کرتے تھے، جیسا کہ ہود علیہ السلام و صالح علیہ السلام و شعیب علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام۔

قَوْلًا: اِی ذِکْرُ الْقُرْآنِ اس عبارت کے اضافہ کا مقصد ایک شبہ کا جواب ہے، شبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّهُ لَفِیْ زُبْرِ الْاَوَّلِیْنَ سے معلوم ہوتا کہ قرآن بنفس نفیس سابقہ کتابوں میں موجود ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔  
جواب: جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن سابقہ کتب میں بنفس نفیس موجود نہیں ہے بلکہ قرآن کا ذکر اور اس کی صفت کتب سابقہ میں موجود ہے۔

قَوْلًا: کَعَبْدِ اللّٰهِ بِنِ سَلاَمٍ واصحابہ عبداللہ بن سلام کے ساتھی جو کہ یہودیت سے مسلمان ہوئے تھے عبداللہ بن سلام کے علاوہ چار ساتھی اور تھے ① اسد ② اُسَید ③ نعلبہ ④ ابن یامین یہ پانچوں حضرات علماء یہود میں سے تھے بعد میں اسلام لائے اور بہت خوب لائے۔

قَوْلًا: یَكُنْ بِالْاِحْتِثَانِیَةِ وَنَصْبِ آیَةِ آیَةٍ، یکن کی خبر مقدم ہے اس کا اسم اَنْ یَعْلَمَهُ ہے اور آیۃ کے رفع کے ساتھ تَکُنْ کا اسم ہے اور لَھُمْ خبر مقدم ہے اور اَنْ یَعْلَمَهُ اسم سے بدل ہے اگر تَکُنْ تامہ ہو تو آیۃ اس کا فاعل ہوگا اور اَنْ یَعْلَمَهُ اس سے بدل ہوگا۔

قَوْلًا: جَمْعُ اَعْجَمٍ یعنی اَعْجَمِیْنَ اَعْجَمَ کی جمع ہے۔

سُؤَالٌ: اَفْعَلُ فَعْلًا کی جمع واؤن اور یانوں کے ساتھ نہیں آتی لہذا اَعْجَمِیْنَ اَعْجَمَ کی جمع صحیح نہیں ہے۔

**جَوَابُ:** اصل میں اعجمیٰ ہے یا ئے نسبتی کو تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا ہے لہذا اعجمیٰ کی اعجمین جمع لانا درست ہے۔

**قَوْلُهُ:** كَذَلِكَ يَهْ سَلَكْنَاهُ كَالْمَعْمُولِ يَهْ سَلَكْنَاهُ مِثْلُ هِ ضَمِيرٌ كَامِرٌ جَعَلَ قِرَآنَ يَهْ حَذْفِ مِضَافٍ كَسَاتِهُ، اِي سَلَكْنَاهُ تَكْذِيبًا.

**قَوْلُهُ:** اَفَرَأَيْتَ كَاعُطْفٍ فَيَقُولُوا پَرَّ يَهْ، دَرَمِيَانِ مِثْلِ جَمْلَةٍ مَعْتَرِضَةٍ يَهْ۔

**قَوْلُهُ:** اِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ يَهْ جَمْلَةٌ هُوَ كَرَقِيَّةٍ كِي صِفَتٍ يَهْ اَوْر قَرِيَّةٍ سَعَالِ يَهْ يَهْ سَكْتَا يَهْ۔

**قَوْلُهُ:** مَن قَرِيَّةٍ مِثْلِ مَن مَفْعُولٍ پَرَزَانْدَه يَهْ اَوْر يَهْ سَابِقِ مِثْلِ نَفْثِي هُونِي كِي وَجْهٍ سَعَالِ يَهْ۔

**يَتَوَّانُ:** يِهَاهَا اِلَّا كِي جَمْلَةٍ سَعَالِ وَادُو كِي يَوْر تَرْك كَر دِيَا؟ جَالَانَكِه وَمَا اَهْلَكْنَا مَن قَرِيَّةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ مِثْلِ وَادُو مَوْجُود يَهْ۔

**جَوَابُ:** اَصْلُ تَرْك وَادُو يَهْ اِس لِي كِي جَمْلَةٍ قَرِيَّةٍ كِي صِفَتٍ يَهْ اَوْر مَوْصُوفٍ صِفَتٍ كِي دَرَمِيَانِ وَادُو نَهْ هُونَا اَصْل يَهْ اَوْر اَكْر كِهِيں وَادُو اِيَا جَاتَا يَهْ تَوَّصْلُ صِفَتٍ بِالمَوْصُوفِ كِي تَاكِيْد كِي لِي اِيَا جَاتَا يَهْ جِيْسَا كِه سَبْعَةٌ وَثَامَنُهُمْ كَلْبُهُمْ۔ (جَمَل)

لَهَا مَحْذُوفٌ سَعَالِ مَتَعَلِّقٌ هُوَ كَرَجَرِ مَقْدَمٍ يَهْ اَوْر مَنْذِرُونَ مَبْتَدَأٌ مُؤَخَّرٌ يَهْ مَبْتَدَأٌ جَرِ مَقْدَمٍ سَعَالِ كَر جَمْلَةٍ هُوَ كَرِيَا تَوَّ قَرِيَّةٍ كِي صِفَتٍ يَا حَالِ يَهْ جَرِ هُونِي كِي صَوْرَتِ مِثْلِ تَقْدِيرِ عِبَارَتِ يَهْ يَهْ قَدْ اَنْذَرُ اَهْلَهَا مَنْذِرُونَ حَالِ هُونِي كِي صَوْرَتِ مِثْلِ تَقْدِيرِ عِبَارَتِ يَهْ يَهْ اِلَّا كَانْنَا لَهَا مَنْذِرُونَ۔

**قَوْلُهُ:** ذِكْرِي يَا تَوَّ مَنْذِرُونَ كِي ضَمِيرٌ سَعَالِ يَهْ اِي مَنْذِرُونَ ذَوِي ذِكْرِي يَا مَذْكُورِينَ ذِكْرِي اَوْر اَكْر اِيْظَنَ ظَاهِرٍ پَر بَاتِي رَكْهَا جَا يَهْ تَوَّ مَبَالِغَةُ جَمَلِ هُوَ كَا جِيْسِي زَيْدٌ عَدْلٌ يَا ذِكْرِي مَنصُوبٌ يَهْ مَصْدَرِيَّتِ كِي بِنَا پَر اِس صَوْرَتِ مِثْلِ مَنْذِرُونَ مَذْكُورِينَ كِي مَعْنٰ مِثْلِ هُوَ كَا تَقْدِيرِ عِبَارَتِ يَهْ يَهْ هُوَ كِي مَذْكُورِينَ ذِكْرِي اِي تَذْكِرَةٌ ذِكْرِي مَنْذِرُونَ كِي عِلَّتِ لِيْعْنِ مَفْعُولٍ لَهْ يَهْ يَهْ سَكْتَا يَهْ اِي تَنْذِيرُ هُمْ لَاجِلِ تَذْكِيرِهِمُ الْعَوَاقِبَ اَوْر ذِكْرِي مَبْتَدَأٌ مَحْذُوفٌ كِي جَرِ يَهْ يَهْ سَكْتَا يَهْ اِي هَذِهِ ذِكْرِي اِس صَوْرَتِ مِثْلِ جَمْلَةٍ مَعْتَرِضَةٍ هُوَ كَا۔

**قَوْلُهُ:** رَدًّا لِقَوْلِ الْمُشْرِكِينَ قَوْلِ كَامَقُولُ مَحْذُوفٌ يَهْ اَوْر يَهْ اِنَّ الشَّيْطَانِ يُلْقُونَ الْقُرْآنَ اِلَيْهِ۔

**قَوْلُهُ:** شُهْبٌ، شُهَابٌ كِي جَمْعٌ يَهْ بِمَعْنٰ اَكْ كِي چَك، ثَوْنَا هُوَا تَارَه۔

**قَوْلُهُ:** فَتَكُونُ مِنَ الْمَعْدُوبِينَ شَرْطُ مَحْذُوفٍ كِي جَزَاءُ مَقْدَمٍ يَهْ جِيْسَا كِه شَارِحِ نِي اِنَّ فَعَلْتَ ذَلِكَ سَعَالِ اِشَارَه كَر دِيَا يَهْ۔

**قَوْلُهُ:** بِالْوَاوِ وَالْفَاءِ لِيْعْنِ تَوَّ كَلِّ مِثْلِ دَوَّ قَرَاءَتِيں يَهْ وَادُو كِي سَا تَهْ اَوْر فَاءُ كِي سَا تَهْ وَادُو كِي سَا تَهْ هُونِي كِي صَوْرَتِ مِثْلِ اَنْذِرُ پَر عُطْفٍ هُوَ كَا اَوْر فَاءُ كِي صَوْرَتِ مِثْلِ جَوَابِ شَرْطِ لِيْعْنِ فَقُلْ اِنِّي بَرِيٌّ سَعَالِ بَدَلِ هُوَ كَا۔

قَوْلًا: تَقْلَبُكَ، يَرَاكَ کے کاف پر معطوف ہے۔

قَوْلًا: فِي السَّاجِدِينَ میں فی بمعنی مع ہے۔

قَوْلًا: عَلَى مَنْ، تَنْزُلُ کے متعلق ہے اگر اُنْبِئُكُمْ متعدی سہ مفعول ہو تو جملہ تَنْزُلُ الشَّيَاطِينِ قائم مقام دو مفعولوں کے ہوگا یعنی ثانی اور ثالث کے اور اول مفعول ضمیر کُم ہے اور اگر متعدی بدو مفعول ہو تو جملہ مفعول ثانی کے قائم مقام ہوگا۔

قَوْلًا: مِثْلَ مَسِيلَمَةَ، مَسِيلَمَةَ کا مثال میں پیش کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ اول تو مَسِيلَمَةَ نے آپ ﷺ کی بعثت کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا جبکہ شیاطین کی آسمانوں پر آمد و رفت بند کر دی گئی تھی لہذا اس کو شیطانوں کا آسمانی خبروں کا دینا صحیح نہیں ہے دوسری بات یہ ہے کہ مَسِيلَمَةَ کا ہنوں میں سے نہیں تھا وہ مفتری اور کذاب تھا لہذا مفسر علام کا مِّنَ الْكُهْنَةِ کہنا درست معلوم نہیں ہوتا وغیرہ جیسا کہ سطح یہ کا ہن تھا کا ہن آئندہ کی خبر دینے والے کو کہتے ہیں اور عزّاف امور ماضیہ کی خبر دینے والے کو کہتے ہیں۔ (جملہ)

قَوْلًا: اِيْ كِفَارِ مَكَّةَ میں ای ندائیہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور تفسیر یہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں مُفَسِّرُ اُنْبِئُكُمْ میں کُم ضمیر ہوگی۔

قَوْلًا: يَهَيِّمُونَ اَنْ كِيْ خَبْر ہے اور فی كُلِّ وَاِدِ اس سے متعلق ہے۔

قَوْلًا: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الْخَبْرُ یہ مَذْمُومُونَ محذوف سابق سے استثناء ہے۔

## تَفْسِيْرُ وَتَشْرِیْحِ

اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ یہاں سے اللہ تعالیٰ قرآن کی اور اس کے نازل کرنے والے کی اور جس پر نازل کیا گیا ہے مدح فرما رہے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ کفار مکہ نے قرآن کے وحی الہی اور منزل من اللہ ہونے کا انکار کیا اور اسی بنا پر رسالت محمدیہ ﷺ اور دعوت محمدیہ ﷺ کا انکار کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کر کے یہ واضح کیا کہ یہ قرآن یقیناً وحی الہی ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ پیغمبر جو نہ پڑھ سکتا ہے اور نہ لکھ سکتا ہے گزشتہ انبیاء اور قوموں کے واقعات کس طرح بیان کر سکتا تھا؟ اس لئے یہ قرآن یقیناً رب العالمین ہی کی طرف سے نازل کردہ ہے جسے ایک امانتدار فرشتہ یعنی جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے۔

بلسان عربی مبین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وہی ہے جو عربی زبان میں ہو قرآن کا ترجمہ خواہ کسی زبان میں ہو قرآن نہیں گھلائے گا لیکن اِنَّهٗ لَفِيْ زُبْرِ الْاَوَّلِيْنَ سے بظاہر اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ کتب سابقہ عربی زبان میں نہیں تھیں لہذا قرآن کے سابقہ کتابوں میں ہونے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن کے معانی اور مضامین سابقہ کتب میں موجود تھے؟ دونوں باتوں میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ صرف مضامین قرآن کو بھی بعض اوقات توسعاً قرآن کہہ دیا جاتا ہے اس لئے کہ اصل مقصود کسی کتاب کا اس کے

مضامین ہی ہوتے ہیں۔ (معارف)

دوسرا جواب یہ ہے اِنَّہٗ لَفِیْ ذُبْرِ الْاَوَّلِیْنَ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی خبر اور اس کی صفت اور اس کے نزول کی خوشخبری کتب سابقہ میں موجود ہے (جمل) لہذا معلوم ہوا کہ قرآن الفاظ اور معانی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے اسی وجہ سے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز میں الفاظ قرآن کی قراءت کے بجائے ان کا ترجمہ خواہ کسی بھی زبان میں ہو بدون اضطراب کے کافی نہیں، بعض ائمہ سے جو اس میں توسع کا قول منقول ہے ان سے بھی اپنے اس قول سے رجوع ثابت ہے۔

## ترجمہ قرآن کو قرآن کہنا جائز نہیں:

اسی طرح قرآن کا صرف ترجمہ بغیر عربی متن کے لکھا جائے تو اس کو قرآن کہنا درست نہیں ہے مثلاً اردو کا قرآن یا فارسی یا انگریزی کا قرآن کہہ دیتے ہیں یہ جائز نہیں، اور نہ محض قرآن کے ترجمہ کو قرآن کے نام سے شائع کرنا جائز ہے۔

اَوَلَمْ یَكُنْ لَهُمْ آیَۃٌ اَنْ یَّعْلَمُوْا بِنَبِیِّ اِسْرَآئِیْلَ کَفَا رُکْہُ مَذْہَبِیْ مَعَامِلَاتِ مِیْنِ یٰہُودِیْ طَرَفِ رَجُوْعِ کَرْتِی تَحَہٗ چنانچہ جب محمد ﷺ نے دعوائے نبوت فرمایا تو مشرکین مکہ کی ایک جماعت تحقیق کے لئے مدینہ علماء یہود کے پاس گئی تھی علماء یہود نے علامت کے طور پر تین سوال سکھائے تھے کہ اگر ان کا جواب دیدیں تو نبی ہیں ورنہ نہیں، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایک یہودی عالم نے آخری نبی محمد ﷺ کی تین علامتیں بتائی تھیں اول یہ کہ وہ صدقہ قبول نہیں کرے گا، ہدیہ قبول کرے گا، اور یہ کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی چنانچہ حضرت سلمان فارسی نبی آخر الزمان کی تلاش میں مدینہ تشریف لائے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مذکورہ تینوں علامتوں کی تصدیق کرنے کے بعد ایمان لائے، عناد اور دشمنی کی وجہ سے اگرچہ یہودی علماء آپ ﷺ کی نبوت کا کھلم کھلا اعلان و اقرار نہیں کرتے تھے مگر نجی مجلسوں میں اور دل میں آپ کی نبوت کے معترف تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعرفونہ کما یعرفون ابناء ہم۔

مشرکین مکہ جب اپنے دیگر مذہبی معاملات میں علماء یہود پر اعتماد کرتے ہیں تو آپ کی نبوت و رسالت کے بارے میں کیوں اعتماد نہیں کرتے؟ حالانکہ بڑے علماء یہود جو ایمان لا چکے تھے وہ صراحت اور وضاحت کے ساتھ کہتے تھے کہ محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں یہ وہی نبی ہیں جن کی خوشخبری توریت و انجیل میں دی گئی ہے، مطلب یہ ہے کہ کیا یہ بات کہ علماء بنی اسرائیل قرآن کی صداقت اور حقانیت کی شہادت دے رہے ہیں مشرکین مکہ کے ایمان لانے اور قرآن کو آسمانی کتاب باور کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟ مگر ضد اور عناد کی وجہ سے قبول نہیں کرتے۔

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ پیغمبروں کی دعوت صرف رشتہ داروں کے لئے نہیں بلکہ پوری قوم کے لئے ہوتی ہے اور محمد ﷺ تو پوری نسل انسانی کے لئے ہادی اور رہبر بن کر آئے تھے، قریبی رشتہ داروں کو دعوت ایمان، دعوت عام کے منافی نہیں بلکہ اس کا ایک حصہ یا ایک ترجیحی پہلو ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی سب سے پہلے اپنے والد آزر کو توحید کی دعوت دی تھی، چنانچہ نبی ﷺ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور یا صباحا کہہ کر آواز دی، یہ کلمہ اس وقت

بولاجاتا تھا جب دشمن اچانک حملہ کر دے، یہ کلمہ سن کر لوگ جمع ہو گئے آپ نے قریش کے مختلف قبیلوں کے نام لے لے کر فرمایا یا معشر قریش اِشْتَرَوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اَغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا یا بنی عبد المطلب لَا اَغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا یا صفیہ عمة رسول اللّٰهِ لَا اَغْنِي عَنْكَ شَيْئًا یا فاطمة بنت رسول اللّٰهِ سَلْبِنِي مَا شِئْتَ مِنْ مَالِي لَا اَغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (خازن بحوالہ جمل) اور آپ نے فرمایا بتاؤ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر دشمن کا لشکر موجود ہے جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا تم سچ مانو گے؟ سب نے کہا ہاں یقیناً ہم تصدیق کریں گے، اس کے بعد آپ نے فرمایا ”اللہ نے مجھے نذیر بنا کر بھیجا ہے میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں“ اس پر ابولہب نے کہا تَبَّ لَكَ اَمَّا دَعْوَتُنَا اِلَّا لِهٰذَا تِیرے لئے ہلاکت ہو، کیا تو نے ہمیں اسی لئے بلایا تھا؟ اس کے جواب میں سورہ تبت نازل ہوئی۔

اَلَّذِي يَرَاكَ حَيْنًا تَقُومُ وَتَقْلَبُكَ فِي السَّجْدِیْنِ یعنی آپ جب تنہا تہجد وغیرہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اس وقت بھی وہ آپ کو دیکھتا ہے اور جب آپ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اس وقت بھی دیکھتا ہے۔

## شعر کی تعریف:

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنُ ”شعر“ لغت میں ہر اس کلام کو کہا جاتا ہے جس میں محض خیالی غیر حقیقی مضامین بیان کئے گئے ہوں جس میں کوئی بحر، وزن، ردیف، اور قافیہ کچھ شرط نہیں، فن منطق میں بھی ایسے ہی مضامین کو ادلہ شعریہ اور قضایا شعریہ کہا جاتا ہے، اصطلاحی شعر و غزل میں بھی چونکہ عموماً خیالات ہی کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے اصطلاح شعراء میں کلام موزون و مقفلی کو شعر کہنے لگے ہیں۔ (معارف)

جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت، اور کعب بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ جو شعراء صحابہ میں مشہور ہیں روتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول اللہ ذوالجلال نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور ہم بھی شعر کہتے ہیں، آپ نے فرمایا آیت کے آخری حصہ کو پڑھو، مقصد یہ تھا کہ تمہارے اشعار بیہودہ اور غلط مقصد کے لئے نہیں ہوتے لہذا تم اس استثناء میں داخل ہو جو آیت کے آخری حصہ میں مذکور ہے، اس لئے مفسرین نے فرمایا کہ ابتدائی آیت میں مشرکین شعراء مراد ہیں، مشرکین مکہ محفل مشاعرہ قائم کرتے جس میں اسلام کا تمسخر کرتے مسلمانوں اور آپ ﷺ کی جو کرتے اور سامعین خوب داد دیتے اور جو کہ اشعار کو یاد کر لیتے اور خوب شہرت دیتے آیت میں یہی شعراء اور ان کی اتباع کرنے والے مراد ہیں۔

لطیفہ: ایک رئیس کے دربار میں چند شعراء انعام و اکرام کی غرض سے حاضر ہوئے ایک شخص جو کہ شاعر نہیں تھا وہ بھی طفلی بن کر شعراء کے ساتھ چلا گیا شاعروں نے اپنے اپنے انداز سے رئیس کی بہت تعریف کی جب شعراء اپنا اپنا کلام سنا چکے اور انعام و اکرام حاصل کر چکے تو رئیس نے اس طفلی سے بھی اشعار پڑھنے کے لئے کہا طفلی چونکہ شاعر تو تھا نہیں اشعار کیا سنانا؟ برجستہ جواب دیا کہ شعراء تو یہ حضرات ہیں میں تو یتبِعُهُمُ الْغَاوُنُ میں سے ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنُ رئیس بہت ہنس ا اور اس کو بھی خوب انعام دیا، آیت میں اگرچہ مشرکین شعراء مراد ہیں مگر چونکہ شاعروں



کی اکثریت ایسی ہوتی ہے کہ وہ مدح و ذم میں اصول و ضابطہ کے بجائے ذاتی پسند و ناپسند کے مطابق اظہار رائے کرتے ہیں، علاوہ ازیں اس قدر غلو اور مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ کذب بیانی اور دروغ گوئی کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ ایمان اور عقیدہ کی حدود کا بھی خیال نہیں رکھتے فرزدق نے سلیمان بن عبد الملک کی مجلس میں چند اشعار پڑھے جن میں ایک شعر یہ بھی تھا:۔

فَبِتَنَ كَأَنَّ هُنَّ مَصَرَّعَاتٌ وَبُتْ أَفْضُ اغْـلَاقِ الْخَتَامِ

”دو شیرازوں نے اس طرح رات گزاری گویا کہ وہ پچھاڑی ہوئی ہیں اور میں نے اس طرح رات گزاری کہ میں سربند مہروں کو توڑ رہا ہوں“، سلیمان نے کہا تیرے اوپر حد واجب ہوگئی، فرزدق نے کہا حد میرے اوپر سے ساقط ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا و انھم یقولون ما لا یفعلون چنانچہ اس کو معاف کر دیا۔

### شاعروں کی گپ کا نمونہ:

اے رشک مسیحا تیری رفتار کے قرباں  
اے باد صبا ہم تجھے کیا یاد کریں گے  
ٹھوکر سے میری لاش کئی بار جلادی  
اس گل کی خبر تو نے کبھی ہم کو نہ لادی

ایک شاعر اپنے مدوح کے حقہ کی تعریف کرتا ہوا کہتا ہے:

حقہ نہیں عصا ہے یہ موسیٰ کے ہاتھ میں  
حقہ نہیں عصا ہے یہ موسیٰ کے ہاتھ میں  
بے جان بولتا ہے یہ مسیحا کے ہاتھ میں  
مبالغہ کے چند اور نمونے ملاحظہ فرمائیے:

رونے پہ چشم تر مری باندھے اگر کمر  
کیسی زمیں، فلک پہ ہو پانی کمر کمر  
گھوڑے کی برق رفتاری کے لئے:

یک جست میں جو خوف نہ رکھتا خدا سے وہ  
کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے  
ہر شیر نیتان زمن کانپ رہا ہے  
شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو  
جاتا نکل احاطہ علم خدا سے وہ  
رن ایک طرف، چرخ کہن کانپ رہا ہے  
رستم کا بدن زیر کفن کانپ رہا ہے  
جبریل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

اس قسم کے شاعر چونکہ شاعرانہ تخیلات کی تلاش میں خیالی دنیا میں ادھر ادھر بھٹکتے رہتے ہیں اسی لئے ان کے بارے میں کہا گیا ہے فی کل واد یھیمون تخیلات کی وادی میں سرمارتے پھرتے ہیں۔

مذکورہ آیت سے جو شعر و شاعری کی سخت مذمت اور ان کا عند اللہ مبغض ہونا معلوم ہوتا ہے وہ مطلق نہیں ہے بلکہ جس شعر میں خدا تعالیٰ کی نافرمانی یا اللہ کی یاد سے غفلت یا جھوٹ ناحق کسی انسان کی مذمت و توہین ہو فحش کلام اور فواحش کے لئے محرک ہو وہ مذموم اور مکروہ ہے اور ایسا شاعر قابل مذمت ہے، اور جن شعراء کے اشعار ان معاصی اور مکروہات سے پاک ہوں ان کو اللہ تعالیٰ نے الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات کے ذریعہ مستثنیٰ فرمادیا ہے، بلکہ بعض اشعار تو حکیمانہ مضامین اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے طاعت اور ثواب میں داخل ہیں جیسا کہ حضرت ابی بن کعب کی روایت ہے ان بعض الشعراء لحکمة (بخاری) اس کی مزید تائید مندرجہ ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے عمرو بن الشرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے امیہ بن ابی صلت کے سوا قافیہ تک اشعار سنے (معارف) مطرف فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ سے بصرہ تک حضرت عمر بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سفر کیا اور ہر منزل پر وہ شعر سناتے تھے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شعر کہا کرتی تھیں، ابو یعلیٰ نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ شعر ایک کلام ہے اگر اس کا مضمون اچھا اور مفید ہے تو شعر اچھا ہے اور اگر مضمون برا ہے یا گناہ ہے تو برا ہے دارقطنی نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور ﷺ سے شعر کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا ہو کلام، فحسنہ حسن و قبیحہ قبیح بلکہ اگر اشعار خدا اور اس کے رسول کی محبت بڑھانے والے اور موت و آخرت کو یاد دلانے والے یا بغرض نصرت و انتقام مومنین و ابطال باطل و احقاق حق ہوں تو مستحب ہیں، حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی جانب سے مشرکین مکہ کی ہجو کا جواب دیا کرتے تھے آپ نے حضرت حسان کے لئے کفار کی ہجو کا جواب دینے پر دعا فرمائی اَجِبْ عَلٰی اَللّٰہِمَّ اَیَّدْہُ بِرُوحِ الْقُدُسِ اے حسان ہماری طرف سے کفار کو جواب دواے اللہ تو جبرائیل کے ذریعہ حسان کی مدد فرما۔ (خلاصۃ التفاسیر تالیف لکھنوی)

آنحضرت ﷺ نے شرید سے جو آپ کے پیچھے سوار تھے فرمایا کہ امیہ بن ابی صلت کے کچھ اشعار یاد ہوں تو سناؤ، شرید فرماتے ہیں میں نے پڑھا آپ نے فرمایا اور پڑھو میں نے پڑھا پھر فرمایا اور پڑھو یہاں تک کہ میں نے سوا اشعار پڑھے، آپ ہر بار فرماتے اور پڑھو، اور آپ نے یہ بھی فرمایا گویا کہ وہ اپنے شعر سے اسلام ظاہر کرتا ہے یا گویا کہ اسلام لانا چاہتا ہے، اور ایسے ہی آپ نے فرمایا شعراء کے کلام میں راست ترین لبید کا یہ شعر ہے۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہُ باطِلٌ.. (رواہ مسلم خلاصۃ التفاسیر تالیف)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سُورَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثٌ وَتِسْعُونَ آيَةً

سُورَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثٌ أَوْ أَرْبَعٌ أَوْ خَمْسٌ وَتِسْعُونَ آيَةً.

سورہ نمل مکی ہے اور ترانوے یا چورانوے یا پچانوے آیات پر مشتمل ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ طَسَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ تِلْكَ هَذِهِ الْآيَاتُ  
 آيَاتُ الْقُرْآنِ أَيْ آيَاتٌ مِنْهُ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ مُظْهِرُ الْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ عَطَفَ بِزِيَادَةِ صِفَةٍ هُوَ هُدًى أَيْ هَادٍ  
 مِنَ الضَّلَالَةِ وَبَشَرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ الْمُصَدِّقِينَ بِهِ بِالْجَنَّةِ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ يَأْتُونَ بِهَا عَلَى وَجْهِهَا  
 وَيُؤْتُونَ يُعْطُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ يَعْلَمُونَهَا بِالْإِسْتِدْلَالِ وَأَعْيَدَهُمْ لِمَا فُصِّلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ  
 الْخَبَرِ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ نَرَيْنَا لَهُمْ آعْمَالَهُمْ الْقَبِيحَةَ يَتْرَكُيبُ الشُّهُوَةَ حَتَّى رَأَوْهَا حَسَنَةً  
 فَهُمْ يَعْمَهُونَ ۝ يَتَحَيَّرُونَ فِيهَا لِقَبْجِهَا عِنْدَنَا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ أَشَدُّهُ فِي الدُّنْيَا الْقَتْلُ  
 وَالْأَسْرُ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْآخَسُونَ ۝ لِمَصِيرِهِمْ إِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِمْ وَأَنَّكَ خُطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَقَّى الْقُرْآنَ أَيْ يُلْقَى عَلَيْكَ بِشَيْءٍ مِنْ لَدُنِّ مَنْ عِنْدَ حَكِيمٍ عَلَيْهِ ۝ فِي ذَلِكَ أَذْكَرُ  
 لِأَقَالِ مُوسَى لِأَهْلِهِ زَوْجَتِهِ عِنْدَ مَسِيرِهِ مِنْ مَدْيَنَ إِلَى بَصَرَ ۝ إِنِّي أَنَسْتُ أَبْصَرْتُ مِنْ بَعِيدٍ نَارًا سَائِغَةً مِنْهَا خَبَرٌ  
 عَنْ حَالِ الطَّرِيقِ وَكَانَ قَدْ ضَلَّهَا أَوْ أَتَيْكُمْ بِشَهَابٍ قَبَسٍ بِالْإِضَافَةِ لِلْبَيَانِ وَتَرَكَهَا أَيْ شُعْلَةً نَارٍ فِي رَأْسِ  
 فَتِيلَةٍ أَوْ غُودٍ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝ وَالطَّاءُ بَدَلٌ مِنْ تَاءٍ الْإِفْتِعَالِ مِنْ صَلَبَى بِالنَّارِ بِكُسْرِ اللَّامِ وَفَتْحِهَا  
 تَسْتَدْفِتُونَ مِنَ الْبَرَدِ فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَنَّ أَيْ بَانَ بُورِكَ أَيْ بَارَكَ اللَّهُ مَنْ فِي النَّارِ أَيْ مُوسَى وَمَنْ حَوْلَهَا  
 أَيْ الْمَلَائِكَةُ أَوْ الْعَكْسُ وَبَارَكَ يَتَعَدَّى بِنَفْسِهِ وَبِالْحَرْفِ وَيُقَدَّرُ بَعْدَ فِي مَكَانٍ وَتُسَبِّحُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ مِنْ  
 جُمْلَةِ مَا نُودِيَ وَمَعْنَاهُ تَنَزَّيْهُ اللَّهُ مِنَ السُّوءِ يُمُوسَى إِنَّهُ أَيْ الشَّانُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَأَلْقِ عَصَاكَ ۝ فَلَقَابَا  
 فَلَمَّا رَأَاهُمَا تَهَيَّرَ تَتَحَرَّكَ كَأَنَّهُمَا جَانٌّ حَيٌّ خَفِيفٌ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَرْجِعْ قَالَ تَعَالَى يُمُوسَى لَا تَخَفْ مِنْهَا  
 إِنَّي لَا أَخَافُ لَدَيْ عِبْدِي الْمُرْسَلُونَ ۝ مِنْ حَيَّةٍ وَغَيْرِهَا إِلَّا لَكِنْ مَنْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ثُمَّ بَدَّلَ حَسَنًا ۝ أَنَا بَعْدَ سُوءِ  
 أَيْ تَابَ فَإِنِّي عَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ أَقْبَلُ التَّوْبَةَ وَأَغْفِرُهَا وَأَدْخَلَ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ طَوْفُ الْقَمِيصِ مَخْرَجٌ خِلَافَ لَوْنِهَا

الْبَقَّة

مِنَ الْاَدَمِۃِ بَیضًا مِّنْ غَیْرِ سُوۡرَۃٍۭ بَرَّصَ لَهَا شُعَاعٌ یَّغْشٰی الْبَصَرَ اَیۡہِۃٌ فِی تَسۡحِیۡۃٍ اِلَیۡہِۡ مُرۡسَلًا بِہَا اِلَیۡ فِرْعَوۡنَ وَقَوۡمِہٖۡ اَنۡہُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ ۝۱۰ فَلَمَّا جَآءَ نَّہُمۡ اٰیٰتُنَا مُبۡصِرَۃً اٰیۡ مُضِیۡۃٌ وَّاضِحَۃٌ قَالُوۡا هٰذَا سِحْرٌ مُّجۡمِیۡنٌ ۝۱۱ بَیِّنَ ظٰہِرٌ وَیَحۡذَرُوۡا بِہَا اٰیۡ لَمۡ یَقۡرَؤۡا وَ قَدْ اسۡتَیۡقَنۡتَہَا اَنۡفُسُہُمۡ اٰیۡ تَبَیَّنُوۡا اَنۡہَا مِنْ عِنۡدِ اللّٰہِ ۝۱۲ ظَلَمَۡوۡا وَّعَلُوۡا تَکۡبِرًا عَنِ الْاِیۡمَانِ بِمَا جَآءَ بِہِ مُوسٰی رَاجِعٌ اِلَیۡ الْجَحَدِ ۝۱۳ فَانۡظُرْ یٰۤاٰمَحَمَّدُ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُفۡسِدِیۡنَ ۝۱۴ اَلَّتِیۡ عَلِمۡتَہَا مِنْ اٰہِلَاۡ کِہِمۡ .

۱۴

**ترجمہ:** طس اس کی مراد اللہ ہی بہتر جانتا ہے یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور کتاب مبین کی یعنی حق کو باطل سے ممتاز کرنے والی کتاب کی، زیادتی صفت کے ساتھ (القرآن) پر عطف ہے، وہ ہدایت ہے یعنی گمراہی سے ہدایت کرنے والی ہے اور مومنین یعنی اس کی تصدیق کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری ہے، وہ (مومن) جو نماز قائم کرتے ہیں یعنی نماز کو اس کے طریقہ کے مطابق ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں (یعنی) دلیل کے ساتھ اس پر یقین رکھتے ہیں، اور (ہم) مبتداء اور اس کی خبر (یوسفون) کے درمیان (بلا آخرہ) کے فصل کی وجہ سے ہم کا اعادہ کیا گیا ہے جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ان کے اعمال قیمہ کو مزین کر دیا ہے، خواہش نفس کی آمیزش کی وجہ سے حتیٰ کہ وہ برے اعمال کو بھی اچھے سمجھتے ہیں سو وہ بھٹکتے پھرتے ہیں (یعنی) وہ ان اعمال میں متحیر ہیں ہمارے نزدیک فوج ہونے کی وجہ سے یہی ہیں وہ لوگ جن کے لئے بڑا عذاب ہے یعنی دنیا میں سخت عذاب ہے (وہ) قتل و قید ہے اور وہ لوگ آخرت میں بھی سخت خسارہ میں ہیں ان کے دائمی عذاب کی طرف لوٹنے کی وجہ سے یقیناً آپ کو حکمت والے علم والے کی طرف سے قرآن مشقوتوں کے ساتھ دیا جا رہا ہے اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اہل (یعنی) بیوی سے مدین سے مصر واپسی کے وقت کہا تھا، میں نے دور سے آگ دیکھی ہے وہاں سے یا تو راستہ کی کوئی خبر لیکر آیا (اور حضرت موسیٰ علیہ السلام) راستہ بھول گئے تھے یا کوئی جلتا ہوا شعلہ ہی لے آؤں (بیشہاب قبس) اضافت بیانہ کے ساتھ، اور ترک اضافت کے ساتھ بھی ہے، یعنی لکڑی یا رسی کے سرے میں آگ کا شعلہ تاکہ تم تا پو اور طاعت الہی کی تا سے بدلی ہوئی ہے اور (تَضَطَّلُوۡنَ) صَلَیٰ بِالنَّارِ کسرہ لام اور فتح لام سے مشتق ہے، سردی سے بچاؤ حاصل کیا جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی بابرکت ہے وہ جو اس آگ میں ہے یعنی موسیٰ اور وہ بھی جو اس کے پاس ہے یعنی ملائکہ یا اس کے برعکس اور بَارِکَ متعدی بنفسہ ہے اور متعدی بالحرف بھی، اور فی کے بعد (لفظ) مکان محذوف ہے اور اللہ رب العالمین پاک ہے (یہ جملہ) بھی مجملہ ان جملوں کے ہے جن کے ذریعہ ندا دی گئی، اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ عیوب سے پاک ہے اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں اللہ ہوں زبردست حکمت والا اور تم اپنا عصا ڈالو چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈال دیا سو جب موسیٰ نے اس کو اس طرح حرکت کرتے دیکھا گویا کہ وہ سنبولیا ہے یعنی پتلا سانپ ہے تو وہ (موسیٰ) پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا ارشاد ہوا اے موسیٰ اس سے ڈرو نہیں

ہمارے حضور پیغمبر سانپ وغیرہ سے ڈرا نہیں کرتے ہاں مگر جس نے اپنے اوپر ظلم کیا پھر برائی کے بعد برائی کی جگہ نیکی کرے یعنی توبہ کرے تو میں مغفرت والا رحمت والا ہوں توبہ کو قبول کروں گا اور اس کی مغفرت کر دوں گا اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں یعنی (اپنی) قمیص کے گریبان میں داخل کیجئے اپنے گندی رنگ کے برخلاف وہ بلا کسی مرض کے چمکدار ہو کر نکلے گا یعنی برص وغیرہ کے بغیر اس میں ایسی چمک ہوگی کہ آنکھوں کو خیرہ کر دے گا (یہ دو معجزے) ان نو معجزوں میں سے ہیں جن کو لیکر فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھیجا جا رہا ہے وہ بلاشبہ حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہیں جب ان لوگوں کے پاس ہمارے آنکھیں کھولنے والے واضح اور روشن معجزے پہنچے تو وہ لوگ کہنے لگے یہ صریح یعنی کھلا ہوا جادو ہے اور ان کا انکار کر دیا یعنی اقرار نہیں کیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے یعنی ان کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور یہ بما جاء بہ موسیٰ سے انکار ایمان سے ظلم اور تکبر کے طور پر تھا بما جاء بہ موسیٰ کا تعلق الجعندہ سے ہے پس آپ دیکھ لیجئے ان مفسدوں کا کیسا انجام ہوا جیسا کہ آپ ان کی ہلاکت سے واقف ہیں۔

### حَقِيقَةُ تَرْكِيْبِ تَسْمِيْلٍ وَ تَفْسِيْرِي فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: عَطْفٌ بِزِيَادَةِ صِفَةٍ اس عبارت سے مفسر علام کا مقصد ایک سوال کا جواب دینا ہے سوال یہ ہے کہ کتاب کا عطف القرآن پر عطف اشیٰ علیٰ نفسہ کے قبیل سے ہے اسلئے کہ دونوں ہم معنی ہیں لہذا اس عطف کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔  
جواب: جب معطوف کسی صفت زائد پر مشتمل ہو تو عطف فائدہ سے خالی نہیں ہوتا یہاں معطوف یعنی کتاب صفت مبین کے ساتھ متصف ہے یہ عطف بلا فائدہ نہ ہوا۔

قَوْلُهُ: يُوْتُوْنَ، اِبْقَاءُ سے مضارع جمع مذکر غائب معروف ہے وہ دیتے ہیں۔  
قَوْلُهُ: وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُوْنَ، ہم مبتداء یوقنون اس کی خبر بالآخرة، یوقنون کا متعلق مقدم مبتداء اور خبر کے درمیان جار مجرور کا فصل ہونے کی وجہ سے ہم کا اعادہ کیا گیا ہے تاکہ خبر کا مبتداء کے ساتھ صورتہ اتصال ہو جائے، مفسر علام نے وَأَعِيذْهُمْ الْخ کا اضافہ اسی مقصد کے لئے کیا ہے۔

قَوْلُهُ: يَغْمَهُونَ، غَمٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی حیرت اور تردد کے ہیں۔  
قَوْلُهُ: لِقَبْحِهَا عِنْدَنَا اس عبارت سے یہ شبہ دور کرنا ہے کہ کافروں کے اپنے افعال میں متحیر اور متردد ہونے کا کیا مطلب ہے؟ جبکہ وہ سوچ سمجھ کر اپنے اختیار تیزی کے ساتھ کفر اور اعمال کفریہ کو اختیار کرتے ہیں۔

جواب: ہمارے نزدیک متحیر ہیں نہ کہ اپنے نزدیک مطلب یہ ہے کہ ترسین شیطان اور اخبار رحمن میں تعارض کی وجہ سے متحیر ہیں اور ان کے اندر اتنی بصیرت نہیں کہ حسن اور قبح کے درمیان فرق کر سکیں اور وہ اس میں بھی متحیر رہتے ہیں کہ کفر اور اعمال کفریہ پر ہی قائم و دائم رہیں یا ترک کر دیں، مگر یہ تفسیر خطبان اور شبہ سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ جب کفار اپنے اعمال

کو حسن سمجھتے ہیں تو پھر ان کے متحیر ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں اس لئے بہتر تفسیر وہ ہے جو دیگر حضرات نے کی ہے وہ یہ کہ يَغْمَهُونَ يَسْتَمِرُّونَ وَيَدَاوُمُونَ عَلَيْهَا کے معنی میں ہے (کما ذکرہ ابوسعود) اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ نے يَغْمَهُونَ کی تفسیر يَلْعَبُونَ سے کی ہے۔ (جمل ملخصاً)

قَوْلُهُ: لِمَصْنِرِهِمْ اَخْسَرُوْنَ کی علت ہے، اَخْسَرُوْا اسم تفضیل مبالغہ کے لئے ہے نہ کہ تشریک کے لئے اس لئے کہ مومنوں کے لئے خسران نہیں ہے وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ کا اعراب وہی ہے جو هُمْ بِالْآخِرَةِ هُمُ الْيَوْفُونَ کا ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ مفضل علیہ خود کفار ہی ہیں مگر زمان و مکان کے اختلاف کے ساتھ یعنی کفار دنیا کے اعتبار سے آخرت میں زیادہ خسارہ میں ہوں گے۔

قَوْلُهُ: لَتُلْقَىٰ تَحْتَهُ تَلْقٰی کیا جاتا ہے، تجھے سکھایا جاتا ہے، واحد مذکر حاضر مضارع مجہول، اصل میں تُلْقٰی تھا ایک تاکو حذف کر دیا گیا ہے، یہ متعدی بدو مفعول ہے پہلا مفعول قائم مقام فاعل ہے اور دوسرا مفعول القرآن ہے۔

قَوْلُهُ: بِشِدَّةٍ اس لئے کہ اس میں تکالیف شاقہ ہیں یعنی نزول کے وقت بھی مشقت ہوتی ہے اور عمل کے وقت بھی۔

قَوْلُهُ: بِالْاِضَافَةِ پیش نظر نسخہ جلالین میں ترک اضافت کے ساتھ ہے لہذا اس صورت میں قَبَسِ بمعنی مقبوس شہاب سے بدل ہے یا نعت ہے اور اگر اضافت کے ساتھ ہو جیسا کہ موجودہ نسخہ میں ہے تو یہ اضافت بیانیہ ہوگی۔

قَوْلُهُ: شُعْلَةٌ نَارٍ یہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں کی تفسیر ہے یعنی شہاب بمعنی شعلہ اور قَبَسِ بمعنی نار۔

قَوْلُهُ: فَتَبْلُغَ بَی، بٹی ہوئی چیز۔

قَوْلُهُ: نُودِیَ اس کا نائب فاعل موسیٰ علیہ السلام ہیں، اس صورت میں اَنْ تفسیر یہ ہے اس لئے کہ ما قبل میں نُودِیَ بمعنی قبل موجود ہے، مطلب یہ ہے اَنْ تفسیر یہ مراد لینے کے لئے ضروری ہے کہ ما قبل میں قول یا قول سے مشتق کوئی صیغہ ہو یا قول کے معنی دینے والا کوئی صیغہ ہو، چنانچہ اَنْ تفسیر یہ سے پہلے اگر چہ قول یا اس کے مشتقات میں سے کوئی نہیں ہے مگر نُودِیَ جو کہ قول کے ہم معنی ہے موجود ہے، لہذا یہ اَنْ تفسیر یہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خففہ عن الثقیلہ ہو اور اس کا اسم ضمیر شان ہو اور بورك اس کی خبر ہو، اور اَنْ مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے حذف حرف جر کے ساتھ ای بَأْن اور مدخول اَنْ مصدر کے معنی میں ہو، ای نُودِیَ بِبَرَکَةِ مَنْ فِی النَّارِ بَارَكَ متعدی بنفسہ بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے بَارَكَ اللّٰہُ یہ متعدی بنفسہ کی مثال ہے یا بَارَكَ الرَّجُلَ آدَمی کے لئے برکت کی دعا کی اور حرف یعنی لَام و تِی و عِلّٰی کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے متعدی بالحرف کی مثالیں بَارَكَ اللّٰہُ لَكَ ، بَارَكَ اللّٰہُ فِیْكَ ، بَارَكَ اللّٰہُ عَلَیْكَ۔

قَوْلُهُ: مِنْ جَمَلَةٍ مَّا نُودِیَ مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی نداء دی گئی اس میں جملہ تنزیہیہ بھی ہے یعنی سبحان اللّٰہ رب العالمین۔

قَوْلُهُ: تَهْتَرُ یہ رآھا کی ضمیر مفعولی سے حال ہے وَلٰی مُدْبِرًا، لَمَّا کا جواب ہے۔

**قَوْلُهُ:** اِلَّا لَكِنَّ مَنْ ظَلَمَ مفسر علام نے اِلَّا کی تفسیر لکن سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ مستثنیٰ منقطع ہے مطلب یہ ہے کہ مَنْ ظَلَمَ سے مراد غیر مرسلین ہیں۔

**قَوْلُهُ:** مَنْ ظَلَمَ مبتداء ہے اور فَاِنِّي غفورٌ رحیم اس کی خبر ہے۔

**قَوْلُهُ:** مُبْصِرَةٌ آیات سے حال ہے اور آیات کی جانب مُبْصِرَةٌ کی اسناد مجازی ہے اس لئے کہ آیات دیکھنے والی نہیں ہوتیں بلکہ ان کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے جیسا کہ نہر جاری میں اسناد مجازی ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ مُبْصِرَةٌ اسم فاعل بمعنی اسم مفعول ہے جیسے دافِقٌ بمعنی مذفوقٌ۔

**قَوْلُهُ:** اِسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ یہ جَحَدُوا کے واؤ سے تقدیر قد حال ہے۔

**قَوْلُهُ:** اِی تَقْنُوا اس سے اشارہ کر دیا ہے کہ اِسْتَيْقَنَتْهَا میں سین زائدہ ہے۔

**قَوْلُهُ:** ظَلَمًا وَعُلُوًّا اس کا تعلق جَحَدُوا سے ہے یعنی ظَلَمًا وَعُلُوًّا انکار کی علت ہے۔

**قَوْلُهُ:** کَيْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمَفْسِدِیْنَ، کَيْفَ، کَانَ کی خبر مقدم ہے اور عَاقِبَةُ الْمَفْسِدِیْنَ اسم مؤخر ہے اور پورا جملہ انظر بمعنی تفکر سے متعلق ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحُ

طَسَّ اس کی حقیقی مراد تو اللہ ہی کو معلوم ہے، اس سورت میں چونکہ چیونٹیوں کا ایک واقعہ مذکور ہے اور چیونٹی کو عربی میں نمل کہتے ہیں اس لئے اس سورت کا نام سورہ نمل رکھا گیا ہے اس سورۃ کا دوسرا نام سورہ سلیمان بھی ہے۔ (روح المعانی)

زَيْنًا لَهُمْ اَعْمَالُهُمْ یہ گناہوں کی نحوست اور وبال ہی ہے کہ برائیاں اچھی معلوم ہونے لگتی ہیں، آخرت پر عدم ایمان اس کا بنیادی سبب ہے زَيْنًا میں نسبت باری تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے یہ اس لئے ہے کہ کوئی بھی کام باری تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ کے بغیر نہیں ہو سکتا مگر مشیت اور ارادہ کے لئے رضامندی ضروری نہیں ہے جیسا کہ کڑوی دوا انسان اپنے ارادہ سے تو پیتا ہے مگر رضا اور خوش دلی سے نہیں، تاہم اللہ تعالیٰ کا دستور یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیک اور بد دونوں راستے واضح فرمادیئے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ البتہ انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے جو راستہ بھی اختیار کرتا ہے خواہ نیک ہو یا بد اللہ تعالیٰ اس کے لئے وہی راستہ آسان فرمادیتے ہیں۔

وَ اذْکُرْ اذْ قَالَ مُوسٰی لٰ اَهْلِهٖ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے اپنی اہلیہ کو ساتھ لیکر واپس مصر آرہے تھے، تاریک رات میں راستہ بھول گئے تھے اور سردی کا موسم تھا سردی سے بچاؤ کے لئے آگ کی ضرورت تھی، دور سے آپ کو کوہ طور پر آگ کے شعلے نظر آئے تو آپ اس خیال سے کہ آگ کے پاس اگر کوئی شخص ہو تو اس سے راستہ معلوم کر لوں گا ورنہ آگ تو لے ہی آؤں گا تا کہ اس کے ذریعہ سردی سے بچاؤ حاصل کیا جاسکے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام آگ کے شعلوں کے قریب پہنچے تو ایک سرسبز درخت سے شعلے بلند ہوتے نظر آئے یہ شعلے حقیقت میں آگ نہیں تھے یہ اللہ کا نور تھا۔

فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو ندا آئی کہ مبارک ہے وہ جو آگ میں ہے اور وہ جو اس کے آس پاس ہے، نودی کا نائب فاعل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں پکارنے والے حق تعالیٰ شانہ بھی ہو سکتے ہیں اور ملائکہ بھی، بُورِكَ بمعنی تبارک ہے مَنْ فِي النَّارِ میں مَنْ سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ مفسر علام کی رائے ہے اور وہ درخت بھی مراد ہو سکتا ہے جس پر آگ نظر آئی تھی نور الہی اور ذات حق شانہ تعالیٰ بھی ہو سکتی ہے (خلاصۃ التفاسیر) نثار سے نور مراد ہے ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ درخت پر آگ نہیں تھی بلکہ نور تھا جس کی چمک بڑھتی جاتی تھی، اگر مَنْ فِي النَّارِ سے حق تعالیٰ شانہ یا اس کا نور یا درخت مراد ہو تو حَوْلَهُ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ مراد ہوں گے اور اگر مَنْ فِي النَّارِ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مراد ہوں تو مَنْ حَوْلَهُ سے ملائکہ مراد ہوں گے اور یہی روایت اولیٰ معلوم ہوتی ہے، اور موسیٰ علیہ السلام کا داخل نور ہونا یا تو باعتبار کمال قرب تھا یا فائے صادق (معالم، بحوالہ خلاصۃ التفاسیر) مذکورہ توجیہات میں سے بعض سے خدا کے لئے جسم اور صفت حادث سے متصف ہونے کا یا حلول کا شبہ پیدا ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا سُبْحَنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ اللہ تعالیٰ تمام تخلیقات و ممکنات و حوادث سے منزہ اور پاک ہے، آواز سننے کی جو کیفیت تفسیر بحر محیط میں ابو حیان نے اور روح المعانی میں آلوسی رحمہما اللہ تعالیٰ نے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آواز اس طرح سنی کہ ہر جانب سے یکساں آرہی تھی جس کی کوئی جہت متعین نہیں ہو سکتی تھی، اور سننا بھی ایک عجیب انداز سے ہوا کہ صرف کان نہیں بلکہ جسم کے تمام اعضاء سن رہے تھے جو ایک معجزہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

وَأَلْقِ عَصَاكَ (الآیۃ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر عالم الغیب نہیں ہوتے ورنہ موسیٰ علیہ السلام اپنی ہاتھ کی لٹھی سے نہ ڈرتے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ طبعی خوف نبوت کے منافی نہیں ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی لٹھی سانپ بن کر جھوم رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا، یہ خوف طبعی تھا جان بُلکے سانپ کو کہتے ہیں کہیں پر جان کہا گیا ہے اور کہیں پر شعبان، شعبان بڑے سانپ (اثر ہے) کو کہتے ہیں، دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے ابتداء جان اور انتہاء شعبان ہو گیا تھا، یا جسم و جثہ کے اعتبار سے شعبان تھا مگر سرعت حرکت کے اعتبار سے جان تھا۔

إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلْ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ اس سے پہلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ عصا کا ذکر تھا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ڈر کے مارے پیٹھ پھیر کر بھاگنے کا ذکر ہے اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دوسرے معجزے ید بیضاء کا ذکر ہے درمیان میں اس استثناء کا ذکر کس لئے کیا ہے؟ اور یہ استثناء منقطع ہے یا متصل؟ اس میں حضرات مفسرین کے اقوال مختلف ہیں بعض حضرات نے استثناء کو منقطع قرار دیا ہے اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ پہلی آیت میں انبیاء کرام پر خوف نہ ہونے کا ذکر تھا برسمیل تذکرہ ان لوگوں کا بھی ذکر آ گیا جن پر خوف طاری ہونا چاہئے، یعنی وہ لوگ جن سے کوئی خطا سرزد ہوئی پھر توبہ کر کے نیک اعمال اختیار کر لئے ایسے حضرات کی اگرچہ اللہ تعالیٰ خطا معاف کر دیتے ہیں مگر معافی کے بعد بھی گناہ کے بعض آثار باقی رہنے کا احتمال ہے اس سے یہ حضرات ہمیشہ خائف رہتے ہیں، اور اگر اس استثناء



کو متصل قرار دیں تو معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ اللہ کے رسول ڈر نہیں کرتے بجز ان کے کہ جن سے کوئی خطا (یعنی کوئی لغزش سرزد ہوگئی ہو) پھر اس سے بھی توبہ کر لی ہو تو اس توبہ سے یہ لغزش معاف ہو جاتی ہے اور صحیح تر بات یہ ہے کہ انبیاء سے جو لغزش سرزد ہوئی ہے، وہ درحقیقت گناہ ہی نہیں ہے نہ کبیرہ نہ صغیرہ البتہ صورت گناہ کی تھی ورنہ درحقیقت خطائے اجتہادی تھی، اس مضمون میں اس طرف بھی اشارہ پایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام سے جو قبلی قتل کرنے کی لغزش ہوگئی تھی وہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادی مگر اس کا یہ اثر رہا کہ موسیٰ علیہ السلام پر خوف طاری ہو گیا اگر یہ لغزش نہ ہوئی ہوتی تو یہ وقتی خوف بھی نہ ہوتا۔

(قرطبی بحوالہ معارف)

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِسْمًا عَٰلَمًا بِالْقَضَاءِ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْطِقِ الطَّيْرِ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَقَالَ شُكْرًا لِلَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا بِالنَّبُوءَةِ وَتَسْخِيرِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالشَّيَاطِينِ عَلَى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ النَّبُوءَةَ وَالْعِلْمَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ حُكِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ أَيْ فَهَمُ أَصْوَاتِهِ وَأَوْتَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْتَاهُ الْأَنْبِيَاءُ وَالْمُلُوكُ لِأَنَّ هَذَا الْمُؤْتَى لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ۝ الْبَيِّنُ الظَّاهِرُ وَحُشِرَ جَمْعُ سُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فِي مَسِيرِهِ فَهُمْ يُورَعُونَ ۝ يُجْمَعُونَ ثُمَّ يُسَاقُونَ حَتَّىٰ إِذَا اتَّوَعَلَ وَادِ النَّمْلِ وَادِ الشَّمْلِ هُوَ بِالشَّامِ نَمْلَةٌ صَغِيرٌ أَوْ كِبَارٌ قَالَتْ نَمْلَةٌ مَلَكَةُ النَّمْلِ وَقَدْ رَأَتْ جُنْدَ سُلَيْمَانَ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ يَكْسِرَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ بِهِلَاكُمْ نَزَلَ النَّمْلُ سَنِرَةَ الْعُقْلَاءِ فِي الْخِطَابِ بِخِطَابِهِمْ فَتَبَسَّمَ سُلَيْمَانُ إِنِّدَاءً ضَاحِكًا لِّنْتِهَاءِ مَنْ قَوْلِهَا وَقَدْ سَمِعَهُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَمْيَالٍ حَمَلَتْهُ الرِّيحُ إِلَيْهِ فَحَبَسَ جُنْدَهُ حِينَ أَشْرَفَ عَلَى وَادِيهِمْ حَتَّىٰ دَخَلُوا بُيُوتَهُمْ وَكَانَ جُنْدُهُ رُكْبَانًا وَمُشَاةً فِي هَذَا الْمَسِيرِ وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَهْمُنِي أَمْ أَشْكُرْ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ بِنَا عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَتِي وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ۝ الْأَنْبِيَاءُ وَالْأَوْلِيَاءُ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ لِيَرَىٰ الْهُدْهُدَ الَّذِي يَرَى الْمَاءَ تَحْتَ الْأَرْضِ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ بِنَقَرِهِ فِيهَا فَتَسْتَخْرِجُهُ الشَّيَاطِينُ لِأَخْتِيَابِ سُلَيْمَانَ إِلَيْهِ لِلصَّلَاةِ فَلَمْ يَرَهُ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَيْ أَعْرَضَ لِي مَا مَنَعَنِي مِنْ رُؤْيَيْهِ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۝ فَلَمْ أَرَهُ لِعَيْنَيْهِ فَلَمَّا تَحَقَّقَهَا قَالَ لَكُذِّبَتْهُ عَذَابًا أَيْ تَغْذِيبًا شَدِيدًا بِنَتَبِ رِيْشِهِ وَذَنْبِهِ وَرَمِيهِ فِي الشَّمْسِ فَلَا يَمْتَنِعُ مِنَ الْهَوَامِ أَوْ لَا أَذْبَحَتْهُ بِقَطْعِ حُلُقُوبِهِ أَوْ لِيَا لَيْتَنِي بَنُونَ مُشْدَدَةٌ مُكْسُورَةٌ أَوْ مَفْتُوحَةٌ يَلِيهَا نُونٌ مُكْسُورَةٌ سُلَاطِنٌ مُبِينٌ ۝ بَرَهَانَ بَيِّنٍ ظَاهِرٍ عَلَىٰ عُذْرِهِ.

**ترجمہ:** اور ہم نے داؤد اور اس کے بیٹے سلیمان کو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا علم عطا کیا اور پرند وغیرہ کی بولی سکھائی اور ان دونوں حضرات نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو نبوت کے ذریعہ اور جن وانس وشیاطین کی تسخیر کے ذریعہ اپنے مومن بندوں میں سے بہت سوں پر فضیلت عطا فرمائی اور سلیمان

عَلَيْهِ السَّلَامُ نبوت اور علم میں داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے وارث ہوئے اور سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی یعنی ان کی آواز کی سمجھ سکھائی اور ہم کو ہر وہ شے عطا فرمائی جو انبیاء اور ملوک کو عطا کی جاتی ہے (یعنی جس کی ان کو حاجت ہوتی ہے) بلاشبہ واقعی یہ عطا کردہ شے اس کا بڑا فضل ہے (کھلا ہوا فضل ہے) اور سلیمان کے سامنے ایک سفر میں ان کا لشکر جمع کیا گیا جو کہ جن و انس اور پرند پر مشتمل تھا ان کو جمع کیا جاتا تھا پھر اسے چلایا جاتا تھا یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے وہ میدان طائف میں یا شام میں تھا، وہ چیونٹیاں چھوٹی (نسل کی) تھیں یا بڑی، ایک چیونٹی نے جو کہ چیونٹیوں کی رانی تھی کہا اور اس نے سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے لشکر کو دیکھ لیا تھا اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تم کو بے خبری میں روند ڈالے یعنی ان کو تمہاری ہلاکت کی خبر بھی نہ ہو، چیونٹیوں کو خطاب میں، ان سے خطاب کرتے ہوئے بمنزلہ عقلاء کے اتار لیا گیا، سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام اس کی بات سکر مسکرا کر ہنس دیئے یعنی ابتداء مسکرائے اور آخر کار ہنس دیئے اور سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے چیونٹی کی بات تین میل سے سن لی تھی، ہوانے اس بات کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام تک پہنچا دیا تھا، چنانچہ سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام جب وادی کے قریب پہنچے تو اپنے لشکر کو روک لیا، یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں داخل ہو گئیں، اور حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا لشکر اس سفر میں سوار اور پیادہ پر مشتمل تھا (حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام) اللہ سے یہ دعا کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار آپ مجھے الہام کیجئے (توفیق دیجئے) کہ تیری ان نعمتوں کا شکر یہ ادا کروں جو تو نے میرے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں اور یہ کہ میں ایسے اعمال کرتا رہوں کہ جن سے تو خوش رہے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں یعنی انبیاء و اولیاء میں داخل فرما اور آپ نے پرندوں کی جانچ پڑتال کی تاکہ ہدہد کو دیکھیں جو پانی کو زیر زمین دیکھ لیتا ہے اور زمین پر اپنی چونچ مار کر اس کی نشاندہی کر دیتا ہے اور شیاطین پانی کو سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی نماز (وغیرہ) کی ضرورت کے لئے نکال لیتے (تھے) چنانچہ (حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام) نے ہدہد کو نہ پایا تو (حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام) فرمانے لگے کیا بات ہے کہ ہدہد مجھے نظر نہیں آ رہا؟ یعنی کیا کوئی چیز میرے سامنے آئے آگئی ہے؟ جو مجھے اس کے دیکھنے سے مانع ہوگئی ہے کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے کہ میں اس کو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے نہیں دیکھ رہا ہوں جب اس کی غیر حاضری متحقق ہوگئی تو حضرت سلیمان فرمانے لگے کہ میں اس کو سخت سزا دوں گا اس کے پروں کو نوچ کر اور اس کی دم کو اکھاڑ کر اور اس کو دھوپ میں ڈال کر، جس کی وجہ سے وہ کیڑے مکوڑوں سے محفوظ نہ رہ سکے گا یا اس کا گلا کاٹ کر ذبح کر دوں گا، یا میرے سامنے کوئی واضح دلیل (عذر) پیش کرے لَیْسَ لَیِّتَنِّیْ میں نون مشد و مسورہ کے ساتھ یا نون مفتوحہ جس کے ساتھ نون مسورہ ملا ہو یعنی اپنے عذر کی کوئی واضح دلیل پیش کرے۔

### تَحْقِیْقُ تَرْکِیْبِ تَسْمِیْلِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: آتَيْنَا بِمَعْنَى اَعْطَيْنَا طَبِیْرُ طَائِرِ کی جمع ہے پرندہ قَالَ یَاٰیْهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنْطِقَ الطَّبِیْرِ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا اپنے لئے جن کا صیغہ استعمال کرنا یہ سیاست شاہانہ طرز خطاب ہے نہ کہ تکبراً (روح البیان میں ہے) اَلْتَّوْنُ نُوْنُ

الواحد المطاع على عادة الملوك فَإِنَّهُمْ يَتَكَلَّمُونَ مثل ذلك رعاية لقاعدة السياسة اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ عَلِمْنَا اِی انا و ابی مگر یہ تاویل حضرت سلیمان ؑ کے پرندوں کی بولی سمجھنے کے اختصاص کے منافی ہے جیسا کہ مشہور ہے اگرچہ حضرت سلیمان ؑ کو پرندوں کے علاوہ دیگر حیوانات کی بولی سمجھنے کا معجزہ عطا فرمایا گیا تھا مگر چونکہ پرندے ہمہ وقت آپ پر سایہ لگن رہتے تھے اس لئے پرندوں کا تذکرہ خاص طور پر کیا گیا ہے مَنطِق کا عطف قضاء پر ہے باکے تحت میں ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اِی عَلِمًا بالقضاء وبمنطق الطیر۔

قَوْلُهُ: وَغَيْرَ ذَلِكَ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت سلیمان ؑ کو پرندوں کی بولی سمجھنے کے علاوہ اور دیگر حیوانات کی بولی سمجھنے کا علم بھی عطا کیا گیا تھا۔

قَوْلُهُ: حَتَّى إِذَا أَتَوْا بِمَحْذُوفٍ کی غایت ہے تقدیر عبارت یہ ہے فَسَارُوا حَتَّى إِذَا أَتَوْا اور بعض حضرات نے يُوَزَعُونَ کی غایت قرار دیا ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی فَهُمْ يَسِيرُونَ ممنوعاً بعضهم من مفارقة بعض حَتَّى إِذَا أَتَوْا على وادى النملة۔

قَوْلُهُ: فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ اِی فی جملة عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ حذف مضاف کے ساتھ اور صالحین سے کامل صالحین مراد ہیں جو کہ انبیاء ہی ہوتے ہیں لہذا یہ شبہ ختم ہو گیا کہ نبی کا صالحین میں شامل ہونے کی دعاء سے کیا مقصد ہے؟ جبکہ انبیاء رتبہ کے اعتبار سے اعلیٰ ہوتے ہیں۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ ابْنَهُ عَلِمًا حق سبحانہ تعالیٰ حضرت موسیٰ ؑ کا قصہ بیان کرنے کے بعد داؤد ؑ اور سلیمان ؑ کے صاحبزادے حضرت سلیمان ؑ کا قصہ بیان فرماتے ہیں، یہ قصے اور ان سے ما قبل و ما بعد کے قصے دراصل وَأَنَّكَ لَتَلَقَى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ کے لئے بمنزلہ تائید و تقریر کے ہیں، اس لئے کہ ایک امی کے لئے جس کا اہل کتاب سے بھی کوئی رابطہ و تعلق نہیں ہے گذشتہ ہزاروں سال کے واقعات کو من و عن صحیح بیان کرتا ہے اس کی معلومات کا ذریعہ وحی الہی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ گویا کہ ان واقعات کو سنانے اور بیان کرنے کا صاف اور صریح مقصد وَأَنَّكَ لَتَلَقَى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ کی تائید و تقریر ہے عَلِمًا میں تنوین یا تنووع کے لئے ہے یا پھر تعظیم کے لئے ہے یعنی عَلِمًا کثیراً علم کا راست مصداق تو وہی علوم ہیں جو نبوت و رسالت سے متعلق ہوتے ہیں، مگر اس کے عموم میں دیگر علوم و فنون بھی شامل ہوں تو بعید نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد ؑ کو زورہ سازی کی صنعت سکھائی تھی حضرت داؤد ؑ اور سلیمان ؑ زمرہ انبیاء میں ایک خاص امتیاز یہ رکھتے ہیں کہ ان کو رسالت اور نبوت کے ساتھ ساتھ سلطنت بھی عطا کی گئی تھی اور سلطنت بھی ایسی بے نظیر کہ صرف انسانوں پر نہیں بلکہ جنات اور جانوروں پر بھی ان کی حکمرانی تھی، ان عظیم الشان نعمتوں میں سے سب سے پہلے نعمت علم کا ذکر فرمانے سے اشارۃ النص کے طور پر اس طرف اشارہ ہو گیا کہ نعمت علم تمام دیگر نعمتوں سے

فائق اور بالاتر ہے وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ میں واو عطف کے لئے ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے اس لئے کہ یہ مقام فاقا ہے تقدیر عبارت یہ ہے وَلَقَدْ آتَيْنَاهُمَا عِلْمًا فَعَمِلَا وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

انبیاء کے مال میں وراثت نہیں ہوتی، وَوَرِثَ سَلِيمُنْ دَاوُدَ میں وراثت سے وراثت علم و نبوت مراد ہے نہ کہ مالی، آپ ﷺ نے فرمایا نَحْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُورِثُ یعنی انبیاء نہ وارث ہوتے ہیں اور نہ مورث، حضرت ابوالدرداء سے ترمذی اور ابوداؤد میں روایت ہے العلماء وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَانِ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُورَثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَكِنْ وَرَثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحِظِّ وَافِرٍ یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں لیکن انبیاء میں وراثت علم نبوت کی ہوتی ہے مال کی نہیں، حضرت ابو عبد اللہ کی روایت اس مسئلہ کو اور زیادہ واضح کر دیتی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور آنحضرت ﷺ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث ہوئے (روح عن الكليني بحوالہ معارف) عقلی طور پر بھی یہاں وراثت مالی مراد نہیں ہو سکتی اس لئے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس صاحبزادے تھے اگر وراثت مالی مراد ہوتی تو سب لڑکے وارث ہوتے حضرت سلیمان کی تخصیص کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وراثت سے وراثت علم و نبوت مراد ہے، ان دلائل کے بعد طبری کی وہ روایت غلط ہو جاتی ہے جس میں انہوں نے بعض ائمہ اہل بیت کے حوالہ سے مالی وراثت مراد لی ہے۔ (روح، معارف)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات اور خاتم الانبیاء علیہ السلام کی ولادت کے درمیان ایک ہزار سات سو سال کا فاصلہ ہے اور یہودیہ فاصلہ ایک ہزار چار سو سال بتاتے ہیں، سلیمان علیہ السلام کی عمر پچاس سال سے کچھ زیادہ ہوئی ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک سو سال ہوئی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا آپ ﷺ کو وارث قرار دینا وراثت علمی ہی کی صورت میں ہو سکتا ہے اس لئے کہ وراثت مالی کی مستحق تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ اولاد ہے جو سلیمان علیہ السلام کے بعد بقید حیات رہی۔

بخاری اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا نَوْرَثُ مَاتَرَ كِنَاهُ صَدَقَةٌ هُمْ وَارِثٌ نہیں بنائے جاتے جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے، آیت میں وراثت اصطلاحی مراد نہیں ہے، بلکہ مجازی معنی خلافت اور جانشینی مراد ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے يَرْثُونَ الْفَرْدُوسَ اور حدیث شریف میں آیا ہے العلماء وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ نیز حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْہُ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے بازار میں آواز لگائی ”چلو مسجد میں میراث رسول اللہ تقسیم ہو رہی ہے“ لوگ دوڑے ہوئے مسجد میں گئے مسجد میں کچھ نہ پایا، البتہ ایک جماعت تعلیم و تعلم میں مصروف تھی، لوگوں نے کہا مال کہاں ہے؟ فرمایا یہی ہے میراث رسول، اور اگر میراث مجازاً مراد نہ ہو بلکہ وراثت مالی ہی مراد ہو جیسا کہ بعض روافض کا قول ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹوں میں سے دوسرے کیوں محروم کر دیئے گئے؟ اس کا یہ جواب کہ عدم ذکر کے لئے نفی لازم نہیں، یہ خلاف سیاق ہے اس لئے کہ اگر حضرت سلیمان کی تخصیص مقصود نہ ہو تو معمولی ذکر سے کیا فائدہ؟ ہر بیٹا باپ کا وارث ہوتا ہی ہے، اور اگر نبوت اور علم مراد ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے تو اس میں میراث، خلافت و جانشینی کے اعتبار سے ہوگی اس لئے

کہ یہ اوصاف نہ مملوک ہوتے ہیں اور نہ بعینہ منتقل ہوتے ہیں اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاء کی میراث خلافت و جانشینی کی ہوتی ہے تو اس سے روافض کے اس قول کا رد بھی ہو گیا جو کہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کو وارث باغ فدک سمجھ ہوئے ہیں حالانکہ وہ بطور نفقہ حضور کے متعلقین کے لئے تھا نہ کہ مملوک، اس لئے کہ متروکات انبیاء میراث نہیں ہوتے وقال یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ بات لوگوں سے تحدیثِ نعمت کے طور پر کہی، علم منطق الطیر سے مراد پرندوں کی بولی سمجھنا ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ دیگر حیوانوں کی بولی کی سمجھ بھی عطا فرمائی گئی اور پرندوں کی بولی کی فہم کی تخصیص نہیں تھی، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ پرندوں کی بولی کی ہی فہم عطا فرمائی گئی تھی دیگر حیوانوں کی بولی کی فہم عطا نہیں کی گئی تھی، بعض اوقات خاص طور پر جبکہ چیونٹی کی عمر دراز ہو جائے تو پر نکل آتے ہیں یہ چیونٹی بھی پر دار تھی لہذا کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔

أَوْتَيْنَا وَعَلَّمْنَا حضرت سلیمان علیہ السلام کی مراد خود اپنی ذات ہی ہے اور ان دونوں صیغوں میں نونِ عظمت ہے جس کو ملوک و سلاطین سیارۃ استعمال کیا کرتے ہیں۔

فی مسیرۃ سے علامہ محلی کا اشارہ اس طرف ہے کہ کسی خاص سفر میں کہیں جانے کے لئے انسانوں، جنوں، چرندوں و پرندوں کا یہ لاؤ لشکر جمع کیا گیا تھا۔

يُوزَعُونَ اگر وَزَعُ و زَعَا سے مشتق ہو تو اس کے معنی روکنے کے ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر اتنی بڑی تعداد میں تھا کہ راستہ میں روک روک کر ان کو درست کیا جاتا تھا تا کہ شاہی لشکر بد نظمی اور انتشار کا شکار نہ ہو اسی مادہ سے ہمزہ سلب کا اضافہ کر کے اَوْزَعْنِي بنایا گیا ہے جو اگلی آیت (۱۹) میں آرہا ہے، اور بعض حضرات نے يُوْزَعُونَ کو تَوْزِيعُ سے مشتق مانا ہے جس کے معنی تفریق کے ہیں، مطلب یہ ہوگا کہ سب کو الگ الگ جماعتوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا، مثلاً انسانوں کا گروہ، جنوں کا گروہ، پرندوں اور حیوانات کا گروہ وغیرہ وغیرہ، ایسا فوجی نظام کے ماتحت کیا جاتا تھا اور ہر گروہ کا الگ ذمہ دار مقرر کر دیا جاتا تھا، نملۃ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے اس کی جمع نملٌ آتی ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ جس چیونٹی کی آواز حضرت سلیمان نے سنی وہ مؤنث تھی اور دلیل قالت نملۃ میں فعل کی تانیث کو پیش کیا ہے، ابو حیان نے اس کا انکار کیا ہے۔ (فتح القدیر)

حَتَّىٰ إِذَا اتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ (الآیۃ) اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں ① یہ کہ حیوانات میں بھی ایک خاص قسم کا شعور ہوتا ہے جو انسان سے بہت کم ہو ② یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اتنی عظمت اور فضیلت کے باوجود عالم الغیب نہیں تھے اسی لئے چیونیوں کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں بے خبری میں ہم روند نہ دیئے جائیں ھُدھُد کے واقعہ میں أَحْطُتْ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے ③ یہ کہ حیوانات بھی اس عقیدہ صحیحہ سے بہرہ ور ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ④ یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کے علاوہ دیگر حیوانات کی بولی بھی سمجھتے تھے، یہ علوم حضرت سلیمان علیہ السلام کو بطور اعجاز عطا ہوئے تھے۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ، تَفَقَّدَ کے معنی جانچ پڑتال کرنا، حاضر وغیرہ حاضر کی تحقیق کرنا ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کو رعایا کی خبر گیری کرنی چاہئے اور ان کی حالت سے واقفیت کے طریقوں کو استعمال کرنا چاہئے یہ اس کے فرائض میں داخل ہے آپ ﷺ کی بھی عادت شریفہ تھی کہ صحابہ کرام کی حالت سے باخبر رہنے کا اہتمام فرماتے تھے جو شخص غیر حاضر ہوتا اور مسجد میں نظر نہ آتا اس کے بارے میں دریافت فرماتے اگر بیمار ہوتا تو عیادت کے لئے تشریف لیجاتے اور اگر کسی پریشانی میں مبتلا ہوتا تو اس کے ازالہ کی تدبیر فرماتے۔

فَمَكَثَ بَضَمَ الْكَافِ وَفَتَحَهَا غَيْرَ بَعِيدٍ اِی یَسِيرًا بِنَ الرَّمَانِ وَحَضَرَ لِسُلَيْمَانَ مُتَوَاضِعًا يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَاِرْخَاءَ ذَنْبِهِ وَجَنَاحَيْهِ فَعَفَا عَنْهُ وَسَلَّاهُ عَمَّا لَقِيَ فِي غَيْبَتِهِ فَقَالَ اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ اِی اُطْلَعْتُ عَلَى مَا لَمْ تَطْلُعْ عَلَيْهِ وَجُنَّتْكَ مِنْ سَيِّئًا بِالصَّرَفِ وَتَرْكِهِ قَبِيلَةَ بِالْيَمَنِ سُمِّيَتْ بِاسْمِ جَدِّ لَهُمْ بِاِغْتِبَارِهِ صُرِفَ بِنَكْبًا بِخَيْرٍ يَقِينٍ ۝ اِی وَجَدْتُ امْرَاةً تَمْلِكُهُمْ اِی ہبی مِلْكَةً لَهُمْ اِسْمُهَا بَلْقِيسُ ۝ اَوْتَيْتُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ تَخْتِاجُ اِلَيْهِ الْمُلُوكُ مِنْ الْاَلَةِ وَالْعُدَّةِ وَلَهَا عَرْشٌ سَرِيرٌ عَظِيمٌ ۝ طَوْلُهُ ثَمَانُونَ ذِرَاعًا وَعَرْضُهُ اَرْبَعُونَ ذِرَاعًا وَاِرْتِفَاعُهُ ثَلَاثُونَ ذِرَاعًا مَضْرُوبٌ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ مُكَلَّلٌ بِالذَّرِّ وَالْيَاقُوتِ الْاَحْمَرِ وَالزُّبُرِ جَدِ الْاَخْضَرِ وَالزَّمْرُدِ وَقَوَائِمُهُ مِنَ الْيَاقُوتِ الْاَحْمَرِ وَالزُّبُرِ جَدِ الْاَخْضَرِ وَالزَّمْرُدِ عَلَيْهِ سَبْعَةُ بُيُوتٍ عَلَى كُلِّ بَيْتٍ بَابٌ مُغْلَقٌ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالُهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ طَرِيقِ الْحَقِّ فَهُمْ لَاهِتَدُونَ ۝ اَلَا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ اِی اَنْ يَسْجُدُوْا لَهْ فَرِيْدَتٌ لَا وَاُدْعِمَ فِيْهَا نُوْنٌ اَنْ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالٰی لِثَلَاثًا يَعْلَمُ اَهْلُ الْكِتَابِ وَالْجُمْلَةُ فِي مَوْضِعٍ مَّفْعُولٌ يَهْتَدُونَ بِاسْقَاطِ اِلَى الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ مَضَرَّرَ بِمَعْنَى الْمَخْبُوءِ مِنَ الْمَطَرِ وَالنَّبَاتِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ فِي قُلُوبِهِمْ وَمَا تَعْلَمُونَهُ ۝ بِالْيَسْتَنِيهِمْ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ اِسْتَبْنَاتٌ جُمْلَةُ ثَنَاءٍ مُشْتَمِلٌ عَلَى عَرْشِ الرَّحْمَنِ فِي مُقَابَلَةِ عَرْشِ بَلْقِيسَ وَبَيْنَهُمَا بَوْنٌ عَظِيمٌ ۝ قَالَ سُلَيْمَانُ لِلْمُهْدَبِدِ سَنَنْظُرُ اَصْدَقْتَ ۝ فِيمَا اَخْبَرْتَنَا بِهِ اَمَرْتُكَ مِنَ الْكَذِبِ ۝ اِی مِنْ هَذَا النُّوعِ فَهُوَ اَبْلَغُ مِنْ اَمْ كَذَبْتَ فِيْهِ ثُمَّ دَلَّهُمْ عَلَى الْمَاءِ فَاسْتَخْرَجَ وَارْتَوَوْا وَتَوَضَّأُوا وَصَلُّوْا ثُمَّ كَتَبَ سُلَيْمَانُ كِتَابًا صُوْرَتُهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ اِلَى بَلْقِيسَ مِلْكَةٍ سَيِّئًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ السَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰى اِمَّا بَعْدُ فَلَا تُغْلَوْا عَلٰى وَاَتَتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ثُمَّ طَبَعَهُ بِالْمِسْكِ وَخَتَمَهُ بِخَاتَمِهِ ثُمَّ قَالَ لِلْمُهْدَبِدِ اِذْهَبْ بِكِتَابِيْ هَذَا فَاَلْقِهِ اِلَيْهِنَّ اِی بَلْقِيسَ وَقَوْمَهَا ثُمَّ تَوَلَّى اِنْصَرَفَ عَنْهُمْ وَقَفْتُ قَرِيْبًا مِنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ۝ يَرُدُّونَ مِنَ الْجَوَابِ فَاُخْذَهُ وَاَتَاهَا وَحَوْلَهَا جُنْدُهَا فَاَلْقَاهُ فِي حَجْرٍ بِهَا فَلَمَّا رَأَتْهُ اِرْتَعَدَتْ وَخَضَعَتْ خَوْفًا ثُمَّ قَالَتْ لَا اَشْرَافَ قَوْمَهَا اِلَّا اِنَّهَا الْمَلَكُوتُ بِتَحْقِيقِ الْهَمَزَتَيْنِ وَتَسْهِيْلِ الثَّانِيَةِ بِقَلْبِهَا

وَاَوَامِرُكَ سُورَةٌ اِنِّیْ اَنْفَقِیْ اِلَیْكَ كِتٰبَ كَرِیْمٍ ۝۱۰ مَخْتُومٌ ۝۱۱ اِنَّهُ مِنْ سَلٰمٍ وَّ اٰیٰتٍ مَّضْمُوْنَةٍ ۝۱۲ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۱۳ اَلَّا تَعْلَمُوْا عَلٰی وَاَتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ۝۱۴

۱۷

**ترجمہ:** فَمَكْتُوفٌ کاف کے ضمہ اور فتح کے ساتھ، چنانچہ تھوڑی دیر گزری تھی کہ (اس نے آکر) کہا یعنی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ بازو اور دم لٹکائے ہوئے اور سر اٹھائے ہوئے عاجزانہ طریقہ پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو معاف کر دیا اور زمانہ غیبت میں پیش آنے والے واقعہ کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے کہا میں ایسی خبر لایا ہوں کہ آپ کو اس کی خبر نہیں یعنی میں ایسی خبر پر مطلع ہوا ہوں کہ آپ کو اس کی اطلاع نہیں اور میں (قوم) سبا کی سچی خبر آپ کے پاس لایا ہوں سَبَأُ منصرف اور غیر منصرف دونوں ہے، سبا میں ایک قبیلہ کا نام ہے جو کہ ان کے جد البعد کے نام پر رکھا گیا ہے اور اسی وجہ سے یہ منصرف ہے (اور اگر قبیلہ کا نام ہو تو علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا) میں نے دیکھا کہ ان پر ایک عورت حکومت کر رہی ہے یعنی وہ ان کی ملکہ ہے اس کا نام بلقیس ہے اور اس کے پاس ہر قسم کا ساز و سامان ہے جس کی بادشاہوں کو ضرورت ہوتی ہے، یعنی ہتھیار اور دیگر سامان اور اس کا ایک عظیم الشان تخت بھی ہے جس کی لمبائی اتنی ہاتھ اور چوڑائی چالیس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ ہے، سونے چاندی سے جڑا ہوا ہے، موتیوں اور یاقوت سرخ اور زبرجد اور زمرد سے آراستہ ہے اور اس کے پائے یاقوت احمر اور زبرجد اخضر اور زمرد کے ہیں، اور اس پر سات کمرے ہیں اور ہر کمرے پر بند دروازہ ہے میں نے اس کو اور اس کی قوم کو اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نظر میں آراستہ کر کے پیش کر دیئے ہیں جس کی وجہ سے ان کو (شیطان) نے راہ حق سے روک دیا ہے پس وہ ہدایت پر نہیں آتے یہ کہ اللہ کو سجدہ کریں لَا زَانِدَہ ہے اس میں اَنْ کُوْدُغْم کر دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول لِسَلٰمٍ یَعْلَمُ اَهْلُ الْکِتٰبِ حَرْفِ اَلِیْ کُوْحَدَف کر کے بَہْتَدُوْنَ کے مفعول کی جگہ میں ہے وہ (اللہ) کہ جو زمین اور آسمانوں کی مخلوق چیزوں یعنی بارش اور نباتات کو باہر نکالتا ہے اَلْخَبْأُ مصدر مَخْبُوْءٌ کے معنی میں ہے اور جن چیزوں کو تم اپنے دلوں میں چھپاتے ہو اور جن چیزوں کو اپنی زبان سے ظاہر کرتے ہو وہ جانتا ہے وہی معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا مالک ہے یہ جملہ متانفہ ثنائیہ ہے، بلقیس کے تخت کے مقابلہ میں رحمن کے تخت پر مشتمل ہے حالانکہ ان کے درمیان بون بعید ہے (بوا فریق ہے) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اب ہم دیکھیں گے کہ آیا تم نے اس بات میں جس کی تم نے ہم کو خبر دی سچ بولا یا تم جھوٹوں میں سے ہو یعنی جھوٹوں کی قسم سے ہو یہ جملہ اَمْ كَذَبْتَ فِیْہِ سے زیادہ بلیغ ہے، پھر (ہد ہد) نے ان کے لئے پانی کی نشاندہی کی، چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے پانی نکلوایا، سب لوگ سیراب ہوئے وضو کیا نماز پڑھی، پھر سلیمان علیہ السلام نے ایک خط لکھا جس کا متن (حسب ذیل) ہے، اللہ کے بندے سلیمان بن داؤد کی طرف سے سبا کی ملکہ بلقیس کے نام، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ السَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهَدٰی اَمَّا بَعْدُ! میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور تابع فرمان ہو کر میرے پاس چلی آؤ پھر اس خط کو مشک سے سر بند کر دیا اور اس پر اپنی مہر بھی لگا دی، پھر ہد ہد سے فرمایا میرا یہ خط لیجا اور ان یعنی بلقیس اور اس کی قوم کو

پہنچا دے پھر ان کے پاس سے ہٹ جانا اور ان کے قریب ہی کھڑے ہو جانا، اور دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ چنانچہ ہد ہد نے وہ خط لیا اور بلقیس کے پاس آیا، حال یہ ہے کہ بلقیس کے گرد اگر دشکر تھا چنانچہ ہد ہد نے وہ خط بلقیس کی گود میں ڈال دیا جب بلقیس نے وہ خط دیکھا تو لرزہ بر اندام ہو گئی اور عاجزی کرنے لگی، اپنی قوم کے شرفاء سے کہنے لگی اے سردار و میری طرف ایک با وقعت یعنی سر بمبر خط ڈالا گیا ہے دونوں ہمنروں کی تحقیق کے ساتھ اور ثانی کی تسہیل یعنی واؤ مکسورہ سے بدل کر جو سلیمان کی طرف سے ہے جس کا مضمون یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ کہ میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار ہو کر میرے پاس چلی آؤ۔

## حَقِیْقِیْ تَرْکِیْبِیْ تَسْهِیْلِیْ تَفْسِیْرِیْ فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: اَبْلَغُ مِنْ اَنْ كَذَبْتَ فِیْهِ یہ اس سوال کا جواب ہے کہ اَمْ كَذَبْتَ مختصر بھی ہے اور مشہور اور کثیر الاستعمال بھی پھر اخصر کو چھوڑ کر اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِیْنَ کو جو کہ طویل بھی اور غیر معروف بھی کیوں اختیار فرمایا؟  
جَوَابُ: اَمْ كَذَبْتَ صدور کذب اخبائاً پر دلالت کرتا ہے اور اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِیْنَ دوام کذب اور عادت کذب پر دلالت کرتا ہے اس لئے اخصر کو چھوڑ کر اطول کو اختیار کیا۔

قَوْلُهُ: فَانْظُرْ (الآیة) انظر بمعنی انتظار ہے اور ما بمعنی الذی ہے، صلہ چونکہ جملہ ہے اس لئے عائد محذوف ہے تقدیر عبارت انتظر الذی یرجعونہ ہے وتسہیل الثانیة بقلیہا واوا مکسوراً یہاں تسہیل سے معروف تسہیل مراد نہیں ہے بلکہ ہمزہ ثانیہ کو واؤ سے بدلنا مراد ہے یعنی یَا اَيُّهَا اَلْمَلَأُ وَنَیْ اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتَابُ کَرِیْمٍ سے مہر لگا ہوا خط مراد ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کَرِیْمُ الْکِتَابِ ختمہ خط کا باوقار ہونا اس کا مختوم ہونا ہے۔

قَوْلُهُ: اَنَّهُ مِنْ سَلِیْمَانَ جملہ متانفہ ہے یعنی سوال مقدر کا جواب ہے جب بلقیس نے کہا اِنِّیْ اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتَابُ کَرِیْمٍ سوال ہوا مَا هُوَ؟ جواب دیا اِنَّهُ مِنْ سَلِیْمَانَ الخ۔

قَوْلُهُ: اَلَّا تَعْلَوْا عَلٰی یَا تُو کِتَابٌ سے بدل ہونے کی وجہ سے محلا مرفوع ہے یا مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اِنِّیْ مَضْمُونُهُ اَلَّا تَعْلَوْا عَلٰی وَاَتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحُ

حاکم کو اپنی رعیت اور مشائخ کو اپنے مریدوں اور استاد کو اپنے شاگردوں کی خبر گیری ضروری ہے

آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی رعایا کے ہر طبقہ پر نظر رکھتے تھے اور ان کے حالات سے اتنے باخبر رہتے کہ ہد ہد جو طیور میں کمزور اور چھوٹا بھی ہے وہ حضرت سلیمان کی نظر سے اوجھل نہیں ہوا، اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے



کہ حاکم کو خاص طور پر کمزور رعایا کی خبر گیری کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے، صحابہ کرام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس سنت انبیاء کو پوری طرح جاری کیا، راتوں کو مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت لگاتے تھے تاکہ سب لوگوں کے حالات سے باخبر رہیں، اگر کسی کو کسی مصیبت و پریشانی میں گرفتار پاتے تو اس کی مدد فرماتے جس کے بہت سے واقعات ان کی سیرت میں مذکور ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے ”اگر دریائے فرات کے کنارے پر بھیڑیے نے کسی بکری کے بچہ کو پھاڑ ڈالا تو اس کا بھی عمر سے سوال ہوگا۔“ (قرطبی، معارف)

یہ تھے وہ اصول جہانبانی اور حکمرانی جو انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو سکھائے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کو عملاً جاری کر کے دکھلایا، جس کے نتیجے میں پوری مسلم و غیر مسلم رعایا امن و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھی، اور ان کے بعد زمین و آسمان نے ایسے عدل و انصاف اور عام دنیا کے امن و سکون اور اطمینان کا منظر نہیں دیکھا۔

”سبا“ ایک شخص کے نام پر ایک قوم کا نام بھی تھا اور ایک شہر کا نام بھی تھا یہاں شہر مراد ہے، یہ صنعاء (یمن) سے تین دن کے فاصلہ پر ہے اور مآرب یمن کے نام سے مشہور ہے۔

اِنِّیْ وَجَدْتُ اِمْرَاَةً تَمْلِكُھُمْ یعنی ہُد کے لئے یہ امر باعث تعجب تھا کہ سبا میں ایک عورت حکمران ہے، اس کے برخلاف آج کہا جاتا ہے کہ عورتیں بھی ہر معاملہ میں مردوں کے برابر ہیں، اگر مرد حکمران ہو سکتا ہے تو عورت کیوں نہیں ہو سکتی؟ حالانکہ یہ نظریہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بعض لوگ ملکہ سبا (بلیقیس) کے اس ذکر سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عورت کی سربراہی جائز ہے، حالانکہ قرآن کریم نے ایک واقعہ کے طور پر اس کا ذکر کیا ہے، اس سے اس کے جواز یا عدم جواز کا کوئی تعلق نہیں ہے، عورت کی سربراہی کے عدم جواز پر قرآن وحدیث میں واضح دلائل موجود ہیں۔

اَلَا یَسْجُدُوْا لِلّٰہِ لَا زَاۡدَہٗ وَاُیُّہٗدُوْنَ اس میں عامل ہے یعنی ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ سجدہ صرف اللہ کو کریں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اَلَا یَسْجُدُوْا کا تعلق زین کے ساتھ ہو یعنی شیطان نے یہ بھی ان کے لئے مزین کر دیا کہ وہ اللہ کو سجدہ نہ کریں۔

ہُد نے چونکہ توحید کا وعظ اور شرک کا رد کیا ہے اور اللہ کی عظمت شان کو بیان کیا ہے اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے چار جانوروں کو قتل نہ کرو چیونٹی، شہد کی مکھی، ہُد ہُد، صرد (یعنی لٹورا) اس کا سر بڑا اور پیٹ سفید اور پیٹھ بنز ہوتی ہے یہ چھوٹے چھوٹے پرندوں کا شکار کرتا ہے۔ (مسند احمد ۱/۳۳۲، ابو داؤد کتاب الادب)

اِذْھَبْ بِکِتَابِیْ ہَذَا حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے نام خط بھیجنے کو اس پر اتمام حجت کے لئے کافی سمجھا اور اسی پر عمل فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ عام معاملات میں تحریر و خط قابل اعتبار ثبوت ہے، فقہاء رحمہم اللہ صرف ان مواقع پر خط کو کافی نہیں سمجھتے جہاں شہادت شرعیہ کی ضرورت ہے، کیونکہ خط اور ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ شہادت نہیں لی جاسکتی، شہادت کا مدار شہاد کا عدالت کے سامنے آکر بیان دینے پر رکھا گیا ہے، جس میں بڑی حکمتیں مضمّن ہیں یہی وجہ ہے کہ آج کل بھی دنیا کی کسی عدالت میں خط اور ٹیلیفون پر شہادت کو کافی نہیں سمجھا جاتا۔

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي بِتَحْقِيقِ الْهَمَزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الشَّانِيَةِ بَقَلْبِهَا وَأَوْاى أَسِيرُوا عَلَى فِى أَمْرِي مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا قَاضِيَةً حَتَّى تَشْهَدُونِ ۝ تَحْضُرُونَ قَالُوا نَحْنُ أَوْلُو الْقُوَّةِ وَأَوْلُو الْأَبْسِ شَدِيدٌ أَصْحَابُ شِدَّةٍ فِى الْحَرْبِ وَالْأَمْرِ لِيكَ فَانْظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ ۝ نِطْعُكَ قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَبِالتَّخْرِبِ وَجَعَلُوا أَعْرَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۝ اِى مُرْسِلُوا الْكِتَابِ وَلِى مُرْسَلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَظَرُوهُ بِمَرْجِعِ الْمُرْسَلِينَ ۝ مِنْ قُبُولِ الْهَدِيَّةِ أَوْ رَدِّهَا إِنْ كَانَ مَلِكًا قَبْلَهَا أَوْ نَبِيًّا لَمْ يَقْبَلْهَا فَارْسَلَتْ خَدْمًا ذُكُورًا وَأُنثَى أَلْفًا بِالسُّوِيَّةِ وَخَمْسِمِائَةٍ لَبَنَةٍ مِنَ الذَّهَبِ وَتَاجًا مُكَلَّلًا بِالْجَوَاهِرِ وَمِسْكًَا وَعَنْبَرًا وَغَيْرَ ذَلِكَ مَعَ رَسُولٍ بِكِتَابٍ فَاسْرَعَ الْهَدِيَّةُ إِلَى سُلَيْمَانَ يُخْبِرُهُ الْخَبَرُ فَأَمَرَ أَنْ تُضْرَبَ لَبَنَاتُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَأَنْ تُبْسَطَ مِنْ مَوْضِعِهِ إِلَى تِسْعَةِ فَرَاسِخٍ مَيْدَانًا وَأَنْ يُبْنُوا حَوْلَهُ حَائِطًا مُشْرِفًا مِنْ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَإِنْ يُوتَى بِأَحْسَنِ دَوَابِّ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ مَعَ أَوْلَادِ الْجَنِّ عَنْ يَمِينِ الْمَيْدَانِ وَشِمَالِهِ فَلَمَّا جَاءَ الرَّسُولُ بِالْهَدِيَّةِ وَمَعَ أَتْبَاعِهِ سُلَيْمَانُ قَالَ سُلَيْمَانُ أَمِدُّونِي بِمَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْمُلْكِ خَيْرٌ مِمَّا أَتَيْتُكَ مِنَ الدُّنْيَا بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ۝ لَفَخَرَكُم بِزَخَارِفِ الدُّنْيَا لَمَّا جَاءَ إِلَيْهِمْ بِمَا أَتَيْتَ بِهِ مِنَ الْهَدِيَّةِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ مَجْدُهَا قَبْلَ لَا طَاقَةَ لَهُمْ بِهَا وَلَخَرَجَهُمْ مِنْهَا مِنْ بِلَدِهِمْ سَبَا سُمِّيَتْ بِاسْمِ أَبِي قَبِيلَتِهِمْ أَذِلَّةً وَهُمْ ضَعُفُونَ ۝ اِى إِنْ لَمْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ فَلَمَّا رَجَعَ إِلَيْهَا الرَّسُولُ بِالْهَدِيَّةِ جَعَلَتْ سَرِيرَهَا دَاخِلَ سَبْعَةِ أَبْوَابٍ دَاخِلَ قَصْرِهَا وَقَصْرُهَا دَاخِلَ سَبْعَةِ قُصُورٍ وَأَغْلَقَتْ الْأَبْوَابَ وَجَعَلَتْ عَلَيْهَا حَرَسًا وَتَجَهَّزَتْ لِلْمَسِيرِ إِلَى سُلَيْمَانَ لَتَنْظُرَ مَا يَأْتِيهَا بِهِ فَارْتَحَلَتْ فِي إِثْنَى عَشَرَ أَلْفَ قَبِيلٍ مَعَ كُلِّ قَبِيلٍ أَلُوفٌ كَثِيرَةٌ إِلَى أَنْ قَرِبَتْ مِنْهُ عَلَى فَرَسٍ شَعْرُهَا قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ ائْتِكُمْ فِي الْهَمَزَتَيْنِ مَا تَقْدُمُ يَأْتِيَنِي بِعَرْشِي قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۝ اِى مُنْقَادِينَ طَائِعِينَ فَلَمَّا أَخَذَهُ قَبْلَ ذَلِكَ لَا بَعْدَهُ قَالَ عِفْرِيَّتُ مِنَ الْجِنِّ هُوَ الْقَوِيُّ الشَّدِيدُ أَنَا أَلَيْتُكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ الَّذِي تَجْلِسُ فِيهِ لِلْقَضَاءِ وَهُوَ مِنَ الْغَدَاةِ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اِى عَلَى حِمْلِهِ أَوْيُونَ ۝ اِى عَلَى مَا فِيهِ مِنَ الْجَوَاهِرِ وَغَيْرِهَا.

**ترجمہ:** اے درباریو! تم میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو میں کسی معاملہ میں اس وقت تک قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود نہ ہو۔ اَلْمَلَأُ اَفْتُونِی میں دونوں ہمزوں کی تحقیق اور ثانی کی تسہیل یعنی واو سے بدل کر اِی و فُتُونِی ان سب نے جواب دیا کہ ہم بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہیں یعنی جنگ میں بڑی شدت والے ہیں آگے آپ کو اختیار ہے آپ خود ہی غور فرمائیے کہ ہم کو کیا حکم دینا چاہتی ہیں؟ ہم آپ کی اطاعت کریں گے، بلقیس نے کہا بادشاہ جب

کسی بستی میں (فاتحانہ) طور پر داخل ہوتے ہیں تو اسے تخریب کے ذریعہ اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہ خط بھیجنے والے بھی ایسا ہی کریں گے (میں سردست) ان لوگوں کے پاس کچھ ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی کہ قاصد کیا جواب لیکر لوٹتے ہیں؟ آیا وہ ہدیہ قبول کرتے ہیں یا واپس کر دیتے ہیں اگر بادشاہ ہوں گے تو ہدیہ قبول کر لیں گے اور اگر نبی ہوں گے تو قبول نہ کریں گے، چنانچہ بلقیس نے ایک ہزار خدام بھیجے جن میں پانچ سو لڑکے اور پانچ سو لڑکیاں تھیں، اور پانچ سو سونے کی اینٹیں اور ایک جواہرات سے جڑا ہوا تاج اور مشک وغیرہ وغیرہ، قاصد کے ہمراہ مع ایک خط کے بھیجے، چنانچہ بد بد نے جلدی واپس آ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو صورت حال کی خبر دی، لہذا حضرت سلیمان علیہ السلام نے سونے اور چاندی کی اینٹیں بنانے کا حکم دیا اور یہ کہ سلیمان علیہ السلام کے محل سے لیکر نوفرخ تک میدان میں بچھادی جائیں اور اس کے میدان کے ارد گرد سونے چاندی کی اونچی دیوار بنادی جائے (دوسرا ترجمہ) میدان کے ارد گرد ایک دیوار بنادی جائے جس کے کنگورے سونے اور چاندی کے ہوں اور یہ کہ خشکی و تری کے بہترین جانور (خدمت کے لئے) مع جنوں کے بچوں کے میدان کی دائیں و بائیں جانب (کھڑے کر دیئے جائیں) چنانچہ جب قاصد ہدیہ لیکر وفد کے دیگر ارکان کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ اللہ نے نبوت اور ملک جو مجھے عطا فرمایا ہے وہ تمہاری اس دنیا سے بہت بہتر ہے جو تم کو عطا کی ہے، ہاں تم ہی ہدیہ کے لین دین پر فخر کرتے ہو گے، اس لئے کہ دنیا کی زیب و زینت پر تم ہی فخر کرتے ہو (ایک ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے) تم ہی اپنے ہدیہ پر خوش رہو (یعنی تمہارا ہدیہ تم ہی کو مبارک مجھے ضرورت نہیں) حضرت سلیمان علیہ السلام نے (امیر وفد سے) کہا اپنا ہدیہ لیکر ان ہی (ہدیہ بھیجنے والوں) کے پاس واپس تشریف لیجاؤ، ہم ان کے مقابلہ کے لئے ایسا لشکر لیکر آئیں گے کہ ان میں اس لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہ ہوگی اور ہم ان کو یقیناً اس کے شہر یعنی سبا سے ذلیل و خوار کر کے نکال دیں گے اگر وہ تابعدار ہو کر میرے پاس نہ آئے، ابوقبیلہ کے نام پر شہر کا نام سبارکھا گیا چنانچہ جب قاصد ہدیہ لیکر بلقیس کے پاس واپس گیا تو بلقیس نے اپنے تخت کو اپنے محل کے اندر جو کہ سات محلوں کے اندر تھا سات کمروں کے اندر بند کر دیا اور دروازوں کو مقفل کر دیا نیز دروازوں پر پہرے دار بٹھادیئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس یہ دیکھنے کے لئے جانے کی تیاری شروع کر دی کہ وہ اس سے کیا کہتے ہیں، چنانچہ بلقیس بارہ ہزار سرداروں کے ساتھ روانہ ہوئی اور ہر سردار کے ساتھ ہزار افراد تھے، یہاں تک کہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے اتنے قریب پہنچ گئی کہ صرف ایک فرسخ کا فاصلہ باقی رہ گیا، تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی (آمد) کا علم ہوا۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَأُ اَيْكُمْ هَٰذَا سَلَامٌ مِّنْ رَبِّكَ لَٰكُم مِّنْهُ مَالٌ كَثِيرٌ ۝۱۰  
سابق قراءتیں ہیں جو ان کے مسلمان ہو کر میرے پاس پہنچنے سے پہلے اس کا تخت مجھے لادے یعنی مطیع اور فرمانبردار ہو کر آنے سے پہلے، اس کے مسلمان ہونے سے پہلے میرے لئے اس تخت کا لینا جائز ہے بعد میں نہیں ایک قوی ہیگل جن کہنے لگا (حال یہ کہ) وہ بڑا قوی اور شدید تھا میں آپ کے اپنی مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی اس کو آپ کے پاس لادیتا ہوں وہ مجلس کہ جس میں

آپ مقدمات کے فیصلے کرنے کے لئے بیٹھے ہیں اور وہ صبح سے دوپہر تک تھی، یقین مانئے کہ میں اس پر یعنی اس کے اٹھانے پر قادر ہوں امین بھی ہوں یعنی جو کچھ میرے جواہرات وغیرہ اس میں لگے ہوئے ہیں میں ان پر امین ہوں۔

## تحقیق و تہکیک تہلیل و تفسیری فوائد

**قَوْلٌ** : ماذا تأمرین، ماذا، تأمرین کا مفعول ثانی ہے مفعول اول محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے تأمریننا۔  
**قَوْلٌ** : نَطْعُكَ یہ فانظری امر کا جواب محذوف ہے اور جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔  
**قَوْلٌ** : بمریر جعون، بمر، یرجع کے متعلق ہے۔  
**قَوْلٌ** : من قبول الهدیۃ، بمر میں ما کا بیان ہے فذاطرۃ کا عطف مرسلۃ پر ہے بمر کا تعلق بعض حضرات نے ناظرۃ سے کیا ہے مگر یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ ما استفہامیہ صدارت کو چاہتا ہے جو اس صورت میں فوت ہو جائے گی۔  
**قَوْلٌ** : اذلّٰهُم صاعِرُونَ اذلّٰهُم سے حال اول ہے اور وَهُمْ صَاعِرُونَ حال ثانی مؤکدہ ہے۔  
**قَوْلٌ** : اِیْ اِنْ لَمْ یَاتُونِیْ مُسْلِمِیْنَ کو مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ وَلَنَخْرِجَنَّهُمْ شَرْطَ مُحْذَوْفٍ مؤخر کی جزاء ہے اور اہل سبا کو سبا سے نکالنا بلقیس کے تابع فرمان ہو کر نہ آنے کی شرط کے ساتھ مشروط ہے۔

## تفسیر و تشریح

اہم امور میں مشورہ کرنا سنت ہے:

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ (الآیۃ) اَفْتُونِیْ، فتویٰ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی خاص مسئلہ کا جواب دینا، یہاں مشورہ دینا مراد ہے، روح المعانی کی ایک روایت کے مطابق بلقیس کے تین سو بارہ مشیران خاص تھے اور ہر مشیر کے ماتحت ایک ایک ہزار افراد تھے اس سے بھی کہیں زیادہ تعداد کی روایتیں مذکور ہیں، یہ تمام روایتیں مبالغہ سے خالی نہیں ہیں، علامہ آلوسی رَحِمَہُ اللہ تَعَالٰی نے ان روایات کو صدق کے بجائے کذب کے زیادہ قریب قرار دیا ہے۔

ملکہ بلقیس کے پاس جب حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا خط پہنچا تو اس نے اپنے ارکان سلطنت کو جمع کر کے اس واقعہ کا اظہار کیا اور ان سے اس معاملہ میں مشورہ طلب کیا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے ان کی دل جوئی کے لئے ان سے رائے طلب کرنے سے پہلے یہ بھی کہا کہ میں کسی بھی اہم معاملہ کا قطعی فیصلہ تمہاری موجودگی اور رائے و مشورہ کے بغیر نہیں کرتی، اسی کا نتیجہ تھا کہ تمام مشیروں نے یک زبان ہو کر کہا نَحْنُ اُولُوا قُوَّةٍ وَاُولُوا بَاسٍ شَدِیْدٍ وَالْاَمْرُ اِلَیْكَ ہم بڑے طاقتور اور بڑے جنگ جو ہیں ہم ہمہ وقت ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں ڈرنے یا دبنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے باقی آخری فیصلہ آپ ہی کو کرنا ہے ہم تو خدام اور تابع ہیں جیسا حکم ہوگا بجالانے کے لئے تیار ہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہم معاملات میں مشورہ کرنے کا دستور بہت پرانا ہے، اسلام نے بھی مشورہ کو خاص اہمیت دی ہے اور ذمہ داران حکومت کو مشورہ کا پابند کیا ہے، یہاں تک کہ خود آنحضرت ﷺ جو کہ مہبط وحی تھے جس کی وجہ سے آپ کو کسی رائے اور مشورہ کی درحقیقت کوئی ضرورت نہیں تھی مگر مشورہ کی سنت قائم کرنے کے لئے آپ کو بھی حکم دیا گیا و شاوہم فی الامر یعنی آپ اہم امور میں صحابہ سے مشورہ کر لیا کریں، اس میں صحابہ کرام کی دلجوئی بھی ہے اور ہمت افزائی بھی۔

### مکتوب سلیمانی کے جواب میں ملکہ بلقیس کا رد عمل:

مشورہ کے بعد بلقیس نے خود ہی ایک رائے قائم کی جس کا حاصل یہ تھا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان لے کہ وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو ان کے حکم کا اتباع کیا جائے، یا وہ ایک ملک گیری کے خواہشمند بادشاہ ہیں اور ہم کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں تو پھر غور کیا جائے کہ ان کا مقابلہ کس طرح کیا جائے، اس امتحان کا طریقہ اس نے یہ تجویز کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس کچھ ہدیے تحفے بھیجے اگر وہ ہدیے تحفے لیکر راضی ہو گئے تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ وہ ایک بادشاہ ہی ہیں، اور اگر وہ واقع میں نبی اور رسول ہیں تو وہ ایمان اور اسلام کے بغیر کسی چیز پر راضی نہ ہوں گے یہ مضمون ابن جریر نے متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس اور مجاہد وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ (معارف) یہی مضمون اس آیت میں ہے وَ اِنَّا مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ یعنی میں حضرت سلیمان کے پاس ایک ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی کہ جو قاصد ہدیہ لیکر جائیں گے کہ وہ آکر کیا صورت حال بیان کرتے ہیں؟

### بلقیس کے قاصدوں کی دربار سلیمانی میں حاضری:

تاریخی اسرائیلی روایات میں بلقیس کی طرف سے آنے والے قاصدوں اور تحفوں کی اور خود وفد کی بڑی تفصیلات مذکور ہیں جو بقول صاحب روح المعانی سچ سے دور اور جھوٹ سے قریب ہیں، اتنی بات پر تمام روایات متفق ہیں کہ تحفہ میں کچھ سونے کی اینٹیں تھیں کچھ جواہرات، غلاموں اور کنیزوں کی تعداد روایات میں مختلف بیان ہوئی ہے، صاحب جلالین نے پانچ سو غلام اور پانچ سو کنیز بیان کی ہیں اور سونے کی اینٹوں کی تعداد بھی پانچ سو بتائی ہے اور ہیرے جواہرات سے جڑے ہوئے ایک تاج کا بھی ذکر کیا ہے ساتھ میں بلقیس نے ایک خط بھی دیا تھا ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی وفد کے استقبال کی تیاری عجیب و غریب شاہانہ انداز سے کی جو کہ مبالغہ سے خالی نہیں ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ نو فرسخ تقریباً تیس میل کی مسافت تک سونے چاندی کی اینٹوں کا فرش بنادیا جائے اور راستہ میں دو طرفہ عجیب الخلقت جانوروں کو کھڑا کر دیا جائے اسی طرح اپنے دربار کو بھی خاص اہتمام سے آراستہ کیا غرضیکہ یہی وفد نے جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان و شوکت کو دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے اور اپنے ہدیہ کو قلیل سمجھ کر شرماتے ہوئے بعض روایات میں ہے کہ اپنی سونے کی اینٹوں کو وہیں ڈال دیا، جب حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ نہایت ہی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور ان کی شایان شان ضیافت کا انتظام کیا مگر ان کے تحفے واپس کر دیئے (ملخصاً از

تفسیر قرطبی) اور کہہ دیا کہ تمہارا ہدیہ تم ہی کو مبارک ہو مجھے اس کی ضرورت نہیں میرے پاس اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔

## کافر کے ہدیہ کو قبول کرنے کا حکم؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا درست نہیں ہے، مگر تحقیق اس مسئلہ کی یہ ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا اگر اپنی یا مسلمانوں کی مصلحت کے خلاف ہو یا ان کے حق میں رائے کمزور ہوتی ہو تو ان کا ہدیہ قبول کرنا درست نہیں (روح المعانی) اس کے برعکس اگر کوئی دینی ضرورت ہدیہ کے قبول کرنے کی داعی ہو تو قبول کرنے کی گنجائش ہے، آپ ﷺ کی اس معاملہ میں سنت یہی رہی ہے کہ بعض کفار کا ہدیہ قبول فرمالیا اور بعض کا رد فرمادیا، عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الہبہ میں اور سیر کبیر میں حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ براء کا بھائی عامر بن ملک مدینہ طیبہ میں کسی ضرورت سے آیا جبکہ وہ مشرک تھا اور اس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دو گھوڑے اور دو جوڑے کپڑے کا ہدیہ پیش کیا آپ نے اس کا ہدیہ یہ کہہ کر واپس فرمادیا کہ ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے، اور عیاض بن حمار مجاشعی نے آپ کی خدمت میں ایک ہدیہ پیش کیا تو آپ نے اس سے سوال فرمایا تم مسلمان ہو؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے اس کا ہدیہ بھی یہ کہہ کر رد فرمادیا کہ مجھے اللہ نے مشرک کا ہدیہ لینے سے منع فرمایا ہے، اس کے بالمقابل یہ روایت بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے بعض مشرکین کے ہدایا کو قبول فرمایا ہے، ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے بحالت شرک آپ کو ایک چمڑا ہدیہ میں بھیجا، آپ نے قبول فرمالیا اور ایک نصرانی نے ایک ریشمی رومال ہدیہ میں پیش کیا آپ نے قبول فرمالیا۔

شمس الائمہ اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سبب یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کو جن کا ہدیہ رد کرنے میں اس کے اسلام کی طرف مائل ہونے کی امید نہیں تھی وہاں رد کر دیا، اور جن کا ہدیہ قبول کرنے میں اس کے مسلمان ہونے کی امید تھی تو قبول کر لیا۔ (عمدۃ القاری کتاب الہبہ)

اور بلقیس نے جو رد ہدیہ کو نبی ہونے کی علامت قرار دیا تھا اس کا سبب یہ نہ تھا کہ نبی کے لئے مشرک کا ہدیہ قبول کرنا ناجائز نہیں بلکہ سبب یہ تھا کہ اس نے اپنا ہدیہ درحقیقت ایک رشوت کی حیثیت سے بھیجا تھا کہ اس کے ذریعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حملہ سے محفوظ رہے۔ (معارف)

## بلقیس کی دربار سلیمان میں حاضری:

إِذْ رَجَعَ إِلَيْهِمْ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدایا کی واپسی کے ساتھ فَلَنَاتِبَنَّ لَهُمْ جُنُودٍ لَا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا کہہ کر اعلان جنگ بھی کر دیا۔

قرطبی نے تاریخی روایات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بلقیس کے قاصد خود بھی مرعوب اور مبہوت ہو کر واپس ہوئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا اعلان جنگ سنایا تو بلقیس نے اپنی قوم سے کہا کہ پہلے بھی میرا خیال تھا کہ سلیمان دنیا کے بادشاہوں کی

طرح بادشاہ نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ان کو کوئی خاص منصب بھی ملا ہوا ہے لہذا ان سے لڑنا اللہ کا مقابلہ کرنا ہے جس کی ہم میں طاقت نہیں، یہ کہہ کر بڑے ساز و سامان کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کی تیاری شروع کر دی، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ بلقیس کے تین سو بارہ مشیر تھے اور ہر مشیر کے ماتحت دس دس ہزار افراد تھے اس حساب سے تین کروڑ بیس لاکھ افراد ہوئے اور تین سو بارہ مشیر مزید۔  
(روی ذلك عن قتادة، روح المعانی)

ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مشیران خاص کی تعداد بارہ ہزار تھی اور ہر مشیر کے ماتحت ایک ایک لاکھ افراد تھے، اس حساب سے بارہ سو کروڑ یعنی ایک ارب ۲۰ کروڑ افراد ہوئے، نیز خود ملکہ بلقیس کے ماتحت چار سو بادشاہ تھے اور ہر بادشاہ کے ماتحت اربع مائة الف مقاتل چار سو ہزار مقاتل تھے، صاحب روح المعانی مذکورہ تعداد کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں هذه الاخبار الى الكذب اقرب منها الى الصدق آگے تحریر فرماتے ہیں لَعَمْرِي أَنْ أَرْضَ الْيَمَنَ لَتَكَادَ تَضِيقُ عَنِ الْعَدَدِ الَّذِي تَضَمَّنَهُ الْخَبْرَانِ اخبران ولیت شعری مامقدار عدد رَعَيْتَهَا الْبَاقِينَ الَّذِينَ تَحْتَاجُ إِلَى هَذَا الْعَسْكَرِ وَالْقَوَادِ وَالْوُزَرَاءِ لِسِيَاسَتِهِمْ وَضَبْطِ أُمُورِهِمْ وَتَنْظِيمِ أَحْوَالِهِمْ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ تعداد مبالغہ آرائی پر مبنی ہے، یمن ایک بہت چھوٹا ملک ہے اس زمانہ میں کل آبادی بھی اتنی نہ ہوگی جتنی کہ مشیروں اور ماتحتوں کی تعداد بیان کی گئی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اپنے قیمتی اور مشہور زمانہ تخت شاہی کو محفوظ مکان میں مقفل کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کی تیاری شروع کر دی، تخت کی لمبائی چوڑائی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا طول ۸۰ ہاتھ اور عرض ۴۰ ہاتھ اور اونچائی ۳۰ ہاتھ تھی اور اس میں موتی، سرخ یا قوت اور سبز زمرہ جڑے ہوئے تھے۔  
(واللہ اعلم بالصواب)

ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام نے دور سے غبار اڑا تو دیکھا تو معلوم کیا کہ یہ کیا ہے؟ حاضرین نے جواب دیا اے نبی اللہ ملکہ بلقیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ آرہی ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت ایک فرسخ یعنی تقریباً تین میل کے فاصلہ پر تھی۔  
(معارف)

اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے جنود و عساکر کو مخاطب کر کے فرمایا يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوا أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ بلقیس مطیع و تابع فرمان ہو کر آرہی ہے تو ارادہ فرمایا کہ شاہانہ قوت و شوکت کے ساتھ ایک پیغمبرانہ معجزہ بھی دیکھ لے تو اس کے ایمان لانے کے لئے زیادہ معاون و موثر ہوگا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے تسخیر جنات کا معجزہ بھی عطا فرمایا تھا، باشارۃ الہی آپ نے ارادہ فرمایا کہ کسی طرح بلقیس کا تخت شاہی اس کے دربار میں پہنچنے سے پہلے پہلے حاضر ہو جائے اس لئے حاضرین کو جن میں جنات بھی تھے تخت کو لانے کے لئے فرمایا جس کو سات محلات شاہی کے وسط میں ایک محفوظ محل کے اندر مقفل کر کے رکھا تھا اور اس کے اوپر پہرہ بھی بٹھادیا تھا

جس کی وجہ سے تخت تک خود اس کے آدمیوں کی بھی رسائی نہیں تھی، اس کا بغیر دروازہ اور قفل توڑے ہوئے منتقل ہو جانا اور اتنی مسافت بعیدہ پر پہنچ جانا حق تعالیٰ شائے کی قدرت کاملہ ہی سے ہو سکتا ہے، تو ایک قوی بیکل جن نے کہا کہ میں اس تخت کو آپ کے پاس آپ کے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے اسکتا ہوں۔

قال سليمان أريد أسرع من ذلك قال الذي عنده علم من الكتاب المنزل وهو اصف بن برخيا كان صديقاً يعلم اسم الله الاعظم الذي اذا دُعي به اجاب أنا اتيك به قبل أن يرتد إليك طرفك اذا نظرت به الى شيء ما قال له أنظر الى السماء فنظر اليها ثم رد بطرفه فوجده موضوَعًا من يديه ففي نظره الى السماء دعا اصف بالإسم الأعظم ان ياتي الله به فحصل بان جرى تحت الارض حتى ارتفع عند كرسي سليمان فلما رآه مستقيراً اى ساكناً عنده قال هذا اى الاتيان لى به من فضل ربى ليبتلوني ليختبرني وأشكر بتحقيق الهمزتين وابدال الثانية الفا وتسهيلها وادخال الف بين المسهلة والاخرى وتركه أمراً كرم النعمة ومن شكر فأنما يشكر لنفسه اى لأجلها لأن ثواب شكره له ومن كفر النعمة فإن ربى غنى عن شكره كرمه بالإفضال على من يكفرها قال نكروا لها عرشها اى غيرهه الى حال تنكره اذا رآته ننظر آتتهدى الى معرفته أم تكون من الذين لا يهتدون الى معرفة ما تغير عليهم قصد بذلك اختبار عقلها لما قيل له إن فيه شيئاً فغيروه بزيادة او نقص او غير ذلك فلما جاءت قيل لها أهكذا عرشك اى امثل بهذا عرشك قالت كاذب هو اى فعرفته وشبهت عليهم كما شبهوا عليها اذ لم يقل اهكذا عرشك ولو قيل بهذا قالت نعم قال سليمان لما رأى لها معرفة وعلمها وأوتيت العلم من قبلها وكنا مسلمين وصدها عن عبادة الله ما كانت تعبداً من دون الله اى غيره انها كانت من قوم كافرين قيل لها ايضا ادخلى الصرح هو سطح من زجاج ابيض شفاف تحته ماء جار فيه سمك اصطنعه سليمان لما قيل له ان ساقياها ورجليها كقدسى جمار فلما رآته حبيته لجة من الماء وكشفت عن ساقياها لتخوضه وكان سليمان على سريره فى صدر الصرح فرأى ساقياها وقدميها جسانا قال لها انه صرح ممرّد مملس من قواريرة اى زجاج ودعاها الى الاسلام قالت رب انى ظلمت نفسي بعبادة غيرك واسلمت كائنة مع سليمان لله رب العالمين واراد تزوجها فكره شعر ساقياها فعملت له الشياطين النورة فآزالت به فتزوجها وأحبها واقربها على ملكها وكان يزورها كل شهر مرة ويقيم عندها ثلاثة ايام وانقضى ملكها بانقضاء ملك سليمان روى انه ملك وهو ابن ثلاث عشرة سنة ومات وهو ابن ثلاث وخمسين سنة فسبحان من لا انقضاء لدوام ملكه.



**ترجمہ:** سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں جس کے پاس نازل کردہ کتاب کا علم تھا وہ بولا اور وہ آصف بن برخیا تھا وہ مقام صدیقیت پر فائز تھا، وہ اللہ کے اسم اعظم سے واقف تھا وہ اسم اعظم کہ اگر اس کے ذریعہ دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں میں اس تخت کو آپ کے پاس آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا جب کہ آپ اپنی نظر سے کسی شئی کو دیکھیں (آصف بن برخیا) نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا آپ آسمان کی طرف دیکھیں چنانچہ (حضرت سلیمان علیہ السلام) نے آسمان کی طرف دیکھا پھر نظر کو پھرایا تو تخت کو اپنے سامنے رکھا ہوا پایا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے آسمان کی طرف نظر کرنے کے دوران آصف نے اسم اعظم پڑھ کر دعا کی کہ اے اللہ تو اس کو لے آ، چنانچہ دعا قبول ہو گئی بایں طور کہ تخت زمین کے نیچے نیچے روانہ ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے سامنے نمودار ہو گیا جب سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے روبرو موجود دیکھا فرمایا یہ یعنی اس کو میرے لئے لانا میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکرگذاری کرتا ہوں یا نعمت کی ناشکری (ء اَشْكُرُ) میں دونوں ہمزوں کی تحقیق اور ثانی الف سے بدل کر اور ثانی کی تسہیل کے ساتھ اور مسملہ اور دوسرے کے درمیان الف داخل کر کے اور ترک ادخال کے ساتھ شکرگزار اپنے ہی فائدہ کے لئے شکرگذاری کرتا ہے اس لئے کہ اس کی شکرگذاری کا اجر اسی کے لئے ہے اور جس نے نعمت کی ناشکری کی تو بلاشبہ میرا رب اس کے شکریے سے مستغنی (اور) کریم ہے بسبب نعمتوں کی ناشکری کرنے والے پر بھی فضل فرمانے کے (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کے تخت میں کچھ رد و بدل کر دو یعنی اس کو اتنا بدل دو کہ جب وہ اس کو دیکھے تو پہچان نہ سکے، (تاکہ) ہم دیکھیں کہ آیا وہ اس کو پہچان پاتی ہے یا نہ پہچاننے والوں میں رہتی ہے اس (تخت) کی معرفت میں جس میں ان کے لئے ترمیم کر دی ہے، اس رد و بدل کا مقصد اس کی عقل کی آزمائش تھی، اس لئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ اس کی عقل میں کچھ کمی ہے چنانچہ تخت میں قدرے کمی بیشی وغیرہ کے ذریعہ پھیر بدل کر دیا، جب وہ آگئی اس سے دریافت کیا گیا کیا تیرا تخت بھی ایسا ہی ہے؟ یعنی کیا تیرا تخت بھی اس جیسا ہی ہے تو بلقیس نے جواب دیا یہ تو گویا کہ وہی ہے یعنی اس نے تخت کو پہچان لیا، اس نے (بھی) ان کو مغالطہ دیا جیسا کہ انہوں نے اس کو مغالطہ دیا تھا، اس لئے (اس سے) یہ نہیں کہا کیا یہ تیرا تخت ہے؟ اور اگر یہ کہا جاتا تو وہ نعم کہدتی، جب سلیمان علیہ السلام نے اس میں علم و معرفت دیکھی تو فرمایا کہ ہمیں تو اس واقعہ سے پہلے ہی بتا دیا گیا تھا (کہ ملکہ سبا تابع فرمان ہو کر حاضر خدمت ہوگی) اور ہم مسلمان تھے۔

**تفسیر:** مفسر ابن کثیر نے وَأَوْتَيْنَا الْعِلْمَ (الآیۃ) کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول قرار دیا ہے علامہ محلی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، دیگر مفسرین نے بلقیس کا قول قرار دیا ہے اور ترجمہ یہ کیا ہے ہم تو اس واقعہ سے پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور آپ کے مطیع اور تابع فرمان ہو گئے تھے اور اس کو اللہ کی عبادت سے غیر اللہ کی عبادت کرنے نے روک رکھا تھا

(صدھا کا فاعل ماسکانت تعبد ہے) یقیناً وہ کافروم میں سے تھی بلقیس سے یہ بات بھی کہی گئی کہ محل میں تشریف لے چلے (اور) وہ صاف شفاف شیشہ کی سطح (فرش) تھی جس کے نیچے پانی جاری تھا اس میں مچھلیاں بھی تھیں، اور یہ شیشہ کا محل (یا حوض) اس لئے بنوایا تھا کہ حضرت سلیمان سے کہا گیا تھا کہ اس کی دونوں پنڈلیاں اور دونوں پیر گردھے کے پیر جیسے ہیں جب بلقیس نے محل کو دیکھا تو یہ سمجھ کر کہ یہ گہرا پانی ہے اپنی پنڈلیاں کھول دیں تاکہ اس میں داخل ہو جائے، اور سلیمان علیہ السلام محل کے سامنے تخت پر تشریف فرما تھے چنانچہ اس کی پنڈلیوں اور قدموں کو خوبصورت پایا تو حضرت سلیمان نے اس سے کہا یہ تو چکنے چمکدار شیشہ کا محل ہے یعنی کانچ کا اور بلقیس کو اسلام کی دعوت دی، کہنے لگی یقیناً میں نے اے میرے رب تیرے غیر کی بندگی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ ہو کر رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں اور سلیمان علیہ السلام نے اس سے نکاح کا ارادہ فرمایا، لیکن اس کی پنڈلیوں کے بالوں کو ناپسند کیا چنانچہ شیاطین نے اس کے لئے نورہ (یعنی بال صفا) بنایا بعد ازیں بلقیس نے اس سے بال صاف کئے اس سے بعد سلیمان علیہ السلام نے اس سے نکاح کر لیا اور اس کو اس کے ملک پر برقرار رکھا، اور حضرت سلیمان ہر ماہ میں اس سے ایک مرتبہ ملاقات کیا کرتے تھے اور اس کے پاس تین روز قیام فرمایا کرتے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک کے اختتام کے ساتھ ہی اس کا ملک بھی اختتام پذیر ہو گیا، روایت کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب تیرہ سال کے تھے تو بادشاہ بنے تھے اور جب تریپن سال کے تھے تو انتقال فرمایا، اللہ پاک ہے کہ جس کے ملک کے دوام کے لئے زوال نہیں ہے۔

### تحقیق و تفسیر کی تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: قَالَ عَفْرِيَّتُ مِنَ الْجَنِّ اس جن کا نام ذکوان یا صخر تھا۔

قَوْلُهُ: آصَفُ بْنُ بَرْخِيَا کہا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا خالہ زاد بھائی تھا اور کبار اولیاء اللہ میں سے تھا، اس کے ہاتھ پر خوارق عادت بہت ظاہر ہوتے تھے۔

قَوْلُهُ: ثَمَرَدٌ بِطَرْفِهِ، بِطَرْفِهِ میں باز اندہ ہے۔

قَوْلُهُ: بِالْإِفْضَالِ عَلَى مَنْ يَكْفُرُهَا یعنی وہ اپنی عام نعمتوں کو کفر اور ناشکری کی وجہ سے سلب نہیں کرتا قال نِگَرُوا لَهَا اس کا عطف قال هذا من فضل ربی پر ہے۔

قَوْلُهُ: نَنْظُرُ جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

قَوْلُهُ: فَكَّرَهُ شَعْرَ سَاقَيْهَا یہ تفسیر ماقبل کی تفسیر فراہم فرمائی ساقینہا وَقَدَمَيْهَا حَسَنًا سے متعارض ہے، بعض حضرات نے یہ توجیہ کی ہے کہ بالوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کے قدم اور پنڈلیاں حسین تھیں، مگر یہ توجیہ دل کو لگتی نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: مُمَرَّدٌ، مُمَرَّدٌ سے مشتق اس کے معنی چکنے کے ہیں امر د اسی سے ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

مگر سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں، تو جس کے پاس علم کتاب تھا بول اٹھا کہ میں اس کو پلک جھپکنے سے پہلے ہی آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یقیناً جن ہی تھا جنوں کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے مقابلہ میں غیر معمولی قوتوں سے نوازا ہے، اس لئے کہ کسی انسان کے لئے خواہ وہ کتنا بھی زور آور کیوں نہ ہو یہ ممکن نہیں کہ وہ بیت المقدس سے آرب یمن (سبا) جائے وہاں سے تحت شاہی اٹھالائے اور ڈیڑھ ہزار میل کا یہ فاصلہ اگر دو طرفہ شمار کیا جائے تو تین ہزار میل کا فاصلہ چشم زدن میں طے کر لے۔

یہ کون شخص تھا جس نے چشم زدن میں تخت لانے کا وعدہ کیا؟ اور یہ کتاب جس کا اسے علم دیا گیا تھا وہ کونسی کتاب تھی؟ اور یہ علم کیا تھا؟ جس کے زور پر یہ دعویٰ کیا گیا اس میں مختلف اقوال ہیں، حقیقت حال اللہ بہتر جانتا ہے، ایک احتمال تو یہ ہے کہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام مراد ہیں، اس لئے کہ کتاب کا علم سب سے زیادہ ان ہی کے پاس تھا اس صورت میں یہ پورا معاملہ بطور معجزہ ہوا، اور یہی مقصود تھا، مگر اکثر ائمہ تفسیر قنادہ سے ابن جریر نے نقل کیا ہے اور قرطبی نے اس کو جمہور کا قول قرار دیا ہے کہ یہ کوئی شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا ابن اسحق نے اس کا نام آصف بن برخیا بتایا ہے اس شخص کو اسم اعظم کا علم تھا، جس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا کی جائے قبول ہوتی ہے، یہ کام اگرچہ حضرت سلیمان علیہ السلام خود بھی انجام دے سکتے تھے مگر ہو سکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مصلحت اسی میں سمجھی ہو کہ یہ کارنامہ ان کے کسی امتی کے ہاتھ سے انجام پائے، اس صورت میں یہ آصف بن برخیا کی کرامت ہوگی۔

## معجزہ اور کرامت میں فرق:

جس طرح معجزہ میں اسباب طبعیہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ معجزہ براہ راست حق تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا ہے وَمَا رَمَيْتْ اِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی اِسی طرح کرامت میں بھی اسباب طبعیہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور یہ دونوں صاحب معجزہ اور صاحب کرامت کے اختیار میں بھی نہیں ہوتے، ان دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ ایسا کوئی خارق عادت کام اگر کسی صاحب وحی کے ہاتھ پر ہو تو معجزہ کہلاتا ہے اور اگر غیر نبی کے ہاتھ پر ظہور ہو تو کرامت کہلاتی ہے۔

جب ملکہ بلقیس کا شاہی تخت دربار سلیمانی میں آگیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس میں رد و بدل کر دو تا کہ بلقیس اسے آسانی سے نہ پہچان سکے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق رد و بدل کر دیا گیا، جب بلقیس آئی تو اس سے معلوم کیا کہ کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ جواب دیا كُنَّا نَهُ هُوَ گویا وہی ہے، چونکہ تخت میں کافی حد تک رد و بدل کر دیا گیا تھا اس لئے صاف الفاظ میں اپنے ہونے کا اقرار بھی نہیں کیا اور نہ صاف انکار کیا بلکہ ایسی گول بات کہہ دی کہ جس میں نہ انکار ہے اور نہ اقرار چونکہ سائل نے اشتباہ میں ڈالنے کے لئے مغالطہ سے کام لیا تھا، بلقیس نے بھی جیسا سوال تھا ویسا ہی جواب دیدیا۔

اَوْ تَبِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ بلیقے کا قول ہے یا سلیمان علیہ السلام کا، ابن حجر نے اس کو بلیقے کا مقولہ قرار دیا ہے اور سابق کلام کا ترمہ فرمایا ہے یعنی بلیقے نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو تو اس واقعہ سے پہلے ہی آپ کی نبوت کی تحقیق ہو چکی ہے، اور ہم اسی وقت سے دل سے مطیع ہو چکے ہیں جب قاصد سے آپ کے کمالات معلوم ہوئے تھے، اس معجزہ کی چنداں حاجت نہیں تھی، اور ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ ہے مطلب یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمیں (بذریعہ وحی) پہلے یہ بتا دیا گیا کہ ملکہ سبا تابع فرمان ہو کر حاضر خدمت ہوگی۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ مِنَ الْقَبِيلَةِ صَلِحًا إِنْ أَبَىٰ أَنْ يَعْبُدَ اللَّهَ وَجَدُوهُ قَادًا هُمْ يُرِيدُونَ يَخْتَصِمُونَ ﴿١٥﴾  
 فِي الَّذِينَ فَرَّقَ مُمْسِكُونَ مِنْ حِينَ إِرْسَالِهِ إِلَيْهِمْ وَفَرَّقَ كَافِرُونَ قَالُوا لِمُكَذِّبِينَ  
 يَقُولُونَ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ إِنْ كُنَّا إِلَّا أَنْتِمْ بِهَ حَقًّا فَأَتَيْنَا  
 بِالْعَذَابِ لَوْلَا هَٰؤُلَاءِ لَسْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٦﴾ فَلَا تُعَذِّبُونَا قَالُوا أَطِيعُوا أَصْلَهُ تَطِيعُونَا  
 أَدْغَمْتَ التَّاءَ فِي الطَّاءِ وَاجْتَلَبْتَ هَمْزَةً وَصَلَّ إِيَّاهُ تَشَاءُ مِنَّا بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ إِي السُّؤْمِينِ حَيْثُ  
 قُحِطُوا الْمَطَرُ وَجَاءُوا قَالُوا ظَنَرُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَاكُمْ بِهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴿١٧﴾ تَحْتَبِرُونَ بِالْخَيْرِ وَالشَّرِّ  
 وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ مَدِينَةُ ثَمُودَ تَسْعَةُ رَهْطٍ إِي رَجَالٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ بِالْمَعَاصِي مِنْهَا قَرْضُهُمُ الدَّنَائِزُ  
 وَالذَّرَاهِيمُ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿١٨﴾ بِالطَّاعَةِ قَالُوا إِي قَالُوا بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ تَفَاوَسُوا إِي أَحْلِفُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّكَ بِالنُّونِ  
 وَالتَّاءِ وَضَمَّ التَّاءِ الثَّانِيَةِ وَأَهْلَهُ إِي مَنْ أَمَنَ بِهِ إِي تَقْتُلُهُمْ لَيْلًا ثُمَّ لَنَقُولَنَّ بِالنُّونِ وَالتَّاءِ وَضَمَّ اللَّامِ الثَّانِيَةِ  
 لَوْلِيهِمْ إِي وَلِيِّ دَبِّهِ مَا شَهِدْنَا حَضْرَتَنَا مَهْلِكِ أَهْلِهِمْ بِضَمِّ الْجِيمِ وَفَتْحِهَا إِي إِنْهَالِكِهِمْ أَوْ هَلَاكِهِمْ فَلَا  
 نَذْرَ مِنْ قَتْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٩﴾ وَمَكْرُؤًا فِي ذَلِكَ مَكْرَأًا وَمَكْرَأًا مَكْرَأًا إِي جَارَيْنَاهُمْ بِتَغْجِيلِ عُقُوبَتِهِمْ وَهُمْ لَا  
 يَشْعُرُونَ ﴿٢٠﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْرِمِينَ إِي كُنَّا نَهْمُ أَهْلِكْنَاهُمْ وَقَوْمُهُمْ أَجْعَلِينَ ﴿٢١﴾ بِصِيحَةِ جِبْرِيلَ أَوْ بِرَمِي  
 الْمَلَائِكَةِ بِحِجَارَةٍ يَرَوْنَهَا وَلَا يَرَوْنَهُمْ قِيلَ لَكَ بِقَوْمٍ ذَاتِ بَأْسٍ وَنَضْبُهُ عَلَى الْحَالِ وَالْعَامِلُ فِيهَا مَعْنَى  
 الْإِشَارَةِ بِمَا ظَلَمُوا بِظُلْمِهِمْ إِي كُفْرِهِمْ إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ لِعِبْرَةٍ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ قُدْرَتَنَا فَيَتَعِظُونَ  
 وَأَنْجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا بِصَالِحِهِمْ أَرْبَعَةُ الْأَبْ وَكَانُوا يُتَّقُونَ ﴿٢٣﴾ الشِّرْكَ وَلَوْ طَا مُنْصُوبٌ بِأَذْكَرٍ مُقَدَّرًا قَبْلَهُ  
 وَيُبَدَّلُ مِنْهُ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَالِجَةَ إِي الْوَلَاةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٢٤﴾ يُبْصِرُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا إِنَّهُمَا كَا  
 فِي الْمَعْصِيَةِ أَهْلُكُمْ بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْمِيْلِ الثَّانِيَةِ وَادْخَالِ الْهَاءِ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهِينِ  
 لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُجَاهِلُونَ ﴿٢٥﴾ عَابَةِ فِعْلُكُمْ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا  
 أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ إِي أَهْلَهُ مِنْ قَرْيَتِكُمْ أَهْلُهَا نَاسٌ يَنْظُرُونَ ﴿٢٦﴾ مِنْ أَذْهَابِ الرِّجَالِ فَانْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ  
 (مَرْكُومٌ يَهْتَدِي)

قَدَّرْنَاهَا جَعَلْنَاهَا بِتَقْدِيرِنَا مِنَ الْغَیْبِ ۝ الْبَاقِیْنَ فِی الْعَذَابِ ۝ وَأَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَطَرًا ۝ هُوَ حِجَابُهُ السَّجِّیلِ ۝ اَنْهَلَكْتَهُمْ فَسَاءَ بئْسَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ۝ بِالْعَذَابِ مَطْرُوبِهِمْ ۝ قُلْ یَا مُحَمَّدُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی بَهْلَاكِ كُفَّارِ الْاٰثِمِ الْخَالِیَةِ ۝ وَسَلَّمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۝ هُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بِتَحْقِیْقِ الْهَمَزَتَيْنِ ۝ وَابْدَالِ الثَّانِیَةِ اِلْفًا وَتَسْهِیْلِهَا ۝ وَاِذْ خَالَ اَلْبَبُ بَیْنَ الْمُسْهَلَةِ وَالْاُخْرٰی وَتَرَكَهٗ خَیْرٌ لِّمَنْ یَّعْبُدُهُ ۝ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ بِالْبِیَّاءِ وَالتَّاءِ اِیْ اَهْلُ مَكَّةَ بِهِ ۝ الْاِلٰهَةُ خَیْرٌ لِّعَابِدِیْهَا ۝

**ترجمہ:** اور یقیناً ہم نے شمود کے پاس ان کی برادری کے بھائی صالح کو بھیجا یہ کہ تم سب اللہ کی بندگی کرو یعنی اس کی توحید کے قائل ہو جاؤ اچانک (خلاف توقع) ان میں دو فریق ہو گئے دین کے بارے میں باہم جھگڑنے لگے ایک فریق مومنوں کا تھا، ان کی طرف صالح علیہ السلام کو بھیجنے کے وقت سے اور دوسرا فریق کافروں کا تھا، آپ نے جھٹلانے والوں سے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم نیکی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں کرتے ہو؟ یعنی رحمت سے پہلے عذاب کی (جلدی کیوں کرتے ہو؟) اس اعتبار سے کہ تم نے کہا جو تم ہمارے پاس لائے ہو اگر وہ حق ہے تو ہمارے اوپر عذاب لے آؤ، تم کس لئے اللہ سے شرک سے معافی نہیں مانگتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے، کہ عذاب میں مبتلا نہ کئے جاؤ وہ لوگ کہنے لگے ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھ والوں یعنی مومنوں کو منحوس سمجھتے ہیں اِطْمِئْنَنَّا اصل میں تَطْمِئِنُّوْنَا تھا تا کو طامیں ادغام کر دیا (ابتداء بالسکون لازم آنے کی وجہ سے) ہمزہ شروع میں داخل کر دیا اِطْمِئْنَنَّا ہو گیا یعنی تیری وجہ سے ہم نحوست میں مبتلا ہو گئے، اس لئے کہ قوم خشک سالی اور بھکمری کا شکار ہو گئی، حضرت صالح نے فرمایا تمہاری نحوست اللہ کے پاس ہے، وہ ہی اس کو تمہارے پاس لایا ہے بلکہ تم وہ لوگ ہو جو خیر و شر کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا کئے گئے ہو اور شمود کے شہر (حجر) میں نو شخص ایسے تھے جو معاصی کے ذریعہ زمین (ملک) میں فساد برپا کرتے تھے، ان ہی فساد کے طریقوں میں دراہم و دنانیر کا کاٹنا بھی شامل تھا اور طاعت کے ذریعہ (ذرا) اصلاح نہ کرتے تھے، ان لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کو صالح علیہ السلام اور اس کے اہل پر ضرور شب خون ماریں گے یعنی رات کو ہم ان کو ضرور قتل کر دیں گے لَنْبَيِّتَنَّهُ نون کے ساتھ اور (بجائے نون کے) تا اور تاء ثانیہ کے ضمہ کے ساتھ ہے، اور اَهْلُ سے حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے مراد ہیں اور پھر ہم اس کے ولی دم سے صاف کہہ دیں گے کہ ہم ان کے اہل کے ہلاک کرنے کے وقت موجود (ہی) نہیں تھے لَنْقُوْلَنَّ نون کے ساتھ اور تا اور لام ثانیہ کے ضمہ کے ساتھ ہے مُهْلِكٌ مِمْ کے ضمہ کے ساتھ یعنی ان کو ہلاک کرنے کے وقت اور مِمْ کے فتح کے ساتھ یعنی ان کی ہلاکت کے وقت، لہذا ہم نہیں جانتے کہ اس کو کس نے قتل کیا؟ اور ہم بالکل سچے ہیں انہوں نے اس معاملہ میں ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے (بھی) ایک تدبیر کی یعنی ہم نے ان کو فوری عذاب میں گرفتار کر کے سزا دی اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی سودیکھ لو ان کے مکر کا انجام کیسا ہوا؟ ہم نے ان کو اور ان کی پوری قوم کو جبرائیل کی چیخ کے ذریعہ یا فرشتوں کے پھر مارنے کے ذریعہ ہلاک کر دیا وہ

پتھروں کو دیکھتے تھے مگر فرشتوں کو نہیں دیکھتے تھے یہ ہیں ان کے مکانات جو ظلم کی وجہ سے خالی پڑے ہیں یعنی ان کے کفر کی وجہ سے خاوِیۃٗ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس میں عامل اسم اشارہ کے معنی (یعنی اشدید) ہے بلاشبہ اس (تدبیر) میں بڑی عبرت ہے ان لوگوں کے لئے جو ہماری قدرت کو جانتے ہیں سو نصیحت حاصل کرتے ہیں، اور ہم نے ان لوگوں کو جو صالح علیہ السلام پر ایمان لاتے تھے اور وہ چار ہزار تھے بچا لیا اور وہ شرک سے پرہیز کرتے تھے اور لوط علیہ السلام کا تذکرہ کیجئے لوط اپنے ما قبل اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے اور اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اس سے (یعنی اذکر لوطاً) سے بدل ہے جبکہ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کا کام یعنی لواطت کرتے ہو در انحالیکہ تم ایک دوسرے کو معصیت میں منہمک ہونا دکھاتے ہو ایک دوسرے کو مشغول ہوتا دیکھتے ہو کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو؟ اِنَّكُمْ مِّنْ دُونِی ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل اور دونوں صورتوں میں دونوں کے درمیان الف داخل کر کے بلکہ تم ایسی قوم ہو جو اپنے فعل کے انجام سے بے خبر ہے قوم کے پاس جواب سوائے یہ کہنے کے کچھ نہ تھا کہ لوط کے متعلقین کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ مردوں کی دبروں کے معاملہ میں بڑے پاک بنتے ہیں پس ہم نے اس کو اور اس کے اہل کو بجز اس کی بیوی کے بچا لیا اور ہم نے اس کو اپنی تقدیر سے عذاب میں باقی رہنے والوں میں کر دیا اور ان پر ہم نے ایک خاص قسم کی بارش برسادی اور وہ کنکر یلے پتھر تھے جنہوں نے ان کو ہلاک کر دیا سو ان عذاب سے ڈرائے ہوئے لوگوں پر وہ بری بارش بھی اے محمد کہہ دیجئے سابقہ قوموں کے ہلاک کرنے پر سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے، کیا اللہ بہتر ہے اس کے لئے جو اس کی بندگی کرتا ہے یا وہ جس کو یہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں ؕ اللّٰہ خبیر میں دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے کو الف سے بدل کر اور مسہلہ اور محققہ کے درمیان الف داخل کر کے اور اس کو ترک کر کے یُشْرِ کون یا اور تا کے ساتھ یعنی اے اہل مکہ اللّٰہ بہتر ہے یا وہ چیزیں جن کو تم اس کے ساتھ معبود ہونے کی حیثیت سے شریک کرتے ہو اپنے عابدین کے لئے بہتر ہیں۔

### تحقیق و ترکیب تسہیل و تفسیر فوائدا

قَوْلًا: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ ثَمُوْدُ قَبِيلِهِ کے بعد کا نام ہے صالح علیہ السلام بھی ان ہی کی نسل سے ہیں اس ابو الجہد ہی کے نام پر قبیلہ کا نام ہے، مگر قبیلہ ہی مراد ہے حضرت صالح علیہ السلام کی امت ثمود کو عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں عاد اولیٰ قوم ہود کا نام ہے عاد اولیٰ اور عاد ثانیہ کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔ (حمل)

قَوْلًا: صَالِحًا، اَخَاهُمْ سے بدل یا عطف بیان ہے حضرت صالح علیہ السلام نے دو سو اسی سال کی عمر پائی، ہود علیہ السلام کی عمر چار سو چوتھ سال ہوئی، ہود علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان آٹھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ (حمل)

قَوْلًا: فَاِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ فریقان سے قوم صالح مراد ہے یعنی کچھ لوگ ایمان لے آئے اور کچھ نہیں لائے علامہ زحشری نے دو فریقوں میں ایک فریق حضرت صالح علیہ السلام کو اور دوسرا ان کی قوم کو قرار دیا ہے، علامہ زحشری کو فریقان کا یہ

مطلب لینے پر فاکے ذریعہ عطف نے آمادہ کیا ہے اس لئے کہ فاتعقیب بالاتصال پر دلالت کرتی ہے یعنی دعوائے رسالت سے متصل دو فریق ہو گئے یعنی ایک فریق حضرت صالح اور دوسرا فریق ان کی قوم۔

قَوْلًا: يَخْتَصِمُونَ باعتبار معنی کے فریقان کی صفت ہے یعنی فریقان موصوف اگرچہ باعتبار لفظوں کے متنبیہ ہے مگر چونکہ ہر فریق چند افراد پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے اس میں جمعیۃ کے معنی ہیں لہذا موصوف و صفت میں مطابقت موجود ہے۔

قَوْلًا: لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ اِی بطلب السَّيِّئَةِ اور سَيِّئَةٍ سے عذاب اور الْحَسَنَةِ سے رحمت مراد ہے جیسا کہ مفسر علام نے اشارہ کیا ہے۔

قَوْلًا: فُحِطُوا الْمَطَرُ اِی حُبِسُوا الْمَطَرُ یعنی تمہاری نحوست کی وجہ سے بارش روک دی گئی۔

قَوْلًا: مَدِينَةُ ثَمُود کہا گیا ہے کہ ثمود کے شہر کا نام حجر تھا، اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ حجر مدینہ اور شام کے درمیان وادی ہے یہیں پر ثمود کی آبادی تھی۔

قَوْلًا: رَهْطٌ کی تفسیر رجال سے کر کے اشارہ کر دیا کہ رَهْطٌ، تسعة سے معنی کے اعتبار سے تیز واقع ہے رَهْطٌ گولفظوں کے اعتبار سے مفرد ہے مگر معنی کے اعتبار سے جمع ہے لہذا اس کا تیز واقع ہونا صحیح ہو گیا تسعة رَهْطٌ میں اضافت بیان ہے، تسعة ہر رَهْطٌ، رَهْطٌ دس سے کم اشخاص کو کہتے ہیں جن میں عورتیں نہ ہوں تَقَاسَمُوا کی تفسیر اِخْلَفُوا سے کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ امر کا صیغہ ہے، مطلب یہ ہے کہ ان نو آدمیوں نے جنہوں نے اونٹنی اور صالح علیہ السلام کے اہل خانہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا انہوں نے آپس میں کہا کہ قسمیں کھاؤ کہ ہم صالح اور ان کے اہل خانہ پر شب خون ماریں گے، تَقَاسَمُوا فعل ماضی بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں لقالوا کی تفسیر واقع ہوگا، گویا کہ سوال کیا گیا ماقالو؟ فقیل تقاسموا لَتُبَيِّنَنَّهٗ مَضَارِعُ جمع متکلم بانون تاکید ثقیلہ ضمیر مفعول، باب تفعیل ہم اس پر ضرور رات میں حملہ کریں گے۔

قَوْلًا: بِمَا ظَلَمُوا کی تفسیر بظلمہم سے کر کے اشارہ کر دیا کہ مامصدر یہ ہے اور باسیہ ہے۔

قَوْلًا: اٰمَنُوا بِصَالِحٍ دیگر تفاسیر میں اٰمَنُوا صَالِحًا ہے۔

قَوْلًا: وَاَنْتُمْ تُبْصِرُونَ، تاتون کی ضمیر سے جملہ ہو کر حال ہے مقصد نکیر کی تاکید و تشدید ہے يَبْصُرُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رویت سے رویت بصری مراد ہے (یعنی ایک دوسرے کے سامنے خبیث حرکت کرتے تھے) بعض نے تبصرون سے رویت قلبی مراد لی ہے یعنی جانتے بوجھتے بھی ایسی حرکت کرتے ہو۔

قَوْلًا: لَتَأْتِيََنَّ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ سے اَتَاتُونَ الْفَاحِشَةَ میں جو ابہام ہے اس کی تعیین ہے اولاً مبہم رکھنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ حرکت ناقابل بیان بلکہ اس کے وصف کا بیان کرنا نہایت مشکل اور دشوار ہے کوئی بھی ذی عقل اور ہوشمند اس کی تصدیق نہیں کرے گا کہ کسی سے ایسی حرکت صادر ہو سکتی ہے۔

**قَوْلًا:** مِنْ دُونَ النِّسَاءِ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس حرکت میں دو طرفہ معصیت ہے یعنی مردوں کے ساتھ فعل معصیت ہے اور عورتوں کا ترک معصیت ہے۔

**قَوْلًا:** تَجْهَلُونَ (سوال) تَجْهَلُونَ قوم کی صفت ہے حالانکہ دونوں میں مطابقت نہیں ہے اس لئے کہ قوم غائب ہے اور تَجْهَلُونَ حاضر (جواب) غیبت اور مخاطبت جب جمع ہو جاتی ہے تو مخاطبت کے اقویٰ ہونے کی وجہ سے مخاطبت کو غیبت پر غلبہ دیدیا جاتا ہے (جمل) یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ مخاطب قوم ہے اس لئے اس کو حاضر کے درجہ میں رکھ کر صفت مخاطب کے صیغہ کے ساتھ لایا گیا ہے۔

**قَوْلًا:** عَاقِبَةُ اس سے اشارہ ہے کہ تَجْهَلُونَ کا مفعول محذوف ہے۔

**قَوْلًا:** فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ، كَانَ کی خبر مقدم ہے إِلَّا أَنْ قَالُوا اس کا اسم ہے اِذَا قَوْلُهُمْ اور ابْنِ ابِي اسْلَخِ نے جواب کو اسم کان قرار دیکر رفع پڑھا ہے اور مابعد کو اس کی خبر قرار دیا ہے۔

**قَوْلًا:** وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا یہ تاکید شدت مطر پر دلالت کرنے کے لئے ہے یعنی وہ بارش غیر معبود اور غیر معمولی تھی بالعذاب، منذرین کے متعلق ہے اور مَطَرُهُمْ مخصوص بالذم ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ يَهُودَ صَالِحٌ حضرت صالح علیہ السلام کا نام قرآن کریم میں آٹھ جگہ آیا ہے، حضرت صالح علیہ السلام جس قوم میں پیدا ہوئے اس کو ثمود کہتے تھے حضرت صالح علیہ السلام کا سلسلہ نسب چھ واسطوں سے ان کے جد اعلیٰ ثمود تک پہنچ جاتا ہے یہ امام بخاری کی تحقیق ہے اور یہی تاریخی حیثیت سے رائج ہے (قصص القرآن) اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ قوم ثمود کا نام ثمودان کے مورث اعلیٰ کے نام پر ہے، ثمود سے حضرت نوح علیہ السلام تک کے سلسلہ نسب میں دو قول ہیں ① ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوح ② ثمود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام، صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ امام ثعلبی دوسرے قول کو رائج سمجھتے ہیں، قوم ثمود سامی اقوام ہی کی ایک شاخ ہے، عاد اولیٰ کی ہلاکت کے وقت حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ بچ گئے تھے یہ وہی لوگ ہیں اور یہی نسل، عاد ثانیہ کہلائی۔

## ثمود کی بستیاں:

ثمود کہاں آباد تھے؟ اور کس خطہ میں پھیلے ہوئے تھے؟ اس کے متعلق یہ طے شدہ امر ہے کہ ان کی آبادیاں حجر میں تھیں، حجاز اور شام کے درمیان وادی قرئیٰ تک جو میدان نظر آتا ہے یہ سب ان کا مقام سکونت ہے، اور آج کل فِجِ النَّاقِہ کے نام سے مشہور ہے ثمود کی بستیوں کے خرابات اور آثار آج تک موجود ہیں۔



## اہل شمود کا مذہب:

شمود اپنے پیش رو، بت پرستوں کی طرح بت پرست تھے اور خدائے وحدہ لا شریک کے علاوہ بہت سے معبودان باطلہ کے پرستار تھے، اس کی اصلاح کے لئے ان ہی کے قبیلہ میں سے حضرت صالح کو ناصح اور رسول بنا کر بھیجا گیا، ان کی قوم کے تقریباً چار ہزار افراد ان پر ایمان لائے تھے عذاب آنے سے پہلے جن کو لیکر حضرت صالح علیہ السلام حضرت موت تشریف لے گئے جہاں حضرت صالح کا انتقال ہو گیا اسی وجہ سے اس کا نام حضرت موت مشہور ہو گیا۔

## نَاقَةُ اللَّهِ:

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم شمود کو بہت سمجھایا، قوم بجائے اس کے کہ ان کی نصیحت کو قبول کرتی، بت پرستی سے باز آتی، ان کا بغض و عناد ترقی پاتا رہا اور حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت میں اضافہ ہی ہوتا رہا، اگرچہ کمزور اور مختصر جماعت نے ایمان قبول کر لیا مگر سربراہ اور اہل اقتدار اور خوشحال لوگوں کی جماعت بت پرستی پر قائم رہی، خدا کی دی ہوئی ہر قسم کی خوش عیشی اور رفائیت کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے کفران نعمت کو شعار بنالیا، حضرت صالح کی نہ صرف یہ کہ تکذیب کی بلکہ ان کا مذاق بھی اڑاتی رہی، اور پیغمبرانہ دعوت و نصیحت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور نشان نبوت کا مطالبہ کیا۔

## تاریخی حیثیت سے واقعہ کی تفصیل:

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم جب حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ حق سے استہانہ کرتی تھی اور سرگروہ افراد نے قوم کی موجودگی میں مطالبہ کیا کہ اے صالح اگر تو واقعی خدا کا فرستادہ ہے تو کوئی نشان (معجزہ) دکھا، تاکہ ہم تیری صداقت پر ایمان لے آئیں، حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ نشان آنے کے بعد بھی انکار پر مصر اور سرکشی پر قائم رہو، قوم کے ان سرداروں نے بتا کید وعدہ کیا کہ ہم فوراً ایمان لے آئیں گے، تب حضرت صالح علیہ السلام نے دریافت کیا کہ وہ کس قسم کا نشان چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ سامنے والے پہاڑ سے یا بستی کے اس پتھر سے جو کنارہ پر نصب ہے ایک ایسی اونٹنی ظاہر کر کہ جو گیا بھن ہو اور فوراً بچہ دے، حضرت صالح علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں دعا کی جس کے نتیجے میں اسی وقت اس پتھر سے حاملہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور اس نے بچہ دیا، یہ دیکھ کر ان سرداروں میں سے جندع بن عمرو تو اسی وقت مسلمان ہو گیا اور دوسرے سرداروں نے بھی جب اس کی پیروی میں اسلام لانے کا ارادہ کیا تو ان کے ہیکلوں اور مندروں کے مہنتوں نے ان کو اسلام لانے سے باز رکھا۔

اب صالح علیہ السلام نے قوم کے تمام افراد کو تنبیہ کی کہ دیکھو یہ نشانی تمہاری طلب پر بھیجی گئی ہے خدا کا یہ فیصلہ ہے

کہ پانی کی باری مقرر ہو ایک دن اس اونٹنی کا ہوگا اور ایک دن پوری قوم اور ان کے جانوروں کا، اور خبردار اس کو کوئی اذیت نہ پہنچے، اگر اس کو آزار پہنچا تو تمہاری خیر نہیں ہے ایک مدت تک یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا، اور پوری قوم اس کے دودھ سے فائدہ اٹھاتی رہی۔ آہستہ آہستہ یہ بات بھی ان کو کھٹکنے لگی اور آپس میں صلاح و مشورے ہونے لگے کہ اس ناقہ کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ باری کے قصے سے نجات ملے، کیونکہ، اب ہمارے چوپایوں کے لئے اور خود ہمارے لئے بھی ناقابل برداشت ہے مگر قتل کرنے کی کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی، ایک حسین و جمیل مالدار عورت صدوق نے خود کو ایک شخص مصدع کے سامنے اور دوسری مالدار عورت عزیزہ نے اپنی ایک خوبصورت لڑکی کو قیدار (قدار) کے سامنے یہ کہہ کر پیش کیا کہ اگر وہ ناقہ کو ہلاک کر دیں تو یہ تمہاری ملک ہیں، تم ان کو بیوی بنا کر عیش کرو آخرفیدار بن سالف اور مصدع کو اس کے لئے آمادہ کر لیا گیا اور طے پایا کہ وہ راہ میں چھپکے بیٹھ جائیں اور ناقہ جب چراگاہ جانے لگے تو اس پر حملہ کر دیں اور چند دیگر آدمیوں نے بھی مدد کا وعدہ کیا۔

غرضیکہ ایسا ہی کیا گیا اور ناقہ کو اس طرح سازش کر کے قتل کر دیا گیا اور آپس میں قسمیں کھائیں کہ رات ہونے پر ہم سب صالح اور اسکے اہل و عیال کو بھی قتل کر دیں گے اور پھر اس کے اولیاء کو قسمیں کھا کر یقین دلادیں گے کہ یہ کام ہمارا نہیں ہم تو اس وقت موجود بھی نہیں تھے ادھر بچہ یہ دیکھ کر بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور چیختا چلاتا پہاڑی میں غائب ہو گیا۔

صالح علیہ السلام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا آخروہی ہوا جس کا مجھے خطرہ تھا، اب خدائی عذاب کا انتظار کرو جو تین دن کے بعد تم کو تباہ کر دے گا، اور پھر بجلی کی چمک اور کڑک کا عذاب آیا اس نے رات میں سب کو تباہ کر دیا اور آنے والے انسانوں کے لئے تاریخی عبرت کا سبق دے گیا۔

صاحب روح المعانی سید آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ثمود پر عذاب کی علامات اگلی صبح ہی سے نمودار ہونے لگیں، پہلے روز ان سب کے چہرے اس طرح زرد پڑ گئے جیسا کہ خوف کی ابتدائی حالت میں ہو جایا کرتا ہے، اور دوسرے روز سب کے چہرے سرخ تھے گویا کہ خوف و دہشت کا یہ دوسرا درجہ تھا اور تیسرے روز ان سب کے چہرے سیاہ تھے اور یہ خوف و دہشت کا وہ تیسرا مقام ہے کہ جس کے بعد موت ہی کا درجہ باقی رہ جاتا ہے۔

بہر حال ان تین دن کے بعد وقت موعود آ پہنچا اور رات کے وقت ایک ہیبت ناک آواز نے ہر شخص کو اسی حالت میں ہلاک کر دیا جس حالت میں وہ تھا قرآن عزیز نے اس ہلاکت آفریں آواز کو کسی مقام پر صاعقہ (کڑک دار بجلی) اور کسی جگہ رجفہ (زلزلہ ڈال دینے والی ٹہنی) اور بعض جگہ طاغیہ (دہشت ناک) اور بعض جگہ صبحہ (چیخ) فرمایا، یہ سب ایک ہی حقیقت کی مختلف اوصاف کے اعتبار سے تعبیرات ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ خدا تعالیٰ کے اس عذاب کی ہولناکیاں کیسی گونا گوں تھیں۔

ایک طرف ثمود پر یہ عذاب نازل ہوا دوسری طرف حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے پیرو مسلمانوں کو خدا نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور ان کو اس عذاب سے محفوظ رکھا۔

## قصہ لوط علیہ السلام والشیطان:

ولوطاً گذشتہ صفحات میں حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر آچکا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادرزادہ ہیں ان کے والد کا نام ہاران تھا، حضرت لوط علیہ السلام کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر سایہ گذرا تھا حضرت لوط علیہ السلام ہجرت میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رہے ہیں اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر تشریف لے گئے تھے تو اس وقت بھی حضرت لوط علیہ السلام ہمراہ تھے، اور مصر میں بھی قیام ساتھ ہی میں رہا، ہم مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ لوط مصر سے ہجرت کر کے شرق اردن کے علاقہ سدوم اور عامورہ چلے جائیں اور وہاں رہ کر دین حنیف کی تبلیغ و اشاعت کا کام کریں اور حضرت ابراہیم واپس فلسطین چلے جائیں۔

## سدوم:

اردن کی وہ جانب ہے جہاں آج بحریت یا بحر لوط واقع ہے یہی وہ مقام ہے کہ جہاں سدوم و عامورہ کی بستیاں واقع تھیں وہاں کے گرد و نواح میں بسنے والوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ تمام حصہ جواب زیر آب نظر آتا ہے کسی زمانہ میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے، قوم لوط پر عذاب کی وجہ سے یہ زمین تقریباً چار سو میٹر سطح سمندر سے نیچے چلی گئی، اسی لئے اس کو بحریت اور بحر لوط کہتے ہیں۔ (ہستان جلد ۹، ص ۵۳۷، بحوالہ قصص القرآن ج ۱، ص ۲۵۷)

۱۱۱ أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهِ الْبَتَاتِ بَيْنَ الْغَيْبَةِ إِلَى التَّكْلِمْ  
يَهْ حَدَاتِمْ جَمْعُ حَدِيقَةٍ وَهُوَ الْبُسْتَانُ الْمُحَوَّطُ ذَاتُ بَهْجَةٍ حُسْنٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا لِعَدَمِ  
فَذَرْتَكُمْ عَلَيْهِ عَالَهُ بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَادْخَالِ أَلِفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ فِي مَوَاضِعِهِ  
السَّبْعَةِ مَعَ اللَّهِ إِعَانَةً عَلَى ذَلِكَ أَيْ لَيْسَ مَعَهُ إِلَهٌ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ يُشْرِكُونَ بِاللهِ غَيْرَهُ  
أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا لَا تَمِيدُ بِأَهْلِهَا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ جِبَالًا أَثَبَتْ بِهَا الْأَرْضَ  
وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا بَيْنَ الْعَذْبِ وَالْمِلْحِ لَا يَخْتَلِطُ أَحَدُهُمَا بِالْآخَرِ عَالَهُ مَعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ  
تَوْحِيدَهُ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ الْمَكْرُوبَ الَّذِي مَسَّهُ الضَّرُّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ الشُّوْءَ عَنْهُ وَعَنْ غَيْرِهِ وَجَعَلَ لَكُمْ  
خُلَفَاءَ الْأَرْضِ الْإِضَافَةُ بِمَعْنَى فِي أَيْ يَخْلُقُ كُلُّ قَرْنٍ الْقَرْنَ الَّذِي قَبْلَهُ عَالَهُ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ  
تَتَعَطَّوْنَ بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّةِ وَفِيهِ إِذْغَامُ النَّاءِ فِي الدَّالِ وَمَا زَائِدَةٌ لِتَقْلِيلِ الْقَلِيلِ أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ يُرِيدُكُمْ  
إِلَى مَقَاصِدِكُمْ فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالْبَحْرِ بِالنُّجُومِ لَيْلًا وَبَعْلَامَاتِ الْأَرْضِ نَهَارًا وَمَنْ يُرْسِلِ الرِّيحَ بُشْرًا  
بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ أَيْ قُدَّامَ الْمَطَرِ عَالَهُ مَعَ اللَّهِ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ بِهِ غَيْرُهُ أَمَّنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ فِي

الْأَرْضِ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ يَعْبُدُهَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَإِنْ لَمْ يَغْتَرِفُوا بِالْإِعَادَةِ لِقِيَامِ الْبَرَاءِينَ عَلَيْهَا وَمَنْ يَرْزُقْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ بِالسَّحَابِ وَالْأَرْضِ بِالنَّبَاتِ عَالَهُمُ اللَّهُ أَيْ لَا يَفْعَلُ شَيْئًا مِمَّا ذُكِرَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا إِلَهَ مَعَهُ قُلْ يَأْمُرُكُمْ هَٰؤُلَاءُ بِمَا كُنْتُمْ تُحِبُّونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ أَنْ مَسَعَى الْإِنْسَانُ شَيْئًا مِمَّا ذُكِرَ وَسْأَلُوهُ عَنْ وَقْتِ قِيَامِ السَّاعَةِ فَنَزَلَ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ الْغَيْبِ أَيْ مَا غَابَ عَنْهُمْ إِلَّا لَكِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيْ الْكُفَّارُ كَغَيْرِهِمْ آيَاتٍ وَأَنْ وَقْتُ يُبْعَثُونَ ۝ بَلْ بِمَعْنَى هَلْ أَذْرَكَ بَوْدُنَ أَكْرَمَ فِي قِرَاءَةٍ وَفِي أُخْرَى إِذَا ذَكَرْتَ بِتَشْدِيدِ الدَّالِ وَأَصْلُهُ تَذَارَكَ أُبْدِلْتَ التَّاءَ ذَالًا وَأُدْغِمْتَ فِي الدَّالِ وَأُجْتُبِلْتَ بِمِزَّةِ الْوُضَلِ أَيْ بَلَغَ وَلِجَقٍ أَوْ تَتَابَعٍ وَتَلَا حَقَّ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ أَيْ بِهَا حَتَّى سَأَلُوا عَنْ وَقْتِ مَجِيئِهَا لَيْسَ الْأَمْرُ كَذَلِكَ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْهَا بَلْ هُمْ عَنْهَا عَمُونَ ۝ مِنْ عَمَى الْقُلُوبِ وَهُوَ أَنْبَغُ مِمَّا قَبْلَهُ وَالْأَصْلُ عَمِيُونُ أَسْتَقْبَلْتَ الضَّمَّةَ عَلَى الْبَاءِ فَنَقَلْتَ إِلَى الْمِيمِ بَعْدَ حَذْفِ كَسْرِهَا.

۵۸

**ترجمہ:** بھلا بتاؤ تو؟ وہ ذات بہتر ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور آسمان سے تمہارے لئے پانی بہایا، پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ بارونق باغ اگائے، اُنبتنا میں غیبت سے تکلم کی طرف التفات ہے، حدائقِ حدیقہ کی جمع ہے اس باغ کو کہتے ہیں جس کے چاروں طرف دیوار بنادی گئی ہو، تمہارے لئے ممکن نہ تھا کہ تم ان باغوں کے درختوں کو اگاسکو، تمہارے اس پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے (یہ سن کر بتاؤ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اس کام پر مدد کرنے کے لئے یعنی اس کے ساتھ کوئی الہ نہیں ہے ءِ اللہ میں دونوں ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل اور دونوں صورتوں میں دونوں ہمزوں کے درمیان الف داخل کر کے ساتوں مقامات پر بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جو خدا کا ہمسر ٹھہراتے ہیں (یعنی) غیر اللہ کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں یا وہ ذات جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا تاکہ اہل زمین کو لیکر نہ ڈمگائے اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور زمین کے ٹھہرانے کے لئے پہاڑ بنائے جن کے ذریعہ زمین کو ساکن کر دیا تاکہ وہ اضطرابی حرکت نہ کرے اور دو دریاؤں یعنی شور و شیریں کے درمیان حفاصل بنائی تاکہ آپس میں خلط ملط نہ ہو جائیں کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ ان میں سے زیادہ تر لوگ توحید کو سمجھتے بھی نہیں ہیں کیا وہ ذات جو بے قرار آدمی کی دعا سنتی ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے یعنی اس مصیبت زدہ کی جو تکلیفوں میں مبتلا ہو گیا ہو اور اس کی مصیبتوں کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین کا خلیفہ بناتا ہے خُلَفَاءُ الْأَرْضِ میں اضافت بمعنی فی ہے یعنی ہر بعد کی نسل کو پہلی نسل کا قائم مقام بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو تَذَكَّرُونَ میں تا اور یا کے ساتھ دونوں قراءتیں ہیں، اور اس میں تا کا ذال میں ادغام ہے اور مازائدہ ہے قلیل کی قلت (یعنی عدم) کو بیان کرنے کے لئے کیا وہ ذات جو تم کو تمہارے مقاصد کی طرف خشکی اور تری کی تاریکیوں میں رہنمائی کرتی ہے، رات کو نجوم کے ذریعہ اور دن میں علامات زمین کے ذریعہ، اور وہ ذات جو بارش سے پہلے خوشخبری دینے والی

ہوائیں چلاتی ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ اللہ ان تمام چیزوں سے پاک ہے جن کو وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں کیا وہ ذات جو مخلوق کو رحم مادر میں نطفہ سے ابتداء پیدا کرتی ہے پھر اس کو موت کے بعد لوٹا دے گی اگرچہ ان کو اعادہ کا اعتراف نہیں تھا مگر چونکہ اعادہ پر براہین قاطعہ موجود ہیں (اس لئے ان سے دوبارہ تخلیق کے بارے میں سوال کیا گیا) اور وہ ذات جو آسمان سے بارش کے ذریعہ اور زمین سے نباتات کے ذریعہ تم کو روزی دیتی ہے (یہ سن کر بتاؤ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے؟ یعنی مذکورہ کاموں میں سے اللہ کے سوا کوئی کچھ نہیں کرتا اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے اے محمد آپ کہہ دیجئے اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو اس بات پر کہ میرے ساتھ کوئی معبود ہے جس نے مذکورہ کاموں میں سے کوئی کام کیا ہو؟ اور (جب) آپ سے (مشرکین) نے قیامت قائم ہونے کے وقت کے بارے میں سوال کیا تو (آئندہ) آیت نازل ہوئی آپ کہہ دیجئے آسمان اور زمین والوں میں سے خواہ ملائکہ ہوں یا انسان غیب کو یعنی (اپنے سے) مخفی چیزوں کو کوئی نہیں جانتا لیکن اللہ اس کو جانتا ہے اور کفار بھی دوسروں کے مانند یہ نہیں جانتے کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا؟ بَلْ مَعْنٰی هٰذَا ہِے اَدْرَاکَ بروزن انکرم ایک قراءت میں اور دوسری قراءت میں اِذَا رَاکَ لام کی تشدید کے ساتھ اِذَا رَاکَ کی اصل تَدَارَکَ تھی تا کو دال سے بدل دیا گیا اور دال کو دال میں مدغم کر دیا گیا (ابتداء سکون لازم آنے کی وجہ سے) شروع میں ہمزہ وصل کا اضافہ کر دیا گیا یعنی بَلَغَ وَلَحِقَ یعنی پہلی قراءت کی صورت میں ہوں گے اور تَتَابَعَ وَتَلَا حَقَّ دوسری قراءت کی صورت میں ہوں گے یعنی ان کا علم آخرت کے بارے میں تھک گیا ہو (عاجز ہو گیا ہو) جس کی وجہ سے آخرت کے وقت کے آنے کے بارے میں سوال کیا ہو بات ایسی نہیں ہے فِی الْاٰخِرَةِ میں فِی بمعنی باہے ای بھا بلکہ یہ لوگ وقوع قیامت کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں بلکہ یہ اس سے اندھے بنے ہوئے ہیں دل کے اندھے اور یہ ماقبل سے مبلغ ہے (یعنی بَلْ هُمْ مِنْهَا عُمْوْنَ یہ اِدْرَاکَ علمہم سے مبلغ ہے) اور عُمْوْنَ اصل میں عَمِیُوْنَ تھا، ضمہ یا پر دشوار رکھ کر میم کے کسرہ کو حذف کرنے کے بعد میم کو دیدیا۔

تحقیق و ترکیب تسہیل و تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ:** اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ اَمْ مِّنْقَطَعٌ هٗۤى ابُو حَاثِمٍ نَّه كِهآ هٖء اس كى تَفْدِيرُ الْاِلَهْتِكُمْ خَيْرُ اَمْ مِّنْ خَلَقِ  
السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ ه١ اور بعض حضرات نے آیت کے معنی یہ بیان كئے ہیں اِعْبَادَةُ مَا تُعَبُّدُونَ مِنْ اَوْثَانِكُمْ خَيْرُ اَمْ  
عِبَادَةُ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ اس صورت میں ام متضله ہوگا، اس صورت میں تو نبخ اور تهكم کے معنى ہوں گے۔

**قَوْلًا**؛ قَوْمٌ يَعِدُونَ یہ عدل سے مشتق ہے جس کے معنی برابر کرنے کے ہیں مفسر علام نے یہی معنی مراد لئے ہیں اور عدول سے بھی مشتق ہو سکتا ہے جس کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں یعنی تم حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہو، بعض حضرات نے اَكُنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا اور بعد میں آنے والے اسی قسم کے تینوں جملوں کو اَكُنْ خَلَقَ الْمَسْمُوتِ سے بدل قرار دیا ہے، رائج اور ظاہر بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہل تینوں جگہوں پر تبکیت کے ایک طریقہ سے دوسرے طریقہ کی طرف انتقال کے لئے ہے۔

قَوْلًا: خَلَالَهَا جَعَلَ كَظَرٍ بَعْنٍ جَعَلَ بِمَعْنَى خَلَقَ لِيَا جَاءَ اَوْ جَعَلَ كَامْفَعُولِ ثَانِي بَعْنٍ هُوَسْكَتَا بَعْنٍ اِذَا جَعَلَ بِمَعْنَى صَيَّرَ لِيَا جَاءَ۔ (حمل)

قَوْلًا: وَيُكْشِفُ كَاعْطَفُ يُجِيبُ الْمَضْطَرُ پَر ہے یہ عطف خاص علی العام کے قبیل سے ہے مفسر علام نے عَنَهُ وَعَنْ غَيْرِهِ کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قَوْلًا: تَقْلِيلِ الْقَلِيلِ یہ کنایہ ہے کہ عدم بالکلیہ سے مراد تذکر کی مطلقاً نفی ہے۔

قَوْلًا: وَإِنْ لَمْ يَعْزِفُوا بِالْأَعَادَةِ الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ جب کفار اعادہ بعد الموت کے قائل ہی نہیں ہیں تو پھر ان سے یہ کہنا کہ وہ ذات جو ابتداء تخلیق کرتی ہے اور مرنے کے بعد زندہ کرے گی، کہاں تک درست ہے؟ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار اگرچہ اعادہ بعد الموت کے قائل نہیں تھے مگر ابتداء تخلیق کے قائل تھے ابتداء کی اعادے پر دلالت ظاہر اور قوی ہے اسی وجہ سے ان کو قائلین (معتزین) اعادہ فرض کر کے اعادہ کے بارے میں سوال کیا گیا۔

قَوْلًا: اِنَّهُ مَعَ اللّٰهِ یہ جملہ اس مقام پر مسلسل پانچ جگہ ذکر کیا گیا ہے اول کو بَلْ هُمْ يَّعْدُلُوْنَ پر ختم کیا ہے، اور ثانی کو بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ پر ختم کیا ہے اور ثالث کو قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُوْنَ پر راجع کو عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پر اور خاص کو قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ پر ختم کیا ہے۔

قَوْلًا: اَنَّ مَعِيَ اللّٰهُ صَوَابٌ اَنَّ مَعَهُ اللّٰهُ ہے اس لئے کہ مَاسْبِقُ اللّٰهُ مَعَهُ کہا گیا ہے بعض نسخوں میں مَعَهُ کے بجائے مَعَ اللّٰهِ ہے جو کہ بالکل واضح ہے اِلَّا کی تفسیر لیکن سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ متشبی منقطع ہے اس لئے کہ اگر متشبی متصل مانا جائے تو اللہ کو مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں شامل کرنا ہوگا اور مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے لئے مکان کی ضرورت ہے لہذا اللہ کے لئے بھی مکان ثابت ہوگا جو کہ درست نہیں ہے اسی لئے متشبی کو منقطع قرار دیا ہے فِی الْاٰخِرَةِ کی تفسیر بھا سے کر کے اشارہ کر دیا کہ فِی بمعنی بَا ہے یعنی کیا آخرت سے متعلق ان کا علم عاجز ہو گیا۔

قَوْلًا: لَيْسَ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ سے اشارہ کر دیا کہ بَلْ بمعنی هَلْ استفہام انکاری کے معنی میں ہے اَنْی لَمْ يَخْصُلْ لَهُمْ عِلْمٌ بِالْاٰخِرَةِ اِی لَمْ يُصَدِّقُوْا بِهَا وَلَمْ يَعْزِفُوْا بِهَا۔

## تَفْسِيْرُو تَشْرِیْح

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یہاں سے پچھلے جملے کی تشریح اور اس کے دلائل بیان کئے جا رہے ہیں فرمایا آسمانوں کو اتنی بلندی اور خوبصورتی کے ساتھ بنانے والا ان میں درخشاں کو اکب، روشن ستارے اور گردش کرنے والے افلاک بنانے والا، اسی طرح زمین اور اس میں پہاڑ، نہریں، چشمے، سمندر، اشجار، کھیتیاں اور انواع و اقسام کے طیور و حیوانات وغیرہ پیدا کرنے والا اور آسمان سے بارش برسا کر اس کے ذریعہ سے بارونق باغات اگانے والا کون ہے؟ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ جو زمین سے درخت ہی اگا کر دکھا دے؟ ان سب کے جواب میں مشرکین بھی کہتے اور اعتراف

کرتے تھے کہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہی ہے اَمَّنْ کا مفہوم ان آیات میں یہ ہے کہ کیا وہ ذات جو ان تمام چیزوں کی بنانے والی ہے اس شخص کی طرح ہے جو ان میں سے کسی پر قادر نہیں؟ (ابن کثیر)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین کی اضطرابی حرکت کو ختم کرنے کے لئے اس پر بڑے بڑے پہاڑ نصب کر دیئے تاکہ زمین سکونت کے قابل ہو سکے اس لئے کہ اضطرابی اور بے قاعدہ حرکت کے ہوتے ہوئے زمین پر سکونت ممکن نہیں تھی، تاہم زمین کی مرکزی اور محوری دونوں حرکتیں باقاعدگی کے ساتھ جاری ہیں جن سے سکونت میں کوئی خلل نہیں ہوتا وَجَعَلَ خِلَالَهَا کی تفصیل کے لئے سورہ فرقان کی آیت ۵۳ کی تفسیر دیکھئے۔

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ یعنی جس طرح مذکورہ معاملات میں اللہ تعالیٰ منفرد ہے اس کا کوئی شریک و ہمسر نہیں اسی طرح غیب کے علم میں بھی وہ منفرد ہے اس کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں، نبیوں اور رسولوں کو بھی اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ وحی اور الہام کے ذریعہ انہیں بتلا دیتا ہے، اور جو علم کسی کے بتلانے سے حاصل ہو تو اس کے عالم کو عالم الغیب نہیں کہا جاتا، عالم الغیب تو وہ ہے کہ جو بغیر کسی ذریعہ اور واسطہ کے ذاتی طور پر ہر چیز کا علم رکھے اور ہر حقیقت سے باخبر ہو اور مخفی سے مخفی چیز بھی اس کے دائرہ علم سے باہر نہ ہو اور یہ صفت صرف اور صرف اللہ کی ہے اس لئے صرف وہی عالم الغیب ہے اس کے سوا کائنات میں کوئی عالم الغیب نہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نبی ﷺ آئندہ کل پیش آنے والے حالات کا علم رکھتے ہیں اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا اس لئے کہ وہ تو فرما رہا ہے کہ آسمان اور زمین میں غیب کا علم صرف اللہ کو ہے۔ (صحیح بخاری ۴۸۵۵)

بَلْ اِذْكَرْکَ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ یعنی ان کا علم آخرت کے وقوع کا علم جاننے سے عاجز ہے، یا یہ معنی ہیں کہ ان کا علم مکمل ہو گیا اس لئے کہ انہوں نے قیامت کے بارے میں کئے گئے وعدوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، گویہ علم اب ان کے لئے نافع نہیں ہے کیونکہ دنیا میں یہ لوگ اسے جھٹلاتے رہے ہیں، جیسے فرمایا اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصُرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا لَكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ (سورہ مہم ۳۸)

بَلْ هُمْ مِنْهَا عَمُونَ یعنی دنیا میں آخرت کے بارے میں شک میں ہیں بلکہ اندھے ہیں کہ اختلال عقل و بصیرت کی وجہ سے آخرت پر یقین سے محروم ہیں یعنی جس طرح اندھے کو راستہ نظر نہیں آتا اس لئے مقصود تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے، اسی طرح تصدیق بالآخرت کا جو ذریعہ ہے یعنی دلائل صحیحہ یہ لوگ انتہائی عناد کی وجہ سے ان دلائل میں غور و فکر نہیں کرتے اس لئے ان کو وہ دلائل نظر نہیں آتے جن سے مقصود تک رسائی کی امید ہوتی ہے لہذا یہ شک سے بڑھ کر ہے کیونکہ شک والا بعض اوقات دلائل میں نظر کر کے رفع شک کر لیتا ہے، مگر آخرت سے اندھا یعنی یقینی طور پر عدم وقوع کا قائل دلائل میں کبھی غور نہیں کرتا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا اَيُّضًا فَيُاْثِرُ الْبَغْثَ اِذَا كُنَّا تُرَابًا وَاَبَاؤُنَا اَيُّضًا الْمُنْجُونَ ﴿۵﴾ اِی مِنْ الْقُبُورِ لَقَدْ وَعَدْنَا هَٰذَا اَنْحَنَّا وَاَبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هَٰذَا اِلَّا اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِينَ ﴿۶﴾ جمع اُسْطُورَةٌ بِالضَّمِّ اِی مَا

سُطِرَ مِنَ الْكَذِبِ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ۝ بِإِنْكَارِهِمْ هِيَ بِهَلَاكِهِمْ  
 بِالْعَذَابِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۝ تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ لَا  
 تَهْتَمِ بِمَكْرِهِمْ عَلَيْكَ فَإِنَّا نَاصِرُكَ عَلَيْهِمْ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ بِالْعَذَابِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ فِيهِ  
 قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ رَدْفٌ قَرِيبٌ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ۝ فَحَصَلَ لَهُمْ الْقَتْلُ بِبَذَرِ بَقَايِ الْعَذَابِ يَأْتِيهِمْ  
 بَعْدَ الْمَوْتِ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَمَنْ تَأْخِيرُ الْعَذَابِ عَنِ الْكَفَّارِ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ۝  
 فَالْكَفَّارُ لَا يَشْكُرُونَ تَأْخِيرُ الْعَذَابِ لِإِنْكَارِهِمْ وَتَوَعُّهُ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ نُخْفِيهِ  
 وَمَا يَعْلَمُونَ ۝ بِالسَّيِّئَاتِ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ النَّاسُ لِلْمُبَالَغَةِ أَيْ شَيْءٌ فِي غَايَةِ الْخِفَاءِ عَلَى  
 النَّاسِ إِلَّا فِي كَذِبٍ مُبِينٍ ۝ بَيِّنَ هُوَ اللَّوْحُ الْمُحْفُوظُ وَمَكْنُونٌ عِلْمُهُ تَعَالَى وَمِنْ تَغْذِيبِ الْكَفَّارِ  
 إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقْضَى عَلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ الْمُؤْجُودِينَ فِي زَمَنِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ أَيْ بَيَّانَ مَا ذَكَرَ عَلَى وَجْهِهِ الرَّافِعِ لِلْإِخْتِلَافِ بَيْنَهُمْ لَوْ أَخَذُوا بِهِ  
 وَأَسْلَمُوا وَإِنَّهُ لَهْدَى مِنَ الضَّلَالَةِ وَرَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ مِنَ الْعَذَابِ إِنْ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ  
 كَغَيْرِهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِحُكْمِهِ أَيْ غَذَلِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَالِبُ الْعَلِيمُ ۝ بِمَا يَحْكُمُ بِهِ فَلَا يُمَكِّنُ أَحَدًا  
 مُخَالَفَتُهُ كَمَا خَالَفَ الْكَفَّارُ فِي الدُّنْيَا أَنْبِيََاءَهُ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ يُقْ بِهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ۝ أَيْ  
 الدِّينِ الْبَيِّنِ فَالْعَاقِبَةُ لَكَ بِالنَّصْرِ عَلَى الْكَفَّارِ ثُمَّ ضَرَبَ لَهُمْ أَمَثَالًا بِالْمَوْتِ وَالصُّمِّ وَالْعُمَى فَقَالَ  
 إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتِ وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا بَتَّحَقِيقِ السَّمَرَتَيْنِ وَتَسْمِعُ الثَّانِيَةَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْبَاءِ  
 وَلَوْ أَمْدَدِيْن ۝ وَمَا أَنْتَ بِهَدَى الْعُمَى عَنْ ضَلَاتِهِمْ إِنْ مَا تَسْمِعُ سَمَاعَ أَفْهَامٍ وَقَبُولَ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا  
 الْقُرْآنَ فَهُمْ مُسْلِمُونَ ۝ مُخْلِصُونَ بِتَوْحِيدِ اللَّهِ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ حَقَّ الْعَذَابِ أَنْ يُنْزَلَ بِهِمْ فِي  
 جُمْلَةِ الْكَفَّارِ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۝ أَيْ تُكَلِّمُ الْمُؤْجُودِينَ حِينَ خُرُوجِهَا بِالْعَرَبِيَّةِ تَقُولُ  
 لَهُمْ مِنْ جُمْلَةٍ كَلَامِهَا نَائِبَةٌ عَنَّا أَنَّ النَّاسَ أَيْ كُفَّارَ مَكَّةَ وَفِي قِرَاءَةٍ فَتُحْ بِسْمَرَةٍ إِنْ بِتَقْدِيرِ الْبَاءِ بَعْدَ  
 تُكَلِّمُهُمْ كَأَنَّا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ۝ أَيْ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْقُرْآنِ الْمُشْتَمِلِ عَلَى الْبَعْثِ وَالْجَسَابِ وَالْعِقَابِ  
 وَبِخُرُوجِهَا يَنْقُطُ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَا يُؤْمِنُ كَافِرٌ كَمَا أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى نُوحٍ إِنَّهُ  
 لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ.

۱۶

**ترجمہ:** اور کافروں نے انکار بے جا کیا، کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی،

تو کیا ہم قبروں سے پھر نکالے جائیں گے؟ ہم سے اور ہمارے باپ داداؤں سے بہت پہلے سے یہ وعدے کئے جاتے رہے



ہیں، کچھ نہیں، یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، اساطیر اُسطورہ بالضم کی جمع ہے یعنی وہ جھوٹی باتیں جن کو لکھ لیا گیا ہو، آپ کہہ دیجئے کہ زمین میں ذرا چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ مجرموں کا ان کے انکار کی وجہ سے کیا انجام ہوا؟ اور وہ عذاب کے ذریعہ ان کا ہلاک ہو جانا ہے آپ ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ شرارتیں کر رہے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوں یہ نبی ﷺ کو تسلی ہے یعنی آپ کے خلاف ان کے سازش کرنے سے غمگین نہ ہوں ہم ان کے مقابلہ میں آپ کی مدد کرنے والے ہیں، یہ لوگ کہتے ہیں کہ عذاب کا یہ وعدہ کب ہے؟ اگر تم اس وعدہ میں سچے ہو (تو بتلا دو) آپ کہہ دیجئے کہ عجب نہیں کہ جس عذاب کی تم جلدی بچار ہے ہو اس کا کچھ حصہ تمہارے قریب ہی آ لگا ہو چنانچہ غزوہ بدر میں ان کو قتل کا عذاب لاحق ہو گیا اور باقی عذاب موت کے بعد آئے گا یقیناً آپ کا پروردگار لوگوں پر بڑا ہی فضل والا ہے اور کافروں سے عذاب کی تاخیر (اس کے) فضل ہی کا حصہ ہے، لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں چنانچہ کافروں کا عذاب کے منکر ہونے کی وجہ سے تاخیر عذاب کا شکر ادا نہیں کرتے اور بے شک تیرا رب ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جنہیں ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور جنہیں وہ اپنی زبانوں سے ظاہر کر رہے ہیں آسمان اور زمین کی کوئی بھی ایسی پوشیدہ چیز نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو، اور غائبہ میں تا مبالغہ کے لئے ہے یعنی وہ چیز جو لوگوں کے لئے نہایت مخفی ہو، اور کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے، یا علم باری تعالیٰ میں محفوظ ہیں، اور انہیں محفوظ اشیاء میں سے کفار کو سزا دینے کا علم بھی ہے یقیناً یہ قرآن ہمارے نبی ﷺ کے زمانہ میں موجود بنی اسرائیل کو اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں یعنی مذکورہ (اختلاف) کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ اگر یہ لوگ اس کو اختیار کریں اور تسلیم کریں تو ان کے آپسی اختلاف کو رفع کر دے اور یہ قرآن یقیناً گمراہی سے ہدایت ہے اور مومنین کے لئے عذاب سے رحمت ہے بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن دوسروں کے مانند ان کے درمیان بھی اپنے حکم یعنی عدل کے ساتھ فیصلہ کر دے گا وہ غالب ہے اور جس چیز کا فیصلہ کرتا ہے اس کا جاننے والا ہے کسی کو اس کی مخالفت کرنے کی قدرت نہ ہوگی جس طرح کہ دنیا میں کفار نے اس کے انبیاء کی مخالفت کی پس آپ اللہ ہی پر بھروسہ رکھئے بلاشبہ آپ کھلے ہوئے حق پر ہیں یعنی واضح دین پر ہیں، آخر کار کافروں پر فتح آپ ہی کی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مردوں اور بہروں اور اندھوں کی مثالیں بیان کی ہیں، فرمایا بلاشبہ آپ (اپنی) پکار نہ مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چلدیں دُعاء اِذَا میں دونوں ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل کے ساتھ ہمزہ اور یا کے درمیان اور نہ اندھوں کو ان کی گمراہی سے (بچا کر) رہنمائی فرما سکتے ہیں آپ تو فہم و قبول کا سننا صرف ان ہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں پھر وہ فرمانبردار بھی ہوتے ہیں (یعنی) اللہ کی توحید میں مخلص ہوتے ہیں اور جب ان پر وعدہ ثابت ہو جائے گا یعنی عذاب کا وعدہ ثابت ہو جائے گا بایں طور کہ منجملہ کفار کے ان پر (بھی) عذاب نازل ہو جائے گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا یعنی اس کے خروج کے وقت جو لوگ موجود ہوں گے عربی میں ان سے باتیں کرے گا وہ ان سے منجملہ اپنے دیگر کلام کے ہماری طرف سے حکایت کرتے ہوئے کہے گا کہ لوگ ہماری باتوں کا یقین نہیں کرتے تھے یعنی کفار مکہ اور ایک قراءت میں اِنَّ کے فتح کے ساتھ ہے باکی تقدیر کے

ساتھ نَکَلْتُمْہُمْ کے بعد، یعنی قرآن پر یقین نہیں رکھتے تھے جو کہ بعث اور حساب اور عقاب کی (خبروں) پر مشتمل ہے، اور اس کے خروج کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (کا وقت) ختم ہو جائے گا (اس لئے کہ اس وقت عمل کا کوئی فائدہ نہ ہوگا) (ان کے بعد) کوئی کافر ایمان نہ لائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی، یہ کہ تیری قوم میں سے (اب) کوئی ایمان نہیں لائے گا سوائے ان کے جو ایمان لا چکے۔

### حَقِيقَةُ تَرْكِ كَيْفِ تَسْمِيْلٍ وَ تَفْسِيْرِ فَوَائِدٍ

قَوْلُهُ: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا ضَمِيرُ كِي بَجَائِ الدِّينِ موصول ذکر کیا یعنی قَالُوا إِذَا كُنَّا تُرَابًا کے بجائے قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا فرمایا تاکہ صلہ کے ذریعہ ان کی صفت مذمومہ کفر کی طرف اشارہ ہو جائے اور ان کے قول باطل کی علت کی طرف بھی اشارہ ہے (روح المعانی) ءَ إِذَا فَعْلٌ محذوف کا ظرف ہے جس پر مسخر جون دلالت کر رہا ہے، تقدیر عبارت یہ ہے اُنْخَرُجُ إِذَا كُنَّا تُرَابًا إِذَا كَوْلُ مَخْرُجُونَ کا ظرف مقدم قرار دینا درست نہیں ہے اس لئے کہ مابعد کے ماقبل میں عمل کرنے سے تین موانع موجود ہیں، ہمزہ، اِنّ، لام، ان میں سے ہر ایک اپنے مابعد کے لئے ماقبل میں عمل کرنے سے مانع ہے اور جب تین مانع جمع ہو جائیں تو مابعد کے ماقبل میں عمل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بعض حضرات نے کہا ہے کہ اِنّ کی خبر جب مقرون باللام ہو تو وہ ماقبل میں عمل کر سکتی ہے جیسے اِنّ زَيْدًا طَعَامَكَ لَا کُلَّ مگر پھر دو مانع باقی رہ جاتے ہیں لہذا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ لمْخَرَجُونَ إِذَا کا عامل نہیں ہے بلکہ اس کا عامل محذوف ہے اور وہ ءَ اُنْخَرُجُ ہے۔

قَوْلُهُ: وَآبَاؤُنَا اس کا عطف کان کے اسم پر ہے یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کے لئے ضمیر منفصل کے ذریعہ تاکید ضروری ہوتی ہے مگر یہاں نہیں ہے؟

جَوَابُهُ: یہاں چونکہ تراباً خبر کا فصل آگیا ہے لہذا اب تاکید کی ضرورت نہیں رہی اور ءَ اِنَّا میں ہمزہ کی تکرار تاکید و تشدید فی انکار بعث کے لئے ہے۔ (روح)

قَوْلُهُ: قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ یہ امر تہدید کے لئے ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے کہ تم سے پہلی امتوں نے بھی خدا کی طرف رجوع نہیں کیا آخر کار ان کو عذاب میں مبتلا کر دیا گیا اگر تم بھی خدا کی طرف رجوع نہ کرو گے تو تم کو غارت کر دیا جائے گا۔

قَوْلُهُ: إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ میں جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے، حالانکہ مخاطب صرف آنحضرت ﷺ ہیں۔ جَوَابُهُ: چونکہ بعث بعد الموت وغیرہ کی خبر دینے میں مومنین بھی آپ کے ساتھ شریک تھے اسی لئے مشرکین نے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔

قَوْلُهُ: قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ، عَسَىٰ یہاں یقین کے معنی میں ہے، قاضی نے کہا کہ عَسَىٰ وَلَعَلَّ، سوف ملوک کے مواعید میں جزم کے معنی میں ہوتا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوتا ہے کہ ان کا اشارہ غیر کی تصریح کے مثل ہے۔

**قَوْلُهُ:** رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي رَدِفَ ایسے فعل کے معنی کو متضمن ہے جو متعدی باللام ہو، مثلاً قرب، ردف اس لئے کہ رَدِف کا استعمال لام کے صلہ کے ساتھ نہیں ہے اسی وجہ سے شارح نے رَدِف کی تفسیر قُرْب سے کی ہے۔

**قَوْلُهُ:** مَا تُكِنُّ یہ اکذاً سے مشتق ہے مضارع واحد مؤنث غائب، وہ چھپاتی ہے، یہاں چونکہ اس کا فاعل صُدُور جمع مکسر اسم ظاہر ہے اس لئے فعل کو مؤنث لایا گیا ہے۔

**قَوْلُهُ:** غَائِبَةٌ اگرچہ صفت ہے مگر یہ بغیر موصوف کے کثیر الاستعمال ہے بعض حضرات کے نزدیک یہ صفت سے اسمیت کی طرف منقول نہیں ہے مگر اسمیت غالب ہے جیسا کہ مومن اور کافر میں، لہذا اس کی تائید کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ اس کا کوئی مؤنث موصوف نہیں ہے کہ یہ اس کی صفت واقع ہو، جیسا کہ رَاوِيَةٌ کثیر الروایت شخص کو کہتے ہیں، لہذا یہ تائید مبالغہ ہے اور بعض حضرات نے اس کو اسمیت کی طرف منقول بھی کیا ہے لہذا جو شی غائب اور مخفی ہو اس کو غائِبَةٌ کہتے ہیں، اور اس تا کو تاء نقل کہتے ہیں جیسا کہ فاتحة، ذبیحة ونطيحة میں ہے۔

**قَوْلُهُ:** فسی کتاب مبین شارح نے اس کی دو تفسیروں کی طرف اشارہ کیا ہے ایک لوح محفوظ، اور دوسری علم باری تعالیٰ و ممکنوں میں واو بمعنی او ہے یعنی زمین و آسمان کی تمام مخفی اور پوشیدہ چیزیں لوح محفوظ میں ہیں یا اللہ کے علم ازلی میں ہیں اس لئے کہ اظہار اشیاء کا وہ بھی مبدأ ہے۔

**قَوْلُهُ:** ای ببیان ما ذکر جار مجرور یقص کے متعلق ہے اور ما ذکر سے وہ بات مراد ہے جس میں وہ اکثر اختلاف کرتے ہیں علی وجہ بیان سے متعلق ہے الرافع بیان کی صفت ہے اور لو اخذوا به رافع سے متعلق ہے یعنی قرآن ان کے اختلاف کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ ان کا اختلاف رفع ہو جاتا ہے اگر یہ اس بیان کو تسلیم کریں۔

**قَوْلُهُ:** اِنِّیْ عَدْلُهُ، حکمہ کی تفسیر عدلہ سے کر کے مفسر علام نے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔

اعتراض: یَقْضٰی کے بعد بِحُكْمِهِ لانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ دونوں ہم معنی ہیں لہذا مطلب یہ ہوا یَقْضٰی بقضاء ہ یا بحکم بحکمہ۔

**جَوَابُ:** جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حکم سے مراد حکم بالعدل ہے لہذا دونوں مترادف نہیں ہیں۔

**قَوْلُهُ:** فَلَا یُمْکِنُ اَحَدًا مَخَالَفَتُهُ یہ وهو العزیز پر تفریع ہے بہتر ہوتا کہ مفسر علام اس کو وهو العزیز سے متصل ذکر فرماتے۔

**قَوْلُهُ:** اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی یہ آیت کفار کے بارے میں آپ ﷺ کی امید ہدایت کو قطع کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے، کافروں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دینا یہ امید ہدایت کو قطع کرنے کے لئے ہے یعنی جس طرح مردوں سے کسی چیز کی توقع نہیں رہتی کفار بھی اپنے قلوب کے اعتبار سے مردے ہیں اس لئے کہ ان کے قلوب پر مہر لگ چکی ہے جس کی وجہ سے نہ کفر باہر آ سکتا ہے اور نہ ایمان اندر داخل ہو سکتا ہے (یہاں مردوں کے سماع یا عدم سماع کا مسئلہ نہیں ہے اس سے مردوں کے عدم سماع پر استدلال صحیح نہیں ہے)۔

قَوْلًا، وَلَوْ اَمْدَبِیْنِ یعنی ایک تو بہر اور پھر اس نے پیٹھ بھی پھیر لی جس کی وجہ سے ہدایت کا امکان بالکل مفقود ہو گیا، اس لئے کہ نفس سماع کی امید تو بہر ہونے کی وجہ سے منقطع ہو گئی مگر بہر ابھی کبھی اشارہ سے بات سمجھ لیتا ہے مگر جب بہرے نے اپنا رخ موڑ لیا تو اشارہ سے سمجھنے کی امید بھی منقطع ہو گئی۔

قَوْلًا، بِهَادِیِ الْعُصْبِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ، ہدایہ کا صلہ عن استعمال نہیں ہوتا، یہاں چونکہ ہدایت صرف کے معنی کو متضمن ہے اس لئے اس کا صلہ عن لانا درست ہے۔

قَوْلًا، حَقَّ الْعَذَابِ النَّخِ وَقَعَ الْقَوْلُ کی تفسیر ہے۔

قَوْلًا، اٰخِرُ جَنَّا لَهُمْ دَابَّةٌ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی علیہ السلام کے انتقال کے بعد ایک عجیب الخلقہ جانور کوہ صفا سے نکلے گا اور بعض حضرات نے حجر اور طائف کو مقام خروج بتایا ہے وہ لوگوں سے عربی میں کلام کرے گا، مجملہ دیگر کلام کے کچھ باتیں وہ نیابتاً عن اللہ بطور نقل حکایت کے بھی کہے گا مثلاً اس کا یہ مقولہ اِنَّ النَّاسَ کَانُوْا بَاۤیِّنَاتًا لِّاٰیٰتِ قُوْنٍ، نیابتاً عن اللہ کہے گا۔

## تَفْسِيْرُ وَتَشْرِیْحِ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یعنی جب ان کافروں سے آخرت میں حساب و کتاب کے بارے میں کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ان باتوں میں کوئی حقیقت نہیں ہے، بس یہ سنی سنائی باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں۔

قُلْ سَبِّرُوْا فِی الْاَرْضِ یہ کافروں کے مذکورہ قول کا جواب ہے کہ ذرا چل پھر کر دیکھو تمہیں ان کے کھنڈرات اور خرابات اور نشانات دیکھ کر معلوم ہو جائے گا کہ سابقہ نافرمان اور رسولوں کی تکذیب کرنے والی قومیں عذاب الہی سے نافرمانی کی پاداش میں ہلاک و برباد کی جا چکی ہیں، جو پیغمبروں کی صداقت کی دلیل ہے وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ (الآیہ) یہ آنحضرت ﷺ کو تسلی ہے کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے اور کفر پر اصرار سے غمگین نہ ہوں اور نہ ان کے مکر سے اندیشہ کریں اللہ آپ کی حفاظت کرنے والے ہیں وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ یہ آپ سے معلوم کرتے ہیں کہ عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ؟ آپ جواب دیجئے کہ ان میں کی بعض چیزیں جن کی تم جلدی مچارہے ہو شاید تم سے بہت ہی قریب آگئی ہوں اس سے مراد جنگ بدر کا وہ عذاب ہے جو قتل و اسیری کی شکل میں کافروں پر آ پڑا پھر عذاب قبر مراد ہے، دونوں بھی مراد ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا عاصی اور باغی بندوں پر فوری گرفت نہ کرنا یہ بھی اللہ کا فضل و کرم ہے اس پر بھی اس کا شکر ادا ہونا چاہئے مگر چونکہ کافروں کے ذہن میں بعث بعد الموت اور روز جزاء و سزا کا کوئی تصور ہی نہیں ہے اس لئے ان کو اس کا کوئی خوف بھی نہیں ہے۔

ای شی فی غایۃ الخفاء یہ غائبہ کی تفسیر ہے ای وَمَا مِنْ شَیْ غَائِبٍ غَاۤیَةِ الْخَفَاءِ انتہائی پوشیدہ، شدت کے معنی تاء مبالغہ سے ماخوذ ہیں جیسا کہ عَلَامَةُ تِیْن۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنٰی اِسْرَآئِیْلَ اَکْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ، یہ قرآن، بنی اسرائیل جن باتوں میں

اختلاف کرتے ہیں اکثر کو بیان کرتا ہے۔

جواب: قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز قرآن میں موجود ہے اور مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اکثر کو بیان کرتا ہے۔

جسکی شیعہ: قرآن ہرشی کو بیان کرتا ہے لیکن اکثر کو صراحت کے ساتھ اور اقل کو رمز اور اشارہ کے ساتھ لہذا اب کوئی تعارض نہیں۔ منجملہ ان باتوں کے جن میں اہل کتاب باہم اختلاف کرتے تھے جس کی وجہ سے مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے حتیٰ کہ ان کے عقائد میں بھی شدید اختلاف تھا یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تنقیص و توہین کرتے تھے اور عیسائی ان کی شان میں غلو، حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ، یا اللہ کا بیٹا قرار دیدیا، قرآن کریم نے ان کے حوالہ سے ایسی باتیں بیان فرمائیں، جن سے حق واضح ہو جاتا ہے، اور اگر وہ قرآن کے بیان کردہ حقائق کو مان لیں تو ان کے عقائد ہی اختلاف ختم ہو کر تفرق اور انتشار ختم ہو جائے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ یعنی اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان عادلانہ فیصلہ کر کے حق و باطل کو ممتاز کر دے گا اور اسی کے مطابق جزاء و سزا کا اہتمام فرمائے گا۔

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ اس آیت میں آپ کو اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کرنے اور دشمنانِ دین کی پرواہ نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی دو علتیں بیان فرمائی ہیں اول یہ کہ آپ دینِ حق پر ہیں لہذا صاحبِ حق اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ خدا پر اعتماد اور بھروسہ کرے۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (الآیۃ) اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کرنے اور کافروں کی پرواہ نہ کرنے کی یہ دوسری علت ہے یعنی یہ لوگ مردے ہیں جو کسی کی بات کو سن کر فائدہ نہیں اٹھا سکتے یا بہرے ہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ یہ اس عذاب کا بقیہ ہوگا جس کی طرف سابق میں اشارہ کیا گیا ہے اس کا کچھ حصہ جنگ بدر میں واقع ہو چکا اور یہ آخری زمانہ میں ہوگا اٰخِرَ جَنَّا لَهُمْ دَابَّةٌ یہ وہی دابہ ہے جو قرب قیامت کی علامات میں سے ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو ان میں ایک جانور کا نکلنا ہے“ (صحیح مسلم کتاب الفتن) (دوسری روایت میں ہے کہ سب سے پہلی نشانی سورج کا مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہونا ہے اور چاشت کے وقت جانور کا نکلنا یہ دونوں نشانیاں یکے بعد دیگرے پے درپے ظاہر ہوں گی۔)

(صحیح مسلم باب فی خروج الدجال ومکئہ فی الارض)

بِمَا ظَلَمُوا اِىْ اَشْرَكُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ۝ اِذْ لَا حُجَّةَ لَهُمْ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا خَلْقَنَا الْيَلَّ لَيْسَكُنُو فِيهِ  
كَغَيْرِهِمْ وَالنَّهَارُ مُبْصِرًا بِمَعْنَى يُبْصِرُ فِيهِ لِيَتَصَرَّفُوا فِيهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ دَلٰلٰتٍ عَلٰى قُدْرَتِهِ تَعَالٰى  
لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ خُصُّوا بِالذِّكْرِ لِنُتْفَعِيَهُمْ بِهَا فِى الْاِيْمَانِ بِخِلَافِ الْكَافِرِيْنَ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ  
الْقَرْنِ النَّفْخَةُ الْاُولٰى مِنْ اِسْرَافِيْلَ فَفَزِعَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِىْ خَافُوا الْخَوْفَ الْمُقْضٰى اِلَى  
الْمَمُوتِ كَمَا فِى اٰيَةِ اُخْرٰى فَصَعِقَ وَالتَّعْبِيرُ فِيهِ بِالْمَاضِى لِيَتَحَقَّقَ وَقُوْعُهُ اَلَا مَن شَاءَ اللّٰهُ اِىْ جِبْرِئِيلَ  
وَمِيكَائِيلَ وَاسْرَافِيْلَ وَعِزْرَائِيْلَ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِهِم الشُّهَدَاءُ اِذْ هُمْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ  
يُزْرَقُونَ وَكُلُّ تَسْوِيْنَةٍ عَوَضٌ عَنِ الْمَضَافِ اِلَيْهِ اِىْ كُلُّهُمْ بَعْدَ اِحْيَائِهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَنَّهُ بِصِيْغَةِ الْفِعْلِ  
وِاسْمِ الْفَاعِلِ ذٰخِرِيْنَ ۝ صَاغِرِيْنَ وَالتَّعْبِيرُ فِى الْاْتْيَانِ بِالْمَاضِى لِيَتَحَقَّقَ وَقُوْعُهُ وَتَرَى الْجِبَالَ تَبْصُرُهَا وَقَتَ  
النَّفْخَةِ تَحْسِبُهَا تَنْظُنُّهَا جَاوِدَةً وَّاقِفَةً مَكَانَهَا لِعَظَمَتِهَا وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ الْمَطَرِ اِذَا ضَرَبَتْهُ الرِّيْحُ اِى  
تَسِيرُ سَيْرَهُ حَتَّى تَقَعَ عَلٰى الْاَرْضِ فَتَسْتَوِى بِهَا مَبْنُوْتَةٌ ثُمَّ تَصِيْرُ كَالْعَيْنِ ثُمَّ تَصِيْرُ نَبَاءً مَّنُوْرًا  
صُنِعَ اللّٰهُ مَصْدَرٌ مُّوَكَّدٌ لِمَضْمُونِ الْجُمْلَةِ قَبْلَهُ اُضِيْفَ اِلَى فَاعِلِهِ بَعْدَ حَذْفِ غَايِلِهِ اِىْ صَنَعَ اللّٰهُ ذٰلِكَ  
صُنْعًا الَّذِى اتَّقَنَ اَحْكَمَ كُلِّ شَيْءٍ صُنْعَهُ اِنَّهُ خَيْرٌ لِّمَا تَفْعَلُونَ ۝ بِالْبَيِّءِ وَالتَّنَاءِ اِىْ اَعْدَاؤُهُ مِنَ الْمُعْصِيَةِ  
وَالْوَلِيَاؤُهُ مِنَ الطَّاعَةِ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ اِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَلَهُ خَيْرٌ ثَوَابٌ مِنْهَا اِىْ بِسَبَبِهَا وَلَيْسَ  
لِلتَّفَضُّلِ ، اِذْ لَا فِعْلَ خَيْرٍ مِنْهَا وَفِى اٰيَةِ اُخْرٰى عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَهُمْ اِىْ الْجَاوُنَ بِهَا مِنْ فِرَاجٍ يَوْمَ يَزِيْجُ  
بِالْاَضَافَةِ وَتَسِرُ الْمِيْمُ وَبِفَتْحِهَا وَفَزَعَ مَنُوْنَا وَفَتَحَ الْمِيْمُ اَمُومٌ ۝ رَمَنَ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ اِىْ الشِّرْكَ  
فَكَبَّتْ وَجْهَهُمْ فِى النَّارِ بَانَ وَلَيْتُهَا وَذِكْرُ الْوُجُوْهِ لَانْهَا مَوْضِعُ الشَّرَفِ مِنَ الْخَوَاسِ فَغَرِبُهَا مِنْ بَابِ اَوَّلٰى  
وَيُقَالُ لَهُمْ تَبَكُّيْنَا هَلْ اِىْ مَا تُجْزَوْنَ اِلَّا جَزَاءَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ بِنَ الشِّرْكَ وَالْمَعَاصِى قُلْ لَهُمْ  
اِنَّمَا اَمَرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلَدَةِ اِىْ مَكَّةَ الَّذِى حَرَّمَهَا اِىْ جَعَلَهَا حَرَمًا اَمِنًا لَا يُسْفَكَ فِيْهَا دَمُ اِنْسَانٍ  
وَلَا يُظْلَمُ فِيْهَا اَحَدٌ وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلٰى خِلَافُهَا وَذٰلِكَ مِنَ النِّعَمِ عَلٰى قُرَيْشٍ اَنْ اَهْلَمَهَا فِى رَفْعِ اللّٰهِ  
عَنْ بَلَدِهِمُ الْعَذَابَ وَالْفِتَنَ الشَّائِعَةَ فِى جَمِيْعِ بِلَادِ الْعَرَبِ وَلَهُ تَعَالٰى كُلُّ شَيْءٍ فَهُوَ رَبُّهُ وَخَالِقُهُ وَمَالِكُهُ  
وَاَمَرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ لِلّٰهِ يَتَوَجِّدُ وَلَنْ اَتَاوَا الْقُرْآنَ عَلَيْكُمْ تِلَاوَةً الدَّعْوَةُ اِلَى الْاِيْمَانِ مِنْ هٰدِيْ لَهُ  
فَاِنَّمَا يَهْدِيْ لِنَفْسِهِ اِىْ لَا جَلِيْهَا لِاَنَّ ثَوَابَ اِهْتِدَايِهِ لَهُ وَمَنْ ضَلَّ عَنِ الْاِيْمَانِ وَاَخْطَا طَرِيْقَ الْهُدٰى فَقُلْ لَهُ  
اِنَّمَا اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ الْمُخَوِّفِيْنَ فَلَيْسَ عَلٰى الْاَلِ التَّبْلِيْغُ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ  
سَيَرْيَكُمُ اِلَيْهِ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۝ فَارَاهِمَ اللّٰهُ يَوْمَ يَذَرُ الْقَتْلَ وَالسِّنَى وَضَرَبَ الْمَلَائِكَةُ وُجُوْبَهُمْ وَاَذْبَارَهُمْ وَعَجَّلَهُمْ

اللّٰهُ اِلٰی النَّارِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۰۰ بالباء والتاء وانما يُنمِّلُهم لِيُوقْتِہِم۔

**ترجمہ:** اس دن کو یاد کرو جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک گروہ ان لوگوں کا جمع کریں گے جو میری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے اور وہ ان کے رؤساء مقتدی ہوں گے ان کو روکا جائے گا یعنی آگے پیچھے سے روکا جائے گا پھر ان کو ہانکا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ مقام حساب میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا تم نے میرے انبیاء کو میری آیتوں کے ساتھ جھٹلایا تھا حال یہ ہے کہ تم نے ان کی تکذیب کی جہت کا علمی احاطہ نہیں کیا اُمّ میں اُمّ کو ما استفہامیہ میں ادغام کر دیا اذا موصول ہے ای ما الذی اور جن کاموں کا تم کو حکم دیا گیا تھا ان میں سے تم نے کیا کیا کام کئے؟ اور ان کے ظلم یعنی شرک کرنے کی وجہ سے ان پر عذاب کا حکم ثابت ہو گیا اب وہ خاموش ہیں اس لئے کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کیا یہ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ ہم نے رات کو (تاریک) بنایا؟ یعنی پیدا کیا تا کہ دوسروں کے مانند یہ بھی اس میں سکون حاصل کریں اور دن کو دیکھنے والا (بنایا) یعنی ایسا بنایا کہ اس میں نظر آسکے تا کہ اس میں کام کاج کریں یقیناً اس میں خدا کی قدرت پر نشانیاں (دلائل) ہیں ایمان والوں کے لئے (مومنین) کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ دلائل قدرت سے اہل ایمان ہی فائدہ اٹھاتے ہیں نہ کہ کافر، جس دن صور پھونکا جائے گا یعنی ینگ میں، یہ اسرافیل علیہ السلام کا پہلا صور ہوگا تو زمین و آسمان والے گھبرا اٹھیں گے یعنی اس قدر گھبرا جائیں گے کہ اس کا انجام موت ہوگا جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فصّصَقَ ہے اور ماضی کے صیغہ سے تعبیر یقینی الوقوع ہونے کی وجہ سے ہے مگر جس کو اللہ چاہے (وہ نہیں گھبرائے گا) جیسے جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ شہداء ہیں، اس لئے کہ وہ زندہ ہیں ان کو ان کے رب کے حضور رزق عطا کیا جاتا ہے اور سب کے سب عاجز و (پست) ہو کر اس کے روبرو حاضر ہوں گے کُھُلُّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای کُلُّہم بَعْدَ اَحْیَائِہُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَتَوْہُ، اَتَوْہُ میں فعل اور اسم فاعل دونوں درست ہیں ذَاخِرِیْنِ کے معنی صاغرین یعنی ذلیل و پست ہو کر، مذکورہ باتوں کے وقوع کے یقینی ہونے کی وجہ سے ماضی سے تعبیر کیا ہے جن پہاڑوں کو آپ جے ہوئے یعنی اپنی جگہ پر ان کے عظیم ہونے کی وجہ سے قائم (اٹل) سمجھتے ہیں تو ان کو بھی آپ فتحِ اولی کے وقت دیکھیں گے کہ وہ ابر باران یعنی بارش کی طرح اڑتے پھر رہے ہیں گویا کہ ہوا ان کو اڑائے پھر رہی ہے یعنی تیزی کے ساتھ چلا رہی ہے حتیٰ کہ زمین پر گر پڑیں گے اور پراگندہ ہو کر زمین کے ہم سطح ہو جائیں گے پھر دھنی ہوئی اون کے مانند ہو جائیں گے پھر اڑتا ہوا غبار ہو جائیں گے یہ ہے صنعت اس اللہ کی صنعة مصدر ہے اپنے سے سابق جملہ کے مضمون کی تاکید کر رہا ہے، جس کی اضافت اپنے فاعل کی طرف کی گئی ہے، مصدر کے عامل کے حذف کرنے کے بعد (تقدیر عبارت یہ ہے) صَنَعَ اللّٰهُ ذٰلِكَ صَنَعًا جس نے اپنے ہر مصنوع کو مضبوط بنایا بلاشبہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس سے بخوبی واقف ہے یا اور تا کہ ساتھ یعنی اس کے دشمن جو معصیت اور اس کے اولیاء جو اطاعت کرتے ہیں (اس سے واقف ہے) جو شخص قیامت کے دن نیک عمل یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لے کر آئے گا

اس کو اس کا بہتر ثواب ملے گا یعنی اس نیکی کی وجہ سے خبیث اسم تفضیل کے معنی میں نہیں ہے اس لئے کہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے اور دوسری آیت میں ہے کہ اس سے دس گنا زیادہ ملے گا اور وہ یعنی اس نیکی کے کرنے والے اس دن کے خوف سے مامون ہوں گے اضافت اور کسرہ میم اور فتح میم کے ساتھ اور فَزَعُ تَوْنِیْنِ کے ساتھ اور میم کے فتح کے ساتھ (بھی ایک قراءت ہے) اور جو شخص سَبَّحَ (بدی) یعنی شرک لے کر آئے گا وہ اوندھے منہ آگ میں جھونک دیا جائے گا، اس طریقہ سے کہ چہروں کو آگ کے حوالہ کر دیا جائے گا، اس لئے کہ چہرہ (حواس خمسہ) میں سے اشرف کا مقام ہے، لہذا چہرہ کے علاوہ بطریق اولیٰ (مستحق نار ہوگا) اور ان کو لا جواب کرنے کے لئے ان سے کہا جائے گا کہ تم کو صرف انہیں اعمال (یعنی شرک و معاصی) کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے آپ ان سے کہئے کہ مجھے تو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر مکہ کے پروردگار کی عبادت کرتا رہوں جس نے اس کو محترم بنایا ہے یعنی مکہ کو محترم اور امن والا بنایا نہ اس میں کسی انسان کا خون بہایا جاسکتا ہے اور نہ اس میں کسی پر ظلم کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کے شکار (جانور) کا شکار کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی (ہری) گھاس کو اکھاڑا جاسکتا ہے اور یہ انعامات ہیں قریش پر جو اس کے باشندے ہیں، اللہ کے ان کے شہر سے عذاب اور تمام بلاد عرب میں پھیلے ہوئے فتنوں کے اٹھالینے کی وجہ سے اور اسی کی ملکیت میں ہر شئی ہے پس وہی اس کا رب اور خالق و مالک ہے اور مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کی توحید کے ساتھ اس کے فرمانبرداروں میں رہوں (اور مجھے اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے) کہ میں تم کو دعوت الی الایمان کے طور پر قرآن پڑھ کر سنا تا رہوں چنانچہ جو ایمان کی راہ اختیار کرے گا تو وہ اپنے ہی لئے راہ اختیار کرے گا اس لئے کہ اس کے ایمان کی راہ اختیار کرنے کا ثواب اسی کو ملے گا اور جو ایمان سے بہک جائے گا اور ہدایت کے راستہ سے بھٹک جائے گا تو اس سے کبد و میں تو صرف ڈرانے والا ہوں یعنی خوف دلانے والا ہوں میرے ذمہ تو صرف (پیغام) پہنچا دینا ہے اور یہ (حکم) جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور آپ کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا جنہیں تم خود پہچان لو گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بدر کے دن قتل اور قید اور ملائکہ کا ان کے چہروں اور ان کے سرینوں پر مارنا دکھا دیا اور بجلت اللہ ان کو جہنم میں لے گیا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے آپ کا رب غافل نہیں ہے یا اور تاک کے ساتھ، ان کو صرف وقت پورا ہونے تک مہلت دینا ہے۔

### تَحْقِیْقُ تَرْکِیْبِ لِسْمِیْلِ تَفْسِیْرِیْ فَوَائِدُ

قَوْلًا: وَیَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ یُکَذِّبُ بَايِعَتَنَا عُمُو حِشْرِ کے بعد یہ خصوصی حشر تو نبی ہوگا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ میں مِنْ تَجْصِیْہِ ہے اور مِمَّنْ یُکَذِّبُ میں مِنْ بیاہیہ ہے اس کا مِیْن فَوْجًا ہے فوج اگرچہ تیزی سے حرکت کرنے والی جماعت کو کہتے ہیں مگر یہاں مطلق جماعت کے معنی میں ہے اور جماعت سے ہر امت کے رؤساء کی جماعت مراد ہے۔

قَوْلًا: بِرَدِّ آخِرِهِمْ اِلٰی اَوَّلِهِمْ اگر شارح رحمہ اللہ تَعَالٰی بِرَدِّ اَوَّلِهِمْ عَلٰی آخِرِهِمْ فرماتے تو زیادہ مناسب ہوتا یعنی



آگے جانے والوں کو روکا جائے گا تاکہ پیچھے والے بھی ان کے ساتھ ہو جائیں اور ایک ساتھ ہو کر چلیں۔ (صداۃ)

قَوْلُهُ: اَكْذَبْتُمْ اَنْبِيَائِي بِاَيَاتِيْ يٰهٰذَا تَفْسِيْهُمُ تَوَخُّجِ كَلِّ لَمْ يَكُنْ يَتَمَنَّى اَنْ يَكُوْنَتْ اٰيَاتُ مِيْرٍ تَكْذِيْبُ كِيْ؟ بِاَيَاتِيْ كَذَّبْتُمْ كَامْفَعُوْلٍ اَوْرِ بَاتَعْدِيْ كَلِّ لَمْ يَكُنْ يَتَمَنَّى اَنْ يَكُوْنَتْ اٰيَاتُ مِيْرٍ تَكْذِيْبُ كِيْ؟ مَفْسَرِ عَلَامِ نِيْ كَذَّبْتُمْ كَامْفَعُوْلٍ اَنْبِيَائِيْ كُوْمَقْدَرِ مَانَا هِيْ حَالَا نَكَمِ اِسْ كِيْ كُوْنِيْ ضَرُوْرَتِ نَهِيْسِ هِيْ اِسْ كِيْ وَجْهٍ سِيْ بِلَا وَجْهٍ تَكْلَفِ كَرِ نَا پُرِيْ كَا۔

قَوْلًا: وَلَمْ تُحِطُوا بِهَا عِلْمًا یہ جملہ کَذْبُتُم کی ضمیر سے حال ہے اور سابق انکار و تکذیب کی تاکید ہے یعنی تم نے میری آیات کا بغیر غور و فکر اور بغیر سوچے سمجھے انکار کر دیا جو مواخذہ کا اہم سبب ہے۔

قَوْلِهِ: «أَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ» اس کی تقدیر عبارت یہ ہے اَتَى الشَّيْءُ الَّذِي كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ مَا اسْتَفْهَامِيَّةٌ بِمَعْنَى اُيْ شَيْءٌ مُبْتَدَأٌ ذَا مُوصُولٌ بِمَعْنَى الَّذِي كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ جملہ ہو کر صلہ موصول صلہ سے مل کر ما مبتداء کی خبر، یعنی یہ بھی بتاؤ کہ تم کیا کرتے رہے کہ تم کو میری آیات میں غور و فکر کرنے کا موقع ہی نہیں ملا؟

**قَوْلِهِ: وَقَعَ الْقَوْلُ** ای قُرْب وقوعہ یقینی الوقوع ہونے کی وجہ سے ماضی سے تغیر کیا گیا ہے، وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ كَعَدٍ مُّظْلَمًا محذوف ہے اور قرینہ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ہے، جس طرح کہ لَيْسَكُنُوا فِیْهِ پَرِیَاس کرتے ہوئے وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا سے لیتصرّفوا فِیْهِ کو حذف کر دیا گیا ہے، اس کو صنعت احتباك کہتے ہیں۔

قَوْلًا، فَفَرِعَ (الآية) فحہ اولیٰ کو فحہ فزع کہتے ہیں اور اسی کو فحہ عسق بھی کہا جاتا ہے، سورہ زمر میں فحہ اولیٰ کو صقع کہا گیا ہے صقع کے معنی ایسی بے ہوشی کے ہیں کہ جس سے موت واقع ہو جائے فحہ اولیٰ کے وقت اولاً تمام حیوانات پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی اس کے بعد موت واقع ہو جائے گی سوائے ان کے کہ جن کو اللہ نے مستثنیٰ کیا ہے اور فحہ ثانیہ کے بعد ہر مردہ زندہ ہواٹھے گا، اور دونوں فحہوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا، بعض حضرات نے تین فحہوں کو بیان کیا ہے ① فحہ زلزہ جس کی وجہ سے زمین میں زبردست زلزلہ پیدا ہوگا پہاڑ روئی کی گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے ② فحہ موت اور ③ فحہ حیات، مگر یہ روایت ضعیف ہے صحیح حدیث سے صرف دو فحہوں کا پتہ چلتا ہے۔

**قَوْلُهُ**؛ تَمَرٌ مَرَّ السَّحَابِ، المطر مفسر علام نے سحاب کی تفسیر مطر سے فرمائی ہے، یہ تفسیر نہ لغت کے موافق ہے اور نہ عقل و نقل کے سحاب سے اس کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں۔

**قَوْلًا:** مؤکد لمضمون الجملة قبله اس کا مطلب یہ ہے کہ صُنَعَ اللّٰہ ماقبل کے جملہ کے مضمون کی تاکید ہے یعنی نفعِ صورت اور فزعِ پھر موت اور پھر پہاڑوں کا ریگ رواں کی طرح اڑتے پھر ناپے سب اللہ تعالیٰ کی صنعت ہے۔

**قولہ:** بالاضافۃ یعنی فزع کی یوم کی طرف اضافت کے ساتھ یوم کے میم پر مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے کسرہ ہوگا، اور یوم مفتوح بھی ہو سکتا ہے مبنی برفتح ہونے کی وجہ سے اس لئے کہ یوم اذ کی طرف مضاف ہے جو کو مبنی الاصل ہے، گویا کہ یوم کے میم میں دو قراءتیں ہیں میم کا کسرہ اور فتح۔

**قَوْلٌ** : **وَفَرَعَ مُنُونًا** اس کا عطف اضافہ پر ہے یعنی یوم کو اضافت کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں اور بغیر اضافت کے بھی

اضافت کے ساتھ پڑھنے میں یوم کے میم میں کسرہ اور فتح دونوں درست ہیں اور عدم اضافت کی صورت میں میم پر صرف فتح ہی درست ہے۔

**قَوْلُهُ:** موضع الشرف من الحواس حواس خمسہ باطنہ توکل کے کل سرہی میں ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے، دماغ نرم اور متخلل مخروطی یعنی مثلث شکل کا ایک جرم ہے اس کے تین حصہ ہیں جن کو بطون کہتے ہیں ① بطن مؤخر زاویہ حادثہ کی طرف ہے اور ② بطن اوسط، دونوں کے درمیان میں ہے، ③ بطن مقدم سب سے بڑا ہے، اور یہی حس مشترک اور قوت خیال کا مقام ہے بطن مؤخر جو گدی کی طرف بہ نسبت مقدم کے چھوٹا ہے، اور یہ قوت حافظہ کا مقام ہے بطن اوسط سب سے چھوٹا ہے اور قوت متصرفہ اور قوت واہمہ کا مقام ہے (کا تو نچہ ترجمہ قانونچہ) اور حواس خمسہ ظاہرہ میں سے سوائے قوت لامسہ کے بقیہ چار سرہی میں ہیں ① قوت باصرہ ② قوت سامعہ ③ قوت شامہ ④ قوت ذائقہ۔ البتہ پانچویں قوت لامسہ یہ پورے بدن میں عام ہے قوت لامسہ تمام قوتوں میں سب سے زیادہ بلید حس ہے جب تک اس سے مس نہ ہو احساس نہیں کر سکتی۔

**قَوْلُهُ:** فقل له انما انا من المنذرین یہ جملہ مَنْ ضَلَّ کی جزاء ہے اور لَهُ رابطہ ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا (الآیۃ) اعمال اور عقائد کے اعتبار سے انسانوں کے مختلف گروہ بنادیئے جائیں گے ہر درجہ کے مجرم الگ الگ جماعتوں میں ہوں گے مذکورہ مطلب اس صورت میں ہوگا جبکہ يُوزَعُونَ کو ایزاع سے مانا جائے ایزاع کے معنی ہیں تقسیم کرنا يقال اُوْزِعَ المَالُ مال تقسیم کیا اور اگر وَزَعُ سے مضارع مجہول مانا جائے تو اس کے معنی ہوں گے جمع کرنا منتشر نہ ہونے دینا یعنی آگے والوں کو زیادہ آگے نہ بڑھنے دینا اور پیچھے والوں کو زیادہ پیچھے نہ رہنے دینا، علامہ محلی نے یہی معنی مراد لئے ہیں حتیٰ اذا جاء و جب موقف میں سب حاضر ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ تم نے میری توحید اور دعوت کے دلائل سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی اور بغیر سوچے سمجھے میری آیتوں کو جھٹلاتے رہے، یعنی اگر سوچنے سمجھنے کی کوشش کرتے اور فکر و تدبر سے کام لیتے اس کے بعد آیتوں کی تکذیب کرتے اور پھر حق تک رسائی نہ ہوتی تو قدرے عذر کی بات ہو سکتی تھی مگر تم نے دوسرے سے غور و فکر ہی نہیں کیا لہذا تم دہرے مجرم ہو جس کی وجہ سے اس جرم کی پاداش سے بچ نہیں سکتے۔

اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ یہ استثناء فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ سے ہے مطلب یہ ہے کہ کچھ نفوس ایسے بھی ہوں گے کہ جن پر حشر کے وقت کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی، یہ کون نفوس ہوں گے؟ مفسر علام نے چاروں فرشتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے شہداء مراد لئے ہیں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان سے شہداء مراد ہیں جو حشر کے وقت اپنی تلواریں باندھے عرش کے گرد جمع ہوں گے، قشیری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اس میں بدرجہ اولیٰ شامل ہوں گے سورہ مزمل میں فَزِعَ کے

بجائے صَعِقَ کا لفظ آیا ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ صَعِقَ کے معنی بے ہوش ہونے کے ہیں اور مراد اولاً بے ہوش ہو جانا اور پھر مر جانا ہے۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ کر اس طرح چلیں گے جیسا کہ گھنا محیط بادل کہ دیکھنے والا ان کو جما ہوا سمجھتا ہے حالانکہ وہ تیزی سے چل رہے ہوتے ہیں، مفسر علام نے واقفہ مکانہا لعظمها سے اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب جن پہاڑوں کو تو اس وقت بڑی مضبوطی کے ساتھ جما ہوا دیکھ رہا ہے جن کے بارے میں اپنی جگہ سے اکھڑنے اور چلنے کا تصور بھی نہیں ہوتا یہی پہاڑ قیامت کے دن روٹی کے گالوں کی طرح اڑے پھریں گے۔

هذه البلدة بلدة سے مراد مکہ ہے، اس کا بطور خاص اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اسی میں بیت اللہ ہے اور یہی آپ ﷺ کو بھی سب سے زیادہ محبوب تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو حرمت والا بنایا مطلب یہ کہ اس میں خون ریزی کرنا، ظلم کرنا، شکار کرنا، درخت کاٹنا، ہری گھاس اکھاڑنا، حتیٰ کہ کاٹنا توڑنا بھی منع ہے۔

(بخاری کتاب الجنائز، مسلم کتاب الحج، باب تحریم مکة و صیدھا)

﴿مَتَّ﴾

## سُورَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ هِيَ ثَمَانُ ثَمَانٍ وَمِائَتَانِ وَسِتُّونَ آيَةً

سُورَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ اِلَّا اِنْ الَّذِي فَرَضَ الْاَيَةَ نَزَلَتْ بِالْجُحْفَةِ

وَالَّذِينَ اتَيْنَاهُمُ الْكُتُبَ اِلَى لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِيْنَ

وَهِيَ سَبْعٌ اَوْ ثَمَانٌ وَثَمَانُونَ آيَةً.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ طسّم اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ يَتْلِكَ اى بهذه الايات  
 اَيْتُ الْكِتٰبِ الْاِضَافَةُ بِمَعْنٰى بَيْنَ الْمُبَيِّنِ الْمُظْهِرِ الْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ نَتْلُوْا نَقْصُ عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاٍ خَبَرَ مُّوْسٰى  
 وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ بِالْصِّدْقِ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ لَا جَلِيْلَهُمْ لَانَّهُمْ الْمُتَنَفِّعُوْنَ بِه اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا تَعَظَّمَ فِي الْاَرْضِ  
 اَرْضَ بَصْرٍ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيْعًا فِرْعَا فِي خِدْمَتِهِ يَسْتَضَعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ وَهُمْ بَنُو اِسْرَآئِيْلَ يُدَّتِيْحُ اَبْنَاءَهُمْ  
 الْمَوْلُوْدِيْنَ وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ يَسْتَبْقِيَهُنَّ اَحْيَاءَ لِقَوْلِ بَعْضِ الْكُفَّهَةِ لَهُ اِنَّ مَوْلُوْدًا يُوْلَدُ فِيْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ  
 يَكُوْنُ سَبَبٌ ذِيَابٍ مُّلْكِكَ لَآئِهْ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ بِالْقَتْلِ وَغِيْرِهِ وَنُرِيْدُ اَنْ تُثْمَنَ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتَضَعَمُوْا  
 فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اِيْمَةً بِتَحْقِيْقِ السِّمَزْتِيْنَ وَاِبْدَالِ الثَّانِيَةِ يَاءٍ يُقْتَدَى بِهِمْ فِي الْخَيْرِ وَنَجْعَلَهُمْ الْوَارِثِيْنَ  
 مُلْكُ فِرْعَوْنَ وَنُتِمَّنْ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ اَرْضَ بَصْرٍ وَالشَّامِ وَنُرِيْ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُودَهُمَا وَفِي قِرَاءَةِ وَيَرٰى  
 بِفَتْحِ التَّحْتَانِيَةِ وَالرَّاءِ وَرَفَعَ الْاَسْمَاءَ الثَّلَاثَةَ مِنْهُمْ مَا كَانُوْا يَحْدَرُوْنَ يَخَافُوْنَ مِنَ الْمَوْلُوْدِ الَّذِيْ يَذْهَبُ  
 مُلْكُهُمْ عَلَى يَدَيْهِ وَوَحِيْنًا وَحٰى الْهَامِ اَوْ سَمَامٍ اِلَى اَمْرِ مُّوْسٰى وَهُوَ الْمَوْلُوْدُ الْمَذْكُوْرُ وَلَمْ يَشْعُرْ بِوِلَادَتِهِ  
 غَيْرُ اخْتِهْ اَنْ اَرْضَعِيْهِ فَاِذَا اخْتَصَتْ عَلَيْهِ فَالْقِيَةِ فِي الْيَمِّ اى يَخَافُوْنَ مِنَ الْبَحْرِ اى الْبَيْلِ وَلَا تَخَافِيْ غَرْفَهُ  
 وَلَا تَحْزَنِيْ لِفِرَاقِهِ اِنَّا رَاَدُّوْهُ اِلَيْكَ وَجَعَلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ فَارْضَعْتَهُ ثَلَاثَةَ اَشْهُرٍ لَا يَبْكِيْ وَخَافَتْ عَلَيْهِ  
 فَوَضَعْتَهُ فِيْ تَابُوْتٍ مَّطْلَبِيْ بِالْقَارِ مِنْ دَاخِلِ مُمَّهْدِلِهِ فِيْهِ وَاعْلَقْتَهُ وَالْقَتَهُ فِيْ بَحْرِ الْبَيْلِ لَيْلًا فَالْقَطَطَةُ  
 بِالتَّابُوْتِ صَبِيْحَةُ اللَّيْلِ اِلْ اَعْوَانُ فِرْعَوْنَ فَوَضَعُوْهُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَفَتَحَ وَاَخْرَجَ مُوْسٰى مِنْهُ وَهُوَ يَمْصُ مِنْ  
 اِسْهَامِهِ لَبَنًا لِيَكُوْنَ لَهُمْ اى فِي عَاقِبَةِ الْاَمْرِ عَدُوًّا يَقْتُلُ رَجَالَهُمْ وَحَزَنًا يَسْتَعْبِدُ نِسَاءَهُمْ وَفِي قِرَاءَةِ

بضم الحاء وسكون الزاي لغتان في المصدر وهو بنا بمعنى اسم الفاعل من حزنه كاحزنه  
 اِنْ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ ۝ من الخطيئة اي عاصين فعوقبوا على يده  
 وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ وَقَدْ بَهَمَ مَعَ اَعوانه بقتله هو قُتِلَ عَيْنِي لِي وَلَكَ لَا تَقْسُوهُ ۝ عَسَىٰ اَنْ يَنْفَعَنَا  
 اَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا فَاطاعوها ۝ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ بعاقبة امرهم معه ۝ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ امْرِئٍ مِّنْهُمْ  
 فَرِعًا مَّا سِوَاهُ اِنْ مُخَفِّفَةً مِنَ الثَّقِيلَةِ واسمها محذوف اي انها كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ اي بانه ابنها  
 لَوْلَا اَنْ رَبَّنَا عَلٰى قَلْبِهَا بِالْصَبْرِ اى سَكَنَاهُ لَتَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ المصدقين بوعده الله وجواب لولا  
 دل عليه ما قبلها وَقَالَتِ لَأُخَيِّرَنَّ مَرْيَمَ فَصِيَّةً اتبعي اثره حتى تعلمي خبره فَصَبَّرْتُ بِهِ اي ابصرته  
 عَنْ جُنُبٍ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ اِخْتِلَاسًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ انها اخته وانها تزفؤه وَحَرَمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ  
 اى قَبْلَ رَدِّهِ اِلَىٰ اُمِّهِ اى منعناه مِنْ قَبُولِ ثَدْيٍ مُرْضَعَةٍ غَيْرِ اُمِّهِ فَلَمْ يَقْبَلْ ثَدْيًا وَاحِدَةً مِنَ الْمَرَاضِعِ  
 الْمُحْضَرَةِ فَقَالَتْ اَخْتُهُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلَىٰ اَهْلِ بَيْتٍ لِّمَا رَأَتْ خُنُوبَهُمْ عَلَيْهِ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ بِالْارْضَاعِ وَغَيْرِهِ  
 وَهُمْ لَهُ نَصِيبٌ ۝ وفسرت ضمير له بِالْمَلِكِ جوابا لهم فاجيبت فجاءت باُمِّهِ فَقَبِلْ ثَدْيَهَا واجابتهم عن  
 قَبُولِهِ بانها طيبة الريح طيبة اللبَن فَادْنِ لَهَا بِارْضَاعِهِ فِي بَيْتِهَا فرجعت به كما قال تعالى  
 فَرَدَدْنَاهُ اِلَىٰ اُمِّهِ كَي تَقَرَّ عَيْنُهَا بِرِجَالِهِ وَلَتَأْخُزَنَ حِينَئِذٍ وَتَعْلَمَنَّ اَنَّ وَعْدَ اللَّهِ بِرَدِّهِ اليها حَقٌّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ  
 اى النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ بهذا الوعد ولا بآن بهذه اخته وبهذه اُمُّهُ فَمَكَثَ عِنْدَهَا اِلَىٰ اَنْ فَطَمَتْهُ وَاجْرَىٰ عَلَيْهَا  
 اُجْرَتَهَا لِكُلِّ يَوْمٍ دِينَارًا وَاخَذْتُهَا لِانْهَآ مَالُ حَرْبِي فَاتَتْ بِهِ فِرْعَوْنَ فَتَرَبَّىٰ عِنْدَهُ كَمَا قَالَ تَعَالَىٰ حِكَايَةً عَنْهُ  
 فِي سُورَةِ الشُّعَرَاءِ اَلَمْ نُزَيِّنْكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عَمَرِكَ ثِنْتِينَ ۝

عَلَيْهَا

**ترجمہ:** طسم اس سے اللہ کی کیا مراد ہے وہی بہتر جانتا ہے یہ آیات کتاب مبین کی آیات ہیں آیات کتاب میں اضافت بمعنی من اور مبین سے مراد حق کو باطل سے ممتاز کرنے والی کتاب کی آیات ہیں ہم آپ کے سامنے موسیٰ و فرعون کا صحیح واقعہ بیان کرتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں (یعنی) مومنین کے لئے اس لئے کہ وہی اس قصہ سے استفادہ کرتے ہیں یقیناً فرعون نے سرزمین مصر میں سرکشی کر رکھی تھی اور مصر کے باشندوں کو اپنی خدمت کے لئے فرقوں میں تقسیم کر رکھا تھا ان میں سے ایک فرقہ کو کمزور کر رکھا تھا اور وہ بنی اسرائیل تھے ان کے نومولود لڑکوں کو قتل کر ڈالتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا یعنی زندہ باقی رکھتا تھا، بعض کاہنوں کے اس سے یہ کہنے کی وجہ سے کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیرے ملک کے خاتمہ کا سبب بنے گا، بلاشبہ وہ قتل وغیرہ کی وجہ سے تھا ہی مفسدوں میں سے اور ہماری مشیت کا تقاضہ یہ ہوا کہ ہم ان پر احسان فرمائیں جن کو ملک میں کمزور کر رکھا تھا اور ہم ان کو پیشوا بنائیں دونوں ہمزوں کی تحقیق اور ہمزہ ثانی کو یا سے بدل کر، تاکہ خیر میں

ان کی اقتداء کی جائے اور ہم ان کو فرعون کے ملک کا وارث بنائیں اور یہ کہ ہم ان کو ملک مصر و شام میں قدرت (اختیار) عطا فرمائیں اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکر کو اور ایک قراءت میں یسریٰ یا اور را کے فتح کے ساتھ ہے اور تینوں اسموں (فرعون، ہامان، جنودہما) کے رفع کے ساتھ بنی اسرائیل کی طرف سے وہ دکھائیں جس سے وہ ڈر رہے تھے وہ (فرعون) اس بچہ سے خوف زدہ تھے جس کے ہاتھوں ان کے ملک کی بربادی مقدر تھی اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کی جانب الہامی یا منامی وحی بھیجی اور (موسیٰ) ہی وہ ولد مذکور ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا علم سوائے ان کی بہن کے کسی کو نہیں ہوا کہ اس کو دودھ پلاتی رہ اور جب تجھے اس کے بارے میں کوئی خوف معلوم ہو تو اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا اور نہ اس کے غرق کا اندیشہ کرنا اور نہ اس کی جدائی کا غم کرنا ہم یقیناً اس کو تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اسے اپنے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو تین ماہ تک (ان کی والدہ) دودھ پلاتی رہی کہ موسیٰ علیہ السلام روتے (بھی) نہیں تھے اور موسیٰ علیہ السلام پر (جب) ذبح کا اندیشہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام کو ایک اندر سے روغن زفت (تارکول) لگے ہوئے اور پچھونی بچھے ہوئے تابوت میں رکھ دیا اور اس کو بند کر دیا اور رات کے وقت دریائے نیل میں ڈال دیا تو اسی رات کی صبح تابوت کو آل فرعون یعنی اس کے خدام نے اٹھالیا بعد ازاں تابوت کو فرعون کے سامنے رکھ کر کھولا اور موسیٰ علیہ السلام کو تابوت سے نکالا درنا حالیکہ وہ اپنے انگوٹھے سے دودھ پی رہے تھے تاکہ انجام کار یہی بچہ ان کا دشمن ہو جائے کہ قبطیوں کے مردوں کو قتل کرے اور رنج کا باعث بنے ان کی عورتوں کو باندی بنائے اور ایک قراءت میں حَزْنًا میں حاک کے ضمہ اور زاء کے سکون کے ساتھ ہے مصدر (حزنًا) میں یہ دو لغت ہیں، اور مصدر یہاں اسم فاعل کے معنی میں ہے اور حَزْنًا حَزَنَ (س) سے ہے اور معنی میں اَحْزَنَہ کے ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ فرعون اور اس کا وزیر ہامان اور ان دونوں کا لشکر خطا کار تھے (خَطِیئِنَ) خطیئۃ سے مشتق ہے اور معنی نافرمانی کرنے والے کے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے ہاتھ ان کو سزا دلوائی گئی اور فرعون کی بیوی نے کہا جبکہ فرعون نے اپنے مددگاروں کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کر لیا تھا یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرو ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں چنانچہ ان لوگوں نے اس کی بات مان لی اور یہ لوگ اس کے ساتھ اپنے انجام کا شعور ہی نہیں رکھتے تھے (ادھر) موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا جبکہ اس کو معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے اٹھالیا، یعنی موسیٰ علیہ السلام کے سوا اس کے دل میں کوئی بات نہ رہی، اِنِّیْہ سے مخفف ہے اس کا اسم محذوف ہے اِیْ اِنَّہَا قریب تھیں کہ وہ اس بات کو ظاہر کر دیں کہ وہ میرا بیٹا ہے اگر ہم اس کے دل کو صبر کے ذریعہ قوی نہ کرتے یعنی اگر ہم اس کے دل کو تسلی نہ دیتے، تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں رہے یعنی اللہ کے وعدہ کی تصدیق کرنے والوں میں رہے، اور لولا کے جواب پر لولا کا ماقبل (لَتُبَدِّیْ) دلالت کر رہا ہے، اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسیٰ کی بہن مریم سے کہا تو ذرا موسیٰ کا سراغ تو لگا یعنی اس کے پیچھے پیچھے جاتا کہ تو اس کے حال سے باخبر رہے تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی یعنی دور سے خفیہ طور پر دیکھتی رہی اور فرعونوں کو اس بات کی خبر بھی نہ ہوئی کہ وہ اس کی بہن ہے اور اس کی نگرانی کر رہی ہے اور ہم نے پہلے ہی یعنی ان

کے اپنی والدہ کے پاس لوٹنے سے پہلے ہی دودھ پلانے والیوں کی بندش کر رکھی تھی یعنی موسیٰ علیہ السلام کو اپنی والدہ کے علاوہ کسی بھی اُن کے پستان قبول کرنے سے منع کر دیا تھا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے بلائی گئی اناؤں میں سے کسی کی پستان کو قبول نہیں کیا تو موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا جب موسیٰ پر ان کی شفقت کو دیکھا تو کہا کیا میں تم کو ایسے گھرانے کی نشاندہی کر دوں کہ جو تمہارے لئے اس بچہ کی دودھ وغیرہ پلا کر پرورش کر دے؟ اور وہ اس بچہ کے خیر خواہ بھی ہو اور مریم نے لے کی ضمیر کا مرجع ان کے سوال کے جواب میں بادشاہ بنادیا، چنانچہ مریم کا مشورہ مان لیا گیا، پھر تو وہ اپنی ماں کو بلالائی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کے پستانوں کو قبول کر لیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسیٰ کے اس کی پستانوں کو قبول کرنے کی وجہ سے سوال کے جواب میں کہا کہ وہ عمدہ خوشبو والی اور عمدہ دودھ والی عورت ہے چنانچہ ان کو اپنے گھر لیجا کر موسیٰ کو دودھ پلانے کی اجازت دیدی گئی، چنانچہ موسیٰ کی والدہ موسیٰ علیہ السلام کو بیکرواپس چلی آئیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے موسیٰ کو اس کی والدہ کے پاس لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں موسیٰ کی ملاقات سے ٹھنڈی ہوں اور تاکہ اس وقت (فراق) کے غم میں نہ رہیں اور تاکہ جان لیں کہ بچہ کون کے پاس لوٹا نے کا اللہ کا وعدہ سچ ہے لیکن اکثر لوگ اس وعدہ کے بارے میں نہیں جانتے اور نہ یہ بات جانتے ہیں کہ یہ اس کی بہن ہے اور یہ اس کی ماں ہے، موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے پاس دودھ چھڑانے تک رہے اور (فرعون نے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے لئے دودھ پلائی کی اجرت ایک دینار یومیہ مقرر کر دی اور حضرت موسیٰ کی والدہ نے اس اجرت کو لے لیا اس لئے کہ حربی کا مال تھا پھر موسیٰ کو ان کی والدہ فرعون کے پاس لے آئیں، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس تربیت پاتے رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حکایت بیان کرتے ہوئے سورہ شعراء میں ارشاد فرمایا اَلَمْ نُنَبِّئَكَ فِينَا وَلَيْدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عَمَرِكَ سنين۔

### تحقیق و ترمیم و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: نَتْلُوْا عَلَیْكَ اِیْ بِوِاسِطَةِ جِبْرِائِیْلَ مِنْ نَّبَاِیْ خَیْرٍ مُّوسٰی وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ مِنْ تَبَعِیْهِ هَیْ اِیْ نَتْلُوْا عَلَیْكَ بَعْضَ نَّبَاِیْ مُّوسٰی نَتْلُوْا کا مفعول محذوف بھی ہو سکتا ہے، تقدیر عبارت یہ ہوگی، نَتْلُوْا عَلَیْكَ شَیْئًا مِنْ نَّبَاِ مُّوسٰی بِقَوْلِ اَحْفَشٍ مِنْ زَائِدَہ بھی ہو سکتا ہے اِیْ نَتْلُوْا عَلَیْكَ نَبَاِ مُّوسٰی۔

قَوْلُهُ: بِالْحَقِّ یہ نَتْلُوْا کی ضمیر فاعل سے حال ہے اِیْ حَالِ کَوْنِنَا مُلْتَبِسِیْنَ بِالصَّدَقِ یا نَتْلُوْا کے مفعول سے حال ہے اِیْ کَوْنِ الْخَبَرِ مُلْتَبَسًا بِالصَّدَقِ۔

قَوْلُهُ: لَا جَہْمَ یَا اِشَارَہ ہے کہ لقوم میں لام تعلیلیہ ہے اور نَتْلُوْا سے متعلق ہے یعنی مقصود بالذکر مومنین ہیں اس لئے کہ وہی اس سے منتفع ہوتے ہیں۔

قَوْلُهُ: اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا یہ جملہ مستأنفہ ہے، گویا کہ یہ سوال کیا گیا کہ موسیٰ و فرعون کا کیا قصہ تھا؟ تو جواب دیا اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا۔

قَوْلًا: يَذْبَحُ ابْناءَ هَمْرِيه يَسْتَضَعِفُ سے بدل ہے لِقَوْلِ بَعْضِ الْكَهَنَةِ يَهْذِبُ کی علت ہے۔

قَوْلًا: نُمَكِّنْ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ اِى نُسَلِّطُهُمْ عَلَى مِصْرَ وَالشَّامِ.

قَوْلًا: نُرِيْ فِرْعَوْنَ اور اس کے معطوفات نُرِيْ کا مفعول اول ہے وَمَا كَانُوا يَحْذَرُونَ مفعول ثانی، جنودہما میں اضافت تغلیباً ہے یعنی لشکر اگرچہ فرعون کا تھا اور ہامان اس کا وزیر تھا اور بادشاہ کے لشکر کو تغلیباً ہامان کا کہہ دیا گیا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہامان کا بھی کوئی مخصوص لشکر ہو اور ایک قرأت میں یَسْرٰی ہے اس صورت میں تینوں اسماء فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوں گے۔

قَوْلًا: اَلِیْ اِم مَّوْسٰی مَوْیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ محترمہ کے نام میں اختلاف ہے بعض حضرات یُوْحٰنِذٌ بتاتے ہیں اور قرطبی نے زنجلی سے نقل کیا ہے کہ ان کا نام اُوْخَابَنْت ہٰنِذ بن لاوٰی بن یعقوب ہے اس کے علاوہ اور اقوال بھی مذکور ہیں۔

قَوْلًا: اَنْ اَرْضَعِیْہِ، اَنْ تفسیر یہ اور مصدر یہ دونوں ہو سکتے ہیں۔

قَوْلًا: وَلَا تَخَافِیْ غَرْقَہ اوپر کہا گیا تھا فَاِذَا خَفَتْ عَلَیْہِ اور یہاں کہا جا رہا ہے لَا تَخَافِیْ دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعارض لَا تَخَافِیْ کی تفسیر غَرْقَہ سے کرنے کی وجہ سے دفع ہو گیا فَاِذَا خَفَتْ میں ذبح کا خوف مراد ہے اور لَا تَخَافِیْ میں غرق کے خوف کی نفی ہے لہذا کوئی تعارض نہیں ہے القار سیاہ سیال مادہ جو کشتی وغیرہ میں لگایا جاتا ہے تاکہ پانی اثر نہ کرے جیسے تارکول وغیرہ۔

قَوْلًا: مُّمَهِّدٌ یہ تابوت کی صفت ثانیہ ہے صفت اولیٰ مطلبی ہے، یعنی تابوتِ شعی میں تارکول مل دیا تاکہ پانی اثر نہ کرے اور اس میں دھنی ہوئی روئی بچا دی تاکہ مَوْیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو تکلیف نہ ہو مُّمَهِّدٌ بچھایا ہوا۔

قَوْلًا: فِیْ عَاقِبَةِ الْاَمْرِ اس سے اشارہ کر دیا کہ لَیْکُوْنَ میں لام عاقبت کے لئے ہے نہ کہ علت کے لئے اس لئے کہ اٹھاتے وقت تو مقصد ابن بنانا تھا اور جوان ہونے کے بعد فرعون اور فرعونوں کے لئے سبب رنج و غم ہوئے۔

قَوْلًا: اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ الخ یہ معطوف علیہ فَاَلْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ اور معطوف و قَالَتْ امْرَاةُ فِرْعَوْنَ کے درمیان جملہ معترضہ ہے (جمل) قَالَتْ امْرَاةُ فِرْعَوْنَ فرعون کی بیوی کا نام آسیہ بنت مزاحم بن عبید بن الریان بن الولید ہے۔

قَوْلًا: هُوَ قَرۡةٌ عَیۡنِ لِّیْ وَلَکَ، ہو مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ قَرۡةٌ عَیۡنِ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

قَوْلًا: لَوْ لَا اَنَّ رَبَّنَا الْخ لَوْ لَا کا جواب محذوف ہے جس پر لَوْ لَا کا ماقبل یعنی لَتُبْدِیَنَّ دلالت کر رہا ہے، تقدیر عبارت یہ ہے لَوْ لَا اَنَّ رَبَّنَا عَلٰی قَلْبِہَا لَا بُدَّتْ اَنۡہِ اِتَّہَا۔

قَوْلًا: وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ یہ جملہ آل فرعون سے حال ہے۔

قَوْلًا: لَا خَیۡرَہ مَرِیۡمَ حضرت مَوْیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی حقیقی بہن ہیں بعض حضرات نے مریم کے بجائے کلثوم اور کلثوم بھی ذکر کیا ہے، والدہ کا نام یوحنا اور والد کا نام عمران ہے مگر یہ عمران حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ مریم کے والد عمران کے علاوہ ہیں اس لئے کہ دونوں عمرانوں کے درمیان ایک ہزار آٹھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ (جمل)



قَوْلًا: من مکان بعید یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جُنُبُ موصوف محذوف کی صفت ہے ای عن مکان بعید اختلافاً ای اختلافاً۔

قَوْلًا: حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاصِعَ حَرَّمْنَا ای مَنَعْنَا تحریم سے مجازاً منع کرنا مراد ہے اس لئے یہاں تحریم کے شرعی معنی مراد لینا صحیح نہیں ہیں کیونکہ بچہ تکالیف شرعیہ کا مکلف نہیں ہوتا، مَرَاصِعُ مُرْصِعُ کی جمع ہے چونکہ دودھ پلانا عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے اسی لئے ؓ کو ترک کر دیا گیا ہے جیسے حائض میں۔ (روح المعانی)

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

سورہ قصص اس کو سورہ موسیٰ بھی کہا جاتا ہے، یہ مکی سورتوں میں سب سے آخری سورت ہے جو ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ اور جحہ (راغب) کے درمیان نازل ہوئی، آپ ﷺ نے غار ثور سے نکلنے کے بعد کفار مکہ کے خوف کی وجہ سے معروف راستہ ترک کر کے غیر معروف راستہ اختیار فرمایا تھا جب غیر معروف راستہ جحہ (راغب) کے قریب مکہ جانے والے معروف راستہ میں جا کر ملا تو آپ ﷺ کو اپنا وطن مالوف مکہ یاد آ گیا، اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ سے فرمایا کہ اے محمد کیا آپ ﷺ کو اپنا وطن جس میں آپ پیدا ہوئے یاد آ رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یاد آ رہا ہے، اس پر جبرائیل امین نے قرآن کی یہ سورت سنائی جس کے آخر میں آپ کو اس بات کی بشارت ہے کہ انجام کار مکہ مکرمہ فتح ہو کر آپ ﷺ کے قبضہ میں آئے گا وہ آیت یہ ہے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْآنَ لَرَاٰذُکَ اِلَیْ مَعَادٍ سورہ قصص میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا ہے اول اجمالاً اور پھر تفصیلاً نصف سورت تک موسیٰ علیہ السلام و فرعون کا قصہ بیان ہوا ہے اور آخر سورت میں موسیٰ علیہ السلام اور قارون کا قصہ بیان ہوا ہے اس سورت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سورت نہ مکی ہے اور نہ مدنی بلکہ مقام جحہ میں نازل ہوئی جو مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہے۔

قرآن کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو صحیح صحیح اس کی جزئیات کے ساتھ بیان کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ وحی الہی کے بغیر ہزاروں سال قبل کے واقعات کو بالکل اسی طرح بیان کر دینا جس طرح پیش آئے تھے ناممکن ہے، فرعون نے ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا اور خود بڑا معبود کہلاتا تھا بنی اسرائیل کو نہایت ذلت و مشقت میں مبتلا کر رکھا تھا جتنے بھی مشقت اور ذلت کے کام تھے وہ بنی اسرائیل سے لئے جاتے تھے حتیٰ کہ بنی اسرائیل کے نومولود لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا اور خدمت گزاری کے لئے لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا جس کی وجہ بعض نجومیوں کی یہ پیشین گوئی تھی کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ایک بچہ کے ہاتھوں فرعون کی ہلاکت اور اس کی سلطنت کا خاتمہ ہوگا، جس کا حل فرعون نے یہ نکالا کہ پیدا ہونے والے ہر اسرائیلی بچے کو قتل کر دیا جائے، حالانکہ اس احمق نے یہ نہیں سوچا کہ اگر کاہن سچا ہے تو ایسا یقیناً ہو کر رہے گا اور اگر وہ جھوٹا ہے تو قتل کروانے کی ضرورت ہی نہیں۔ (فتح القدیر)

وَنُمَكِّنْ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ سے ارض شام مراد ہے جہاں بنی اسرائیل کنعانیوں کی زمین کے وارث ہوئے کیونکہ بنی

اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے بعد ان کا واپس مصر آنا ثابت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)۔

وَ اَوْحَيْنَا اِلٰی اُمِّ مُوسٰی یہاں وحی سے مراد دل میں بات ڈالنا ہے نہ کہ وحی رسالت، مطلب یہ ہے کہ تو بے خوف و خطر بچہ کو دریائے نیل میں ڈال دے اور اس کے ڈوبنے یا ضائع ہو جانے کا خوف نہ کر اور نہ اس کی جدائی کا غم، ہم یقیناً اسے تیری طرف لوٹا دیں گے اور ہم اسے پیغمبر بنانے والے ہیں جب ذبح و قتل کا سلسلہ زیادہ ہوا تو فرعون کی قوم کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں بنی اسرائیل کی نسل ہی ختم نہ ہو جائے جس کے نتیجے میں محنت و مشقت کے کام ہمیں خود کرنے پڑیں، اس اندیشہ کا ذکر انہوں نے فرعون سے کیا، جس پر نیا حکم جاری کر دیا گیا کہ ایک سال بچے قتل کئے جائیں اور ایک سال چھوڑ دیئے جائیں، حضرت ہارون علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جو بچوں کے قتل کا سال نہیں تھا، اور موسیٰ علیہ السلام قتل کے سال پیدا ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا سامان اس طرح پیدا فرمایا کہ اول تو ان کی والدہ پر حمل کے آثار ظاہر نہیں ہوئے کہ جس سے وہ فرعون کی چھوڑی ہوئی دانیوں کی نظر میں آجائیں اس لئے ولادت کا مرحلہ تو خاموشی کے ساتھ گزر گیا، لیکن ولادت کے بعد قتل کا خطرہ موجود تھا، جس کا حل خود اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو سمجھا دیا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو ایک تابوت میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا (ابن کثیر) یہ تابوت بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس پہنچ گیا جوں جوں دریا بہتا تھا اور فرعون کے نوکر چاکروں نے نکال لیا۔

لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَ حَزَنًا میں لام عاقبت کے لئے ہے یعنی انہوں نے تو اسے اپنا بچہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنا کر لیا تھا نہ کہ دشمن سمجھ کر، لیکن انجام ان کے فعل کا یہ ہوا کہ وہ بچہ ان کا دشمن اور رنج و غم کا باعث ثابت ہوا، اِنْ فِرْعَوْنُ وَ هَامَانَ وَ جُنُودُهُمَا كَانُوا خٰطِئِيْنَ یہ جملہ ماقبل کی تعلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے لئے دشمن کیوں ثابت ہوئے اس لئے کہ وہ سب اللہ کے نافرمان اور خطا کار تھے۔

قالت امرأت فرعون الخ یہ اس وقت کہا جب تابوت میں ایک حسین و جمیل بچہ انہوں نے دیکھا بعض کے نزدیک یہ اس وقت کا قول ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی کے بال نوچ لئے تھے تو فرعون نے اس کے قتل کا حکم دیدیا تھا (ایسر التفاسیر) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی نگرانی پر مامور تھیں اور پیچھے پیچھے احتیاط کے ساتھ دور دور چل رہی تھیں جب دیکھا کہ تابوت محل کی طرف مڑ گیا اور فرعون کے خدام نے اُسے نکال لیا تو صورت حال کی خبر اپنی والدہ کو کر دی ان کی والدہ بے قرار ہو گئیں اور ان کے ہاتھ سے دامن صبر چھوٹ گیا قریب تھا کہ وہ یہ ظاہر کر دیں کہ یہ اس کا بچہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم ان کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو راز کا افشاء کر دیتیں، مگر ہماری توفیق سے موسیٰ کی والدہ نے صبر سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ بھی یاد آ گیا جس میں موسیٰ کو صحیح سلامت واپس لوٹانے کے لئے فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی قدرت تکوینی کے حکم سے موسیٰ کو اپنی ماں کے علاوہ کسی اور انا کا دودھ پینے سے روک دیا، چنانچہ بسیار کوشش کے باوجود کوئی انا انہیں دودھ پلانے اور چپ کرانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

یہ منظر موسیٰ کی بہن مریم بڑی خاموشی سے دیکھ رہی تھیں بالآخر بول پڑیں کہ میں تمہیں ایسا گھراٹا بتا دوں کہ جو تمہارے

لئے اس بچہ کی پرورش کر دے، چنانچہ فرعونوں نے حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ مریم سے کہا کہ جا اس عورت کو لے آ، چنانچہ مریم اپنی ماں کو جو موسیٰ علیہ السلام کی بھی ماں تھیں بلا لائی، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کا دودھ پی لیا تو فرعون نے موسیٰ کی والدہ سے محل ہی میں رہنے کی استدعا کی تاکہ بچہ کی صحیح پرورش اور تربیت ہو سکے، لیکن موسیٰ کی والدہ نے بے اعتنائی اور خودداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں خاوند اور بچوں کو چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی بالآخر یہ طے پایا کہ بچے کو وہ اپنے ساتھ ہی اپنے گھر لیجائیں، اور وہیں اس کی پرورش کریں اور اس کی اجرت انہیں شاہی خزانے سے دیدی جائے، سبحان اللہ! اللہ کی قدرت دودھ اپنے بچہ کو پلائیں اور اجرت فرعون سے وصول کریں، رب العالمین نے موسیٰ کو واپس لوٹانے کا وعدہ کس احسن طریقہ سے پورا فرمایا۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَهُوَ ثَلَاثُونَ سَنَةً أَوْ ثَلَاثٌ أَوْ ثَلَاثُونَ سَنَةً وَاسْتَوَىٰ أَيْ بَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً أَتَيْنَاهُ حُكْمًا وَحُكْمًا فَقَهَا فِی الدِّینِ قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ نَبِیًّا وَكَذَٰلِكَ كَمَا جَزَيْنَاهُ ۖ تَجَزَّىٰ الْمُجِزِّیْنَ ۖ لَا نَفْسَهُمْ وَدَخَلَ مُوسَى الْمَدِیْنَةَ مَدِیْنَةً فِرْعَوْنَ وَهِيَ مُنْفٌ بَعْدَ أَنْ غَابَ عَنْهُ مَدَّةً عَلَى حِینٍ غَفَلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا وَقَسَتْ الْقُلُوبُ فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ ۖ هَٰذَا مِنْ شِیْعَتِهِ أَيْ إِسْرَائِیْلَی ۖ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ أَيْ قِبْطِی ۖ یُسْخَرُ الْإِسْرَائِیْلِی لِحِمْیَلٍ حَطَبًا إِلَىٰ مَطْبَخِ فِرْعَوْنَ فَاسْتَعَاثَهُ الَّذِی مِنْ شِیْعَتِهِ عَلَى الَّذِی مِنْ عَدُوِّهِ فَقَالَ لَهُ مُوسَى خَلِّ سَبِيلَهُ فَقِيلَ إِنَّهُ قَالَ لِمُوسَى لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَحْمِلَهُ عَلَیْكَ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ أَيْ ضَرْبَهُ بِجُمُعِ كَفِّهِ وَكَانَ شَدِیدَ الْقُوَّةِ وَالبَطْشِ فَقَضَىٰ عَلَیْهِ أَيْ قَتَلَهُ وَلَمْ یَكُنْ قَصْدُ قَتْلِهِ وَدَفَنَهُ فِی الرَّمْلِ قَالَ هَٰذَا أَيْ قَتَلَهُ مِنْ كَمَلِ الشَّیْطَانِ الْمُسَیِّجِ غَضَبِی إِنَّهُ عَدُوٌّ لِابْنِ آدَمَ مُضِلٌّ لَهُ مُبِیْنٌ ۖ بَیْنَ الْإِضْلَالِ قَالَ نَادَمَا رَبِّ إِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی بَقَتْلِهِ فَأَغْفِرْ لِیْ غَفْرَةً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِیْمُ ۖ أَيْ الْمَتَّصِفُ بِهِمَا أَزَلَا وَأَبَدَا قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ بِحَقِّ إِنْعَامِكَ عَلَیَّ بِالْمَغْفِرَةِ اعْصِمْنِی فَلَنْ أَكُونَ ظَهِیرًا عِوَا ۖ لِلْمُجْرِمِیْنَ ۖ الْكَافِرِیْنَ بَعْدَ هَٰذِهِ أَنْ عَصَمْتَنِی فَأَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَائِفًا یَّتَرَقَّبُ یَنْتَظِرُ مَا یَنَالُهُ مِنْ جِهَةِ الْقَتْلِ فَإِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ یَسْتَصْرِحُهُ یَسْتَغِیثُ بِهِ عَلَى قِبْطِی الْآخَرَ قَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ۖ بَیْنَ الْغَوَاةِ لَمَّا فَعَلَتْهُ أَمْسَ الْیَوْمَ فَلَمَّا أَنَّ زَائِدَةً أَرَادَتْ أَنْ یَبْطِشَ بِالَّذِی هُوَ عَدُوٌّ لَهُمَا ۖ لِمُوسَى وَالْمُسْتَغِیثُ بِهِ قَالَ الْمُسْتَغِیثُ ظَانِنًا أَنَّهُ یَبْطِشُ بِهِ لَمَّا قَالَ لَهُ یُمُوسَى أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِی كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۖ إِنَّ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِی الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمَصْلُحِیْنَ ۖ فَسَمِعَ الْقِبْطِی ذَٰلِكَ فَعَلِمَ أَنَّ الْقَاتِلَ مُوسَى فَاَنْطَلَقَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ فَأَخْبَرَهُ بِذَٰلِكَ فَأَمَرَ فِرْعَوْنَ الدَّبَّاحِیْنَ بِقَتْلِ مُوسَى فَآخَذُوا الطَّرِیقَ إِلَیْهِ قَالَ تَعَالَىٰ وَجَاءَ رَجُلٌ هُوَ مِنْ أُولِی الْأَرْوَاحِ مِنَ الْمَدِیْنَةِ الْآخِرَةِ یَسْعَىٰ فِی مَشِیهِ مِنْ طَرِیقِ أَقْرَبَ مِنْ طَرِیقِهِمْ قَالَ یُمُوسَى إِنَّ الْمَلَآءِکَةَ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ یَأْتُمِرُونَ بِكَ یَتَشَاوَرُونَ فِیْكَ لَیَقْتُلُوكَ فَآخُذْ مِنْ الْمَدِیْنَةِ

إِنِّي لَكَ مِنَ الصَّاحِقِينَ ۝ فَمَنْ أَمْرٌ بِالْخُرُوجِ ۖ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۚ لِحَقِّ طَالِبٍ أَوْ غَوْتِ اللَّهِ إِيَّاهُ ۚ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ قَوْمٍ فِرْعَوْنَ ۖ

۲۸

**ترجمہ:** اور موسیٰ جب اپنی بھرپور جوانی کو پہنچ گئے اور وہ تیس یا تینتیس سال ہیں اور تو انا اور تندرست ہو گئے یعنی چالیس سال کے ہو گئے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا کیا یعنی نبی بنائے جانے سے پہلے ہی ان کو حکمت اور دین کی سمجھ عطا کی اور ہم اسی طرح جیسا کہ موسیٰ کو جزاء دی اپنے اوپر احسان کرنے والوں کو جزاء دیتے ہیں اور موسیٰ شہر میں یعنی فرعون کے شہر میں جس کا نام مُنُف تھا ایک مدت غائب رہنے کے بعد ایسے وقت میں داخل ہوئے کہ شہر کے لوگ قیلولہ کے وقت غافل تھے یہاں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا یہ ایک تو اس کی برادری کا یعنی اسرائیلی تھا اور دوسرا اس کے دشمن کی برادری کا یعنی قبطی تھا (قبطی) اسرائیلی کو اس بات پر مجبور کر رہا تھا کہ وہ لکڑیوں کو فرعون کے مطبخ لے چلے جو موسیٰ کی برادری کا تھا اس نے اس شخص کے خلاف کہ جو ان کے مخالفین میں سے تھا موسیٰ سے فریاد کی تو موسیٰ علیہ السلام نے قبطی سے کہا تو اس کو چھوڑ دے (جانے دے) کہا گیا ہے کہ اس قبطی نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں ارادہ کر چکا ہوں کہ لکڑیاں تیرے سر پر رکھ دوں جس پر موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو ایک گھونسا مار دیا یعنی ہاتھ بند کر کے مکا مار دیا موسیٰ علیہ السلام بہت قوی اور سخت گرفت والے تھے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو قتل کر دیا حالانکہ اس کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا، اور اس کو ریت میں دفن کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ قتل شیطانی حرکت ہو گئی جو میرے غصہ کو بھڑکانے والا ہے بلاشبہ شیطان انسانوں کا کھلا دشمن ہے غلطی میں ڈال دیتا ہے نادم ہو کر عرض کیا اے میرے پروردگار میں نے قبطی کو قتل کر کے خود اپنے اوپر ظلم کر لیا آپ مجھے معاف فرما دیں اللہ نے ان کو معاف کر دیا، بلاشبہ وہ غفور و رحیم ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان دونوں صفات کے ساتھ ازلًا وابدًا متصف ہیں، موسیٰ کہنے لگے اے میرے رب میرے اوپر تیرے مغفرت کا انعام فرمانے کے صدقہ میں میری حفاظت فرما اگر تو نے میری حفاظت کی تو میں آئندہ مجرمین کا مددگار نہ بنوں گا پھر موسیٰ علیہ السلام نے خوف و دہشت کی حالت میں صبح کی یہ انتظار کرتے ہوئے کہ مقتول کی جانب سے ان کو کیا (معاملہ) پیش آتا ہے، تو اچانک (کیا دیکھتے ہیں) کہ وہی شخص جس نے گزشتہ کل موسیٰ سے مدد چاہی تھی ایک دوسرے قبطی کے خلاف موسیٰ کو (مدد کے لئے) پکار رہا ہے تو موسیٰ فرمانے لگے بے شک تو ہی صریح بدراہ ہے، اپنی اس حرکت کی وجہ سے جو تو نے کل اور آج کی چنانچہ جب موسیٰ نے اس شخص کی طرف ہاتھ بڑھایا جو دونوں کا دشمن تھا یعنی موسیٰ اور اسرائیلی کا اُن زائدہ ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے فریاد (اسرائیلی) سے اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ کا جملہ کہا تو فریادی نے یہ سمجھتے ہوئے کہ (شاید آج) وہ میری گرفت کریں گے کہنے لگا اے موسیٰ کیا جس طرح تو نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے بس تم دنیا میں اپنا زور بٹھلانا چاہتے ہو صلح کرانا نہیں چاہتے چنانچہ قبطی نے جب یہ بات سنی تو سمجھ گیا کہ (کل والے مقتول کا) قاتل موسیٰ ہے

چنانچہ قبطی نے فرعون کے پاس پہنچ کر اس کی خبر کر دی تو فرعون نے جلادوں کو موسیٰ کے قتل کا حکم صادر کر دیا چنانچہ جلاد اس کی طرف روانہ ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا آل فرعون کا ایک مومن شخص شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا یعنی جلادوں کی بہ نسبت مختصر راستہ سے تیزی سے چلتا ہوا آیا (اور) کہنے لگا اے موسیٰ فرعون کی قوم کے سردار تیرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں لہذا تو شہر سے نکل جا اور میں خروج کے مشورہ کے معاملہ میں تیرا خیر خواہ ہوں پس موسیٰ وہاں سے خوف زدہ ہو کر تلاش کرنے والوں کے پہنچنے (کا اندیشہ کرتے ہوئے) یا اللہ کی مدد کا انتظار کرتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے کہنے لگے اے میرے پروردگار تو مجھے ظالم قوم یعنی فرعون کی قوم سے بچالے۔

### تَحْقِيقُ حَرْكِي وَتَسْبِيلُ تَفْسِيرِي فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: وَاسْتَوَى اِي بَلَّغَ اَرْبَعِينَ سَنَةً مفسر علام اگر استوای کی تفسیر انتہی شبابہ و تکامل عقلہ سے فرماتے تو زیادہ ظاہر اور مناسب ہوتا، اس لئے کہ مدین حضرت شعیب عليه السلام کی خدمت میں دس سال قیام کرنے کے بعد حضرت موسیٰ عليه السلام کی مصراہیسی ہوئی موسیٰ عليه السلام کی عمر اس وقت چالیس کی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عليه السلام کا قیام مصر میں تیس سال رہا اور اگر مصر میں حضرت موسیٰ عليه السلام کا قیام چالیس سال مان لیا جائے جیسا کہ مفسر علام نے فرمایا ہے تو مدین سے واپسی کے وقت موسیٰ عليه السلام کی عمر پچاس سال ہونی چاہئے حالانکہ یہ صراحت کے خلاف ہے۔

قَوْلُهُ: مُنْفً یہ اسی شہر کا نام ہے جہاں فرعون رہتا تھا یہ علیست اور عجمہ یا علیست اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے اسی شہر کو منوف بھی کہتے ہیں فَقَضَى عَلَيْهِ یہ اَوْقَعَ الْقَضَاء کے معنی میں ہونے کی وجہ سے متعدی بعلی ہے۔

قَوْلُهُ: وَلَمْ يَكُنْ قَصْدُهُ یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ موسیٰ عليه السلام نے خلاف شرع ایسی جرات کیوں کی کہ ایک غیر واجب القتل شخص کو قتل کر دیا؟ جواب یہ ہے کہ یہ قتل خطا تھا، اب رہا اس قتل پر استغفار تو یہ حسنات الا براریات المقربین کے قبیل سے تھا قَوْلُهُ: هَذَا اِي قَتْلُهُ، اِی قَتْلُهُ کہہ کر ہذا کے مشارالیه کی طرف اشارہ کر دیا کہ مراد فعل قتل ہے اور بعض حضرات نے ہذا کا مشارالیه فعل مقتول کو قرار دیا ہے یعنی مقتول کا فعل یعنی قبطی کا اسرائیلی پر زور زبردستی کرنا یہ فعل شیطانی عمل تھا جو کہ قابل مواخذہ تھا اور بعض حضرات نے ہذا کا مشارالیه خود قبطی کو قرار دیا ہے یعنی قبطی خود شیطانی لشکر اور اس کی جماعت کا فرد تھا، اور موسیٰ عليه السلام کا اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِي فرمانا تواضع اور کسر نفسی کے طور پر تھا۔

قَوْلُهُ: قَالَ رَبِّ بِمَا اَنْعَمْتَ بِحَقِّ اِنْعَامِكَ عَلَيَّ مفسر علام نے بِمَا اَنْعَمْتَ کی تفسیر بحق انعامک سے کر کے دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے اول یہ کہ مامصدر یہ ہے یعنی اَنْعَمْتَ بمعنی اِنْعَامُک ہے اور کلام حذف مضاف کے ساتھ ہے ای بحق انعامک اور دوسری بات یہ کہ اِعْصَمْنِي محذوف مان کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ بِحَقِّ جَارِ بِمَجْرُور اِعْصَمْنِي محذوف کے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے اِعْصَمْنِي بِحَقِّ اِنْعَامِكَ عَلَيَّ بِالْمَغْفِرَةِ۔

قَوْلًا: فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمَجْرُمِينَ یہ جملہ شرط محذوف کا جواب ہے تقدیر عبارت یہ ہے اِنْ عَصَمْتَنِي فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمَجْرُمِينَ۔

قَوْلًا: بعد هذه ای بعد هذه المرة مفسر علام کا مجرمین کی تفسیر کافرین سے کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ اس تفسیر کے مطابق اسرائیلی کا کافر ہونا لازم آتا ہے بہتر ہوتا ہے کہ مجرمین کو علی حالہ رہنے دیتے۔ (حمل ملخصاً)

قَوْلًا: فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ مَدِينَةً سے وہی شہر مراد ہے جس میں قبطی قتل ہوا تھا۔  
قَوْلًا: خَائِفًا یہ اصبح کی خبر ہے اور فی المدینة اس کے متعلق ہے اور يَتَرَقَّبُ کا مفعول محذوف ہے ای يَتَرَقَّبُ المَكْرُوهُ، او الفرج، او الخبر، هل وصل لفرعون ام لا یعنی يَتَرَقَّبُ کے مختلف مفعول محذوف ہو سکتے ہیں جیسا کہ اوپر ظاہر کر دیئے گئے ہیں۔

قَوْلًا: إِذَا الَّذِي إِذَا مَفَاجَاتِيهِ الْغَدَى موصول استنصرہ اس کا صلہ موصول صلہ سے مل کر موصوف محذوف الاسرائیلی کی صفت موصوف صفت سے مل کر مبتداء يَسْتَصْرِخُهُ خبر، بِالْأَمْسِ متعلق ہے استنصرہ کے، تقدیر عبارت یہ ہے إِذَا الْإِسْرَائِيلِي الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ۔

قَوْلًا: يَسْعَى، رَجُلٌ کی صفت ہے يَسْعَى رجل سے حال بھی ہو سکتا ہے اس لئے کہ رَجُلٌ من اقصى المدینة سے متصف ہونے کی وجہ سے معرفہ ہو گیا جس کی وجہ سے رجل کا ذو الحال بننا درست ہے الْمَلَأَ اسم جمع شریف یا سرداروں کی جماعت۔

قَوْلًا: يَا تَمْرُوتُ اَيْتَمَار (اتعال) سے جمع مذکر غائب وہ مشورہ کر رہے ہیں اِيَّاهُ الضمير راجع الى موسى۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَى، اَشُدُّ کے لفظی معنی قوت و شدت کے انتہاء پر پہنچنا ہے یعنی انسان بچپن کے ضعف سے بتدریج قوت و شدت کی طرف بڑھتا ہے، ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کے وجود میں جتنی قوت و شدت آ سکتی تھی وہ پوری ہو جاتی ہے، اس وقت کو اشد کہا جاتا ہے، اور یہ زمین کے خطوں اور قوموں کے مزاج کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، کسی کا اشد کا زمانہ جلدی آتا ہے اور کسی کا دیر میں، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد سے بروایت عبد بن حمید یہ منقول ہے کہ اشد عمر کے تینتیس سال میں ہوتا ہے اسی کو سن کمال یا سن وقوف کہا جاتا ہے جس میں بدن کا نشو و نما ایک حد پر پہنچ کر رک جاتا ہے اس کے بعد چالیس سال تک وقوف کا زمانہ ہے اسی کو استوئی کہتے ہیں، چالیس سال کے بعد انحطاط اور ضعف شروع ہو جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اشد تینتیس سال کی عمر سے شروع ہو کر چالیس سال تک رہتا ہے۔ (روح و قرطبی بحوالہ معارف) خازن نے کہا ہے کہ اشد اٹھارہ سال سے تیس سال تک ہوتا ہے۔

اَتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا بعض حضرات نے حکماً و علماً سے حکمت اور تفقہ فی الدین مراد لیا ہے اور یہ دونوں چیزیں قبل

البعثت عطا کی گئیں، اور بعض کے نزدیک حکم سے مراد نبوت و رسالت ہے اور علم سے احکام شرعیہ کا علم ہے۔

وَدَخَلَ مُوسَى الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا مَدِينَةٌ مِّنْ أَهْلِهَا مَدِينَةٌ (مُتَّف) ہے اور غفلت کے وقت سے بعض حضرات نے دو پہر کا وقت مراد لیا ہے جبکہ لوگ قیلوہ کرتے ہوتے ہیں اور بعض نے مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت مراد لیا ہے مگر اول رائج ہے، دَخَلَ الْمَدِينَةَ سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ کہیں شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي الْخ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اس قبطی کافر کا قتل جو موسیٰ علیہ السلام سے بلا ارادہ صادر ہو گیا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اس قتل خطا کو بھی حسنات الا برار سینات المقر بین کے قاعدہ سے جرم عظیم سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا۔

سُئِلَ: یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کافر قبطی شرعی اصطلاح کے اعتبار سے حربی تھا جس کا قتل عداً و قصداً بھی مباح تھا کیونکہ یہ نہ کسی اسلامی حکومت کا ذمی تھا اور نہ موسیٰ علیہ السلام کا اس سے کوئی معاہدہ تھا، پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس قتل خطا کو عمل شیطان اور گناہ کیوں قرار دیا، اس کا قتل تو بظاہر موجب اجر ہونا چاہئے تھا، کہ ایک مسلمان پر ظلم کر رہا تھا اس کو بچانے کے لئے یہ قتل واقع ہوا۔

جواب: یہ ہے کہ معاہدہ جیسے قولی اور تحریری ہوتا ہے جس کی خلاف ورزی عہد شکنی اور غداری سمجھی جاتی ہے، اسی طرح معاہدہ عملی بھی ایک قسم کا معاہدہ ہی ہوتا ہے، اس کی بھی پابندی لازمی اور خلاف ورزی عہد شکنی کے مرادف ہے۔

معاہدہ عملی کی صورت یہ ہے کہ جس جگہ مسلمان اور کچھ غیر مسلم کسی دوسری حکومت میں باہمی امن و اطمینان کے ساتھ رہتے بستے ہوں، ایک دوسرے پر حملہ کرنا یا لوٹ مار کرنا طرفین سے غداری سمجھا جاتا ہو تو اس طرح کی معاشرت اور معاملات بھی ایک قسم کا عملی معاہدہ ہوتے ہیں ان کی خلاف ورزی جائز نہیں، اس کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ کی وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری نے کتاب الشروط میں مفصل روایت کیا ہے، اس کا واقعہ یہ تھا، حضرت مغیرہ بن شعبہ اپنے اسلام لانے سے پہلے زمانہ جاہلیت میں کفار کی ایک جماعت کے ساتھ مصاحبت و معاشرت اور معاملات رکھتے تھے، ایک روز ان کو قتل کر کے ان کے اموال پر قبضہ کر لیا اور رسول اللہ کی خدمت میں آکر مسلمان ہو گئے اور جو مال ان لوگوں کا لیا تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، أَمَّا الْإِسْلَامُ فَاقْبَلُ وَأَمَّا الْمَالُ فَلَسْتَ مِنْهُ فِي شَيْءٍ اور ابو داؤد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں أَمَّا الْمَالُ فَمَالٌ غَدْرٌ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ یعنی آپ کا اسلام تو ہمیں قبول مگر یہ مال جو کہ غدراور عہد شکنی سے حاصل ہوا ہے اس کی ہمیں حاجت نہیں، شارح بخاری ابن حجر نے اس کی شرح میں فرمایا کہ اس حدیث سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ کفار کا مال حالت امن میں لوٹ لینا حلال نہیں کیونکہ ایک بستی کے رہنے والے یا ایک ساتھ کام کرنے والے ایک دوسرے سے اپنے کو مامون سمجھتے ہیں ان کا یہ عملی معاہدہ بھی ایک امانت ہے جس کی حفاظت کرنا فرض ہے، اور کفار کے اموال جو مسلمانوں کے لئے حلال ہوتے ہیں تو وہ صرف محاربہ اور مغالہ کی صورت میں حلال ہوتے ہیں حالت امن و امان میں جبکہ ایک دوسرے سے اپنے کو مامون سمجھتے ہوں کسی کافر کا مال لوٹ لینا جائز نہیں، قسطلانی نے بھی شرح بخاری میں یہی بات لکھی ہے:

خلاصہ یہ کہ قبطی کا قتل اس عملی معاہدہ کی بناء پر اگر بالقصد ہوتا تو جائز نہیں تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ اسرائیلی کو اس کے ظلم سے بچانے کے لئے ہاتھ کی ضرب لگائی جو عادت سبب قتل نہیں ہوتی مگر اتفاقاً قبطی اس ضرب سے مر گیا، تو موسیٰ علیہ السلام کو یہ احساس ہوا کہ اس کو دفع کرنے کے لئے اس ضرب سے کم درجہ بھی کافی تھا یہ زیادتی میرے لئے درست نہ تھی اسی لئے اس کو عمل شیطان قرار دیکر اس سے مغفرت طلب کی۔

قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ (الآیۃ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس لغزش کو جب معاف فرمادیا تو آپ نے اس کے شکریہ میں یہ عرض کیا کہ میں آئندہ کسی مجرم کی مدد نہ کروں گا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس اسرائیلی کی مدد کے لئے یہ اقدام کیا تھا دوسرے واقعہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ خود ہی جھگڑا لو ہے لڑائی جھگڑا اس کی عادت ہے اس لئے اس کو مجرم قرار دے کر آئندہ کسی ایسے شخص کی مدد نہ کرنے کا عہد فرمایا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس جگہ مجرمین کی تفسیر کافرین کے ساتھ منقول ہے اور قتادہ نے بھی تقریباً یہی فرمایا ہے، صاحب جلالین نے غالباً اسی تفسیر کے پیش نظر مجرمین کی تفسیر کافرین سے کی ہے، اس تفسیر کی بناء پر واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسرائیلی جس کی مدد موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی یہ بھی مسلمان نہ تھا مگر اس کو مظلوم سمجھ کر امداد فرمائی۔

مَنْسُكِلْمًا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس طرز عمل سے دو مسئلے معلوم ہوتے ہیں مظلوم اگرچہ کافر اور فاسق ہی کیوں نہ ہو اس کی مدد کرنی چاہئے، دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی مجرم ظالم کی مدد کرنا جائز نہیں۔

فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ خَائِفًا ڈرتے ہوئے یعنی گرفتاری کا خوف کرتے ہوئے يتَرَقَّبُ کے دو معنی ہیں اور مفسرین نے دونوں ہی معنی کو صحیح قرار دیا ہے اول احتیاط کے طور پر ادھر ادھر جھانکتے ہوئے اور اپنے بارے میں اندیشوں میں مبتلا، دوسرے اللہ تعالیٰ کی اعانت اور مدد کی امید کرتے ہوئے۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے دوسرے روز اسی اسرائیلی کو ایک دوسرے قبطی سے الجھتے ہوئے دیکھا تو فرمانے لگے تیری ہی شرارت معلوم ہوتی ہے کل بھی تو ایک قبطی سے جھگڑ رہا تھا، اور آج دوسرے سے الجھ رہا ہے، اسرائیلی کو زبان فہمائش کرنے کے بعد قبطی سے مواخذہ کرنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ بڑھایا تو قبطی یہ سمجھا شاید میری گرفت کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہے تو اسرائیلی بول اٹھا، اے موسیٰ اترید اَنْ تَقْتُلَنِي (الآیۃ) جس سے قبطی کے علم میں یہ بات آگئی کہ کل جو قتل ہوا تھا اس کا قاتل موسیٰ ہے اس نے جا کر فرعون کو خبر کر دی جس کے نتیجہ میں فرعون نے موسیٰ کے قتل کے لئے اپنے سرداروں اور ارکان سلطنت سے مشورہ کر کے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔

شہر کے باہری کنارے سے ایک شخص جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ تھا دوڑتا ہوا آیا اور فرعونوں کے مشورہ کی خبر دی اور یہ بھی کہا کہ تم فوراً مصر چھوڑ دو اور کسی دوسری جگہ چلے جاؤ، شہر کے کنارے سے آنے والا شخص کون تھا؟ بعض کہتے ہیں کہ فرعون کا چچا زاد بھائی حزقیل تھا بعض نے شمعون اور بعض نے سمعان بتایا ہے اور وہ درپردہ حضرت موسیٰ کا خیر خواہ اور ہمدرد تھا، بعض کہتے ہیں کہ اسرائیلی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قریبی رشتہ دار تھا۔



وَلَمَّا تَوَجَّهَ قَصَدَ بِوَجْهِهِ تَلْقَاءَ مَدْيَنَ جِهَتَهَا وَهِيَ قَرْيَةٌ شُعَيْبٌ مَسِيرَةَ ثَمَانِيَةِ أَيَّامٍ مِنْ مِصْرَ سَمِيتَ بِمَدْيَنَ ابْنَ إِبْرَاهِيمَ وَلَمْ يَكُنْ يَعْرِفُ طَرِيقَهَا قَالَ عَسَى رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ ائِى قَصَدَ الطَّرِيقَ ائِى الطَّرِيقَ الْوَسْطَ ائِىهَا فَارْسَلَ اللَّهُ إِلَيْهِ مَلَكًا بِيَدِهِ عَنَزَةً فَاَنْطَلَقَ بِهِ إِلَيْهَا وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ بُئْرَ فِيهَا ائِى وَضَلَّ وَجَدَ عَلَيْهِ أَمَةٌ جَمَاعَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَهُ مَوَاشِيَهُمْ وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ ائِى سَوَاحِبَ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ تَمْنَعَانِ اغْنَامَهُمَا عَنِ الْمَاءِ قَالَ مُوسَى لَهُمَا مَا خَطْبُكُمَا ائِى شَانِكُمَا لَا تَسْقِيَانِ قَالَتَا لَا تَسْقِي حَتَّى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۝ جَمْعُ رَاعٍ ائِى يَرْجِعُوا بِمَن سَقِيَهُمْ خَوْفُ الزَّحَامِ فَنَسْتَقِي وَفِي قِرَاءَةٍ يُصْدِرُ مِنَ الرُّبَاعَى ائِى يُضَرِّفُوا مَوَاشِيَهُمْ عَنِ الْمَاءِ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ۝ لَا يَقْدِرُ أَنْ يَسْقِيَ قَسْقَى لَهُمَا مِنْ بئرٍ أُخْرَى بِقُرْبِهَا رَفَعَ حَجْرًا عَنْهَا لَا يَرْفَعُهُ إِلَّا عَشْرَةُ أَنْفُسٍ ثُمَّ تَوَلَّى اِنْصَرَفَ إِلَى الظِّلِّ سَمَرَةٌ مِنْ شِدَّةِ حَرِّ الشَّمْسِ وَهُوَ جَائِعٌ فَقَالَ رَبِّ ائِى لِمَا أُنْزِلَتْ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ طَعَامٌ فَقِيْرٌ ۝ مُحْتَاجٌ فَارْجَعْنَا إِلَى أَبِيهِمَا فِي زَمَنٍ أَقَلَّ مِمَّا كَانَتَا تَرْجِعَانِ فِيهِ فَسَأَلَهُمَا عَنْ ذَلِكَ فَأَخْبَرَتَاهُ بِمَنْ سَقَى لَهُمَا فَقَالَ لِأَحَدِهِمَا ادْعِ بِهِ لِي قَالَ تَعَالَى فَبَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِجْيَاءٍ ائِى وَاضْعَةَ كُمٍّ دَرِعِهَا عَلَى وَجْهِهَا حِيَاءٌ مِنْهُ قَالَتْ إِنَّ ائِى يَدْعُوكَ لِجَزْيِكَ أَجْرًا سَقَيْتَ لَنَا فَاجَابَهَا مَنكِرًا فِي نَفْسِهِ أَخَذَ الْأُجْرَةَ وَكَانَهَا قَصَدَتْ الْمَكَافَاةَ إِنْ كَانَ مَنَّ يَرِيدُهَا فَمَشَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَجَعَلَتْ الرِّيحُ تُضَرِّبُ ثَوْبَهَا فَتَكْشِفُ سَاقَهَا فَقَالَ لَهَا إِسْشِي خَلْفِي وَذُلِّيْنِي عَلَى الطَّرِيقِ فَفَعَلَتْ إِلَى أَنْ جَاءَ أَبَاهَا وَهُوَ شُعَيْبٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعِنْدَهُ عَشَاءٌ قَالَ لَهُ اجْلِسْ فَتَعَشِ قَالَ أَخَافُ أَنْ يَكُونَ عَوْضًا مِمَّا سَقَيْتُ لَهُمَا وَأَنَا أَبْلُ بَيْتٍ لَا نَطْلُبُ عَلَى عَمَلٍ خَيْرٍ عَوْضًا قَالَ لَا عَادَتِي وَعَادَةُ أَبَائِي تُقْرَى الضَّيْفَ وَنُطْعَمُ الطَّعَامَ فَآكُلُ وَأَخْبِرُهُ بِحَالِهِ قَالَ تَعَالَى فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۝ مُصَدَّرٌ بِمَعْنَى الْمُقْصُوصِ مِنْ قَتْلِهِ الْقَبْطِيَّ وَقَصْدِهِمْ قَتْلَهُ وَخَوْفَهُ مِنْ فِرْعَوْنَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ اِذْ لَاسِلْطَانُ لِفِرْعَوْنَ عَلَى مَدْيَنَ قَالَتْ إِحْدَاهُمَا وَهِيَ الْمُرْسَلَةُ الْكُبْرَى اَوِ الصُّغْرَى يَا بَتِ اسْتَاجِرْهُ اتَّخِذْهُ أَجِيرًا يَرْعَى غَنَمَنَا ائِى بَدَلْنَا إِنْ خَيْرٌ مِّنْ اسْتَاجَرْتَ الْقَوْمَ الْأَمِيْنُ ۝ ائِى اسْتَاجِرْهُ لِقُوَّتِهِ وَآمَانَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُمَا فَأَخْبَرَتْهُ بِمَا تَقَدَّمَ مِنْ رَفْعِهِ حَجَرِ الْبئرِ وَمِنْ قَوْلِهِ لَهَا إِسْشِي خَلْفِي وَزِيَادَةِ أَنْهَا لَمَّا جَاءَ تَهَ وَعَلِمَ بِهَا صَوْبَ رَأْسِهِ فَلَمْ يَرْفَعِهِ فَرَغَبَ فِي اِنْكَاجِهِ قَالَ ائِى اُرِيدُ أَنْ اُنْكَحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ وَهِيَ الْكُبْرَى اَوِ الصُّغْرَى عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي تَكُونُ أَجِيرًا لِي فِي رَعَى غَنَمِي ثَمَنِي حِجَّةٍ ائِى سَنِينَ فَإِنْ أَتَمَمْتَ عَشْرًا ائِى رَعَى عَشْرَ سَنِينَ فَمِنْ عِنْدِكَ التَّمَامُ وَمَا اُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ بِاشْتِرَاطِ الْعَشْرِ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ لِلتَّبَرُّكِ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ الْوَافِينَ بِالْعَهْدِ قَالَ مُوسَى ذَلِكَ الَّذِي قُلْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ

اَيُّمَا الْاَجْلَيْنِ الثَّمَانِ او العَشْرَ وَمَا زَائِدَةٌ اِى رَعِيَهٗ قَضَيْتُ بِهٖ اِى فَرَعْتُ عَنْهٗ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّۙ بَطْلِبُ الزِّيَادَةَ عَلَيْهِ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُولُ اَنَا وَانتَ وَكِيلٌ ﴿٥٠﴾ حَفِیْظٌ اَوْ شَهِیْدٌ فَتَمَّ الْعَقْدُ بِذٰلِكَ وَاَمْرٌ شُعْبِیْبٌ اِیْتَنَتْ اَنْ يُعْطٰی مُوسٰی عَصًا یَدْفَعُ بِهَا السِّبَاغَ مِنْ غَنَمِهٖ وَكَانَتْ عِصٰی الْاَنْبِیَآءِ عِنْدَهٗ فَوْقَ فِیْ یَدِهَا عَصَا اٰدَمَ مِنْ اَسْرِ الْجَنَّةِ فَاخْذَبَا مُوسٰی بِعِلْمِ شُعْبِیْبٍ.

**ترجمہ:** اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے یعنی مدین کی طرف رخ کیا، مدین شعب علیہ السلام کی ہستی تھی جو مصر سے آٹھ دن کی مسافت پر واقع تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے مدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام سے یہ ہستی موسوم تھی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے راستہ سے واقف نہیں تھے تو کہنے لگے مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھے راستے کی رہنمائی فرمائے گا، یعنی سیدھے راستہ یعنی مدین کے متوسط راستہ کی رہنمائی کرے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک فرشتہ کو بھیج دیا جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا، تو وہ فرشتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدین کی طرف لے چلا، چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے پانی یعنی اس کے کنوئیں پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہی ہے اور ان لوگوں سے الگ دو عورتوں کو دیکھا جو اپنی بکریوں کو پانی سے روکے ہوئے ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں سے معلوم کیا تمہارا کیا معاملہ ہے؟ تم پانی کیوں نہیں پلا رہیں؟ وہ بولیں جب تک چرواہے واپس نہ چلے جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں، السَّعَاءُ رَاعٍ کی جمع ہے یعنی جب تک یہ چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس نہ چلے جائیں ہم خوف ازدحام کی وجہ سے پانی نہیں پلاتیں (اور جب بھیڑ ختم ہو جائے گی) تو ہم پلائیں گی، اور ایک قراءت میں یُضْطَرُّ (افعال) سے ہے اِی یُضْطَرُّ فَوَا مَوَاشِیْہُمْ عَنِ الْمَاءِ (یعنی جب تک اپنے جانوروں کو نہ لوٹائیں) اور ہمارے والد صاحب بڑی عمر کے بوڑھے ہیں یعنی وہ پانی پلانے پر قادر نہیں ہیں خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے ان کی بکریوں کو دوسرے کنوئیں سے جو اس کنوئیں کے قریب ہی تھا پانی پلا دیا، ایک بھاری پتھر اس کنوئیں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (تہا) اٹھا دیا کہ جس کو دس افراد (بمشکل) اٹھا سکتے تھے پھر دھوپ کی سخت گرمی کی وجہ سے بول کے ایک درخت کے سایہ کی طرف لوٹ آئے حال یہ کہ موسیٰ علیہ السلام بھوکے بھی تھے پھر دعاء کی اے میرے پروردگار (اس وقت) جو نعمت بھی مجھ پر بھیج دیں کھانا (وغیرہ) میں اس کا حاجت مند ہوں، چنانچہ وہ دونوں لڑکیاں (روزانہ) جتنے وقت میں لوٹا کرتی تھیں اس سے کم وقت میں اپنے ابا جان کے پاس لوٹ آئیں، تو ان کے والد نے ان سے جلدی چلے آنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے اس شخص کے بارے میں خبر دی جس نے ان کی بکریوں کو پانی پلایا تھا، تو ان کے والد نے ان میں سے ایک سے کہا اس کو میرے پاس بلا لاؤ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اتنے میں ان دونوں میں سے موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک لڑکی آئی کہ شرماتی ہوئی چلتی تھی یعنی حضرت موسیٰ سے حیاء کی وجہ سے اپنے کرتے کی آستین کو اپنے چہرے پر رکھے ہوئے کہنے لگی میرے ابا جان آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے

جو ہمارے (جانوروں) کو پانی پلایا ہے اس کا صلہ دیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لڑکی کی دعوت کو قبول کر لیا، اپنے دل میں اجرت لینے کو ناپسند کرتے ہوئے اور گویا کہ لڑکی کا مقصد بدلہ دینا تھا اگر موسیٰ علیہ السلام اجرت لینا چاہیں پھر وہ لڑکی موسیٰ علیہ السلام کے آگے آگے چلی اور ہوا اس کے کپڑے کو اڑانے لگی جس کی وجہ سے اس کی پنڈلی کو ظاہر کرنے لگی تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم میرے پیچھے چلو اور مجھے راستہ بتاتی رہو، چنانچہ لڑکی نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ اپنے ابا جان شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچ گئی، ان کے پاس شام کا کھانا تیار تھا، حضرت شعیب نے فرمایا تشریف رکھئے اور کھانا تناول فرمائیے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ (کھانا) ان کے (جانوروں) کو میرے پانی پلانے کا عوض ہو، اور میرا تعلق ایسے گھرانے سے ہے کہ ہم کارخیر پر کوئی اجرت نہیں لیتے، حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا ایسی بات نہیں ہے بلکہ میرا اور میرے آباؤ اجداد کا یہ معمول ہے کہ ہم مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہیں، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے کھانا تناول فرمایا اور اپنی (پوری) سرگزشت سنائی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَمَّا جَاءَهُ جِبْءٌ مِّنْ مَّوَدِّ الْعِلَادِ ان کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا سارا حال بیان کیا (القصص) مصدر ہے مقصود کے معنی میں ہے یعنی اپنے قبیلے کو قتل کرنے اور ان کے ان کو قتل کرنے اور فرعون کی جانب سے اپنے خوف کی پوری سرگزشت سنائی تو شعیب کہنے لگے (اب) اندیشہ نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے اس لئے کہ مدین پر فرعون کی سلطنت نہیں ہے ان میں سے ایک نے اور وہ وہی تھی جس کو (بلانے) بھیجا تھا، بڑی یا چھوٹی کہا ابا جان ان کو ملازم رکھ لیجئے (یعنی) ان کو اجیر رکھ لیجئے ہمارے بجائے ہماری بکریوں کو چرائیں گے کیونکہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں گے ان میں سب سے بہتر وہ ہوگا جو قوی اور امانت دار ہوگا یعنی ان کی قوت اور امانت کی وجہ سے ان کو ملازم رکھ لیجئے، چنانچہ (شعیب علیہ السلام) نے اپنی بیٹی سے ان دونوں صفات کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے وہ سب باتیں جن کا ذکر اوپر گذرا ہے اپنے والد صاحب کو بتائیں یعنی ان کے کنوئیں کے پتھر کو (تہا) اٹھانے اور ان کے اس سے یہ کہنے کہ میرے پیچھے پیچھے چلو اور مزید کچھ اضافہ کے ساتھ یہ کہ جب میں ان کے پاس پہنچی اور ان کو میری آمد کا علم ہوا تو اپنا سر جھکا لیا اور اٹھایا نہیں، چنانچہ شعیب علیہ السلام ان سے نکاح کرانے کی طرف راغب ہوئے، تو شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور وہ بڑی ہے یا چھوٹی اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میرے یہاں ملازمت کرو یعنی تم میری بکریاں چرانے کا کام کرو اور اگر آپ دس سال پورے کر دیں یعنی دس سال بکریاں چرائیں تو یہ اتمام آپ کی طرف سے ہوگا اور میں آپ کو دس سال کی شرط لگا کر کسی مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا اور آپ انشاء اللہ تبرک کے لئے ہے مجھے عہد کو وفا کرنے والا پائیں گے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ بات جو آپ نے فرمائی میرے اور آپ کے درمیان مکمل ہوگئی ان دونوں میں سے یعنی آٹھ یا دس سال میں سے جس مدت کو بھی میں پورا کروں اس پر زیادتی کا مطالبہ کر کے مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا ایسا میں مازائدہ ہے یعنی چرانے کی مدت کو (پورا کروں) اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے یا شاہد ہے، اس بات سے عقد (نکاح) مکمل ہو گیا اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی سے کہا (ان

کو) ایک عصا دیدیں جس کے ذریعہ بکریوں کی درندوں سے حفاظت کریں (اور انبیاء سابقین کے) بہت سے عصا ان کے پاس موجود تھے چنانچہ لڑکی کے ہاتھ میں آدم علیہ السلام کا عصا آگیا جو جنت کے درخت موروکا تھا، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے وہ عصا شعیب علیہ السلام کے علم میں لا کر لے لیا۔

## تحقیق و ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: سَوَاءَ السَّبِيلِ یہ اضافت صفت الی الموصوف ہے ای الطريق الوسط۔ سواء السبیل کی تفسیر قصد السبیل سے کی ہے، اور یہ بتانے کے لئے کہ یہ اضافت صفت الی الموصوف کے قبیل سے قصد الطريق کی تفسیر الطريق الوسط سے کی ہے۔

قَوْلُهُ: عَنَزَهُ عصا سے بڑا اور نیزے سے چھوٹا ہوتا ہے اس کے نیچے والے سرے پر لوہے کی آنی ہوتی ہے۔  
قَوْلُهُ: مَاءَ مَدِينٍ کی تفسیر بلتر سے کر کے اشارہ کر دیا کہ حال بول کر محل مراد ہے اور بلتر سے پہلے ہو مبتداء محذوف ہے بلتر اس کی خبر ہے ای ہو بلتر کائن فیہا۔

قَوْلُهُ: اُمَّةٌ کی تفسیر جماعة کثیرہ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ تنوین تکثیر کے لئے ہے۔  
قَوْلُهُ: تَذَوَّدَانِ امراتین کی صفت ہے نہ کہ وَجَدَ کا مفعول ثانی اس لئے کہ وَجَدَ بمعنی لَقِيَ ہے۔  
يَبْكُوْنَ: مندرجہ ذیل چار افعال کے مفعولوں کو کیوں حذف کیا گیا ہے؟ يَسْقُوْنَ، تَذَوَّدَانِ وَلَا نَسْقِيْ اور يُصْدِرُ الرعاء۔

جَوَابُ: چونکہ مقصود بالذات فعل ہوتا ہے نہ کہ مفعول لہذا مذکورہ چاروں فعلوں کے مفاعیل کو حذف کر دیا گیا ہے۔  
قَوْلُهُ: عَلَىٰ اَنْ تاجر نی فاعل یا مفعول سے حال ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے ای مشروطاً علیّ او عَلَیْكَ ذَلِكْ۔

قَوْلُهُ: التَّمَامُ محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ مِنْ عِنْدِكَ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

قَوْلُهُ: ذَلِكْ مبتداء ہے اور بینی و بینک اس کی خبر ہے۔

قَوْلُهُ: اَيُّمَا الْاَجَلَيْنِ ائِی شرطیہ ہے مازائدہ ہے فَلَا عُدْوَانَ جَوَاب شرط ہے۔

## تفسیر و تشریح

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تَلَقَّاهُ مَدِينٌ، مَدین ملک شام کے ایک شہر کا نام ہے جو مدین بن ابراہیم کے نام سے موسوم ہے ان ہی نے اس شہر کو بسایا تھا، یہ علاقہ فرعون کی حکومت سے خارج تھا، مصر سے مدین آٹھ دن کی مسافت پر واقع تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون نے سپاہیوں کا طبعی خوف پیش آیا، جو نہ نبوت کے منافی ہے اور نہ توکل کے تو مصر سے ہجرت کا ارادہ فرمایا، اور مدین کی

سمت کو شاید اس لئے اختیار کیا کہ مدین بھی اولاد ابراہیم کی بستی تھی اور حضرت موسیٰ بھی حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے تھے اس لئے کہ حضرت موسیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے بالکل بے سرو سامانی کی حالت میں نکلے، نہ کوئی توشہ تھا اور نہ کوئی سامان اور نہ راستہ معلوم، اسی اضطرار کی حالت میں اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دعاء فرمائی عَسَى رَبِّىْ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سُبُوْا السَّبِيْلِ یعنی امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرمائے گا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی یہ دعاء قبول فرمائی، مدین کے تین راستے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہدایت خداوندی متوسط راستہ اختیار فرمایا فرعونى سپاہی آپ کی تلاش و جستجو میں نکلے اور مشورہ میں یہ طے ہوا کہ بھاگنے والا کبھی سیدھا راستہ اختیار نہیں کرتا ہمیشہ بعید اور غیر معروف راستہ اختیار کرتا ہے لہذا موسیٰ نے بھی مختصر اور سیدھے راستے کو چھوڑ کر طویل اور غیر معروف راستہ اختیار کیا ہوگا چنانچہ فرعونى سپاہیوں نے درمیانی سیدھا راستہ ترک کر کے دشوار اور طویل راستہ اختیار کیا موسیٰ علیہ السلام بخیر و عافیت اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے اور فرعونى سپاہی خائب و خاسر واپس آگئے، مفسرین لکھتے ہیں کہ اس سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غذا صرف درختوں کے پتے تھے۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ، مَاءِ مَدْيَنَ سے وہ کنواں مراد ہے جس سے اس بستی کے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلاتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنی بکریوں کو روکے ہوئے دور کھڑی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رحم آیا تو ان سے معلوم کیا کہ تم اپنی بکریوں کو کیوں روکے کھڑی ہو؟ پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ ہماری عادت یہی ہے کہ ہم مردوں کے ساتھ اختلاط سے بچنے کے لئے اس وقت تک بکریوں کو پانی نہیں پلاتیں جب تک یہ لوگ کنوئیں پر ہوتے ہیں، قدرتی طور پر یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا تمہارے یہاں کوئی مرد نہیں کہ جو یہ کام انجام دے سکے تو اس سوال کا جواب انہوں نے خود ہی وَابْنُونَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ کہہ کر دیدیا کہ ہمارے والد صاحب بہت ضعیف اور بوڑھے ہیں وہ یہ کام نہیں کر سکتے، اس لئے ہم اس کام کے لئے مجبور ہیں، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے کوئی زینہ اولاد نہیں تھی۔

اس واقعہ سے چند اہم فوائد حاصل ہوئے، اول ضعیفوں کی مدد کرنا، انبیاء کی سنت ہے، دوسرا بوقت ضرورت اجنبی عورت سے بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو، تیسرا شرم و حیا عورتوں کا زیور ہے یہ واقعہ اگرچہ اسلام سے پہلے کا ہے مگر اس وقت بھی دونوں لڑکیوں نے اپنی فطری اور طبعی شرافت کی وجہ سے تکلیف برداشت کرنا تو گوارا کیا مگر مردوں کے ساتھ اختلاط پسند نہیں کیا، چوتھا عورتوں کا باہر کے کاموں کے لئے نکلنا اس وقت بھی ناپسند سمجھا جاتا تھا اسی لئے لڑکیوں نے اپنے باہر نکلنے کا یہ کہہ کر عذر بیان کیا کہ چونکہ ہمارے والد صاحب ضعیف اور بوڑھے ہیں اس لئے بدرجہ مجبوری ہم کو نکلنا پڑا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان لڑکیوں پر ان کی مجبوری کی وجہ سے رحم آ گیا اسی کنوئیں سے یا اس کے قریب دوسرے کنوئیں سے جس پر ایک بھاری پتھر رکھا ہوا تھا جس کو بشکل دس آدمی اٹھا سکتے تھے تنہا اٹھا کر الگ رکھ دیا اور ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا، اور بول کے ایک درخت کے سایہ میں جا کر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مندی کے لئے دعا کرنے لگے۔

ادھر یہ ہوا کہ یہ لڑکیاں اپنے مقررہ وقت سے پہلے گھر پہنچ گئیں تو ان کے والد نے وجہ دریافت کی لڑکیوں نے واقعہ بیان کیا، حضرت شعیب علیہ السلام نے چاہا کہ اس شخص نے احسان کیا ہے اس کی مکافات کرنی چاہئے، اس لئے انہیں ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو بلانے بھیجا، یہ حیا کے ساتھ شرماتی ہوئی پہنچی، اور شرماتے ہوئے حیا کی وجہ سے منہ پر کرتے کی آستین رکھ کر بات کی، اور اپنے والد صاحب کی دعوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچا دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ چل پڑے، ہوا چونکہ تیز تھی جس کی وجہ سے کپڑا اڑتا تھا جس سے اس کی پنڈلی کھل جاتی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم میرے پیچھے چلو اور اشارہ یعنی دائیں بائیں کہہ کر راستہ بتاتی رہو۔

گھر پہنچ کر حضرت شعیب علیہ السلام سے دعاء سلام ہوئی شام کا کھانا تیار تھا شعیب علیہ السلام نے کھانے کے لئے کہا مگر موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہہ کر کھانے سے معذرت کر دی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں نے آپ کی بکریوں کو پانی پلا کر جو نیکی کی ہے یہ کھانا اس کا معاوضہ ہو تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا ایسی بات نہیں ہے بلکہ مہمانوں کی مہمان نوازی کرنا تو ہمارا خاندانی طریقہ ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے کھانا تناول فرمایا کھانے کے دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پورے واقعہ کی قتل قطبی سے لیکر آخر تک کی پوری روداد سنادی حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اب اندیشہ نہ کرو یہ علاقہ فرعون کی حکومت سے خارج ہے وہ یہاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

شعیب علیہ السلام کی ایک صاحبزادی نے جس کا نام صفوراء یا کیا تھا اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ کو گھر کے کام کاج کے لئے ایک ملازم کی ضرورت ہے آپ ان ہی کو ملازم رکھ لیجئے کیونکہ ملازم میں دو صفوں کا ہونا ضروری ہے ایک تو کام کی صلاحیت دوسرے امانت و دیانت داری، ہمیں ان کے تنہا پتھر اٹھا کر پانی پلانے سے ان کی قوت کا اندازہ ہو گیا اور راستہ میں اپنے پیچھے کر دینے سے امانت داری کا تجربہ ہو چکا ہے۔

چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اِنْسِیْ اَرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدٰی اِبْنَتَیْ هٰتَیْنِ کہہ کر خود ہی اپنی ایک لڑکی کے نکاح کا ارادہ ظاہر فرمایا، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی مرد صالح مناسب حال ملے تو پھر لڑکی کے ولی کو اس کا انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ لڑکے کی طرف سے پیش کش ہو بلکہ خود ہی پیش کش کرنا سنت انبیاء ہے، تفسیر ابوسعود میں چھوٹی لڑکی کا نام صفیراء اور بڑی کا صفراء لکھا ہے۔

اِحْدٰی اِبْنَتَیْ شَعِیْبَ علیہ السلام نے دونوں لڑکیوں میں سے کسی ایک کو متعین کر کے گفتگو نہیں فرمائی بلکہ اس کو مہم رکھا کہ ان میں سے کسی ایک کو آپ کے نکاح میں دینے کا ارادہ ہے، مگر چونکہ یہ باقاعدہ عقد نکاح نہیں تھا جس میں ایجاب و قبول اور گواہوں کا ہونا شرط ہے بلکہ یہ تو معاملہ کی گفتگو تھی تاکہ شرائط معاملہ طے ہو جائیں، مثلاً یہ کہ اگر آپ کو آٹھ سال تک ہمارے یہاں ملازمت منظور ہو تو ہم ایک لڑکی کا نکاح آپ سے کر دیں گے، لہذا یہاں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ منکوحہ کی تعیین کے بغیر نکاح کیسے درست ہو گیا؟

علیٰ اَنْ تاجرنی ثمانیٰ حجج آٹھ سال کی ملازمت و خدمت کو نکاح کا مہر قرار دیا گیا، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ

شوہر اپنی بیوی کی خدمت و ملازمت کو اس کا مہر قرار دے سکتا ہے یا نہیں، اول بات یہ ہے کہ مہر کا یہ معاملہ اگرچہ شریعت محمدیہ کے لحاظ سے درست نہ ہو مگر شعیب علیہ السلام کی شریعت کے لحاظ سے درست ہو شرائع انبیاء میں اس قسم کے فروعی مسائل میں فرق ہونا نصوص سے ثابت ہے۔

امام ابو حنیفہ کی ظاہر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدمت زوجہ کو مہر نہیں بنایا جاسکتا، مگر ایک روایت جس پر علماء متاخرین نے فتویٰ دیا ہے کہ خود بیوی کی خدمت کو مہر قرار دینا تو شوہر کے احترام و اکرام کے خلاف ہے، مگر بیوی کا کوئی ایسا کام جو گھر سے باہر کا ہو مثلاً بکریاں چرانایا تجارت وغیرہ اگر اس میں شرائط اجارہ کے مطابق مدت متعین کر دی جائے جیسا کہ اس واقعہ میں آٹھ سال کی مدت متعین کر دی گئی تو اس کی صورت یہ ہوگی کہ اس مدت کی ملازمت کی تنخواہ بیوی کے ذمہ لازم ہوگی تو اس تنخواہ کو مہر قرار دینا جائز ہوگا۔ (ذکرہ فی البدائع عن نواہر ابن سماعۃ بحوالہ معارف)

قَوْلُهُ: فَوَقَعَ فِي يَدِهَا عَصَا آدَمَ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی لڑکی سے کہا ان کو ایک عصا دیدو تاکہ اس سے بکریوں کی نگرانی کریں، شعیب علیہ السلام کے پاس انبیاء علیہم السلام کے متبرک باقیات تھے ان میں حضرت آدم علیہ السلام کا مور و کا وہ عصا بھی تھا جس کو وہ جنت سے ساتھ لائے تھے لڑکی کے ہاتھ میں وہی عصا آگیا حضرت شعیب چونکہ ناپسند تھے، اس لئے ٹٹول کر معلوم کر لیا کہ یہ آدم علیہ السلام کا عصا ہے یہ کہہ واپس کر دیا کہ دوسرا دیدو، اس طرح سات مرتبہ واپس کیا مگر ہر بار وہی عصا ہاتھ میں آتا تھا مجبوراً وہی عصا حضرت موسیٰ کو دیدیا مگر شعیب علیہ السلام کو بعد میں خیال آیا کہ یہ تو انبیاء کی امانت تھی مجھے نہیں دینا چاہئے تھی واپسی کا مطالبہ کیا مگر موسیٰ علیہ السلام نے انکار کر دیا اس میں نزاع پیدا ہوا بات زیادہ بڑھ گئی آخر یہ طے ہوا کہ سب سے پہلے جو شخص آئے وہ جو فیصلہ کرے وہ فریقین کو منظور ہوگا، چنانچہ انسان کی شکل میں ایک فرشتہ آیا اور اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اس عصا کو زمین پر ڈال دیا جائے جو اٹھالے وہ لے لے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور شعیب علیہ السلام نے اٹھانے کی کوشش کی مگر نہ اٹھا سکے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اٹھا لیا تو ان ہی کو دیدیا گیا۔

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ أَي رَغِيَهُ وَهُوَ ثَمَانٍ أَوْ عَشْرَ سِنِينَ وَهُوَ الْمَظْنُونُ بِهِ وَسَارَ بِأَهْلِهِ زَوْجَتَهُ بِأَذْنِ أَبِيهَا نَحْوَ بَضْرَ أُنْسٍ أَبْصَرَ مِنْ بَعِيدٍ مِنْ جَانِبِ الظُّوْرِ إِسْمُ جَبَلٍ نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا هُنَا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ عَنِ الطَّرِيقِ وَكَانَ قَدْ أَخْطَأَهَا أَوْجَدُوقَ بِتَثْلِيثِ الْجِيمِ قِطْعَةً أَوْ شُعْلَةً مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ تَسْتَدْفِئُونَ وَالطَّاءُ بَدَلٌ مِنْ تَاءِ الْإِفْتِعَالِ مِنْ صَلَّى بِالنَّارِ بِكُسْرِ اللَّامِ وَفَتْحِهَا فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ جَانِبِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ لِمُوسَى فِي الْبُقْعَةِ الْمُبْرَكَةِ لِمُوسَى لِسَمَاعِهِ كَلَامَ اللَّهِ فِيهَا مِنَ الشَّجَرَةِ بَدَلٌ مِنْ شَاطِئِ بِاعَادَةِ الْجَارِ لِنَبَاتِهَا فِيهِ وَهِيَ شَجَرَةُ عَنَابٍ أَوْ غُلَقٍ أَوْ عَوْسَجٍ أَنَّ مُفْسِّرَةَ لَا مُحَفَفَةَ لِمُوسَى إِنَّ أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ وَأَنَّ أَلْقَى عَصَاكَ فَالْقَابَا فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ تَتَحَرَّكُ كَأَنَّهَا جَانٌ وَهِيَ الْحَيَّةُ الصَّغِيرَةُ مِنْ سُرْعَةِ حَرَكَتِهَا وَلِي مُدْبِرًا يَهَارِبُهَا مِنْهَا وَلَمْ يُعَقِّبْ أَي يَرْجِعْ

فَنُودِيَ يُمُوسَى أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْأَمِينِينَ ۝ أَسْلَكَ أَذْخَلَ يَدَكَ الِیْمَنِ بِمَعْنَى الْكَفِّ فِي جَبِيكَ  
 هُوَ طَوْقُ الْقَمِيصِ وَأَخْرِجَهَا تَخْرِجٌ خِلَافَ مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْأَدَمَةِ بَيْضَاءُ مِنْ غَيْرِ سَوَءٍ أَيْ بَرَصٍ  
 فَأَدْخَلَهَا وَأَخْرِجَهَا تُضَيِّئُ كَشُعَاعِ الشَّمْسِ تُغْشِي الْبَصَرَ وَاضْمَمُ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ بَفَتْحِ  
 الْحَرْفَيْنِ وَسُكُونِ الشَّانِي مَعَ فَتْحِ الْأَوَّلِ وَضَمِّهِ أَيْ الْخَوْفِ الْخَاصِلِ مِنْ إِضَآئَةِ الْيَدِ بَانَ تَدْخُلُهَا فِي  
 جَبِيكَ فَتَعُوذُ إِلَى حَالَتِهَا الْأُولَى وَعَبَّرَ عَنْهَا بِالْجَنَاحِ لِأَنَّهَا لِلْإِنْسَانِ كَالْجَنَاحِ لِلطَّائِرِ فَذَنْكَ بِالتَّشْدِيدِ  
 وَالتَّخْفِيفِ أَيْ الْعَصَا وَالْيَدِ وَبِمَا مَوْثِقَانِ وَإِنَّمَا ذُكِرَ الْمَشَارُ بِهِ إِلَيْهِمَا الْمُتَبَدُّ لِتَذَكُّيرِ خَبْرِهِ بَرَاهَانِ  
 مُرْسَلَانِ مِنْ رَبِّكَ إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ۝

**ترجمہ:** چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے مدت پوری کردی یعنی (بکریاں) پرائی کی مدت، اور وہ آٹھ یا دس سال  
 تھی اور غالب گمان یہ ہے کہ دس سال پورے کئے اور اپنی اہلیہ کو اس کے والد کی اجازت سے مصر کی طرف ہمراہ لیکر روانہ ہو گئے  
 (تو) دور سے طور جو کہ ایک پہاڑ کا نام ہے کی جانب آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے کہا تم یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے بہت  
 ممکن ہے کہ میں وہاں سے راستہ کی خبر حال یہ ہے کہ موسیٰ راستہ بھول گئے تھے یا آگ کا ٹکڑا یا شعلہ لاؤں جَذْوۃ جیم میں تینوں  
 اعراب جائز ہیں تاکہ تم تا پو یعنی تاکہ تم سینکڑوں باب افعال کی تاء سے بدلی ہوئی ہے، اور یہ صَلَّی بِالْعَدَا کسرہ لام اور فتح لام  
 سے مشتق ہے، پس جب موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو موسیٰ کو ان کی دائیں جانب وادی کے کنارے درخت سے ندا  
 دی گئی موسیٰ کے لئے مبارک میدان میں ان کے اس میدان میں اللہ کا کلام سننے کی وجہ سے (یعنی وہ میدان موسیٰ کے لئے نہایت  
 مبارک تھا اس میدان میں ان کو نبوت ملنے اور اللہ سے ہم کلام ہونے کی وجہ سے) مِنَ الشَّجَرَةِ عَادۃً جار کے ساتھ وادی سے  
 بدل ہے اس درخت کے اس وادی میں اگنے کی وجہ سے، اور وہ عتاب یا امبریل یا جھاڑی کا درخت تھا اُن مفسرہ ہے نہ کہ مخففہ  
 اے موسیٰ یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار اور (یہ بھی) آواز آئی (اے موسیٰ) اپنی لاشھی ڈال دے چنانچہ لاشھی  
 ڈال دی پھر جب اس لاشھی کو دیکھا کہ سانپ کی طرح حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سریع الحركت ہونے کے اعتبار سے (جان)  
 یعنی چھوٹا سانپ ہے تو موسیٰ اس سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (تو حکم ہوا) اے موسیٰ آگے آؤ اور ڈر نہیں یقیناً  
 تم امن میں ہو اور تم اپنے دامن ہاتھ کو اپنے گریبان میں داخل کرو اور طوق کرتے کے گریبان کو کہتے ہیں (اپنے) سابق گندمی  
 رنگ کے برخلاف بغیر کسی مرض کے چمکتا ہوا نکلے گا یعنی برص (وغیرہ) کے بغیر چنانچہ ہاتھ کو داخل کیا اور نکالا تو سورج کی شعاعوں  
 کے مانند روشن تھا اور آنکھوں کو (خیرہ) چکا چوند کر رہا تھا اور خوف سے (بچنے کے لئے) اپنے بازو اپنی طرف ملا لے دونوں حرفوں  
 کے فتح اور دوسرے کے سکون مع فتح اول اور ضمہ اول کے یعنی اس خوف سے (بچنے کے لئے) جو ہاتھ کے چمکدار ہونے کی وجہ  
 سے حاصل ہو، بایں طور کہ تم ہاتھ کو (دوبارہ) اپنے گریبان میں داخل کرو تو وہ اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آئے گا اور ہاتھ کو بازو سے



تعبیر کیا ہے اس لئے کہ انسان کے لئے ہاتھ ایسے ہی ہیں جیسے پرندوں کے لئے بازو، پس یہ دو معجزے تیرے لئے تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجے ہیں ذٰلِكَ تشدید اور تخفیف کے ساتھ یعنی عصا اور ید اور یہ دونوں مؤنث ہیں اور جس اسم اشارہ کے ذریعہ ان دونوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ مبتداء ہے اس کو مذکر لایا گیا ہے اور اس کی خبر کے مذکر ہونے کی رعایت کی وجہ سے کیونکہ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔

## تحقیق و ترمیم کے تسبیح و تفسیری فوائد

قَوْلًا: جُذُوۃ میں تینوں اعراب ہیں، اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے سرے میں شعلہ ہو، موٹی لکڑی کو بھی جذوة کہتے ہیں من نار جذوة کا بیان ہے فَلَمَّا اَنۡاٰهَا میں ہا کا مرجع نار ہے۔

قَوْلًا: من شاطی الوداد میں من ابتداء غایۃ کے لئے ہے اور ایمن، شاطی یا وادی کی صفت ہے اور ایمن یمن سے بمعنی دایاں ہے، اور جانب یمن سے موسیٰ علیہ السلام کی جانب یمن مراد ہے اور فی البقعة نودی سے متعلق ہے۔

قَوْلًا: لسماعہ کلام اللہ یعنی وہ میدان موسیٰ علیہ السلام کے لئے اس لئے مبارک تھا کہ اس میدان میں ان کو نبوت سے سرفراز کیا گیا اور رب العالمین سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔

قَوْلًا: من الشجرة یہ شاطی سے بدل الاشتمال ہے، اور وجہ ملاستہ کی جانب مفسر علام نے لِنَبَاتِهَا فیہ کہہ کر اشارہ کر دیا ہے چونکہ وہ درخت شاطی (کنارہ) میں تھا اس لئے گویا کہ نداء درخت سے آئی، وہ درخت کس چیز کا تھا اس میں تین قول نقل کئے ہیں، اول عناب جو کہ معروف ہے، اس پھل کو بھی عناب ہی کہتے ہیں جنگلی بیر سے کچھ بڑا اور رنگ سرخ سیاہی مائل ہوتا ہے، دوسرا عَلِیْقُ یہ درختوں سے لپٹنے والی بیل نما ایک چیز ہوتی ہے، پتے بہت کم ہوتے ہیں، سویوں کے مانند پورے درخت پر چھا جاتی ہے جس درخت پر لپٹ جاتی ہے اس کا رس چوس کر خشک کر دیتی ہے، رنگ زرد ہوتا ہے، عوام میں اس کے مختلف نام ہیں آکاش بیل، امربیل، فارسی میں عشق پیچاں کہتے ہیں، طبری نام افریقیوں ہے، تیسرا عوسج کانٹوں دار ایک جنگلی درخت ہے اس پر چھوٹے چھوٹے کھٹے بیٹھے پھل آتے ہیں، جس کو عام طور پر جھڑ بیر ہی کہتے ہیں۔

قَوْلًا: اَنۡ مفسرہ بعض حضرات نے اس اَن کو مخففہ عن المثلکہ کہا ہے جو درست نہیں ہے یہ اَن مفسرہ ہے اس سے پہلے چونکہ نودی آیا ہوا ہے جو کہ قول کے ہم معنی ہے لہذا اس کا ان مفسرہ ہونا متعین ہے اِی نودی بَأْنُ یا موسیٰ جَاۡ چھوٹے سانپ کو کہتے ہیں اور ثعبان بڑے سانپ کو کہتے ہیں اور حیدہ مطلق سانپ کو کہتے ہیں قرآن کریم میں اس کو جَاۡ بھی کہا گیا ہے اور ثعبان بھی، تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ابتداء ڈالتے وقت تو جان (چھوٹا) ہوتا تھا مگر بعد میں بڑا ہو جاتا تھا، یا سرعت حرکت کے اعتبار سے وہ چھوٹے سانپ کی طرح سریع حرکت تھا مگر جسم و جشہ کے اعتبار سے ثعبان سے بڑا ہوتا تھا۔

قَوْلًا: ذٰکَرِ الْمَشَارُ بِہِ الْیَہِمَا یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ عصا اور ید دونوں مؤنث ہیں لہذا ان کے

لئے اسم اشارہ مؤنث ”تـان“ لانا چاہئے تھا نہ کہ ذانِ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں خبر کی رعایت کی گئی ہے خبر جو کہ برہانان ہے مذکر ہے اس لئے مبتداء کو بھی مذکر لے آئے تاکہ مطابقت ہو جائے۔  
 قَوْلُهُ: مِنْ رَبِّكَ یہ محذوف کے متعلق ہے اور وہ برہانان کی صفت ہے جس کی طرف مفسر علام نے موصولان نکال کر اشارہ کر دیا ہے اور بعض حضرات نے کائنات محذوف مانا ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحِ

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَىٰ الْأَجَلَ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدت ملازمت پوری کر دی جو کہ آٹھ سال لازمی اور دس سال اختیاری تھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دس سال مدت مراد لی ہے، کیونکہ اس مدت کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ضعیف اور بوڑھے خسر حضرت شعیب علیہ السلام کی خواہش بھی یہی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام دس سال پورے کریں لیکن اس پر جبر نہیں کر سکتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کریمانہ اخلاق نے اپنے بوڑھے خسر کی دلی خواہش کے خلاف کرنا پسند نہیں کیا (فتح الباری کتاب الشہادات) آنحضرت ﷺ کی بھی یہی عادت مبارکہ تھی کہ حقدار کو اس کے حق سے زیادہ ادا فرماتے تھے اور امت کو بھی اس کی ہدایت فرمائی ہے۔

نُودَىٰ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ (الآیۃ) یہ مضمون موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں سورہ طہ اور سورہ نمل میں گزر چکا ہے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں مگر مضمون تقریباً ایک ہی ہے، اور یہ تجلی بشکل نار تجلی مثالی تھی کیونکہ تجلی ذاتی کا مشاہدہ اس دنیا میں کسی کو نہیں ہو سکتا اور خود موسیٰ علیہ السلام کو اس تجلی ذاتی کے اعتبار سے لَسْنَا تَرَانِی فرمایا گیا یعنی آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے، مراد مشاہدہ ذات حق ہے۔

آواز وادی کے کنارے سے آرہی تھی جو مغربی جانب سے پہاڑ کے دائیں طرف سے تھی اور دائیں جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتبار سے تھی اس لئے کہ پہاڑ کی یا کسی بھی چیز کی کوئی دائیں بائیں جانب نہیں ہوتی بلکہ شخص کی دائیں بائیں جانب ہوتی ہے۔

کوہ طور کے اس مقام کو قرآن کریم نے بقعہ مبارکہ کہا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ اس کے مبارک ہونے کا سبب یہ تجلی خداوندی ہے جو اس مقام پر بشکل نار دکھائی گئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مقام میں کوئی اہم نیک عمل واقع ہوتا ہے تو وہ مقام بھی متبرک ہو جاتا ہے۔

وَأَنَّ الْيَقِیْنَ عَصَاكَ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت پر سرفراز کرنے کے بعد معجزہ عصا عطا کیا گیا، معجزہ چونکہ خرق عادت معاملہ کو کہا جاتا ہے جو عام عادات اور اسباب ظاہری کے خلاف ہوتا ہے جو مشیت خداوندی سے ظاہر ہوتا ہے اس کے ظہور میں کسی بھی انسان کا اختیار و دخل نہیں ہوتا خواہ وہ جلیل القدر پیغمبر مقرب ہی کیوں نہ ہو، اس لئے جب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کی لاٹھی زمین پر ڈالنے سے حرکت کرتی اور دوڑتی پھنکارتی سانپ بن گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ڈر گئے، جب اللہ

تعالیٰ نے بتلایا اور تسلی دی تو موسیٰ علیہ السلام کا خوف دور ہوا، دوسرا معجزہ دید بیضاء عطا فرمایا، اس کی تفصیل سابق میں گزر چکی ہے، مذکورہ دونوں معجزے فرعون اور اس کی جماعت کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دلیل صداقت کے طور پر پیش کئے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا هُوَ الْقَبِيضِيُّ السَّابِقُ ۖ فَاخَافَ أَنْ يَقْتُلُونِي ۖ وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا ۚ أَنبِئْ فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُغْنِينِي ۚ وَفِي قِرَاءَةِ بَلَاءٍ هَمَزَةٌ يُصَدِّقُنِي ۚ بِالْجَزْمِ جَوَابُ الدُّعَاءِ وَفِي قِرَاءَةِ بِالرَّفْعِ وَجُمْلَتِهِ صِفَةُ رَدِّ ۚ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ۖ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا ۚ أَنبِئْ غُلَبَتَهُ فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ۚ بِسُوءِ إِذْهَبَا بِأَيَّتِنَا أَنْتُمَا وَمِنْ أَتْبَعَكُمَا الْغُلَبُونَ ۖ مُعِينَا لَهُمْ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ وَأَصْحَابُ حَالٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُفْتَرًى مُخْتَلَقٌ وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا كَسَائِنَا فِي أَيَّامِ آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۖ وَقَالَ بَوَاوِ وَبَدُونِهَا مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ ۚ أَيْ غَالِمٌ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ الضَّمِيرُ لِلرَّبِّ وَمَنْ عَطَتْ عَلَى مَنْ تَكُونُ بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّخْتَانِيَّةِ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۚ أَيْ الْعَاقِبَةُ الْمَحْمُودَةُ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ ۚ أَيْ وَهُوَ أَنَا فِي الشَّقِيِّينَ فَإِنَّا مُجِئٌ فِيمَا جِئْتُ بِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۖ الْكَافِرُونَ ۚ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ غَيْرِي ۚ فَأَوْقِدْ لِي يَهَامُنُ عَلَى الطِّينِ ۚ فَاطْبُخْ لِي الْأَجْرَ ۚ فَاجْعَلْ لِّي صَرْحًا ۚ قَصْرًا ۚ غَالِيَا لَعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَى اللَّهِ مُوسَىٰ ۚ أَنْظِرْ إِلَيْهِ وَأَقِفْ عَلَيْهِ ۚ وَلَئِنْ لَّا ظَنُّنَا مِنَ الْكَذِبِينَ ۖ فِي إِدْعَائِهِ إِلَيْهَا الْخَرَوَانَهُ رَسُولُهُ ۚ وَأَسْتَكْبَرَهُ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُم إِلَهًا لَا يُرْجَعُونَ ۖ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَلِلْمَفْعُولِ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ الْيَمِّ الْبَحْرِ الْمَالِحِ فَعْرِقُوا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۖ جِئْنِ صَارُوا إِلَى الْهَلَاكِ ۚ وَجَعَلْنَاهُمْ فِي الدُّنْيَا أَيْمَةً ۚ بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَالِ الثَّانِيَةِ يَاءَ رُؤْسَاءِ فِي الشِّرْكِ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۚ بِدُعَائِهِمْ إِلَى الشِّرْكِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ۖ بِدَفْعِ الْعَذَابِ عَنْهُمْ وَأَتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ خِزْيًا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ۖ الْمُنْعَدِينَ ۚ

عند القابض

ع

**ترجمہ:** موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھ سے ان کے شخص کا خون ہو گیا تھا اور وہ سابق قبطی

تھا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اس کے عوض میں مجھے بھی قتل کر ڈالیں اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہے تو اسے بھی (میرا) معاون بنا کر بھیج دیجئے ایک قراءت میں ردء دال کے فتح کے ساتھ بغیر ہمزہ کے ہے وہ میری تائید کریں گے یُصَدِّقُنِي جزم کے ساتھ جواب دعاء (اَرْسِلْهُ کا) اور ایک قراءت قاف کے رفع کے ساتھ جملہ ہو کر ردء اکی صفت ہونے کی وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں، ارشاد ہوا ہم ابھی تمہارے بھائی کو تمہارا قوت بازو بنائے دیتے ہیں (یعنی) تم کو تقویت پہنچائے دیتے ہیں اور ہم تم کو غلبہ عطا کریں گے جس کی وجہ سے وہ تم پر بدینتی سے دست رس نہ ہو گے ہماری نشانیاں

(معجزے) لیکر جاؤ تم اور تمہارے مبعین ان پر غالب رہو گے غرض جب موسیٰ ان لوگوں کے پاس ہماری صریح نشانیاں لے کر آئے بَيِّنَاتِ حال ہے ان لوگوں نے کہا یہ تو گھڑا ہوا جادو ہے اور ہم نے نہیں سنا کہ ہمارے اگلے باپ دادوں کے زمانہ میں ایسی بات ہوئی ہو، اور موسیٰ کہنے لگے میرا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آتا ہے ایک قراءت میں واؤ کے ساتھ (وقال) ہے اور ایک میں بغیر واؤ کے (قال) (عندہ) کی ضمیر رب کی طرف راجع ہے، اور اس کو (بھی جانتا ہے) جس کے لئے آخرت میں (اچھا) انجام ہے یعنی بہتر انجام ہے آخرت میں، یعنی وہ دونوں صورتوں میں میں ہی ہوں، سو میں جو کچھ لایا ہوں میں اس میں حق پر ہوں، یقیناً ظالم لوگ فلاح نہ پائیں گے یکون میں یا اور تادونوں قراءتیں ہیں فرعون کہنے لگا اے درباریو! میں تو تمہارا اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا، اے ہامان! تو میرے لئے مٹی کو آگ میں (پڑاوا) لگوا کر پکوا یعنی پکی اینٹیں بنوا اور میرے لئے ایک اونچی عمارت بنوا اونچا محل تاکہ میں موسیٰ کے خدا کو جھانگوں اس کو دیکھوں اور اس سے واقف ہو جاؤں اور میں تو موسیٰ کو اس کے اس دعویٰ میں کہ (میرے علاوہ کوئی) دوسرا معبود ہے اور یہ کہ وہ اس کا رسول ہے جھوٹا سمجھتا ہوں اور فرعون اور اس کے لشکر نے دنیا میں ناحق سر اٹھا رکھا تھا اور یوں سمجھ رہے تھے کہ ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہی نہیں ہے (يُسْرِجَعُونَ) معروف اور مجہول دونوں قراءتیں ہیں سو ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا دریائے شور میں، چنانچہ وہ غرق ہو گئے سودیکھئے ظالموں کا انجام کیسا ہوا؟ جب وہ ہلاکت کی طرف چلے اور ہم نے ان کو دنیا میں ایسا پیشوا بنایا کہ لوگوں کو شرک کی دعوت کے ذریعہ جہنم کی طرف بلاتے تھے (أَنسَمَةً) میں دونوں ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے کو یا سے بدل کر، یعنی شرک میں رئیس بنایا اور قیامت کے روز ان سے عذاب دفع کر کے (مطلقاً) مدد نہ کئے جائیں گے اور ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت رسوائی لگا دی اور قیامت کے روز بھی وہ دھتکارے ہوئے لوگوں میں ہوں گے۔

### حَقِيقَةُ شَرْكِیْہِ تَسْمِیْلِہِ تَفْسِیْرِیْ فَوَائِدُ

قَوْلُہٗ: بِرَدِّہٖ۔ اَرْسَلْنٰہُ کی ضمیر سے حال ہے بمعنی مددگار جواب الدعاء اصل میں جواب امر کہنا چاہئے تھا مگر ادباً جواب دعاء کہا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں جو امر کے صیغے استعمال ہوتے ہیں وہ دعاء ہی کہلاتے ہیں۔

قَوْلُہٗ: سَنَشُدُّ عَضُدَکَ اس میں مجاز مرسل ہے سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے اس لئے کہ قوت بازو قوت شخص کو مستلزم ہوتی ہے۔

قَوْلُہٗ: بِاٰیٰتِنَا یہاں آیات سے عصا اور ید ہی مراد ہیں مگر دو پر جمع کا صیغہ بولا گیا ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک متعدد آیات پر مشتمل تھا۔

قَوْلُہٗ: بَيِّنَاتِ آیات سے حال ہے۔

قَوْلُہٗ: اَعْلَمُ اٰی عَالِمُ، اَعْلَمُ کی تفسیر عَالِمُ سے کر کے ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے، سوال یہ ہے کہ اسم تفضیل

اسم ظاہر کو نصب نہیں دیتا، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں اسم تفصیل اسم فاعل کے معنی میں ہے و تَكُونُ عام قراءت کے تاکہ ساتھ پڑھا ہے، لہٰذا تَكُون کی خبر اور عاقبۃً اس کا اسم ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تَكُون کے اندر ضمیر ہی اس کا اسم ہو اور لہٰذا عاقبۃ الدار جملہ ہو کر محل میں خبر کے اور شَقِّین شق کا تشبیہ ہے بمعنی کنارہ کے معنی دو کنارے یہاں مَنْ جاء بالہدیٰ اور مَنْ یكون لہ عاقبۃ الدار مراد ہیں۔

قَوْلًا: یَوْمَ الْقِیَمَةِ ہم من المقبوحین۔ یَوْمَ الْقِیَمَةِ، مقبوحین کے متعلق بھی ہو سکتا ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ محذوف کے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے قَبَحُوا یَوْمَ الْقِیَمَةِ ہم من المقبوحین، مقبوحین قَبَحُوا کی تفسیر کر رہا ہے مقبوحین مقبوح کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بگڑا ہوا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کے چہرے مسخ ہو کر سیاہ اور آنکھیں نیلی ہو جائیں گی، مقبوح اسم مفعول (ک، ف)۔

## تَفْسِیرُ وَتَشْرِیْح

قَالَ رَبِّ اِنِّی قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا یہ ایک واقعی خطرہ تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جان کو لاحق تھا، کیونکہ ان کے ہاتھ سے ایک قبطی کا قتل ہو چکا تھا، اسرائیلی روایات کے اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آگ کے انگارے اور کھجور یا موتی رکھے گئے تھے تو آپ نے انگارا اٹھا کر منہ میں رکھ لیا تھا جس کی وجہ سے آپ کی زبان جل گئی تھی، رواں گفتگو نہ کرنے کی وجہ کوئی بھی ہو قرآن کریم کی نص سے یہ ثابت ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ فصیح الکلام تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گرہ تھی جس کے کھولنے کی دعاء انہوں نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں حضرت ہارون علیہ السلام کو کاررِ رسالت میں شریک کرنے کی دعاء فرمائی جو قبول کر لی گئی، حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاون و مددگار بنا دیا گیا اور حکم دیدیا کہ تم دونوں فرعون اور فرعونین کے پاس جاؤ اور اس کے سامنے دعوت حق پیش کرو اور ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ہم تمہاری حفاظت فرمائیں گے فرعون اور اس کے حواری و موالی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرعون کے دربار میں:

ان دونوں حضرات نے فرعون اور فرعونین کو مدلل طریقہ پر دعوت تو حید پیش کی فرعون کے تمام شکوک و شبہات کو دفع کیا فرعون جب لا جواب ہو گیا تو کٹ جتی پر اتر آیا اور اپنے وزیر ہامان کو بلا کر حکم دیا کہ پختہ اینٹوں کی ایک نہایت ہی بلند و بالا عمارت بنواؤ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون کے اس واقعہ سے پہلے پختہ اینٹوں کی تعمیر کا رواج نہ تھا، پختہ اینٹ کی تعمیر فرعون کی ایجاد ہے، تاریخی روایات میں ہے کہ فرعون نے اس محل کی تعمیر کے لئے پچاس ہزار معمار جمع کئے مزدور اور لوہے لکڑی کے کام کرنے والے ان کے علاوہ تھے، اور محل کو اتنا اونچا بنایا کہ اس زمانہ میں اس سے زیادہ بلند عمارت نہیں تھی جب عمارت مکمل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا، انہوں نے ایک ضرب میں اس محل کے تین ٹکڑے کر کے گرا دیا جس میں فرعون کے ہزاروں آدمی دب کر مر گئے۔

(قرطبی بحوالہ معارف)

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ التَّوْرَةَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ قَوْمَ نُوحٍ وَعَادَ وَثَمُودَ وَغَيْرِهِمْ بِصَاحِبِ النَّاسِ حَالٍ مِنَ الْكِتَابِ جَمْعُ بَصِيرَةٍ وَهِيَ نُورُ الْقَلْبِ أَيْ أَنْوَارُ الْقُلُوبِ وَهَدَىٰ مِنَ الضَّلَالَةِ لِمَنْ عَمِلَ بِهِ وَرَحْمَةً لِمَنْ آمَنَ بِهِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ يَتَعَذَّبُونَ بِمَا فِيهِ مِنَ الْوَاعِظِ وَمَا كُنْتَ يَا مُحَمَّدُ بِجَانِبِ الْجَبَلِ أَوْ الْوَادِي أَوْ الْمَكَانِ الْغَرَبِيِّ مِنْ مُوسَى حِينَ الْمُنَاجَاةِ إِذْ قُضِيَْنَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ بِالرِّسَالَةِ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝ لِذَلِكَ فَتَعَرَّفَهُ فَتُخْبِرُ بِهِ وَلَكِنَّا أَنْشَأْنَا قُرُونًا أَتَمَّا بَعْدَ مُوسَىٰ فَنَقُولُ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۝ أَيْ طَالَتْ أَعْمَارُهُمْ فَنَسُوا الْعُهُودَ وَانْدَرَسَتْ الْعُلُومُ وَانْقَطَعَ الْوَحْيُ فَجِئْنَا بِكَ رَسُولًا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْكَ خَبْرَ مُوسَىٰ وَغَيْرِهِ وَمَا كُنْتَ ثَالِثًا مَقِيمًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۝ خَبَرَ ثَانٍ فَتَعَرَّفَتْ قِصَّتَهُمْ فَتُخْبِرُ بِهَا وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝ لَكَ وَالْيَكْ بِأَخْبَارِ الْمُتَقَدِّسِينَ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الظُّوْرِ الْجَبَلِ إِذْ جِئْنَا نَادِيًا مُوسَىٰ أَنْ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَلَكِنْ أَرْسَلْنَاكَ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مِمَّا أَتَتْهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ وَبِهِمْ أَهْلٌ مَكَّةَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ يَتَعَذَّبُونَ وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَةٌ غَقُوبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ مِنَ الْكُفْرِ وَغَيْرِهِ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنُتَّبِعَ آيَاتِكَ الْمُرْسَلِ بِهَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَجَوَابُ لَوْلَا مَحْذُوفٌ وَمَا بَعْدُهَا مُبْتَدَأٌ وَالْمَعْنَى لَوْلَا الْإِصَابَةُ الْمُسَبَّبُ عَنْهَا قَوْلُهُمْ أَوْلَوْلَا قَوْلُهُمُ الْمُسَبَّبُ عَنْهَا لَعَاجَلْنَا بِهِمُ بِالْعُقُوبَةِ وَلَمَّا أَرْسَلْنَاكَ إِلَيْهِمْ رَسُولًا فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مُحَمَّدٌ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا هَذَا أَوْ قَوْلٌ مِثْلُ مَا أَوْقَىٰ مُوسَىٰ مِنَ الْآيَاتِ كَالْيَدِ الْبَيْضَاءِ وَالْعَصَا وَغَيْرِهَا أَوْ الْكِتَابِ جُمْلَةً وَاحِدَةً قَالَ تَعَالَى أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أَوْقَىٰ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۚ حَيْثُ قَالَ فِيهِ وَفِي مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِحْرَانِ وَفِي قِرَاءَةِ سِحْرَانِ أَيْ التَّوْرَةُ وَالْقُرْآنُ تَظْهَرُ أَنَّ تَعَاوَنًا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلِّ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْكِتَابَيْنِ كَافِرُونَ ۝ قُلْ لَهُمْ فَأَتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا ۚ أَتَتَّبِعُهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ فِي قَوْلِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ دُعَاؤُكَ بِالْإِتْيَانِ بِكِتَابٍ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا يَدْعُونَ أَهْوَاءَهُمْ فِي كُفْرِهِمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ أَيْ لَا أَضَلُّ مِنْهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ الْكَافِرِينَ ۝

**ترجمہ:** اور ہم نے پہلی امتوں (مثلاً) قوم نوح و عاد و ثمود وغیرہ کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات عطا کی تھی جو لوگوں کے لئے بصیرت اور ہدایت تھی مگر اسی سے اس شخص کے لئے جو اس پر عمل کرے اور رحمت تھی اس کے لئے جو اس پر ایمان لائے تاکہ نصیحت حاصل کریں ان نصیحتوں سے جو اس میں ہیں بصائر للناس، الکتاب سے حال ہے اور بصائر بصیرۃ کی جمع ہے اور بصیرت نور قلبی کو کہتے ہیں اور بصائر کا مطلب ہے انوار القلوب اور اے محمد تم مناجات کے وقت موسیٰ علیہ السلام کی مغربی پہاڑ کی جانب یا غربی وادی کی جانب یا غربی مکان کی جانب موجود نہیں تھے جب ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی جانب پیغام پہنچانے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی تھی اور نہ تم اس واقعہ کو دیکھنے والوں میں تھے کہ اس واقعہ سے باخبر ہوتے اور اس کی خبر دیتے لیکن ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت سی امتیں پیدا کیں پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا یعنی ان کی عمریں طویل ہوئیں عہد و پیام کو بھول گئے اور علوم مٹ گئے اور وحی (کا سلسلہ) منقطع ہو گیا تو ہم نے تم کو رسول بنا کر بھیجا اور تمہاری طرف موسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے واقعہ کی وحی بھیجی اور تم اہل مدین میں بھی قیام پذیر نہیں تھے کہ تم ان لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنارہے ہوں (تَنَلُّوْا عَلَیْہِمْ) مَا تُکِنُّتَ کی خبر ثانی ہے بلکہ ہم ہی تم کو رسول بنا کر بھیجنے والے اور گزشتہ لوگوں کے (واقعات) کی خبروں کو بھیجنے والے ہیں اور جب ہم نے موسیٰ کو ندادی کہ کتاب کو مضبوطی سے تھام لو تو (تب بھی) تم جبل طور کی جانب میں موجود نہیں تھے بلکہ ہم نے تم کو تمہارے رب کی جانب سے رحمت بنا کر بھیجا تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ کہ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اور وہ اہل مکہ ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کے ہاتھوں کے کرتوتوں کفر وغیرہ کی بدولت ان کو مصیبت یعنی عقوبت پہنچی تو یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری بھیجی ہوئی آیتوں کی تابعداری کرتے اور ایمان والوں میں ہو جاتے اور لو لا (اول) کا جواب محذوف ہے اور اس کا مابعد مبتداء ہے، اور معنی یہ ہیں اگر مصیبت کا پہنچنا جو کہ ان (کافروں) کے قول لو لا ارسلت الینا رسولاً کا سبب ہے، نہ ہوتا تو ہم ان کو سزا دینے میں جلدی کرتے، یا اگر ان کا قول ربنا لو لا ارسلت الینا رسولاً الخ جو کہ مسبب ہے اصابت مصیبت کا نہ ہوتا تو ہم آپ کو ان کی طرف رسول بنا کر نہ بھیجتے پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق محمد ﷺ آپہنچا تو (اہل مکہ) کہنے لگے ان کو ایسی نشانی کیوں نہ ملی؟ جیسی موسیٰ کو ملی تھی مثلاً ید بیضاء اور عصا یا یکبارگی پوری کتاب، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا یہ لوگ منکر نہیں ہوئے اس کے جو موسیٰ کو اس سے پہلے دی گئی تھی انہوں نے موسیٰ اور محمد ﷺ کے بارے میں کہا دونوں جادوگر ہیں اور ایک قراءت میں بسحر ان ہے یعنی تورات اور قرآن جو ایک دوسرے کے معاون ہیں اور وہ یوں بھی کہتے ہیں کہ ہم دونوں نبیوں یا دونوں کتابوں میں سے کسی کو نہیں مانتے آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اچھا تو تم اور کوئی کتاب اللہ کے پاس سے لے آؤ جو ہدایت کرنے میں ان دونوں کتابوں سے بہتر ہو میں اس کی اتباع کروں گا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو پھر اگر یہ لوگ کتاب لانے میں آپ کی بات نہ مانیں تو آپ سمجھ لیجئے کہ یہ کفر میں محض

اپنی خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں اور ایسے شخص سے کون زیادہ گمراہ ہوگا؟ جو اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا ہو بغیر اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل ہو یعنی اس سے زیادہ کوئی گمراہ نہیں، اللہ تعالیٰ ایسے ظالم کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

### حَقِيقَةُ تَرْكِ كَيْفِ تَسْمِيْلٍ وَ تَفْسِيْرِ فَوَائِدٍ

**قَوْلُهُ:** وَعَادَ اس کا عطف قوم پر ہے نہ کہ نوح پر اس لئے کہ اگر نوح پر عطف ہو تو عادی عادی کے لئے قوم کا ہونا لازم آئے گا حالانکہ عاد خود ایک قوم ہے تقدیر عبارت یہ ہے مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا قَوْمَ نُوحٍ وَعَادَ وَثَمُودَ بعد اس کے کہ ہم نے ہلاک کر دیا قوم نوح اور قوم عاد کو اور قوم ثمود کو، لہذا مناسب تھا کہ عاد کو الف کے ساتھ لکھتے تاکہ نوح پر عطف کا اشتباہ نہ ہوتا۔

**قَوْلُهُ:** بِصَانٍ یہ حذف مضاف کے ساتھ کتاب سے حال ہے ای ذا بصائر اگر مضاف محذوف نہ مانیں تو مبالغۃ بھی حال ہو سکتا ہے اور بصائر کتاب سے مفعول نہ بھی ہو سکتا ہے اسی طرح هُدًى اور رحمة میں بھی مذکورہ تینوں ترکیبیں ہو سکتی ہیں۔

**قَوْلُهُ:** بِجَانِبِ الْجَبَلِ او الوادی او المکان اس عبارت کے اضافہ کا مقصد بصریین کے مذہب کے مطابق ہونے والے اعتراض کو دفع کرنا ہے، اعتراض یہ ہے کہ جانب کی اضافت المغربی کی طرف اضافت موصوف الی الصفت کے قبیل سے ہے اور یہ بصریین کے یہاں جائز نہیں ہے اس لئے کہ موصوف اور صفت ایک ہی شئی ہوتی ہے لہذا اس سے اضافت اشئی الی نفسہ لازم آتی ہے اور یہاں ایسا ہی ہے اس لئے کہ جانب اور غربی ایک ہی شئی ہیں، اس اعتراض کو دفع کرنے کے لئے غربی کا موصوف الجبل محذوف مان لیا تاکہ جانب کی اضافت جبل کی جانب ہونہ کہ المغربی کی جانب، مفسر علام نے تین لفظ محذوف مانے ہیں ان تینوں میں سے کسی کو بھی جانب کا مضاف الیہ قرار دے سکتے ہیں، کوفیین کے مذہب کے مطابق مذکورہ اعتراض واقع نہیں ہوتا، اس قسم کی تعبیرات قرآن اور حدیث میں بکثرت موجود ہیں۔

**قَوْلُهُ:** وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ لِذَلِكَ اور آپ ان حالات و واقعات وغیرہ کو دیکھنے والے نہیں تھے، یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ما قبل میں کہا گیا ہے کہ پہاڑ کی غربی جانب میں موجود نہیں تھے، اس سے مشاہدہ کی خود بخود نفی ہو جاتی ہے تو پھر وما کنت من الشاہدین کہنے سے کیا فائدہ؟

**جواب:** جواب کا حاصل یہ ہے کہ حاضر ہونے کے لئے مشاہدہ ضروری نہیں ہے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان موجود تو ہوتا ہے مگر مشاہدہ نہیں کر پاتا، اسی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لم تحضر ذلك الموضع ولو حضرته ما شاهدت ما وقع فيه۔

**قَوْلُهُ:** تَنَلُّوا عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا جملہ ہو کر کنت کی خبر ثانی اور کنت کی ضمیر سے جملہ ہو کر حال بھی ہو سکتا ہے ہم ضمیر کا مرجع اہل مکہ ہیں، یعنی جب آپ اہل مکہ کو اہل مدین کے واقعات سنارہے تھے تو آپ اہل مدین میں موجود نہیں تھے کہ ان کے حالات و واقعات کو دیکھ کر اپنی قوم کو سنارہے ہو، بلکہ ہزار ہا سال ما قبل کے ان تمام حالات و واقعات کی خبر آپ کو بذریعہ وحی دی جا رہی تھی



جو کہ آپ کے نبی ہونے کی پختہ اور واضح دلیل ہے۔

**قَوْلُهُ:** اَنْ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ میں ان تفسیر یہ یعنی نداء کی تفسیر ہے، مفسر علام نے اَنْ خُذِ الْكِتَابَ کو ایسا تورات سے متعلق کیا ہے اور سابقہ آیت وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیٰ کو نفس ارسال سے متعلق کیا ہے حالانکہ نفس ارسال اور ایسا تورات کے درمیان تیس سال کا فاصلہ ہے، اور بعض حضرات نے اس کا عکس بھی کہا ہے۔

**قَوْلُهُ:** لَوْ لَا اَنْ تَصِيْبَهُمْ مُّصِیْبَةٌ، لو لا انتاعیہ ہے جو وجود اول کی وجہ سے انتفاء ثانی پر دلالت کرتا ہے، اَنْ یَصِیْبَهُمْ میں اَنْ مصدر یہ ہے اور لو لا اصابۃ المصیبة لہم کے معنی میں ہو کر مبتداء ہے اور مبتداء کی خبر موجود محذوف ہے اور لو لا کا جواب مَا اَرْسَلْنَاكَ محذوف ہے دوسرا لَوْ لَا تخصیصیہ ہے اس کا جواب فَتَتَّبِعْ آيَاتِكَ مذکور ہے تقدیر عبارت یہ ہے لَوْ لَا قَوْلُهُمْ هَذَا اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ لَمَّا اَرْسَلْنَاكَ اِلَيْهِمْ رُسُلًا، خلاصہ یہ ہوا کہ اصابۃ عقوبۃ سبب ہے قول کا اور قول سبب ہے ارسال کا چونکہ سبب کا سبب سبب ہوتا ہے لہذا اصابۃ مصیبة بواسطہ قول سبب ہوا ارسال کا، اسی وجہ سے لو لا کو اصابۃ پر داخل کر دیا اور فاسیہ کے ذریعہ فیقولوا کا اصابۃ پر عطف کر دیا، یعنی آپ ﷺ کے ارسال کا سبب اہل مکہ کا یہ قول ہے، اگر اہل مکہ کا یہ قول نہ ہوتا تو ہم آپ کو رسول بنا کر نہ بھیجتے، یعنی عدم ارسال کے انتفاء (ارسال) کا سبب اہل مکہ کا قول لو لا اَرْسَلْتَ الْبِنَا رَسُوْلًا ہے اور اس قول کا سبب اصابۃ مصیبت ہے۔

**تَنْبِيْهُ:** عدم ارسال کا انتفاء نفی الٰہی اثبات کے معنی میں ہونے کی وجہ سے ارسال کے معنی میں ہے۔

**قَوْلُهُ:** اَوْ لَوْ لَا قَوْلُهُمُ الْمَسْبَبُ عَنْهَا الْخ یعنی اصابۃ مصیبت کے وقت ان کا قول انتفاء عدم رسالت کا سبب نہ ہوتا تو ہم ان کے عذاب میں جلد کرتے اور آپ کو رسول بنا کر نہ بھیجتے یہ تعبیر حاصل معنی کے اعتبار سے ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ لولا کے جواب کے انتفاء کا سبب ان کا قول مذکور ہے، اسی وجہ سے الْمَسْبَبُ عَنْهَا قَوْلُهُمْ کہا ہے۔

**قَوْلُهُ:** وَلَمَّا اَرْسَلْنَاكَ یہ جواب منفی ہے یہ وجود شرط کی وجہ سے انتفاء جواب پر دلالت کر رہا ہے، فالمعنی انتفی عدم ارسالک الیہم لقولہم المذکور تاکہ نزول عذاب کے وقت ان کے عذر کو ختم کر دیا جائے، ورنہ تو نزول عذاب کے وقت یہ عذر بیان کر سکتے تھے کہ اگر ہمارے پاس بھی سابقہ امتوں کے مانند انبیاء آتے تو ہم بھی ایمان لاتے اور آج عذاب کی اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے، آپ ﷺ کو مبعوث فرما کر ان کے اس عذر کو ختم کر دیا، اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ اصابۃ مصیبت اور مذکورہ مقولہ تو آئندہ روز قیامت میں واقع ہوں گے اور لَوْ لَا جو کہ وجود واقعی کی وجہ سے انتفاء ثانی پر دلالت کرتا ہے حالانکہ یہاں ایسا نہیں ہے، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مانع کبھی موجود ہوتا ہے اور کبھی مفروض یہاں ثانی صورت مراد ہے یعنی

علی سبیل الفرض والتقدیر۔ (جمل ملخصاً)

**قَوْلُهُ:** اَوِ الْكِتَابِ سے مثل ما اوتی کی دوسری تفسیر کی طرف اشارہ ہے اور اَوِ الْكِتَابِ کا عطف الآیات پر ہے۔

**قَوْلُهُ:** سَاَحِرَانِ یہ مبتداء محذوف ہما کی خبر ہے۔

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بِصَانِئِ لِلنَّاسِ قُرُونِ الْأُولَىٰ سے اقوام نوح و ہود و صالح و لوط علیہم السلام مراد ہیں جو موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اپنی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کی گئی تھیں، بصائر بصیرۃ کی جمع ہے جس کے لفظی معنی دانش و بینش کے ہیں اور مراد اس سے وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ انسانوں کے قلوب میں پیدا فرماتے ہیں، جس سے وہ حقائق اشیاء کا ادراک کر سکیں اور حق و باطل کا امتیاز کر سکیں۔

بَصَائِرُ لِلنَّاسِ اگر ناس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تورات ان کے لئے مجموعہ بصائر تھی، اور اگر ناس سے تمام انسان مراد ہیں جن میں امت محمدیہ بھی داخل ہے تو یہاں سوال پیدا ہوگا کہ امت محمدیہ کے زمانہ میں جو تورات موجود ہے وہ تحریفات کے ذریعہ مسخ ہو چکی ہے تو ان کے لئے بصائر کہنا کس طرح درست ہوگا اور یہ کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ مسلمانوں کو بھی تورات سے استفادہ کرنا چاہئے حالانکہ حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ تورات میں جو نصائح وغیرہ ہیں ان کو پڑھیں تاکہ ان کے علم میں ترقی ہو، اس پر رسول اللہ ﷺ نے غضبناک ہو کر فرمایا کہ اگر اس وقت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرا ہی اتباع لازم ہوتا۔

اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ تورات کا جو نسخہ اس وقت لوگوں کے پاس موجود تھا وہ محرف اور مسخ شدہ تھا اور اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا، نزول قرآن کا سلسلہ بھی جاری تھا، اس وقت آپ ﷺ نے قرآن کی مکمل حفاظت اور خلط ملط سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنی احادیث کو بھی لکھنے سے بعض حضرات کو منع فرما دیا تھا، ان حالات میں کسی دوسری مسخ شدہ آسمانی کتاب کا پڑھنا پڑھانا ظاہر ہے کہ احتیاط کے خلاف تھا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تورات کا مطلقاً پڑھنا اور مطالعہ کرنا منع ہے ان کتابوں کے وہ حصے جو رسول اللہ ﷺ سے متعلق پیشین گوئیوں پر مشتمل ہیں ان کا مطالعہ کرنا اور نقل کرنا صحابہ کرام سے ثابت ہے، حضرت عبد اللہ بن سلام اور کعب احبار اس معاملہ میں سب سے زیادہ معروف ہیں، اس لئے حاصل آیت کا یہ ہوگا کہ توریت اور انجیل میں غیر محرف مضامین اب بھی موجود ہیں اور بلاشبہ بصائر ہیں ان سے استفادہ درست ہے مگر یہ استفادہ صرف ایسے لوگ ہی کر سکتے ہیں جو محرف اور غیر محرف میں فرق کر سکیں، عوام کو اس سے اجتناب اس لئے ضروری ہے کہ کہیں وہ کسی مغالطہ میں نہ پڑ جائیں، یہی حکم ان تمام کتابوں کا ہے جن میں حق و باطل کی آمیزش ہو لہذا عوام کو ان کے مطالعہ سے پرہیز کرنا چاہئے، علماء ماہرین کے لئے کوئی مضائقہ نہیں۔ (معارف)

لَتَسْلُذَنَّهُ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ یہاں اس قوم سے عرب مراد ہیں جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، اور ان کے بعد سے خاتم الانبیاء ﷺ کے زمانہ تک ان میں کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ دوسری جگہ قرآن کا یہ ارشاد کہ اِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ کوئی امت ایسی نہیں کہ جس میں اللہ کا پیغمبر نہ آیا ہو، اس آیت کے منافی نہیں ہے

کیونکہ اس آیت کی مراد یہ ہے کہ زمانہ دراز سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ان میں کوئی نبی نہیں آیا، مگر رسول اور نبی آنے سے خالی یہ امت بھی نہیں رہی۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغُرُبَىٰ یعنی کوہ طور پر جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلامی کا شرف بخشا اور اسے وحی رسالت سے نوازا تو اے محمد (ﷺ) آپ وہاں موجود نہیں تھے اور نہ یہ منظر دیکھنے والوں میں تھے، بلکہ یہ غیب کی وہ باتیں ہیں کہ جو وحی کے ذریعہ آپ کو بتلا رہے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ پیغمبرِ برحق ہیں، اس لئے کہ نہ تو آپ نے یہ باتیں کسی سے سیکھی ہیں اور نہ خود ان کا مشاہدہ کیا۔

ولولا ان تصديهم مصيبة بما قدمت ايديهم یعنی ان کے اس عذر کو ختم کرنے کے لئے آپ کو ہم نے رسول بنا کر بھیجا ہے کیونکہ طولِ زمانی کی وجہ سے گزشتہ انبیاء کی تعلیمات مسخ اور ان کی دعوت فراموش ہو چکی ہے اور ایسے ہی حالات کسی نبی کی ضرورت کے متقاضی ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبرِ آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات (قرآن و حدیث) کو مسخ ہونے سے محفوظ رکھا ہے، اور ایسا تکوینی نظام فرمادیا ہے کہ جس کی وجہ سے آپ کی دعوت دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئی ہے اور مسلسل پہنچ رہی ہے تاکہ کسی نبی کی ضرورت باقی نہ رہے۔

قالوا ساحران تظاهروا مشرکین مکہ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب انہوں نے اپنا ایک وفد مدینہ کے علماء یہود کے پاس آپ ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا تھا چنانچہ ان لوگوں نے آپ ﷺ کے حالات اور علامات کے بارے میں علماء یہود سے معلوم کیا تو علماء یہود نے جواب دیا کہ ہم تو رات میں ان کی علامات اور صفات پاتے ہیں، چنانچہ وفد نے مکہ آ کر لوگوں کو اس کی خبر دی تو اس وقت ان لوگوں نے کہا ساحران تظاهروا یا سحران تظاهروا یہ دونوں جادوگر یا جادو ہیں جو ایک دوسرے کی موافقت کرتے ہیں۔ (حمل ملخصاً)

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا بَيْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ الْقَرآنَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ يَتَعَطَّوْنَ فَيُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ ۝ اِی الْقُرآنَ ۝ اِیضًا نَزَلَ فِی جَمَاعَةٍ اَسْلَمُوا مِنْ الْیَهُودِ کَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَغَیْرِهِ وَبَنِی النَّصَارَی قَدِمُوا مِنَ الْخُبَیثَةِ وَفِی السَّامِ ۝ وَاِذَا یُنْزِلُ عَلَیْهِمُ الْقُرآنُ قَالُوْا اَمَّا لَیْسَ اِنَّهٗ اِلَّا الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِیْنَ ۝ سُوْجِدِیْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ یُؤْتُوْنَ اٰخِرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ ۝ بِاِیْمَانِهِمْ بِالْکِتَابِیْنِ ۝ بِمَا صَبَرُوْا ۝ بِصَبْرِهِمْ عَلٰی الْعَمَلِ بِهَمَا وَیَذَرُوْنَ ۝ یَذْفَعُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةِ ۝ مِنْهُمْ ۝ وَمِمَّا زِنْ فَنُفِیْقُوْنَ ۝ ۝ یَتَصَدَّقُوْنَ ۝ وَلَآ اَسْمَعُوْا الْاَلْفُوْا الشَّتْمَ ۝ وَالْاَذٰی مِنْ الْکُفَّارِ ۝ اَعْرَضُوْا عَنْهُ ۝ وَقَالُوْا لَآ اَعْمَالُنَا ۝ وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ ۝ سَلَّمَ عَلَیْکُمْ ۝ سَلَامٌ مَّتَارَکَۃِ ۝ اِی سَلِمْتُمْ مِنْ اِی سَلِمْتُمْ مِنْ اِی سَلِمْتُمْ ۝ وَغَیْرِهِ ۝ لَا نَبْتَغِی الْجَہْلِیْنَ ۝ لَا نَصْحُبُهُمْ وَنَزَلَ فِی جَرِصِهِ صَلٰی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمٌ عَلٰی اِیْمَانِ عَمِّہٖ اَبِی طَالِبٍ ۝ اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ۝ هِدَایَتَہٗ ۝ وَلَکِنَّ اللّٰہَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۝ وَهُوَ اَعْلَمُ ۝ اِی عَلَیْمٌ ۝ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝ وَقَالُوْا اِی قَوْمُہٗ ۝ اِنْ تَتَّبِعِ الْہُدٰی مَعَنَا ۝ نَخْطِفُ مِنْ اَرْضِنَا ۝ اِی نُسْتَنْزِعُ مِنْہَا بِسُرْعَةٍ ۝ قَالَ تَعَالٰی ۝ اَوْ لَمْ نُمِکِّنْ لَهُمْ حَرَمًا اَمِنًا

يَأْمَنُونَ فِيهِ مِنَ الْإِغَارَةِ وَالْقَتْلِ الْوَاقِعَيْنِ مِنْ بَعْضِ الْعَرَبِ عَلَى بَعْضٍ يُجْعَلُ بِالسُّوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّةِ إِلَيْهِ تُمَرَّتْ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ كُلِّ أَوْبٍ رِضْقًا لَهُمْ مِنْ لَدُنَّا إِي عِنْدَنَا وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ أَنْ مَا نَقُولُهُ حَقٌّ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطَرَتْ مَعِيشَتَهَا إِي عَيْشَهَا وَأَرِيدَ بِالْقَرْيَةِ أَهْلِهَا فَتِلْكَ مَسَلِكُهُمْ لَمْ تَسْكُنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا لِلْمَازَةِ يَوْمًا أَوْ بَعْضَهُ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ۝ مِنْهُمْ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ أَهْلِهَا حَتَّى يَبْعَثَ فِي أُمَمٍ إِي أَغْظَمَهَا رَسُولًا يَقُولُ عَلَيْهِمْ آيْتَنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ۝ بِتَكْذِيبِ الرُّسُلِ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا إِي تَتَمَتَّعُونَ وَتَتَزَيَّنُونَ بِهِ أَيَّامَ حَيَاتِكُمْ ثُمَّ يَفْنَى وَمَا عِنْدَ اللَّهِ وَهُوَ ثَوَابُهُ خَيْرٌ وَأَبْقَى أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ بِالْبَيَاءِ وَالتَّاءِ إِنْ الْبَاقِي خَيْرٌ مِنَ الْفَاقِي.

۱۰۰

**ترجمہ:** اور ہم نے لوگوں کے لئے قول یعنی قرآن کو (کھول کر بیان کیا) پیہم بھیجا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور ایمان لے آئیں جن کو ہم نے اس قرآن سے پہلے کتاب عطا فرمائی وہ اس قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہیں یہ آیت یہودی کی اس جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، جیسا کہ عبد اللہ بن سلام وغیرہ اور ان نصاریٰ کے بارے میں جو حبشہ اور شام سے آئے تھے اور جب ان کو قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اس کے ہمارے رب کی طرف سے حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے ہم تو اس سے پہلے ہی سے مسلمان یعنی موحد ہیں یہ لوگ اپنے دونوں کتابوں پر ایمان رکھنے کی وجہ سے اور دونوں پر عمل (کی مشقت) پر صبر کرنے کی وجہ سے دوہرا اجر دیئے جائیں گے، اور یہ لوگ نیکی سے بدی کا دفعیہ کر دیتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے (راہ خدا میں) صدقہ کرتے ہیں اور جب کسی سے لغوبات اور اذیت کی بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں ہمارا عمل ہمارے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے ہم تو تم کو سلام کرتے ہیں یہ سلام متارکت (یعنی پیچھا چھڑانے کا سلام) ہوتا ہے (نہ کہ سلام تحیہ) یعنی تم ہماری طرف سے گالی وغیرہ سے سلامت رہو ہم نا سمجھ لوگوں سے مصاحبت (الجھن) نہیں چاہتے (آئندہ آیت) آپ ﷺ کے اپنے چچا ابوطالب کے ایمان پر زیادہ حریص ہونے کے بارے میں نازل ہوئی آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے، ہدایت پانے والوں کا علم اسی کو ہے تو آپ ﷺ کی قوم کہنے لگی اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت کے تابع دار بن جائیں تو ہم اپنے ملک سے اچک لئے جائیں یعنی فی الفور ہم کو ہمارے ملک سے نکال باہر کیا جائے کیا ہم نے ان کو امن اور امن والے حرم میں جگہ نہیں دی؟ کہ وہ اس میں قتل و غارتگری سے جو کہ عرب میں باہم (عام طریقہ پر) واقع ہو رہی ہے مامون رہ رہے ہیں جہاں ہر قسم کے پھل ہر جانب سے کھچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس سے ان کے لئے بطور رزق کے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ حق ہے اور ہم بہت سی ایسی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھیں اور قریہ سے اہل

قریہ مراد ہیں یہ ہیں ان کے مکانات، جوان کے بعد آئے نہ رہ سکے مگر بہت کم، مسافروں کے لئے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ اور آخر کار ہم ہی ان کے وارث رہے اور تیرا رب کسی ایک بستی کو بھی اہل بستی کے ظلم کی وجہ سے (اس وقت تک) ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ (بستیوں) کے صدر مقام میں کسی پیغمبر کو نہ بھیج دے جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ہم بستیوں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب کہ بستی والے رسولوں کی تکذیب کر کے ظلم پر کمر کس لیں اور جو کچھ تم کو دیا گیا ہے وہ محض دنیوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے جس سے تم اپنی زندگی میں فائدہ اٹھاتے ہو اور اس سے زینت حاصل کرتے ہو پھر فنا ہو جاتا ہے ہاں اللہ کے پاس جو ہے وہ بہت ہی بہتر اور دیر پا ہے کیا تم نہیں سمجھتے؟ یعقلون میں یا اور تا کے ساتھ دونوں قراءتیں ہیں اور یقیناً باقی فانی سے بدرجہا بہتر ہے۔

### تَحْقِيقُ تَرْكِبِ تَسْبِيلٍ وَ تَفْسِيرُ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: وَصَلْنَا ماضی جمع متکلم (تفعیل) ہم نے پے در پے بھیجا، ہم نے کھول کر بیان کیا۔

قَوْلُهُ: الَّذِينَ موصول اپنے صلہ سے مل کر جملہ ہو کر مبتداء ہُمْ مبتداء ثانی یؤمنون، ہم مبتداء کی خبر اور بہ، یؤمنون سے متعلق مبتداء ثانی اپنی خبر سے مل کر مبتداء اول کی خبر۔

قَوْلُهُ: اَيْضًا ای کما آمنوا بکتابہم۔

قَوْلُهُ: بِصَبْرِهِمْ سے اشارہ کر دیا کہ مامصدر یہ ہے۔

قَوْلُهُ: يَذَرُّوْنَ وَنَ، يُنْفِقُوْنَ، وَ اِذَا سَمِعُوا ان سب کا عطف، يُؤْتُوْنَ پر ہے۔

قَوْلُهُ: وَالْاَذَى مِنَ الْكُفَارِ یہ عطف عام علی الخاص کے قبیل سے ہے۔

قَوْلُهُ: لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ اس میں ایصال الی المطلوب کی نفی ہے نہ کہ اراءۃ طریق کی، لہذا اس قول اور اِنَّكَ لَتَهْدِي اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ میں کوئی تعارض نہیں ہے وقالوا ای قومہ قوم سے مراد آپ ﷺ کی قوم ہے اور قائل حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف ہے۔

قَوْلُهُ: يُجَبِّیْ اِی يُحْمَلُ وَيُسَاقُ الیہ، مِنْ کُلِّ اَوْبٍ ای مِنْ کُلِّ جَانِبٍ۔

قَوْلُهُ: ثَمَرَاتِ کُلِّ شَیْءٍ یہ کثرت سے کنایہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول اُوْتِیْتَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ میں ہر ضرورت کی شئی مراد ہے نہ کہ دنیا کی ہر شئی۔

قَوْلُهُ: مَعِیْشَتَہَا ای عِیْشَہَا مَعِیْشَتَہَا حذف مضاف کے ساتھ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے اور مفسر علام نے مَعِیْشَۃ کی تفسیر عِیْش سے کی ہے اب تقدیر عبارت یہ ہوگی بَطَرَتْ فِی زَمَنِ حَیَاتِہَا۔

قَوْلُهُ: لَمْ تُسْکَنْ یہ جملہ ہو کر حال ہے اور عامل تِلْكَ بمعنی اشیاء ہے تاکہ مبتداء کی خبر ثانی بھی ہو سکتی ہے۔

قَوْلِهِ: وَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا شَرِطِيه ہے اور مِنْ شَيْءٍ اس کا بیان ہے فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ہو مبتداء محذوف کی خبر ہے اور جملہ ہو کر جواب شرط ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا (الآیۃ) وَصَّلْنَا تَوْصِیْلُ سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی تاروں میں تار ملا کر رسی بننا، حق تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ جاری رکھا یعنی ایک رسول کے بعد دوسرا اور ایک کتاب کے بعد دوسری کتاب بھیجتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد رشد و ہدایت کا امت مرحومہ کے ذریعہ ایسا نگوینی سلسلہ جاری فرما دیا کہ اب کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی۔

## شان نزول:

الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ الْكِتَابُ (الآیۃ) اس آیت میں ان اہل کتاب کا ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی تورات اور انجیل کی دی ہوئی بشارتوں کی بناء پر آپ ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن پر یقین رکھتے تھے جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تو اپنے سابق یقین کی بناء پر ایمان لے آئے، حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے درباریوں میں سے چالیس آدمی مدینہ طیبہ میں اس وقت حاضر ہوئے جب رسول اللہ ﷺ غزوہ خیبر میں مشغول تھے یہ لوگ بھی جہاد میں شریک ہو گئے، بعض کو کچھ زخم بھی لگے مگر ان میں سے کوئی مقتول نہیں ہوا، ان لوگوں نے جب صحابہ کرام کی معاشی تنگی کا حال دیکھا تو آپ سے درخواست کی کہ ہم اللہ کے فضل سے مالدار اور صاحب ثروت ہیں ہم اپنے ملک واپس جا کر صحابہ کے لئے مال فراہم کر کے لائیں آپ اجازت دیدیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(اخرجه ابن مردويه والطبرانی، مظہری)

اور حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب ہجرت مدینہ سے پہلے حبشہ گئے تھے اور نجاشی کے دربار میں اسلامی تعلیمات پیش کیں تو نجاشی اور اس کے اہل دربار جو اہل کتاب تھے اور توریت و انجیل میں رسول اللہ ﷺ کی بشارت اور علامتیں دیکھے ہوئے تھے ان کے دلوں میں اسی وقت اللہ نے ایمان ڈال دیا۔

(مظہری)

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرْتَبِينَ بِمَا صَبَرُوا صبر سے مراد ہر قسم کے حالات میں انبیاء اور کتاب الہی پر ایمان لانا اور اس پر ثابت قدمی سے قائم رہنا ہے، پہلی کتاب آئی تو اس پر اس کے بعد دوسری پر ایمان رکھا، پہلے نبی پر ایمان لائے اس کے بعد دوسرا نبی آیا تو اس پر ایمان لائے، ان کے لئے دوہرا اجر ہے، حدیث شریف میں بھی ان کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں کے لئے دوہرا اجر ہے ان میں ایک وہ اہل کتاب ہے جو اپنے نبی پر ایمان

رکھتا تھا اور پھر مجھ پر ایمان لایا۔ (مسلم شریف کتاب الایمان)

برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور درگزر سے کام لیتے ہیں، اور جاہلوں سے صاحب سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں یعنی ان لوگوں کی ایک عمدہ عادت یہ ہے کہ جب کسی جاہل دشمن سے لغویات سنتے ہیں تو اس کا جواب دینے کی بجائے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا سلام لوہم جاہل لوگوں سے الجھنا پسند نہیں کرتے، اس کو سلام متارکت یا مسالمت کہتے ہیں اور جس سلام کی ممانعت ہے وہ سلام تہیہ ہے جو مسلمانوں میں بوقت ملاقات رائج ہے۔

## شان نزول:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ (الآیة) جب آپ ﷺ کے ہمدرد اور نمکسار چچا ابوطالب کا انتقال ہونے لگا تو آپ ﷺ اپنے چچا کی خدمت میں تشریف لے گئے اور فرمایا چچا جان آپ اپنی زبان سے ایک مرتبہ یہ کلمہ لا الہ الا اللہ کہہ لیں تاکہ میں روز قیامت آپ کے لیے اللہ کے سامنے سفارش کر سکوں لیکن دیگر رؤساء قریش موجود تھے جن کی وجہ سے ایمان سے محروم رہے، مگر یہ فرمایا اے میرے بھتیجے میں جانتا ہوں کہ تم سچے ہو لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ میرے مرنے کے بعد کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا، اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں یہ کلمہ کہہ کر ضرور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا ہے اس لئے کہ میں تمہارے شدت غم اور خیر خواہی کو دیکھ رہا ہوں، پھر یہ اشعار پڑھے۔

ولقد علمتُ بأنَّ دین محمد  
من خیر ادیان البریة دینا  
لو لا الملامۃ او حذار مسیبة  
لوجدتنی سمحاً بذاک مبینا

اور پھر فرمایا، لکنی سوف اموت علی ملة الاشیاء عبد المطلب و ہاشم و عبد مناف ثم مات نبی ﷺ کو اس بات کا بڑا قلق اور صدمہ ہوا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ نازل فرمائی، یعنی کسی کو مومن بنادینا اور ایمان دل میں اتار دینا آپ کی قدرت میں نہیں ہے آپ کا کام کوشش کرنا ہے اور بس، تفسیر روح المعانی میں ہے کہ خواجہ ابوطالب کے کفر و ایمان کے بارے میں بے ضرورت گفتگو اور بحث و مباحثہ سے اجتناب کرنا چاہئے کہ اس سے آنحضرت کی طبعی ایذا کا احتمال ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

وَقَالُوا إِنَّا نَتَّبِعُ الْهُدَى مَعَكَ یہ آیت حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف کے بارے میں نازل ہوئی تھی حارث بن عثمان وغیرہ نے اپنے ایمان نہ لانے کی ایک وجہ یہ بیان کی کہ اگرچہ ہم آپ کی تعلیمات کو حق جانتے ہیں مگر ہمیں خطرہ یہ ہے کہ اگر ہم آپ کی ہدایت پر عمل کر کے آپ کے ساتھ ہو جائیں تو سارا عرب ہمارا دشمن ہو جائے گا اور ہمیں ہماری زمین مکہ سے اچک لیا جائے گا (نکال باہر کیا جائے گا) قرآن کریم ان کے اس عذر رنگ کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے أَوَلَمْ نَمَكِّنْ لَهُمْ (الآیة) یعنی ان کا یہ عذر اس لئے باطل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے باوجود ان کی حفاظت کا ایک قدرتی سامان یہ

کر رکھا ہے کہ ارض مکہ کو حرم بنا دیا جس میں قتل و غارتگری سخت حرام ہے، جب اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر و شرک کے باوجود اس سرزمین میں امن دے رکھا ہے تو ایمان لانے کی صورت میں وہ ان کو کیسے ہلاک ہونے دے گا؟

أَمِنَ وَعَدْنَاهُ عَدًّا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ مُصِيبُهُ وَهُوَ الْجَنَّةُ كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَيُزُولُ عَنْ قَرِيبٍ  
ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۝ النّارُ الْاُولَى الْمُؤْمِنِ وَالنَّاسِ الْكَافِرِ اِى لَا تَسَاوِى بَيْنَهُمَا وَ اذْكُرْ  
يَوْمَ يَنَادِيهِمُ اللّٰهُ فَيَقُولُ اَيْنَ شُرَكَائِىَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝ هُمْ شُرَكَائِىَ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ  
يَدْخُلُونَ النَّارَ وَهُمْ رُؤُسَاءُ الضَّلَالَةِ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِيْنَ اَخَوَيْنَا مَبْتَدَا وَصَفَتْهُمْ اَخْوَيْنَاهُمْ خَبَرَهُ فَعَوَّوْا كَمَا عَوْنِيَا لَمْ  
نُكْرِهْنَهُمْ عَلَى الْغَىِّ تَبَرَّأْنَا اِلَيْكَ مِنْهُمْ مَا كَانُوْا اِيَّا نَا يَعْبُدُوْنَ ۝ مَا نَافِىَةٌ وَقَدْ مَ الْمَفْعُولُ لِلْفَاصِلَةِ  
وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ اِى الْاَصْنَامَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ اَنَّهُمْ شُرَكَاءُ اللّٰهِ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوْا لَهُمْ  
دُعَاءَ هُمْ وَرَأَوْا هُمُ الْعَذَابَ اَبْصُرُوْهُ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ۝ فِى الدُّنْيَا مَا رَاَهُ فِى الْاٰخِرَةِ وَ اذْكُرْ  
يَوْمَ يَنَادِيهِمُ اللّٰهُ فَيَقُولُ مَاذَا اٰجَبْتُمْ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِلَيْكُمْ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَاءُ الْاَخْبَارُ الْمُنْجِيَةُ فِى  
الْجَوَابِ يَوْمَئِذٍ اِى لَمْ يَجِدُوْا خَبْرًا لَّهُمْ فِىهِ نَجَاةٌ فَهُمْ لَا يَسْأَلُوْنَ ۝ عَنْهُ فَيَسْكُنُوْنَ فَاَمَّا مَنْ تَابَ مِنْ  
الشِّرْكِ وَ اٰمَنَ صَدَقَ تَوْحِيْدُ اللّٰهِ وَ كَمِلَ صَالِحًا اَدَّى الْفَرَائِضَ فَعَسَى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۝ النَّاجِيْنَ  
بِوَعْدِ اللّٰهِ وَ رَبِّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ الْاَخْتِيَارُ فِى شَيْءٍ سَبَّحَ  
اللّٰهُ وَ عَلٰى عَمَّا يَشْرِكُوْنَ ۝ عَنْ اِشْرَاكِهِمْ وَ رَبِّكَ يَعْلَمُ مَا كُنْ صُدُوْرُهُمْ تُبْسِرُ قُلُوْبُهُمْ مِنَ الْكُفْرِ وَ غَيْرِهِ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ۝  
بِالسِّتْنَةِ مِنَ الْكُذْبِ وَ هُوَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاَوَّلِ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ الْجَنَّةُ وَلَهُ الْحُكْمُ الْقَضَاءُ النَّافِذُ  
فِى كُلِّ شَيْءٍ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ بِالنُّشُوْرِ قُلْ لَا هِلَ مَكَّةَ اَرَيْتُمْ اِى اَخْبِرُوْنِى اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اِلٰلَ سَرْمَدًا  
دَائِمًا اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مِنَ اِلٰهِ غَيْرِ اللّٰهِ بِزَعْمِكُمْ يَأْتِيَكُمُ بَيِّنَاتٌ نَّهَارَ تَطْلُبُوْنَ فِى الْمَعِيْشَةِ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝  
النِّعْمَةُ ذٰلِكَ سَمَاعُ تَفْهَمُ فَرَجِعُوْنَ عَنِ الْاِشْرَاكِ قُلْ لَهُمْ اَرَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلَى يَوْمِ  
الْقِيَمَةِ مِنَ اِلٰهِ غَيْرِ اللّٰهِ اِى بِزَعْمِكُمْ يَأْتِيَكُمُ بَيِّنَاتٌ تَسْتَرْيَحُوْنَ فِىهِ مِنَ التَّغْيِبِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ مَا  
اَنْتُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْخَطَاِ فِى الْاِشْرَاكِ فَرَجِعُوْنَ عَنْهُ وَ مِنْ رَّحْمَتِهِ تَعَالٰى جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَتَسْكُنُوْا فِيْهِ فِى  
اللَّيْلِ وَ لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ فِى النَّهَارِ بِالْكَسْبِ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ النِّعْمَةُ فِىْهِمَا وَ اذْكُرْ يَوْمَ  
يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ اَيْنَ شُرَكَائِىَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝ ذَكَرْنَا اِيَّا لِيَّبْنِى عَلَيْهِ قَوْلَهُ وَ نَزَعْنَا اَخْرَجْنَا  
مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيدًا وَ هُوَ نَبِيُّهُمْ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ بِمَا قَالُوْهُ فَقُلْنَا لَهُمْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ عَلَى مَا قُلْتُمْ بِنِ  
الْاِشْرَاكِ فَعَلِمُوْا اَنْ الْحَقَّ فِى الْاِلٰهِيَةِ لِلّٰهِ لَا يُشَارِكُهُ فِىْهَا اَحَدٌ وَ ضَلَّ غَاب عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ فِى



الدُّنْيَا مِنْ أَنْ مَعَهُ شَرِيكَ تَعَالَى عَنْ ذَلِكَ.

**ترجمہ:** بھلا وہ شخص کہ جس سے ہم نے ایک پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے جسے وہ قطعاً پانے والا ہے یعنی اس وعدہ (موعودہ) کو پہنچنے والا ہے اور وہ جنت ہے کیا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیوی زندگی کا چند روزہ فائدہ دے رکھا ہے، جو عنقریب زائل ہو جائے گا پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں ہوگا جو گرفتار کر کے دوزخ میں حاضر کئے جائیں گے اول شخص مومن ہوگا اور دوسرا کافر یعنی دونوں میں کوئی مساوات نہ ہوگی اور اس دن کو یاد کرو کہ جس دن خدا تعالیٰ ان کافروں کو پکار کر کہے گا میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم سمجھتے تھے کہ وہ میرے شریک ہیں جن پر خدا کا دخول نار کا حکم ثابت ہو چکا ہوگا وہ کہیں گے اور وہ گمراہی کے سردار ہوں گے اے ہمارے پروردگار یہ وہی لوگ ہیں جنہیں ہم نے بہکایا تھا یہ مبتداء اور اس کی صفت ہے اور اَغْوَيْنَاهُمْ اس کی خبر ہے ہم نے ان کو اسی طرح بہکایا جس طرح ہم خود بہکے تھے تو یہ بہک گئے ہم نے ان کو گمراہی پر مجبور نہیں کیا تھا ہم تیری سرکار میں ان سے اپنی طرف سے اظہار براءت کرتے ہیں یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے، مسانفہ ہے مفعول فواصل کی رعایت کے لئے مقدم کیا گیا ہے اور کہا جائے گا اپنے شرکاء کو بلا لویں یعنی ان بتوں کو جن کو تم سمجھتے تھے کہ یہ میرے شریک ہیں چنانچہ وہ ان کو پکاریں گے مگر وہ ان کی پکار کا جواب تک نہ دیں گے اور یہ لوگ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، کاش یہ لوگ دنیا میں راہ راست پر ہوتے تو اس عذاب کو آخرت میں نہ دیکھتے اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ ان سے پکار کر پوچھے گا تم نے اپنے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟ پھر تو اس دن ان کی جواب میں پیش کر کے نجات دلانے والی سب دلیلیں گم ہو جائیں گی (یعنی کہے بکے رہ جائیں گے) یعنی ان کی سمجھ میں کوئی ایسی دلیل نہیں آئے گی کہ جس میں ان کی نجات ہو اور وہ آپس میں بھی دلیل کے بارے میں پوچھنا چھوڑ کر سب گمراہی کے وجہ سے لا جواب ہو جائیں گے البتہ جس شخص نے شرک سے توبہ کی اور ایمان لے آیا یعنی اللہ کی توحید کی تصدیق کی اور نیک اعمال کئے یعنی فرائض ادا کئے تو یقین ہے کہ ایسے لوگ اللہ کے وعدے کے مطابق کامیاب ہوں گے اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا چنتا ہے اور ان میں سے کسی مشرک کو کسی چیز میں کوئی اختیار نہیں اللہ ہی کے لئے پاکی ہے اور وہ برتر ہے ان کے شرک کرنے سے اور آپ کا رب ان سب کفر وغیرہ کی باتوں کو جانتا ہے جن کو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جس جھوٹ کو وہ اپنی زبان سے ظاہر کرتے ہیں وہی معبود ہے اس کے علاوہ کوئی لائق عبادت نہیں دنیا اور آخرت میں جنت میں اسی کی تعریف ہے اور اسی کے لئے فرماں روائی ہے (یعنی) ہر چیز میں اسی کا فیصلہ نافذ ہے اور زندہ کر کے اسی طرف لوٹائے جاوے گا آپ اہل مکہ سے کہئے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک رات رہنے دے تو خدا کے سوا تمہارے خیال میں وہ کونسا معبود ہے کہ تمہارے لئے دن کی روشنی کو لے آئے کہ جس میں تم روزی طلب کرو، کیا تم

اس بات کو سمجھنے کے لئے سنتے نہیں ہو؟ کہ تم شرک سے باز آ جاؤ ان سے پوچھئے کہ یہ بھی بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ قیامت تک دن ہی دن رکھے تو تمہارے خیال کے مطابق اس کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے پاس رات لے آئے؟ کہ جس میں تم ٹکان کی وجہ سے آرام کرو کیا تم شرک کے معاملہ میں اپنی غلطی کو نہیں دیکھتے (غور نہیں کرتے) کہ تم اس شرک سے باز آ جاؤ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ رات میں آرام کرو اور دن میں کسب کے ذریعہ اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم رات اور دن کی نعمت کا شکر ادا کرو اور یاد کرو جس دن انہیں پکار کر اللہ فرمائے گا کہ جنہیں تم میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں ہیں؟ (ان کے شرک کو) دوبارہ ذکر کیا تاکہ آئندہ قول کی اس پر بناء کرے، ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ نکال کر لائیں گے اور وہ ان کا نبی ہوگا جو کچھ انہوں نے اس سے کہا ہوگا اس پر شہادت دے گا تو ہم ان مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اپنے شرک کے دعوے پر دلیل پیش کرو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ الوہیت کے بارے میں سچی بات اللہ کی تھی کہ الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور جو کچھ وہ دنیا میں گھڑا کرتے تھے کہ اس کا شریک ہے حالانکہ اللہ اس سے بری ہے وہ سب ان کے پاس سے غائب ہو جائے گا۔

### تحقیق و تشریح تیسری تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: وَقَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ یہ جملہ متانفہ ہے جو ایک سوال مقدر کے جواب میں واقع ہے جب مشرکین سے کہا جائے گا کہ میرے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کی تم پوجا پاٹ کیا کرتے تھے؟ تو اس سوال کا جواب دینے کے بجائے مشرکین کے رؤساء اور اتباع میں جھگڑا شروع ہو جائے گا تا بعین متبوعین کو مورد الزام قرار دیں گے اور متبوعین تابعین کو۔

قَوْلُهُ: مَبْتَدَأٌ وَصَفَتُهُ، هُؤَلَاءِ اسم اشارہ موصوف الذین اسم موصول اغوینا جملہ ہو کر صلہ عائد محذوف اور وہ ہُمْ ہے، تقدیر عبارت یہ ہے اغویناہم موصول صلہ سے مل کر صفت موصوف صفت سے مل کر مبتداء، اور اغوینا، کما غوینا مبتداء کی خبر ہے۔

قَوْلُهُ: قُدِّمَ الْمَفْعُولُ لِلْفَاعِلِ اصل میں مَا كَانُوا يَعْبُدُونَ تھا، فواصل کی رعایت کے لئے مفعول کو مقدم کر دیا گیا، مَا كَانُوا اِيَّانَا يَعْبُدُونَ ہو گیا۔

قَوْلُهُ: مَا رَأَوْهُ فِي الْآخِرَةِ یہ لَوْ کا جواب ہے، اور بعض حضرات نے لَا نَجَاهُمْ ذَلِكَ محذوف مانا ہے یعنی اگر وہ دنیا میں ہدایت پر ہوتے تو ان کا ہدایت پر ہونا آخرت میں ان کو کامیاب کر دیتا۔

قَوْلُهُ: فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَاءُ اس میں قلب ہے جو کہ محسنات کلام میں شمار ہوتا ہے، اصل یہ ہے فَعَمُوا عَنْ الْاَنْبَاءِ شارح کے قول لَمْ يَجِدُوا خَيْرًا لَهُمْ فِيهِ سے اسی قلب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قَوْلُهُ: فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ مِثْلُ عَمِيَ كَاصْلَةٍ عَلَيَّ، خَفِيَ كَمَعْنَى كَوْتَضَمْنِ ہونے کی وجہ سے ہے۔

قَوْلُهُ: عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ، عسلی یہاں تحقیق کے لئے ہے اس لئے کہ کریموں کے یہاں توقع بھی یقین کا درجہ رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ تو اکرم الاکریمین ہیں لہذا اللہ کے کلام میں عسلی بمعنی حَقَّق ہوگا، اور اگر ترجی ہی کے معنی میں لیا جائے تو تابع کے اعتبار سے ہوگا۔

## شان نزول:

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ جب آنحضرت ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو لوگوں کو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوئی خاص طور پر ولید بن مغیرہ نے آنحضرت ﷺ کی نبوت اور آپ پر نزول قرآن کو بڑا عجیب اور عظیم سمجھا اور کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کسی کو رسول بنانا ہی تھا تو مکہ اور طائف کے ان دوسرا روں میں سے کسی کو کیوں رسول نہیں بنایا؟ تو اس کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (جمل)

قَوْلُهُ: سَرَّمَدًا جَعَلَ کا مفعول ثانی ہے بمعنی دَائِمًا. سَرَّدٌ سے مشتق ہے اس کے معنی متابعت اور لگا تار کے ہیں، میم زائدہ ہے، عرب شہر حرم کے بارے میں بولتے ہیں، ثَلَاثَةُ سَرَّدٍ واحد فرد تین مسلسل ہیں اور ایک الگ ہے۔ قَوْلُهُ: قُلْ لَهُمْ أَرْأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرَّمَدًا یہ باب تنازع فعلان سے ہے أَرَأَيْتُمْ اور جَعَلَ نے اللَّيْلَ میں نزاع کیا، دونوں ہی اللیل کو اپنا مفعول بنانا چاہتے ہیں، ثانی فعل کو عمل دیدیا اور اول کے لئے مفعول اول محذوف مان لیا اور وہ أَرَأَيْتُمُوہ میں ہ ہے اور اس کا مفعول ثانی بعد میں واقع ہونے والا جملہ استفہامیہ ہے اور فعل ثانی کا مفعول ثانی سَرَّمَدًا ہے، اِنْ حرف شرط ہے اور جَعَلَ فعل شرط اور اللہ اس کا فاعل ہے، اللیل جَعَلَ کا مفعول اول ہے اور سَرَّمَدًا مفعول ثانی ہے اور جواب شرط محذوف ہے وہ مَاذَا تَفْعَلُونَ؟ ہے اِیْ اِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرَّمَدًا مَاذَا تَفْعَلُونَ۔

قَوْلُهُ: ذُكِّرَ ثَانِيًا لِيَبْنِيَ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهُ: اَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ کو دو مرتبہ ذکر کیا ہے، یہی آیت شروع رکوع میں بھی آئی ہے، بیضاوی نے کہا ہے تقریب بعد تقریب یعنی ملامت کے بعد ملامت ہے اس لئے کہ شرک سے زیادہ کوئی شئی اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی نہیں ہے، یا اول ان کی فسادرائے کو بیان کرنے کے لئے ہے اور ثانی یہ بتانے کے لئے ہے کہ شرک کی بات کوئی مستند بات نہیں ہے بلکہ محض تشبہ اور ہوائے نفس ہے۔

## تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحِ

اَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعَدًا حَسَنًا یعنی اہل ایمان وعدہ الہی کے مطابق نعمتوں سے بہرہ ور اور نافرمان عذاب سے دوچار ہوگا،

کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

محشر میں مشرکین سے پہلا سوال شرک سے متعلق ہوگا کہ جن شیاطین وغیرہ کو تم ہمارا شریک ٹھہرایا کرتے تھے اور ان کا کہنا مانتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟ وہ سیدھا جواب دینے یا معذرت کرنے کے بجائے آپس میں ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرائیں گے، تابعین کہیں گے کہ ہمارا کوئی قصور نہیں ہم نے از خود شرک نہیں کیا بلکہ ہمیں تو ان شیاطین نے بہکایا تھا، تو وہ شیاطین کہیں گے کہ ہم نے بہکایا ضرور تھا مگر مجبور تو ہم نے نہیں کیا تھا اس لئے مجرم تو ہم بھی ہیں مگر یہ بھی جرم سے بری نہیں کیونکہ جس طرح ہم نے ان کو بہکایا تھا اس کے بالمقابل انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبوں نے ان کو ہدایت بھی تو کی تھی اور دلائل کے ساتھ ان پر حق واضح کر دیا تھا، انہوں نے اپنے اختیار سے اپنے انبیاء کی بات نہ مانی، ہماری مان لی تو کیسے بری ہو سکتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے سامنے حق واضح ہو جائے اور حق کے دلائل واضح موجود ہوں اور وہ حق کی طرف دعوت دینے والوں کے بجائے گمراہ کرنے والوں کی بات مان کر گمراہی میں پڑ جائے تو یہ کوئی عذر معتبر نہیں۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ یختر سے مراد اختیار احکام ہے کہ حق تعالیٰ جب تخلیق کائنات میں منفرد ہے کوئی اس کا شریک نہیں تو اجراء احکام میں بھی منفرد ہے جو چاہے اپنی مخلوق پر احکام نافذ فرمائے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا اختیار تکوینی میں کوئی شریک نہیں اختیار تشریفی میں بھی کوئی شریک نہیں۔

اس کا دوسرا مفہوم وہ ہے جو مفسر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں اور علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں بیان کیا ہے کہ اس اختیار سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے جس کو چاہیں اپنے اکرام و اعزاز کے لئے منتخب فرما لیتے ہیں اور بقول بغوی یہ جواب ہے مشرکین مکہ کے اس قول کا لَوْ لَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقُرَيْتَيْنِ عَظِيمٍ یعنی یہ قرآن اللہ کو اگر نازل کرنا تھا تو عرب کے دو بڑے شہر مکہ اور طائف میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل فرماتا، ایک یتیم مسکین پر نازل کرنے میں کیا حکمت و مصلحت تھی؟ اس کے جواب میں فرمایا جس مالک نے تمام مخلوقات کو بغیر کسی شریک کی امداد کے پیدا فرمایا ہے یہ اختیار بھی اسی کو حاصل ہے کہ اپنے خاص اعزاز کے لئے اپنی مخلوق میں سے کس کو منتخب کرے اس میں وہ تمہاری تجویز کا کیوں پابند ہو کہ فلاں اس کا مستحق ہے اور فلاں نہیں۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (الآیۃ) دن اور رات یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں، رات کو تاریک بنایا تاکہ سب لوگ آرام کر سکیں اس اندھیرے کی وجہ سے ہر مخلوق سونے اور آرام کرنے پر مجبور ہے، ورنہ اگر آرام کرنے اور سونے کے اپنے اپنے اوقات ہوتے تو کوئی بھی مکمل طریقہ سے سونے کا موقع نہ پاتا، جبکہ معاشی تنگ و دو اور کاروبار جہان کے لئے نیند کا پورا کرنا نہایت ضروری ہے، اس کے بغیر توانائی بحال نہیں ہو سکتی، اگر کچھ لوگ سو رہے ہوتے اور کچھ جاگ کر مصروف تنگ و دو ہوتے تو سونے والوں کے آرام و راحت میں خلل واقع ہوتا نیز لوگ ایک دوسرے کے تعاون سے بھی محروم رہتے جبکہ دنیا کا نظام ایک دوسرے کے تعاون و تناصر کا محتاج ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے رات کو تاریک کر دیا تاکہ ساری مخلوق بیک وقت آرام کرے اور کوئی کسی کی نیند اور آرام میں مغل نہ ہو سکے، اسی طرح دن کو روشن بنایا تاکہ روشنی میں انسان اپنا کاروبار بہتر طریقہ سے کر سکے، دن کی اگر یہ روشنی نہ ہوتی تو انسان کو جن مشکلات کا سامنا کرنا

پڑتا اسے ہر شخص بآسانی سمجھتا اور اس کا ادراک کرتا ہے۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ ابْنِ عَمِّهِ وَابْنِ خَالَتِهِ وَآمَنَ بِهِ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ بِالْكِبَرِ وَالْعُلُوِّ وَكَثْرَةِ الْمَالِ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا لَنْ مَفَاتِحَهُ لَتَنْتَوًّا ثَقُلَ بِالْعَصْبَةِ الْجَمَاعَةُ أُولَىٰ أَصْحَابِ الْقُوَّةِ أَيْ تَثْقُلُهُمْ فَالْبَاءُ لِلتَّعْدِيدِ وَعَدَّتْهُمْ قِيلَ سَبْعُونَ وَقِيلَ أَرْبَعُونَ وَقِيلَ عَشْرَةٌ وَقِيلَ غَيْرَ ذَلِكَ أَذْكَرَ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ الْمُؤْمِنُونَ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَفْرَحْ بِكَثْرَةِ الْمَالِ فَرَحَ بَطَرٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ۝ بِذَلِكَ وَأَتَمَّحَ أَطْلُبَ فِيمَا أَلْتَمَسَ اللَّهُ بَيْنَ الْمَالِ الدَّارِ الْآخِرَةِ بِأَنْ تُنْفِقَهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ وَلَا تَتَسَنَّ تَتَرَكَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا أَيْ أَنْ تَعْمَلَ فِيهَا لِلْآخِرَةِ وَأَحْسِنَ لِلنَّاسِ بِالصَّدَقَةِ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَتَّبِعْ تَطْلُبُ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ بِعَمَلِ الْمَعَاصِي إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝ بِمَعْنَى أَنَّهُ يُعَاقِبُهُمْ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ أَيْ الْمَالُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي أَيْ فِي مُقَابَلَتِهِ وَكَانَ أَعْلَمَ بَنَى إِسْرَائِيلَ بِالتَّوْرَةِ بَعْدَ مُوسَىٰ وَهَارُونَ قَالَ تَعَالَىٰ أَوَلَمْ يَعْلَم أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ الْأُمَمَ مَنْ هُوَ أَشَدُّ قُوَّةً وَكَثَرَتْ جَمَاعَتُهُ لِلْمَالِ أَيْ وَهُوَ غَالِمٌ بِذَلِكَ وَيُهْلِكُهُمُ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَلَا يَسْأَلُ عَنْ دُئُونِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ۝ لِيَعْلَمَهُ تَعَالَىٰ بِهَا فَيَدْخُلُونَ النَّارَ بِلا حِسَابٍ فَخَرَجَ قَارُونَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ بِاتِّبَاعِهِ الْكَثِيرِينَ رُكْبَانًا مُتَحَلِّينَ بِمَلَابِيسِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيرِ عَلَىٰ خُيُولٍ وَبِغَالٍ مُتَحَلِّينَ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَلْئَنِيهِ لَنَلْبَسُنَّ مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونَُ فِي الدُّنْيَا إِنَّهُ لَكُنْوَ حِطٌّ نَصِيبٌ عَظِيمٌ ۝ وَافٍ فِيهَا وَقَالَ لَهُمُ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ بِمَا وَعَدَ اللَّهُ فِي الْآخِرَةِ وَلَيْكُمُ كَلِمَةٌ زَجَرِ ثَوَابِ اللَّهِ فِي الْآخِرَةِ بِالْجَنَّةِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا بِمَا أُوتِيَ قَارُونَُ فِي الدُّنْيَا وَلَا يُلْقِيهَا أَيْ الْجَنَّةَ الْمُنَابَ بِهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ۝ عَلَى الطَّاعَةِ وَعَنِ الْمَعْصِيَةِ فَخَسَفْنَا لَهُمْ بِقَارُونََ وَبَدَّلْنَا الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ غَيْرِهِ بِأَنْ يَمْنَعُوا عَنْهُ الْهَلَاكَ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنتَصِرِينَ ۝ بِسْنِهِ وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ أَيْ بَيْنَ قَرِيبٍ يَقُولُونَ وَيَكُنَّ اللَّهُ يَبْسُطُ يُوسِّعُ الرِّمْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ يُضَيِّقُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَوَيُؤَيِّسُهُمْ فَعَلَّ بِمَعْنَى اعْجَبُ أَيْ أَنَا وَالْكَافُ بِمَعْنَى اللَّامِ لَوْلَا أَنَّ مَنْ اللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ وَتَيَكَّنَهُ لَا يَفْلَحُ الْكَافِرُونَ ۝ لِيُعَمَّعَ اللَّهُ كَقَارُونََ.

۸  
۱۱

**تَرْجُمہ:** قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا (یعنی) چچا زاد اور خالہ زاد بھائی تھا اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان

لایا تھا، کبر و تعلیٰ اور کثرت مال کے ذریعہ لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا تھا، اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے

کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور لوگوں کو گراں بار کر دیتی تھیں یعنی ان کو بوجھل کر دیتی تھیں باتعدیہ کے لئے ہے (اور اٹھانے والی جماعت کے افراد کی تعداد) کہا گیا ہے ستر تھی اور کہا گیا چالیس تھی اور کہا گیا کہ دس تھی، اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں، اس وقت کو یاد کرو جب اس کی قوم بنی اسرائیل کے مومن لوگوں نے اس سے کہا کثرت مال پر مت اترا واقعی اللہ تعالیٰ مال پر اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو مال تجھ کو اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اس میں دار آخرت کی بھی جستجو رکھ اس طریقہ پر کہ اللہ کی اطاعت میں خرچ کر، اور دنیا سے اپنا حصہ فراموش نہ کر بایں طور کہ دنیا میں آخرت کے لئے عمل کرتا رہ، اور لوگوں کے ساتھ صدقہ کے ذریعہ حسن سلوک کر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ حسن سلوک کیا ہے اور عمل معصیت کے ذریعہ ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اس معنی پر کہ ان کو سزا دے گا قارون نے جواب دیا یہ سب کچھ مجھے میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے یعنی میری ہنرمندی کی بدولت اور وہ بنی اسرائیل میں موسیٰ اور ہارون کے بعد سب سے زیادہ تورات کا عالم تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا اسے اس بات کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بہت سی ایسی امتوں کو ہلاک کر دیا کہ جو اس سے قوت میں بھی زیادہ تھیں اور مال کی جمع پونجی کے اعتبار سے بھی زیادہ تھیں یعنی اس کو اس بات کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ ان کے ذنوب کا علم رکھنے کی وجہ سے ان کے ذنوب کے بارے میں سوال نہ کرے گا اور بغیر حساب (کتاب) کے دوزخ میں داخل کرے گا پس قارون پوری آرائش (شان) کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے (ایک روز) اپنے بہت سے متبعین کے ہمراہ جو کہ زری اور ریشم کا لباس زیب تن کئے ہوئے تھے اور زیورات سے لدے ہوئے خچروں اور گھوڑوں پر سوار تھے نکلا، تو دنیوی زندگی کے متوالے کہنے لگے یا تنبیہ کے لئے ہے کاش ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دنیا میں دیا گیا ہے یہ تو بڑا نصیب دار ہے یعنی دنیا سے وافی حصہ پانے والا ہے (فیہا کے بجائے منہا نسب ہے) اور وہ لوگ جن کو ان چیزوں کا علم دیا گیا جن کا اللہ تعالیٰ نے آخرت میں وعدہ فرمایا ہے ان سے (بطور نصیحت) کہنے لگے ارے تمہارا ناس ہو (ویل) کلمہ تو بخ ہے آخرت میں اللہ کا ثواب (یعنی) جنت (ہزار درجہ) بہتر ہے اس سے جو قارون کو دنیا میں دیا گیا ہے جو ایسے شخص کو ملے گا جو ایمان لایا ہوگا اور نیک عمل کئے ہوں گے اور جنت جو بطور ثواب ملے گی ان ہی کو دیا جائے گی جو طاعت و معصیت پر صبر کرنے والے ہیں آخر کار قارون کو مع اس کے محل کے زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت نہ ہوئی کہ اس کی مدد کرتی (یعنی) ہلاکت سے اس کو بچا لیتی اور نہ وہ خود کو عذاب سے بچانے والوں میں ہوا، اور جو لوگ کل زمانہ قریب میں اس کے جیسا ہونے کی تمنا کر رہے تھے کہنے لگے بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے روزی میں وسعت کرتا اور جس کی چاہے تنگ کر دیتا ہے اور وَیْ اسم فعل اعجب انا کے معنی میں ہے اور کاف بمعنی لام ہے اور اگر ہم پر اللہ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو دھنسا دیتا خُسْفَ معروف اور مجہول دونوں ہیں بس جی معلوم ہو گیا قارون کے مانند اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والوں کو کامیابی نہیں ہوتی۔

## تحقیق و ترمیمی تفسیری فوائد

**قَوْلُهُ**: اِنَّ قَارُونََ ”قارون“ عجمی (عبرانی) لفظ ہے، عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے، قارون کے متعلق اتنی بات طے شدہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی برادری کا فرد تھا، باقی یہ بات کہ موسیٰ علیہ السلام سے اس کا کیا رشتہ تھا، اس میں مختلف اقوال ہیں، اول: چچا زاد بھائی تھا، دوسرا: خالہ زاد بھائی تھا یہ دونوں رشتے جمع بھی ہو سکتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی خالہ موسیٰ علیہ السلام کے چچا کے نکاح میں ہو، اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں، نسب اس طرح ہے قارون بن یصہر بن قاہٹ، اور موسیٰ بن عمران بن قاہٹ تَنُوْءٌ واحد مونث غائب ناءٌ یَنُوْءٌ نَوْءٌ (ن) جھکنا، گراں بار ہونا۔

**قَوْلُهُ**: اِنَّ مَفَاتِحَہُ لَتَنُوْءٌ بِالْعُصْبَةِ، لَتَنُوْءٌ بِالْعُصْبَةِ میں دو صورتیں ہیں (اول) یہ کہ باء تعدیہ کے لئے ہو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے لَتَنُوْءُ الْمَفَاتِحُ الْعُصْبَةُ الْاَقْرَبَاءُ یعنی کنجیاں اس قدر زیادہ تھیں کہ طاقتور لوگوں کی ایک جماعت کو بھی گراں بار کر دیتی تھیں، اس صورت میں قلب نہیں ہے (دوسری) لَتَنُوْءٌ بِالْعُصْبَةِ میں قلب مانا جائے اور معنی یہ ہوں لَتَنُوْءُ الْمَفَاتِحُ الْعُصْبَةُ وہ کنجیاں ایک قوی جماعت کو گراں بار کر دیتی تھیں، اس لئے کہ اگر قلب نہ مانا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا کہ اقویاء کی جماعت کنجیوں کو گراں بار کر دیتی تھی، ظاہر ہے کہ یہ خلاف عقل ہے۔

**قَوْلُهُ**: وَلَا یُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ۔

**یَسْئَلُ**: ایک آیت میں ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرمین سے ان کے جرائم کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا اور بغیر حساب و کتاب جہنم میں داخل کر دیا جائے گا، اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مجرمین سے ان کے جرائم کے بارے میں سوال کیا جائے گا، دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟  
**جواب**: سوال کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم:

”استعتاب“ کہ سوال کرنے کے بعد معاف کر دیا جاتا ہے جیسا کہ بعض عصاة مومنین کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے گا۔

دوسری قسم:

”تقریع“ جس کے بعد جہنم میں داخل کر دیا جائے گا، یہاں اول قسم کے سوال کی نفی مراد ہے، لہذا کوئی تعارض نہیں ہے۔

**قَوْلُهُ**: فَخَرَجَ اس کا عطف قال انما او تبتہ پر ہے درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔

**قَوْلُهُ**: مِنْ فِئَةٍ یَنْصُرُوْنَہُ۔ فِئَةُ کان کا اسم بھی ہو سکتا ہے اگر کان ناقصہ ہو تو لہُ اس کی خبر، اور اگر کان تامہ ہو تو فِئَةُ اس کا فاعل ہوگا اور یَنْصُرُوْنَہُ، فِئَةُ کی صفت فِئَةُ لفظاً مجرور ہوگا اور معنا مرفوع اس لئے کہ من زائدہ ہے۔

قَوْلًا، مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ فُلَّة سے حال ہے۔

قَوْلًا، بِالْأَمْسِ سے اس کے حقیقی معنی کل گزشتہ مراد نہیں ہیں، بلکہ زمانہ قریب مراد ہے زمانہ قریب کو مجازاً اَمْس سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

قَوْلًا، وَبِكَانَ یہ کلمہ تعجب اور زجر ہے وَیْ لَکَ سے مرکب ہے کاف ضمیر خطاب ہے اور اَنْ حرف مشبہ بالفعل ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ وَالْاِسْم ہے جو تعجب پر دلالت کرتا ہے، اس وا کے بعد کبھی کبھی ہا بڑھادیتے ہیں معنی تعجب ہی کے رہتے ہیں، اور کبھی وَاکو وَی پڑھتے ہیں اور اس کے بعد کَانَ لگا دیتے ہیں وَبِكَانَ مَنْ یُکْنٰ لَهُ نَشَبٌ یُعْجَبُ وَمَنْ یُفْتَقِرْ یُعِیش عِیشَ ضَر ”ارے جس کے پاس زر کثیر ہوتا ہے اس سے محبت کی جاتی ہے اور جو محتاج ہوتا ہے وہ دکھ کی زندگی گزارتا ہے۔“ (لغات القرآن)

## تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْح

سورہ قصص میں بیان کردہ واقعات میں سے یہ دوسرا واقعہ ہے پہلا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تھا، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی برادری بنی اسرائیل کے ایک شخص قارون کے ساتھ ہے۔

رابط :

دونوں واقعات میں مناسبت یہ ہے کہ پچھلی آیت میں یہ ارشاد ہوا تھا کہ دنیا کا مال و دولت جو تم کو دیا جاتا ہے وہ چند روزہ متاع ہے اس کی محبت میں لگ جانا اور اس پر فریفتہ ہو کر آخرت کو فراموش کر دینا دانشمندی نہیں ہے وَمَا أُوتِیْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَمَتَّاعٌ الْحَیْوَةِ الدُّنْیَا الْآیۃ قارون کے قصہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس نے مال و دولت حاصل ہونے کے بعد اس نصیحت کو بھلا دیا اور دنیا کے مال و دولت کے نشہ میں مست ہو کر اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے لگا اور اس کے ذمہ جو مالی حقوق واجبہ تھے ان کی ادائیگی سے منکر بھی ہو گیا، جس کے نتیجہ میں وہ اپنے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔

قارون عجمی لفظ ہے غالباً عبرانی ہے قارون کے متعلق اتنی بات تو قرآن ہی سے معلوم ہوتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی برادری بنی اسرائیل کا شخص تھا، مگر اس بات میں کافی اختلاف ہے کہ اس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا رشتہ تھا؟ بعض نے چچا زاد بھائی اور بعض نے خالہ زاد بھائی بتایا ہے اور بعض نے دونوں کہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وابن جریر وقتادہ وبراہیم سے مروی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا، نسب اس طرح ہے موسیٰ بن عمران بن قاہٹ بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام اور قارون کا نسب اس طرح ہے، قارون بن یصہر بن قاہٹ اور مجمع البیان میں ہے عطاء بن ابن عباس انہ ابن خالۃ موسیٰ علیہ السلام اور محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا تھا، نسب اس طرح بیان کرتے ہیں موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہٹ، قارون بن یصہر بن قاہٹ۔

(روح المعانی)



قارون تورات کا حافظ تھا نیز موسیٰ و ہارون کے بعد تیسرے درجہ کا عالم بھی مگر سامری کے مانند منافق تھا قیادت و سیادت چونکہ حضرت موسیٰ و ہارون کے پاس تھی جس کی وجہ سے قارون کو حسد تھا ایک مرتبہ قارون نے اپنے حسد کا اظہار بھی کر دیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ سب اللہ کے اختیار کی بات ہے ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں ہے چنانچہ قارون نے موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔ (روح المعانی)

اور اپنے مال و دولت کے نشہ میں دوسروں پر ظلم کرنا شروع کر دیا، یحییٰ بن سلام اور سعید بن مسیب نے فرمایا کہ قارون سرمایہ دار آدمی تھا فرعون کی جانب سے بنی اسرائیل کی نگرانی پر مامور تھا، اس امارت کے زمانہ میں اس نے بنی اسرائیل کو بہت ستایا بغنی کے ایک معنی تکبر کے بھی آتے ہیں بہت سے مفسرین نے اس جگہ یہی معنی مراد لئے ہیں یعنی مال و دولت کے نشہ میں بنی اسرائیل پر تکبر کرنے لگا اور ان کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگا۔

وَاتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ كُنُوزَ كَنْزٍ كِي جَعَلَهُ مَدْفُونٍ خزانہ کو کہتے ہیں، اور اصطلاح شرع میں کنز اس مال کو کہا جاتا ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو، حضرت عطاء سے روایت ہے کہ اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک عظیم الشان مدفون خزانہ مل گیا تھا۔

(روح ملخصاً)

لَتَنُوءَ بِالْعُصْبَةِ - نَاءٌ يَنْوُوءُ نَوْءٌ بوجھ سے جھک جانا، عصبہ کے معنی جماعت، مطلب یہ ہے کہ اس کے سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے صندوق اس قدر تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو جھکا دیتی تھیں خدا کی نعمت پر خوشی کا اظہار اگرچہ مذموم نہیں ہے مگر اس قدر خوشی کرنا کہ اترانے اور تکبر کی حد تک پہنچ جائے اور دوسروں کو ذلیل و حقیر سمجھنے لگے جائز نہیں، قرآن کریم نے فرح کو متعدد آیات میں مذموم قرار دیا ہے۔

وَأَنْتَبِعْ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ (الآیۃ) مسلمانوں نے قارون کو یہ نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت تجھے عطا فرمایا ہے اس کے ذریعہ آخرت کا سامان فراہم کر اور دنیا میں جو تیر احصہ ہے اسے فراموش نہ کر اور یہ کہ دنیا میں آخرت کے لئے عمل کرتا رہ، حدیث شریف میں وارد ہے اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغَنَاءَكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفِرَاعَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ (حدیث مرسل)۔ (جمل)

اِنَّمَا أُوتِيتُهُ قارون نے یہ جملہ مومنین ناصحین کے جواب میں کہا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرے مال و دولت کے حصول میں فضل خداوندی کا کوئی دخل نہیں ہے، یہ مال و دولت تو مجھے میرے ذاتی کمال علمی کی وجہ سے ملا ہے جس کا میں حقدار ہوں اس میں مجھ پر کسی کا احسان نہیں ہے، ظاہر یہ ہے کہ آیت میں علم سے مراد معاشی تدابیر کا علم ہے، مثلاً تجارت صنعت وغیرہ اور بعض مفسرین نے علم سے تورات کا علم مراد لیا ہے، جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ قارون تورات کا حافظ اور عالم تھا، اور ان ستر اصحاب میں سے تھا جن کو موسیٰ علیہ السلام نے میقات کے لئے منتخب فرمایا تھا مگر اس کو اپنے علم پر ناز اور غرور پیدا ہو گیا، اس کو اپنا ذاتی کمال سمجھ بیٹھا۔

اِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِي کے ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ اللہ کے علم میں یہ بات ہے کہ میں اس کا مستحق تھا اسی

لئے مجھے یہ نعمتیں ملی ہیں، بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس کو علم الکیمیا (سونا بنانے کا علم) آتا تھا، مگر امام ابن کثیر نے اس کو محض فریب اور دھوکا قرار دیا ہے، مال و دولت کی فراوانی یہ کوئی فضیلت کا باعث نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو پچھلی قوم میں تباہ و برباد نہ ہوتیں اس لئے قارون کا اپنی دولت پر گھمنڈ کرنا اور اسے باعث فضیلت سمجھنا کوئی معقول بات نہیں ہے۔

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ایک روز قارون اپنے ہزار ہا مصاحبین اور خدم و حشم کی معیت میں بڑی شان و شوکت اور زیب و زینت کے ساتھ نکلا، جب کچھ دنیا دار مسلمانوں نے یا کافروں اور منافقوں نے قارون کی زیب و زینت اور کروفر اور دنیوی چمک دمک کو دیکھا تو اس کے جیسا ہونے کی تمنا کی اور قارون کے بارے میں کہنے لگے قارون بڑا ہی نصیب دار، اور اقبال مند ہے۔

وقال الذين اتوا العلم دنيا دار لوگوں کے برخلاف اہل علم کہ جن کو دنیا و آخرت ثواب و عقاب اور اہم سابقہ کی ہلاکت و بربادی اور اللہ کے وعدوں کا علم دیا گیا تھا نے کہا ارے کس بخت و دنیا کی یہ زیب و زینت جس کی تم تمنا کر رہے ہو چند روزہ ہے، ہمیشہ باقی رہنے والا تو آخرت کا اجر و ثواب ہے لہذا تم اس چند روزہ زینت پر فریفتہ مت ہو اس کی حقیقت (خضراء دمن) کوڑی کے سبزے سے زیادہ نہیں، آخرت کا اجر و ثواب ایمان والے نیکوکاروں ہی کو ملتا ہے، اس آیت میں علماء کا مقابلہ الدین یريدون الحیوة الدنیا سے کیا گیا ہے جس میں واضح اشارہ اس طرف ہے کہ متاع دنیا کو مقصود بنانا اہل علم کا کام نہیں۔

## قارون کے زمین میں دھنسنے کا قصہ تاریخی روایات کی روشنی میں:

ارباب تاریخ لکھتے ہیں کہ جب سیادت و قیادت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر مقرر ہو گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو (بیت القربان) یعنی قربانیوں کا نگران مقرر فرما دیا، یعنی جو نذر آئے، وہ ہارون کی معرفت ان کی نگرانی میں قربان گاہ میں رکھی جائے اور آسمانی آگ آکر اس کو جلا دے، گویا کہ یہ قربانی کے مقبول ہونے کی علامت تھی، قارون کو اس بات پر حسد ہوا اور کہا آپ پیغمبر بھی ہیں، اور رئیس قوم بھی، اور ہارون قربان گاہ کے نگران اور میں تورات کا بھی حافظ ہوں مجھے کیونکر صبر آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ امر منجانب اللہ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں ہے، قارون کہنے لگا میں کیسے یقین کروں کہ یہ امر منجانب اللہ ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سرداروں کو جمع ہونے کا حکم دیا جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے حکم دیا کہ تم سب اپنی اپنی لاثیمیاں لاؤ جس کی لاثمی سرسبز ہو جائے وہ قربان گاہ کی نگرانی کا مستحق ہوگا سب لاثمیوں کو جمع کر کے ایک مکان میں بند کر دیا گیا جب صبح کو دیکھا تو حضرت ہارون کا عصا سرسبز ہو گیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا دیکھا یہ فعل میرا نہیں تھا، قارون نے کہا یہ تو جادو گروں کا کرشمہ ہے قارون نے کھلا پلا کر بنی اسرائیل کے بہت سے سرداروں کو اپنی طرف کر لیا، جب اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ واجب فرمائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام قارون کے پاس آئے اور فی ہزار ایک دینار دینا طے ہوا مگر جب قارون نے حساب لگایا تو کثیر مال ہوا تو گھبرایا اور بنی اسرائیل کو جمع کر کے کہنے لگا موسیٰ علیہ السلام نے اب تک جو کچھ کہا تم نے مانا، مگر ان کو کفایت نہ ہوئی اب تمہارا مال لینے کی فکر میں ہے، قوم نے کہا تم

ہمارے بڑے اور عقل مند ہو، جو تم کہو گے ہم تسلیم کریں گے، قارون نے کہا فلاں زن فاحشہ کو لاؤ اسے کچھ دیکر آمادہ کریں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائے جب قوم یہ بات سنے گی تو موسیٰ علیہ السلام سے باغی ہو جائے گی اور ہم سب کو اس غلامی سے نجات مل جائے گی، غرضیکہ وہ عورت آئی اور اسے بہت کچھ دے دلا کر تہمت لگانے پر راضی کر لیا قارون اور اس کے ساتھی بنی اسرائیل کو جمع کر کے موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے گئے اور عرض کیا یہ لوگ حاضر ہیں آپ ان کو وعظ فرمائیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام باہر تشریف لائے اور وعظ فرمانے لگے اور منجملہ تمام احکام کے چور کا ہاتھ کاٹنے اور تہمت کی سزا اسی کوڑے اور گرزانی غیر محسن ہو تو سو کوڑے اور اگر محسن ہو تو سنگسار کرنے کا حکم بیان فرمایا، قارون بولا آپ نے فلاں عورت سے فعل بد کیا ہے، آپ نے فرمایا اس عورت کو بلاؤ، اگر وہ عورت گواہی دے تو سچ ہے وہ عورت بلائی گئی، جب عورت حاضر ہو گئی تو حضرت موسیٰ نے فرمایا اے عورت کیا میں نے تیرے ساتھ وہ فعل کیا جو یہ لوگ کہتے ہیں اور میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا میں شکاف کر دیا اور توریت نازل فرمائی تو سچ سچ بتاؤ وہ عورت سکھائے ہوئے کید شیطانی کو بھول گئی اور کہنے لگی یہ لوگ جھوٹے ہیں مجھے قارون نے اس قدر مال دیکر راضی کیا تھا کہ میں اپنے ساتھ آپ کو متہم کروں، قارون یہ بات سن کر گھبرا گیا اور سر جھکا لیا اور سردار خاموش ہو گئے اور عذاب الہی سے خوف زدہ ہو گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سجدہ میں گر پڑے اور رورور کر عرض کیا اے میرے رب تیرے اس دشمن نے مجھے ایذا دی اور مجھے رسوا کرنا چاہا اگر میں تیرا رسول ہوں تو تو مجھے اس پر مسلط کر دے، خدا تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام سراٹھاؤ اور زمین کو حکم دو جو کہو گے وہ بجلائے گی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ قارون کو نگل لے، چنانچہ زمین نے بتدریج نگلنا شروع کیا، ادھر قارون یا موسیٰ یا موسیٰ چلا تار ہا گڑ گڑاتا رہا یہاں تک کہ ستر مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اور زمین میں غائب ہو گیا۔

(مظہری)

پھر بنی اسرائیل کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس لئے قارون کو دھنسا دیا کہ اس کے مال پر قبضہ کر لے، پھر آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اس خزانہ کو بھی زمین میں دھنسا دے چنانچہ اس کا خزانہ بھی دھنس گیا اور برابر دھنستا ہی

چلا جا رہا ہے۔ (معلصۃ التفاسیر تالیف لکھنوی)

وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ یعنی جو لوگ قارون کی ترقی اور خوشحالی دیکھ کر کل یہ آرزو کر رہے تھے کہ کاش ہم کو بھی ایسا ہی عروج حاصل ہوتا، آج اس کا یہ برا انجام دیکھ کر کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے، اب ان کو ہوش آیا کہ ایسی دولت حقیقت میں ایک خوبصورت سانپ ہے جس کے اندر مہلک زہر بھرا ہوا ہے کسی شخص کی دنیوی ترقی اور عروج کو دیکھ کر ہم کو ہرگز یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہئے کہ اللہ کے یہاں وہ کچھ عزت اور وجاہت رکھتا ہے، دنیا کی ترقی اور وجاہت کسی کے مقبول یا مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتی، اللہ تعالیٰ جس کے لئے مناسب سمجھے روزی کے دروازے کشادہ کر دے اور جس پر چاہے تنگ کر دے، مال و دولت کی فراخی و فراوانی مقبولیت اور محبوبیت کی دلیل نہیں بلکہ بسا اوقات اس کا نتیجہ تباہی اور ابدی ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

کم جاہل جاہل تلقاہ مرزوقا  
وصیر العالم النحریر زندیقاً

کم عاقل عاقل اعیت مذاہبہ  
هذا الذی ترک الاوہام حائرہ

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ اِى الْجَنَّةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ بِالْبَغْيِ وَلَا فُسَادًا يَعْمَلِ الْمُعَاصِيَ وَالْعَاقِبَةُ الْمُحْمَدَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ عِقَابَ اللّٰهِ يَعْمَلِ الطَّاعَاتِ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا نَوَابٍ بِسَبَبِهَا وَهُوَ عَشْرُ امْتَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ اِلَّا جِزَاءٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اِى مِثْلَهُ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ اَنْزَلَهُ لِرَاٰدِكَ اِلَىٰ مَعَادٍ اِلَىٰ مَكَّةَ وَكَانَ قَدْ اَشْتَقَّهَا قُلْ مَرَرْتُ اَعْلَمَ مَنْ جَاءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِى ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ نَزَلَ جَوَابًا لِّقَوْلِ كُفَّارٍ مَّكَّةَ لَهٗ اِنَّكَ فِى ضَلٰلٍ اِى فَهُوَ الْجَائِى بِالْهُدٰى وَبِهِمْ فِى الضَّلَالِ وَاَعْلَمَ بِمَعْنٰى عَالِمٍ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْا اَنْ يُلْقٰى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ الْقُرْآنُ اِلَّا لَكِن اَلْقٰى اِلَيْكَ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيْرًا مُّعِيْنًا ۝ اَللّٰهُ الَّذِى دَعَوْتُ اِلَيْهِ وَلَا يَصُدُّكَ اَصْلُهُ يَصُدُّ وَنَنكَ حَذِثْتُ نُوْنَ الرَّفْعِ لِلْجَاوِزِ وَالْوَاوِ الْفَاعِلِ لِاَلْتِقَائِهَا مَعَ النُّونِ السَّاكِنَةِ عَنْ اٰيَةِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ اِى لَا تَرْجِعْ اِلَيْهِمْ فِى ذَلِكَ وَاَدْعُ النَّاسَ اِلَىٰ رَبِّكَ بِتَوْحِيْدِهِ وَعِبَادَتِهِ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ بِاعَانَتِهِمْ وَلَمْ يُؤْثِرِ الْجَاوِزُ فِى الْفِعْلِ لِبَنَائِهِ وَلَا تَدْعُ تَعْبُدُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وُجْهَهُ اِلَّا اٰيٰهُ لَهٗ الْحُكْمُ الْقَضَاءُ النّٰفِذُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ بِالنُّشُوْرِ مِنَ الْقُبُوْرِ

الَّذِي دَعَوْتُ اِلَيْهِ

**ترجمہ:** یہ دار آخرت یعنی جنت ہم انہیں لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ ظلم کے ذریعہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ نافرمانی کر کے فساد کرتے ہیں اور بہتر انجام فرمانبرداری کر کے اللہ کے عذاب سے ڈرنے والوں کے لئے ہے جو شخص نیکی لیکر آئے گا اس کو اس سے بہتر ملے گا ان کو نیکیوں کا اجر ملے گا اور وہ ان نیکیوں کا دس گنا ہوگا اور جو شخص بدی لیکر آئے گا سو ایسے لوگوں کو جو بدی کا کام کرتے ہیں اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنا وہ کرتے تھے جس خدا نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے وہ آپ کو دوبارہ پہلی جگہ لوٹانے والا ہے یعنی مکہ (کی طرف) اور آپ نے مکہ کے لئے اشتیاق ظاہر فرمایا تھا، آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت لیکر آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں ہے یہ آیت کفار مکہ کے اس قول کے جواب میں نازل ہوئی کہ ان لوگوں نے آپ کے بارے میں کہا کہ تم تو صریح گمراہی میں ہو، یعنی آپ ﷺ تو ہدایت لیکر آنے والے ہیں اور وہ گمراہی میں ہیں اور اعلیٰ عالم کے معنی میں ہے آپ کو تو یہ توقع نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب قرآن نازل کی جائے گی مگر آپ پر محض آپ کے رب کی مہربانی سے نازل کی گئی لہذا آپ کافروں کے ان کے دین کے بارے میں جس کی طرف وہ آپ کو دعوت دیتے ہیں ہرگز

معاون نہ بنیں اور (خیال رکھئے) کہ یہ کفار آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تبلیغ سے روک نہ دیں، بعد اس کے کہ وہ آیتیں نازل ہو چکی ہیں وَلَا یَصُدُّنَّکَ اَصْلٌ مِّنْ یَّصُدُّوْنَکَ تھا، نون رفع کو جازم کی وجہ سے حذف کر دیا گیا، اور واو فاعل کو نون ساکنہ کے ساتھ التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا، یعنی آپ اس معاملہ میں ان کی (خرافات کی) طرف التفات نہ کیجئے اور آپ لوگوں کو اپنے رب کی توحید و عبادت کی طرف دعوت دیتے رہئے اور ہرگز ان کی اعانت کر کے مشرکوں میں سے نہ ہو جائے اور جازم (یعنی لا) نے فعل کو مبنی ہونے کی وجہ سے جزم نہیں دیا اور اللہ کے ساتھ کسی غیر کی بندگی نہ کیجئے، بجز اللہ کے کوئی اور معبود نہیں اس کی ذات کے سوا ہر شئی فنا ہونے والی ہے اسی ذات کا فیصلہ نافذ ہونے والا ہے اور قبروں سے زندہ کرنے کے بعد تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

### تحقیق و ترکیب و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ، تِلْكَ مَبْدَءُ مَوْصُوفِ الدَّارِ الْآخِرَةِ بترکیب توصیفی اس کی صفت نَجْعَلُهَا جملہ ہو کر اس کی خبر ہے۔

قَوْلُهُ: لَرَأٰذُکَ اِلٰی مَعَادٍ معاد سے اکثر مفسرین نے مکہ مراد لیا ہے اور بعض نے مقام محمود مراد لیا ہے۔

قَوْلُهُ: وَلَا یَصُدُّنَّکَ لَا ناہیہ جازمہ ہے اور یَصُدُّنَّکَ فعل مضارع مجزوم اور علامت جزم حذف نون اور واو فاعل کاف مفعول بہ اور نون تاکید۔

قَوْلُهُ: عَنْ آيَاتِ اللّٰهِ یہاں مضاف محذوف ہے ای عن تبلیغ آیات اللہ۔

قَوْلُهُ: لَمْ یُوْثِّرِ الْجَازِمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ میں لا جازمہ نے لفظوں میں کوئی اثر نہیں کیا اگرچہ محلاً اثر کیا ہے، اثر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تکوْنَنَّ نون تاکید ثقل کی وجہ سے مبنی ہو گیا ہے۔

قَوْلُهُ: تَعْبَذُ تَدْعُ کی تفسیر تَعْبَذُ سے کر کے خوارج کا رد کیا ہے، خوارج کہتے ہیں کہ طلب خواہ زندہ سے ہو یا مردہ سے شرک ہے، یہ خوارج کا جہل ہے اس لئے کہ مؤثر بالذات سمجھ کر غیر اللہ سے طلب شرک ہے، مگر اسباب کے درجہ میں طلب شرک نہیں ہے۔

### تفسیر و تشریح

لِّلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عَلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فِسَادًا اس آیت میں دار آخرت کی نجات اور فلاح کو صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص فرمایا گیا ہے جو زمین میں علو اور فساد کا ارادہ نہ کریں، ”علو“ سے مراد تکبر ہے یعنی اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا بنانے بڑا سمجھنے اور دوسروں کو حقیر کرنے کی فکر اور ”فساد“ سے مراد لوگوں پر ظلم کرنا۔

فَائِکَ: تکبر جس کی حرمت اور وبال کو اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے وہ وہی ہے جس میں لوگوں پر تفاخر اور ان کی تحقیر مقصود ہو،

ورنہ اپنے لئے اچھے لباس اچھی غذا اچھے مکان کا انتظام جبکہ دوسروں پر تفاخر کے لئے نہ ہو مذموم نہیں، جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اس کی تصریح ہے۔

### معصیت کا پختہ عزم بھی معصیت ہے:

اس آیت میں علو اور فساد کے ارادہ پر دار آخرت سے محروم ہونے کی وعید ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی معصیت کا پختہ ارادہ جو عزم مصمم کے درجہ میں ہو، وہ بھی معصیت ہی ہے۔ (کمانی الروح) البتہ پھر اگر وہ خدا کے خوف سے اس ارادہ کو ترک کر دے تو گناہ کی جگہ ثواب اس کے اعمال نامہ میں درجہ ہوتا ہے، اور اگر کسی غیر اختیاری سبب سے اس گناہ پر قدرت نہ ہوئی اور عمل نہ کر سکا مگر اپنی کوشش گناہ کے لئے پوری کی تو وہ بھی معصیت اور گناہ میں لکھا جائے گا (کما ذکرہ الغزالی) آخر آیت میں فرمایا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ اس کا حاصل یہ ہے کہ آخرت کی نجات اور فلاح کے لئے دو چیزوں تکبر و فساد سے اجتناب ضروری ہے، اور تقویٰ یعنی اعمال صالحہ کی پابندی بھی ضروری ہے صرف تکبر اور فساد سے اجتناب کر لینا کافی نہیں بلکہ فرائض و واجبات کا ادا کرنا بھی شرط ہے۔ (معارف)

إِنَّ الْغَدِيَّ قَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ (الآیۃ) آخر سورت میں یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی تسلی اور اپنے فریضہ رسالت و نبوت پر پوری طرح قائم رہنے کی تاکید کے لئے ہے۔

### شان نزول:

ائمہ تفسیر میں سے مقاتل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کے وقت غار ثور سے رات کے وقت نکلے اور مدینہ جانے والے معروف راستہ کو چھوڑ کر غیر معروف راستہ سے سفر کیا کیونکہ دشمن تعاقب میں تھے، جب مقام جھہ پر پہنچے جو مدینہ طیبہ کے راستہ کی مشہور منزل رابغ کے قریب ہے اور وہاں مکہ سے مدینہ کا معروف راستہ مل جاتا ہے اس وقت مکہ مکرمہ کے راستہ پر نظر پڑی تو آپ ﷺ کو بیت اللہ اور اپنا وطن عزیز یاد آ گیا، اسی وقت جبرئیل امین مذکورہ آیت لیکر نازل ہوئے جس میں آپ کو بشارت دی گئی ہے کہ مکہ مکرمہ سے یہ جدائی چند روزہ ہے بالآخر آپ کو پھر مکہ پہنچا دیا جائے گا جو فتح مکہ کی بشارت تھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت چونکہ جھہ میں نازل ہوئی تھی جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہے لہذا یہ آیت نہ کی ہے اور نہ مدنی۔

## تم المجلد الرابع بالخير

بِسْمِ اللَّهِ

This image shows a single sheet of white paper with horizontal ruling lines. The lines are evenly spaced and run across the width of the page. There are no margins, text, or other markings on the paper.